430

سیرتِ معصومینؑ

جلد اوّل

ترجمہ

منتہی الآمال

تالیف

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی علیہ الرحمۃ

تصحیح

غلام رضا ناصر نجفی

مترجم

مولانا سید صفدر حسین قبلہ نجفی علیہ الرحمہ

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795
B.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

امامیہ پبلیکیشنز

35 حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور فون 042-37158717

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

480

سیرتِ معصومینؑ

جلد اوّل

ترجمہ

منتھی الآمال

تالیف

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ

تصحیح

غلام رضا ناصر نجفی

مترجم

مولانا سید صفدر حسین قبلہ نجفی علیہ الرحمہ

امامیہ پبلیکیشنز

35 حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور فون 042-37158717

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

نام کتاب ______ سیرت معصومینؑ
تالیف ______ ثقة المحدثین آقائی شیخ عباس قمی علیہ الرحمۃ
مترجم ______ مولانا سید صفدر حسین قبلہ نجفی علیہ الرحمہ
کتابت ______ محمد یوسف۔ حفیظ قریشی
مطبع ______ معراج دین پرنٹرز لاہور
اشاعت ______ فروری 2011ء
تعداد ______ 1100
ناشر ______ امامیہ پبلیکیشنز
35 حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور
ہدیہ ______

Web:- www.imamiapublication.com
Email: ippakistan@gmail.com
Ph #: 042-37158717,37159188,36174960

فہرست

باب نمبر ۱	
خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے حالات زندگی	۹
پہلی فصل	
حضرت محمدؐ کے نسب کا بیان	۹
دوسری فصل	
حضرت محمدؐ کی ولادت اور معجزات	۲۱
تیسری فصل	
آنحضرتؐ کے ایام رضاعت کے حالات	۲۴
چوتھی فصل	
آنحضرتؐ کی خلقت اور اخلاق	۲۷
پانچویں فصل	
مختصر معجزات	۳۶
چھٹی فصل	
واقعات زندگی اور غزوات	۵۷
سنہ ۲ھ کے واقعات	۶۸
سنہ ۳ھ کے واقعات	۷۵
سنہ ۴ھ کے واقعات	۸۱
سنہ ۵ھ کے واقعات	۸۴
سنہ ۶ھ کے واقعات	۹۱
سنہ ۷ھ کے واقعات	۹۴
سنہ ۸ھ کے واقعات	۹۸
جنگ ذات السلاسل کا تذکرہ	۹۹
فتح مکہ	۱۰۲
غزوہ حنین	۱۰۶
سنہ ۹ھ کے واقعات	۱۰۹
غزوہ تبوک	۱۱۰
سنہ ۱۰ھ کے واقعات	۱۱۴
حجۃ الوداع	۱۱۷
ساتویں فصل	۱۲۴
وصال پیغمبرؐ	
آٹھویں فصل	۱۳۱
آنحضرتؐ کی اولاد کے حالات	
نویں فصل	۱۳۵
آنحضرتؐ کے اقربا کے حالات	
دسویں فصل	۱۴۰
اصحاب پیغمبرؐ کا تذکرہ	
باب نمبر ۲	
جناب سیدہ فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی	۱۵۸
پہلی فصل	
ولادت باسعادت	″
دوسری فصل	
اسمائے گرامی اور دیگر فضائل	۱۶۱
تیسری فصل	
وفات فاطمہؑ	۱۶۶

باب نمبر ۳

جناب امیر المومنینؑ کے حالات زندگی ۱۷۳

پہلی فصل "
ولادت باسعادت

دوسری فصل ۱۷۶
فضائل امیر المومنینؑ

تیسری فصل ۱۹۸
شہادت امیر المومنینؑ

چوتھی فصل ۲۰۹
وصیت امیر المومنینؑ

پانچویں فصل ۲۱۶
ابن ملجم لعین سے قصاص

چھٹی فصل ۲۱۸
اولاد امیر المومنینؑ
محمد بن حنفیہ کی اولاد کا تذکرہ ۲۲۳
حضرت عباسؑ کی اولاد کا تذکرہ "
عمر الاطرف بن امیر المومنینؑ کی اولاد کا تذکرہ ۲۲۷

ساتویں فصل ۲۳۰
اصحاب امیر المومنینؑ

باب ۴

حضرت امام حسنؑ کے حالات زندگی ۲۶۱

پہلی فصل ۲۶۳
ولادت باسعادت

دوسری فصل ۲۶۴
امام حسنؑ کے فضائل اور مکارم اخلاق

تیسری فصل ۲۶۸
حالات و واقعات زندگی

چوتھی فصل ۲۷۷
شہادت امام حسنؑ

پانچویں فصل ۲۸۳
معاویہ کی سرکشی

چھٹی فصل ۲۸۹
اولاد امام حسنؑ ۲۸۹
امام حسنؑ کے پوتوں کا تذکرہ ۲۹۳
ابو الحسن بن حسنؑ کی اولاد کا تذکرہ ۲۹۳
امیر حسن بن زید کی اولاد کا تذکرہ ۲۹۸
محمد بن زید حسنی کے حالات ۲۹۹
حسن بن حسنؑ کی اولاد ۳۰۱
عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کی اولاد ۳۰۱
ابراہیم ابن حسن بن حسنؑ کی اولاد ۳۰۹
ابو علی ابن حسن بن حسنؑ کی اولاد اور واقعۂ فخ ۳۱۱
جعفر بن حسن مثنیٰ کی اولاد ۳۱۸
داؤد بن حسن مثنیٰ اور انکی اولاد ۳۲۰
طاؤس اور آل طاؤس کا ذکر ۳۲۱
محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کا ذکر ۳۲۹
ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ کی شہادت ۳۳۲

باب نمبر ۵

امام حسینؑ کی زندگی کے حالات ۳۳۷
پہلا مقصد

پہلی فصل ۳۳۷
ولادت باسعادت
دوسری فصل
فضائل ومناقب اخلاق ۳۴۰
تیسری فصل
عزاداری امام حسینؑ کا ثواب ۳۴۸
چوتھی فصل
شہادت امام حسینؑ ۳۵۴
دوسرا مقصد ۳۵۶
پہلی فصل
روانگی مکہ معظمہ ۳۵۷
دوسری فصل ۳۶۳
مکہ میں آمد
تیسری فصل ۳۶۵
حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی
چوتھی فصل ۳۶۹
جناب مسلم کا کوفہ میں ورود اور شہادت
بے وفا کوفیوں کا ساتھ چھوڑنا ۳۷۴
جناب مسلم کی کوفیوں سے جنگ ۳۷۶
پانچویں فصل
جناب مسلم کے فرزندوں کی شہادت ۳۸۳
چھٹی فصل
کربلا کی طرف روانگی ۳۸۷
ساتویں فصل
حضرتؑ کی حر سے ملاقات ۳۹۷

تیسرا مقصد
پہلی فصل ۴۰۳
امام حسینؑ کا کربلا میں داخلہ اور نویں تک کے واقعات
دوسری فصل
نویں اور دسویں کی رات کے واقعات ۴۰۷
تیسری فصل
روز عاشورہ کے واقعات
حر کی لشکر امامؑ میں شمولیت ۴۱۸
اصحاب حسینؑ کی جنگ ۴۲۵
حر بن یزید ریاحی کی جنگ ۴۲۶
حضرت بریر کی شہادت ۴۲۸
شہادت وہب علیہ الرحمۃ ۴۲۹
نافع بن ہلال اور مسلم بن عوسجہ کی شہادت ۵۱
ابو ثمامہ کا تذکرہ نماز اور شہادت
حبیب ابن مظاہر ۴۳۳
شہادت سعید بن عبداللہ ۴۳۶
شہادت زہیر بن قین ۴۳۷
نافع بن ہلال کی شہادت ۴۳۷
عبداللہ اور عبدالرحمن کی شہادت ۴۳۹
حنظلہ بن اسعد کی شہادت ۴۳۹
شوذب وعابس کی شہادت ۴۴۰
ابوالشعثا کی شہادت ۴۴۲
اصحاب حسینؑ میں سے ایک جماعت کی شہادت ۴۴۲
جون کی شہادت ۴۴۲
حجاج بن مسروق کی شہادت ۴۴۳
نوخیز جوان کی شہادت ۴۴۳
ترکی غلام کی شہادت ۴۴۳
عمرو بن قرظہ کی شہادت ۴۴۴
عمر بن عمرو کی شہادت ۴۴۵
جوانان بنی ہاشم کی شہادت ۴۴۶
حضرت علی اکبر کی شہادت ۴۴۶

عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی شہادت ۴۴۹
محمد بن عبداللہ بن جعفر کی شہادت ۴۵۰
جناب قاسم کی شہادت ۴۵۲
عبداللہ بن حسن کی شہادت ۴۵۴
ابوبکر بن حسنؑ ۴۵۴
اولاد امیر المومنینؑ کی شہادت ۴۵۵
جعفر بن علیؑ کی شہادت ۴۵۵
عثمان بن علیؑ ۴۵۵
ابوبکر بن علیؑ کی شہادت ۴۵۶
آل حسینؑ میں ایک بچہ کی شہادت ۴۵۶
حضرت عباسؑ کی شہادت ۴۵۷
حضرت امام حسینؑ کی جنگ اور شہادت ۴۵۹
شیرخوار بچے کی شہادت ۴۶۱
عبداللہ بن حسنؑ ۴۶۷
چوتھی فصل: شہادت امام مظلومؑ کے بعد کے واقعات ۴۷۲
پانچویں فصل: خیام محترم ۴۷۵
چوتھا مقصد ۴۷۹
پہلی فصل: شہداء کے سروں کی کربلا سے کوفہ روانگی ۴۷۹
دوسری فصل: اجساد طاہرہ کا دفن ہونا ۴۸۳
تیسری فصل: اہل بیت عصمت کی کوفہ میں آمد ۴۸۶
چوتھی فصل: اہلبیتؑ کا دربار زیاد میں داخل ہونا ۴۹۲
عبداللہ بن عفیف کی شہادت ۴۹۴
پانچویں فصل: ابن زیاد کا والی مدینہ کو خط ۴۹۶
چھٹی فصل: یزید کا ابن زیاد کے خط کا جواب ۴۹۹
ساتویں فصل: اہلبیتؑ رسولؐ کا شام میں داخلہ ۵۰۶
آٹھویں فصل: اہلبیتؑ کا دربار یزید میں داخلہ ۵۱۰
نویں فصل: اہلبیتؑ کی مدینہ کی طرف روانگی ۵۲۸
دسویں فصل: اہلبیتؑ کا مدینہ میں خاتمہ داخلہ ۵۳۵
گیارہویں فصل: امام حسینؑ کے چند مرثیوں کا بیان ۵۴۷
بارہویں فصل: امام حسینؑ کی اولاد و ازواج کا تذکرہ ۵۵۰
خاتمہ ۵۵۲
نصح و تحذیر ۵۶۴
باب نمبر ۶ ۵۶۹
امام زین العابدینؑ کے حالات زندگی۔ ۵۶۹
پہلی فصل: ولادت باسعادت ۵۶۹
دوسری فصل: امام زین العابدینؑ کے مکارم اخلاق ۵۷۳
تیسری فصل: امام زین العابدینؑ کی عبادت ۵۷۸
چوتھی فصل: امام زین العابدینؑ کے کلمات ۵۸۲
پانچویں فصل: امام زین العابدینؑ کے معجزات ۵۹۲
چھٹی فصل: شہادت امام زین العابدینؑ ۶۱۰
ساتویں فصل: امام زین العابدینؑ کی اولاد ۶۱۵
باب نمبر ۷ ۶۶۳
امام محمد باقرؑ کے حالات زندگی ״
پہلی فصل: ولادت باسعادت ״
دوسری فصل: فضائل امام باقرؑ ۶۶۶
تیسری فصل: امام محمد باقرؑ کے معجزات ۶۷۵
چوتھی فصل: امام محمد باقرؑ کے زرین اقوال ۶۸۵
پانچویں فصل: شہادت امام محمد باقرؑ ۶۹۳
چھٹی فصل: امام محمد باقرؑ کی اولاد ۷۰۱
باب نمبر ۸
امام جعفر صادقؑ کے حالات زندگی۔ ۷۰۳
پہلی فصل: ولادت باسعادت ״
دوسری فصل: اخلاق امام جعفر صادقؑ ۷۰۵
تیسری فصل: امام صادقؑ کے ارشادات ۷۱۴
چوتھی فصل: امام صادقؑ کے معجزات ۷۲۳
پانچویں فصل: مظالم جو امامؑ پر ہوئے ۷۳۴
چھٹی فصل: شہادت امام جعفر صادقؑ ۷۴۱
ساتویں فصل: امام جعفر صادقؑ کی اولاد ۷۴۵
آٹھویں فصل: امام جعفر صادقؑ کے اصحاب کا تذکرہ ۷۴۹

عرضِ ناشر

عزاداری ہماری شہ رگِ حیات ہے اور دینِ مبین کی تبلیغ و ترویج بھی اسی کی مرہونِ منت ہے۔ مجالسِ عزا کی صورت میں دروس کا سلسلہ ادین یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم کا ذریعہ ہیں۔ جس سے ہر سطح کا طالبِ علم اپنی اپنی فہم و ادراک اور ذوق کے مطابق گوہرِ آبدار چن لیتا ہے۔ کچھ عرصہ سے چند ضمیر فروش اور ابن الوقت قسم کے لوگوں نے اس اہم مذہبی فریضہ کو ذریعۂ معاش بنانے کی مذموم کوشش کی اور منبرِ رسولؐ سے غلط قسم کی روایات اور من گھڑت کہانیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ علماءِ حق میں اس پر تشویش کا پایا جانا ایک قدرتی امر تھا۔ لہٰذا انہوں نے کوشش کی کہ مستند سیرت اور مقاتل کی کتب کے اُردو میں تراجم پیش کیے جائیں۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی نے "منتہی الامال" اور "الارشاد" کو منتخب فرمایا اور انہیں اُردو کے قالب میں ڈھال دیا۔ ہم پہلے ہی "الارشاد" کا اُردو ترجمہ "تذکرۃ الاطہار" کے نام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمۃ کی سیرت معصومین پر شہرہ آفاق کتاب "منتھی الآمال" "احسن المقال" کے نام سے چند سال قبل سیٹھ برادرز لاہور نے چار جلدوں میں شائع فرمائی۔ مومنین اور طالبان علم میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ اور جلد ہی ختم ہوگئی۔ مومنین کرام کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اور تقاضائے وقت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ہم نے اس کتاب کی دوبارہ نظرِثانی کروائی اور اب دو جلدوں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام عموماً اور خطیب حضرات خصوصاً اس علم کے بے بہا خزانے سے استفادہ فرمائیں گے۔

ادارہ جناب سید افسر عباس زیدی صاحب کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کی نوک پلک سنوارنے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔ ادارہ اپنے تمام معاونین کی تہہ دل سے قدر کرتا ہے اور دعاگو ہے کہ خداوند تعالیٰ انہیں علیین کے ساتھ محشور فرمائے۔

آپ کی آراء کا منتظر

ادارہ

باب اوّل

اشرف کائنات شفیع روزِ عرصات افضل از جمیع اہل الارض والسمٰوات حضرت خاتم النبیّین سیدالمرسلین محمد مصطفےٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ کی تاریخ میں ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں :

پہلی فصل

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کا بیان اور آپؐ کے آباد و اجداد کے مختصر حالات۔ آنجناب ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا جب میرا نسب عدنان تک پہنچے تو رک جاؤ، لہٰذا ہم نے عدنان سے اوپر کا نسب نامہ ذکر نہیں کیا۔ ان حضرات کے حالات بیان کرنے سے پہلے ہم علامہ مجلسیؒ کا کلام نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں : واضح ہو کہ علماء امامیہ شیعہ کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ رسول اکرمؐ کے باپ ماں اور تمام آباء واجداد (دادا، دادیاں) حضرت آدمؑ تک سب مسلمان تھے اور آپؐ کے نور نے صلب مشرک اور رحم مشرکہ میں قرار نہیں پایا اور آنحضرتؐ کے نسب کی پاکیزگی اور ہر دور کے ماں باپ (کے مومن ہونے) میں کوئی شبہ نہیں ہے اور متواتر احادیث خاصہ و عامہ ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کے اجداد تمام انبیاء و اوصیاء تھے اور حاملین دین خدا تھے اور جناب اسماعیل کی اولاد جو کہ آنحضرتؐ کے آباد و اجداد تھے وہ حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء تھے اور ہمیشہ سے مکہ معظمہ کی بادشاہی خانہ کعبہ کی حجابت اور اس کی تعمیر اُن سے متعلق تھی اور وہ تمام لوگوں کے مرجع تھے اور ملت ابراہیمی انہیں میں تھی اور وہ حضرات اس شریعت کے محافظ تھے وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور آثار انبیاء ایک دوسرے کے سپرد کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سلسلہ عبدالمطلبؑ تک پہنچا اور عبدالمطلبؑ نے ابوطالبؑ کو اپنا وصی بنایا اور جناب ابوطالبؑ نے آثار انبیاء اور ان کی امانتیں بعثت کے بعد رسالت مآبؐ کے سپرد کیں۔

اب ہم ان بزرگواروں کے حالات شروع کرتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ عدنان اُدَد کے فرزند تھے اور ان کی والدہ کا نام بلہا تھا بچپن میں ہی عدنان کی جبین مبارک سے رشد و شہامت و بزرگی کے آثار ظاہر تھے اور اس زمانہ کے کاہن اور منجمین یہ کہا کرتے تھے کہ ان کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا کہ جن و انس جس کے مطیع و فرمانبردار ہونگے۔ اسی لیے ان کے بہت سے

لگ دشمن ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ شام کے بیابان میں انتی بہادر شہسواروں نے انہیں اکیلا دیکھا تو ان پر حملہ کر دیا۔ عدنان نے تنہا ان سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ ان کا گھوڑا مارا گیا تو وہ پا پیادہ نیزہ و تلوار سے جنگ کرتے کرتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے اور دشمن ان پر پیچھے سے حملہ کرتے رہے اور گھوڑے دوڑاتے رہے۔ اچانک پہاڑ سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور عدنان کا گریبان پکڑ کر انہیں پہاڑ کے اوپر لے گیا اور پہاڑ کی چوٹی سے ایسی مہیب آواز آئی کہ آپ کے تمام دشمن اس سے ہلاک ہو گئے۔

یہ واقعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب عدنان حد رشد و تمیز کو پہنچے تو سردارِ عرب و سیدِ سلسلہ و قبلۂ قبیلہ قرار پائے اور ساکنانِ بطحا و یثرب اور صحرائی قبائل بھی آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور جب بخت النصر بیت المقدس کو فتح کر چکا تو اس نے تسخیر بلاد و اقوام عرب کا قصد کیا اور عدنان سے جنگ کی اور ان کے بہت سے انصار کو قتل کیا اور بالآخر عدنان پر غالب آ گیا اور اتنے عرب اس نے قتل کیے کہ اب عدنان اور دوسرے لوگ اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ مجبوراً ہر شخص کسی نہ کسی طرف بھاگ نکلا اور عدنان اپنی اولاد سمیت یمن کی طرف چلے گئے اور اس جائے امن کو اپنا وطن قرار دیا اور مرتے دم تک وہیں رہے۔ ان کے دس فرزند تھے کہ جن میں سے بعض کے نام معد، عک، عدن، آد، اور غنی تھے اور وہ نور روشن جو عدنان کی پیشانی میں درخشاں تھا وہ ان کے فرزند معد کی جبیں سے طالع ہوا اور یہ نور ہمایوں پیغمبر آخر الزمان کے وجود کی واضح دلیل تھا جو ایک صلب سے دوسرے صلب کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ جب وہ نور پاک معد کی طرف منتقل ہوا اس وقت بخت النصر بھی مر چکا تھا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے تھے (اہلِ مکہ نے) کسی کو معدؑ کی طرف بھیجا۔ وہ عرب قبائل میں لائے گئے اور وہ سردار عرب ہو گئے۔ ان کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے اور ان کا نور جمال ان کے بیٹے نزار کی طرف منتقل ہوا۔ نزار کی والدہ معانہ بنت جوشم قبیلۂ جرہم سے تھیں۔ جب نزار پیدا ہوئے اور ان کے والد نے نور نبوت کو ان کی دونوں آنکھوں میں چمکتے ہوئے دیکھا تو معاذ بنت جوشم بہت خوش ہوئے۔ اونٹوں کو ذبح کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور کہا کہ یہ سب کچھ اس مولود کے مقابلہ میں بہت کم اور تھوڑا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہزار اونٹوں کو ذبح کیا تھا۔ اتنی قربانی کو کم سمجھتے ہوئے آپ نے نزار نام رکھا کیونکہ نزار کے معنی کم اور تھوڑے کے ہیں۔ جب نزار حد رشد کو پہنچے اور ان کے والد کی وفات ہوئی تو وہ بھی عرب میں سردار و بزرگ قبیلہ مانے گئے۔ ان کے بھی چار بیٹے پیدا ہوئے اور جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ دیہات سے اپنے بیٹوں کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لائے وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ ربیعہ، انمار، مضر، ایاد اور ان کا باپ کے اموال کی تقسیم میں ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں افعی جرہمی کی طرف رجوع کیا تھا جو کہانت میں پوری مہارت رکھتا تھا اور نجران میں اعاظم و اشراف کا مرجع تھا۔ انمار سے دو قبیلے چلے خثعم اور بجیلہ یہ دونوں گروہ یمن میں چلے گئے اور قس بن ساعدہ ایادی جو کہ حکماء و فصحاء عرب میں سے ہے ایاد کی طرف منسوب ہے اور ربیعہ اور مضر سے بھی بہت سے قبیلے نکلے چنانچہ آدھے عرب ان تک اپنا نسب نامہ لے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کثرت میں ضرب المثل ہو گئے اور ربیعہ و مضر کی فضیلت کے لیے وہ حدیث نبویؐ کافی ہے کہ

ربیعہ مُضَر کو گالی نہ دو چونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور مُضَر ماضر کا معدول ہے اور ماضر دہی بننے سے پہلے والے دودھ کو کہتے ہیں اور مُضَر کا نام عمرو تھا اور ان کی والدہ سودہ بنت عک تھیں اور نور نبوت نزار سے مُضَر کی طرف منتقل ہوا تھا، اور باپ کے بعد وہ رئیس قبیلہ تھے اور اقوام عرب ان کی فرمانبردار تھیں اور وہ ہمیشہ دینِ ابراہیمی کی تبلیغ کرتے اور لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ خوش الحان تھے اور وہ پہلے شخص ہیں کہ جس نے اونٹوں کے لیے حدی خوانی کی۔ انکے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک عیلان کہ جن سے بہت سے قبائل پیدا ہوئے اور دوسرے الیاس کہ جن کی طرف نور نبوت منتقل ہوا۔ لہٰذا باپ کے بعد یہی قبائلِ عرب میں بزرگ تسلیم کیے گئے۔ چنانچہ ان کو سید العشیرہ کا لقب دیا گیا۔ قبائل کے معاملات اور اہم امور کے ان کے مشورہ اور صوابدید پر فیصلے ہوتے تھے اور جب تک نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پشت سے منتقل نہیں ہوا کبھی کبھی وہ اپنی پشت سے زمزمہ تسبیح سنتے تھے اور ہمیشہ عرب جناب لقمان اور ان جیسے لوگوں کی طرح انہیں معظم و محترم سمجھتے تھے ان کی والدہ کا نام رباب تھا اور ان کی زوجہ محترمہ لیلیٰ بنت حلوان قضاعیہ یمنیہ ہیں کہ جنھیں خندف کہتے ہیں اور ان کے تین بیٹے تھے۔ (۱) عمرو (۲) عامر (۳) عمیر۔ کہتے ہیں جب ان کے بیٹے حد بلوغ و رشد کو پہنچ گئے تو ایک دن عمرو اور عامر اپنی والدہ لیلیٰ کے ساتھ صحرا میں گئے۔ اچانک راستہ میں ایک خرگوش اچھلا اور ایک طرف بھاگنے لگا اور اونٹ خرگوش کی وجہ سے بدکے عمرو و عامر اس خرگوش کے پیچھے دوڑے۔ عمرو پہلے اس تک پہنچا اور عامر نے جا کر اسے شکار کیا اور اس کے کباب بنائے لیلیٰ کو اس سے سرور اور فخر محسوس ہوا اور وہ جلدی سے الیاس کے پاس آئی چونکہ وہ ناز و انداز سے چل رہی تھی۔ الیاس نے کہا اَیْنَ تُخَنْدِفِیْنَ یعنی کہاں ناز سے چل رہی ہو۔ چونکہ خندفہ اسے کہتے ہیں جس کے چلنے میں جلال اور ناز ہو تو لیلیٰ نے کہا ہمیشہ آپ کی وجہ سے کبر و ناز سے میں قدم اٹھاتی ہوں اس وجہ سے الیاس نے اس کا نام خندف رکھا لہٰذا وہ قبائل جو الیاس کی طرف منسوب ہیں بنی خندف کہلاتے ہیں اور چونکہ عمرو نے خرگوش کو پکڑ لیا تھا تو الیاس نے اسے مدرکہ (پانے والا) کا لقب دیا اور عامر نے اسے شکار کرکے کباب بنائے تھے اسے طابخہ کا نام دیا گیا اور عمیر چونکہ اس واقعہ میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکا لہٰذا قمعہ کے نام سے ملقب ہوا۔

خلاصہ یہ کہ خندف کو الیاس سے بڑی محبت تھی کہتے ہیں۔ جب الیاس کی وفات ہوئی تو خندف بہت زیادہ محزون ہوئی اور الیاس کی قبر سے نہ اٹھی اور مرتے دم تک کبھی سایہ میں نہ بیٹھی اور نور نبوت الیاس سے مدرکہ کی طرف منتقل ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے مدرکہ اس بنا پر کہا گیا کہ اس نے ہر اس شرافت کو درک (حاصل) کیا جو اُن کے باپ دادا میں تھی (مترجم کہتا ہے کہ یہی قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور گزشتہ واقعہ کئی ایک وجوہ سے محل نظر ہے) اُن کو ابوالہذیل کہتے تھے ان کی زوجہ سلمیٰ بنت اسد بن ربیعہ بن نزار تھی۔ اس سے مدرکہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک خُزَیمہ اور دوسرا ہذیل جو بہت سے قبائل کا باپ ہوا اور نور نبوت خُزَیمہ کی طرف منتقل ہوا اور وہ اپنے باپ کے بعد قبائل عرب کا حاکم تھا اور اس کے تین بیٹے تھے۔ کنانہ، ہون، اسد۔ کنانہ کی ماں عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مُضَر ہے اور اس کی کنیت ابوالنضر تھی جب وہ قبائل عرب کا سردار قرار پایا تو اس سے عالم خواب میں کہا گیا کہ بَرّہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس کے ساتھ شادی کر تاکہ اس کے شکم سے فرزند یگانہ پیدا ہو۔ پس کنانہ نے اس کے ساتھ

شادی کی اور اس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ نضر، ملک، ملکان اور ہالہ جو قبیلہ ازد سے تھی اس سے بھی نکاح کیا اور اس سے عبدمناۃ
نامی بیٹا پیدا ہوا۔ کنانہ کے بیٹوں میں سے نضر کی پیشانی سے نور نبوی چمکا اور اس کے نضر نام ہونے کی وجہ اس کے چہرہ کی نضارت
اور خوبصورتی تھی اور اسے قریش بھی کہتے تھے جس قبیلہ کا شجرہ نسب نضر سے ملتا ہے اُسے قریش کہتے ہیں اور نضر کے لقب قریش
سے ملقب ہونے میں بہت اختلاف ہے۔ شاید سب سے بہتر وجہ یہ ہے کہ چونکہ نضر شخص بزرگ و صائب الرائے تھا اور قوم کی سرداری
اس سے متعلق تھی اُس نے قبیلہ کے بکھرے ہوئے لوگوں کو جمع کیا اور زیادہ تر لوگ ہر صبح اس کے دستر خوان پر جمع ہوتے تھے اس
وجہ سے اس کا لقب قریش ہوا چونکہ تقرش کے معنی جمع کرنا ہے اور نضر کے دو بیٹے تھے۔ مالک اور مخلد اور نور نبوت مالک کی پیشانی
میں تھا اور اس کی والدہ عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان ہے اور مالک کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ہے فہر۔ اس کی والدہ
جندلہ بنت حارث جرہمیہ تھی اور فہر مکہ میں سردار قوم تھا اور اسے قریش کا جمع کرنے والا کہتے ہیں۔ اس کے لیلی بنت سعد بن ہذیل
سے چار بیٹے تھے۔ غالب، محارب، حارث، اسد۔ ان میں سے نور نبوت غالب کی طرف منتقل ہوا اور غالب کے سلمی بنت عمرو بن
ربیعہ خزاعیہ سے دو بیٹے تھے، لوی، تیم۔ نور شریف نبوت لوی کی طرف منتقل ہوا اور لفظ لوی تصغیر ہے لای کی جس کے معنی
ہیں نور کے۔ اس کے چار بیٹے تھے، کعب، عامر، سامہ، عوف۔ ان میں سے نور نبوت کعب کی طرف منتقل ہوا۔ کعب کی والدہ
ماریہ قضاعیہ بنت کعب تھی اور کعب بن لوی صنادید عرب میں سے تھا اور قبیلہ قریش میں سب سے برتر سمجھا جاتا تھا اور اس کی
بارگاہ پناہ لینے والوں کا ملجا و پناہ گاہ تھی اور عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی عظیم مصیبت یا عجیب و غریب واقعہ رونما ہوتا اس
واقعہ کے سال کو اپنی تاریخ قرار دیتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے کعب کی وفات والے سال کو جو ہبوط آدم سے ۵۶۴۴ سال کی
مدت تھی عام الفیل تک تاریخ قرار دیا اور اس کے محشیہ بنت شیبان سے تین بیٹے ہوئے، مرہ، عدی، ہصیص۔ ہصیص باقی بھائیوں
سے بڑا تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا عمرو اور عمرو کے دو بیٹے تھے ایک سہم اور دوسرا جمح اور سہم کی طرف عمرو بن عاص اور جمح کی
طرف عثمان بن مظعون، صفوان بن امیہ اور ابو محذورہ جو کہ مؤذن رسولؐ تھا منسوب ہیں اور عدی بن کعب کی طرف عمر بن خطاب
منسوب ہے اور مرہ بن کعب وہ بزرگ ہے جس کی طرف کعب بن لوی سے نور محمدی منتقل ہوا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ (۱) کلاب
جس کی والدہ ہند بنت سری بن ثعلبہ تھی اور دوسرے دو بیٹوں تیم و یقظہ کی ماں رقیہ تھی۔ ابوبکر و طلحہ کا قبیلہ تیم کی طرف منسوب
ہے اور یقظہ کا بیٹا مخزوم نامی تھا جس کی طرف بنی مخزوم منسوب ہیں کہ جن میں سے ام سلمہؓ، خالد بن ولید اور ابوجہل ہیں اور کلاب
بن مرہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک زہرہ کہ جس کی طرف جناب آمنہ والدہ نبی اکرمؐ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ہیں دوسرے
کا نام قصی ہے کہ جس کا نام زید تھا اسے قصی اس لیے کہتے تھے چونکہ اس کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے کلاب کی وفات کے بعد
ربیعہ بن حرام قضاعی سے شادی کرلی۔ زہرہ کو جو اس کا بڑا بیٹا تھا مکہ میں چھوڑ گئی اور قصی جو چھوٹا تھا اُسے اپنے ساتھ لے
گئی اور اپنے شوہر کے ہمراہ قبیلہ قضاعہ میں رہنے لگی۔ چونکہ قصی مکہ سے دور چلا گیا تو اسے قصی کہنے لگے جس کے معنی ہیں
دور ہونے والا۔ جب قصی بڑا ہو گیا تو اپنی والدہ اور مادری بھائی رزاح بن ربیعہ سے حج کے موقعہ پر الوداع کہہ کے قبیلہ

قضاعہ کے ایک گروہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اپنے بھائی زہرہ کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ وہاں کا بادشاہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں سردار مکہ جلیل بن حبشیہ تھا جلیل قبیلہ خزاعہ پر جو جرہمیوں کے بعد مکہ پر مسلط ہو گئے تھے حکومت کرتا تھا۔ اس کے کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے اس کی ایک بیٹی تھی "حُبّیٰ"۔ قصیّ نے حُبّیٰ سے نکاح کرلیا اس کے بعد اس کے حالات اچھے نہ رہے تھے۔ وبا کی مصیبت اور رعاف (ناک سے خون بہنا) کی تکلیف مکہ میں شروع ہوئی تو جلیل اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ مکہ سے باہر چلے گئے اور جلیل مکہ سے باہر ہی فوت ہوگیا اور اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کے بعد خانہ خدا کی کلید برداری اس کی بیٹی حُبّیٰ سے متعلق ہو گی اور ابو غبشان الملکانی اس منصب حجابت میں اس کا شریک ہوگا اور یہ معاملہ یونہی رہا یہاں تک کہ قصیّ کے حُبّیٰ سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ عبد مناف، عبد العزیٰ، عبد القصیّ، عبد الدار۔
قصیّ نے حُبّیٰ سے کہا کہ بہتر ہے خانہ کعبہ کی کلید برداری اپنے بیٹے عبد الدار کے سپرد کردو تاکہ یہ میراث اولاد اسماعیلؑ سے باہر نہ جائے۔ حُبّیٰ نے کہا کہ مجھے اپنے سے کوئی چیز عزیز نہیں لیکن ابو غبشان جو میرے باپ کے حکم اور وصیت کے مطابق میرے ساتھ شریک ہے اس کا کیا کروں قصیّ نے کہا اس کی چارہ جوئی میرے لیے آسان ہے۔ پس حُبّیٰ نے اپنا حق اپنے بیٹے عبد الدار کو سونپ دیا اور قصی چند دنوں کے بعد طائف گیا، ابو غبشان وہاں تھا، ایک رات ابو غبشان نے بزم عیش آراستہ کی اور شراب خوری میں مشغول ہوا۔ قصیّ اس مجلس میں موجود تھا جب اُس نے ابو غبشان کو خوب مست پایا اور دیکھا کہ وہ عقل کھو بیٹھا ہے تو اس سے منصب حجابت شراب کی ایک مشک کے بدلے خرید لیا اور اس خریداری کو محکم کرلیا اور اس پر چند لوگوں کو گواہ کیا اور خانہ کعبہ کی چابی اس سے لے لی اور فوراً مکہ میں آیا، اور وہاں لوگوں کو جمع کیا اور اس اجتماع میں کلید خانہ کعبہ اپنے بیٹے عبد الدار کے سپرد کردی۔ اُدھر ابو غبشان جب ہوش میں آیا تو سخت پشیمان ہوا اور کوئی چارہ کار اُسے نظر نہ آیا اور عرب میں یہ ضرب المثل ہو گئی وہ کہتے کہ فلاں ابو غبشان سے زیادہ احمق زیادہ نادم اور زیادہ خسارہ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب قصی ابو غبشان سے کلید خانہ (چابی) لے چکا اور قریش کا سردار اور امیر ہو گیا تو منصب سقایت و حجابت و رفادت و لواء و ندوہ اور دوسرے معاملات اس کے ساتھ مخصوص ہو گئے۔ سقایت کا مطلب ہے حاجیوں کو پانی پلانا۔ حجابت کا مقصد ہے خانہ کعبہ کی چابی پاس رکھنا اور خانہ خدا میں حاجیوں کو داخل ہونے دینا اور رفادت کے معنی ہیں کھانا کھلانا اور یہ رسم تھی کہ ہر سال اتنا کھانا تیار کیا جائے جو حاجیوں کے لیے کافی ہو اور مزدلفہ میں اکران میں تقسیم کیا جائے اور لواء کا معنی یہ تھا کہ قصی جب مکہ سے کوئی فوج باہر بھیجتا تو افسران لشکر کو ایک ایک علم دیتا تھا اور یہ قانون قصی کی اولاد میں رسول خداؐ کے زمانہ تک برقرار رہا اور ندوۃ کے معنی ہیں مشورہ کرنا اور وہ اس طرح تھا کہ قصی نے خانہ کعبہ کے قریب ایک زمین خریدی اور اس پر ایک مکان تعمیر کیا اور اس کا دروازہ مسجد کی طرف بنایا۔ اس مکان کا نام دار الندوۃ رکھا۔ جب کوئی سخت معاملہ درپیش ہوتا تو بزرگانِ قریش وہاں جمع ہوکر مشورہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ قصی نے قریش کو جمع کیا اور کہنے لگا کہ اے گروہ قریش تم خدا کے ہمسائے اور اس کے گھر والے ہو اور حاجی لوگ اس کے مہمان اور اس کے زوار ہیں پس تم پر لازم ہے کہ ان کے لیے کھانا اور پانی مہیا کرو جب تک

وہ مکہ سے چلے نہ جائیں۔ دین اسلام کے آنے تک قریش کا یہی طریقہ رہا۔ اس وقت قصیٰ نے مکہ کی زمین کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور قریش کو اس میں آباد کیا لیکن بنی خزاعہ اور بنی بکر نے جو پہلے مکہ پر مسلط تھے جب قصیٰ کا غلبہ دیکھا اور خانہ کعبہ کی چابی دوسرے کے ہاتھ میں نظر آئی تو انہوں نے فوج اکٹھی کی اور اس سے برسرِ پیکار ہوئے اور پہلے تو قصی کو انہوں نے شکست دی۔ پس رزاح بن ربیعہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ (جو ربیعہ کی اولاد تھے) اور قُضاعہ کے ایک گروہ کے ساتھ قصی کی مدد کے لیے آیا اور قبیلہ خزاعہ کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ قصی غالب آگیا پس انہوں نے قصی کی شاہی تسلیم کرلی اور وہ پہلا بادشاہ ہے جس کو قریش اور عرب کی سلطنت ملی اور اس نے بکھرے ہوئے قریشیوں کو جمع کیا اور ہر ایک کو مکہ میں معین جگہ دی اس لیے اس کو مجمع بھی کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے اَبُوْکُمْ قُصَیٌّ کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعاً بِہٖ جَمَعَ اللہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِھْرٖ یعنی تمہارا باپ قصی ہے جسے مجمع کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کے ذریعہ خدا نے فہر کے قبائل کو جمع کیا۔ قصی اتنی عظمت کا مالک ہوگیا کہ کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتا تھا۔ کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر اپنے شوہر کے گھر نہ جاسکتی تھی اور اس کے احکام قبیلہ قریش میں اس کی زندگی اور موت کے بعد دین کی طرح لازم العمل سمجھے جاتے تھے پھر قصی نے منصب سقایت و رفادت وحجابت و لواء و دار الندوہ اپنے بیٹے عبدالدار کے سپرد کردیئے اور قبیلہ بنی شیبہ اسی کی اولاد میں سے ہیں جو کلید خانہ کعبہ کے میراث کے طور پر مالک تھے۔ جب اس کا زمانہ ختم ہوا اور قصی نے وفات پائی تو اُسے حجون میں دفن کیا گیا اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصی سے عبدمناف کی طرف منتقل ہوا۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا اور انتہائی حسن وجمال کی وجہ سے اس کا لقب قمر البطحا ہوگیا تھا اور اس کی کنیت ابوعبدالشمس تھی اور اس نے عاتکہ بنت مرہ بن ہلال سلمیہ سے نکاح کیا اور اس سے دو جڑواں بیٹے پیدا ہوئے۔ ان دونوں کی پیشانی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھی پس تلوار سے انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا۔ ایک کا نام عمرو کہ جس کا لقب ہاشم قرار پایا اور دوسرے کا نام عبدالشمس رکھا گیا جب عقلاء عرب میں سے ایک شخص کو اس کی خبر ملی تو وہ کہنے لگا ان دونوں کی اولاد میں تلوار کے علاوہ کوئی چیز فیصلہ نہیں کرے گی اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس شخص نے کہا تھا کیونکہ عبدالشمس کا بیٹا امیہ تھا اور اس کی اولاد ہمیشہ اولادِ ہاشم سے برسرِ پیکار رہی اور ان میں تلوار چلتی رہی اور عبدمناف کے ان دو بیٹوں کے علاوہ بھی دو بیٹے تھے، المطلب کہ جس کے قبیلہ میں سے عبیدہ بن الحارث اور شافعی ہیں اور دوسرا بیٹا نوفل تھا کہ جس کی طرف جبیر بن مطعم منسوب ہے اور ہاشم بن عبدمناف کو جن کا نام عمرو تھا بلند مرتبہ ہونے کی بناء پر عمرو العلی کہتے تھے اور زیادہ حسن وجمال کی وجہ سے انہیں اور مطلب کو البدران (دو چودھویں کے چاند) کہتے تھے اور ہاشم کو مطلب سے بڑی الفت ومحبت تھی جیسا کہ عبدالشمس کو نوفل کے ساتھ اور جب ہاشم کمال رشد کو پہنچے تو جوانمردی اور مروت کے آثار ان سے ظاہر ہوئے اور انہوں نے مکہ کے لوگوں کو اپنی حمایت کے سایہ میں لے لیا۔ چنانچہ جب مکہ میں قحط اور مہنگائی کی مصیبت درپیش ہوئی اور لوگوں پر سختی آئی تو ہاشم نے شام کا سفر کیا۔ وہاں سے اپنے اونٹوں پر غلہ لاد کر مکہ میں لے آئے۔ ہر صبح وشام ایک اونٹ ذبح کرتے اور اس کا گوشت پکوا کر منادی کراتے اور مکہ کے لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے اور روٹیاں شوربے میں بھگو کر انہیں کھلاتے۔ اسی لیے ان کا لقب ہاشم ہوگیا کیونکہ ہشم کا معنی چورنا ہے۔ عرب کا ایک شاعر

ان کی مدح میں کہتا ہے۔ ترجمہ شعر:

"بلند مرتبہ عمرو تھے ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگونا) کھلایا اپنی اس قوم کو جو مکہ میں قحط سالی سے پریشان تھی۔"

دو سفر ان کی طرف منسوب ہیں۔ سردی اور گرمی کا۔ جب ہاشم کا معاملہ عروج کو پہنچا اور عبد مناف کی اولاد کو قوت حاصل ہوئی تو انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ منصب سقایت و رفادت و حجابت و لواء اور دار الندوہ عبد الدار کی اولاد سے لے لیں اور خود ان چیزوں کا تصرف کریں۔ اس مہم میں عبد الشمس، ہاشم، نوفل اور عبد المطلب چاروں بھائی متفق ہو گئے۔ اس وقت عبد الدار کی اولاد کا رئیس عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار تھا۔ جب اسے عبد مناف کی اولاد کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے دوستوں کو جمع کیا۔ ادھر عبد مناف کی اولاد نے اپنے اعوان و مددگار اکٹھے کیے۔ اس موقعہ پر بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اور بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ اور بنی الحارث بن فہر اولاد عبد مناف کے ہوا خواہ اور دوست بن گئے۔ پس ہاشم اور ان کے بھائی ایک برتن خوشبو سے پُر کر کے مجلس میں لے آئے اور ان لوگوں نے اپنے ہاتھ خوشبوؤں سے تر کر کے اولاد عبد مناف سے ملائے اور قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ یہ کام انجام کو نہیں پہنچ جاتا اور اس قسم کو مزید محکم و پختہ کرنے کے لیے خانہ کعبہ میں گئے اور کعبہ پر ہاتھ رکھ کر ان قسموں کی تجدید کی کہ پانچوں منصب اولاد عبد الدار سے لے کر رہیں گے اور چونکہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ خوشبو سے رنگے ہوئے تھے لہٰذا انہیں مطیبین (خوشبو لگانے والے) کہا گیا اور قبیلہ بنی مخزوم اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص اور بنی عدی بن کعب عبد الدار کے معین و مددگار ہو گئے اور اولاد عبد الدار کے ساتھ خانہ کعبہ میں آکر قسم کھائی کہ عبد مناف کی اولاد کو ان کے کام میں دخیل نہ ہونے دیں گے اور عربوں نے اس گروہ کو احلاف کا لقب دیا اور جس وقت احلاف اور مطیبین اپنی عداوت میں جوش کھانے لگے اور آلات حرب و ضرب سیدھے کرنے لگے تو جانبین کے دانشور اور عقلاء درمیان میں آگئے اور انہوں نے کہا کہ اس جنگ جدال میں طرفین کے نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اس طرح دست و گریبان ہونے اور خون بہانے سے قریش کمزور ہو جائیں گے اور قبائل عرب ان پر زیادتی کرنے لگیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے کیا جائے اور یہ قرار پایا کہ سقایت و رفادت کا کام عبد مناف کی اولاد کے سپرد ہو اور حجابت و لواء و دار الندوہ پر اولاد عبد الدار کا تصرف ہو لہٰذا جنگ سے رک گئے اور ایک دوسرے سے نرمی و مدارات سے پیش آئے۔

اب اولاد عبد مناف نے ان دونوں مناصب کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کی اور دونوں منصبوں کا قرعہ فال ہاشم کے نام پر نکلا اس کے بعد اولاد عبد مناف اور اولاد عبد الدار میں یہ پانچوں منصب بطور میراث چلتے رہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں کلید برداری مکہ کا منصب عثمان بن ابو طلحہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار کے پاس تھا اور جب حضرتؐ نے مکہ فتح کیا تو عثمان کو بلایا اور خانہ کعبہ کی چابی اس کے حوالہ کردی اور یہ عثمان جب مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آیا تو اس نے چابی اپنے چچا کے بیٹے شیبہ کے سپرد کی اور اس کی اولاد میں رہی۔ باقی رہا لواء (جھنڈا) تو وہ عبد الدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہوا اور وہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ لواء ہم میں قرار دیں تو آپؐ نے فرمایا اسلام اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ بہ اشارہ

تھا اس بات کی طرف کہ اسلام اس سے بلند تر ہے کہ وہ فتح کے جھنڈے ایک ہی خاندان سے وابستہ کر دے۔ پس یہ قانون ختم ہو گیا۔ اور دار الندوہ معاویہ کے زمانہ تک موجود تھا جب وہ بادشاہ ہو گیا تو اس نے وہ مکان عبدالدار کی اولاد سے خرید کر اسے دارالامارہ بنا دیا۔ باقی رہی سقایت و رفادت تو وہ ہاشم سے ان کے بھائی مطلب تک پہنچی اور مطلب سے عبدالمطلب بن ہاشم کو ملی اور عبدالمطلب سے ان کے بیٹے ابوطالب تک پہنچی اور چونکہ ابوطالب کے پاس مال و زر کی کمی تھی لہٰذا انھوں نے اپنے بھائی عباس سے قرض لیا اور حاجیوں کو کھانا کھلایا اور جب وہ قرض ادا نہ کر سکے تو اس کے بدلے منصب سقایت و رفادت عباس کو دے دیا اور عباس سے ان کے بیٹے عبداللہ تک پہنچا اور اس سے ان کے بیٹے علی کو ملا اور اس طرح آخر خلفاء بنی عباس تک رہا۔ بہر حال جب ہاشم کے حسن و جمال کی شہرت دنیا میں پھیلی تو سلاطین اور بڑے لوگوں نے ان کے پاس تحفے اور ہدیے بھیجے اور ان سے استدعا کی کہ وہ ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں، شاید نور محمدی جو ان کی پیشانی میں ہے ان کی طرف منتقل ہو لیکن ہاشم نے قبول نہ کیا اور اپنی قوم کی ایک نجیب لڑکی سے شادی کی اور لڑکے لڑکیاں ان کے ہاں پیدا ہوئیں ان میں سے ایک اسد تھے جو امیرالمومنین کی والدہ فاطمہ کے باپ تھے لیکن وہ نور جو ہاشم کی پیشانی میں تھا وہ اسی طرح رہا۔ پس ایک رات ہاشم نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں سوال کیا کہ مجھے ایسا فرزند عنایت فرما جو اس پاک نور کا حامل بنے۔ پس انہیں عالم خواب میں سلمیٰ بنت عمرو بن زید بن لبید کے متعلق حکم دیا گیا جو بنی نجار میں سے مدینہ میں تھیں۔ پس ہاشم شام کے سفر کے ارادہ سے چلے اور مدینہ میں عمرو کے گھر قیام کیا اور اس کی بیٹی سلمیٰ کے ساتھ نکاح کیا لیکن عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ میں اپنی بیٹی تمہیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر اس سے بیٹا پیدا ہوا تو وہ مدینہ میں رہے گا اور کوئی شخص اسے مکہ نہیں لے جائے گا۔ ہاشم اس شرط پر راضی ہو گئے اور شام سے واپسی پر سلمیٰ کو مکہ لے آئے۔ جب سلمیٰ عبدالمطلب کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو اس شرط کی بنا پر اسے دوبارہ مدینہ لے آئے تاکہ مدینہ میں وضع حمل ہو اور خود شام کی طرف چلے گئے اور مقام غزہ میں جو شام کے آخر میں ایک شہر ہے کہ اس میں اور عسقلان میں دو فرسخ کا فاصلہ ہے وفات پائی۔ ادھر سلمیٰ سے عبدالمطلب پیدا ہوئے اور ان کا عامر نام رکھا گیا اور چونکہ ان کے سر کے کچھ بال سفید تھے انہیں شیبہ کہتے تھے۔ سلمیٰ ان کی تربیت کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچے اور اتنے اچھے عادات و اطوار کے مالک ہو گئے کہ ان کا لقب شیبۃ الحمد ہو گیا۔ اس وقت ان کے چچا مطلب مکہ میں سردار قوم تھے۔ کلید خانہ کعبہ کمان اسمٰعیل اور علم نزار ان کے پاس تھا اور منصب سقایت و رفادت بھی ان سے متعلق تھا۔ پس مطلب مدینہ میں آئے اور اپنے بھتیجے کو اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ کی طرف لے آئے۔ قریش نے جب اسے دیکھا تو یہ سمجھے کہ مطلب مدینہ کے سفر میں کوئی غلام خرید کر اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے اور وہ اس نام سے مشہور ہو گئے۔

جب مطلب اپنے گھر میں پہنچے تو عبدالمطلب کو بہترین لباس پہنایا اور عبد مناف کی اولاد میں انہیں عظمت دی اور ان کے اچھے کارنامے دن بدن ظاہر ہونے لگے اور ان کا نام اونچا ہوا اور اسی طرح وہ رہے یہاں تک کہ مطلب نے وفات پائی اور منصب رفادت و سقایت اور دوسری چیزیں عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوئیں اور وہ اتنے بزرگ و بلند ہوئے کہ دور کے

شہروں سے ان کے لیے ہدیے اور تحفے آنے لگے اور جس پر آپ کا لطف و کرم ہو جاتا وہ امن و امان کی زندگی بسر کرتا۔ عرب پر جب کوئی مصیبت آتی تو انہیں کوہ ثبیر پر لے جاتے قربانی کرتے اور اپنی حاجت براری کا سبب انھیں سمجھتے اور اپنی قربانی کا خون اپنے بتوں کے چہروں پر ملتے لیکن عبدالمطلب سوائے خدائے یکتا کے کسی کی حمد و ثنا نہیں کرتے تھے۔ بہر حال عبدالمطلب کا جو پہلا بیٹا پیدا ہوا وہ حارث نامی تھا اسی لیے ان کی کنیت ابوالحارث ہو گئی۔ جب حارث حد رشد و بلوغ کو پہنچا تو عبدالمطلب کو خواب کے ذریعہ حکم ملا کہ چاہ زمزم کی کھدائی کرو۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ عمرو بن حارث جرہمی جو کہ مکہ میں جرہمیوں کا سردار تھا قصی کے زمانہ میں جلیل بن حُبشیہ نے جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا ان سے جنگ کی اور ان پر فتح حاصل کر لی اور حکم دیا کہ قبیلہ جرہم مکہ سے نکل جائے۔ مجبوراً عمرو نے ارادہ کیا کہ مکہ سے چلا جائے اور وہ چند دن جو سفر کی تیاری میں اُسے ملے تھے سخت غصہ کی وجہ سے اس نے حجر اسود کو رکن سے اکھیڑ لیا اور سونے کے دو ہرن جو اسفندیار بن گشتاسپ نے بطور ہدیہ مکہ میں بھیجے تھے اور چند زرہیں اور چند تلواریں جو مکہ کی نفیس چیزوں میں سے تھیں۔ وہ عمرو نے لے کر چاہ زمزم میں پھینک دیں اور اس کنوئیں کو مٹی سے بھر دیا۔ پس یہ لوگ وہاں سے یمن کی طرف چلے گئے اور یہی حالات رہے یہاں تک کہ عبدالمطلب نے اپنے زمانے میں اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر چاہ زمزم کی کھدائی کی اور یہ چیزیں اس کنوئیں سے باہر نکالیں۔ قریش کہنے لگے کہ ان میں سے آدھی چیزیں ہمیں دیجیے کیونکہ یہ ہمارے گزشتہ بزرگوں کی میراث ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا اگر تم لوگ چاہو تو اس معاملہ کا قرعہ سے فیصلہ کر لیں۔ وہ لوگ راضی ہو گئے۔ پس عبدالمطلب نے ان چیزوں کے دو برابر حصے کر دیے اور اس شخص سے فرمایا جو قرعہ ڈالتا تھا کہ قرعہ کعبہ، عبدالمطلب اور قریش کے نام ڈالو۔ جب اس نے قرعہ ڈالا تو دونوں سونے کے ہرن کعبہ کے نام پر اور تلوار اور زرہیں عبدالمطلب کے نام نکلیں اور قریش کے نام پر کچھ نہ نکلا۔ تو عبدالمطلب نے زرہ اور تلواریں بیچ کر ان کی قیمت سے خانہ کعبہ کا دروازہ بنایا اور ان دو ہرنوں کو کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا اور وہ غزال الکعبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ منقول ہے کہ ابولہب نے انھیں چرا کر بیچ دیا اور ان کی قیمت سے شراب و قمار بازی کی۔ ابن ابی الحدید اور دوسرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے زمزم کے پانی کو جاری کیا تو باقی قریشیوں کے سینہ میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ کہنے لگے اے عبدالمطلب یہ کنواں ہمارے دادا اسماعیل کا ہے لہٰذا اس میں ہمارا بھی حق ہے اس لیے ہمیں بھی اس میں شریک قرار دو۔ عبدالمطلب کہنے لگے یہ ایسی کرامت و عزت ہے کہ جس کے ساتھ خدا نے مجھے مخصوص کیا ہے اور اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ کافی جھگڑے کے بعد بنی سعد کی کاہنہ عورت جو شام میں رہتی تھی اُس کے فیصلہ پر راضی ہوئے پس عبدالمطلب عبد مناف کی اولاد کے ایک گروہ کے ساتھ چلے اور قریش کے ہر قبیلہ کے کچھ لوگ بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک بیابان میں جہاں پانی نہ تھا عبد مناف کی اولاد کے ہاں پانی ختم ہو گیا اور باقی قریشیوں کے پاس جو پانی تھا انہوں نے دینے سے انکار کر دیا اور جب پیاس کا ان پر غلبہ ہوا تو عبدالمطلب نے کہا کہ آؤ ہم میں سے ہر شخص اپنی قبر کھود لے اور جب کوئی مر جائے تو دوسرے اس کو دفن کر دیں کیونکہ اگر ایک شخص ہم میں سے دفن کے بغیر رہ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ہم سب بغیر دفن ہوئے پڑے رہیں۔ جب قبریں

کھود چکے اور موت کا انتظار کرنے لگے تو عبدالمطلب نے کہا اس طرح بیٹھے رہنا اور مرنے تک کوشش نہ کرنا اور رحمت خدا سے ناامید ہو جانا یقین کی کمزوری ہے۔ اٹھو پانی تلاش کریں شاید خدا ہمیں پانی مرحمت فرما دے۔ پس انھوں نے تیاری کی اور باقی قریش بھی تیار ہو گئے۔ جب عبدالمطلب اپنے ناقہ پر سوار ہوئے تو ان کے ناقہ کے پاؤں کے نیچے سے صاف و شفاف اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا تو عبدالمطلب نے کہا اللہ اکبر تو ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی اور پانی سے سیراب ہو کر اپنی مشکیں بھی پُر کر لیں اور قبائل قریش کو بلایا اور کہا کہ آؤ اور دیکھو کہ خدا نے ہمیں پانی عطا فرمایا ہے تم بھی آؤ جتنا چاہو پیو اور ساتھ لے جاؤ جب قریش نے عبدالمطلب سے اس کرامت عظمیٰ کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے کہ خدا نے ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ہمیں اس کاہنہ سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ اب زمزم کے معاملہ میں ہمیں آپ سے کوئی تنازعہ اور کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا جس خدا نے اس بیابان میں آپ کو پانی دیا ہے اسی نے زمزم بھی آپ کو ہی بخشا ہے۔ اب انھوں نے زمزم آنحضرت کے سپرد کر دیا۔ بہر حال زمزم کی کھدائی کے بعد عبدالمطلب کی عظمت بڑھ گئی۔ سید البطحا اور ساقی الحجیج اور حافر الزمزم کے القاب کا ان کے القاب میں اضافہ ہوا اور لوگ ہر بلا اور مصیبت میں ان کو اپنی پناہ گاہ سمجھتے تھے اور قحط سالی سختی اور مصیبت میں ان کے نورجمال سے متوسل ہوتے تھے اور خداوند عالم ان کی سختیوں کو دور فرماتا تھا اور آنجناب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں کہ جن کا تذکرہ رسول اکرمؐ کے اعزا و اقربا کے بیان میں آئے گا اور جناب عبداللہ ان کے فرزندوں میں سے صاحب عظمت تھے اور عبداللہؑ، ابوطالب اور زبیر کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم تھیں۔ اور جب عبداللہؑ اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو بہت سے علماء یہود قسیسین نصاریٰ کاہنوں اور جادوگروں کو یہ معلوم ہو گیا کہ پیغمبر آخر الزمانؐ کے والد بزرگوار اپنی ماں سے پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء نے بعثت رسولؐ کی خوشخبری دی ہوئی تھی اور یہودیوں کا ایک گروہ جو شام کے علاقہ میں رہتا تھا ان کے پاس جناب یحییٰؑ کا خون آلود کرتا تھا اور ان کے بزرگان دین نے یہ علامت بتائی تھی کہ جب اس کرتے میں تازہ خون جوش مارے تو سمجھو کہ اس وقت آخری نبی کے والد پیدا ہو گئے ہیں اور آپ کی ولادت کی رات اس کرتے سے جو سفید پشم کا تھا تازہ خون جوش مارنے لگا۔

بہر حال جب جناب عبداللہؑ پیدا ہوئے تو نور نبویؐ جو آپ کے اجداد کی پیشانیوں میں چمکتا تھا ان کی جبین سے ساطع ہوا۔ دن بدن آپ پلتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ جب آپ چلنے پھرنے اور باتیں کرنے لگے تو آپ کو آثار غریبہ اور علامات عجیبہ نظر آنے لگیں۔ چنانچہ ایک دن اپنے والد سے کہنے لگے کہ جب میں وادی بطحا اور کوہ شبیر کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور میری پشت سے بلند ہوتا ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ آدھا مشرق اور آدھا مغرب کی طرف کھچ جاتا ہے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے مل کر دائرہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر وہ بادل کے ٹکڑے کی طرح میرے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ نور آسمان کے اندر چلا جاتا ہے اور وہاں سے پلٹ کر میری پشت میں آجاتا ہے اور جب کبھی میں کسی خشک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاؤں تو وہ سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے اور جب وہاں سے

اٹھ کھڑا ہوتا ہوں تو دوبارہ وہ خشک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو میرے کان میں یہ آواز آتی ہے کہ اے حاملِ نورِ محمدیؐ تجھ پر سلام ہو۔ عبدالمطلبؑ نے فرمایا: اے بیٹا تجھے بشارت ہو۔ مجھے یہ اُمید ہے کہ پیغمبر آخرالزمانؐ تیرے صلب سے پیدا ہو گا اور اس وقت عبدالمطلبؑ نے چاہا کہ وہ اپنی نذر ادا کریں کیونکہ جب آپ چاہ زمزم کی کھدائی کر رہے تھے اور قریش ان سے جھگڑتے تھے تو انھوں نے خدا سے یہ عہد کیا کہ جب ان کے دس بیٹے ہو جائیں گے جو ایسے کاموں میں ان کی پُشت پناہی کریں تو ان میں سے ایک کو وہ راہ خدا میں قربان کریں گے۔ چونکہ اس وقت ان کے دس بیٹے ہو گئے تھے۔ انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ پس اُنھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور اپنے ارادہ سے مطلع فرمایا۔ تمام نے سرِ اطاعت خم کیا۔ یہ طے پایا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ جس کے نام قرعہ نکلے اُس کو قربان کریں۔ قرعہ ڈالا گیا تو جناب عبداللہؑ کا نام نکلا۔ عبدالمطلبؑ نے عبداللہؑ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اساف اور نائلہ کے درمیان لے آئے جہاں قربانیاں نحر کی جاتی تھیں اور چھُری اٹھائی تاکہ انہیں قربان کریں۔ جناب عبداللہ کے بھائی گروہ قریش اور مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مانع ہوئے اور کہنے لگے جب تک کوئی عذر ہو سکتا ہے ہم عبداللہؑ کو ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ بالآخر عبدالمطلبؑ کو انہوں نے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ مدینہ میں ایک عورت کاہنہ و عرافہ ہے اس کے پاس چلیے تاکہ وہ فیصلہ کرے اور کوئی چارہ کار بتائے جب اس عورت کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی تمہارے نزدیک مرد کا خون بہا (دیت) کتنا ہے۔ کہنے لگے دس اونٹ۔ وہ کہنے لگی ابھی مکہ واپس جاؤ اور عبداللہ کی بجائے اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کرو اگر قرعہ عبداللہ کے نام پر آئے تو پھر فدیہ کو اور بڑھاؤ اور اسی طرح اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام پر آئے اور عبداللہ بچ جائے اور خدا بھی راضی ہو پس جناب عبداللہ قریش کے ساتھ مکہ میں واپس آئے اور عبداللہ کا دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ عبداللہؑ کے نام نکلا پھر انھوں نے دس اونٹ اور بڑھائے تو بھی قرعہ عبداللہؑ کے نام آیا۔ اسی طرح بڑھاتے رہے یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچی تو اب قرعہ اونٹوں کے نام آیا۔ قریش بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے خدا راضی ہو گیا۔ عبدالمطلبؑ کہنے لگے ربِ کعبہ کی قسم اس پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال دو دفعہ پھر قرعہ ڈالا گیا اور اونٹوں کے نام نکلا تو عبدالمطلبؑ مان گئے اور انہوں نے وہ سو اونٹ جناب عبداللہؑ کے فدیہ میں قربان کیے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایک مرد کا خون بہا سو اونٹ مقرر ہوئے اور اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ آپؐ کا مقصد ان دو ذبیحوں سے اپنے جد حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ اور والد عبداللہؑ تھے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جب جناب عبداللہؑ عالمِ شباب کو پہنچے تو چونکہ نورِ نبوتؐ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا تو تمام اکابر و اشراف نواحی و اطراف آرزو مند ہوئے کہ انہیں اپنی بیٹی دیں اور ان کا یہ نور لوٹ لیں کیونکہ آپ حسن و جمال میں یگانۂ روزگار تھے۔ دن کے وقت جس کے قریب سے گزرتے وہ مشک و عنبر کی خوشبو آپ سے سونگھتا اور اگر رات کو گزرتے تو دنیا ان کے چہرہ کے نور سے روشن ہو جاتی اور اہل مکہ ان کو مصباح حرم (چراغِ حرم) کہتے۔ یہاں تک کہ تقدیر الٰہی کے مطابق جناب عبداللہؑ کا صدف گوہر رسالت پناہ یعنی جناب آمنہؑ بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ پھر مجلسیؒ نے سبب تزویج طویل گفتگو کے ساتھ

بیان کیا ہے۔ اس مقام پر گنجائش ذکر نہیں اور روایت کی ہے کہ جب جناب آمنہ کی شادی جناب عبداللہؑ سے ہوگئی تو دو سو عورتیں جناب عبداللہؑ کے وصال کی حسرت میں ہلاک ہوگئیں۔ بہرحال جب آمنہ اس درِ ثمین کا صدف قرار پائیں تو تمام کاہنینِ عرب کو یہ معلوم ہوگیا اور وہ ایک دوسرے کو بتانے لگے اور کئی سال ہوگئے تھے کہ عرب قحط سالی میں مبتلا تھے۔ اس نور کے آمنہ کی طرف منتقل ہونے کے بعد بارش ہوئی اور لوگوں کو سبزہ کی فراوانی کی نعمت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ اس سال کا نام انھوں نے عام الفتح (کشائش کا سال) رکھا اور اسی سال حضرت عبدالمطلبؑ نے جناب عبداللہؑ کو تجارت کے عنوان سے شام کی طرف بھیجا اور شام سے واپسی پر جب عبداللہؑ مدینہ پہنچے تو طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ کے ساتھی انہیں وہیں چھوڑ کر مکہ چلے آئے۔ ان کے جانے کے بعد اسی بیماری میں آپ کی وفات ہوئی اور ان کے جسم مبارک کو دارالنابغہ میں دفن کردیا گیا۔ ادھر جب حضرت عبدالمطلبؑ کو اپنے بیٹے کی بیماری کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ جناب عبداللہؑ کو مکہ میں لے آئے وہ اس وقت پہنچا جب آپ جہان فانی کو الوداع کہہ چکے تھے۔ آپ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ کی وفات کے وقت تک آمنہ نے اپنے بچے کو جنم نہیں دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق دو ماہ اور ایک کے مطابق سات مہینہ کے آنحضرتؐ ہوچکے تھے اور کئی ایک روایات میں ہے کہ ایک رات حضرت رسول اکرمؐ اپنے والد کی قبر کے پاس گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر انہیں پکارا تو اچانک قبر پھٹ گئی۔ جناب عبداللہؑ قبر میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ آنحضرتؐ نے پوچھا اے والد گرامی آپ کے ولی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اے بیٹا تمہارا ولی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا آپ کا ولی علیؑ ہے تو جناب عبداللہؑ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ میرا ولی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا پلٹ جائیے اس باغ بہشت کی طرف کہ جس میں آپ تھے۔ پھر آپؐ اپنی والدہ گرامی کی قبر کے پاس آئے اور جس طرح والد کی قبر پر فرمایا۔ وہی عمل یہاں بھی کیا علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے والدین ایمان بشہادتین تو رکھتے تھے انھیں دوبارہ لانے سے مقصد یہ تھا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت کے اقرار کے ساتھ ان کا ایمان کامل تر ہو جائے۔

دوسری فصل

(ولادت باسعادت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان عجائبات و معجزات کے بیان میں جو اس وقت ظہور پذیر ہوئے)

یاد رہے کہ علمائے امامیہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۷ ماہ ربیع الاول کو ہوئی اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اکثر علمائے ... نے ماہ مذکور کی بارہ تاریخ ذکر کی ہے۔ شیخ کلینی اور بعض افاضل علمائے شیعہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ شیخ علامہ نوری طاب ثراہ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ بنام میزان السماء در تعیین مولد خاتم الانبیاء لکھا ہے۔ خواہشمند حضرات اس سے رجوع کریں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اسی تاریخ کو بروز جمعہ صبح صادق کے نزدیک آپ کی ولادت ہوئی جس سال اصحاب فیل ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو خراب کرنے کے لیے آئے تھے اور وہ سجیل پتھروں سے معذب قرار پائے اور آپ کی ولادت مکہ میں ان کے اپنے ہی مکان میں ہوئی۔ پھر وہ گھر آپ نے جناب عقیل بن ابی طالب کو بخش دیا تھا اور اولاد عقیل نے وہ مکان حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس بیچ دیا تھا اور اس نے اسے اپنے مکان میں داخل کر لیا تھا۔ جب ہارون کا زمانہ آیا تو ہارون کی ماں خیزران نے اس مکان کو محمد بن یوسف کے مکان سے الگ کر کے مسجد بنا دیا تاکہ لوگ اس میں نماز پڑھیں۔ ۶۵۹ھ میں ملک مظفر والی یمن نے اس مسجد کی تعمیر میں سعی جمیل فرمائی اور اب تک وہ اسی حالت پر باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بہت سے عجائبات ظہور میں آئے۔ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ شیطان سات آسمانوں پر جاتا اور کان لگا کر آسمانی خبریں سنتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اب وہ چار آسمانوں تک جا سکتا تھا اور جب سرکار رسالت کی ولادت ہوئی تو اسے تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا اور شیاطین کو شہاب کے تیروں سے آسمان کے دروازوں سے دور کیا جاتا ہے۔ پس قریش کہنے لگے کہ دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے آنے کا زمانہ آپہنچا ہے جیسے ہم اہل کتاب سے سنا کرتے تھے۔ پس عمرو بن امیہ جو زمانہ جاہلیت کا عقلمند ترین شخص سمجھا جاتا تھا کہنے لگا کہ دیکھو اگر وہ معروف ستارے کہ جن کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کرتے اور لوگ ان سے گرمیوں اور سردیوں کے زمانہ کو پہچانتے ہیں ان میں سے کوئی ستارہ گر پڑے تو سمجھو کہ وہ وقت آگیا ہے جب تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور اگر وہ سب اپنی حالت پر ہیں اور دوسرے ستارے ظاہر ہو گئے ہیں تو پھر کوئی عجیب و غریب امر رونما ہوا ہے۔ جس صبح کو حضرت پیدا ہوئے تو جو بت بھی دنیا کے کسی مقام پر تھا وہ منہ کے بل گر پڑا اور ایوان کسریٰ یعنی محل شاہ ایران لرزنے لگا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور ساوہ نامی دریا کہ جس کی مدت سے لوگ پرستش کر رہے تھے خشک ہو گیا اور وادی سماوہ جس میں سالہا سال سے کسی نے پانی نہ دیکھا تھا اس میں پانی جاری ہونے لگا اور فارس کا آتش کدہ جس میں ایک ہزار سال سے کبھی آگ نہیں بجھی تھی اس رات اس کی آگ بجھ گئی اور علمائے مجوس کے سب سے زیادہ عقلمند شخص نے اس رات عالم خواب میں دیکھا کہ چند سخت قسم کے اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ کر دریائے دجلہ کو عبور کر کے ان کے شہروں میں داخل ہو رہے ہیں اور طاق کسریٰ میں درمیان سے شگاف آگیا اور وہ دو حصے ہو گیا اور دجلہ کا بند ٹوٹ گیا اور کسریٰ کے قصر کے اندر بہنے لگا اور اس رات حجاز سے ایک نور ظاہر ہوا اور

وہ پورے عالم میں منتشر ہوگیا اور پرواز کرکے مشرق تک پہنچا اور اس صبح کو ہر بادشاہ کا تخت سرنگوں ہوگیا اور اس دن تمام بادشاہ گنگ ہو گئے اور وہ بات نہیں کر سکتے تھے۔ کاہنوں کا علم اور ساحروں کا جادو باطل ہوگیا۔ ہر کاہن اور اس کے ہمزاد کے درمیان جو اسے خبریں دیا کرتا تھا جدائی ہوگئی۔ قریش عرب میں صاحبِ عزت ہو گئے اور لوگ انہیں آل اللہ کہنے لگے کیونکہ وہ خدا کے گھر میں رہتے تھے اور آمنہ علیہا السلام آنحضرتؐ کی والدہ نے کہا کہ خدا کی قسم جب میرا بیٹا زمین پر آیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف بلند کرکے اطرافِ عالم میں نظر دوڑانے لگا۔ پس اس سے ایک نور ساطع ہوا جس نے تمام چیزوں کو روشن کر دیا اور میں نے اس نور کی روشنی میں شام کے محلات دیکھے اور اس روشنی کے وسط سے میں نے یہ آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو نے تمام لوگوں سے بہتر شخص کو جنم دیا ہے اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ جب آنحضرتؐ کو عبدالمطلبؑ کے پاس لائے اور ان کی گود میں دیا تو وہ کہنے لگے کہ حمد ہے اُس خدا کی جس نے مجھے یہ خوشبودار بچہ عنایت فرمایا ہے جو گہوارہ میں تمام بچوں کا سردار ہے پھر ارکان کعبہ سے ان کو تعویذ کیا اور چند اشعار ان کے فضائل میں کہے۔ اُس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو چیخ کر پکارا۔ وہ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے سردار کس چیز نے تجھے پریشان کر دیا۔ وہ کہنے لگا وائے ہو تم پر اول رات سے لے کر اب تک آسمان و زمین کے حالات مجھے متغیر نظر آ رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔ جب سے عیسٰیؑ آسمان پر گئے ہیں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا پس تم جاؤ گردش کرو اور جستجو کرو کونسا امر عجیب و غریب ظاہر ہوا ہے وہ سب جدا ہوئے اور گردش کرکے واپس آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو کوئی چیز نہیں ملی۔ وہ ملعون کہنے لگا اس امر کی خبر لانا میرا کام ہے پس وہ تمام دنیا میں جا کر گردش کرنے لگا یہاں تک کہ حرم کے قریب پہنچا اور دیکھا کہ فرشتوں نے اطرافِ حرم میں گھیرا ڈالا ہوا ہے۔ جب اُس نے داخل ہونے کی کوشش کی تو فرشتوں نے اسے للکارا۔ وہ پلٹ آیا پھر وہ ایک چڑیا کی شکل میں کوہ حرا سے داخل ہوا تو جبرئیلؑ نے کہا: پلٹ جا اے ملعون۔ کہنے لگا اے جبرئیل میں تجھ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ بتا کہ آج رات زمین میں ایسا کونسا واقعہ رونما ہوا ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو افضل الانبیاء ہیں آج رات پیدا ہوئے ہیں۔ کہنے لگا میرا ان میں کوئی حصہ ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ نہیں۔ کہا ان کی اُمت میں میرا حصہ ہے۔ جبرئیلؑ کہنے لگا ہاں۔ ابلیس نے کہا میں راضی ہوں۔ اور حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی تو جتنے بُت کعبہ پر رکھے ہوئے تھے سب منہ کے بل گر گئے۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک ندا آسمان سے آئی کہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی حق آیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔ اس رات تمام دنیا روشن ہوگئی اور ہر پتھر، ڈھیلا اور درخت کھل کھلایا اور جو کچھ آسمان اور زمین میں تھا اس نے خدا کی تسبیح کی اور شیطان بھاگتا ہوا کہتا جا رہا تھا کہ بہترین اُمت اور بہترین خلائق بندگانِ خدا میں زیادہ عزت و عظمت والے اور تمام کائنات سے بہتر محمد ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے کتاب احتجاج میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرمؐ شکمِ مادر سے زمین پر تشریف لائے تو بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور دایاں آسمان کی طرف بلند کرکے لبوں کو توحید الٰہی میں حرکت دی اور آپؐ کے دہن

مبارک سے ایسا نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں اہلِ مکہ نے شہر بصری (جو شام کے علاقہ میں ہے) کے محلات کو دیکھا اور یمن کے سرخ قصر اور اس کے نواحی اور اصطخر فارس کے سفید قصر اور اس کے اطراف کو دیکھا اور آپؐ کی ولادت کی رات تمام جہان روشن ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس سے جن وانس اور شیطان خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ زمین میں کوئی واقعہ عجیب و غریب رونما ہوا ہے اور ملائکہ کو دیکھا کہ وہ فوج در فوج اترتے اور واپس جاتے ہیں اور خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور ستارے حرکت کرتے اور فضا میں گرتے ہیں۔ اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی علامات تھیں اور ابلیس ملعون نے ان عجائبات کو دیکھ کر چاہا کہ آسمان کی طرف جائے کیونکہ اس کی اور باقی شیاطین کی تیسرے آسمان میں ایک جگہ تھی کہ جہاں سے وہ ملائکہ کی باتوں کو سنا کرتے تھے جب گئے کہ حقیقت واقعہ کو معلوم کریں تو انہیں شہاب کے تیروں سے دھتکارا گیا اور یہ چیز آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل تھی۔

تیسری فصل

آنحضرت کے ایام رضاعت کے حالات شریفہ

حدیث معتبر میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو چند دن گزر گئے لیکن حضرتؐ کے پینے کے لیے دودھ میسر نہ ہو سکا تو جناب ابو طالبؑ نے آپؐ کو اپنے پستان سے چسپایا تو خداوند عالم نے اس میں دودھ پیدا کر دیا اور چند روز تک آپؐ یہی دودھ پیتے رہے یہاں تک کہ ابو طالبؑ حلیمہ سعدیہ کو لے آئے اور حضرتؐ کو ان کے سپرد کیا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے جناب حمزہؓ کی بیٹی کا تذکرہ سرکار رسالتؐ سے کیا کہ آپؐ اس سے عقد کر لیں تو آپؐ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ لڑکی میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ رسول اللہؐ اور ان کے چچا جناب حمزہؓ نے ایک ہی خاتون کا دودھ پیا تھا اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ پہلے تو آنحضرتؐ کو ثوبیہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا اور اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپؐ کو دودھ پلایا اور پانچ سال تک آپؐ حلیمہ کے پاس رہے اور جب آپؐ کی عمر نو سال کی ہو گئی تو آپؐ ابو طالبؑ کے ساتھ شام گئے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت آپؐ کی عمر بارہ سال تھی اور آپؐ جناب خدیجہؑ کے لیے شام کی تجارت پر جب گئے تو اس وقت آپؐ کی عمر پچیس سال تھی اور نہج البلاغہ میں حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملائکہ میں سے بزرگ ترین ملک کو متعین کیا جو شب و روز آپؐ کو مکارم آداب اور محاسن اخلاق پر وادار کرتا تھا اور میں ہمیشہ حضرتؐ کے ساتھ رہتا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کے پیچھے رہتا ہے اور آپؐ ہر روز میرے لیے اپنے اخلاق کا ایک علم بلند کرتے تھے اور مجھے حکم دیتے کہ میں اس کی پیروی کروں اور ہر سال ایک مدت آپؐ کوہ حرا میں جا کے رہتے اور وہاں صرف میں آپؐ کو دیکھتا اور میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا اور جب آپؐ مبعوث برسالت ہوئے تو سوائے میرے اور جناب خدیجہؑ کے ابتداء میں کوئی آپؐ پر ایمان نہ لایا اور میں ہی نور وحی و رسالت کو دیکھتا اور شمیم نبوت کو سونگھتے تھے اور ابن شہر آشوب قطب راوندی اور دوسرے حضرات نے روایت کی ہے حلیمہ بنت ابوذویب سے کہ جن کا نام عبداللہ بن حارث اور وہ قبیلہ مضر میں سے تھا اور حلیمہ حارث بن عبدالعزیٰ کی بیوی ہے۔ حلیمہ کہتی ہے کہ رسول خداؐ کی ولادت کے سال ہمارے علاقہ میں خشک سالی اور قحط تھا۔ ہم بنی سعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ مکہ میں گئے تاکہ اہل مکہ کے بچے لیں اور انہیں دودھ پلائیں۔ میں ایک گدھی پر سوار تھی جو سست رفتار تھی اور ایک اونٹنی ہمارے ساتھ تھی کہ جس کے پستان سے ایک قطرہ دودھ نہیں آتا تھا اور میرا بچہ میرے ساتھ تھا جیسے میرے پستان سے اتنا دودھ میسر نہیں تھا کہ جس پر قناعت کر سکتا اور بھوک کی وجہ سے یہ رات بھر نہیں سو سکتا تھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو کسی عورت نے جناب محمدؐ کو نہ لیا چونکہ آنحضرتؐ یتیم تھے اور احسان کی امید باپ سے ہوتی ہے پس اچانک میں نے ایک باعظمت شخص کو دیکھا جو پکار رہا تھا اے دودھ پلانے والی عورتو! تم میں سے کوئی ایسی ہے جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو؟ میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبدالمطلبؑ بن ہاشم سردار مکہ ہیں تو میں آگے بڑھی اور عرض کیا میں وہ ہوں۔ فرمایا تو

کون ہے؟ میں نے کہا میں بنی سعد کی ایک عورت ہوں اور میرا نام حلیمہ ہے۔ عبدالمطلبؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کیا کہنا دونوں خصلتیں ہی اچھی ہیں سعادت اور حلم کہ جن میں عزت زمانہ اور وقار ابدی ہے۔ پھر فرمانے لگے: حلیمہ میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے کہ جس کا محمدؐ نام ہے کہ جسے بنی سعد کی عورتوں نے قبول نہیں کیا اور کہتی ہیں کہ یہ یتیم ہے اور یتیم سے فائدہ کی امید نہیں۔ تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے۔ چونکہ مجھے کوئی بچہ نہیں ملا تھا لہٰذا میں نے حضرتؐ کو قبول کر لیا۔ پس آنحضرتؐ کے ساتھ آمنہ کے گھر آئی۔ جب میری نگاہ حضورؐ پر پڑی تو میں آپؐ کے جمال مبارک کی شیفتہ ہو گئی۔ پس اس دُرِ یتیم کو اٹھایا۔ جب میں نے انہیں اپنی گود میں لیا اور آپؐ نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں سے ایک نور ساطع ہوا تو اس قرۃ العین اصحاب یمین نے میرے دائیں پستان کی طرف میلان کیا اور کچھ دیر دودھ پیا اور بائیں پستان کو قبول نہ فرمایا اور میرے بیٹے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور آپؐ کی برکت سے میرے دونوں پستان دودھ سے پُر ہو گئے جو دونوں بچوں کے لیے کافی تھے۔ جب میں انہیں اپنے شوہر کے پاس لے کر گئی تو ہماری اونٹنی کے پستان میں بھی دودھ جاری ہو گیا جو ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کافی تھا۔ پس میرا شوہر کہنے لگا کہ ہمیں مبارک بچہ ملا ہے کہ جس کی برکت سے نعمت الٰہی نے ہمارا رخ کیا ہے۔ جب صبح ہوئی میں نے آنحضرتؐ کو اپنی گدھی پر سوار کیا تو اس نے خانہ کعبہ کا رخ کیا اور آنحضرتؐ کے اعجاز سے تین دفعہ سجدہ کیا اور اس میں قوت گویائی پیدا ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنی بیماری سے شفا پائی اور میری کمزوری دور ہوئی۔ اس برکت سے کہ سید المرسلین خاتم النبیینؐ گزشتہ اور آنے والوں میں سے بہترین میری پشت پر سوار ہیں۔ باوجود اس کمزوری کے وہ ایسی رہوار ہو گئی کہ ہمارے ساتھیوں کی سواریاں اس تک نہ پہنچ سکیں اور ہمارے تمام ساتھی ہمارے اور ہمارے چوپاؤں کے حالات کے تغیر پر تعجب کرنے لگے اور ہر روز فراوانی اور برکت ہم میں زیادہ ہونے لگی اور باقی قبیلہ کے گوسفند اور اونٹ چراگاہ سے بھوکے پلٹ آتے لیکن ہمارے جانور شکم سیر اور دودھ سے پُر ہو کر آتے۔ اثناء راہ میں ایک غار کے پاس سے گزری۔ اس غار سے ایک شخص نمودار ہوا کہ جس کی پیشانی سے آسمان کی طرف نور ساطع تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو سلام کیا اور کہنے لگا خداوند عالم نے مجھے آپؐ کی خدمت پر موکل کیا ہے اور ہرنوں کا ایک گلہ ہمارے سامنے آیا اور وہ فصیح زبان میں کہنے لگے اے حلیمہ تمہیں معلوم نہیں کہ کس کی تربیت کر رہی ہو وہ پاک لوگوں میں پاک ترین اور پاکیزہ اشخاص میں پاکیزہ ترین ہے اور میں جس کوہ و دشت سے گزری اس نے آپؐ کو سلام کیا پس ہم نے برکت اور زیادتی اپنی معیشت اور اموال میں پائی، اور ہم تونگر ہو گئے اور آنحضرتؐ کی برکت سے ہمارے چوپائے زیادہ ہو گئے اور آپؐ نے کبھی اپنے لباس میں حدث نہیں کی (بلکہ کبھی آپؐ کا بول و براز نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ زمین اسے ہاضم کر لیتی تھی) اور آپؐ کبھی اپنی شرمگاہ ننگی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور میں ہمیشہ ایک جوان کو دیکھتی تھی جو آپؐ کا لباس درست کرتا رہتا اور ان کی نگہبانی کرتا تھا۔ پس میں نے پانچ سال اور دو دن آپؐ کی تربیت کی۔ ایک دن آپؐ نے کہا روزانہ میرے بھائی کہاں جاتے ہیں۔ میں نے کہا گوسفند چرانے کے لیے۔ کہنے لگے میں بھی آج ان کے ساتھ جاؤں گا۔ جب آپؐ ان کے ساتھ گئے تو فرشتوں کی ایک جماعت انہیں پہاڑ کی چوٹی پر لے گئی اور انہیں نہلایا دھلایا۔ پس میرا بیٹا میرے پاس دوڑ کر آیا اور کہنے لگا محمدؐ کو اٹھا کر لے گئے ہیں جب میں ان کے پاس پہنچی تو میں نے دیکھا کہ ان سے آسمان

کی طرف نور ساطع ہے۔ میں نے انہیں اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا تجھے کیا ہوا۔ کہنے لگے اے مادر گھبرائیں نہیں خدا میرے ساتھ ہے! اور آپ کے بدن مشک سے بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ ایک کاہن نے ایک دن آپ کو دیکھا تو چیخ کر کہنے لگا یہ ہے وہ شخص جو بادشاہوں کو مغلوب اور عرب کو متفرق کر دے گا اور ابن عباس سے روایت ہے جب دوپہر کو بچوں کے لیے کھانا لاتے تھے تو وہ ایک دوسرے سے چھینتے تھے لیکن حضرتؐ ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے اور جب بچے نیند سے بیدار ہوتے تو ان کی آنکھیں چرک آلود ہوتیں لیکن حضرتؐ شستہ رو اور خوشبو میں بسے ہوئے بیدار ہوتے۔ ایک دوسری سند معتبر سے روایت ہے کہ ایک دن عبدالمطلبؑ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک منادی نے ندا دی کہ محمدؐ نامی بچہ حلیمہ سے گم ہو گیا ہے پس عبدالمطلبؑ غضب ناک ہو کر پکارے، اے بنی غالب سوار ہو جاؤ کیونکہ محمدؐ گم ہو گئے ہیں اور قسم کھائی کہ میں گھوڑے سے نیچے نہیں اتروں گا جب تک محمدؐ کو نہ پا لوں یا ایک ہزار عرب اور سو قریش قتل نہ کر دوں، اور کعبہ کے گرد چکر لگاتے اور یہ اشعار پڑھتے

يَا رَبِّ رُدَّ رَاكِبِي مُحَمَّدًا ۔ رُدَّهُ إِلَيَّ وَاتَّخِذْ عِنْدِي يَدًا ۔ يَا رَبِّ إِنْ مُحَمَّدٌ لَمْ يُوجَدْ ۔ تُصْبِحُ قُرَيْشٌ كُلُّهُمْ مُبَدَّدًا

(ترجمہ) میرے پروردگار میرے شہسوار محمدؐ کو لوٹا دے اور اپنی نعمت دوبارہ عطا کر دے۔ پروردگار اگر محمدؐ نہ ملا تو میں تمام قریش کو پراگندہ کر دوں گا۔

پس آپ نے فضا سے ایک آواز سنی کہ خداوند عالم محمدؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔ پوچھا وہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ وہ فلاں وادی میں خار ام غیلان درخت کے نیچے ہے۔ جب اس وادی میں گئے تو آنحضرتؐ کو دیکھا کہ معجزانہ طور پر درخت خاردار سے بہترین کھجوریں توڑ کر کھا رہے ہیں اور دو نوجوان پاس کھڑے ہیں جب وہ حضورؐ کے پاس گئے تو وہ دونوں جوان الگ ہو گئے اور وہ نوجوان جبرئیلؑ میکائیلؑ تھے۔ پس ان لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں عبداللہؑ ابن عبدالمطلبؑ کا بیٹا ہوں۔ تو عبدالمطلبؑ نے آنحضرتؐ کو اپنی گردن پر سوار کر لیا اور واپس لوٹے اور خانہ کعبہ کے گرد آپؐ کو سات چکر کا طواف کرایا اور بہت سی عورتیں تو حضرت آمنہ کے پاس دلجوئی کے لیے جمع ہو گئی تھیں۔ جب آپؐ کو گھر میں لے آئے تو آپؐ خود بخود جناب آمنہ کے پاس گئے اور باقی عورتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ بہر حال جب آپؐ کو جناب آمنہ کے پاس لے آئے تو ام ایمن حبشیہ جو جناب عبداللہؑ کی کنیز تھیں جن کا نام برکہ تھا اور وہ میراث میں رسولؐ کو ملی تھیں وہ آپؐ کی حضانت و پرورش اور نگہداشت کرنے لگیں اور کبھی انہوں نے نہ دیکھا کہ حضرتؐ بھوک یا پیاس کی شکایت کریں۔ ہر صبح آپ زمزم کا پانی نوش فرماتے اور شام تک کوئی کھانا نہ مانگتے اور کئی دفعہ دوپہر کو کھانا پیش کرتے تو حضرتؐ تناول نہ فرماتے۔

چوتھی فصل

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت و شمائل اور آپ کے مختصر اخلاق و کثیر الفضائل اوصاف کا بیان

یاد رہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و اوصاف شریفہ کو لکھنا ایسا ہے جس طرح کوئی چاہے کہ دریا کے پانی کو کسی پیمانے سے پیمائش کرے یا جیسے کوئی چاہے کہ جرم آفتاب کو اپنے گھر کے دریچہ سے مکان میں داخل کرے۔ لیکن کتاب کو مزین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مختصر طور پر جتنی کہ اس کتاب میں گنجائش ہے اشارہ کیا جائے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت رسول اللہ نگاہوں میں عظمت اور سینے میں ہیبت رکھتے تھے۔ آپ کا پُر نور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشندہ تھا۔ آپ میانہ قد سے کچھ اونچے لیکن زیادہ بلند قامت نہیں تھے اور آپ کا سر مبارک بڑا اور آپ کے بال نہ زیادہ پیچیدہ اور نہ الگ الگ تھے۔ آپ کے سر کے بال اکثر اوقات کان کی لو سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ اور اگر زیادہ بڑھ جاتے تو مانگ نکال کر سر کے دونوں طرف پھیلا دیتے تھے۔ آپ کا چہرہ سفید اور نورانی اور آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو باریک کمانی دار اور کشیدہ تھے۔ آپ کی پیشانی کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پُر ہو کر ابھر آتی تھی۔ آپ کی ناک باریک اور کشیدہ اور درمیان میں سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اس سے نور نکلتا تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی اور دندان مبارک سفید چمکدار نازک اور کشادہ تھے اور آپ کی گردن صفائی نورانیت اور استقامت میں ان موتیوں کی گردن کی طرح تھی جو چاندی سے بنائی جاتی اور صیقل کی جاتی ہیں۔ آپ کے تمام اعضاء بدن معتدل اور سینہ و شکم برابر تھے۔ آپ کے دونوں کندھے کے درمیان والی جگہ پھیلی ہوئی تھی اور مفاصل اور جوڑ کی ہڈیوں کے سرے قوی اور سخت تھے اور یہ چیز شجاعت و قوت کی علامات میں داخل اور عرب کے نزدیک ممدوح ہے۔ آپ کا بدن سفید اور نورانی تھا اور وسط سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا مثل چاندی کے جسے صیقل کیا گیا ہو اور اس کے درمیان سے زیادہ صفائی کی بناء پر خطِ سیاہ نظر آئے آپ کے سینہ کے اطراف اور شکم بالوں سے صاف تھا اور آپ کے بازو اور کندھوں پر بال تھے آپ کی انگلیاں سیدھی اور بڑی تھیں آپ کے بازو اور پنڈلیاں صاف و شفاف اور سیدھی تھیں آپ کے پاؤں کے تلوے ہموار نہیں تھے بلکہ درمیانی حصہ زمین سے دور تھا اور پاؤں کی پشت بہت صاف اور نرم تھی، اس حد تک کہ اگر پانی کا قطرہ اس پر پڑ جاتا تو رک نہیں سکتا تھا جب آپ راستہ چلتے تو متکبروں کی طرح قدم نہیں رکھتے تھے اور وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ جب آپ کسی کی طرف ملتفت ہوتے کہ کوئی بات کریں تو ارباب حکومت کی طرح گوشہ چشم سے اشارہ نہیں کرتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف مڑتے اور بات کرتے تھے۔ اکثر اوقات آپ کی نگاہیں نیچے کی طرف رہتیں اور زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے تھے اور جسے دیکھتے سلام میں سبقت کرتے تھے۔ ہمیشہ غور و فکر میں رہتے اور کبھی بھی فکر و شغل سے خالی نہ رہتے اور بغیر ضرورت کے بات نہ کرتے تھے اور کلمات جامع کہتے کہ الفاظ کم اور معنی زیادہ اور اپنے مقصد کے افادہ میں قاصر نہیں تھے اور حق کو ظاہر کرتے تھے۔ سختی اور غلظت آپ کے

خلق کریم میں نہیں تھی اور کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور تھوڑی نعمت کو زیادہ سمجھتے اور کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے لیکن کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف بھی نہیں کرتے تھے ۔ امورِ دنیا کے فوت ہونے پر غصہ میں نہیں آتے تھے اور خدا کے معاملے میں تو اتنا خشمناک ہوتے کہ کوئی شخص ان کی پہچان نہیں کر سکتا تھا ۔ جب اشارہ کرتے تو ہاتھ سے اشارہ فرماتے کہ چشم و ابرو سے ۔ جب خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور زیادہ اظہارِ خوشی نہ کرتے اور زیادہ ہنسنا آپؐ کا تبسم تھا اور بہت کم ہنسنے کی آواز ظاہر ہوتی ۔ کبھی کبھی تبسم میں آپؐ کے دندان نورانی ظاہر ہو جاتے تھے اور آپؐ ہر شخص کو اسکے علم اور فضیلتِ دینی کی بنا پر ترجیح دیتے اور ان کی ضرورت کے وقت ان کی طرف متوجہ ہوتے اور جو چیز ان کے کام کی ہوتی اور امت کی بھلائی کا سبب بنتی اس کو بیان فرماتے اور بار بار فرماتے کہ حاضرین جو کچھ مجھ سے سنیں وہ غائبین تک پہنچائیں اور فرماتے جو شخص اپنی ضرورت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتا ۔ اس کی حاجت مجھے بتاؤ اور کسی کی لغزش اور زبانی غلطی پر مؤاخذہ نہ فرماتے ۔ جب صحابہؓ آپؐ کی مجلس میں طلبِ علم کے لیے آتے تو علم و حکمت کی چاشنی اور حلاوت چکھے بغیر نہ جاتے تھے اور آپؐ لوگوں کو شر سے بچاتے لیکن ان سے کنارہ کشی نہ کرتے تھے خوشروئی اور خوش خوئی میں ان سے دریغ نہ کرتے ۔ اپنے اصحاب کی جستجو کرتے اور ان کے حالات معلوم فرماتے اور کبھی لوگوں کے حالات سے غافل نہیں رہتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ باطل کی طرف مائل نہ ہو جائیں ۔ نیک لوگوں کو اپنے قریب جگہ دیتے اور آپؐ کے نزدیک زیادہ فضیلت والا وہ شخص تھا جو مسلمانوں کا زیادہ خیرخواہ ہوتا اور آپؐ کے نزدیک زیادہ عظمت اس شخص کی تھی جو لوگوں سے مواسات ان کی اعانت ان سے احسان اور ان کی مدد زیادہ کرتا تھا ۔

آدابِ مجلس آنحضرتؐ کے یہ تھے کہ کسی مجلس میں یادِ خدا کے بغیر نہ بیٹھتے اور نہ اٹھتے تھے اور مجلس میں اپنے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں مقرر کرتے تھے بلکہ اس سے منع کرتے تھے جب کسی مجلس میں آتے مجلس کے آخر میں خالی جگہ پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو اس کا حکم دیتے اور ہر ایک اہلِ مجلس کو اکرام و التفات سے نوازتے اور آپؐ کی معاشرت اس طرح کی تھی کہ ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ میں آپؐ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہوں، اور جس کے پاس بیٹھتے جب تک وہ اٹھنے کا ارادہ نہ کرتا آپؐ نہ اٹھتے اور جو شخص آپؐ سے کوئی حاجت طلب کرتا اگر [illegible] اس کی حاجت روائی کرتے ورنہ اچھی گفتگو یا وعدۂ جمیل کے ساتھ اس کو راضی کرتے اور آپؐ کا اخلاق عام اور تمام مخلوق کے لیے وسعت رکھتا اور ہر شخص حق کے معاملے میں آپؐ کے نزدیک مساوی تھا ۔ آپؐ کی مجلس شریف بردباری حیا، سچائی اور امانت کی مجلس تھی اس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں ۔ کسی کی برائی اس میں بیان نہ ہوتی اور اس مجلس کی برائی کوئی نہ کر سکتا ۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اسے بیان نہ کرتے ۔ ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف اور نیکی سے پیش آتے اور ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے اور ایک دوسرے سے تواضع و انکساری سے رہتے ۔ بڑوں کی عزت و توقیر کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے اور مسافروں کی دیکھ بھال کرتے ۔

اہلِ مجلس کے ساتھ آپؐ کا برتاؤ یہ تھا کہ ہمیشہ کشادہ رو اور نرم خو تھے ۔ آپؐ کی ہم نشینی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچتی ۔ آپؐ نہ اونچا بولتے اور نہ کسی کو گالی دیتے اور نہ لوگوں کے عیب بیان کرتے اور نہ لوگوں کی زیادہ تعریف کرتے ۔ اگر کوئی چیز خلاف

طبیعت ہوتی تو اس سے تغافل فرماتے اور کوئی شخص آپؐ سے ناامید نہ ہوتا نہ مجادلہ کرتے اور نہ زیادہ باتیں کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے اور کسی کو سرزنش نہ فرماتے اور لوگوں کے عیوب اور لغزشوں کی جستجو نہ کرتے۔ مسافروں اور بدو لوگوں کے سوءِ ادب پر صبر کرتے یہاں تک کہ صحابہ ایسے لوگوں کو لے آتے تاکہ وہ سوال کریں اور استفادہ کریں۔ روایت میں ہے کہ ایک جوان پیغمبرِ خداؐ کی بزم میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں۔ صحابہؓ پکار اٹھے (دھکا دو! یہ کیا کہتا ہے) حضرتؐ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ وہ جوان نبی اکرمؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں کے ساتھ یا تیری بیٹی اور بہن کے ساتھ اسی طرح تیری پھوپھیوں، خالاؤں اور باقی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ زنا کرے۔ کہنے لگا یہ تو مجھے پسند نہیں۔ فرمایا خدا کے تمام بندے ایسے ہی ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور عرض کیا خدایا اس کے گناہ کو معاف فرما اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما اس کے بعد اسے کسی اجنبی عورت کی طرف جاتے ہوئے نہ دیکھا۔

سیرتِ ابنِ ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ میں لشکرِ اسلام جبل طی میں آیا اور اس کو فتح کیا اور وہاں سے قیدی مدینہ میں لے آئے کہ جن میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جب حضرتؐ نے انہیں دیکھا تو حاتم کی بیٹی نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا! اے اللہ کے رسولؐ باپ مر گیا ہے اور میرا بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا ہے ہم پر منت و احسان و بخشش کریں خدا آپؐ پر منت و احسان کرے گا۔ پہلے اور دوسرے دن آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا تیسرے دن آپؐ ان قیدیوں سے ملنے گئے تو حضرت امیرالمومنینؑ نے اس لڑکی کو اشارہ کیا کہ دوبارہ اپنی عرضداشت پیش کرو۔ اس لڑکی نے گزشتہ بات کا اعادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا میں اس انتظار میں ہوں کہ کوئی امانت دار قافلہ مل جائے اور تجھے تیرے ملک کی طرف بھیجوں اور اسیروں کو معاف فرمایا۔ اس طرح آپؐ کی سیرت کفار کیساتھ بھی تھی ارباب سیر آپؐ کی سیرت میں لکھتے ہیں کہ جب کبھی کسی لشکر کو روانہ کرتے تو مجاہدین کو لشکر سمیت بلاتے اور ان کو اس طرح وصیت و وعظ فرماتے۔ ارشاد ہوتا اللہ کے نام پر جاؤ اور اسی سے استقامت مانگو اور خدا کے لیے رسولِ خدا کی ملت پر رہتے ہوئے جہاد کرو۔ ہاں اے لوگو! مکر نہ کرنا۔ مالِ غنیمت میں سے کچھ نہ چرانا۔ کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کی آنکھ کان اور دوسرے اعضا نہ کاٹنا۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ وہ راہب جو غاروں میں رہتے ہیں انہیں قتل نہ کرنا اور درختوں کی بیخ کنی نہ کرنا۔ مگر یہ کہ مجبور ہو جاؤ۔ نخلستانوں کو نہ جلانا۔ پانی میں غرق نہ کرنا۔ میوہ دار درختوں کو نہ اکھاڑنا۔ کھیتی اور زراعت کو نہ جلانا۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں بھی اس کی ضرورت پڑے اور حلال گوشت کے جانوروں کو ختم نہ کرنا۔ مگر یہ کہ کھانے کی ضرورت پڑے اور کبھی کفار کے پانی کو زہر آلود نہ کرنا اور مکر و حیلہ نہ کرنا اور آنحضرتؐ کبھی بھی اپنے دشمنوں سے اس کے علاوہ معاملہ نہیں کرتے تھے اور دشمن پر شب خون نہ مارتے اور ہر جہاد سے جہادِ نفس کو بڑا سمجھتے تھے جیسا کہ روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ کا لشکر کفار سے جہاد کر کے آ رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: مرحبا اے وہ جماعت جو چھوٹا جہاد کر کے آ رہی ہے اور بڑا جہاد ابھی ان کے ذمہ ہے۔ عرض کیا گیا بڑا جہاد کون سا ہے؟ فرمایا نفس امارہ سے جہاد کرنا اور روایت معتبر میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ سے پوچھا گیا آپؐ کی ریش مبارک کیوں جلدی سفید ہو گئی ہے۔ فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات

اور غم یتساءلون نے بوڑھا کردیا ہے کیونکہ ان میں قیامت اور گزشتہ امتوں کے عذاب کے حالات ہیں۔ روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ درہم و دینار، غلام و کنیز گوسفند اور اونٹ سوائے اپنے سواری کے نہیں چھوڑ گئے تھے اور آپؐ کی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس بیس صاع جَو کے بدلے گروی تھی جو آپؐ نے اپنے اہل خانہ کے خرچ کے لیے قرض لیے تھے۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا ایک فرشتہ رسولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپؐ کا پروردگار کہتا ہے اگر آپؐ چاہیں تو مکہ کا صحرا آپؐ کے لیے تمام سونے کا ہو جائے تو آپؐ نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا، خدایا میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر رہوں اور تیری حمد کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تجھ سے سوال کروں اور آپؐ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ رحمت الٰہی سے واصل ہونے تک کبھی تین روز متواتر گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا ہم رسولِ خداؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے کہ اچانک فاطمہ علیہا السلام روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ جناب فاطمہؑ نے عرض کیا میں نے حسنؑ و حسینؑ کے لیے ایک روٹی پکائی تھی یہ ٹکڑا میں آپؐ کے لیے لائی ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ تین دن ہو گئے کہ کھانا تیرے باپ کے شکم میں داخل نہیں ہوا اور یہ پہلا کھانا ہے جو میں کھا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسولِ اکرمؐ خاک پر بیٹھتے، خاک پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور گوسفند اپنے ہاتھ سے باندھتے اور اگر کوئی غلام آنحضرتؐ کو جَو کی روٹی کے لیے اپنے گھر میں بلاتا تو آپؐ اس کی دعوت قبول فرماتے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ بدن کی رگوں کے برابر کہتے الحمد للہ رب العالمین کثیرا علیٰ کل حال اور کسی مجلس سے اس وقت تک نہ اٹھتے چاہے مختصر بیٹھک ہی کیوں نہ ہوتی جب تک پچیس مرتبہ استغفار نہ کرتے اور ہر روز ستر مرتبہ اَستَغفِرُ اللہ اور ستر مرتبہ اَتُوبُ اِلَیہ کہتے۔ روایت ہے کہ شب جمعہ مسجد قبا میں حضرت رسولِ اکرمؐ نے افطار کرنا چاہا تو فرمایا آیا کوئی پینے کی چیز ہے کہ جس سے میں افطار کروں۔ اوس بن خولی انصاری دودھ کا پیالہ لے آیا جس میں شہد ملا ہوا تھا جب آپؐ نے اسے لبوں سے لگایا اور اس کا ذائقہ محسوس کیا تو اس کو منہ سے الگ کر لیا اور فرمایا یہ دو پینے کی چیزیں ہیں کہ جن میں سے ایک پر اکتفا کیا جا سکتا ہے میں دونوں کو نہیں پیوں گا اور اسے لوگوں پر حرام بھی نہیں قرار دیتا لیکن میں خدا کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہوں اور جو خدا کے لیے فروتنی کرے خدا اسے بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے خدا اسے پست کرتا ہے اور جو شخص اپنی معیشت میں میانہ رو ہو خدا اسے روزی دیتا ہے اور جو اسراف کرے خدا اسے محروم کرتا ہے اور جو موت کو زیادہ یاد کرے خدا اسے دوست رکھتا ہے اور سند صحیح کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ نے اوّل بعثت میں ایک مدت تک اتنے پے درپے روزے رکھے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب ترک ہی نہ کریں گے۔ پھر ایک مدت تک ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے حضرت داؤدؑ کے طریقہ پر۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور ہر مہینہ ایام البیض (تیرہ، چودہ، پندرہ) کے روزے رکھتے۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور آپؐ کی سنت یہ قرار پائی کہ ہر ماہ پہلی جمعرات کا دن اور مہینہ کی آخری جمعرات اور درمیانی دہائی کے پہلے بدھ کا روزہ رکھتے تھے اور اسی طریقہ پر رہے یہاں تک کہ رحمت ایزدی سے جا ملے اور پورا ماہ شعبان بھی روزے رکھتے اور ابن شہر آشوب رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ بعض آداب شریفہ اور اخلاق کریمہ آنحضرتؐ کے جو متفرق روایات سے معلوم ہوتے ہیں

وہ یہ ہیں:

آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ حکیم و دانا، شجاع، عادل اور مہربان تھے اور کبھی آپؐ کا ہاتھ کسی ایسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا جو آپؐ پر حلال نہ ہو۔ اور آپؐ سب سے زیادہ سخی تھے کبھی کوئی درہم و دینار آپؐ کے پاس نہیں رہا اور اگر کوئی چیز آپؐ کی عطا و بخشش سے رہ جاتی اور رات ہو جاتی تو آپؐ کو قرار نہ آتا جب تک اسے کسی مصرف میں صرف نہ کر لیتے اور اپنے سال کے اخراجات سے زیادہ ہرگز روک کر نہ رکھتے۔ بعد بقایا راہ خدا میں دے دیتے اور پست ترین کھانے کی چیزیں رکھتے مثلاً جو اور خرما اور آپؐ سے جو کچھ مانگا جاتا عطا فرماتے اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور زمین پر ہی سوتے اپنے جوتے اور کپڑے کو خود پیوند لگاتے اور گھر کے دروازے کو خود کھولتے اور گوسفند کا خود دودھ دوہتے اور اونٹ کا پاؤں خود باندھتے اور جب خادم چکی چلانے سے تھک جاتا تو اس کی مدد کرتے اور رات کو وضو کا پانی خود لاتے اور ہمیشہ آپؐ کا سر جھکا رہتا اور لوگوں کی موجودگی میں ٹیک نہ لگاتے اور اہل خانہ کی خدمت کرتے اور کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹتے۔ آپؐ کبھی ڈکار نہ لیتے۔ آزاد اور غلام میں سے جو بھی آپؐ کو کھانے کی دعوت دیتا آپؐ قبول فرماتے چاہے گوسفند کے پایوں کے لیے کیوں نہ بلاتے اور ہدیہ قبول کرتے چاہے دودھ کا ایک گھونٹ ہوتا اور صدقہ نہیں کھاتے تھے اور لوگوں کے چہروں پر زیادہ نظر نہ ڈالتے تھے اور کبھی دنیا کے لیے ناراض نہ ہوتے اور خدا کے معاملے میں غضب ناک ہوتے اور بھوک سے کبھی پیٹ پر پتھر باندھتے اور جو کچھ پیش کیا جاتا کھا لیتے اور کوئی چیز واپس نہ کرتے۔ یمنی چادر اور ریشم کا جبہ زیب تن فرماتے۔ ستر کے کھلے کپڑے پہنتے اور آپؐ کا اکثر لباس سفید ہوتا اور سر پر عمامہ رکھتے اور لباس پہنتے تھے۔ اور جب آپؐ نیا لباس پہنتے تو پرانا لباس کسی مسکین کو دے دیتے اور آپؐ کے پاس ایک عبا تھی جب کہیں جاتے تو اس کو دوہرا کر کے نیچے ڈال لیتے اور چاندی کی انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے اور خربوزہ کو پسند کرتے اور بدبودار چیزوں سے کراہت کرتے اور وضو کرتے وقت ہمیشہ مسواک کرتے۔ کبھی اپنے غلام کو اور کبھی دوسرے کسی شخص کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور جو سواری مل جاتی اس پر سوار ہو جاتے۔ کبھی گھوڑے، کبھی خچر اور کبھی گدھے پر سوار ہوتے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ فقرا اور مساکین کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور صاحبان علم و صلاح و اخلاق حسنہ کو دوست رکھتے اور ہر قوم کے شریف و بزرگ سے تالیفِ قلب کرتے اور اپنے قرابت داروں سے نیکی کرتے بغیر اس کے کہ انہیں دوسروں پر ترجیح دیتے سوائے ان چند چیزوں کے جن کا خدا نے حکم دیا تھا اور ہر شخص کے ادب کا خیال رکھتے اور جو شخص کوئی عذر پیش کرتا اس کے عذر کو قبول کرتے اور سوائے نزول قرآن اور موعظہ کے زیادہ تبسم فرماتے اور کبھی آپؐ کے قہقہہ کی آواز بلند نہیں ہوئی۔ کھانے اور لباس میں اپنے غلاموں سے زیادتی نہ فرماتے۔ کبھی کسی کو گالی نہ دی اور کبھی اپنی بیویوں اور خدمت گاروں کو نفرین نہیں کی اور نہ گالی دی اور ہر آزاد غلام یا کنیز جو کوئی حاجت لے کر آتا تو اس کے ساتھ ہو لیتے اور تند خو نہیں تھے اور کسی تنازعہ میں آپؐ کی آواز بلند نہ ہوتی تھی اور برے کو نیکی سے بدلہ دیتے اور جس کے قریب پہنچتے تو سلام فرماتے اور مصافحہ سے ابتدا کرتے اور جس جگہ بیٹھتے ذکر خدا کرتے اور زیادہ تر آپؐ قبلہ رخ بیٹھتے اور جو کوئی آپؐ کے پاس آتا اس کی عزت کرتے اور کبھی کبھی اپنی چادر بھی اس کے لیے بچھاتے اور اپنا تکیہ اس کے حوالے کر دیتے۔ رضا و رغبت آپؐ حق

بات کہنے سے مانع نہ ہوتے۔ کھیرا کبھی کھجور اور کبھی نمک کے ساتھ کھاتے اور تر میووں میں سے خربوزہ اور انگور کو زیادہ پسند فرماتے اور آپ کی اکثر خوراک پانی اور خرما یا دودھ اور خرما تھی۔ گوشت ثرید اور کدو کو زیادہ پسند کرتے۔ شکار نہیں کرتے تھے لیکن شکار کا گوشت کھا لیتے۔ پنیر اور گھی کھاتے اور گوسفند کے اگلے پاؤں اور کتف (کندھے) کا گوشت کھا لیتے، کدو کا شوربا اور سالن کے طور پر سرکہ اور کھجوروں میں عجوہ اور سبزیوں میں سے کاسنی اور بافرورج (جو پہاڑی خوشبودار بوٹی ہے) کو اور نرم سبزی کو پسند کرتے۔

شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ آپ کی تواضع و انکساری اس درجہ کی تھی کہ آپ جنگ خیبر و بنی قریظہ و بنی النضیر میں گدھے پر سوار تھے کہ جس کی لگام اور جل خرمے کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ آپ بچوں اور عورتوں کو سلام کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ سے گفتگو کے دوران کانپ رہا تھا۔ فرمایا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں اور انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں دس سال تک حضور کا خادم رہا ہوں آپ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام مجھ سے ہو گیا ہوتا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام مجھ سے رہ جاتا یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ کے افطار کے لیے الگ اور سحری کے لیے الگ پینے کی چیز کا انتظام ہوتا اور کبھی کبھی صرف ایک ہی وقت کا ملتا اور وہ پینے کی چیز کبھی دودھ اور کھانے کے لیے کبھی روٹی جو پانی میں بھگوئی جاتی تھی۔ پس میں نے ایک دفعہ آپ کے لیے شربت مہیا کیا۔ آپ نے آنے میں دیر لگا دی میں نے خیال کیا کہ کسی صحابی نے آپ کی دعوت کی ہے تو میں نے وہ شربت خود پی لیا۔ نماز عشا سے ایک گھنٹہ بعد آپ تشریف لائے۔ آپ کے ایک ساتھی سے میں نے پوچھا کیا نبی اکرمؐ نے کہیں افطار کیا ہے یا کسی نے آپ کی دعوت کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پس وہ پوری رات میں نے سخت غم و اندوہ میں کاٹی جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس فکر میں کہ شاید حضور مانگیں اور وہ شربت انھیں نہ مل سکے اور آپ دن کو بھی بھوکے رہیں اور یہی ہوا کہ آپ نے صبح روزہ سے کی اور اب تک آپ نے اس شربت کے متعلق نہیں پوچھا اور اُس کا ذکر تک نہیں فرمایا اور مطرزی نے کتاب مغرب میں لکھا ہے کہ مالک بن انس کا ایک مادری بھائی تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے اسے محزون و مغموم پایا تو اس کے متعلق پوچھا کہ کیا ہوا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس چڑیا کا بچہ تھا وہ مر گیا ہے تو حضرت رسول اللہؐ نے بطور مزاح فرمایا یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ اے عمیر! چڑیا کا بچہ کیا ہوا۔ روایت ہے کہ آپ ایک سفر میں تھے حکم دیا کہ کھانے کے لیے ایک گوسفند ذبح کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے میں ذبح کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا اس کی کھال میں اتاروں گا۔ تیسرا کہنے لگا میں اسے پکاؤں گا۔ آپ نے فرمایا لکڑیاں میں جمع کراؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم جو موجود ہیں ہم لکڑیاں جمع کریں گے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے آپ کو تم پر کوئی امتیاز یا ترجیح دوں کیونکہ خدا کسی بندہ سے یہ چیز پسند نہیں کرتا کہ اُسے کسی سے ترجیح دے۔

روایت ہے کہ مدینہ کے خدام و ملازمین نمازِ صبح کے بعد اپنے پانی کے برتن رسول اللہؐ کی خدمت میں لاتے تھے کہ آپ اپنا دست مبارک ان میں داخل کریں تاکہ وہ بابرکت ہو جائیں۔ بعض اوقات صبح کو سردی ہوتی تب بھی آپ اپنا ہاتھ ان میں ڈالتے

اور ناپسندی کا اظہار نہ کرتے اور آپؐ کے پاس چھوٹے بچوں کو بھی لاتے تھے تاکہ آپؐ کسی بچے کے لیے بابرکت ہونے کی دعا کریں یا اس کا نام تجویز فرمائیں۔ اس بچہ کے گھر والوں کی دلجوئی کے لیے اس بچہ کو آپؐ اپنی گود میں لے لیتے اور کبھی کبھی وہ بچہ آپؐ کے لباس پر پیشاب کر دیتا۔ پس حاضرین میں بعض لوگ شور مچاتے تو آپؐ فرماتے کہ اس کے پیشاب کو نہ روکو پس اس کو اپنی گود میں رہنے دیتے یہاں تک کہ وہ پیشاب کر لیتا پھر حضرتؐ اس بچہ کے لیے دعا فرماتے یا اس کا نام تجویز فرماتے تو اس کے گھر والے خوش ہو جاتے اور سمجھتے کہ آنحضرتؐ کو اس سے تکلیف محسوس نہیں ہوئی جب وہ لوگ چلے جاتے آپؐ اپنا لباس دھو لیتے۔

روایت میں ہے کہ امیرالمومنینؑ ایک کافر ذمی کے ہمسفر ہو گئے۔ اس ذمی شخص نے پوچھا آپؑ کہاں جا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! میں کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ جب ذمی کا راستہ کوفہ کے راستہ سے الگ ہونے لگا تو امیرالمومنینؑ نے کوفہ والا راستہ چھوڑ دیا اور اس شخص کے راستہ پر چلنے لگے وہ کہنے لگا یہ تو کوفہ کا راستہ نہیں کوفہ والا راستہ تو وہ ہے جس کو آپؑ چھوڑ آئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ وہ کہنے لگا پھر آپؑ میرے ساتھ کیوں آ رہے ہیں جبکہ آپؑ کو معلوم ہے کہ یہ آپؑ کا راستہ نہیں تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ساتھی سے خوش رفتاری کی تکمیل تب ہوتی ہے کہ اس سے جدا ہونے کے وقت کچھ مقدار اس کی مشایعت کی جائے اور یہی ہمارے پیغمبرؐ نے حکم دیا ہے۔ وہ ذمی کہنے لگا تمہارے نبیؐ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ وہ ذمی کہنے لگا پس انہیں افعال کریمہ اور صفات حمیدہ کی وجہ سے آنجنابؐ کا لوگوں نے اتباع کیا ہے اور میں آپ کو آپؑ کے دین کا گواہ سمجھتا ہوں۔ پس وہ شخص حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ پلٹ آیا اور اس نے آپؑ کو پہچانا تو اسلام لے آیا اور بوصیری نے کیا خوب کہا ہے۔ مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهُ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ اَنَّهُ بَشَرٌ وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ محمدؐ کونین و ثقلین کے سید و سردار ہیں اور دو گروہ عجم و عرب کے وہ خلقت و خُلق میں سب انبیاء سے بلند ہیں اور علم و کرم میں وہ ان کے قریب نہیں ہر ایک سمندر اور بارش کا پانی آپؐ سے التماس کرتا ہے آپؐ وہ ہیں جن کی حقیقت و صورت کے مکمل ہونے پر ارواح کے پیدا کرنے والے نے انہیں اپنا حبیب چن لیا ہے۔ پس آپؐ کا حقیقی علم و معرفت یہ ہے کہ آپ بشر ہوتے ہوئے خدا کی پوری مخلوق سے بہتر ہیں۔

انسؓ سے منقول ہے کہ میں نے نو سال تک آنحضرتؐ کی خدمت کی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپؐ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا اور میرے کسی کام میں عیب نکالا اور میں نے آپؐ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو نہیں سونگھی اور آپؐ جس کے ساتھ بیٹھتے آپؐ کے زانو اس کے زانو سے آگے نہ بڑھتا۔ ایک بدو ایک دن آیا اور اس نے آپؐ کی ردا اس سختی سے کھینچی کہ گردن مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا اور کہنے لگا کہ مالِ خدا میں سے مجھے کچھ دیجئے۔ آپؐ نے لطف و کرم سے رُخِ انور اس کی طرف کیا اور ہنسنے لگے اور آپؐ کے حکم سے اس کو عطیہ دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ بیشک آپؐ خلق عظیم پر ہیں۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا ادب سکھایا ہوا ہوں اور علیؑ میرا

ادب سکھایا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے سخاوت اور نیکی کا حکم دیا ہے اور بخل و جفا سے منع فرمایا ہے اور خدا کے نزدیک بخل اور بدخلقی سے کوئی صفت بدتر نہیں اور آپؐ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت اسد اللہ الغالبؑ فرماتے کہ جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا تو ہم آنحضرتؐ کی طرف پناہ لیتے اور کوئی شخص آپؐ سے زیادہ دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ جب آپؐ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپؐ اس کی بار بار تکرار کرتے تاکہ سائل کو اشتباہ نہ ہو۔ روایت ہے کہ آپؐ لہسن، پیاز، ساگ اور بدبودار سبزی نہیں کھاتے تھے اور کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ اگر آپؐ کو اچھا لگتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور مجلس میں تمام لوگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور سب سے آخر میں ہاتھ روکتے اور اپنے آگے سے کھاتے۔ سوائے کھجوروں کے کہ ان سب میں ہاتھ کو گردش دیتے اور پیالہ کو پوری طرح صاف کرتے اور انگلیوں کو ایک ایک کر کے چاٹتے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر چہرے پر پھیرتے۔ جب تک ممکن ہوتا تنہا کوئی چیز نہ کھاتے اور پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے اور تھوڑا سا پانی پی کر لبوں سے دور کرتے اور الحمد للہ کہتے۔ تین دفعہ ایسا کرتے۔ کبھی ایک سانس میں بھی پیتے۔ کبھی لکڑی کے برتن میں کبھی چمڑے اور کبھی مٹی کے ظرف میں پانی پیتے اور جب کوئی برتن نہ ہوتا تو دونوں ہاتھوں کو پُر کر کے نوش فرماتے اور کبھی مشک سے منہ لگا کر پیتے اور اپنے سر و ریش مبارک کو بیری کے خشک کوٹے ہوئے پتوں سے دھوتے اور تیل لگانے کو پسند اور پراگندہ مو رہنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ جب گھر میں داخل ہونے لگتے تو تین مرتبہ اجازت لیتے اور کسی کو اپنے سامنے کھڑا رہنے نہیں دیتے تھے اور کبھی دو انگلیوں سے کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ تین یا اس سے زیادہ انگلیوں سے کھانا کھاتے اور کوئی خوشبو آپؐ کے پسینہ کا مقابلہ نہ کرتی تھی اور کبھی بوئے بد آپؐ کے مشام تک نہ پہنچتی اور اپنا لعاب دہن جس چیز پر لگاتے اُس میں برکت پیدا ہو جاتی اور جس مریض پر ملتے وہ شفایاب ہوتا اور آپؐ ہر زبان میں گفتگو کر سکتے اور آپؐ لکھنے پڑھنے پر قادر تھے اگرچہ کبھی لکھا نہیں اور جس چوپائے پر آپؐ سوار ہوئے وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا تھا اور آپؐ جس پتھر یا درخت کے قریب سے گزرتے وہ آپؐ کو سلام کرتا۔ مکھی مچھر اور اس قسم کی چیزیں آپؐ کے جسم مبارک پر نہ بیٹھتی تھیں اور کوئی پرندہ آپؐ کے سر کے اوپر سے نہیں گزرتا تھا اور چلتے وقت نرم جگہ پر نشانِ قدم نہیں لگتا تھا اور کبھی کبھی آپؐ سخت پتھر پر قدم رکھتے تو نشانِ قدم جم جاتا تھا اور اس تمام تواضع و انکساری کے باوجود آپؐ کی ہیبت ایسی تھی کہ لوگ آپؐ کے چہرہ کی طرف نگاہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور آپؐ فرماتے کہ چند چیزوں کو میں کبھی ترک نہیں کروں گا۔ خاک پر بیٹھنا، غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانا، گدھے کی سواری کرنا، بکری کو ہاتھ سے دوہنا، پشم کا لباس پہننا اور بچوں کو سلام کرنا۔ وارد ہوا ہے کہ آپؐ مزاح فرماتے لیکن حرف باطل نہ کہتے تھے۔ منقول ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اس غلام کو کون خریدے گا یعنی بندۂ خدا کو۔ ایک دن ایک عورت اپنے شوہر کے حالات بیان کر رہی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ وہ کہنے لگی نہیں، جب اُس نے اپنے شوہر سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگا۔ حضرتؐ نے مزاح کیا ہے اور سچ فرمایا ہے۔ ہر شخص کے آنکھوں کی سفیدی سیاہی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ انصار میں سے ایک بڑھیا نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ

میرے لیے بہشت کی دعا کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا بڑھیا عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت رونے لگی تو حضرتؐ ہنسے اور فرمایا وہ جوان و باکرہ ہو کر جنت میں جائیں گی۔ اور آپؐ کی ایک دوسری بڑھیا۔ بلال اور عباسؓ دوسرے لوگوں سے مزاح کرنے کی حکایات مشہور ہیں۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرتؐ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی فلاں شخص نے میرا بوسہ لیا ہے۔ حضرتؐ نے اُس کو بلایا اور فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ وہ کہنے لگا اگر میں نے یہ بُرا کام کیا ہے تو وہ مجھ سے اس کا قصاص لے لے یعنی اس بُرے کام کی تلافی کرے۔ آپؐ ہنسے اور فرمایا پھر ایسا نہ کرنا کہنے لگا نہیں کروں گا۔

مؤلف کہتا ہے جو عقلمند نظر انصاف سے تدبر و تامل کرے ان چیزوں میں جو ہم نے حضرتؐ کے اخلاقِ حسنہ اور اطوار حمیدہ میں سے ذکر کی ہیں وہ علم الیقین سے آپؐ کی حقیقتِ نبوت کو پہچان لے گا۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ اخلاق شریفہ معجزہ کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ حضرتؐ نے ایک ایسے گروہ میں نشوونما پائی جو تمام اخلاقِ حسنہ سے عاری تھے اور ان کا دار و مدار عصبیت، عناد، نزاع، تغایر، تحاسد اور فتنہ و فساد پر تھا اور حج میں وہ جانوروں کی طرح ننگے ہو جاتے تھے۔ وہ کعبہ کے گرد تالیاں اور سیٹیاں بجاتے اور کودتے تھے جیسا کہ خدائے تعالیٰ ان کی حالت کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً یعنی اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے تالیاں بجانے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی اور جن لوگوں کی نماز ایسی ہو تو معلوم ہے کہ ان کے باقی اطوار و عادات کیسے ہونگے۔ اس وقت جبکہ تیرہ سو سال حضرتؐ کی بعثت کو گزر گئے ہیں اور آپؐ کی شریعت مقدسہ نے طوعاً و کرھاً ان کی اصلاح کی ہے۔ جو شخص صحرائے مکہ میں جائے انہیں دیکھے تو سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانیت کے کس درجہ اور آدمیت کے کس مرحلہ میں ہیں آنحضرتؐ ایسے بدوؤں میں پیدا ہوئے۔ تمام آداب حسنہ اخلاق مستحسنہ اور اطوار حمیدہ کے ساتھ پیدا ہوئے جو کہ حلم و علم و کرم و سخاوت و عفت و شجاعت و مروت اور باقی صفات کمال ہیں کہ علمائے فریقین نے اس سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عشر و عشیر کا احصاء و شمار نہیں کر سکے اور عجز کا اعتراف کیا ہے۔ واللہ العالم

پانچویں فصل

حضرت رسولِ خُدا کے مختصر معجزات

واضح ہو کہ رسولِ خدا کے اتنے معجزات تھے کہ جتنے آپؐ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کے پاس نہیں تھے اور تمام انبیاء کے معجزات کی نظیر و مثیل آپ سے معجزات ظہور پذیر ہوئے اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ آپؐ کے معجزات چار ہزار چار سو چالیس ہیں جن میں سے تین ہزار ذکر ہوئے ہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ آپؐ کے تمام اقوال و اطوار و اخلاق معجزہ ہیں۔ خصوصاً حضرتؐ کا غیب کی خبریں دینا جیسا کہ ان کی طرف اشارہ آئے گا۔ علاوہ ان معجزات کے جو کہ آپؐ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے وقت ظہور میں آئے ہیں جیسا کہ اہلِ اطلاع پر ظاہر و روشن ہے اور زیادہ قوی اور زیادہ باقی رہنے والا آپؐ کا معجزہ قرآن مجید ہے کہ جس کی مثل لانے سے تمام فصحاء و بلغاء عاجز رہے اور اپنے عجز کا اقرار کیا اور جس نے بھی قرآن کے مقابلہ میں چند کلمے پیش کیے وہ مفتضح اور رسوا ہوا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ۔ مسیلمہ کے کلمات میں سے ہیں:

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا فَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا فَالْخَابِزَاتِ خُبْزًا جو سورۂ "والذاریات" کے مقابلہ میں اس نے کہے اور سورہ کوثر کے مقابلہ میں کہا: اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْجَمَاهِرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْكَافِرُ

اور اسود کے کچھ جملے ہیں جو وہ سورہ "بروج" کے مقابلہ میں لایا: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الْمُرُوْجِ وَالنِّسَاءِ ذَاتِ الْفُرُوْجِ وَالْخَيْلِ ذَاتِ السُّرُوْجِ وَنَحْنُ عَلَيْهَا نَمُوْجُ۔ بَيْنَ اللَّوَى وَالْفَلَجِ اور یہ فقرے بھی اسی کے ہیں يَا ضِفْدَعُ بِنْتَ ضِفْدَعَيْنِ۔ نُقِّي نُقِّي كَمْ تَنْقِيْنَ۔ لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ اَعْلَاكِ فِي الْمَاءِ وَاَسْفَلُكِ فِي الطِّيْنِ۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ یہ ناہموار فقرے مسیلمہ اور اسود نے تیار کیے اور کافی لوگوں کے سامنے پڑھے۔ حالانکہ دونوں عرب تھے اور کسی عرب نے ایسا بیہودہ کلام نہیں کہا تھا اور اگر کوئی کہے بھی تو اس کا قبح اسے معلوم ہو جائے اور کسی کے سامنے کہنے کی جرأت نہ کرے۔ اگر کوئی شخص مختصر طور پر اعجاز قرآن پر مطلع ہونا چاہے تو وہ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ کی کتاب حیٰوۃ القلوب جلد دوم کے باب چہارم کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس کتاب میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ بہرحال اس مبارک کتاب میں آنحضرتؐ کے معجزات کی چند انواع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نوع اول وہ معجزات ہیں جن کا تعلق اجرام سماویہ کے ساتھ ہے۔ مثلاً شق قمر، ردّ شمس، بادل کا سایہ کرنا، بارش اور میوؤں کا آسمان سے نازل ہونا اور اس قسم کی دوسری چیزیں۔ اور یہاں ہم چار امور کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلا امر چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ خداوند عالم فرمایا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یعنی قیامت نزدیک ہوئی اور چاند دو ٹکڑے ہوا اور اگر کوئی آیت و معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں پیوستہ جادو ہے۔ اکثر مفسرین خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب قریش نے مکہ میں آنحضرتؐ سے معجزہ طلب کیا۔ حضرتؐ نے چاند کی طرف اشارہ

کیا اور قدرت خدا سے وہ دو ٹکڑے ہوگیا اور بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ ذی الحج کی چودہ تاریخ کی رات کا ہے۔
دوسرا امر علماء خاصہ و عامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ اسماء بنت عمیس اور دوسرے لوگوں سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ نے حضرت امیرالمؤمنین کو کسی کام کے لیے بھیجا جب نماز عصر کا وقت ہوا اور نماز عصر پڑھی جاچکی تو حضرت امیرؑ آئے جب کہ آپؑ نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنا سر مبارک حضرت امیرؑ کے زانو پر رکھ دیا اور سو گئے۔ اسی اثناء میں وحی نازل ہونے لگی۔ آپؐ نے اپنا سر کپڑے سے لپیٹ لیا اور وحی سننے لگے۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب کے نزدیک ہوگیا جب وحی ختم ہوئی تو حضرتؐ نے پوچھا اے علیؑ نماز پڑھ لی ہے۔ عرض کیا کہ نہیں اے اللہ کے رسولؐ کیونکہ میں آپؐ کے سر مبارک کو اپنے دامن سے دور نہیں کر سکا پس حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: "خدایا علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مشغول تھا پس اس کے لیے سورج پلٹا دے۔" اسماء کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ سورج پلٹ آیا اور اتنا بلند ہوا کہ زمین پر اس کی روشنی پڑی اور نماز عصر کی فضیلت کا وقت ہوا اور حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ پھر دوبارہ سورج ڈوب گیا۔ (مترجم کہتا ہے کہ تاریخ سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ بہت سی روایات میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت امیرؑ نے اشارہ سے نماز پڑھ لی تھی۔ البتہ مکمل رکوع و سجود چونکہ بجا نہیں لائے تھے لہٰذا تکمیل ہیئت نماز کے لیے سورج پلٹایا گیا تھا)

تیسرا امر۔ نیز خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے کہ جب قبائل عرب نے آنحضرتؐ کو اذیت پہنچانے میں ایک دوسرے سے اتفاق کر لیا تو حضرتؐ نے عرض کیا: "خداوندا قبائل مضر پر اپنا عذاب سخت کر دے اور ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط نازل ہوا" پس سات سال تک بارش نہ ہوئی اور مدینہ میں بھی قحط پڑ گیا۔ ایک اعرابی حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور عرب کی طرف سے استغاثہ کیا کہ ہمارے درخت خشک ہو گئے ہیں اور ہماری گھاس ختم ہو چکی ہے اور دودھ ہمارے چوپاؤں اور عورتوں کے پستانوں میں نہیں رہا اور ہمارے چوپائے ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی اور بارش کے لیے دعا مانگی۔ آپؐ کی دعا کے دوران ہی بارش ہو گئی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ اتنی بارش ہوئی کہ اہل مدینہ نے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہمیں ڈر ہے کہ غرق نہ ہو جائیں اور ہمارے گھر نہ گر پڑیں۔ پس حضرتؐ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا خدایا ہمارے اردگرد نہ ہم پر۔ جس طرف آپؐ اشارہ کرتے بادل ہٹ جاتا۔ پس بادل مدینہ سے دور ہو گیا اور مدینہ کے اردگرد تاج کی طرح حلقہ بن گیا اور اطراف میں سیلاب کی طرح برسنے لگا اور مدینہ پر ایک قطرہ بھی نہیں برستا تھا اور ایک ہفتہ تک وادیوں میں پانی جاری رہا پھر آپؐ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر ابوطالبؑ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں۔" بعض اصحاب نے عرض کیا۔ کیا آپؐ کو ان کا یہ شعر یاد آیا ہے: وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ - ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ یتیموں کی پناہ

اور بیواؤں کا سہارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "ہاں"۔

چوتھا امر ۔ سند معتبر کے ساتھ ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب سیدہ رسول خداؐ کے پاس آئیں، انہوں نے حسنؑ و حسینؑ کو اٹھا رکھا تھا۔ حریرہ (ایک کھانا ہے) پکا کر اپنے ساتھ لائی تھیں۔ جب حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا میرے پسر عم کو بلا لاؤ۔ جب حضرت امیرؑ حاضر ہوئے تو آپؐ نے امام حسنؑ کو دائیں زانو پر امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا اور علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے اور پیچھے بٹھایا اور انہیں خیبری چادر اوڑھا دی اور تین مرتبہ فرمایا: "خدایا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں پس ان سے شک گناہ کو دور رکھ اور انہیں ایسا پاک رکھ جیسا پاک رکھنے کا حق ہے" میں دہلیز میں کھڑی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں ان میں سے ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا تمہاری بازگشت اور انجام بالخیر ہے لیکن تم ان میں سے نہیں ہو۔ پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور ایک طبق انار و انگور بہشت کا لے آئے حضرتؐ نے وہ انار اور انگور اپنے ہاتھ میں لیے تو دونوں تسبیح خدا کرنے لگے اور آپؐ نے ان میں سے کچھ کھائے پھر حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھ میں رکھے اور ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی کھایا۔ پھر علیؑ کے ہاتھ میں دیئے تو بھی تسبیح کہی اور آپؑ نے بھی تناول کیے۔ پس صحابہ میں سے ایک شخص اندر آیا اور اس نے چاہا کہ انار و انگور کھائے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ میوے نبیؐ۔ وصیؑ نبی اور فرزند نبی کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا۔

دوسری نوع وہ معجزات ہیں جو آنحضرتؐ سے جمادات و نباتات میں ظاہر ہوئے۔ مثلاً پتھر اور درخت کا آپؐ کو سلام کرنا اور درخت کا آپؐ کے حکم سے چلنا اور سنگریزہ کا آپؐ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنا اور عکاشہ کے لیے جنگ بدر میں اور جنگ احد میں عبداللہ بن جحش کے لیے لکڑی کا تلوار ہو جانا اور کھجور کے پتوں کا آنحضرتؐ کے معجزہ سے ابو دجانہ کے لیے تلوار ہو جانا اور سراقہ کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کا زمین میں دھنس جانا۔ جب ابتدائے ہجرت میں وہ آپؐ کے پیچھے لگا اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں اور ہم یہاں چند امور کو ذکر کریں گے۔

پہلا امر ۔ خاصہ اور عامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مسجد بنائی تو مسجد کے پاس کھجور کا ایک خشک پرانا درخت تھا۔ جب آپؐ خطبہ دیتے تو اس درخت سے ٹیک لگا لیتے۔ پس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپؐ کے لیے منبر بنا دوں تاکہ خطبہ کے وقت آپؐ اس پر تشریف فرما ہوں۔ جب اجازت ملی تو اس نے حضرتؐ کے لیے منبر بنایا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ حضرتؐ تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے۔ جب پہلی دفعہ حضرتؐ منبر پر بیٹھنے لگے تو اس درخت سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں آواز نکالتی ہے۔ پس حضرتؐ منبر سے اترے اور اس درخت کو اپنی بغل میں لیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں اس کو بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک گریہ و نالہ کرتا رہتا اور اس کو حنانہ کہا جاتا تھا۔ یہ درخت اسی طرح رہا یہاں تک کہ بنی امیہ نے مسجد کو خراب کیا اور نئے سرے سے بنانے لگے اور اس درخت کو کاٹ دیا اور دوسری روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھیڑ کر منبر کے نیچے دفن کر دو۔

دوسرا امر۔ نہج البلاغہ اور دوسری کتب میں، امیرالمومنینؑ سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں اُس دن رسولؐ خدا کے ساتھ تھا جب اشراف قریش حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے محمدؐ تو ایک بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے جو تیرے آباؤ اجداد اور رشتہ داروں میں کسی نے نہیں کیا تو ہم تجھ سے ایک چیز کا سوال کرتے ہیں۔ اگر ہمارا جواب تو دے سکے تو ہم سمجھیں گے کہ تو پیغمبر اور رسول ہے اور اگر نہ دے سکے تو ہم جان لیں گے کہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا کیا سوال ہے۔ وہ کہنے لگے تم ہمارے کہنے سے اس درخت کو بلاؤ یہ اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر تمہارے سامنے آکھڑا ہو۔ آپؐ نے فرمایا "خدا ہر چیز پر قادر ہے اگر وہ ایسا کر دکھائے تو تم ایمان لے آؤ گے؟" کہنے لگے کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا، "میں تمہارے مطالبہ کو پورا کر دیتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم ایمان نہیں لاؤ گے اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو جنگ بدر میں مارا جائے گا۔ اور بدر کے کنوئیں میں ڈالا جائے گا اور ایک گروہ ایسا ہے جو لشکر کشی کرے گا اور مجھ سے جنگ کرنے آئے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے درخت اگر تو خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں تو حکم خدا سے اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر میرے سامنے آجا پس اس خدا کے حق کی قسم ہے کہ جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا وہ درخت جڑوں سمیت زمین سے اکھڑ گیا اور آپؐ کی طرف سخت آواز کے ساتھ چل پڑا اور اس کی آواز پرندوں کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی طرح تھی یہاں تک کہ وہ آپؐ کے پاس آکے کھڑا ہو گیا اور آپؐ کے سرِ مبارک پر سایہ کیا اور اپنی بڑی شاخ آنحضرتؐ کے سر پر اور دوسری شاخ میرے سر پر پھیلا دی جبکہ میں آپؐ کی دائیں طرف کھڑا تھا۔ جب انہوں نے یہ واضح معجزہ دیکھا تو از روئے تکبر کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور دو ٹکڑے ہو کر آدھا تمہاری طرف آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رُکا رہے۔ حضرتؐ نے اس کو حکم دیا اور وہ پلٹ گیا اور اس کا آدھا حصہ جُدا ہو کر باصدائے عظیم تیزی کے ساتھ دوڑا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور اپنے دوسرے حصہ کے ساتھ مل جائے۔ حضرتؐ نے حکم دیا تو ایسا ہی ہوا جس طرح انہوں نے چاہا تھا تو میں نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پہلا شخص جو آپؐ پر ایمان لایا وہ میں ہوں اور پہلا وہ شخص جو اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ اس درخت نے کیا یہ آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپؐ کی تعظیم کے لیے کیا ہے وہ میں ہوں۔ پھر وہ تمام کفار کہنے لگے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے اور تیرے پاس عجیب و غریب جادو ہیں اور تیری تصدیق اس جیسے افراد ہی کرتے ہیں جو تیرے پہلو میں کھڑا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے یہ معجزہ جو حضرت امیرالمومنینؑ نے حضرتِ رسولؐ اکرم سے درخت کے حرکت کرنے کے سلسلہ میں نقل کیا ہے یہ قصہ ابرہہ اور ابابیل سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ حضرت علیؑ اپنے آپ کو وصی رسولؐ اور امام مفترض الطاعۃ اور صادق و مصدق رسول سمجھتے تھے۔ مسجد کوفہ میں منبر کے اوپر جبکہ بیس ہزار افراد آپ کے منبر کے سامنے بیٹھ کر سن رہے تھے یہ فرمایا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے وقت میں رسولؐ خدا کی طرف غلط نسبت دیتے اور کہتے کہ حضورؐ نے درخت کو بلایا اور درخت نے آپؐ کی فرمانبرداری کی کیونکہ جس وقت حضرت علیؑ یہ روایت بیان کر رہے تھے تو کچھ لوگ ایسے موجود تھے جو علیؑ کے ساتھ درخت

یہ حرکت کرنے کے وقت موجود تھے اور حضرت امیرالمؤمنینؑ کے خطبہ میں کوئی تحریف بھی نہیں کر سکتا کیونکہ کسی شخص میں یہ فصاحت و بلاغت نہیں تھی۔ علاوہ ازیں ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک آپؑ کے خطبے علماء کے پاس منضبط اور محفوظ ہیں۔

تیسرا امر: راوندی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ مقام جعرانہ کی طرف جنگ حنین کے بعد پلٹ آئے اور صحابہ کے درمیان مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو صحابہ آپؐ کے پیچھے آ رہے تھے اور آپؐ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آپؐ انہیں جوابات دیتے جا رہے تھے یہاں تک حضرتؐ کو مجبور کر دیا کہ ایک درخت کے پاس جا کر اس سے اپنی پشت لگا دی۔ پھر بھی لوگوں نے ہجوم کیا اور آپؐ کو اذیت پہنچائی یہاں تک کہ آپؐ کی پشت مبارک زخمی ہو گئی اور آپؐ کی ردا درخت سے اٹک گئی پھر آپؐ اس درخت کو چھوڑ کر دوسری طرف ہو گئے اور فرمایا میری ردا تو دے دو۔ خدا کی قسم اگر مکہ اور یمن کے درختوں جتنے گوسفند میرے پاس ہوں تو وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دوں گا اور مجھے ڈرنے والا اور بخیل نہ پاؤ گے پس ماہ ذیقعدہ میں آپؐ مقام جعرانہ سے باہر آئے اور آپؐ کی پشت مبارک کی برکت سے وہ درخت کبھی خشک نہ ہوا اور ہر فصل میں ہمیشہ تر و تازہ رہتا تھا گویا ہمیشہ اس پر پانی ڈالا جاتا ہو۔

چوتھا امر: ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ قریش نے طفیل ابن عمرو سے کہا کہ جب مسجد الحرام میں جاؤ تو اپنے کان روئی سے بند کر لو تاکہ محمدؐ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہ سن سکو، کہیں تمہیں فریب اور دھوکا نہ دے دے۔ جب وہ مسجد الحرام میں گیا جتنی زیادہ روئی وہ اپنے کان میں ٹھونستا آپؐ کی آواز اُسے زیادہ سنائی دیتی پس وہ اس معجزہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور وہ میری اطاعت کرتے ہیں اگر مجھے کوئی علامت یا نشانی عطا فرمائیں تو میں ان کو دعوت اسلام دے سکتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا "خدایا اسے کوئی علامت عطا فرما جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کر گیا تو اُس کے عصا کے سرے سے قندیل کی طرح نور ساطع تھا۔

تیسری نوع: وہ معجزات ہیں جو جانوروں میں ظاہر ہوئے۔ مثلاً آل ذریح کے گوسالہ کا کلام کرنا اور اس کا لوگوں کو حضرتؐ کی نبوت کی دعوت دینا، شیرخوار بچوں کا آپؐ سے بات کرنا اور بھیڑیے، اونٹ، سوسمار، چڑیا اور زہر آلود گوسفند وغیرہ کا کلام کرنا اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں یہاں ہم چند امور پر اکتفا کرتے ہیں:

پہلا امر: راوندی اور ابن بابویہ نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ ایک صحرا میں جا رہے تھے اچانک آپؐ نے سنا کہ کوئی پکار رہا ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے دیکھا۔ کوئی شخص نظر نہ آیا۔ دوبارہ آواز آئی آپؐ نے دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہ آیا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے ایک بندھی ہوئی ہرنی کو دیکھا۔ وہ ہرنی کہنے لگی اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں جا کر انہیں دودھ پلا کے واپس آ جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تو ایسا کرے گی۔ عرض کرنے لگی اگر میں ایسا نہ کروں تو خدا مجھے چونگی وصول کرنے والوں جیسا عذاب کرے۔ آپؐ

نے اُسے چھوڑ دیا وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر بہت جلدی واپس آگئی اور حضرتؐ نے اسے باندھ دیا۔ جب اعرابی نے یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا یا رسول اللہ اس کو چھوڑ دیجئے۔ آپؐ نے جب اسے چھوڑا وہ دوڑتے ہوئے کہتی جا رہی تھی اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اس ہرنی کو ایک یہودی نے شکار کیا تھا۔ جب وہ اپنے بچوں کے پاس گئی اور اپنی داستان بیان کی تو وہ کہنے لگے حضرت رسولؐ کرم تمہارے ضامن ہیں اور وہ منتظر ہوں گے۔ ہم دودھ نہیں پیتے جب تک آپؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں پس جلدی سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی تعریف کرنے لگے اور اپنے منہ آپؐ کے پاؤں سے ملتے تھے۔ پس یہودی رونے لگا اور مسلمان ہو گیا۔ اور ہرنی کو چھوڑ دیا اور اس جگہ مسجد بنائی گئی اور حضرتؐ نے ان ہرنوں کی گردن میں نشانی کے طور پر زنجیر ڈال دی اور فرمایا تمہارا گوشت میں شکاریوں پر حرام قرار دیتا ہوں۔

دوسرا امر: ایک گروہ علماء نے بہت سے اسناد کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اونٹ آیا اور حضرتؐ کے پاس بیٹھ گیا اور اُس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور فریاد کرنے لگا۔ عمر نے کہا یا رسول اللہ یہ اونٹ آپؐ کو سجدہ کر رہا ہے تو ہم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں حضرتؐ نے فرمایا بلکہ خدا کو سجدہ کرو۔ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ اونٹ اپنے مالکوں کی شکایت کرنے کیلئے آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان کی ملکیت میں داخل ہوا ہوں اب تک وہ مجھ سے کام لیتے رہے اب میں بوڑھا، نابینا، کمزور اور عاجز ہو چکا ہوں تو وہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے کسی کو بھیج کر اونٹ کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ یہ اونٹ تمہاری یہ شکایت کرتا ہے عرض کیا سچ کہتا ہے ہم ولیمہ کر رہے ہیں چاہتے ہیں کہ اسے نحر کریں۔ آپؐ نے فرمایا اسے نحر نہ کرو۔ مالک نے عرض کیا ایسا ہی ہوگا۔

تیسرا امر: راوندی اور ان کے علاوہ دوسرے خاصہ و عامہ محدثین نے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا کا آزاد کردہ غلام سفینہ کہتا ہے کہ حضرتؐ نے مجھے ایک جنگ پر بھیجا اور ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ ہماری کشتی ٹوٹ گئی تمام ساتھی اور مال و متاع غرق ہو گیا اور میں ایک تختہ پر رہ گیا۔ مجھے موج دریا نے ایک پہاڑ پر پہنچا دیا۔ دوبارہ ایک موج آئی جس نے دریا میں پھینک دیا۔ پھر ایک لہر نے مجھے پہاڑی پر پہنچایا اور کئی دفعہ ایسا ہوا۔ بالآخر مجھے ساحل پر پھینک دیا۔ دریا کے کنارے پر گردش کر رہا تھا اچانک ایک شیر بیشہ سے نکلا اور مجھے ہلاک کرنے کا قصد کیا۔ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اور اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا کہ میں تیرا بندہ اور تیرے رسولؐ کا آزاد کردہ ہوں مجھے غرق ہونے سے تو نے نجات دی ہے، کیا اب مجھ پر شیر کو مسلط کر رہا ہے۔ پس میرے دل میں خیال آیا کہ کہوں اے درندہ میں سفینہ رسولؐ خدا کا غلام ہوں آپؐ کے احترام کی آپ کے غلام کے حق میں رعایت کرو۔ خدا کی قسم جب میں نے یہ کہا تو اس نے غرانا ختم کر دیا اور بلی کی طرح میری طرف بڑھا اور خود کو کبھی میرے دائیں پاؤں کے ساتھ اور کبھی بائیں پاؤں سے ملتا تھا اور میرے چہرہ کی طرف دیکھتا تھا۔ پس وہ لیٹ گیا اور مجھے اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہوا تو فوراً مجھے ایک ایسے جزیرہ میں لے گیا جہاں بہت سے

میوہ دار درخت اور میٹھا پانی تھا۔ پس اس نے اشارہ کیا کہ اتر جاؤ اور وہ میرے سامنے کھڑا رہا۔ میں نے پانی پیا اور میوے توڑے اور چند پتوں کے ساتھ ستر عورتین کیا اور کچھ پتوں کی خرجین بنائی اور اسے ان میووں سے پُر کیا اور جو کپڑا میرے پاس تھا اس کو پانی سے تر کیا اور ساتھ لیا کہ اگر مجھے پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسے نچوڑ کر پیوں گا۔ جب میں فارغ ہو چکا تو وہ دوبارہ لیٹ گیا اور اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہو گیا تو وہ دوسرے راستہ سے دریا کے کنارے لے آیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک کشتی دریا میں جا رہی ہے۔ میں نے اپنے کپڑے کو ہلایا یہاں تک کہ انھوں نے مجھے دیکھ لیا جب وہ میرے نزدیک آئے تو مجھے شیر پر سوار دیکھا تو انہیں بڑا تعجب ہوا اور وہ خدا کی تسبیح و تہلیل کرنے لگے اور کہتے تھے کہ تو جن ہے یا انسان۔ میں نے کہا میں سفینہ رسولِ خدا کا غلام ہوں اور یہ شیر اس بشیر و نذیر کے حق کی رعایت میں میرا اسیر و مطیع ہے اور یہ میرا احترام کر رہا ہے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرتؐ کا نام سنا تو انھوں نے کشتی کا بادبان نیچے کیا اور کشتی لنگر انداز کی اور دو آدمی چھوٹی سی کشتی میں بٹھائے اور میرے لیے کپڑے بھیجے تاکہ میں انہیں پہن لوں۔ میں شیر کی پیٹھ پر سے اترا اور شیر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور وہ دیکھتا رہا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پس انہوں نے کپڑے میری طرف پھینکے اور میں نے وہ پہن لیے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ آؤ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں کشتی تک لے چلوں ایسا نہ ہو کہ شیر آپؐ کی امت کی نسبت آپکے حق کا زیادہ احترام کرے۔ پس میں شیر کے پاس گیا اور کہا کہ خداوند عالم تمہیں رسولِ خدا کی طرف سے جزائے خیر دے۔ جب میں نے یہ کہا تو خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی جب تک میں کشتی میں پہنچ نہیں گیا اور وہ میری طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

چوتھا امر: علماء حدیث نے روایت کی ہے کہ جب حضورؐ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو لوگوں سے بہت دور چلے جاتے۔ ایک دن آپؐ ایک بیابان میں قضائے حاجت کے لیے گئے اور اپنا موزہ اتارا اور قضائے حاجت کے بعد وضو کیا اور جب موزہ پہننے لگے تو سبز پرندہ جسے سبز قبا کہتے ہیں فضا سے اترا اور آپؐ کا موزہ اٹھا لیا اور فضا میں بلند ہو کر اسے پھینک دیا تو ایک سیاہ سانپ اس سے نکلا اور ایک روایت ہے کہ آپؐکے موزہ سے سانپ کو نکال لے گیا اسی وجہ سے آپؐ نے اس پرندہ کے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ فقیر کہتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ حضرت امیرؑ سے بھی منقول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ابو الفرج نے مدائنی سے روایت کی ہے کہ سید حمیری کناسہ کوفہ میں اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا جو شخص حضرت امیرؑ کی کوئی فضیلت نقل کرے جو میں نے نظم نہ کی ہو تو میں اسے یہ گھوڑا اور جو کچھ میرے اوپر ہے وہ سب دے دوں گا۔ پس محدثین ان احادیث کو بیان کرنے لگے جو حضرتؑ کی فضیلت میں تھیں اور سید اپنے اشعار پڑھتے جو اس فضیلت کو متضمن ہوتے، یہاں تک کہ ایک شخص نے ابو الزغل مرادی سے حدیث بیان کی کہ وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امیرؑ کی خدمت میں تھا کہ آپؑ نماز کے لیے وضو کرنے لگے۔ اور اپنا موزہ اتار کر رکھ دیا۔ سانپ آپؑکے جوتے میں داخل ہوا جب آپ نے

جوتا پہننے کا ارادہ کیا تو ایک کوا ظاہر ہوا اور اُس نے موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جاکر پھینکا تو وہ سانپ اُس سے باہر نکلا۔ جب سید نے یہ فضیلت سُنی تو جو وعدہ کیا تھا اس شخص کو دیا اور اس واقعہ کو اشعار میں نظم کیا کہا:

؎ اَلَا یَا قَوْمِ لِلْعَجَبِ الْعُجَابِ ـ لِخُفِّ اَبِی الْحُسَیْنِ وَلِلْحُبَابِ الخ

چوتھی نوع : آپؑ کے وہ معجزات جو مُردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے سے متعلق ہیں اور وہ معجزات جو آپؑ کے اعضائے شریفہ سے ظہور میں آئے مثلاً آپؐ کا لعابِ مبارک حضرت امیرؑ کی آنکھوں میں ڈالنا اور اس کی برکت سے جناب امیرؑ کی آنکھوں کا ٹھیک ہو جانا اور اس ہرن کا زندہ ہونا کہ جس کا گوشت آپؐ نے کھایا تھا اور اس انصاری کی بکری کے بچہ کو زندہ کرنا جس نے آپؐ کی دعوت کی تھی اور فاطمہؑ بنت اسد کا قبر میں آپؐ سے گفتگو کرنا اور آپؐ کا اس انصاری شخص کو زندہ کرنا کہ جس کی ماں نابینا اور بڑھیا تھی اور آنحضرتؐ کی برکت سے سلمہ بن اکوع کا زخم اچھا ہو جانا جو اُسے جنگ خیبر میں لگا تھا اور معاذ بن عفرا کے کٹے ہوئے ہاتھ کا مل جانا اور اچھا ہونا اور محمد بن سلمہ اور عبداللہ عتیک کے پاؤں کا درست ہو جانا اور آنحضرتؐ کی برکت سے قتادہ کی آنکھ سے نکلے ہوئے ڈھیلے کا پھر جڑ جانا اور کھجور کے چند دانوں سے کئی ہزار افراد کو سیر کرنا اور ایک گروہ کو اُن کے گھوڑوں اور اونٹوں سمیت اس پانی سے سیراب کرنا جو آپؐ کے انگشت ہائے مبارک سے جاری ہوا اور اس کے علاوہ دیگر واقعات اور ہم یہاں چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا امر : راوندی، طبرسی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک بچہ حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا کہ آپؐ اُس کے لیے دُعا فرمادیں۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ اس کا سر گنجا ہے آپؐ نے دستِ مبارک پھیرا اور فوراً اس میں بال اُگ آئے اور وہ شفایاب ہو گیا۔ جب یہ اطلاع اہلِ یمن کو ملی تو وہ ایک بچہ مسیلمہ کے پاس لائے تاکہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔ مسیلمہ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا اور اس کے سر کے بال گر گئے اور اس بدبختی نے اس کی اولاد میں بھی سرایت کی۔ فقیر کہتا ہے کہ اس قسم کے الٹے معجزات مسیلمہ سے کافی سرزد ہوئے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس نے اپنا نجس لعابِ دہن ایک کنوئیں میں پھینکا تو اس کا پانی شور ہو گیا۔ ایک دفعہ اس نے اپنا تھوک ایک ڈول میں پھینکا اور وہ کنوئیں میں ڈالا گیا تاکہ اس میں پانی زیادہ ہو جائے تو جو پانی پہلے اس میں موجود تھا وہ بھی خشک ہو گیا۔ ایک دفعہ اُس کے وضو کا پانی ایک باغ میں چھڑکا گیا تو پھر کبھی بھی اُس میں گھاس نہیں اُگی۔ ایک شخص نے اس سے کہا میرے دو بیٹے ہیں ان کے لیے دعا کرو۔ مسیلمہ نے ہاتھ بلند کر کے کچھ فقرے کہے جب وہ شخص گھر گیا تو اس کے ایک بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا تھا اور دوسرا کنوئیں میں گر گیا۔ ایک شخص کی آنکھیں درد کرتی تھیں جب اس نے اس کی آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا تو وہ نابینا ہو گیا۔ اس سے کہا گیا کہ ان الٹے معجزات کو کیا کرو گے تو وہ کہنے لگا کہ جس شخص کو میرے متعلق شک ہوگا تو اس پر میرا معجزہ الٹا اثر کرے گا۔

دوسرا امر : سید مرتضیٰ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نابغہ جعدی جو حضرتؐ کے شعراء میں سے تھا وہ آپؐ کی خدمت میں قصیدہ پڑھ رہا تھا جب اس شعر تک پہنچا بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَجُدُوْدُنَا ـ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ فَوْقَ ذٰلِکَ مَظْهَرًا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم عزت و کرم کے آسمان پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے بالاتر کی امید رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا آسمان سے اوپر کس چیز کا گمان رکھتے ہو۔ کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ جنت کا۔ حضرتؐ نے فرمایا تو نے خوب کہا خدا تیرے منہ کو نہ توڑے۔ راوی کہتا ہے میں نے اسے دیکھا جب کہ اس کی عمر ایک سو تیس سال کی ہو گئی تھی لیکن اس کے دانت عمدگی اور سفیدی میں گل بابونہ کی طرح تھے اور اس کا سارا بدن شکستہ ہو گیا سوائے اس کے منہ کے۔ ایک روایت ہے کہ جب اس کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ اس سے عمدہ نکل آتا۔

تیسرا امر: روایت ہے کہ ابوہریرہ چند کھجوریں آپؐ کی خدمت میں لایا اور دعائے برکت کی خواہش کی۔ آپؐ نے اپنی ہتھیلی پر کھجوریں پھیلا دیں اور دعا کی۔ فرمایا اس کو اپنی ٹوکری میں ڈال دو۔ جب چاہو ہاتھ ڈال کر خرمے نکالو۔ ابوہریرہ ہمیشہ اپنے اس توشہ دان سے خرمے کھاتا اور لوگوں کی مہمانی کرتا تھا۔ عثمانؓ کے قتل کے وقت اس کا گھر لوٹا گیا تو وہ ٹوکری بھی لے گئے۔ اس سے ابوہریرہ غمناک ہوا اور اس موقعہ پر اس نے یہ شعر کہا:

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِي فِي النَّاسِ هَمَّانِ ... هَمُّ الْجِرَابِ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانُ

لوگوں کے لیے تو ایک ہم و غم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک توشہ دان کا اور دوسرا عثمان کا

چوتھا امر: روایت ہے کہ حضرت نبی اکرمؐ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ابوالہیثم کے گھر میں گئے۔ ابوالہیثم کہنے لگا: مرحبا اے اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کوئی چیز میرے پاس ہو اور میں ایثار کروں میرے پاس جو کچھ تھا میں نے ہمسایوں کو بخش دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، تو نے اچھا کیا ہے۔ جبریلؑ نے ہمسایوں کے متعلق اتنی وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میراث بھی لیں۔ اچانک آپؐ نے گھر کے کنارہ پر ایک خشک کھجور کا درخت دیکھا حضرت علیؑ سے فرمایا، پانی کا ایک پیالہ لے آؤ۔ آپؐ نے اس میں کلی کی اور اس درخت پر چھڑکاؤ کیا۔ فوراً اس خشک درخت پر تازے خرمے لگ گئے۔ سب نے سیر ہو کر کھائے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہے جو تمہیں قیامت میں ملیں گی۔

پانچواں امر: راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک انصاری کے پاس بکری کا بچہ تھا۔ اس نے اسے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا اس میں سے کچھ پکاؤ اور کچھ بھون لو شاید رسول اکرمؐ ہمیں مشرف فرمائیں اور آج رات ہمارے گھر میں افطار کریں اور وہ مسجد میں چلا گیا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے باپ نے بکری کے بچے کو ذبح کیا ہے ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا آؤ میں تمہیں ذبح کروں اور چھری لے کر اسے ذبح کر دیا۔ ماں نے جب یہ حالت دیکھی اور وہ چیخی چلائی تو وہ بچہ خوف کے مارے بھاگا اور کمرے کی چھت سے گر کر وہ بھی مر گیا۔ اس مومنہ نے دونوں مردہ بچے چھپا دیے اور حضرتؐ کی تشریف آوری کے لیے کھانا تیار کرنے لگی۔ جب آپؐ اس انصاری کے گھر داخل ہوئے تو جبریلؑ آئے اور کہا یا رسول اللہؐ اس کو حکم دیں کہ وہ اپنے بچوں کو لے آئے۔ جب باپ بچوں کو تلاش کرنے لگا تو ان کی ماں کہنے لگی وہ موجود نہیں ہیں اور کہیں گئے ہوئے ہیں وہ واپس آیا اور کہنے لگا موجود نہیں ہیں۔ حضرتؐ نے کہا انہیں حاضر کیا جائے۔ دوبارہ ان کا باپ باہر

گیا اور اصرار کیا تو ان کی ماں نے اسے حقیقت حال سے مطلع کیا۔ وہ ان دونوں مرے ہوئے بچوں کو حضرتؐ کی خدمت میں اٹھا لایا۔ حضرتؐ نے دعا کی اور خداوند عالم نے دونوں کو زندہ کیا اور انہوں نے کافی زندگی پائی۔

چھٹا امر: حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ جب رسولِ خداؐ مدینہ میں تشریف لائے تو ابوایوب انصاری کے گھر میں نزول اجلال فرمایا اور ان کے گھر میں سوائے ایک بکری کے بچہ اور ایک صاع گندم کے اور کچھ نہیں تھا۔ ابوایوب نے بکرے کو بھونا اور گندم کی روٹیاں تیار کیں اور حضرتؐ کے پاس لے آیا۔ حضرت نے فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ جو کھانا کھانا چاہے وہ ابوایوب کے گھر آجائے۔ ابوایوب نے اعلان کر دیا تو لوگ دوڑ پڑے اور سیلاب کی طرح آنے لگے۔ یہاں تک کہ مکان پُر ہوگیا اور تمام نے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن اس میں کمی واقع نہ ہوئی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا ہڈیاں جمع کر کے چمڑے میں ڈال دو (ایسا کیا گیا) تو آپ نے فرمایا حکم خدا سے کھڑا ہو جا۔ پس وہ بکرا زندہ ہو کر کھڑا ہوگیا۔ لوگوں نے شہادتین کی آواز بلند کی۔

ساتواں امر: شیخ طبرسی راوندی اور دوسرے علماء سے روایت ہے کہ ابوبراء جسے مُلَاعِبُ الْاَسِنَّة (نیزوں سے کھیلنے والا) کہتے تھے مرض استسقاء میں مبتلا ہوا۔ اس نے لبید بن ربیعہ کو دو گھوڑے اور دو اونٹ دے کر حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرتؐ نے گھوڑے اور اونٹ واپس کر دیئے اور فرمایا میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا۔ پس لبید نے عرض کیا ابوبراء کے شکم میں کوئی بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ آپؐ سے شفایاب ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ آپؐ نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اُسے دے دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو پانی میں ڈال کر اس کو دو کہ وہ پی لے۔ لبید نے لے تو لیا لیکن خیال کیا حضرتؐ نے اس سے استہزا کیا ہے۔ جب وہ لے آیا اور ابوبراء کو پلایا تو فوراً وہ شفایاب ہوگیا گویا وہ قید سے رہا ہوا ہے۔

آٹھواں امر: آپؐ کے متواتر معجزات میں سے ہے کہ جس کو خاصہ و عامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضورؐ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ اثنائے راہ میں آپ ام معبد کے خیمہ میں پہنچے۔ ابوبکر، عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط آپؐ کے ساتھ تھے ام معبد اپنے خیمہ کے باہر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس سے کھجوروں اور گوشت کا مطالبہ کیا تاکہ اس سے خرید لیں۔ وہ کہنے لگی میرے پاس نہیں ہیں اور آپکا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ ام معبد کہنے لگی اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو آپؐ کی مہمانی میں کوتاہی نہ کرتی۔ حضرتؐ نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک بکری بندھی ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ کہنے لگی زیادہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہیں جا سکی اس لیے خیمہ میں رہ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس میں دودھ ہے؟ کہنے لگی اس سے عاجز ہے کہ اس سے دودھ کی توقع کی جائے۔ ایک مدت گزر گئی ہے کہ یہ دودھ نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا تو اجازت دیتی ہے کہ میں اس کو دوہ لوں۔ وہ کہنے لگی۔ ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں اگر اس کے تھنوں میں دودھ مل جائے تو آپؐ لے لیں۔ آپؐ نے وہ بکری منگوائی اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور خدا کا نام لیا اور عرض کیا: "خدایا! اس کو سفند میں برکت دے۔" پس دودھ اس کے تھنوں سے گرنے لگا

حضرتؐ نے برتن مانگا کہ جس سے چند آدمی سیراب ہو سکتے تھے اور اتنا دوہا کہ وہ برتن پر ہو گیا اور ام معبد کو دیا۔ اس نے پیا، یہاں تک کہ سیر ہو گئی۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کو دیا۔ انہوں نے سیر ہو کر پیا اور سب سے آخر میں آپؐ نے خود نوش فرمایا اور فرمایا: "ساقیِ قوم کو آخر میں پینا چاہیے۔" پھر دوبارہ دوہا اور وہ برتن پر ہو گیا اور سب نے پھر پیا اور بقیہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ جب ابو معبد جو اس عورت کا شوہر تھا صحرا سے آیا اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائی ہو؟ ام معبد نے واقعہ نقل کیا تو ابو معبد کہنے لگا ہو نہ ہو یہ وہی شخص ہے جس نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

نواں امر: محدثین خاصہ و عامہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ جنگ خندق میں رسولؐ خدا کو میں نے دیکھ کہ لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہؐ کو میں نے اس حالت میں دیکھا ہے۔ اس گوسفند اور جو کو کام میں لاؤ اور میں حضرتؐ کو اطلاع دے آتا ہوں۔ وہ کہنے لگی پہلے حضرتؐ سے جا کر اجازت لے آؤ۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم انتظام کریں۔ پس میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ خواہش ہے کہ آپؐ آج ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔ پوچھا کہ تمہارے گھر میں کیا کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا ایک گوسفند اور ایک صاع جو۔ فرمایا جس کو چاہوں ساتھ لے آؤں یا تنہا آؤں میں نے پسند نہ کیا کہ کہوں آپؐ تنہا تشریف لائیے۔ عرض کیا: جس کو چاہیں ساتھ لے آئیے۔ میں نے خیال کیا صرف علیؑ کو ساتھ لائیں گے۔ پس میں واپس آیا اور بیوی سے کہا تم جو درست کرو اور میں گوسفند بناتا ہوں۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے کیے اور ایک دیگ میں ڈال دیے اور اس میں پانی اور نمک ڈال کر اسے پکایا اور حضرتؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کھانا تیار ہے۔ حضرتؐ اٹھے اور خندق کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: "اے مسلمانو جابرؓ کی دعوت کو قبول کرو۔ پس تمام مہاجر و انصار خندق سے باہر آ گئے اور جابرؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں بھی جو ملتا اس کو کہتے کہ جابر کے ہاں دعوت ہے چلو پس ایک روایت کی بنا پر سات سو دوسری روایت آٹھ سو کی ہے اور تیسری میں ہے کہ ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جابرؓ کہتے ہیں میں گھبرایا ہوا گھر کی طرف دوڑا اور کہا بے شمار لوگ ہمارے گھر کی طرف آ رہے ہیں۔ میری بیوی کہنے لگی تم نے حضرتؐ سے کہا تھا کہ ہمارے گھر میں کیا کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی پھر تمہیں کیا فکر ہے حضرتؐ بہتر جانتے ہیں۔ میری بیوی مجھ سے زیادہ عقلمند تھی۔ پس حضرتؐ نے لوگوں کو حکم دیا اور وہ گھر کے باہر بیٹھ گئے۔ آپؐ خود اور امیرالمومنینؑ گھر کے اندر تشریف لائے اور دوسری روایت ہے کہ تمام لوگوں کو آپؐ نے مکان کے اندر بلایا۔ مکان میں گنجائش نہیں تھی، جو گروہ آتا حضرتؐ دیوار کی طرف اشارہ کرتے، دیوار آگے ہو جاتی اور مکان کشادہ ہو جاتا یہاں تک کہ اس میں سب لوگوں کی گنجائش ہو گئی۔ پس آپؐ تنور کے اوپر گئے اور لعاب دہن تنور میں پھینکا اور دیگ کا ڈھکنا اٹھایا اور اس میں ایک نگاہ کی اور اس عورت سے کہنے لگے کہ تنور کی روٹیاں اتارو اور ایک ایک کر کے مجھے دیتی جاؤ۔ وہ خاتون تنور سے روٹیاں اتار اتار کے حضرتؐ کو دیتی جا رہی تھی اور آپؐ حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ ایک کاسہ میں ثرید بنا رہے تھے اور جب وہ کاسہ پر ہو گیا تو فرمایا: اے جابر ایک ران گوسفند کی اور شوربا لے آؤ۔ وہ لے آیا اور وہ ثرید پر ڈال دیا اور آپ نے صحابہؓ میں سے دس آدمی

بلائے اور انھوں نے کھایا جب وہ سیر ہو گئے تو دوبارہ کاسہ ثرید سے پر کیا اور دوسری ران طلب کی اور دس آدمیوں نے کھایا، پھر تیسری مرتبہ کاسہ پر کیا اور ران طلب کی اور جابر لے آیا۔ چوتھی مرتبہ جب جابر سے ران طلب کی تو جابر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ گوسفند کی دو رانیں ہوتی ہیں اور میں اب تک تین لے کر آیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو تمام لوگ اس گوسفند سے ران کا گوشت کھاتے۔ پس اسی طرح دس دس آدمی بلاتے یہاں تک کہ تمام صحابہؓ سیر ہو گئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا آؤ جابر اب تم اور ہم مل کر کھانا کھائیں۔ پس میں حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ نے کھانا کھایا اور باہر آ گئے اور تنور و دیگ ابھی اپنی حالت پر برقرار تھے اور ران میں کوئی کمی نہ آئی تھی اور کئی روز تک ہم اسی طرح اس سے کھاتے رہے۔

دسواں امر: روایت میں ہے کہ قتادہ بن نعمان جو ابوسعید خدری کا مادری بھائی تھا اور جنگ بدر و احد میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ جنگ احد میں اس کی آنکھ زخمی ہو گئی اور اس کا ڈھیلا باہر آ گیا۔ حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میری بیوی انتہائی خوبصورت ہے کہ جس سے محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اور ہماری شادی کو چند ہی دن ہوئے ہیں، مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھے اس حالت میں دیکھے کہ میری آنکھ نکلی ہوئی ہو۔ آپؐ نے اس کی آنکھ کا ڈھیلا اس کی جگہ پر رکھ دیا اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اکْسُهُ الْجَمَالَ خدایا اسے لباس حسن و جمال پہنا دے۔ اس کی آنکھ میں کبھی تکلیف نہ ہوئی اور وہ آنکھ پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔ اس کی دوسری آنکھ میں کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اولاد میں سے ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگا:

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُهٗ فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنَ الرَّدِّ فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِهَا فَیَا حُسْنَ مَا عَیْنٍ وَیَا حُسْنَ مَا رَدٍّ۔ (ترجمہ) میں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تھی تو مصطفیٰ کی ہتھیلی کی برکت سے بہترین طریقہ پر پلٹ گئی ویسی ہو گئی جیسے پہلے تھی۔ کس قدر اچھی آنکھ ہے اور کس اچھے طریقہ سے پلٹ آئی۔

پانچویں نوع: وہ معجزات ہیں جو دشمنوں کے شر سے کفایت کرنے میں آپؐ سے ظاہر ہوئے۔ مثلاً استہزاء کرنے والوں کا ہلاک ہونا۔ عتبہ بن ابولہب کو شیر کا پھاڑ ڈالنا۔ ابوجہل، ابولہب، ام جمیل، عامر بن طفیل، زید بن قیس، معمر بن یزید، نضر بن حارث، اور زہیر شاعر وغیرہ کے شر سے آپؐ کا محفوظ رہنا اور کفایت کئے جانا اور یہاں ہم چند امور پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا امر: علی بن ابراہیم اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو وہ حضورؐ کو ہلاک کر دے گا۔ جب اس کی نگاہ آپؐ پر پڑی تو اس نے ایک سنگین پتھر اٹھایا اور آپؐ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے پتھر کو اوپر کیا تو اس کا ہاتھ گردن میں طوق بن گیا اور پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور

دوسری روایت ہے کہ حضرتؐ سے فریاد کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی اور پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پس ایک شخص اور اٹھا اور کہنے لگا میں جا کر انہیں ہلاک کرتا ہوں۔ جب وہ آپؐ کے پاس آیا تو ڈر گیا اور پلٹ آیا اور کہنے لگا میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان ایک اژدہا جو اونٹ کی طرح تھا حائل ہو گیا اور وہ اپنی دُم زمین پر مارتا تھا لہٰذا میں ڈر کے واپس آگیا ہوں۔

دوسرا امر: مشائخ حدیث نے آیت شریفہ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (یعنی استہزاء کرنے والوں سے ہم تیری کفایت کریں گے) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب حضرتؐ نے خلعت باکرامت نبوت پہنا تو سب سے پہلے جو شخص آپؐ پر ایمان لے آیا وہ علیؑ بن ابی طالب تھے پھر جناب خدیجہؓ ایمان لائیں۔ پھر جناب ابو طالبؑ جعفر طیار کے ساتھ ایک دن حضرتؐ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور علی علیہ السلام بھی آپؐ کے پہلو میں نماز پڑھتے ہیں تو ابو طالبؑ نے جعفر سے کہا تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں نماز پڑھو پس جعفر حضورؐ کی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور حضرتؐ آگے بڑھ گئے۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لایا اور بعثت سے لے کر تین سال تک صرف یہ پانچ افراد نماز پڑھتے تھے۔ پھر حکم خدا آیا کہ اپنے دین کو ظاہر کرو اور مشرکین کی پروا نہ کرو ہم استہزاء کرنے والوں کے شر کی کفایت کریں گے۔ اور استہزاء کرنے والے پانچ اشخاص تھے۔ ولید بن مغیرہ عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبدیغوث اور حارث بن طلاطلہ اور بعض نے چھ افراد کا ذکر کیا ہے اور ان میں حارث بن قیس کا اضافہ کیا ہے۔ پس جبرئیلؑ آئے اور حضرتؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب ولید وہاں سے گزرا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ مغیرہ کا بیٹا ولید ہے اور استہزاء کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: ہاں۔ پس جبرئیلؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ بنی خزاعیہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو تیر تراش رہا تھا۔ اس نے تیر کے تراشے ہوئے چھلکوں پر پاؤں رکھا تو ایک ٹکڑا اس کے پاؤں میں لگ گیا اور خون بہنے لگا۔ اس کے تکبر نے اسے جھک کر نکالنے نہ دیا اور جبرئیلؑ نے اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جب ولید گھر پہنچا تو کرسی پر لیٹ گیا اور خون اس کے پاؤں سے بہنے لگا۔ اتنا خون بہا کہ اس کی بیٹی کے بستر تک جا پہنچا اور وہ بیدار ہو کر اپنی کنیز سے کہنے لگی تو نے مشک کا دہانہ نہیں باندھا تھا۔ ولید نے کہا یہ تیرے باپ کا خون ہے مشک کا پانی نہیں۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور وصیت کر کے واصل جہنم ہوا۔ جب عاص بن وائل گزرا تو جبرئیلؑ نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا تو ایک لکڑی اس کے پاؤں کے تلوے میں لگی اور پشت پا کی طرف سے نکل آئی اور وہ اس سے مر گیا اور دوسری روایت ہے کہ کانٹا اس کے پاؤں میں لگا اور اس سے اسے بخار آیا اور اتنا اس کو زخمی کیا کہ مر گیا اور جب اسود بن مطلب گزرا تو جبرئیلؑ نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ اندھا ہو گیا اور اس نے دیوار پر اپنا سر پٹخا اور ہلاک ہوا۔ اور ایک روایت ہے کہ اس کے شکم کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اسود بن عبدیغوث کو حضرتؐ نے نفرین کی تھی کہ خدا اس کی آنکھیں اندھی کرے اور بیٹے کی موت میں مبتلا ہو جب یہ دن آیا تو جبرئیلؑ نے سبز پتہ اس کے منہ پر پھیرا اور وہ اندھا ہو گیا اور حضرتؐ کی دعا کی قبولیت کے لیے زندہ رہا یہاں تک کہ جنگ بدر کے دن اس کا بیٹا قتل ہوا اور اپنے بیٹے کے قتل کی خبر سن کر مرا اور حارث بن طلاطلہ کے سر کی طرف جبرئیلؑ نے اشارہ کیا اور

اس کے سر سے پیپ بہنے لگی اور وہ مرگیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اُسے سانپ نے ڈسا اور اس سے وہ مرا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہریلی ہوا اُسے لگی جس سے اس کا رنگ سیاہ اور ہیئت متغیر ہوگئی۔ جب گھر میں آیا تو اُسے نہ پہچان سکے اور اپنا گھر والوں نے پیٹا یا کہ وہ مرگیا اور حارث بن قیس نے ترش مچھلی کھائی اور اتنا پانی پیا کہ مرگیا۔

تیسرا امر: راوندی اور دوسرے علماء نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا خانہ کعبہ کے سامنے سجدہ کر رہے تھے اور اسی روز ابوجہل کی اونٹنی ذبح ہوئی تھی۔ اس ملعون نے اونٹنی کی بچہ دانی منگوائی اور آپؐ کی پشت پر ڈال دی اور جناب فاطمہؑ آئیں اور اسے آپؐ کی پشت سے ہٹایا اور جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا کہ خداوندا تو کفار قریش سے بدلہ لے اور آپؐ نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ ابن ابی معیط اور ایک گروہ کا نام لیا۔ میں نے ان تمام کو بدر کے کنوئیں میں قتل ہو کر پڑے ہوئے دیکھا۔

چوتھا امر: نیز راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے بعض راتوں میں سورہ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ کی نماز میں تلاوت کی تو لوگوں نے ام جمیل سے کہا جو ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی کہ کل رات محمدؐ نے نماز میں تجھ پر اور تیرے شوہر پر لعنت کی ہے اور تمہاری مذمت کی ہے۔ وہ ملعونہ غضب ناک ہوگئی اور آپؐ کی تلاش میں باہر نکلی اور کہتی تھی کون ہے جو محمدؐ کی نشاندہی مجھے کرائے۔ جب مسجد کے دروازے سے داخل ہوئی تو ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا یا حضرتؐ اپنے آپ کو چھپا لیجئے ام جمیل آرہی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ آپؐ سے بدکلامی کرے۔ حضرتؐ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ جب وہ قریب آئی تو حضرتؐ کو اس نے نہ دیکھا اور ابوبکر سے پوچھا کیا تو نے محمدؐ کو دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا نہیں اور وہ اپنے گھر واپس چلی گئی پس حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ خدا نے اس کے اور حضرتؐ کے درمیان زرد رنگ کا حجاب قرار دیا کہ وہ حضرتؐ کو نہ دیکھ سکی۔ وہ ملعونہ اور باقی کفار قریش آنحضرتؐ کو مُذَمَّم کہتے تھے یعنی زیادہ مذمت کرنے والا اور حضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے میرا نام ان کی زبان سے محو کر دیا ہے تبھی تو یہ میرا نام نہیں لیتے اور مذمم کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ مذمم تو میرا نام نہیں۔

پانچواں امر: ابن شہر آشوب اور اکثر مؤرخین نے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش جنگ بدر سے واپس آئے تو ابولہب نے ابوسفیان سے پوچھا تمہاری شکست کی وجہ کیا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا جب ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے تو ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں قتل اور قید کیا ہے۔ جس طرح انہوں نے چاہا۔ میں نے سفید رنگ کے مرد دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ آسمان و زمین کے درمیان اور ان کے مقابلہ میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ ابورافع نے ام الفضل زوجہ عباس سے کہا یہ ملائکہ تھے۔ جب ابولہب نے یہ سنا تو اٹھا اور ابورافع کو زمین پر پٹخ دیا۔ ام الفضل نے خیمہ کی چوب اٹھائی اور ابولہب کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے بعد وہ سات دن تک زندہ رہا اور خدا نے اُسے عدسہ کی بیماری میں مبتلا کیا اور عدسہ ایسی بیماری تھی کہ عرب اس کی سرایت سے ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تین دن تک یہ ملعون گھر میں پڑا رہا

اور اس کے بیٹے بھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے کہ اسے دفن کرتے۔ پھر اس کو کھینچ کر مکہ کے باہر پھینک آئے۔ یہاں تک کہ اس کی لاش چھپ گئی۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اب وہ جگہ عمرہ کے راستے میں واقع ہے۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا ہے چند پتھر وہاں پھینکتا ہے اور ایک بڑا ٹیلہ بن گیا ہے۔ پس غور کرو کہ خدا و رسول کی مخالفت کس طرح صاحبان نسب شریف کو اپنے شرف سے بے بہرہ کر دیتی ہے اور اطاعت خدا و رسولؐ بے حسب و نسب اشخاص کو کس طرح درجات رفیعہ پر پہنچا دیتی ہے اور اہل بیتؑ عزت و شرف سے ملحق کر دیتی ہے۔

چھٹی نوع : وہ معجزات کہ جن سے آپؐ شیاطین اور جنات پر غالب آئے اور انہی سے بعض ایمان لے آئے اور یہاں ہم چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا امر : علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ زید بن حارثہ کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف مکہ سے نکلے تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں تو کسی شخص نے آپؐ کی دعوت قبول نہ کی۔ آپ مکہ کی طرف واپس آ رہے تھے جب آپؐ اس جگہ پہنچے جسے وادی مجنہ کہتے تھے تو آپؐ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے تو جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ جب انہوں نے حضرتؐ کی قرأت سنی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب آپؐ قرأت سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں ڈراتے ہوئے کہا: اے قوم بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ درآنحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے گزر چکا ہے اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور ایمان لے آؤ تاکہ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے۔ پس وہ حضرتؐ کی خدمت میں پلٹ کے آئے اور ایمان لے آئے اور آنجنابؐ نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی اور خدا تعالیٰ نے سورۂ جن نازل فرمائی اور حضرتؐ نے ان میں والی اور حاکم مقرر کیے اور وہ ہر وقت حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ وہ انہیں مسائل دین کی تعلیم دیں اور ان میں مومن و کافر ناصبی یہودی، نصرانی اور مجوسی ہیں اور وہ جان کی اولاد ہیں۔

دوسرا امر : شیخ مفید طبرسیؒ اور باقی محدثین نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ جب جنگ بنی مصطلق کے لیے جا رہے تھے تو آپؐ نے ایک ناہموار وادی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رات کے آخری حصہ میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ کفار جن کا ایک گروہ اس وادی میں رہتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کے اصحاب کو تکلیف پہنچائیں۔ پس آپؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اس وادی میں جاؤ اور جب جنات میں سے خدا کے دشمن تمہارا تعرض کریں تو انہیں اس قوت و طاقت سے دفع کرو جو خدا نے تمہیں عطا کی ہے اور اپنا حصار کر لو خدا کے ان بزرگ ناموں کے ساتھ کہ جن سے اس نے تمہیں مخصوص کیا ہے اور صحابہ میں سے سو آدمی آپؐ کے ہمراہ روانہ کیے اور فرمایا علیؑ کے ساتھ رہو جو تمہیں حکم دیں اس کی اطاعت کرو۔ پس حضرت

امیرالمومنینؑ اس وادی کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وادی کے قریب پہنچے تو صحابہ سے کہا تم یہیں ٹھہرو اور جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں یہاں سے حرکت نہ کرنا اور خود آگے بڑھے اور دشمنان خدا کے شر سے خدا کی پناہ مانگی اور خدا کے بہترین نام کا ورد کیا اور صحابہ کو اشارہ کیا کہ نزدیک آجاؤ۔ جب وہ آئے تو انہیں وہیں کھڑا کر دیا اور خود وادی میں داخل ہوئے پس سخت آندھی آئی۔ قریب تھا کہ لشکر منہ کے بل گر پڑے اور خوف کے مارے ان کے قدم لرزنے لگے۔ پس حضرتؑ نے بلند آواز سے فرمایا میں ہوں علی بن ابی طالب علیہ السلام وصی رسولؐ خدا اور آپؐ کا چچازاد بھائی اگر چاہو اور تم میں طاقت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ پس زنگیوں کی صورتیں ظاہر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے اور وادی کے اطراف پر ہو گئے اور حضرتؑ آگے بڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے اور تلوار کو دائیں بائیں حرکت دیتے تھے۔ جب آپؐ ان کے قریب گئے تو وہ سیاہ دھواں بن کر بلند ہوئے اور غائب ہو گئے۔ پس حضرتؑ نے اللہ اکبر کہا اور وادی سے باہر آ گئے اور لشکر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب ان کے آثار ختم ہوئے تو صحابہ نے کہا اے امیرالمومنینؑ آپؐ نے کیا دیکھا۔ ہم تو قریب تھا کہ ڈر کے مارے مر جائیں اور آپؐ کے متعلق بھی ہمیں خوف تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا جب وہ ظاہر ہوئے تو میں نے نام خدا سے آواز بلند کی تو وہ کمزور ہو گئے اور میں نے ان کا رخ کیا اور ان کی پرواہ نہیں کی اور اگر وہ اپنی ہیئت پر باقی رہتے تو میں سب کو ہلاک کر دیتا۔ پس خدا نے ان کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت کی ہے اور ان میں سے جو بچ گئے ہیں وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں گئے ہیں تاکہ آپؐ پر ایمان لے آئیں اور امان حاصل کریں اور جب امیرالمومنینؑ اصحاب کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو حضرتؐ خوش ہوئے اور جناب امیرؑ کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا تم سے پہلے وہ آئے تھے جنہیں خدا نے تم سے ڈرایا تھا اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور میں نے ان کا اسلام قبول کیا ہے۔

تیسرا امر: ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ تمیم وادی شام کی ایک منزل میں اترا ہوا تھا جب وہ سونے لگا تو اس نے کہا میں آج رات اس وادی والوں کی امان میں ہوں اور زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اہل وادی جنات سے امان کا مطالبہ کرتے تھے۔ اچانک اس نے وادی سے ایک ندا سنی کہ خدا سے پناہ مانگو کیونکہ جن اس چیز سے جو خدا چاہے کسی کو پناہ نہیں دے سکتے اور امیین کا نبی مبعوث ہو چکا ہے اور ہم نے مقام حجون میں ان کے پیچھے نماز پڑھی اور شیاطین کا مکر و حیلہ برطرف ہو چکا ہے اور جنوں کو شہاب کے تیروں سے آسمان سے راندہ گیا ہے۔ رب العالمین کے رسول محمدؐ کے پاس جاؤ۔

چوتھا امر: شیخ طبرسیؒ وغیرہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو طالبؑ نے دار فنا کو الوداع کہا تو رسولؐ خدا پر مصیبت زیادہ سخت ہو گئی اور اہل مکہ نے آپؐ کو ایذا و ضرر پہنچانے پر اتفاق کر لیا پس آپؐ طائف میں پہنچے تو ان میں سے تین اشخاص سے آپؐ کی ملاقات ہو گئی جو کہ طائف کے رئیس اور آپس میں بھائی تھے۔ عبد یالیل مسعود اور حبیب ان کا باپ عمرو بن عمیر تھا۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا ایک کہنے لگا میں غلاف کعبہ کا چور ہوں اگر خدا نے

تجھے بھیجا ہو۔ دوسرا کہنے لگا خدا کو تم سے بہتر کوئی شخص نہیں مل سکا کہ جسے وہ پیغمبر بنا کر بھیجتا۔ تیسرے نے کہا خدا کی قسم میں تم سے اب بات نہیں کروں گا کیونکہ تم خدا کے پیغمبر ہو تو تمہاری شان اس سے عظیم تر ہے کہ تم سے بات کی جاسکے اور اگر خدا پر جھوٹ باندھتے ہو تو تم سے بات نہیں کی جاسکتی اور وہ آپؐ کا مذاق اڑانے لگے۔ جب آن کی قوم نے دیکھا کہ ان کے سردار آنحضرتؐ سے یہ سلوک کر رہے ہیں تو وہ لوگ آپؐ کے دونوں طرف صف بستہ ہو کر پتھر برسانے لگے یہانتک کہ آپؐ کے پاؤں زخمی کر دیئے اور ان قدم ہائے عرش پیما سے خون جاری ہو گیا۔ پس آپؐ وہاں سے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے تاکہ کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ جائیں۔ آپؐ نے عتبہ اور عتیبہ کو اس باغ میں دیکھا اور انہیں دیکھ کر محزون ہوئے کیونکہ ان کی خدا اور رسولؐ سے شدید دشمنی آپؐ کے علم میں تھی۔ جب ان دونوں نے حضرتؐ کو دیکھا تو اپنے غلام کو جس کا نام عداس تھا اور وہ نینوا کا رہنے والا نصرانی تھا حضرتؐ کی طرف انگور دے کر بھیجا۔ جب وہ غلام حضرتؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے اُس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو اُس نے کہا، اہل نینوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، "خدا کے بہترین بندے یونس بن متی کے شہر سے تعلق رکھتے ہو۔ عداس نے کہا آپؐ کو کیا معلوم کہ یونس کون تھے۔ آپؐ نے فرمایا، میں خدا کا نبی ہوں اور خدا نے مجھے یونسؑ کے واقعہ کی خبر دی ہے۔ آپؐ نے یونسؑ کا واقعہ اُس سے بیان کیا۔ عداس سجدہ میں گر گیا اور حضرتؐ کے پاؤں کے بوسے لینے لگا جبکہ آپؐ کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ جب عتبہ و عتیبہ نے اس غلام کی حالت دیکھی تو خاموش رہے۔ جب وہ غلام آن کی طرف پلٹ کر گیا تو وہ کہنے لگے کہ کیوں محمدؐ کو سجدہ کر رہا تھا اور اس کے پاؤں کے بوسے لیتا تھا۔ تو نے ہمارے ساتھ تو کبھی ایسا سلوک نہیں کیا حالانکہ ہم تیرے مالک ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ آنجنابؐ اس کے لائق ہیں کیونکہ انہوں نے مجھے خدا کے نبی یونس بن متی کے حالات بتائے ہیں۔ وہ ہنسنے لگے اور کہا کہ تو اس کے فریب میں نہ آنا کیونکہ وہ تو فریب دیتا ہے اور اپنے دین کو ترک نہ کرنا۔

پھر حضرتؐ وہاں سے ناامید ہو کر دوبارہ مکہ کی طرف واپس آئے۔ جب مقام نخلہ میں پہنچے اور رات کے وقت نماز میں مشغول ہوئے تو اس مقام پر نصیبین (جو یمن کا علاقہ ہے) کے جنات کے ایک گروہ کا آپؐ کے قریب سے گزر ہوا۔ جب کہ آپؐ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں تلاوت قرآنِ پاک فرما رہے تھے۔ جب انہوں نے کان لگا کر قرآن سنا تو ایمان لے آئے اور اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور دوسری روایت ہے کہ حضرتؐ کو حکم ہوا کہ اپنی رسالت کی تبلیغ جنات کو کریں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں اور اُن کے سامنے قرآن کی تلاوت کریں۔ پس خداوند عالم نے نصیبین کے ایک گروہ جنات کو آنحضرتؐ کی طرف بھیجا اور حضرتؐ نے صحابہ سے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں۔ تم میں سے کون شخص میرے ساتھ چلے گا تو عبداللہ بن مسعود آپؐ کے ساتھ روانہ ہوا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ کی اوپر والی طرف پہنچے اور حضرتؐ حجون میں داخل ہوئے تو میرے لیے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ اس خط کے اندر بیٹھ جاؤ اور اس وقت تک باہر نہ آنا جب تک میں تمہارے پاس نہ آؤں۔ پس آنحضرتؐ گئے اور نماز پڑھنے لگے اور قرآن کی تلاوت شروع کی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سیاہ قسم کے بہت سے لوگ جمع ہو کر میرے اور حضرتؐ کے درمیان حائل ہو گئے کہ اب میں آپؐ کی آواز نہ سن سکتا تھا پھر

وہ بادل کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہوگئے اور ایک گروہ ان میں سے رہ گیا اور جب آپؐ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو وہاں سے باہر آئے اور فرمایا تجھے کچھ نظر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں سیاہ رنگ کے مرد تھے جنھیں میں نے دیکھا کہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ نصیبین کے جنات تھے۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ وہ سات افراد تھے جنھیں حضرتؐ نے اپنا قاصد بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نو افراد تھے۔

ساتویں نوع: حضرتؐ کے وہ معجزات جو اخبار مغیبات سے متعلق تھے۔ فقیر کہتا ہے کہ ہمارے لیے اس مقام پر وہ چیزیں کافی ہیں جو ہم حضرت امیر المومنینؑ کی غیب کی خبریں نقل کریں گے کیونکہ جو خبریں حضرت امیرؑ نے بتائی ہیں وہ نبی کریمؐ سے ماخوذ ہیں اور مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس کی گئی ہیں۔ شیخ بہائی نے کہا ہے شاذ و نادر کے علاوہ تمام ہماری احادیث جو بارہ اماموں کی طرف منتھی ہیں۔ وہ نبی اکرمؐ تک پہنچتی ہیں کیونکہ ان کے علوم اسی مشکوٰۃ سے حاصل ہوئے ہیں لیکن ہم بطور تبرک تین چند اخبار کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلی خبر غیب: حمیری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے جنگ بدر کے دن جو اشرفیاں عباس کے پاس تھیں وہ ان سے لیں اور ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا۔ عباس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ میرے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے جو ام الفضل اپنی بیوی کے پاس تم مخفی رکھ کر آئے ہو۔ تو عباس نے کہا میں خدا کی وحدانیت اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں کیونکہ خدا کے علاوہ اس وقت کوئی نہیں تھا۔ جب میں اُسے دے رہا تھا۔ پس خداوند عالم نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ان سے کہو جو تمہارے ہاتھوں قید ہیں کہ اگر خدا نے تمہارے دلوں میں نیکی دیکھی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا۔ بالآخر عباس اتنے مالدار ہوگئے تھے کہ ان کے بیس غلام تجارت کیا کرتے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کے پاس کم از کم بیس ہزار درہم تھے۔

دوسری خبر غیب: ابن بابویہ اور راوندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو سفیان رسول خداؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے رسول خدا میں آپؐ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا بتایئے۔ فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ میں دنیا میں کتنے سال زندگی بسر کروں گا۔ کہنے لگا ہاں اے رسول خداؐ۔ فرمایا، ترسیٹھ ۶۳ سال میری عمر ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ حضرتؐ نے فرمایا زبان سے تو گواہی دیتا ہے لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایسا ہی تھا جس طرح آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کیونکہ ابو سفیان منافق تھا اس کے نفاق کی ایک دلیل یہ ہے کہ آخری عمر میں جب وہ نابینا ہوگیا تھا میں ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا اور اس میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ بھی موجود تھے کہ مؤذن نے اذان کہی۔ جب اس نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تو ابو سفیان نے کہا، اس مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جس سے احتیاط برتی جائے۔ ایک شخص نے کہا نہیں۔ تو ابو سفیان کہنے لگا، دیکھو اس ہاشمی نے اپنا نام کہاں قرار دیا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا، اے ابو سفیان خدا تیری آنکھوں کو رُلائے۔ خدا نے ایسا

کیا ہے آپؐ نے خود ایسا نہیں کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے بلند کیا تیرے ذکر کو تیرے لیے) ابوسفیان کہنے لگا خدا اس شخص کو رُلائے کہ جس نے کہا تھا کہ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جس سے احتیاط برتی جائے اور اس نے مجھے دھوکا دیا۔

تیسری خبر غیب : راوندی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہم ایک جنگ میں گئے اور نو نو یا دس دس افراد کا گروپ بنے ہوئے تھے اور آپس میں کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ ہمارا ایک ساتھی تین آدمیوں کا کام کرتا تھا اور ہم اس سے بہت خوش تھے اور جب ہم نے اُس کے حالات حضورؐ کی خدمت میں عرض کیے تو فرمایا، وہ شخص اہلِ جہنم میں سے ہے۔ جب ہم دشمن کے مقابلہ میں پہنچے اور جنگ شروع ہوئی تو اُس نے ایک تیر نکالا اور اُس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسولؐ ہوں اور میری بات جھوٹی نہیں ہوتی۔

چوتھی خبر غیب : راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دو دن گزر گئے ہیں میں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپؐ نے فرمایا، بازار میں جاؤ۔ جب دوسرا دن ہوا کہنے لگا: اے رسولِ خداؐ کل میں بازار میں گیا، لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور رات میں کھانا کھائے بغیر سویا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا، بازار میں جاؤ۔ جب وہ بازار میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک قافلہ کچھ سامان لے کر آیا ہوا ہے۔ اس نے سامان خرید کیا اور ایک اشرفی نفع پر بیچ دیا اور وہ اشرفی لے کر اپنے گھر پلٹ آیا۔ دوسرے دن پھر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا بازار سے کچھ نہیں ملا۔ آپؐ نے فرمایا فلاں قافلہ سے تو نے مال خریدا ہے اور ایک دینار نفع پر بیچا ہے۔ کہنے لگا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا: پھر جھوٹ کیوں بولا ہے؟ کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ سچے ہیں اور میں نے اس لیے انکار کیا تھا تاکہ مجھے علم ہو جائے کہ جو کچھ لوگ کرتے ہیں اس کا آپؐ کو علم ہو جاتا ہے کہ نہیں۔ اور میرا یقین آپؐ کی نبوّت پر زیادہ ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اور کسی سے سوال نہ کرے خدا اُسے غنی کرتا ہے۔ اور جو اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول دے تو خداوند عالم ستر دروازے فقر و فاقہ کے اس پر کھول دیتا ہے کہ جنھیں کوئی چیز بند نہیں کر سکتی"!

اس کے بعد اس شخص نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی۔

پانچویں خبر غیب : روایت ہے کہ جب جعفرؓ بن ابی طالبؑ حبشہ سے واپس آئے تو آپؐ نے ۸ھ میں انہیں جنگ موتہ پر بھیجا اور موتہ شام کے علاقہ میں بلقا کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ اور اس سے لے کر بیت المقدس تک دو منزل راستہ ہے۔ حضرت جعفرؓ کو زیدؓ بن حارثہ اور عبداللہؓ بن رواحہ کے ساتھ بالترتیب امیر لشکر قرار دیا۔ جب موتہ میں پہنچے تو قیصر نے ایک عظیم لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ دونوں لشکروں نے جنگ کی زمین تنگ کر دی اور صفیں درست کر لیں تو جعفرؓ شیر کی طرح تلوار کھینچ کر صف لشکر سے باہر نکلے اور لوگوں کو پکارا کہ گھوڑوں سے اتر آؤ اور پیادہ ہو کر جنگ کرو اور یہ بات آپ نے اس لیے کہی چونکہ کفار کا لشکر زیادہ تھا۔ آپ نے چاہا کہ مسلمان پیدل ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ بھاگ نہیں سکتے تاکہ مجبوراً

خوب جنگ کریں۔ لشکر اس حکم میں پس و پیش کر رہا تھا کہ جعفر خود گھوڑے سے اتر آئے اور گھوڑے کو پے کر دیا اور علم لے کر ہر طرف سے حملہ کرنے لگے۔ جنگ سخت شروع ہو گئی اور کفار نے حملہ کر دیا اور جعفر کے مدِ مقابل پڑا ڈال دیا اور تلوار نیزہ چلانے لگے اور سب سے پہلے انہوں نے جعفر کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لیا اور یونہی حملہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ کو جسم کے اگلے حصہ میں پچاس زخم لگا اور ایک روایت ہے کہ تیر اور نیزے کے بانوے زخم لگے پھر آپ کا بایاں بازو قلم کر دیا۔ اس حالت میں انھوں نے علم کو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے بلند کیا ہوا تھا جب ایک کافر نے یہ دیکھا تو غصہ میں آگے بڑھا اور اس نے آپ کی کمر پر تلوار لگائی۔ آپ شہید ہو گئے اور علم سرنگوں ہو گیا۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ جس دن جعفر موتہ میں شہید ہوئے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں صبح کی نماز کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: "اس وقت تمہارے مسلمان بھائی مشرکین کے ساتھ مشغول کارزار ہیں" اور آپؐ ہر ایک کے حملہ اور جنگ کو نقل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: "زید بن حارثہ شہید ہو گیا اور علم گر پڑا ہے"۔ پھر فرمایا "علم کو جعفر نے اٹھا لیا ہے اور آگے بڑھ کر جنگ شروع کر دی ہے۔" پھر فرمایا: "اس کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا ہے اور علم دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا ہے۔" پھر فرمایا: "دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا ہے اور علم کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔" پھر فرمایا: "جعفر شہید ہو گئے ہیں اور علم گر گیا ہے۔" پھر فرمایا: علم عبداللہ بن رواحہ نے اٹھا لیا اور مسلمانوں میں سے فلاں فلاں قتل ہو گئے ہیں اور کفار میں سے فلاں فلاں مارا گیا ہے۔ پھر کہا کہ عبداللہ شہید ہو گیا ہے اور علم خالد بن ولید نے اٹھا لیا ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمان بھی بھاگ گئے ہیں۔

پھر آپؐ منبر سے اترے اور جعفرؓ کے گھر میں تشریف لے گئے اور عبداللہ بن جعفر کو بلایا اور اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ عبداللہ بن جعفر کی والدہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ اس طرح آپؐ اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہ گویا وہ یتیم ہے۔ فرمایا آج جعفر شہید ہو گئے ہیں۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا شہید ہونے سے پہلے اس کے دونوں بازو قلم ہو گئے ہیں اور ان کے بدلے خدا نے اسے زمرد سبز کے دو پر عنایت کیے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضورؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا جاؤ اور اپنے چچا زاد بھائی پر گریہ کرو اور واثکلاہ نہ کہو باقی جو کچھ اس کے حق میں کہو درست ہے۔ دوسری روایت ہے کہ جعفر جیسے افراد پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور ایک روایت ہے کہ آپؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اسماء بنت عمیس کے لیے تین دن تک کھانا تیار کرو اور اس کے گھر جا کر اسے تسلی و تشفی دو۔ فقیر کہتا ہے اگرچہ ہم یہاں رشتہ کلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ مناسب تھا۔ بہرحال حضرتؐ نے اس خط کی خبر دی جو حاطب بن ابی بلتعہ نے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ کو لکھا تھا اور ابوذر کو آپؐ نے ان اذیتوں اور مصیبتوں کی خبر دی جو اس پر وارد ہونے والی تھیں اور یہ کہ وہ تنہا ہو گا اور تنہا مرے گا اور اہل عراق کا ایک گروہ اس کے

غسل وکفن و دفن پر موفق ہوگا اور آپؐ نے خبر دی تھی کہ میری ایک بیوی ایک ایسے اونٹ پر سوار ہو کر جائے گی کہ جس کے منہ پر زیادہ پشم ہوگی اور وہ میرے وصیؑ کے ساتھ جنگ کرے گی جب مقام حوأب پر پہنچے گی تو وہاں کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ اور خبر دی تھی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور اس کا دنیا سے آخری زادِ راہ دودھ کا پیالہ ہوگا اور آپؐ نے خبر دی کہ فاطمہ زہراؑ آپؐ کے اہلِ بیتؑ میں سے سب سے پہلے آپؐ سے ملحق ہوں گی اور کئی مرتبہ حضرت امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ تمہاری ریش مبارک تمہارے سر کے خون سے خضاب ہوگی اور امیرالمومنینؑ ہمیشہ اس خضاب کے منتظر رہتے تھے اور کئی مجالس میں آپؐ نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت اور ان کے مقامِ شہادت اور اس میں شہید ہونے والوں کے متعلق خبر دی اور ام سلمہ کو خاک کربلا دی تھی اور فرمایا کہ حسینؑ کی شہادت کے وقت یہ خاک خون ہو جائے گی اور امام رضاؑ کی شہادت کی خبر دی اور یہ کہ آپؑ خراسان میں شہید ہوں گے اور زبیر سے فرمایا تھا کہ عرب میں سے پہلا شخص جو امیرالمومنینؑ کی بیعت توڑے گا وہ تو ہوگا۔ اور اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ میری اولاد پر تیری اولاد سے ہلاکت ہے (یعنی تیری اولاد انہیں تکالیف پہنچائے گی اور ان پر ظلم کرے گی) اور خبر دی تھی کہ قریش کے صحیفہ قاطعہ کو دیمک چاٹ گئی ہے سوائے نام خدا کے کہ جہاں جہاں اس میں وہ لکھا ہے اور آپؐ نے شہر بغداد کے بننے کی خبر دی تھی اور رفاعہ بن زید منافق کی موت کی اور بنی امیہ کی ہزار سالہ حکومت کی اور حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو معاویہ کا ظلم سے شہید کرنا اور واقعہ حرہ اور ابن عباس و زید بن ارقم کا نابینا ہونا اور نجاشی بادشاہ حبشہ کی موت اور اسود عنسی کا یمن میں قتل ہونا جس رات وہ قتل ہوا تھا اور امیرالمومنینؑ کو محمد بن حنفیہ کی ولادت کی خبر دی اور اسے اپنا نام اور کنیت عطا فرمائی اور خبر دی کہ ابو ایوب انصاریؓ قلعہ قسطنطنیہ کے پاس دفن ہوگا اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں بتائیں۔ علامہ مجلسیؒ نے آپؐ کے معجزات کا ذکر کرنے کے بعد حیوۃ القلوب میں فرمایا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ جو معجزات حضرتؐ کے بیان کیے گئے ہیں وہ ہزاروں میں ایک اور زیادہ میں کم کی نسبت رکھتے ہیں اور آپؐ کے تمام اقوال و اطوار و افعال ہی معجزہ تھے۔ خصوصاً معجزہ کی یہ قسم جو امورِ غیب کی خبر دینا ہے کلام معجز نظام سید انامؐ ہمیشہ اس قسم کے معجزہ پر مشتمل ہوتا تھا اور منافقین کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کے متعلق گفتگو نہ کرو کیونکہ در و دیوار اور سنگریزے تمام آپؐ کو ہماری باتوں کی اطلاع کر دیتے ہیں اور اگر کوئی عقلمند فکر کرے اور اپنی عقل کو حاکم بنائے تو ہر حدیث آپؐ کی اور آپؐ کے اہل بیتؑ کی اور ہر کلمہ اور ہر حکم احکام شریعت کا آنحضرتؐ کا معجزہ باقیہ اور خارق عادت ہے آیا عقلمند تصور کر سکتا ہے کہ ایک شخص بغیر وحی و الہام خداوندی کے ایک شریعت جاری کرے کہ اگر تمام مخلوق اس پر عمل کرے تو ان کے امور معاش و معاد منظم ہو جائیں اور فتن و فساد کے رخنے بند ہو جائیں اور جو فتنہ و فساد پیدا ہو وہ اس کے قوانین حقہ کی مخالفت سے ہو اور ہر ہر واقعہ میں بیوع و تجارات، مضاربات و معاملات منازعات و مواریث باپ بیٹا بیوی شوہر آقا و غلام۔ عزیز و رشتہ دار و اہل خانہ و اہلِ شہر، امرا و رعایا وغیرہ کی کیفیت معاشرت کے لیے ایسے قوانین مقرر فرمائے ہیں کہ جن سے بہتر کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ آداب حسنہ اور اخلاق کریمہ ہر حدیث اور خطبہ میں کئی گنا اس سے زیادہ بیان فرمائے ہیں جو حکماء نے کئی ہزار سال کی فکر کے بعد بتائے ہیں اور معارف ربانی اور غوامض معانی رسالت کی تھوڑی سی مدت میں اس قدر بیان فرمائے ہیں کہ ضائع ہونے اور طالبان حطام دنیا کے فاسد کرنے کے باوجود بھی جو لوگوں تک پہنچے ہیں اگر فحول علماء قیامت تک ان میں فکر کرتے رہیں تو لاکھ میں سے ایک راز تک نہیں پہنچ سکتے۔ ختم ہوا مجلسیؒ کا کلام۔

چھٹی فصل

حضرت خاتم النبیین ؐ کی عمر مبارک کے ایام وسال کے واقعات اور آنحضرت ؐ کی جنگیں اشارہ اور اجمال کے ساتھ

مؤرخین نے کہا ہے کہ حضرت خاتم النبیین ؐ کی ولادت باسعادت ہبوط آدم ؑ سے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ سال بعد ہوئی۔ ۶۱۶۵ء میں جناب آمنہ کی وفات ہوئی جبکہ حضرت محمد ؐ کی عمر چھ سال کو پہنچی تو جناب آمنہ ؑ عبدالمطلب ؑ کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے ماموں جو بنی عدی بن النجار میں سے ہیں وہ مدینہ میں رہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں جا کر انہیں مل آؤں اور محمد ؐ کو بھی ساتھ لے جاؤں تاکہ میرے اعزہ اسے دیکھ لیں۔ عبدالمطلب ؑ نے جناب آمنہ ؑ کو اجازت دی اور وہ نبی اکرم ؐ کو ساتھ لے کر ام ایمن (جو حضور ؐ کی مربیہ تھیں) کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور دار النابغہ میں کہ جہاں جناب عبداللہ ؑ والد نبی اکرم ؐ دفن تھے ایک مہینہ قیام کیا اور اپنے عزیزوں سے ملاقات کی۔ جب وہاں سے مکہ کی طرف کوچ کیا تو دوران سفر مقام الابواء میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس مخدرہ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور وہیں وفات پائی اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا اور موجودہ زمانہ میں جناب آمنہ ؑ کی قبر جو مکہ میں بتائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ انہیں الابواء سے مکہ منتقل کیا گیا تھا۔ جب جناب آمنہ ؑ کی وفات ہو گئی تو ام ایمن آپ ؐ کو مکہ لے آئیں۔ عبدالمطلب ؑ نے آپ ؐ کو گلے لگایا اور رونے لگے اور اس کے بعد خود ان کے کفیل بنے اور کبھی حضور ؐ کے بغیر دسترخوان نہ بچھاتے اور نہ کچھ کھاتے۔

کہتے ہیں کہ عبدالمطلب ؑ کے لیے ہر روز خانہ کعبہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے قبیلہ میں سے کوئی شخص اس پر قدم نہ رکھ سکتا تھا جب عبدالمطلب ؑ گھر سے باہر نکلتے تو اس مسند پر جا کر بیٹھتے اور ان کے قبیلہ کے افراد اس مسند کے گرد زمین پر آ بیٹھتے لیکن رسول اکرم ؐ جب آتے تو وہ مسند پر آ بیٹھتے اور عبدالمطلب ؑ انہیں اپنی گود میں لے کر ان کا بوسہ لیتے اور کہتے میں نے اس سے زیادہ پاکیزہ بوسہ اور زیادہ نرم جسم نہیں دیکھا اور ۱۸ ؁ عام الفیل میں جبکہ آپ ؐ کی عمر آٹھ سال کی ہو گئی تھی عبدالمطلب ؑ نے وفات پائی۔ منقول ہے کہ جب ان کی اجل قریب آئی تو انہوں نے ابوطالب ؑ کو بلایا اور ان سے نبی اکرم ؐ کے متعلق بہت سی سفارشیں کیں اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا اور زبان، مال اور ہاتھ سے اس کی مدد کرنا۔ قریب ہے کہ وہ سردار قوم ہوگا۔ پس عبدالمطلب ؑ نے ابوطالب ؑ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے عہد لیا۔ پھر فرمایا کہ اب موت میرے لیے آسان ہو گئی۔ پھر جناب محمد ؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور رونے لگے اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مجھ پر گریہ کرو اور مرثیہ پڑھو تاکہ مرنے سے پہلے میں سن لوں۔ پس آپ کی چھ بیٹیوں نے ان کا مرثیہ الگ الگ پڑھا عبدالمطلب ؑ یہ سن کر وفات پا گئے اور اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور عبدالمطلب ؑ کی مدح میں کافی روایات ہیں۔ منقول ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جو بدا کے قائل تھے اور قیامت کے دن بہترین بادشاہوں میں انبیاء کی ہیئت میں مبعوث ہوں گے۔ نیز روایت ہے کہ عبدالمطلب ؑ نے زمانہ جاہلیت میں پانچ سنتیں مقرر کیں جو اللہ نے اسلام میں جاری کیں۔ پہلی یہ کہ انہوں نے باپ کی

بیویاں بیٹوں پر حرام کیں اور خدا نے قرآن میں آیت نازل کی وَلَا تَنْکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ مِنَ النِّسَاءِ (جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے نکاح نہ کرو) دوسری یہ کہ انہیں خزانہ ملا تو اس کا پانچواں حصہ راہ خدا میں دیا۔ خدا نے حکم دیا وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ (جان لو کہ جو تمہیں نفع ملے اس میں سے اللہ کا پانچواں حصہ ہے۔) تیسری یہ کہ جب چاہ زمزم کھودا تو اس کو سقایہ حاج (حاجیوں کے پانی پلانے کے لیے) قرار دیا۔ خدا کا حکم ہوا۔ اجعلتم سقایۃ الحاج (قرار دیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا) چوتھا یہ کہ آدمی کا خون بہا سو اونٹ مقرر کیے۔ خدا نے یہ حکم بھی نازل کیا۔ پانچویں سنت یہ ہے کہ قریش کے نزدیک طواف کے چکروں کی تعداد معین نہیں تھی عبدالمطلبؑ نے سات چکر قرار دیے۔ خدا نے بھی ایسا ہی حکم دیا۔ عبدالمطلبؑ جوا نہیں کھیلتے تھے۔ بتوں کی عبادت نہیں کی جو جانور لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اس کا گوشت آپ نے کبھی نہیں کھایا اور کہتے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین پر باقی ہوں۔ اور امام رضاؑ کے حالات میں وہ اشعار ذکر ہوں گے جو عبدالمطلبؑ کے متعلق امام رضاؑ نے فرمائے اور سنہ ۲۱۷۵ھ میں کہ جب آپؐ کی عمر بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہو گئی تھی تو ابوطالبؑ نے تجارت کے لیے شام کی طرف جانے کا قصد کیا۔ روایت ہے کہ جب ابوطالبؑ نے شام کے سفر کا ارادہ کیا تو رسول خداؐ نے ان کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا کہ چچا مجھے کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں نہ میرا باپ ہے اور نہ ماں۔ ابوطالبؑ رونے لگے اور حضورؐ کو ساتھ لے گئے اور جب ہوا گرم ہو جاتی تو ایک بادل ظاہر ہوتا اور وہ آپؐ کے سر پر سایہ کرتا۔ اثنائے راہ میں ایک راہب کے گرجے کے قریب پہنچے کہ جس راہب کو بحیرا کہتے تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ ان کے ساتھ بادل حرکت کر رہا ہے وہ اپنے گرجے سے اترا اور اس نے کھانے کا انتظام کیا اور انہیں کھانے کی دعوت دی پس جناب ابوطالبؑ اور باقی ساتھی گرجے کی طرف گئے اور حضرت رسول خداؐ کو سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ بادل تو قافلہ کے پڑاؤ پر رکا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ کوئی ایسا شخص بھی اہل قافلہ میں سے ہے جو یہاں نہ آیا ہو۔ کہنے لگے نہیں سوائے ایک بچہ کے جسے ہم سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا کہنے لگا یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص میرے کھانے پر نہ آئے۔ اسے بھی بلاؤ۔ جب آپؐ کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا گیا اور حضرتؐ گرجے کی طرف روانہ ہوئے تو بادل بھی ساتھ چلنے لگا تو بحیرا نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ابوطالبؑ کا بیٹا ہے۔ بحیرا نے ابوطالبؑ سے پوچھا یہ آپ کا بیٹا ہے۔ فرمایا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے کہا اس کا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ابھی یہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ بحیرا کہنے لگا اسے اپنے شہر کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ اگر یہودیوں نے اسے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچانا ہے تو وہ اسے قتل کر دیں گے اور واضح ہو کہ اس کی شان بلند ہے اور یہ اس امت کا نبی ہے جو تلوار کے ساتھ خروج کرے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہاں اختلاف ہے کہ ابوطالبؑ پھر شام گئے تھے یا بحیرا کی بات سن کر وہیں سے آنحضرتؐ کے ساتھ پلٹ آئے یا حضرتؐ کو واپس بھیج دیا اور خود شام کی طرف گئے۔ ہر قول کے قائل موجود ہیں۔ واللہ العالم (بحیرا کا نام جرجیس بن ابی ربیعہ تھا اور وہ شریعت حضرت عیسیٰؑ پر رہبانوں کی طرح رہتا تھا اور بہت بزرگ آدمی تھا)

۵۹۵ء میں جب کہ آپؐ کی عمر پچیس سال تھی آپؐ نے جناب خدیجہؑ سے نکاح کیا۔ وہ مخدرہ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ پہلے انہوں نے عتیق بن عائذ مخزومی سے نکاح کیا اور اس سے ہند بن ابو ہالہ پیدا ہوا اور جب ابو ہالہ کی وفات ہوئی تو خدیجہؑ کے پاس اپنے اور اپنے شوہروں کے مال سے بڑی دولت و ثروت جمع ہو گئی۔ اسے اپنا سرمایہ قرار دے کر بشرط مضاربہ تجارت کی اور وہ بڑے تاجروں میں شمار ہونے لگیں۔ یہاں تک منقول ہے کہ اسی ہزار اونٹوں پر ان کے مال کی تجارت ہوتی تھی اور دن بدن ان کا مال بڑھتا گیا اور ان کا نام مشہور ہوا اور ان کے مکان کی چھت پر حریر سبز کا قبہ بنا تھا کہ جس کی طنابیں ریشم سے بنی تھیں اور اس میں کئی تصویریں تھیں (مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ جناب خدیجہؑ کی شادی صرف رسول اکرمؐ سے ہوئی تھی اور پہلی دو شادیوں کے قصے بناوٹی ہیں اور زیب داستان کے لیے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک روایت بھی موجود ہے) رسول اللہؐ سے آپ کی تزویج کا واقعہ مفصل ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم یہاں صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیخ کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب رسولِ خدا نے چاہا کہ جناب خدیجہؑ بنت خویلد سے نکاح کریں تو ابو طالبؑ اپنے رشتہ داروں اور قریش کے ایک گروہ کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو کہ جناب خدیجہؑ کا چچا تھا۔ پس پہلے جناب ابو طالبؑ نے گفتگو کی اور خطبہ ادا کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ حمد و ثنا اس خدا کے لیے سزاوار ہے جو خانہ کعبہ کا رب ہے کہ جس نے ہم کو اولاد ابراہیمؑ اور ذریت اسماعیلؑ قرار دیا ہے اور ہمیں حرم جیسا امن و امان میں جگہ دی ہے اور ہمیں تمام لوگوں پر حاکم بنایا ہے اور ہمیں اپنے اس گھر کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ لوگ اطرافِ دنیا سے جس کا قصد کرتے ہیں اور اس حرم کے ساتھ کہ ہر جگہ کے میوے وہاں لاتے ہیں اور ہمیں برکت دی ہے اس شہر میں کہ جس میں ہم آباد ہیں۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کا قریش کے جس شخص سے تقابل کرو وہ اس سے بڑھ کر ہے اور کسی شخص کا اس سے قیاس نہیں ہو گا مگر یہ اس سے عظیم تر ہے اور مخلوق میں کوئی اس کا نظیر و مثل نہیں اور اگر اس کے پاس مال کی کمی ہے تو مالِ دنیا خدا کی عطا ہے کہ جسے اس نے اپنے بندوں میں بقدر ضرورت جاری کیا ہے اور وہ سایہ کی طرح ہے جو جلدی پلٹ جاتا ہے۔ اسے خدیجہؑ کی طرف رغبت ہے اور خدیجہؑ بھی اسے چاہتی ہے۔ ہم آئے ہیں کہ تجھ سے اس کی خواستگاری کریں اس کی خواہش و رضا کی بنا پر اور جو حق مہر تم چاہو ہم اپنے مال سے دیں گے جو معجل چاہو اور جتنا مؤجل (فوری یا تاخیر کے ساتھ) اور ربِ کعبہ کی قسم اس کی شان بلند اور قدر و منزلت اونچی ہے۔ اس کا حصہ شامل دین شائع اور رائے کامل ہے۔ پس ابو طالبؑ خاموش ہو گئے۔ ورقہ جو خدیجہؑ کا چچا تھا اور قسیسین اور بڑے علماء میں سے تھا۔ وہ گفتگو کرنے لگا لیکن چونکہ وہ ابو طالبؑ جواب دینے سے قاصر تھا متواتر سانس لیتا اور اس کی گفتگو میں واضح اضطراب تھا اور وہ صحیح جواب نہیں دے سکتا تھا۔ جب یہ حالت جناب خدیجہؑ نے دیکھی تو انہیں نے حضرتؐ کے وفورِ شوق میں شرم و حیا کا کچھ پردہ اٹھایا اور زبان فصیح کے ساتھ فرمایا اے میرے چچا اگرچہ تم زیادہ حق رکھتے ہو اس موقعہ پر گفتگو کرنے کا لیکن تمہیں مجھ پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں میں نے تزویج کی آپ سے اے محمدؐ اپنے نفس کی اور میرا مہر میرے ہی مال میں سے ہے اور اپنے چچا سے کہئے کہ وہ ایک اونٹنی ولیمہ زفاف کے لیے نحر کریں۔ اور آپؐ جب چاہیں اپنی بیوی کے پاس تشریف لائیے۔ پس ابو طالبؑ نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو کہ

خدیجہؑ نے محمدؐ سے اپنی تزویج کر دی ہے اور حق مہر کی خود ضامن ہوئی ہے اور قریش میں سے ایک شخص کہنے لگا تعجب ہے کہ عورتیں مردوں کے لیے حق مہر کی ضامن ہو رہی ہیں۔ جناب ابو طالبؑ کو غصہ آ گیا اور وہ کھڑے ہو گئے اور جب ان کو غصہ آتا تو تمام قریش ان سے ڈرتے تھے اور ان کی سطوت و دبدبہ سے خوف کھاتے تھے۔ پھر فرمایا اگر دوسرے شوہر میرے بھتیجے کی طرح ہوں تو عورتیں گراں قیمت اور زیادہ مہر دے کر انہیں حاصل کریں اور اگر تم جیسے ہوں تو ان سے زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جاتا ہے پس ابو طالبؑ نے ایک اونٹ نحر کیا اور اس درِ صدف نبوت و صدف گوہر خیر النساء کا ولیمہ کیا اور جب جناب خدیجہؑ حضرت محمدؐ کے حبالہ نکاح میں آئیں تو عبد اللہ بن غنم نے جو قریش میں سے تھا یہ اشعار تہنیت کے طور پر کہے:

هَنِيئاً مَرِيئاً يَا خَدِيجَةُ قَدْ جَرَتْ — لَكِ الطَّيْرُ فِيمَا كَانَ مِنْكِ بِأَسْعَدِ
تَزَوَّجْتِ مِنْ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا — وَمَنْ ذَا الَّذِي فِي النَّاسِ مِثْلُ مُحَمَّدِ
بِهِ بَشَّرَ الْبَرَّانِ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ — وَمُوسَى بْنُ عِمْرَانَ فَيَا قُرْبَ مَوْعِدِ
أَقَرَّتْ بِهِ الْكُتَّابُ قِدْماً بِأَنَّهُ — رَسُولٌ مِنَ الْبَطْحَاءِ هَادٍ وَمُهْتَدِ

مبارک ہو تجھے اے خدیجہؑ کہ تیرے ہمائے سعادت نشان نے عرش عزت و شرف کے کنگرے کی طرف پرواز کی ہے اور تو اولین و آخرین میں سے بہترین شخص سے بیاہی گئی اور دنیا میں محمدؐ جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ عیسیٰؑ و موسیٰؑ نے اس کی نبوت کی خبر دی ہے اور بہت جلدی ان کی بشارت کا اثر ظاہر ہو کے رہے گا اور سالہا سال سے سب پڑھنے اور لکھنے والے کتب آسمانی کے اقرار کر چکے ہیں کہ وہ ہے رسول بطحا جو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ ہے۔

۶۱۹۳ء میں جب کہ تیس سال رسول خدا کی ولادت کو گزر گئے تھے تو حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی جیسا کہ تیسرے باب میں بیان ہو گا انشاء اللہ۔ ۶۱۹۸ء میں جبکہ پینتیس سال آپؐ کی عمر کے گزر چکے تھے، قریش نے کعبہ کو خراب کیا اور از سر نو اس کی تعمیر کی اور اس کے طول و عرض میں اضافہ کیا اور ان کی دیواروں کو اتنا بلند کیا کہ وہ اپنی جگہ پر بھلا معلوم ہونے لگا اور ۶۲۰۳ء میں جب جو کہ نور دونہ سے مطابق تھا حضرت رسول اکرم محمدؐ بن عبد اللہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کی روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو خداوند عالم نے آپؐ کے دل کو بہترین زیادہ خشوع کرنے والا، زیادہ مطیع اور تمام دلوں سے زیادہ بزرگ پایا پس آپؐ کی آنکھوں کو مزید نور بخشا اور حکم دیا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ملائکہ فوج در فوج زمین کی طرف آنے لگے اور آنحضرتؐ انہیں دیکھتے تھے اور خدا نے اپنی رحمت کو ساق عرش سے لے کر آپؐ کے سر مبارک سے متصل کر دیا پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے اطراف زمین و آسمان کو گھیر لیا اور آنحضرتؐ کا بازو ہلا کر عرض کیا کہ پڑھیے۔ آپؐ نے فرمایا کیا پڑھوں تو انہوں نے عرض کیا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ پس خدا کی وحی آپؐ تک پہنچائی۔ ایک اور روایت ہے کہ دوبارہ جبرئیلؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اور میکائیلؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور کرسی عزت و کرامت حضرتؐ کے لیے ساتھ لائے اور تاج نبوت اس سلطان سریر رسالت کے سر پر رکھا، لوائے حمد آپؐ کے ہاتھ میں دیا اور عرض کیا اس کرسی پر تشریف رکھیں اور اپنے

پروردگار کی حمد وثنا بجا لائیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ کرسی سرخ یاقوت کی تھی اور اس کا ایک پایا زمرجد کا اور دوسرا مروارید کا تھا پس جب ملائکہ اوپر چلے گئے اور آپؐ کوہِ حرا سے نیچے تشریف لائے تو انوارِ جلال نے آپؐ کو گھیر رکھا تھا اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ آپ کے چہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے اور جس درخت، گھاس اور پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ آپؐ کو سجدہ کرتا اور زبانِ فصیح میں کہتا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اور جب جناب خدیجہؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے خورشید جمال کی شعاع سے گھر منور ہو گیا۔ جناب خدیجہؑ نے عرض کیا اے محمدؐ یہ کیسا نور ہے کہ جو میں آپؐ میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا یہ نورِ نبوت ہے تم کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جناب خدیجہؑ نے عرض کیا مجھے تو کئی سال سے آپؐ کی نبوت کا علم و یقین ہے۔ پھر انھوں نے شہادت دی اور آنحضرتؐ پر ایمان لائیں۔ آپؐ نے فرمایا اے خدیجہؑ مجھے کچھ سردی محسوس ہو رہی ہے مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو۔ جب آپؐ سو گئے تو خدا کی طرف سے ندا آئی: یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (کپڑا اوڑھ کر سونے والے اٹھو اور لوگوں کو عذابِ خدا سے ڈراؤ اور اپنے پروردگار کے لیے۔ تکبیر کہو اور اس کی بزرگی بیان کرو۔) حضرتؐ کھڑے ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کان میں رکھ کر کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو آپؐ کی آواز ہر موجود تک پہنچی اور تمام موجودات آپؐ کے ہم آواز ہوئے اور ۶۲۰ء میں آپؐ نے اپنی دعوت کا اظہار کیا لیکن اس کے تین سال تک نبی اکرمؐ لوگوں کو مخفی طور پر دعوت فرماتے رہے اور ایک جماعت نے آپؐ کا طریقہ اپنا لیا تھا تو جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ آنحضرتؐ کو یہ حکم پہنچا کہ آپؐ علی الاعلان دعوت دیجیے۔ پس حضرتؐ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو انذار کیا اور ڈرایا اور آنحضرتؐ نے لوگوں کو دین مبین کی دعوت کس طرح دی اور قرآن کس طرح پڑھا اور اس سلسلہ میں کیا کیا اذیتیں اور تکلیفیں آپؐ کو پہنچیں ان امور کی تفصیل اس مختصر کتاب کے بیان سے خارج ہے اور ہم نے آپؐ کے معجزات کی پانچویں نوع میں ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں وہاں رجوع کریں۔ دوسری طرف سے کفار قریش نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور شکنجوں میں جکڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور جس شخص کو آزار پہنچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اسے زبانی تکلیف پہنچاتے اور جس کا کوئی قوم و قبیلہ نہ تھا اس کو عذاب و عتاب میں کھینچتے اور مکہ کی گرمی میں اسے بھوکا اور پیاسا کھڑا کرتے تھے اور اسے زرہ پہنا کر سورج کے سامنے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تاکہ وہ نبی اکرمؐ سے علیحدگی اختیار کرے۔ فقیر کہتا ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ کے تذکرہ میں حالات عمار یاسرؓ میں اشارہ کریں گے۔ ان صدمات اور اذیتوں کی طرف جو کفار قریش سے مسلمانوں کو پہنچیں اور ۶۲۰ء میں اصحاب پیغمبرؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، چونکہ مسلمان جب کفار کے شکنجہ سے تنگ آگئے اور کفار کے ظلم پر صبر نہ کر سکے تو حضرت رسولِ خداؐ سے اجازت چاہی کہ ہم کسی اور شہر میں چلے جاتے ہیں۔ حضرتؐ نے انھیں اجازت دی کہ وہ حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کریں کیونکہ حبشہ کے لوگ اہلِ کتاب ہیں اور نجاشی بادشاہِ حبشہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور یہ پہلی ہجرت تھی کہ جس میں بعض صحابہ حبشہ کی طرف گئے تھے اور بڑی ہجرت تو وہ تھی کہ جب رسولِ خدا نے مدینہ کی طرف کوچ کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے عثمان بن عفان اور اس کی بیوی رقیہ۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کی بیوی سہلہ اور حبشہ میں ابو حذیفہ کو خدا نے محمد بن ابو حذیفہ دیا

اور زبیر ابن عوام و مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار عبد الرحمٰن بن عوف ابو سلمہ اور اس کی بیوی ام سلمہ عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور جناب جعفر بن ابی طالبؑ اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کے ساتھ عمر بن سعید بن عاص اور اس کا بھائی جہم ان دونوں کی بیویاں بھی ساتھ تھیں اور عبد اللہ بن جحش اپنی بیوی ام حبیبہ ابو سفیان کی بیٹی کے ساتھ ابو موسیٰ اور ابو عبیدہ جراح اور کچھ اور لوگ کہ جن میں سے مردوں کی تعداد اسّی سے زیادہ تھی۔ یہ لوگ ماہ رجب میں مکہ سے نکلے دریا میں کشتی چلاتے ہوئے حبشہ کے علاقے میں پہنچ گئے۔ اور ملک میں قریش کے کینہ اور مکر اور اس گروہ کے عذاب سے نجات حاصل کی اور نجاشی کے جوار میں امن سے رہنے اور خدا کی عبادت کرنے لگے اور حضرت ابو طالبؑ نے ان اشعارِ ذیل سے نصرتِ رسولؐ فرمائی نجاشی کو تحریص کی اور آمادہ کیا:

تَعَلَّمْ مَلِیکَ الْحَبْشِ اَنَّ مُحَمَّداً	نَبِیٌّ کَمُوسٰی وَالْمَسِیحِ ابْنِ مَرْیَمِ
اَتٰی بِھُدًی مِثْلَ الَّذِیْ اَتَیَا بِہٖ	فَکُلٌّ بِاَمْرِ اللّٰہِ یَھْدِیْ وَیَعْصِمُ
وَاِنَّکُمْ تَتْلُوْنَہٗ فِیْ کِتَابِکُمْ	بِصِدْقِ حَدِیثٍ لَاحَدِیثِ الْمُرَجَّمِ
وَاِنَّکَ مَا یَاْتِیکَ مِنَّا عِصَابَۃٌ بِفَضْلِکَ اِلَّا عَاوَدُوْا بِالتَّکَرُّمِ	فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ نِدًّا وَاَسْلِمُوْا فَاِنَّ طَرِیقَ الْحَقِّ لَیْسَ بِمُظْلِمِ

ترجمہ: "جان لے اے بادشاہِ حبشہ کہ محمدؐ اسی طرح نبی ہیں جیسے موسیٰؑ و مسیحؑ ابن مریم تھے۔ وہ ہدایت لے کر آئے ہیں جیسے وہ دونوں لائے تھے ان میں سے ہر ایک حکمِ خدا سے ہدایت کرتا اور اس کے عذاب سے بچاتا ہے اور تم اس نبی کا واقعہ سچی بات کے طور پر اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ یہ کوئی جھوٹ نہیں اور ہمارا جو گروہ بھی تمہارے فضل و کرم کے سبب تمہارے پاس آتا ہے وہ عزت تکریم کا عادی ہے۔ پس اللہ کا کسی کو ند مقابل نہ بناؤ کیونکہ حق کا راستہ تاریک نہیں ہے۔"

اور ۶۲۹ء میں جبکہ آپؐ کی بعثت کے پانچ سال گزر چکے تھے تو حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی جو انشاء اللہ دوسرے باب میں بیان ہوگی اور ۶۲۱ء میں آپؐ شعب ابی طالبؑ میں تشریف لے گئے اور اس واقعہ کا اجمال یہ ہے کہ جب مشرکین نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں حبشہ جیسی پناہ گاہ موجود ہے اور مسلمانوں میں سے جو سفر کر کے وہاں پہنچ جاتا ہے وہ امن و امان میں رہتا ہے اور جو لوگ مکہ میں ہیں وہ ابو طالبؑ کی پناہ میں سکون سے رہتے ہیں اور جناب حمزہؓ کا اسلام بھی ان کی تقویت کا سبب ہے تو انہوں نے ایک جلسہ کیا اور تمام قریش نے جناب رسولِ خداؐ کے قتل پر اتفاق کیا۔ جب ابو طالبؑ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اولاد ہاشم و عبد المطلب کو جمع کیا اور انہیں بال بچوں سمیت اس درہ میں سکونت دی جسے شعب ابی طالبؑ کہتے تھے اور اولاد عبد المطلبؑ نے جو مسلمان تھے اور جو غیر مسلمان تھے سب نے حفظ قبیلہ اور ابو طالبؑ کی فرمانبرداری میں نصرتِ پیغمبرؐ کا دم بھرا سوائے ابولہب کے کہ جس نے انکار کیا اور دشمنوں سے مل گیا اور ابو طالبؑ نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حفاظتِ رسولؐ کا بیڑا اٹھایا اور اس درہ کے دونو طرف نگہبان مقرر کیے اور اپنے بیٹے علیؑ کو زیادہ رات نبی اکرمؐ کی جگہ سلاتے اور جناب حمزہؓ ساری رات تلوار لے کر پیغمبرؐ کے گرد پھرتے رہتے۔ جب کفار نے یہ دیکھا اور سمجھ گئے کہ وہ آنحضرتؐ تک نہیں پہنچ سکتے تو ان کے بڑے لوگوں میں سے چالیس

آدمی دارالندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد و پیمان باندھا کہ اب اولادِ عبدالمطلبؑ اور بنی ہاشم کے ساتھ نرمی نہ کی جائے اور نہ انہیں رشتہ دیں اور نہ رشتہ لیں اور ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچی جائے اور نہ ان سے کچھ خریدا جائے اور ان کے ساتھ کوئی صلح کا رویہ رکھا جائے جب تک وہ پیغمبرؐ کو ان کے قبضہ میں نہ دے دیں تاکہ یہ انھیں قتل کر دیں۔ یہ عہدنامہ مکمل کر کے ایک صحیفہ میں تحریر کیا گیا اور اس پر مہر لگائی گئی اور ام الجلاس کے جو ابوجہل کی خالہ تھی سپرد کیا گیا تاکہ وہ اسے حفاظت سے رکھے۔

قریش کے اس معاہدے سے بنی ہاشم شعب ابوطالبؑ میں محصور ہو گئے اور اہلِ مکہ میں سے کسی شخص کو ان سے خرید و فروخت کی جرأت نہ رہی سوائے اوقات حج کے کہ جن دنوں ہر ایک سے جنگ کرنا حرام تھا اور اس وقت قبائل عرب مکہ میں حاضر ہوتے تھے یہ لوگ بھی شعب ابوطالبؑ سے باہر آتے اور کھانے کی چیزیں عربوں سے خرید کر کے شعب میں واپس چلے جاتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ قریش میں سے کسی شخص نے بنی عبدالمطلبؑ میں سے کسی کی قرابت کی وجہ سے کوئی چیز شعب کی طرف بھیجی ہے تو اس سے مزاحم ہوتے اور اگر شعب میں رہنے والوں میں سے کوئی باہر آتا اور ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو اسے سزا دیتے اور شکنجہ میں کستے اور جو لوگ کبھی ان کے لیے کھانے کی چیزیں بھیجتے ان میں سے ابوالعاص بن ربیع۔ ہشام بن عمرو تھے۔ حکیم بن حزام بن خویلد جو جناب خدیجہ کا بھتیجا تھا اور منقول ہے کہ ابوالعاص گندم اور کھجور سے اونٹ لاد کر شعب کے قریب جاتا اور انہیں چھوڑ دیتا۔ اسی لیے نبی اکرمؐ فرماتے تھے کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کیا۔ (مترجم کہتا ہے کہ ابوالعاص چونکہ زینب کا شوہر تھا کہ جس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ جناب خدیجہؑ یا ہالہ کی بیٹی تھیں۔)

خلاصہ یہ کہ تین سال تک معاملہ اسی طرح رہا اور کبھی کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے بنی عبدالمطلبؑ کے بچوں کی فریاد بلند ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین اس عہد و پیمان پر نادم و پشیمان ہوئے اور ان میں سے پانچ افراد نے جو کہ ہشام بن عمرو۔ زہیر بن امیہ بن مغیرہ۔ مطعم بن عدی۔ ابوالبختری اور زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد تھے۔ انہوں نے آپس میں عہد و پیمان باندھا کہ وہ اس معاہدہ کو توڑ دیں اور اس صحیفہ کو پھاڑ ڈالیں۔ دوسری صبح جب صنادید قریش کعبہ میں جمع ہوئے اور یہ پانچ افراد بھی آئے اور اس معاملہ میں گفتگو کرنے لگے تو اچانک ابوطالبؑ اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ شعب سے باہر آئے اور کعبہ میں آ پہنچے اور مجمع قریش میں بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے یہ خیال کیا کہ ابوطالبؑ کا پیمانۂ صبر ان زحمات و تکالیف کی وجہ سے لبریز ہو گیا ہے۔ جو انہیں شعب میں پہنچی ہیں اور اب اس لیے آئے ہیں کہ محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ابوطالبؑ نے گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ لوگو میں چاہتا ہوں ایسی بات کہوں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میرے بھتیجے محمدؐ نے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے دیمک کو مقرر کیا ہے کہ وہ اس صحیفہ میں جو ظلم و جور کی داستان لکھی ہے اسے کھا جائے اور خدا کے نام کو باقی رہنے دے۔ اب اس صحیفہ کو لے آؤ اگر وہ سچ کہتا ہے تو پھر تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور اپنے مکر و کینہ سے باز آ جاؤ اور اگر وہ جھوٹ کہتا ہے تو ابھی میں اسے تمہارے سپرد کر دیتا ہوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ لوگ کہنے لگے بڑی اچھی بات ہے پس وہ گئے اور اس صحیفہ کو ام الجلاس سے لے آئے جب اسے کھول کے دیکھا تو تمام صحیفہ ختم تھی سوائے لفظ باسمک اللّٰھم کے جسے زمانہ جاہلیت میں سرناموں پر لکھا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھ

ہوئے۔ پس مطعم بن عدی نے صحیفہ کو پھاڑ دیا اور کہنے لگا ہم اس ظلم کرنے اور قطع رحمی کرنے والے صحیفہ سے بیزار ہیں۔ اس وقت ابوطالبؑ واپس شعب کی طرف چلے گئے۔ دوسرے دن وہ پانچ افراد قریش کے ایک گروہ کے ساتھ شعب میں گئے اور عبدالمطلبؑ کی اولاد کو مکہ میں لے آئے اور انھیں ان کے مکانات میں ٹھہرایا اور وہ تین سال تک شعب میں رہے تھے لیکن مشرکین بعد اس کے کہ حضور اکرمؐ شعب سے باہر تشریف لائے اپنے پہلے عقیدہ پر رہے اور آپؐ کی دشمنی سے دست بردار نہ ہوتے اور جتنا ان سے ہوسکا آپؐ کو اذیت و تکلیف دینے میں کوشاں رہے کہ جس کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اور ۶۲۱۳ء میں جناب ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی وفات ہوئی جناب ابوطالبؑ کی وفات چھبیس[۲۶] رجب بعثت کے دسویں سال کے آخر میں ہوئی اور حضرت رسولِ خداؐ ان کی مصیبت میں روئے اور جب ان کا جنازہ لئے جا رہے تھے تو آپؐ ان کے جنازہ کے آگے آگے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے چچا آپؑ نے صلہ رحمی کی اور میرے معاملہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ خدا آپؑ کو جزائے خیر دے۔ ابوطالبؑ کی جلالت شان اور ان کا نصرت و مدد رسولؐ کرنا اور ان کے باقی فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں آسکیں ہم رسولِ خداؐ کے اقرباء کی فصل میں ان میں سے مختصر طور پر اشارہ کریں گے۔ اور تین دن کے بعد یا ایک روایت کی بنا پر پینتیس دن کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ رسول خداؐ نے انھیں اپنے دست مبارک سے حجون مکہ میں دفن کیا اور آپؐ ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کی وفات کے بعد اتنے غمگین ہوئے کہ بہت کم گھر سے باہر تشریف لاتے اور اسی لئے اس سال کا نام آپؐ نے عام الحزن رکھا۔ امیرالمومنینؑ نے دونوں بزرگوں کے مرثیہ میں اشعار کہے:

أَعَيْنَيَّ جُوْدَا بَارَكَ اللهُ فِيْكُمَا ۔۔۔ عَلٰى هَالِكَيْنِ مَا تَرٰى لَهُمَا مِثْلَا
عَلٰى سَيِّدِ الْبَطْحَاءِ وَابْنِ رَئِيْسِهَا ۔۔۔ وَسَيِّدَةِ النِّسْوَانِ أَوَّلِ مَنْ صَلّٰى
مُصَابُهُمَا أَدْجٰى لِيَ الْجَوَّ وَالْهَوَاءَ ۔۔۔ فَبِتُّ أُقَاسِيْ مِنْهُمَا الْهَمَّ وَالثُّكْلٰى
لَقَدْ نَصَرَا فِي اللهِ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ عَلٰى مَنْ بَغٰى فِي الدِّيْنِ قَدْ رَعَيَا إِلًّا

ترجمہ: "اے میری دونوں آنکھوں آنسو بہاؤ۔ خدا تم کو برکت دے ان دو مرنے والوں پر کہ تم نے جن کے مثل اور نظیر نہیں دیکھے بطحا کے سردار اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی ان کی مصیبت نے میرے لیے فضا کو تاریک بنا دیا ہے۔ میں ان کے ہم و غم اور رونے میں رات گزارتا ہوں۔ یقیناً ان دونوں نے اللہ کی محبت میں دین محمدؐ کی نصرت کی جو دین میں بغاوت کرے سو کرتا رہے لیکن انہوں نے تو قرابت کا خیال رکھا۔"

نیز آنجنابؑ نے ابوطالبؑ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أَبَا طَالِبٍ عِصْمَةَ الْمُسْتَجِيْرِ ۔۔۔ وَغَيْثَ الْمُحُوْلِ وَنُوْرَ الظُّلَمِ
لَقَدْ هَدَّ فَقْدُكَ أَهْلَ الْحِفَاظِ ۔۔۔ فَصَلّٰى عَلَيْكَ وَلِيُّ النِّعَمِ
وَلَقَّاكَ رَبُّكَ رِضْوَانَهُ ۔۔۔ فَقَدْ كُنْتَ لِلطُّهْرِ مِنْ خَيْرِ عَمِّ

ترجمہ: "اے ابوطالبؑ جو پناہ لینے والے کے لیے پناہ تھے اور قحط زدہ کے لیے ابر رحمت اور تاریکیوں کے لیے نور و روشنی آپؑ کی موت نے محفوظ رہنے والوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ نعمتوں کے مالک کا آپؑ پر درود و رحمت ہو اور خدا آپ کو اپنے

رضوان سے ملائے۔ بے شک آپؑ طاہر و مطہر رسولؐ کے بہترین چچا تھے۔"

ابوطالبؑ کی وفات کے بعد مشرکین عرب کی دشمنی آنحضرتؐ سے بڑھ گئی اور آپؐ کو زیادہ تکلیفیں پہنچانے لگے یہاں تک کہ اس قوم کے ایک بیوقوف نے ان کے اکسانے پر ایک مٹھی مٹی اٹھا کر آپؐ کے سر پر ڈال دی اور آپؐ نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی چارہ کار نہ دیکھا اور ۶۲۱۴ء میں آپؐ لوگوں کو دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے اور ہم آپؐ کے سفر طائف کا واقعہ اختصار کے ساتھ معجزات کے ضمن میں جب آپؐ نے شیاطین و جنات پر غلبہ حاصل کیا تھا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ۶۲۱۴ء ہی میں حضرت رسولؐ ام سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور یہ پہلی خاتون ہیں کہ جناب خدیجہؓ کے بعد جس سے حضورؐ نے شادی کی تھی اور جب تک جناب خدیجہؑ زندہ تھیں آپؐ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور اسی سال آپؐ نے عائشہ کی خواستگاری کی اور اس وقت اس کی عمر چھ سال کی تھی اور اس کی رخصتی و زفاف ہجرت کے پہلے سال میں ہوا اور اسی سال میں انصار کے اسلام کی ابتدا ہوئی ۶۲۱۵ء میں نبی اکرمؐ کو معراج ہوئی۔ واضح ہو کہ آیاتِ کریمہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اکرمؐ کو ایک ہی رات میں مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اعلیٰ تک سیر کرائی اور عجائباتِ خلق آسمان کو دکھائے اور رازہائے نہانی اور معارف لامتناہی آنحضرتؐ پر القاء کیے۔ آپؐ نے بیت المعمور میں اور عرش کے نیچے عبادت الٰہی کی اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی اور آپؐ جنت میں داخل ہوئے اور اہل جنت کے منازل کو دیکھا اور احادیث متواتر خاصہ و عامہ دلالت کرتی ہیں کہ آپؐ کا یہ عروج اور اوپر جانا بدن کے ساتھ تھا نہ صرف روح کے ساتھ اور عالم بیداری میں تھا نہ عالم خواب میں۔ اور قدماء علماء شیعہ کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے چنانچہ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو معراج جسمانی میں شک کیا ہے یا تو انہوں نے اخبار و آثارِ رسول خدا و ائمہ ہدیٰ کا تتبع نہیں کیا اور یا حجج خداؑ کے ارشادات پر اعتماد نہیں کیا اور غیر متدین حکماء کے شبہات پر وثوق کر لیا ہے ورنہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ شخص با اعتقاد کئی ہزار احادیث جو طرق مختلفہ سے اصل معراج اس کے کیفیات و خصوصیات کے متعلق سنے جو کہ تمام کی تمام ظاہر و صریح ہیں معراج جسمانی میں اور یہ صرف استبعادِ وہم یا حکماء کے شبہاتِ واھیہ کی بناء پر تمام کا انکار کر دے اور ان کی تاویل کرے اور اگر عَرَجَ بِہٖ (لے گیا) بعض نسخوں میں عَرَجَ بِرُوحِہٖ (لے گیا روح کو) آیا ہے تو یہ منافات نہیں رکھتا اور یہ اس طرح ہے جیسے آپ کہیں کہ جِئْتُکَ بِرُوحِی (میں اپنی روح کے ساتھ تیرے پاس آیا) اس بیان کے ساتھ کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور اس کی تفصیل ہمارے شیخ علامہ نوریؒ نے تحیۃ الزائر میں ذکر فرمائی ہے اور جاننا چاہیئے کہ اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ البتہ سترہ رمضان کی رات کو یا اکیس کی رات کو ہجرت سے چھ ماہ پہلے یا ماہ ربیع الاول میں بعثت سے دو سال بعد ہوئی۔ اس میں اختلاف ہے اور مکان عروج میں بھی اختلاف ہے کہ ام ہانی کا گھر تھا یا شعب ابوطالب یا مسجد الحرام، اور ارشادِ قدرت ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الخ۔ یعنی منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف وہ مسجد کہ جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ

ہم اسے اپنی عظمت وجلال کی نشانیاں دکھائیں بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسجد الحرام سے مراد مکہ معظمہ ہے کیونکہ تمام مکہ محل نماز اور محترم ہے اور مشہور یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جو بیت المقدس میں ہے اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیت المعمور ہے جو چوتھے آسمان پر ہے اور وہ دور ترین مسجد ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا معراج ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ یا اس سے زیادہ۔ احادیث معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دفعہ ہوئی اور یہ اختلاف جو احادیث معراج میں ہے اس کو متعدد معراجوں پر حمل کیا جا سکتا ہے۔ علماء نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت رسول اللہ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ کو حضرت امیر المومنینؑ اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت و امامت کے متعلق باقی فرائض کی نسبت زیادہ تاکید فرمائی۔ بوصیری کہتا ہے:

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلاً اِلٰی حَرَمٍ ۔۔۔ كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ
فَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً ۔۔۔ مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا ۔۔۔ وَالرُّسُلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلٰى خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ ۔۔۔ فِي مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰى اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ ۔۔۔ مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًى لِمُسْتَنِمِ

ترجمہ: تو رات کے وقت ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف گیا جس طرح چودھویں کا چاند رات کے وقت تاریکیوں میں چلتا ہے۔ پس تو بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل کو پایا کہ جسے نہ تو پایا اور نہ اس کا قصد کیا جا سکتا ہے اور تو تمام انبیاء و رسل کے آگے تھا جس طرح مخدوم خادموں سے آگے ہوتا ہے اور تو سات طبق کو پھاڑ کر آگے نکل گیا ایسے موکب میں کہ جن کا تو صاحب علم تھا وہاں پہنچا کہ سبقت کرنے والے کے لیے قرب کی جگہ نہ باقی چھوڑی اور نہ بلندی پر جانے والے کے لیے کوئی سیڑھی۔

سنہ ۶۲۱ء میں مدینہ کے لوگوں نے دوبارہ عقبہ میں بیعت کی اور انہوں نے رسولؐ خدا سے عقد بیعت اور شرط متابعت استوار کی کہ وہ آنحضرتؐ کی اپنی جان اور جسم کی طرح حفاظت و نگہبانی کریں گے اور جو چیز وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ آپؐ کے لیے بھی پسند نہیں کریں گے۔ جب یہ معاہدہ پختہ ہو گیا تو مدینہ کے لوگ اپنے وطن واپس چلے گئے اور کفار قریش کو پیغمبرؐ کے ساتھ ان کے اس عہد و پیمان کی خبر ملی تو یہ چیز ان کے کینہ اور مکر و فریب کی زیادتی کا باعث ہوئی یہ معاملہ شوریٰ تک پہنچا ان کے عقلمند اور تجربہ کار چالیس افراد دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ شیطان قبیلہ نجد کے ایک بوڑھے کی شکل میں ان میں داخل ہو گیا اور تبادلہ افکار اور اظہار نظریات کے بعد سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک بہادر و دلاور منتخب کیا جائے اور ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دی جائے۔ وہ سب اکٹھے ہو کر آنحضرتؐ پر حملہ کریں اور ان کا خون بہائیں تاکہ آپؐ کا خون تمام قبائل میں پھیل جائے اور پیغمبرؐ کے قبیلہ میں یہ طاقت نہ ہو کہ وہ تمام قبائل کا مقابلہ کر سکیں۔ مجبوراً معاملہ خوں بہا پر جا پڑے گا پس سب نے اس پر اتفاق کیا اور

اس مہم کے سر کرنے میں لگ گئے۔ پھر وہ اشخاص جو اس کام کے لیے تیار کیے گئے تھے ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو رات کے وقت آپؐ کے مکان کے گرد آ گئے اور کمین گاہ میں بیٹھے تاکہ جب پیغمبرؐ اپنے بستر پر جا کر لیٹیں تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ خداوند عالم نے نبی اکرمؐ کو اس واقعہ کی خبر کر دی اور آیۂ مبارکہ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور جب تجھ سے کافر مکر کرنے لگے) نازل فرمائی اور حکم دیا کہ امیرالمومنینؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر شہر سے نکل جائیں تو آپؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ مشرکین قریش آج رات مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اور خداوند عالم نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے اور غارِ ثور کی طرف جانے کا فرمان ہوا ہے اور یہ کہ تمہیں حکم دوں کہ میرے بستر پر سو جاؤ تاکہ انہیں معلوم نہ ہو کہ میں چلا گیا ہوں تم کیا کہتے ہو اور کیا کرو گے۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کیا: "اے خدا کے نبیؐ میرے آپؐ کے بستر پر سو جانے سے آپؐ کی جان تو سلامت رہے گی۔" "ہاں" امیرالمومنینؑ ہنسے اور سجدہ شکر بجا لائے اور یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جو اس اُمت میں واقع ہوا تھا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کیا کہ آپؐ جائیے جہاں کا آپؐ کو حکم ملا ہے میری جان آپؐ پر فدا ہو اور آپؐ جو چاہیں مجھے حکم دیں میں اے دل و جان سے قبول کروں گا اور ہر معاملہ میں خدا سے توفیق چاہوں گا۔ پس آپؐ نے جناب امیرؑ کو گلے سے لگایا اور بہت روئے اور انہیں سپردِ خدا کیا اور جبریلؑ نے آپؐ کا ہاتھ تھام لیا اور گھر سے باہر لے آئے اور حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ اور مٹھی بھر خاک ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ یہ چہرے قبیح ہو جائیں اور غارِ ثور کی طرف چل پڑے اور ایک روایت ہے کہ ام ہانی کے گھر تشریف لائے اور صبح کی تاریکی میں غارِ ثور کی طرف متوجہ ہوئے۔ ادھر حضرت امیرالمومنینؑ آنحضرتؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور آپؐ کی چادر اوڑھ لی۔ کفارِ قریش نے چاہا کہ اس رات گھر میں کود جائیں۔ ابولہب جو ان کے ساتھ تھا وہ مانع ہوا اور کہنے لگا کہ میں رات کو تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا کیونکہ اس گھر میں بچے اور عورتیں ہیں۔ رات کو اس کی حراست و نگہبانی کریں۔ صبح کے وقت اس پر حملہ کر دیں گے۔ جب صبح کے وقت انہوں نے اس کام کا ارادہ کیا تو حضرت امیرالمومنینؑ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہیں للکارا۔ وہ کہنے لگے اے علیؑ محمدؐ کہاں ہے۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم انہیں میرے سپرد کر گئے تھے تم انہیں شہر سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود چلے گئے پس وہ لوگ علیؑ سے دستبردار ہو کر نبی اکرمؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور خداوند عالم نے یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی رضا کے بدلے اپنا نفس بیچتے ہیں۔ پس حضرت پیغمبرؐ تین دن تک غارِ ثور میں رہے اور چوتھے دن مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور بارہ ربیع الاول بعثت کے تیرھویں سال مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے اور پیغمبرؐ کی ہجرت مدینہ مسلمانوں کا مبداء تاریخ بنی اور ہجرت کے پہلے سال پانچ ماہ یا آٹھ ماہ کے بعد حضرت رسول اکرمؐ مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات (بھائی چارہ) باندھا اور امیرالمومنینؑ کو اپنا بھائی قرار دیا اور اسی سال کے ماہ شوال میں عائشہ کے ساتھ زفاف کیا۔

ہجری کے دوسرے سال کے واقعات

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہوگیا اور اسی سال حضرت فاطمہؑ کی شادی خانہ آبادی جناب امیرالمومنینؑ سے ہوئی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ سورہ ھَلْ اَتیٰ شانِ اہلِ بیتؑ میں نازل ہوئی۔ اور خداوند عالم نے بہشت کے بہت سے نعمات کو اس سورہ میں ذکر کیا ہے لیکن حورالعین کا ذکر نہیں فرمایا، شاید جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی جلالت ملحوظ تھی اور آخر شعبان ۲ھ میں ستر دن گزرنے کے بعد جنگ الواء ہوئی۔ الواء ایک بڑے گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور وہیں جناب آمنہ والدہ نبی اکرمؐ کی قبر ہے اور وہیں ایک اور گاؤں ہے جسے وداان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کو جنگ وداان بھی کہتے ہیں۔ اور اس جنگ میں معاملہ صلح کو پہنچ گیا اور رسول اکرمؐ جنگ کیے بغیر واپس آ گئے اور اس جنگ کے علمبردار جناب حمزہؑ تھے اس کے بعد سریہ حمزہ پیش آیا اور یہ جاننا چاہیے جب حضرت رسولؐ کسی لشکر کو کسی جنگ کے لیے تیار کرتے اور خود بھی اس کے ساتھ جاتے تو اس کو غزوہ کہتے ہیں اور اگر خود ساتھ نہ جاتے تو اسے بعث اور سریہ کہتے اور سریہ لشکر کے ایک گروہ کو کہتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں بھیجا جائے جس میں کم سے کم نو افراد اور زیادہ سے زیادہ چار سو ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ سریہ ایک سو سے لے کر پانچ سو تک ہے اور اس سے زیادہ کو منس کہتے ہیں اور اگر آٹھ سو سے زیادہ ہو تو اسے جیش کہتے ہیں اور اگر چار ہزار سے زیادہ ہو تو اسے جحفل کہتے ہیں۔ آپؐ کے غزوات میں اختلاف ہے۔ اُنیس سے لے کر ستائیس تک بتائے گئے ہیں لیکن جنگ صرف نو غزوات میں ہوئی ہے۔

ماہ ربیع الاول میں غزوہ بواط پیش آیا اور وہ اس طرح ہوا کہ آنحضرتؐ دو سو صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے کاروان قریش کے قصد سے بُواط تک تشریف لے گئے۔ دشمن سے دوچار ہوئے بغیر ملپٹ آئے اور بواط ایک پہاڑ ہے جبال جہینہ میں سے رضوی کی طرف اور رضوی مکہ و مدینہ کے درمیان ینبع کے نزدیک ایک پہاڑ ہے۔ کیسانیہ مذہب والے کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ اس میں مقیم زندہ ہیں۔ وہاں سے وہ خروج کریں گے اور غزوہ بُواط کے بعد غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا۔ عُشیرہ مکہ مدینہ کے درمیان ینبع کے نزدیک بنی مدلج قبیلہ کی جگہ ہے اور وہ اس طرح ہوا کہ رسول خداؐ نے سُنا کہ ابوسفیان قریش کے ایک گروہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام جا رہا ہے۔ پس آنحضرتؐ صحابہ کی ایک جماعت کیساتھ اس کے پیچھے ذوالعشیرہ تک تشریف لائے۔ ابوسفیان سے آمنا سامنا ہوا لیکن بنی مدلج کے بڑے لوگ جو ذوالعشیرہ کے اطراف میں رہتے تھے وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے صلح کرلی اور جمادی الثانی میں غزوہ بدرالاولیٰ پیش آیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرمؐ کو یہ اطلاع ملی کہ کرز بن جابر فہری قریش کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر آیا ہے اور وہ آنحضرتؐ کے اونٹ اور باقی لوگوں کے چوپائے ہنکا کے مکہ لے گیا ہے۔ رسولِ خداؐ نے علم جنگ حضرت امیرؑ کے سپرد کیا اور مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ منزل سفوان میں جو بدر کے اطراف میں ہے فروکش ہوئے اور تین دن وہاں آرام فرمایا اور ہر طرف سے مشرکین کے حالات کا تفحص کیا جب ان کی خبر نہ مل سکی تو آپؐ مدینہ واپس آ گئے اور اس وقت ماہ جمادی الثانی ختم ہو رہا تھا۔ نیز ۲ھ میں جنگ بدر کبریٰ پیش آئی اس کا

خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش مثلاً عتبہ وشیبہ۔ ولید بن عتبہ۔ ابوجہل، ابوالبختری۔ نوفل بن خویلد اور باقی صنادید قریشِ مکہ جنگجو افراد کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ کہ جن کی مجموعی تعداد نو سو پچاس تھی نبی اکرمؐ سے جنگ کی تیاری کر کے مکہ سے روانہ ہوئے آلاتِ طرب اور گانے والی عورتیں لہو ولعب کے لیے اپنے ساتھ لائے۔ تین سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اُن کے ساتھ تھے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ ہر روز رؤسائے قریش میں سے ایک شخص گھاس اور لشکر کا کھانا دے گا اور دس اونٹ نحر کرے گا۔ ادھر سے رسولِ خداؐ تین سو تیرہ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکل کر علاقہ بدر میں پہنچے اور بدر ایک کنوئیں کا نام ہے کہ جس میں مشرکین کے لاشے پھینکے گئے تھے۔ جب حضورؐ بدر کے علاقہ میں پہنچ گئے تو حضورؐ جابجا زمین کی طرف اشارہ فرماتے اور کہتے کہ یہ فلاں کے پچھڑنے کی جگہ ہے اور صنادید قریش میں سے ہر ایک کی قتل گاہ بتاتے تھے اور وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا۔ اس اثنا میں دشمن کا لشکر نمودار ہوا اور وہ ان کے سامنے ایک ٹیلہ پر اتر گیا اور لشکرِ پیغمبرؐ کو دیکھنے لگا۔ مسلمان ان کی نگاہوں میں بہت حقیر اور کم مقدار نظر آئے چنانچہ مسلمانوں کی نگاہ میں وہ بھی کم نظر آئے۔ ارشادِ باری ہے: وَاِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي اَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (جب کہ تمہاری آنکھوں میں انہیں کم دکھایا۔ جب تمہاری مڈبھیڑ ہوئی اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر دیا تاکہ پورا کرے خدا اس امر کو جو ہونے والا ہے) قریش لشکرِ پیغمبرؐ کو دیکھنے کے بعد اس ٹیلے پر اتر گئے۔ جب پڑاؤ ڈال چکے تو عمیر بن وہب کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا کہ لشکرِ اسلام کے حالات معلوم کرے اور انہیں شمار کرے۔

پس عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہوا اور مسلمانوں کے چاروں طرف چکر لگانے کے بعد بیابان کی طرف گیا اور دیکھ بھال کی کہ شاید کہیں مسلمانوں نے اپنی فوج کمین گاہ میں بٹھا رکھی ہو۔ واپس آیا اور کہنے لگا کہ ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے اور ان کی کمین میں کوئی نہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یثرب کے اونٹ موت کو لاد کر اور زہرِ مہلک بار کر کے لے آئے ہیں کہ انہیں دیکھتے نہیں ہو کہ وہ خاموش ہیں اور سانپ کی طرح منہ سے زبان ہلاتے ہیں۔ ان کی پناہ گاہیں ان کی تلواریں ہیں وہ ہرگز جنگ کو پشت دے کر نہیں جائیں گے جب تک وہ اپنی تعداد کے برابر دشمن قتل نہ کرلیں۔ اس معاملہ کو خوب جانچ تول لو کہ ان سے لڑنا آسان کام نہیں

حکیم بن حزام نے جب یہ گفتگو سنی تو عتبہ سے خواہش کی کہ لوگوں کو جنگ سے باز رکھو۔ عتبہ نے کہا اگر کر سکتے ہو تو ابنِ حنظلیہ سے کہو کہ آیا لوگوں کو جنگ سے روک سکتے ہو کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی جو تیرے ابنا عم یعنی رشتہ دار ہیں۔ ان سے جنگ نہ ہو۔ حکیم ابوجہل کے پاس گیا اور اسے عتبہ کا پیغام سنایا۔ ابوجہل کہنے لگا، اس کے پھیپھڑے میں ہوا بھر گئی ہے۔ مراد یہ تھی کہ وہ ڈر گیا ہے اور اسے بزدلی عارض ہو گئی ہے اور عتبہ اپنے بیٹے ابوحذیفہ کے بارے میں جو مسلمان ہو گیا ہے اور محمدؐ کے ساتھ ہے ڈرتا ہے۔ حکیم نے ابوجہل کی گفتگو عتبہ کے سامنے نقل کی اور اچانک ابوجہل بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ عتبہ نے اس سے کہا اے بڑے بزدل مجھے بزدل بتا کر ننگ و عار دلاتا ہے۔ معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے۔ ادھر سے پیغمبرِ اکرمؐ نے (اس لیے کہ مسلمانوں کے دل اپنی جگہ پر رہیں اور جنگ کا زیادہ خوف انہیں نہ ہو۔ وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ کے مفاد پر عمل کرتے ہوئے اگرچہ آپؐ جانتے تھے کہ قریش صلح نہیں کریں گے اس واسطے کہ عذر ختم ہو جائے) قریش

کو پیغام بھیجا کہ ہمارے دل میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم تم سے جنگ کرنے میں سبقت کریں کیونکہ تم لوگ ہمارے ہی قوم و قبیلہ سے ہو اور تمہیں بھی زیادہ میری دشمنی نہیں کرنی چاہیے اور مجھے عرب پر چھوڑ دو اگر میں غالب آیا تو بھی تمہارے لیے باعث فخر ہے اور اگر عرب نے میری کفایت کی یعنی مجھے ختم کر دیا تو تم اپنے مقصد کو تکلیف اٹھائے بغیر پا لو گے۔ جب قریش نے یہ باتیں سنیں تو ان میں سے عتبہ بول اٹھا اور کہنے لگا۔ اے قریش جو شخص لجاجت کرے اور محمدؐ کے پیغام سے منہ پھیرے وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اے قریش میری بات سنو اور محمدؐ کی رعایت کرو جو تمہارا سردار اور تم سے بہتر ہے یعنی اس کے پیغام کی عزت کرو۔ ابوجہل اس سے ڈرا کہ کہیں عتبہ کی باتوں میں آکر لوگ جنگ سے باز نہ آجائیں۔ کہنے لگا ہاں اے عتبہ یہ کیا فتنہ ہے جو تو پھیلانا چاہتا ہے اولاد عبدالمطلب کے خوف سے تو واپس جانے کے حیلے تلاش کرتا ہے۔ عتبہ کو غصہ آگیا اور کہنے لگا میری طرف تو خوف کی نسبت دیتا ہے اور مجھے ڈرنے والا بتاتا ہے۔ پھر اونٹ سے اتر آیا اور ابوجہل کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا اور کہنے لگا آؤ تم اور ہم لڑتے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ بزدل کون اور بہادر کون ہے۔ اکابر قریش آگے بڑھے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کر لیا۔ اس وقت جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور دونوں طرف سے مردانِ کارزار اور شجاعان روزگار جوش و خروش میں آگئے۔ پہلا شخص عتبہ تھا جس نے میدان کا قصد کیا، اس غصہ میں کہ ابوجہل نے اسے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔

پس اس نے بڑی مشکل سے زرہ پہنی اور چونکہ اس کا سر بڑا تھا۔ پورے لشکر میں کوئی ایسا خود نہیں تھا جو اس کے سر پر ٹھیک آتا۔ مجبوراً اس نے عمامہ سر پر باندھ لیا اور اس نے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو حکم دیا کہ میرے ساتھ میدان میں چلو اور جنگ کرو۔ پس تینوں افراد نے اپنے گھوڑے تیز کیے اور دونوں لشکروں کے درمیان کر و فر دکھانے لگے اور مبارز طلب کیے انصار میں سے تین اشخاص ان کے مقابلہ میں گئے۔ عتبہ نے کہا تم کون لوگ ہو اور کس قبیلہ سے ہو۔ کہنے لگے ہم انصار میں سے ہیں۔ عتبہ کہنے لگا تم ہمارے کفو نہیں ہو ہم تم سے جنگ نہیں کرتے اور پکار کر کہا اے محمدؐ ہمارے بنی اعمام میں سے کسی کو بھیج جو ہم سے جنگ کرے جو کہ ہمارا مد مقابل اور کفو ہو اور رسولِ خداؐ بھی نہیں چاہتے تھے کہ پہلے انصار جنگ کریں۔ پس آپؐ نے حضرت علیؑ جناب حمزہؑ بن عبدالمطلب اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کو جنگ کی رخصت دی اور یہ تینوں بزرگوار غضبناک شیر کی طرح بڑھے۔ حمزہؑ نے کہا میں حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسولؐ کا شیر ہوں۔ عتبہ نے کہا کفو کریم ہو اور میں حلفاء کا شیر ہوں۔ اس بات سے عتبہ نے اپنے آپ کو حلفاء مطیبین کی طرف منسوب کیا:۔ خلاصہ یہ کہ امیرالمومنینؑ ولید سے دوچار ہوئے۔ حمزہؑ شیبہ سے اور عبیدہ عتبہ سے۔ پس امیرالمومنینؑ نے یہ رجز پڑھا:

أَنَا ابْنُ ذِي الْحَوْضَيْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ۔ وَهَاشِمِ الْمُطْعِمِ فِي الْعَامِ السَّغِبْ ۔ أُوفِي بِمِيثَاقِي وَأَحْمِي عَنْ حَسَبْ

ترجمہ: میں دو حوضوں کے مالک عبدالمطلب اور ہاشم کا بیٹا ہوں جس نے بھوک کے سال کھانا کھلایا تھا۔ میں اپنے عہد و میثاق کو پورا کروں گا اور حسب و نسب کی حمایت و حفاظت کروں گا۔

پس آپؑ نے ولید کے دوش پر تلوار ماری جو اس کے بغل کے نیچے سے باہر آگئی اور اس کا بازو اتنا چوڑا اور بڑا تھا کہ جب اسے

بلند کرتا تو اس سے اس کا چہرہ چھپ جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے وہ کٹا ہوا ہاتھ حضرت امیرؑ کے سر پر مارا اور اپنے باپ عتبہ کی طرف بھاگا۔ حضرتؑ اس کے پیچھے گئے اور اس کی ران پر دوسرا زخم لگایا کہ جس سے وہ فوراً مر گیا اور جناب حمزہؑ اور شیبہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور ایک دوسرے پر تلوار کے اتنے وار کیے اور ایک دوسرے کے پیچھے اتنے دوڑے کہ تلواریں بیکار ہو گئیں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پس تلواریں ایک طرف پھینک دیں اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے دور سے یہ منظر دیکھا تو پکار کر کہا۔ اے علیؑ دیکھئے یہ کتا کس طرح آپؑ کے چچا پر غالب آ رہا ہے۔ حضرت علیؑ اس کی طرف گئے اور حمزہؑ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور چونکہ حمزہؑ کا قد شیبہ سے بڑا تھا لہذا فرمایا چچا اپنے سر کو نیچے کرو اور حمزہؑ نے سر نیچے کیا تو علیؑ نے تلوار مار کر شیبہ کا آدھا سر الگ کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ باقی رہا عبیدہ، تو وہ جب عتبہ کے قریب پہنچا تو یہ دونوں بہت بہادر اور شجاع تھے تو دونوں نے اچانک ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور عبیدہ نے عتبہ کے سر پر تلوار لگائی جو اس کے نصف سر تک چلی گئی اس طرح عتبہ نے نیچے سے تلوار عبیدہ کے پاؤں پر ماری جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ ادھر جناب علیؑ جب شیبہ کے کام سے فارغ ہوئے تو عتبہ کا قصد کیا۔ ابھی اس میں کچھ رمق باقی تھی کہ اس کی جان بھی لے لی تو حضرتؑ نے ان تینوں کے قتل میں شرکت کی یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے معاویہ کے مقابلہ میں اسے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ میرے پاس وہ تلوار موجود ہے کہ جس سے میں نے تیرے بھائی، تیرے ماموں اور تیرے نانا کو بدر کے دن کاٹا تھا۔ پس حضرت علیؑ حمزہؑ کے ساتھ مل کر عبیدہ کو اٹھا کر حضرت رسولؐ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول خداؐ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو عبیدہ کے چہرہ پر بہنے لگے اور عبیدہ کی پنڈلی سے مغز بہہ رہا تھا۔ بدر سے واپسی پر روحا یا صفراء کے علاقہ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں وہ دفن ہوئے اور عبیدہ عمر میں آنحضرتؐ سے دس سال بڑے تھے اور خداوند عالم نے یہ آیت ان چھ افراد کے متعلق نازل کی جن میں سے دو دو ایک دوسرے سے لڑے تھے هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ یہ دو دشمن جنہوں نے اللہ کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑا کیا۔ پس جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کیے گئے اور ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا گیا خلاصہ یہ کہ ان تین افراد کے قتل ہونے سے کفار کے دل میں رعب بیٹھ گیا۔ ابوجہل کفار کو جنگ پر اکساتا تھا اور شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش سے کہنے لگا میں تمہارا ہمسایہ ہوں اپنا علم مجھے دے دو۔ پس میسرہ کا جھنڈا لے کر صف لشکر کے سامنے دوڑنے لگا اور کفار کو جنگ پر قوی دل بنانے لگا۔ ادھر سے نبی اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے کہا غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَعَضُّوْا عَلَى النَّوَاجِذِ آنکھیں نیچے کر لو اور دانت پیس لو اور اپنے اصحاب کی قلت کو دیکھ کر ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی تو خداوند عالم نے ان کی مدد کے لیے فرشتے نازل فرمائے۔ ارشاد ہوا وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی اور بتحقیق تمہاری اللہ نے بدر میں مدد و نصرت کی جب تم ذلیل تھے خدا کے اس قول تک وَیُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ اور پانچ ہزار علامت دار فرشتوں کے ساتھ خدا نے تمہاری مدد کی۔ پس جنگ عظیم ہونے لگی۔ جب شیطان کی نگاہ جبرائیلؑ پر پڑی اور صفوف ملائکہ

کو دیکھا علم پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مُنَبِّہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑا اور کہنے لگا اے سراقہ کہاں بھاگ رہے ہو یہ کتنا غلط کام ہے جو اس وقت تم کر رہے ہو اور ہمارے لشکر کو توڑ رہے ہو۔ ابلیس نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا مجھ سے دفع ہو جا میں کچھ دیکھ رہا ہوں جو تُو نے نہیں دیکھا۔ خدا فرماتا ہے فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ الخ جب دونوں گروہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو وہ پچھلے قدموں مڑ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام مثل غضبناک شیر کے ہر طرف حملہ کرتے تھے اور مرد و مرکب سوار و راہوار کو زمین پر گراتے یہاں تک کہ چھتیس بہادروں کو زندگی سے بے بہرہ کیا اور حضرتؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا مجھے قریش پر تعجب ہے کہ جب وہ ولید بن عتبہ سے میری جنگ دیکھ چکے ہیں اور انہوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ میرے ایک ہی وار سے حنظلہ بن ابوسفیان کی دونوں آنکھیں باہر آگئیں تو وہ کس طرح مجھ سے لڑنے کی جرأت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ستر افراد صناوید قریش میں سے قتل ہو گئے کہ جن میں سے عتبہ و شیبہ، ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابوسفیان، طعیمہ بن عدی۔ عاص بن سعید۔ نوفل بن خویلد اور ابوجہل تھے۔ جب ابوجہل کا سر پیغمبرؐ کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے سجدہ شکر کیا۔ پس کفار کو شکست ہوئی اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑے اور ان کے ستر آدمی قید کر لیے یہ واقعہ سترہ رمضان کا ہے اور نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط بھی قیدیوں میں داخل تھے۔ حضورؐ نے ان دونوں کے قتل کا حکم دیا اور یہ دونوں آپؐ کے سخت ترین دشمن تھے۔ عقبہ وہی شخص ہے کہ جس نے اُمیہ بن خلف کو خوش کرنے کے لیے حضرتؐ کے چہرہ پر تھوکا تھا۔ اور روایت ہے کہ جب نضر بن حارث امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کی بہن نے اس کے مرثیہ میں قصیدہ کہا کہ جس کے تین شعر یہ ہیں:

اَمُحَمَّدٌ وَلَاَنْتَ نَجْلُ نَجِيْبَةٍ — فِيْ قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقٌ

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا — مَنَّ الْفَتٰى وَهُوَ الْمَغِيْظُ الْمُحْنَقُ

اَلنَّضْرُ اَقْرَبُ مَنْ قَتَلْتَ وَسِيْلَةً — وَاَحَقُّهُمْ اِنْ كَانَ عِتْقٌ يُعْتَقُ

ترجمہ: "اے محمدؐ آپؐ اپنی قوم میں شریف خاتون کے بیٹے ہیں اور باپ بھی آپؐ کا شریف تھا۔ آپؐ کو ضرر نہ ہوتا اگر احسان کرتے اور بعض اوقات سخت غیظ و غضب میں انسان احسان کرتا ہے۔ نضر قرابت قریبہ رکھتا تھا ان میں سے جنہیں آپؐ نے قید کیا اور زیادہ حقدار تھا آزادی کا اگر اس کو آزاد کیا جاتا۔"

جب یہ مرثیہ آپؐ نے سُنا تو فرمایا، اگر میں نے اس کے اشعار سن لیے ہوتے تو اسے قتل نہ کرتا۔

اور سنہ ۲ ہجری پندرہ شوال جبکہ ہجرت کو بیس مہینے گزر چکے تھے۔ غزوہ بنی قینقاع پیش آیا اور قینقاع مدینہ کے یہودیوں کا ایک گروہ تھا۔ جاننا چاہیے کہ ہجرت کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ کفار تین اقسام پر تھے۔ ایک قسم وہ تھے کہ جن سے حضرتؐ نے عہد لیا تھا کہ وہ حضرتؐ سے جنگ نہ کریں اور آپؐ کے دشمنوں کی مدد بھی نہ کریں اور یہ بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع یہودی تھے۔ اور دوسری قسم ان کفار کی تھی جو حضرتؐ سے جنگ کرتے اور حضرتؐ سے دشمنی رکھتے تھے یہ کفار قریش تھے اور تیسری قسم

ان لوگوں کی تھی جنہیں آپؐ سے کوئی سروکار نہیں تھا اور وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ آپؐ کا انجام کار کیا ہوتا ہے جیسے عام طوائف عرب تھے لیکن ان میں سے بعض باطنی طور پر آپؐ کے امر کا ظہور چاہتے تھے۔ مثلاً قبیلہ خزاعہ اور بعض کا معاملہ برعکس تھا مثلاً بنی بکر اور کچھ لوگ ایسے تھے جو ظاہراً آپؐ کے ساتھ اور باطن میں آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ تھے مثلاً منافقین اور یہود کے تینوں گروہوں نے دھوکہ دیا اور سب سے پہلے جنہوں نے معاہدہ کو توڑا وہ بنی قینقاع تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک مسلمان عورت ایک زرگر کی دوکان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس زرگر نے یا کسی دوسرے یہودی نے بطور تمسخر اس کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا اور اسے گرہ لگا دی۔ اس عورت کو خبر نہ ہوئی جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کی پشت ننگی ہو گئی اور یہودی ہنسنے لگے۔ اس عورت نے فریاد بلند کی۔ جب ایک مسلمان نے یہ دیکھا تو اس نے اس قبیح کام کی وجہ سے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودی ہر طرف سے جمع ہو گئے اور انہوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ اس وقت حضورؐ کو معلوم ہو گیا تو آپؐ نے یہودیوں کے بڑے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے کیوں پیمان شکنی کی ہے اور نقض عہد کیا ہے خدا سے ڈرو اور تمہیں خوف ہونا چاہیئے کہ جو کچھ افتاد قریش پر پڑی ہے وہ مصیبت تم پر بھی آسکتی ہے اور میری رسالت کو باور کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ میری بات سچی ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگے اے محمدؐ ہمیں نہ ڈراؤ اور قریش کی جنگ اور ان پر غلبہ سے نہ اتراؤ کیونکہ آپ نے ایسے لوگوں سے جنگ لڑی ہے جنہیں جنگ کے قوانین معلوم نہیں تھے اور اگر ہم سے پالا پڑا تو آپؐ کو جنگ کے طریقے معلوم ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دامن جھاڑ کر چل دیئے۔ اسی وقت جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ یعنی اگر کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو ان کی طرف پورے طور پر جنگ کی آگ پھینک دیں۔ پس آپؐ نے ابولبابہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور علم جناب حمزہؑ کے سپرد کیا اور لشکر تیار کر کے ان کی طرف چل دیئے۔ گروہ یہود میں چونکہ مقابلہ مقابلہ کی طاقت نہیں تھی انہوں نے اپنے حصاروں اور قلعوں میں پناہ لی اور پندرہ دن تک محصور رہے یہاں تک کہ وہ تنگ آ گئے اور رعب و خوف ان کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ مجبوراً وہ راضی ہوئے کہ اپنے حصار سے باہر آئیں اور حکم خدا کے سامنے گردن جھکائیں۔ پس وہ قلعوں کے دروازے کھول کر باہر آ گئے۔ حضرتؐ نے منذر بن قدامہ سلمی کو حکم دیا کہ ان کی مشکیں باندھ دو اور آپؐ کا دلی ارادہ تھا کہ انہیں قتل کریں اور یہ سات سو جنگجو تھے۔ عبداللہ بن ابی نے جو مسلمانوں کے درمیان ایک مرد منافق تھا درخواست کی کہ ان کے حق میں احسان فرمائیں اور اس نے بہت اصرار کیا تو حضرتؐ نے ان کے خون بہانے سے درگزر کیا لیکن وہ حضرتؐ کے حکم سے جلا وطن کیے گئے اور ان کا مال واسباب قلعے اور جائدادیں وہیں رہ گئیں اور ملک شام کے شہر اذرعات کی طرف چلے گئے۔

نیز ۲ھ ماہ شوال میں غزوہ قرقرۃ الکدر پیش آیا وہ بنی سلیم کی پانی کی جگہ ہے۔ مدینہ سے تین منزل دور۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ خداؐ نے سنا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان نے صلاح و مشورہ کے بعد طے کیا ہے کہ وہ قریش کے خون کے بدلے مدینہ پر شب خون ماریں۔ پس حضرتؐ نے علم لشکر حضرت امیرالمومنینؑ کو دیا اور دو سو صحابہؓ کے ساتھ آپؐ دو دن میں وہاں پہنچے۔

آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ لوگ جا چکے تھے اور ان میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا اور حضرتؐ واپس پلٹ آئے۔ اور کچھ مؤرخین نے یہ جنگ تیسرے سال میں ذکر کی ہے۔ ۲ھ کے ذیقعد کی آخری دہائی میں یا ذی الحج میں غزوہ سویق پیش آیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے جنگ بدر کے بعد نذر کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا اور تیل نہیں لگائے گا جب تک محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اصحاب سے اس کا بدلہ نہ لے لے۔ پس وہ دو سو آدمیوں کے ساتھ مکہ سے عریض تک پہنچا جو مدینہ کے اطراف میں واقع ہے اور وہاں ایک انصاری معبد بن عمرو نامی اور اس کے (ایک آدمی) کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ایک دو مکان اور چند درخت خرمے کے جلائے اور یہ سمجھ لیا کہ میں نے اپنی نذر کے مطابق عمل کر لیا ہے۔ پس فوراً واپس چلا گیا۔ جب یہ خبر حضرت محمد مصطفیٰؐ کو ملی تو آپؐ نے ابولبابہ کو اپنا نائب بنایا اور دو سو مہاجرو انصار کے ساتھ ابوسفیان کا پیچھا کیا۔ جب ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ نبی اکرمؐ لشکر کے ساتھ تیزی سے آ رہے ہیں تو وہ ڈر گیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ستو کے تھیلے جو زادِ راہ کے طور پر ان کے پاس تھے وہ پھینک دیں تاکہ بھاگنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ مسلمان ان کے پیچھے پہنچ گئے اور وہ تھیلے انہوں نے اٹھا لیے اس لیے اس کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔ پس حضرت رسول اکرمؐ نے قرقرۃ الکدر تک ان کا پیچھا کیا۔ جب نہ مل سکے تو واپس مدینہ پلٹ آئے اور اس جنگ کی مدت پانچ دن رہی اور بعض علماء کے نزدیک یہ تیسرے سال ہجری میں تھی۔ اور ایک قول کی بنا پر ۲ھ میں حضرت امام حسنؑ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور بہت سے مؤرخین نے تیسرا سال بتایا ہے اور آپؑ کی ولادت کی کیفیت چوتھے باب میں ذکر ہوگی۔

تیسرے ہجری سال کے واقعات

سنہ ۳ھ میں غزوہ غطفان پیش آیا اور اس کو غزوہ ذی امر اور غزوہ انمار بھی کہتے ہیں۔ یہ نجد کے علاقے میں ایک جگہ ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول خداؐ کو یہ معلوم ہوا کہ بنی ثعلبہ و محارب مقام ذی امر میں جمع ہوئے ہیں تاکہ اطراف مدینہ کو تاراج کریں اور مال غنیمت حاصل کریں اور حارث کا بیٹا جس کا نام دعثور تھا اور خطیب نے اس کا نام غورث بتایا ہے وہ ان کا سردار تھا۔ پس نبی اکرمؐ ساڑھے چار ہزار افراد کے ساتھ تیزی سے ذی امر مقام میں پہنچ گئے۔ دعثور اپنے آدمیوں سمیت پہاڑوں پر بھاگ گیا اور ان میں سے کوئی بھی نہ ملا سوائے ایک شخص کے جو بنی ثعلبہ میں سے تھا۔ مسلمان اسے پکڑ کر خدمت پیغمبرؐ میں لے آئے۔ حضرتؐ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو وہ اسلام لے آیا۔ پس سخت بارش ہوئی یہاں تک کہ لشکریوں کے بدن اور کپڑوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ لوگ ہر طرف بکھر گئے اور اپنے اپنے سامان کی اصلاح میں لگ گئے۔ نبی اکرمؐ نے اپنا لباس اتارا اور اُسے نچوڑ کر ایک درخت کی ٹہنیوں پر ڈال دیا اور اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اچانک دعثور حضرتؐ کو قتل کرنے کے ارادہ سے تلوار لیے ہوئے آپؐ کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آج تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: "خدا"۔ فوراً جبرئیلؑ نے اس کے گھونسا مارا تو تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ حضرتؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور اس کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا: "اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟" کہنے لگا کوئی بھی نہیں۔ میں نے جان لیا ہے کہ آپؐ پیغمبرؐ ہیں۔ پس اس نے شہادتیں زبان پر جاری کیے۔ آپؐ نے اس کی تلوار اس کے حوالہ کر دی۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ خداوند عالم نے یہ آیت اسی موقعہ پر نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب کہ ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے) پس نبی اکرمؐ مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے اور اس سفر کی مدت اکیس دن تھی اور سنہ ۳ھ میں ایک قول کی بناء پر ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی مارا گیا وہ ایسا شخص تھا کہ جتنا اس سے ہو سکتا وہ مسلمانوں کو آزار پہنچاتا اور اس نے نبی اکرمؐ کی ہجو بھی کہی تھی۔

اور سنہ ۳ھ ہی میں غزوہ بحُران پیش آیا اور وہ فرع کے اطراف میں ایک جگہ ہے اور فرع اطراف ربذہ میں ایک مقام ہے اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرمؐ کو بتایا گیا کہ بنی سلیم کا ایک گروہ بحران میں جمع ہوا ہے اور وہ کوئی مکاری کرنا چاہتا ہے آپ تین سو افراد کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ بنی سلیم اپنے علاقہ میں منتشر ہو گئے اور حضرتؐ دشمن سے آمنا سامنا کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ سنہ ۳ھ میں ولادت امام حسینؑ ہوئی اور اس سال ہی آپؐ نے حفصہ سے ماہ شعبان میں اور زینب بنت خزیمہ سے ماہ رمضان میں نکاح کیا۔ اور سنہ ۳ھ ماہ شوال میں غزوہ اُحد پیش آیا۔ اُحد مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک

مشہور پہاڑ ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ بدر کے بعد قریش بہت غصہ میں تھے اور ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض و کینے سے بھرے ہوئے تھے اور لگاتار وہ تیاری میں رہے اور لشکر تیار کرتے رہے یہاں تک کہ پانچ ہزار کا لشکر فراہم کر لیا کہ جس میں تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ پس نبی اکرمؐ سے جنگ کرنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف انہوں نے کوچ کیا اور عورتوں کا ایک گروہ بھی ساتھ لیا جو لشکر میں سوگواری کرتیں اور اپنے مقتولین پر گریہ کرتی اور ان کا مرثیہ کہتی تھیں تاکہ ان کا بغض و کینہ جوش میں آئے اور دلوں میں جذبۂ انتقام بھڑکے۔ ادھر سے پیغمبر اکرمؐ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنے لشکر کے ساتھ احد میں تشریف لے آئے اور جنگ کے لیے ایک جگہ کا انتخاب اور لشکر کی صف آرائی کی۔ آپؐ نے لشکر کو اس طرح رکھا کہ کوہ احد پشت پر اور جبل عینین بائیں طرف اور مدینہ روبرو ہو۔ چونکہ عینین میں ایک شگاف تھا کہ اگر دشمن چاہتا تو وہاں سے حملہ کر سکتا تھا۔ عبداللہ بن جبیر کو پچاس کمان داروں کے ساتھ وہاں کھڑا کر دیا تاکہ دشمن کو اس شگاف سے گزرنے سے روکیں اور فرمایا اگر ہمیں فتح و غلبہ ہو جائے اور ہم مال غنیمت لوٹنے لگیں تو تمہارا حصہ بھی رکھ لیں گے۔ تم فتح یا شکست کی صورت میں اپنی جگہ سے ہٹنا۔ جب صفوں کو درست کر چکے تو آپؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ اُوْصِيْكُمْ بِمَا اَوْصَانِيْ بِهِ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ مِنَ الْعَمَلِ بِطَاعَتِهٖ وَالتَّنَاهِيْ عَنْ مَحَارِمِهٖ (وَسَاقَ الْخُطْبَةَ الشَّرِيْفَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ) قَدْ بَيَّنَ لَكُمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ غَيْرَ اَنَّ بَيْنَهُمَا شُبَهًا مِنَ الْاَمْرِ لَمْ يَعْلَمْهَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَنْ عَصَمَ فَمَنْ تَرَكَهَا حَفِظَ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِيْهَا كَانَ كَالرَّاعِيْ اِلَى جَنْبِ الْحِمٰى اَوْشَكَ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ وَلَيْسَ مَلِكٌ اِلَّا وَلَهٗ حِمًى وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ وَالْمُؤْمِنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى تَدَاعٰى عَلَيْهِ سَائِرُ جَسَدِهٖ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ: "اے لوگو! میں تمہیں وہ وصیت کرتا ہوں جو اپنی کتاب میں خدا نے مجھے کی ہے یہ کہ اس کی اطاعت کرتے ہوئے عمل کیا جائے اور اس کے محرمات سے رکا جائے (اور خطبہ چلا یا اس ارشاد تک) خدا نے تمہارے لیے حلال و حرام کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں کہ جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے مگر وہ جسے خدا بچا لے جو شخص ان کو چھوڑ دے اس نے اپنی عزت و دین کو محفوظ کر لیا اور جو ان میں جا پڑے تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو کسی کے کھیت سبزہ زار کے قریب اپنے چوپائے چرا رہا ہو۔ قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں کوئی ایسا بادشاہ نہیں کہ جس نے کوئی محفوظ جگہ نہ قرار دی ہو۔ یاد رکھو خدا جس جگہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ اس کے محرمات ہیں اور ایک مومن کو دوسرے مومنین سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے۔ جب اس میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن پکار اٹھتا ہے والسلام علیکم۔"

ادھر سے مشرکین نے صف آرائی کی تو خالد بن ولید نے پانچ سو افراد کے ساتھ میمنہ لے لیا۔ عکرمہ بن ابوجہل پانچ سو افراد کے ساتھ میسرہ پر تھا۔ صفوان بن امیہ، عمرو بن عاص کے ساتھ سواروں کا سپہ سالار ہو گیا۔ عبداللہ بن ربیعہ تیر اندازوں کا قائد

تھا اور یہ سو آدمی تیرانداز تھے اور جس اونٹ پر ہبل بُت کو لاد کر لائے تھے۔ وہ ان کے آگے تھا اور عورتیں لشکر کے پیچھے تھیں۔
عَلَم لشکر طلحہ بن ابی طلحہ کو دے رکھا تھا۔ حضرت رسولؐ خدا نے پوچھا کہ ان کا عَلَم کس کے ہاتھ میں ہے۔
بتایا گیا کہ قبیلہ بنی عبدالدار کے۔ تو آپؐ نے فرمایا ہم زیادہ وفا کرنے کے حقدار ہیں۔ پس آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو بلایا جو بنی عبدالدار میں سے تھا اور علم نصرت اس کے ہاتھ میں دیا۔ مصعبؓ نے عَلَم لیا اور وہ حضرتؐ کے آگے آگے رہا۔ پس طلحہ بن ابی طلحہ جو کبش کتیبہ (لشکر کا مینڈھا) تھا اور عَلَم مشرکین اٹھائے ہوئے تھا گھوڑا بڑھا کر مبارز طلب ہوا۔ کوئی شخص اس کے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا۔ امیرالمومنینؑ شیر نر کی طرح تلوار لے کر آگے بڑھے اور رجز پڑھا۔ طلحہ کہنے لگا اے قصم (بہادروں کی کمر توڑنے والے) مجھے معلوم تھا کہ تمہارے علاوہ میرے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ پس حضرتؑ پر اس نے حملہ کیا اور آپؑ پر تلوار لگائی کہ حضرتؑ نے ڈھال سے اس کے وار کو روکا پھر ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ اس کا مغز سر سے باہر آگیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور وہ ننگا ہوگیا! اور علیؑ سے پناہ مانگی آپؑ واپس پلٹ گئے۔ رسولِ خداؐ اس کے قتل سے خوش ہوئے۔ حضورؐ نے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی مصعب نے علم لیا۔ امیرالمومنینؑ نے اسے بھی قتل کیا۔ پھر بنی عبدالدار کا ایک ایک شخص علم لیتا اور قتل ہوتا گیا یہانتک کہ بنی عبدالدار میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا جو علمدار بن سکے۔ اس قبیلہ کے ایک غلام نے جس کا نام صواب تھا اس علم کو اٹھایا۔ امیرالمومنینؑ نے اُسے بھی ان کے ساتھ ملحق کیا۔ روایت میں ہے کہ یہ غلام حبشی تھا اور جسم کی بزرگی میں گنبد کی طرح تھا اور اس وقت اس کے منہ سے کف جاری تھا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور وہ کہتا تھا کہ میں اپنے سرداروں کے بدلے محمدؐ کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کروں گا۔ مسلمان اس سے ڈر گئے اور اس کے مقابلہ میں جانے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ امیرالمومنینؑ نے اسے ضربت لگائی اور کمر کے پاس سے اس طرح دو ٹکڑے کر دیا کہ اس کا اوپر والا حصہ جُدا ہوگیا اور اس کا نچلا حصہ اُسی طرح کھڑا تھا۔ مسلمان اسے دیکھتے اور ہنستے تھے۔ پس مسلمانوں نے حملہ کیا اور کفار کو منتشر کر دیا اور وہ شکست کھا گئے مشرکین میں سے ہر شخص ایک طرف بھاگ گیا اور وہ اونٹ جس نے ہُبل کو اٹھا رکھا تھا گر گیا اور ہبل منہ کے بل گر پڑا۔ پس مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ وہ تیرانداز جو پہاڑ کے شگاف پر موجود تھے جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان لوٹ مار میں مشغول ہیں تو انہوں نے مال غنیمت کے حرص و طمع میں اپنی جگہ سے حرکت کی۔ عبداللہ بن جبیر نے منع کیا وہ نہ مانے۔ لوٹ مار کے لیے انھوں نے دشمنوں کی لشکر گاہ کا ارادہ کیا۔ عبداللہ دس سے کم افراد کے ساتھ وہاں رہ گیا۔ خالد بن ولید نے عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ دو سو افراد کو لے کر کمین گاہ سے عبداللہ پر حملہ کر دیا عبداللہ کو اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور مشرکین کا عَلَم سیدھا ہوگیا اور بھاگنے والوں نے جب اپنے عَلَم کو قائم دیکھا تو وہ اپنی صفوں کی طرف واپس آگئے اور شیطان جُعیل بن سراقہ کی شکل میں نکل آیا اور پکارنے لگا: اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ (آگاہ رہو کہ محمد قتل ہو گئے) مسلمانوں میں اس خبر وحشت اثر سے دہشت پھیل گئی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، یہاں تک کہ حذیفہ کے باپ یمان کو خود انہوں نے قتل کر دیا اور رسولِ خداؐ

کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ امیرالمومنینؑ رسولؐ خدا کے سامنے جنگ کر رہے تھے اور جس طرف سے دشمن حضورؐ کا قصد کرتا آپ اسے دفع کرتے ۔ یہاں تک کہ نوّے زخم آپ کے سر، چہرہ، سینہ، شکم، ہاتھ اور پاؤں پر لگے اور لوگوں نے سنا کہ منادی آسمان سے ندا کر رہا ہے۔ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وَلَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ ۔ جبریلؑ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ہے مواسات اور جوانمردی جسے علیؑ آشکار کر رہے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ (کیوں نہ ہو) وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبریلؑ نے کہا اور میں تم دونوں میں سے ہوں ۔ خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن قمیہ جو مشرکین میں سے ایک تھا تلوار لے کر حضرتؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا چونکہ مصعبؓ بن عمیر علمدار لشکرِ رسولؐ تھا۔ پہلے اُس نے مصعب کا قصد کیا اور اس کا دایاں بازو قلم کر دیا ۔ مصعب نے علم بائیں بازو میں پکڑ لیا۔ اس نے اس کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا ۔ پھر ایک اور زخم لگایا کہ جس سے وہ شہید ہو گیا اور علم گر پڑا لیکن ایک فرشتہ مصعب کی شکل میں آیا اور اس نے علم بلند کر دیا ۔ ابن قمیہ نے مصعب کی شہادت کے بعد کئی پتھر لے کر حضرتؐ کی طرف پھینکے ۔ اچانک ایک پتھر آپؐ کی پیشانی پر لگا اور پیشانی کھُل گئی اور خود کے کئی حلقے آپؐ کی پیشانی میں دھنس گئے اور خون آپؐ کے چہرے پر بہنے لگا۔ آپؐ اس خون کو صاف کرتے تھے تاکہ وہ زمین پر نہ گرے اور آسمان سے عذاب نازل نہ ہو اور آپؐ فرماتے کس طرح وہ قوم فلاح و نجات پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے اور عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر آپ کے لبؐ دندان پر مارا اور کسی نے آپؐ پر تلوار کے وار کیے لیکن چونکہ آپؐ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں یہ وار کارگر نہ ہوئے ۔ منقول ہے کہ اس وقت آپؐ پر ستر زخم تلوار کے لگے لیکن خدا نے آپؐ کو محفوظ رکھا۔ اس سختی و زحمت کے باوجود اس مظہرِ رحمت نے اس قوم پر نفرین نہیں کی بلکہ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ خدایا میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے ۔ اسی جنگ میں وحشی جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جناب حمزہ بن عبدالمطلب کی کمین گاہ میں بیٹھا جب آپ شیر غضبناک کی طرح حملہ کر رہے تھے اور کفار سے جنگ میں مصروف تھے تو اُس نے اپنا ہتھیارِ جنگ ان کی طرف پھینکا وہ آپ کی شرمگاہ پر لگا اور دوسری طرف نکل گیا۔ اور ایک قول ہے کہ آپ کی کمر میں لگا اور مثانہ کے پار ہو گیا۔ اس زخم نے آپ کو بیکار کر دیا اور آپ زمین پر گر کے شہید ہو گئے ۔ پس وحشی آپ کے قریب آیا اور آپ کے جگر کو چاک کر کے آپ کا جگر نکال کر ہند زوجہ ابوسفیان کے پاس لے گیا اس نے چاہا کہ اس میں سے کچھ کھائے منہ میں رکھا تو خداوند عالم نے اسے سخت کر دیا تاکہ آنحضرتؐ کے اجزائے بدن کافر کے جسم سے نہ ملیں مجبوراً اس نے پھینک دیا ۔ اسی لیے ہندہ جگر خوارہ مشہور ہو گئی ۔ پس جتنے زیور اس کے پاس تھے وہ اس نے وحشی کو دے دیئے اور خود جناب حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ آپؓ کے کان اور بدن کے کچھ اور اجزاء کاٹ لیے تاکہ انہیں اپنے ساتھ مکہ لیجائے ۔ باقی عورتیں بھی اس کی اقتداء میں قتل گاہ میں آئیں اور انہوں نے باقی شہداء کا مثلہ کیا ۔ کسی کی ناک کاٹی ۔ کسی کا پیٹ چاک کیا اور کاٹے ہوئے اجزاء کو دھاگے میں پرو کر کنگن بنائے ۔ ابوسفیان جناب حمزہؓ کی لاش پر آیا اور اپنے نیزہ کی نوک آپ کے منہ میں چبھو کر کہنے لگا اے عاق (نافرمان) اس تکلیف کو چکھ" جلیس بن حلقمہ نے جب دیکھا تو پکار کر کہا اے بنی کنانہ آ کے دیکھو یہ شخص جو قریش کے بزرگ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اپنے مقتول پسرِ عم کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے ۔

ابوسفیان شرمسار ہوا اور کہا کہ یہ لغزش مجھ سے ہو گئی ہے۔ اس کو مخفی رکھو۔ بہر حال اس جنگ میں اصحاب رسولؐ میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ جنگِ بدر میں قریش کے قید ہونے والے افراد کی تعداد میں جنھیں مسلمانوں نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اپنی خواہش کے مطابق ان سے فدیہ لیا تھا اور انہیں چھوڑ دیا تھا تاکہ ان کے بدلے دوسرے سال اتنی مقدار میں اُن میں سے شہید ہوں۔ بہر حال جب رسولِ خدا کی شہادت کی خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو چودہ عورتیں اہلِ بیت اور ان کے عزیزوں کی مدینہ سے نکلیں اور میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ سب سے پہلے جناب فاطمہؑ نے اپنے باپ کو ان زخموں میں آکر دیکھا اور آنحضرتؐ کو گلے لگا کر بہت گریہ کیا۔ نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ امیر المومنینؑ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آئے اور جناب فاطمہؑ نے رسولِ خداؐ کے سر اور چہرہ کے خون کو دھویا اور چونکہ خون نہیں رکتا تھا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخمِ پیغمبرؐ پر باندھ دی اور اس کے بعد نبی اکرمؐ ان زخموں کو بوسیدہ ہڈیوں کا دھواں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ زخموں کے نشان ختم ہو گئے۔ علی بن ابراہیم قمی نے روایت کی ہے کہ جب جنگ رک گئی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کون ہے جو ہمیں جناب حمزہؑ کے حالات بتلائے۔ حارث بن صِمّہ نے کہا مجھے ان کی قتل گاہ معلوم ہے۔ جب حارث اس جگہ پہنچا اور حمزہؑ کی وہ حالت دیکھی تو نہ چاہا کہ حضرتؐ کو اس کی اطلاع دے۔ حضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا یا علیؑ اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیرؑ حضرت حمزہؑ کے پاس کھڑے ہو گئے اور نہ چاہا کہ یہ خبر وحشت اثر سید البشرؐ کو پہنچائیں۔ پس حضرت رسولؐ خود حمزہؑ کی جستجو میں آئے۔ جب حمزہؑ کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے زیادہ غصہ آیا ہو، اس جگہ سے اگر خدا نے مجھے قریش پر تمکین دی تو میں حمزہؑ کے بدلے ان کے ستر افراد کا مثلہ کروں گا اور ان کے اعضا کاٹوں گا۔ پس جبریلؑ نازل ہوئے اور یہ آیت لے کر آئے: لئن۔ ا قبتم فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (یعنی عقاب کرو تو اتنا عقاب کرو جتنا تمہیں کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔ تو آپؐ نے فرمایا میں صبر کروں گا اور انتقام نہ لوں گا۔ پس حضرتؐ نے وہ چادر جو بردیمانی آپؐ کے دوش پر تھی حمزہؑ پر ڈال دی اور وہ چادر جناب حمزہؑ کے جسم پر پوری نہ آتی تھی۔ اگر سر پر ڈالتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا تو آپؐ نے ان کا سر ڈھانپ دیا اور پاؤں پر گھاس ڈال دی اور فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خاندان عبدالمطلب کی خواتین اندوہناک ہو جائیں گی تو میں حمزہؑ کو اس طرح رہنے دیتا اور صحرا کے درندے اور فضا کے پرندے ان کا گوشت کھاتے اور وہ قیامت کے دن ان کے شکم سے محشور ہوتے کیونکہ جتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ پس آپؐ نے حکم دیا کہ مقتولین کو جمع کیا جائے پھر ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا اور جناب حمزہؑ پر نماز میں آپؐ نے ستر تکبیریں کہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا حمزہؑ کا جسم ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا جائے اور عبداللہ بن عمرو بن حرام (جو جابر کا باپ تھا) عمرو بن جموح کے ساتھ قبر میں دفن ہوا اور اسی طرح جو شخص جس کے ساتھ مانوس تھا وہ دو تین تین ایک قبر میں دفن کیے گئے اور جو زیادہ قرأت قرآن کرتے تھے انہیں ایک دوسرے کے قریب رکھتے تھے اور شہداء کو ان کے انہیں کپڑوں میں جو خون آلود تھے سپرد خاک کیا اور آنحضرتؐ نے فرمایا

انہیں ان کے کپڑوں اور خون کے ساتھ لپیٹ دو کیونکہ جو شخص خدا کی راہ میں زخمی ہوا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آئے گی لیکن ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے جناب حمزہ کو کفن پہنایا کیونکہ کفار نے انہیں برہنہ کر دیا تھا اور ایک روایت ہے کہ عبداللہ اور عمرو کی قبر چونکہ سیلاب گزرنے کی جگہ پر تھی۔ ایک دفعہ سیلاب آیا اور وہ ان کی قبر بہا لے گیا تو عبداللہ کو لوگوں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زخم کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ مجبوراً ہاتھ دوبارہ اس زخم پر رکھا گیا۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے چھبیس سال بعد اپنے باپ کو قبر میں بغیر تغیر و تبدل کے پایا۔ ایسا معلوم ہوتا گویا سویا ہوا ہے اور حرمل کے پتے جو اس کی پنڈلی پر لوگوں نے ڈالے تھے وہ اسی طرح تازہ تھے۔ بہرحال جب نبی اکرمؐ شہداء کے دفن سے فارغ ہوئے تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جس قبیلہ کے قریب سے گزرتے تو مرد اور عورتیں باہر نکل آتے اور آپؐ کی سلامتی پر شکر کرتے اور اپنے مقتولین کا خیال دل میں نہ لاتے۔ پس کبیشہ سعد بن معاذ کی والدہ حضرتؐ کے پاس آئی۔ اس وقت اس کے بیٹے سعد نے حضرتؐ کے گھوڑے کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری ماں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا مرحبا۔ جب کبیشہ نزدیک آئی تو رسول خداؐ نے اس سے اس کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت کی تو وہ کہنے لگی یا رسول اللہؐ جب میں نے آپؐ کو صحیح و سالم دیکھ لیا ہے تو کوئی مصیبت اور تکلیف مجھ پر ثقیل نہیں۔ پس حضرتؐ نے دعا فرمائی کہ ان میں سے باقی رہنے والوں کا حزن و ملال دور ہو اور خدا انہیں ان کی مصیبت کا عوض اور اجر عنایت فرمائے اور آپؐ نے سعد سے فرمایا کہ اپنی قوم کے زخمی لوگوں سے کہو کہ وہ میرے ساتھ نہ چلیں اور اپنے گھروں میں جا کر زخموں کا علاج کریں۔ پس سعد نے زخمیوں سے کہا جو کہ تیس افراد تھے کہ چلے جاؤ اور خود سعد حضرتؐ کو دولت سرا تک چھوڑنے کے لیے واپس گیا۔ اس وقت کم ہی کوئی گھر ہوگا کہ جس سے گریہ و نالہ اور سوگواری کی آواز بلند نہ ہوتی ہو سوائے جناب حمزہؓ کے گھر کے۔ نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: وَلٰكِنْ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهُ الْيَوْمَ یعنی باقی شہداء احد پر گریہ کرنے والیاں موجود ہیں لیکن آج حمزہؓ پر کوئی گریہ کرنے والا نہیں۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے جب یہ سنا تو انصار کی عورتوں سے کہا کہ اب اپنے مقتولین پر گریہ نہ کرو پہلے جا کر جناب فاطمہؑ کا حمزہؓ پر رونے میں ساتھ دو، پھر اپنے مقتولین پر رونا۔ ان عورتوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپؐ نے ان کے گریہ و نالہ کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے تم نے مواسات و ہمدردی کی اور اس دن سے یہ دستور ہو گیا کہ اہل مدینہ پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو پہلے حمزہؓ کا نوحہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنی مصیبت پر۔ اور حمزہؓ کے فضائل بہت ہیں اور شعراء نے آپ کے کافی مرثیے کہے ہیں اور میں نے کتاب کحل البصر فی سیرۃ سید البشرؐ میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور مفاتیح الجنان میں آنجناب کی زیارت کی فضیلت اور الفاظ زیارت اور باقی شہداء احد کی زیارت کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے اور رسول خداؐ کے اقرباء و اعزاء کے بیان میں مختصر طور پر آپؐ کی فضیلت انشاءاللہ ذکر کروں گا اور یہ واقعہ ۱۵ شوال ۳ھ میں واقع ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ بروز جمعرات پانچ شوال قریش احد میں آئے تھے۔ اور جنگ ہفتہ کے دن ہوئی۔ واللہ اعلم۔

غزوۂ حمراء الاسد: یہ ایک جگہ ہے کہ جہاں سے مدینہ آٹھ میل ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ قریش کہیں دوبارہ نہ پلٹ آئیں اور مدینہ پر حملہ کر دیں حکم دیا اور بلال نے منادی کی کہ خدائے قادر قاہر کا فرمان ہے کہ وہ لوگ جو جنگ احد میں حاضر تھے اور وہ زخمی ہو گئے ہیں وہ دشمن کی تلاش میں باہر چلیں۔ پس صحابہؓ نے علاج و معالجہ کو چھوڑ کر زخموں کے ہوتے ہوئے ہتھیار جنگ لگا لیے اور علم لشکر حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا۔ حالانکہ تاریخ میں ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ جنگ احد سے واپس آئے تو اسّی زخم آپؑ کے جسم مبارک پر لگے ہوئے تھے کہ جن میں فتیلہ (بتی) داخل ہو جاتا تھا اور آپؑ ایک چمڑے پر لیٹے ہوئے تھے جب پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو دیکھا تو رونے لگے۔ پس حمراء الاسد تک دشمن کا تعاقب کیا اور وہاں چند دن قیام کر کے واپس پلٹ آئے اور واپسی پر معویہ بن مغیرہ اموی اور ابو عزہ جمحی کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ حضرت رسولؐ خدا نے ابو عزہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا کیونکہ جب جنگ بدر میں وہ قید ہوا تھا تو اس نے عہد و پیمان کیا تھا کہ دوبارہ مسلمانوں سے لڑنے نہیں آئے گا۔ اس دفعہ بھی وہ تضرع و زاری کرنے لگا تاکہ پیغمبر اسے چھوڑ دیں تو حضرت نے فرمایا: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ مومن ایک ہی بل سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ پس آپؐ نے اسے قتل کرا دیا۔

چوتھے سال ہجری کے واقعات

اس سال عامر بن مالک بن جعفر نے جس کی کنیت ابو براء اور لقب مُلَاعِبُ الْاَسِنَّةِ (نیزوں سے کھیلنے والا) تھا اور جو قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کا حاکم و فرمانروا تھا۔ اس نے نجد کے علاقہ سے مدینہ کا سفر کیا اور خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے آپؐ کی بیعت اور متابعت کرنے میں کوئی خوف و ہراس نہیں لیکن میری قوم بہت زیادہ ہے بہتر ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دیں تاکہ وہ لوگوں کو آپؐ کی بیعت و متابعت کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں نجد کے لوگوں سے مامون نہیں مجھے خوف ہے کہ وہ انہیں کوئی تکلیف و آزار پہنچائیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ لوگ میرے جوار و امان میں ہوں گے۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کر سکتا۔ پس حضرتؐ نے ستر یا ایک قول کی بنا پر چالیس افراد صحابہ اخیار سے منتخب کیے کہ جن میں منذر بن عمر حرام بن ملحان اور اس کا بھائی سُلیم۔ حارث بن صمہ۔ عامر بن فہیرہ۔ نافع بن بدیل بن ورقہ خزاعی۔ عمرو امیۂ ضمری وغیرہ تھے جو کہ وجوہ صحابہ قاریان قرآن اور عابد و زاہد جو دن کو لکڑیاں جمع کر کے بیچتے اور ان کی قیمت سے اصحاب صفہ کے لیے کھانا خرید کراتے تھے اور راتیں نماز، تلاوت قرآن اور عبادت میں گزارتے تھے اور حجرات طاہرات کے لیے بھی لکڑیاں لاتے تھے۔ پس آپؐ نے اس سریہ میں منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور بزرگان نجد اور قبیلہ بنی عامر کو خط لکھا کہ بھیجے ہوئے لوگوں کی تعلیم و احکام کی پذیرائی کریں۔

یہ لوگ سفر طے کر کے بئر معونہ تک پہنچے جو کہ پانی کا ایک کنواں ہے۔ بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے علاقہ میں نجد کے قریب پس اس جگہ کو انہوں نے لشکر گاہ قرار دیا اور اپنے اونٹ عمرو بن امیہ اور ایک دوسرے انصاری کے اور ایک قول کی

بنا پر حارث بن صمہ کے سپرد کیے تاکہ وہ چرائیں اس وقت انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کا خط حرام بن ملحان کو دیا تاکہ وہ عامر بن طفیل بن مالک عامری جو عامر بن مالک کا بھتیجا تھا کے پاس قبیلہ کے درمیان لے جاکر عامر کے حوالہ کرے۔ عامر نے قبول نہ کیا اور ایک قول ہے کہ اس نے خط لے کر پھینک دیا۔ حرام نے جب یہ عالم دیکھا تو فریاد کی۔ اے لوگو! میرے لیے امان ہے کہ میں پیغام رسولؐ پہنچاؤں ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک شخص نے آکر اسے نیزہ مارا کہ وہ دوسری طرف نکل آیا۔ حرام نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔ اُس وقت عامر بن طفیل نے قبیلہ سلیم عصیّہ، رعل اور ذکوان کو جمع کیا۔ بعد اس کے کہ قبیلہ بنی عامر نے ابوبراء کی امان دہی کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دیا۔ عامر بن طفیل نے اس جتھے کو لے کر بئر معونہ پر پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کیا۔ سوائے کعب بن زید کے کیونکہ وہ اس جنگ میں کافی زخم کھا کر گر پڑا تھا۔ کفار نے خیال کیا وہ مارا گیا ہے لہٰذا اسے وہیں چھوڑ دیا لیکن وہ بچ نکلا اور خندق میں شہید ہوا اور عمرو بن امیہ کو پکڑ لیا۔ عامر نے اس خیال سے کہ عمرو قبیلہ مُضر میں سے ہے اسے قتل نہ کیا اور کہنے لگا کہ میری ماں پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہو چکا ہے۔ پس اس نے عمرو کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اپنی ماں کی نذر کے مقابلہ میں اسے آزاد کر دیا۔ عمرو نے مدینہ کا راستہ لیا۔ جب وہ قرقرہ کے علاقہ میں پہنچا تو اُسے قبیلہ بنی عامر کے دو آدمی ملے جو کہ رسولِ خداؐ کی امان میں تھے لیکن عمرو کو معلوم نہیں تھا۔ جب وہ سو گئے تو اس نے اپنے ساتھیوں کے خون کے بدلے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور یہ خبر پیغمبرؐ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا وہ تو میری امان میں تھے۔ ان کی دیت (خون بہا) دینا پڑے گی اور رسولِ خداؐ بئر معونہ کے شہداء کی شہادت سے بہت ملول ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ یا چالیس دن تک آپؐ قبیلہ رعل و ذکوان و عُصیّہ پر نفرین و لعنت کرتے رہے اور ان کے ساتھ قبیلہ بنی لحیان و عضل و قارہ کا اضافہ بھی فرماتے تھے۔ کیونکہ سفیان بن خالد ہذلی لحیانی نے عضل و قارہ کے ایک گروہ کو مکر و حیلہ سے مدینہ بھیجا تھا وہ مدینہ میں آئے اور اظہار اسلام کیا اور دس افراد صحابہ کبار میں سے مثلاً عاصم بن ثابت۔ مُرثد بن ابی مُرثد۔ خبیب بن عدی اور سات افراد دوسرے اپنے ساتھ لے گئے تاکہ وہ قبیلہ کے درمیان شریعت کی تعلیم دیں۔ جب وہ علاقہ رجیع میں پہنچے جو بنی ہذیل کے پانی کی جگہ ہے تو انہیں گھیر لیا اور ان میں سے سات افراد کو قتل کر دیا اور بقیہ تین افراد کو امان دی پھر ان سے بھی دھوکا کیا۔ آخر وہ بھی مارے گئے اور اس سریّہ کو سریہ رجیع کہتے ہیں بہرحال حسان بن ثابت اور کعب بن مالک نے ابوبراء کی عہد شکنی کے متعلق اشعار کہے۔ ابوبراء اتنا ملول و محزون ہوا کہ وہ اسی غم واندوہ میں مرگیا اور عامر بن طفیل کو حضرتؐ کی نفرین کی وجہ سے اس کی موی سلولیہ کے ایک غدود اونٹ کے غدود کی طرح نکل آیا جس سے وہ ہلاک ہوئی۔

نیز ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر در پیش ہوا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بنی نضیر کے یہودی ہزار آدمی تھے اور بنو قریظہ کے یہودی سات سو اور چونکہ بنی نضیر عبداللہ ابن ابی منافق کے ہم قسم تھے لہٰذا ان میں پوری طاقت تھی۔ پس وہ بنی قریظہ پر زیادتی کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے یہ عہد کیا تھا اور اسے سربمہر کیا تھا کہ قبیلہ بنی قریظہ بنی نضیر کا ایک شخص قتل کر دیں تو اس کے خون کا مطالبہ کرنے والے پوری دیت (خون بہا) لیں گے اور قاتل کو قتل بھی کریں گے اور اگر بنی قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دیں

تو وہ قاتل کے منہ پر تارکول مل کر اسے گدھے پر سوار کر کے پھرائیں گے اور اس سے آدھی دیت لیں گے اور یہ سب مدینہ میں رہائش پذیر اور رسولِ خداؐ کی امان میں تھے بشرطیکہ دشمنوں کو رسولِ خداؐ کے خلاف نہ ابھاریں اور اعدائے دین کا ساتھ نہ دیں، اچانک بنی قریظہ کے ایک شخص نے بنی نضیر کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ مقتول کے وارثوں نے چاہا کہ معاہدہ کی تحریر کے مطابق قاتل کو بھی قتل کریں اور خون بہا بھی لیں۔ اس وقت چونکہ اسلام قوت پکڑ چکا تھا اور یہودی کمزور تھے بنی قریظہ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور کہنے لگے یہ معاہدہ تورات کے مطابق نہیں اگر چاہو تو قصاص لے لو ورنہ خون بہا لو بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ حضرتؐ رسول اکرمؐ ان کے درمیان فیصلہ کریں جب یہ مقدمہ آپؐ کے پاس لائے تو حضرتؐ نے اس معاہدہ کو جو تورات سے موافقت نہیں رکھتا تھا ختم کر دیا اور جس طرح بنو قریظہ کہتے تھے آپؐ کا حکم نافذ ہوا۔ اس سے بنی نضیر ناراض ہو گئے اور انہوں نے یہ دل میں ٹھان لی کہ جب موقع ملے تو وہ دھوکا کریں۔ یہاں تک کہ عمرو بن امیہ کا ان دو عامریوں کو قتل کرنے کا جو حضرتؐ کی امان میں تھے واقعہ پیش آیا۔ حضرتؐ اس ارادہ سے کہ ان دو افراد کا خون بہا بنی نضیر سے لیں یا ان کی اعانت طلب کریں ان کے قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہودی کہنے لگے جیسا آپؐ حکم دیں ہم ویسا کرنے کے لیے حاضر ہیں لیکن ہماری استدعا ہے کہ آپؐ ہمارے قلعہ میں تشریف لے چلیں اور آج ہمارے ہاں مہمان رہیں۔ حضرتؐ نے قلعہ کے اندر جانا مناسب نہ سمجھا لیکن آپؐ سواری سے اتر کر آئے اور ان کے قلعہ سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ یہودی کہنے لگے محمدؐ کبھی اس آسانی کے ساتھ ہمارے ہاتھ نہیں آسکتے۔ ایک شخص قلعہ کے اوپر جاتا اور وہاں سے ایک پتھر آپؐ کے سر پر پھینک دے اور ہمیں ان کی زحمت و تکلیف سے نجات دلائے۔ فوراً جبرائیلؑ نے ان کے منصوبے کی خبر کر دی۔ رسول خداؐ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو محمد بن مسلمہ سے فرمایا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اور اپنے معاہدہ کو توڑ دیا ہے لہٰذا میرے شہر سے نکل جاؤ۔ اگر دس دن کے بعد تم میں سے ایک شخص بھی یہاں نظر آیا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہودی کوچ کرنے کے لیے تیار تھے کہ عبداللہ بن ابی نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم میرے ہم قسم ہو قطعاً اپنے گھروں سے باہر نہ جاؤ۔ اپنے قلعے دفاع کے لیے محکم کر لو میں اپنی قوم کے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں اگر جنگ کرو گے تو ہم لڑیں گے اور اگر جانا پڑا تو مل کر جائیں گے۔ ارشاد قدرت ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الخ (کیا تم دیکھتے نہیں ہو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے نفاق کیا وہ اپنے بھائیوں سے کہتے تھے) یہودی اپنے قلعوں کو مضبوط کرنے لگے اور نبی اکرمؐ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو جو کچھ کرنا ہے کر لیجیے ہم اپنے گھروں سے باہر نہیں جاتے۔ جب یہ پیغام حضرتؐ تک پہنچا تو آپؐ نے تکبیر کہی اور اصحاب نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پس علم لشکر حضرت امیر المومنینؑ کو دیا اور انہیں آگے بھیج دیا اور خود تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے چلے اور عصر کی نماز بنی نضیر میں جا کر پڑھی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ ابن ابی نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا مثل شیطان کے جو انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا اور جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں میں تو عالمین کے رب کا خوف رکھتا ہوں۔

یہودی پندرہ دن تک محاصرہ کی تنگی برداشت کرتے رہے۔ حضرت نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درخت جڑوں سمیت اکھاڑ دو۔ سوائے کھجوروں کی ایک قسم کے جسے عجوہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس حکم کی حکمت یہ تھی کہ یہودی اس علاقہ میں رہنے سے دل برداشتہ ہو جائیں جب یہودیوں پر معاملہ سخت ہو گیا تو مجبوراً جلا وطنی کے لیے تیار ہو گئے اور پیغام بھیجا ہمیں امان دیجیے کہ ہم اپنے اموال و اسباب اٹھا کر چلے جائیں۔ حضرتؐ نے فرمایا جتنا بوجھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں اس سے زیادہ میں نہیں لے جانے دوں گا۔ وہ راضی نہ ہوئے چند دن کے بعد راضی ہو گئے۔ حضرتؐ نے فرمایا چونکہ پہلے تم نے سرتابی کی تھی۔ اب جو کچھ ہے وہ سب چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہودی ڈر گئے اور سمجھ گئے کہ اب جان بچانی بھی مشکل ہو جائے گی اور اس پر تیار ہو گئے لیکن اس عرصہ میں کہ یہ گھر اب مسلمانوں کے مائدہ کے لیے رہ جائیں گے اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں کو خراب کر گئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ اور مومنین کے ہاتھوں خراب کر رہے تھے بس عبرت حاصل کرو۔ اے آنکھوں والوں۔ رسولِ خداؐ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ انہیں لادو اور تین تین افراد کو ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دے دو اور ایک قول ہے کہ ان کے پاس چھ سو اونٹ تھے۔ آپ نے اجازت دے دی جتنا اٹھا سکتے ہیں ان پر لاد کر لے جائیں۔ وہ دف بجاتے اور گاتے ہوئے بازار مدینہ سے گزرے۔ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہاں سے چلے جانے کا ہمیں کوئی افسوس اور خوف نہیں۔ اس وقت ان کا ایک گروہ شام کی طرف دوسرا اوزعات کی طرف اور تیسرا خیبر کی طرف گیا اور ان کے اموال حضورؐ کے قبضہ میں آ گئے کہ جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں اور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

پس حضرت پیغمبر اسلامؐ نے انصار کو اختیار دیا کہ اگر چاہو تو یہ اموال میں مہاجرین میں تقسیم کرا دوں۔ اور انہیں حکم دوں کہ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں اور اپنے کام کے خود کفیل ہو جائیں ورنہ تمھیں بھی اس غنیمت میں حصہ دوں اور تمہارا معاملہ مہاجرین کے ساتھ برقرار رہے۔ کیونکہ جب آپؐ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے تو حکم دیا تھا کہ ہر انصاری ایک مہاجر کو اپنے گھر لے جائے اور اُسے اپنے مال میں شریک قرار دے اور اس کے معاش کا کفیل بنے۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا آپؐ یہ سارا مال فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیں ہم اس پر راضی ہیں اور اس طرح انہیں اپنے گھروں میں بھی رکھے رہیں گے اور اپنے اموال میں انہیں اپنا شریک و سہیم سمجھیں گے اور تمام انصار نے ان کا اتباع کیا۔ حضرتؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ خدایا انصار پر رحم فرما! انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور یہ آیت کریمہ بھی انہیں کے حق میں نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ الخ رسول خداؐ نے وہ مال مہاجرین پر تقسیم کیا اور انصار میں سے سوائے سہل بن حنیف اور ابو دجانہ کے اور کسی کو کچھ نہ دیا کیونکہ یہ دونوں مال میں انتہائی تہی دست تھے اور ان کے مرابع (منازل) مزارع (زرعی زمینیں) کنویں اور نہریں امیر المومنینؑ کو بخش دیئے اور آنحضرتؐ نے ان کو اولاد فاطمہ علیہا السلام پر وقف کر دیا۔

پانچویں سال ہجری کے واقعات

۵ھ میں حضرت رسولِ خداؐ نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا اور اس کے زفاف کے وقت آیت حجاب

نازل ہوئی اور ۵ھ میں غزوۂ مُریسیع واقع ہوا۔ مُریسیع ایک کنویں کا نام ہے جہاں بنی مصطلق آکر اترتے تھے اور وہ بنی خزاعہ کا پانی تھا۔ مکہ مدینہ کے درمیان قدید کے علاقہ میں اس غزوہ کو غزوۂ بنی مُصطلق بھی کہتے ہیں اور مصطلق جذیمہ بن سعد کا لقب ہے اور وہ خزاعہ کی ایک لڑی ہے اور اس قبیلہ کا سردار اور قائد حارث بن ابی ضرار تھا اور اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ حارث بن ابی ضرار نے رسولؐ خدا کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ایک جماعت کو موافق کر لیا تھا۔ جب پیغمبر اکرمؐ کو یہ خبر ملی تو آپؐ نے لشکر تیار کیا اور پیر کے دن دوسری شعبان کو مدینہ سے چلے اور ازواج میں سے ام سلمہ اور عائشہ آپؐ کے ساتھ تھیں راستہ میں ایک خوفناک وادی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جبریلؑ نازل ہوئے۔ عرض کیا اے رسولؐ خدا کفار جنوں کی ایک جماعت نے اس وادی میں مشورہ کیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو آپؐ کے لشکر کو کوئی آزار پہنچائیں۔ پس رسولؐ خدا نے حضرت امیرالمومنینؑ کو بلایا اور ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ امیرالمومنینؑ نے ان پر فتح حاصل کی اور ہم معجزات رسولؐ خدا میں اس واقعہ کو بیان کر آئے ہیں دوبارہ یہاں نہیں کرتے۔ بہرحال اس کے بعد آپؐ مریسیع کے علاقہ میں پہنچے اور حارث اور اس کی قوم کے ساتھ جہاد کیا۔ صفوان جو کہ مشرکین کا علمبردار تھا، قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک شخص مالک نامی اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ حارث کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے ان پر پیچھے سے حملہ کیا اور ان کے دس آدمی گرا لیے اور مسلمانوں میں سے ایک آدمی شہید ہوا۔ بہرحال تین دن حرب ضرب جاری رہی اور کفار کا ایک گروہ مارا گیا۔ کچھ بھاگ گئے اور باقی اسیر ہوئے۔ ان میں سے ان کی دو سو عورتیں قید ہوئیں اور دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت لشکر کو ملا۔ ان عورتوں میں برہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بھی تھی جو ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی۔ ثابت نے اسے مکاتب قرار دیا کہ وہ اپنی قیمت ادا کر دے اور آزاد ہو جائے۔ برہ نے رسولؐ خدا سے خواہش کی کہ مال کتابت میں اس کی اعانت کریں۔ فرمایا ایسا کروں گا اور اس سے بہتر چیز کا تیرے حق میں دریغ نہیں کروں گا۔ کہنے لگی بہتر کیا ہے۔ فرمایا تیرا مال کتابت ادا کروں اور پھر تجھ سے نکاح کر لوں۔ اس نے عرض کیا کوئی دولت اس کے برابر نہیں۔ آپؐ نے اس کے مال کتابت کی قسط ادا فرمائی اور اسے ثابت بن قیس سے لے لیا اور اس کا نام جُویریہ رکھا اور اسے اپنی ازواج کی لڑی میں منسلک کیا۔ مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ جُویریہ رسولؐ خدا کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے تو کہنے لگے مناسب نہیں کہ رسولؐ کی بیوی کے رشتہ دار قید میں رہیں۔ پس جو عورت بنی مصطلق کی مسلمانوں کی قید میں تھی اُسے آزاد کر دیا۔ عائشہؓ نے کہا ہم نے کبھی نہیں سنا کہ یہ فضل و برکت کسی عورت کے رشتہ داروں کو ملی ہو جو جُویریہ کے عزیزوں کو نصیب ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ رسولِ خدا جنگ کے بعد چار دن تک اس علاقہ میں رہے پھر واپس چلے اور عبداللہ بن ابی منافق نے کہا۔ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا۔ یہ اشارہ تھا کہ میں عزت والا ہوں اور معاذ اللہ رسولؐ ذلیل ہیں۔ زید بن ارقم نے جو ابھی حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے یہ فقرے سن لیے اور رسولؐ خدا سے آکر بیان کر دیئے۔ عبداللہ حضورؐ کے پاس آیا اور قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا اور زید جھوٹ بولتا ہے۔ زید آزردہ خاطر ہوا تو سورہ اذا جاء

المنافقون نازل ہوئی۔ زید کا صدق و سچائی اور ابن ابی کا نفاق آشکار ہوا اور نیز اس جنگ کی واپسی میں افک عائشہ کا واقعہ ہوا اور ماہ شوال ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا اور اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قریش نے تمام عرب سے امداد طلب کی تھی اور ہر قبیلہ سے ایک حزب و گروہ جمع کیا تھا اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ جب رسول خداؐ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا تو ان کی دشمنی حضرتؐ سے زیادہ ہوگئی۔ پس یہودیوں کے بڑے لوگوں سے بیس افراد مثلاً حی بن اخطب سلام بن ابی حقیق کنانہ بن ربیع حوذہ بن قیس اور ابو عامر راہب منافق مکہ میں گئے اور ابوسفیان اور صنادید قریش میں سے پچاس افراد کے ساتھ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر معاہدہ کیا کہ جب تک زندہ ہیں محمدؐ کے ساتھ جنگ کرنے سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اپنے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ لگائے اور قسم کھا کر اس معاہدہ کو محکم کیا۔ اس کے بعد قریش اور یہودیوں نے اپنے ہم قسم لوگوں سے مدد طلب کی۔ ابوسفیان نے لشکر جمع کیا پھر وہ چار ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ مکہ سے نکلا اور ان کے لشکر کے ساتھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ جب مرالظہران میں پہنچا تو دو ہزار آدمی قبیلہ اسلم، اشجع، کنانہ، فزارہ اور غطفان سے آئے اور پے در پے اس کو مدد ملتی رہی یہاں تک کہ جب مدینہ پہنچا تو اس کے ساتھ دس ہزار جنگی جوان جمع ہو گئے۔ ادھر جب یہ خبر رسول خداؐ کو پہنچی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمانؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں جب زیادہ لشکر کسی شہر پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ حفاظت کے طور پر اس شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں تاکہ جنگ کا رخ ایک طرف سے ہو۔ حضرتؐ کو سلمانؓ کی بات پسند آئی اور آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔ ہر دس آدمیوں کے ذمہ چالیس ہاتھ اور ایک روایت ہے کہ دس ہاتھ آئے اور نبی اکرمؐ خود بھی خندق کھودنے میں ان کی امداد کرتے تھے۔ ایک مہینہ میں خندق کھودنے کا کام ختم ہوا اور اس کے دس دروازے راستہ کے طور پر بنا دیئے۔ نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ ہر دروازہ پر ایک مہاجر اور ایک انصار چند افراد کے ساتھ حفاظت کرے اور مدینہ کے حصار کو محکم کیا۔ عورتوں اور بچوں کو مال و اسباب کے ساتھ وہاں جگہ دی۔ قریش کے آنے سے تین دن پیشتر یہ کام منظم ہو گیا۔ ادھر سے ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بلایا اور کہا اگر بنی قریظہ کے یہودیوں کو محمدؐ سے منحرف کرو اسکو تو بڑا اچھا ہو۔ حی بن اخطب کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازے پر آیا۔ کعب قبیلہ بنی قریظہ کا قائد تھا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب سمجھ گیا کہ حی ہے اور کس مقصد کے لیے آیا ہے اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ اُس نے کھٹکھٹایا اور پکار کر کہا اے کعب دروازہ کھولو میں عزت ابدی لے کر آیا ہوں۔ اشراف قریش اور سب قبائل ہمدست و متحد ہو گئے ہیں اور ابھی دس ہزار جنگی جوان پہنچ رہے ہیں۔ کعب نے کہا ہم نے محمدؐ کے پڑوس میں اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا بے وجہ ہم ان کے معاہدہ کو نہیں توڑیں گے۔ بہر حال حیی بن اخطب مکر و حیلہ اور شیطنت سے قلعہ میں داخل ہو گیا اور کعب کے دل کو نرم کر لیا اور قسم کھائی کہ اگر قریش واپس چلے گئے تو میں تیرے قلعہ میں آ جاؤں گا۔ جو مصیبت تجھ پر پڑے گی میں بھی جھیلوں گا۔ اس وقت عہد نامہ محمدی کو نیا اور پھاڑ ڈالا اور ابوسفیان سے ملا اور اسے اس نقض عہد کی خوشخبری سنائی۔ چونکہ قریظہ کا ایسے موقعہ پر نقض عہد کرنا جب کہ قریش کا لشکر پہنچ چکا تھا مسلمانوں کے لیے ایک بڑی مصیبت تھی تو ان کے دل ٹوٹ گئے۔ پیغمبر اکرمؐ ان کی دل جوئی کرتے اور

خدا کی طرف سے وعدہ نصرت دیتے۔ اُس وقت لشکر کفار فوج در فوج ایک دوسرے کے پیچھے پہنچ رہا تھا بعض مسلمانوں نے کہ جن کے دل کمزور تھے جب اس لشکر کثیر کو دیکھا تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اور ڈر کے مارے ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے جیسا کہ خلاندِ عالم فرماتا ہے إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ الخ

بہر حال لشکر کفار خندق دیکھ کر حیران ہوا کیونکہ انہوں نے کبھی خندق نہیں دیکھی تھی۔ پس وہ خندق کے اس پار چوبیس دن تک یا ستائیس دن تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہے اور اصحاب پیغمبرؐ محاصرہ کی تنگی میں رنج و تعب میں گرفتار تھے کچھ منافقین نے مسلمانوں کو ڈرایا اور سکھایا کہ وہ اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ کر کے مدینہ کی طرف جائیں۔ ارشادِ قدرت ہے کہ ایک گروہ نبیؐ سے اذن چاہتا ہے یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ تو صرف بھاگنا چاہتے ہیں۔ بہر حال محاصرہ کے دوران جنگ نہ ہوئی سوائے اس کے کہ تیر اور پتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔ پس ایک دن عمرو بن عبدودّ، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ، ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابی وہب، عکرمہ بن ابی جہل اور مرداس فہری جو سب کے سب بہادر، شجاع اور قریش کے شہسوار تھے وہ خندق کے کنارہ تک آئے اور ایک تنگ جگہ دیکھ کر جست لگائی اور ابو سفیان خالد بن ولید بہادرانِ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ خندق کے کنارے اُن لگا کر کھڑے ہو گئے۔ عمرو نے آواز دی کہ تم لوگ بھی آجاؤ۔ انہوں نے کہا تم اپنا کام کرو اگر ضرورت پیش آئی تو ہم بھی آجائیں گے پس عمرو نے دیوانہ دیو کی طرح گھوڑے کو جولان دیا اور کچھ دیر میدان کے اردگرد چکر دیا اور کونجا اور مبارز طلب کیا۔ چونکہ عمرو کو فارس یلیل کہتے اور اسے ہزار جوان کے برابر سمجھتے تھے اور صحابہؓ نے اس کی شجاعت کے قصے سن رکھے تھے۔ مجبوراً كَانَ عَلٰى رُؤُسِهِمُ الطَّيْرُ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے اور انہوں نے سر نیچے کر لیے اور ابن خطاب نے اصحاب کے عذر کے طور پر اس کی شجاعت کے متعلق کچھ باتیں کہیں جن سے صحابہ کے دل ٹوٹ گئے اور منافق زیادہ سرکش ہوئے۔ جب رسولِ خداؐ نے سنا کہ عمرو مبارز طلبی کر رہا ہے تو فرمایا کوئی دوست ایسا ہے جو اس دشمن کے شر کو روکے۔ علی مرتضیٰؑ نے کہا میں میدان میں جاتا ہوں اور اس سے مبارزت کرتا ہوں۔ حضرتؐ خاموش ہو گئے۔ عمرو نے دوبارہ پکارا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو میرے پاس آئے اور نبرد آزمائی کرے اور کہنے لگا اے لوگو تمہارا خیال ہے کہ تم میں قتل ہونے والے بہشت میں جاتے ہیں اور ہمارے مقتول جہنم میں کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہارا کوئی شخص بہشت کا سفر کرے یا اپنے دشمن کو جہنم میں بھیجے۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو جولان دیا اور کہا وَلَقَدْ بُحِحْتُ مِنَ النِّدَاءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ میں نے هل من مبارز (کیا کوئی مقابل ہے) اتنا پکارا کہ میری آواز بھاری (بیٹھ گئی) ہو گئی ہے۔ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کون ہے جو اس کتے کو دفع کرے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ امیر المومنینؑ کھڑے ہو گئے اور کہا میں جاتا ہوں اور اسے دفع کرتا ہوں۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ علیؑ نے عرض کیا میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔

ملک الشعراء مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

پیمبرؐ سر دوش کہ عمرو است ایں کہ دست یلی آختہ زآستین

علی گفت ایشاہ اینک منم　　کہ یک بیشہ شیر است درجو شنم

پس نبی اکرمؐ نے اپنی زرہ جس کا نام ذات الفضول تھا امیر المومنینؑ کو پہنائی اور اپنا عمامہ سحاب سر پہ باندھا اور ان کے حق میں دعا کی اور انہیں میدان کی طرف روانہ کیا۔ امیر المومنینؑ تیزی سے عمرو کی طرف بڑھے اور اس کے اشعار کے جواب میں فرمایا:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاکَ مُجِیْبُ صَوْتِکَ غَیْرَ عَاجِزٍ　　ذُوْنِیَّةٍ وَبَصِیْرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِیْ کُلَّ فَائِزٍ

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِیْمَ عَلَیْکَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزِ　　مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ یَبْقٰی صَوْتُھَا بَعْدَ الْھَزَاھِزِ

امیر المومنینؑ کے اشعار کا مفہوم یہ ہے۔ اے عمرو جلدی نہ کر کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے کے لیے وہ آگیا ہے جو تیرے مقابلہ سے عاجز نہیں جو درست نیت والا راہِ حق کا بینا ہے اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی نجات دینے والی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تجھ پر برپا کردوں نوحہ، جو جنازوں پر کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی شگاف ڈالنے والی ضربت سے کہ جس کا نام جنگوں کے بعد باقی رہ جائے۔ اسی وقت پیغمبرؐ نے فرمایا: بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الشِّرْکِ کُلِّہٖ کمل ایمان کمل شرک کے مقابلہ میں جارہا ہے۔ پس امیر المومنینؑ نے عمرو کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کی طرف دعوت دی۔ یا اسلام قبول کرے یا نبی اکرمؐ سے جنگ کرنے سے دستبردار ہو جائے یا گھوڑے سے اتر آئے۔ عمرو نے تیسری چیز کو قبول کیا لیکن اندر ہی اندر وہ امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے سے ڈر گیا۔ لہٰذا کہنے لگا اے علیؑ سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ کیونکہ ابھی میدان میں آنے اور بہادروں سے لڑنے کا تمہارا زمانہ نہیں آیا: ہنوزت دہاں شیر بوید ہمی　　ومن اینک ہشتاد سالہ مردم

تیرے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے اور میں اسی سالہ جواں مرد ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے باپ سے میری دوستی تھی لہٰذا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمہیں قتل کروں اور میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے چچازاد بھائی نے کس حفاظت کی بناء پر تمہیں مجھ سے لڑنے کے لیے بھیج دیا ہے حالانکہ مجھ میں یہ قدرت ہے کہ میں تمہیں اپنے نیزہ پر اٹھا کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کردوں کہ نہ مرو اور نہ زندہ رہو۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا ان باتوں کو چھوڑ میں دوست رکھتا ہوں کہ تجھے راہ خدا میں قتل کروں۔ پس عمرو گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے گھوڑے کو پے کیا اور تلوار سونت کر حضرت امیر المومنینؑ کے سر پر وار کیا اور ایک دوسرے سے سخت جنگ کی کہ زمین گرد و غبار سے تاریک ہوگئی اور دونوں طرف کے لشکر انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بالآخر عمرو نے موقعہ پاکر حضرت امیرؑ پر تلوار کا وار کیا۔ آپؑ نے سر پر سپر رکھی۔ عمرو کی تلوار نے سپر کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے آپؑ کے سر مبارک پر زخم لگایا۔ آپؑ نے زخمی شیر کی طرح تلوار اس کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ عمرو زمین پر گرا حضرتؑ اس کے سینہ پر بیٹھے تو وہ کہنے لگا اے علیؑ تم بڑی عظیم جگہ پر بیٹھے ہو۔ پھر کہنے لگا جب مجھے قتل کرلو تو میرا لباس نہ اتارنا۔ آپؑ نے کہا کہ یہ بات میرے لیے انتہائی آسان ہے۔ ابن ابی الحدید اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جب امیر المومنینؑ عمرو سے ضربت کھا چکے اور شیر غضبناک کی طرح عمرو پر حملہ آور ہوئے اور شمشیر سے اس کا سر پلید تن سے جدا کیا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا مسلمان آپؑ کے نعرۂ تکبیر سے سمجھ گئے کہ عمرو مارا گیا ہے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی خندق کے دن کی ضربت قیامت تک

کے جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے (مؤلف نے کچھ عربی کے اشعار یہاں نقل کیے ہیں۔ ہم نے ان کا ذکر و ترجمہ چھوڑ دیا ہے (مترجم)

جابرؓ سے روایت ہے کہ جب عمرو زمین پر گرا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اور خندق عبور کرنے لگے تو نوفل بن عبداللہ خندق میں گر گیا۔ مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ وہ کہنے لگا مجھے اس ذلت سے قتل نہ کرو کوئی آگے بڑھے اور مجھ سے جنگ کرے۔ حضرت امیرالمومنینؑ آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور ہبیرہ کی زین کے قربوس پر آپؑ نے ضرب لگائی وہ اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پھر جابرؓ نے کہا کہ عمرو کے قتل ہونے کا واقعہ کس قدر مشابہت رکھتا ہے جناب داؤدؑ کے جالوت کے قتل کرنے سے۔ بہرحال جب جنگ ختم ہوئی تو قریش نے کسی آدمی کو بھیجا کہ وہ عمرو اور نوفل کی لاش مسلمانوں سے خرید کر لے جائیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا وہ تمہارا مال ہے ہم مُردوں کی قیمت نہیں لیتے۔ جب اجازت مل گئی تو عمرو کی بہن اس کی لاش کے پاس آ بیٹھی تو اس نے دیکھا کہ عمرو کی زرہ کہ جس کی عرب میں نظیر نہیں تھی اُس کے باقی ہتھیار اور لباس عمرو کے بدن سے نہیں لیے گئے تو کہنے لگی مَا قَتَلَہٗ اِلَّا کُفُوٌ کَرِیْمٌ کہ عمرو کو کسی مردِ کریم نے ہی قتل کیا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے بھائی کا قاتل کون ہے۔ لوگوں نے بتایا علی بن ابی طالبؑ تو اس نے دو بیت کہے:

لَوْکَانَ قَاتِلَ عَمْرٍو غَیْرُ قَاتِلِہٖ	لَکُنْتُ اَبْکِیْ عَلَیْہِ آخِرَ الْاَبَدِ
لٰکِنَّ قَاتِلَہٗ مَنْ لَا یُعَابُ بِہٖ	مَنْ کَانَ یُدْعٰی اَبُوْہُ بَیْضَۃَ الْبَلَدِ

ترجمہ: "اگر عمرو کا قاتل کوئی اور ہوتا تو میں آخر ابد تک اس پر گریہ کرتی لیکن اس کا قاتل وہ ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں پایا جاتا اور جس کا باپ شہر کا سردار تھا۔"

بہرحال قریش کے اس محاصرہ میں اصحاب نبیؐ کا معاملہ بڑا سخت تھا۔ ابوسعید خدری نے خدمت پیغمبرؐ میں عرض کیا جانیں لبوں پر آگئی ہیں کیا آپؐ کوئی ایسی دعا تلقین کریں گے کہ جس سے اطمینان حاصل ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا منافقین نے زبان طنز و تشنیع دراز کی۔ نبی اکرمؐ مسجد فتح میں تشریف لائے اور دستِ دعا بلند کر کے عرض کیا یا صریخ المکروبین الخ اور حق تعالیٰ سے دشمنوں سے کفایت چاہی۔ خداوند تعالیٰ نے بادِ صبا اُن پر بھیجی کہ جس نے کفار کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا اُن کے خیمے اور دیگیں الٹ گئیں اور ایک روایت ہے کہ فرشتے اُن کی آگ کو بجھاتے خیموں کی میخوں کو اکھاڑتے اور اُن کی طنابیں کاٹتے تھے۔ یہاں تک کہ کفار کو ہول و ہیبت کی وجہ سے فرار اور بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اور مشرکین کے شکست کھانے کا اہم سبب عمرو و نوفل کا قتل ہونا تھا۔ وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ) وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا کفایت کی خداوند عالم نے مومنین کی جنگ کی (علی بن ابی طالب کے ذریعہ) اور خدا قوی و غالب ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر نبی اکرمؐ رحمۃ للعالمین نہ ہوتے تو یہ آندھی جو احزاب پر چلی تھی باد عقیم سے جو قوم عاد پر آئی تھی شدت و سختی میں زیادہ ہوتی۔ حذیفہ سے منقول ہے کہ ابوسفیان نے کہا بہت دیر ہم اس شہر میں رہے ہیں۔ کتنے چوپائے یہاں ضائع کیے ہیں اور کوئی کام بھی نہیں بن سکا۔ یہودیوں نے بھی ہمیں دھوکہ دیا ہے اب دیکھو یہ آندھی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مکہ کی طرف کوچ کریں اور

اس مصیبت سے نجات پائیں۔ یہ کہہ کے چل پڑا ۔ قریش بھی اٹھے اور اپنا سامان بار کرنے میں مشغول ہوئے اور ابوسفیان سے جا ملے۔

اور ۵ھ میں ہی غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا اور وہ اس طرح کہ جب نبی اکرمؐ جنگ خندق سے فارغ ہوئے تو فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لا کے غسل فرمایا اور انگیٹھی منگائی تاکہ بخور (ہرمل) کی دھونی لیں۔ جبرئیلؑ آئے اور عرض کیا۔ کیا آپ نے جنگ کے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ملائکہ ابھی تک لباس جنگ پہنے ہوئے ہیں۔ ابھی جنگ کی تیاری کیجئے اور بنی قریظہ کے یہودیوں پر چڑھائی کیجئے خدا کی قسم میں جا رہا ہوں تاکہ ان کے قلعوں کو مرغ کے انڈے کی طرح پتھر پر مار کر توڑ دوں۔ پس بلالؓ نے آنحضرتؐ کی طرف سے منادی کی کہ چلو اور نماز عصر بنی قریظہ میں ہوگی۔ پس پندرہ دن یا ایک قول کی بنا پر پچیس دن ان کے قلعے کے گرد محاصرہ رہا اور روزانہ تیر اور پتھر سے جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خدا نے یہودیوں کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور وہ اصحاب کے محاصرہ کی وجہ سے تنگ آ گئے اور اپنے قلعوں سے نیچے آ گئے اور اپنے حق میں سعدؓ بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہوئے۔ سعد نے کہا میرا حکم یہ ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پس ان کے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتیں قید کر لی گئیں اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہوا: وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔

ترجمہ: "اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی انہیں خدا نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان میں سے ایک گروہ قتل ہوا اور ایک گروہ کو تم نے قیدی بنایا اور ان کی زمین اور گھروں کا تمہیں وارث بنایا اور اس زمین کا بھی جسے تم نے نہیں روندا تھا اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"

اور روایت ہے کہ سعدؓ بن معاذ کی رگ اکحل پر جنگ خندق میں تیر لگا تھا اور خون نہیں رکتا تھا۔ سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خون رک جائے تاکہ میں بنی قریظہ کا انجام اپنی مرضی کے مطابق دیکھ لوں تو اس وقت زخم کھلے نتیجہ یہ تھا کہ ان کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق ہوا اور اسی زخم سے وہ دار فانی سے چل بسے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور ۵ھ میں ہی چاند گرہن لگا۔ یہودیوں نے شعبدہ بازی کی اور رسول خداؐ نے نماز پڑھی اور اسی سال غزوہ دومۃ الجندل پیش آیا۔ اس علاقہ میں شریر لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا تھا جو گزرنے والوں اور قافلوں کو لوٹا کرتا تھا۔ رسول خداؐ ماہ ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو جب معلوم ہوا تو نکل گئے اور مسلمان ان کے مال و مویشی لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو مدینہ واپس پہنچے اور دومہ شام سے پانچ منزل دور ایک جگہ ہے۔ جبل طی کے نزدیک اور اس کی مسافت مدینہ مشرفہ تک پندرہ یا سولہ دن ہے چونکہ وہ پتھر سے بنا ہوا ہے اس لیے اسے دومۃ الجندل کہتے ہیں کیونکہ جندل کا معنی پتھر ہے۔

چھٹے ھجری سال کے واقعات

ایک قول کی بنا پر اس سال میں حج خانہ کعبہ فرض ہوا اور آیت کریمہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ نازل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ وجوب حج نویں سال میں ہوا اور اسی سال میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا اور یہ اس طرح تھا کہ مدینہ میں خبر پہنچی کہ ایک گروہ غطفان بنی محارب انمار اور ثعلبہ کا مدینہ کے ارادہ سے لشکر تیار کر رہا ہے۔ نبی اکرمؐ نے ابوذرؓ کو اپنا نائب بنایا اور جمادی الاول کی پندرہ تاریخ کو چار یا سات سو افراد کے ساتھ نجد کی طرف چلے۔ جب مقام نخلہ پہنچے تو وہاں سے ذات الرقاع میں جا کر پڑاؤ ڈالا جب لوگ آپؐ کے ارادہ سے باخبر ہوئے تو ان کے دل میں بہت خوف پیدا ہوا۔ وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین ہو گئے اور زیادہ دہشت کی وجہ سے اپنی کچھ عورتیں بھی چھوڑ گئے۔ مسلمان وہاں پہنچے اور انہوں نے ان کی عورتوں کو کنیزی میں لے لیا۔ نماز کا وقت آیا تو مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں ہم نماز میں مشغول ہوں تو دشمن ہم پر اچانک حملہ نہ کر دیں کیونکہ دشمن دور و نزدیک سے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت پیغمبرؐ نے نماز خوف پڑھی اور بعض روایات کے مطابق یہ آیت اس مقام پر نازل ہوئی وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ الخ (جب تو ان میں ہو اور نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو تو تیرے ساتھ ان میں سے ایک گروہ کھڑا ہو جائے۔ اس غزوہ کے نام ذات الرقاع میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہو گئے تھے تو کپڑوں کے ٹکڑے پاؤں سے باندھے تھے اور ایک قول ہے کہ علم میں ٹکڑے تھے۔ بعض کہتے ہیں جو پہاڑ اس علاقہ میں تھا اس میں مختلف رنگ تھے۔ مثل مرقع کپڑے کے۔ بعض نے اس درخت کا نام یہ بتایا ہے کہ جس کے قریب حضورؐ نے نزول اجلال فرمایا تھا منقول ہے کہ اس جنگ میں ایک ایسی عورت کو قید کیا گیا جس کا شوہر موجود نہیں تھا جب اس کا شوہر آیا تو آپؐ کے لشکر کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب حضرتؐ ایک منزل میں اترے تو آپؐ نے فرمایا کون ہماری پاسبانی کرے گا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری نے کہا کہ ہم پہرہ دیں گے اور وہ درہ کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور مہاجر سو گیا اور انصاری سے کہنے لگا تم رات کے پہلے حصہ میں پہرہ دو۔ میں آخری حصہ میں پہرہ دوں گا۔ پس انصاری نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس عورت کا شوہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس نے اسے تیر مارا اور وہ تیر اس انصاری کے بدن پر لگا۔ انصاری نے تیر کھینچ لیا اور نماز نہ توڑی۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی اس نے کھینچ کر پھینک دیا اور نماز نہ توڑی۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا۔ وہ بھی کھینچ کر رکوع و سجدے ادا کر کے اس نے سلام پھیرا اور اپنے ساتھی کو بیدار کر کے کہا کہ دشمن آیا ہے۔ اُس عورت کے شوہر نے دیکھا کہ وہ مطلع ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ جب مہاجر نے انصاری کا حال دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ پہلے ہی تیر کے وقت تو نے مجھے کیوں نہیں بیدار کیا۔ وہ کہنے لگا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا میں نے نہیں چاہا کہ اس کو توڑوں۔ جب پے در پے تیر آئے ہیں تو میں رکوع میں گیا اور نماز کو تمام کیا اور تجھے بیدار کیا ہے! اور خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ رسولؐ کی مخالفت ہو رہی ہے اور پاسبانی میں کوتاہی ہو گی تو میری جان چلی جاتی قبل اس کے کہ میں

سورہ کو قطع کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ وہ مہاجر عمار یاسر تھے اور انصاری عباد بن بشر اور وہ سورہ سورہ کہف تھی۔

اور ۶ھ میں غزوہ بنی لحیان پیش آیا اور لحیان ہذیل بن مدرکہ کا بیٹا تھا اور بنی لحیان دو گروہ تھے عضل اور قارہ چونکہ جس دن سے قبیلہ ہذیل نے عاصم بن ثابت خُبیب بن عدی اور دوسرے اشخاص کو قتل کیا اور پیغمبرؐ سے دھوکا کیا تھا حضورؐ کے دل میں یہ بیٹھ گیا کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ پس آپؐ دو سو افراد کے ساتھ ان کے ارادہ سے مدینہ سے برآمد ہوئے جب بنی لحیان آپؐ کے ارادہ سے مطلع ہوئے تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوئے۔ نبی اکرمؐ ایک سو دن ان کے علاقہ میں رہے اور عسفان تک جا کر واپس لوٹ آئے اور سفر کی مدت چودہ دن تھی۔

اور ۶ھ ہی میں غزوہ ذی قرد پیش آیا اور اسے غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ مدینہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے اور جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا کی بیس اونٹنیاں تھیں دودھ دینے والی جو غابہ میں چرا کرتی تھیں اور ابوذرؓ ان کے نگہبان محافظ تھے۔ عُیینہ بن حصن فزاری نے چالیس افراد کی معیت میں انہیں لوٹ لیا اور ابوذرؓ کے بیٹے کو بھی شہید کردیا اور قبیلہ غفار کے ایک شخص کو بھی قتل کردیا اور اس کی بیوی کو قید کرلیا لیکن وہ عورت ان کو غافل پا کر رسول اکرمؐ کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر راتوں رات مدینہ آپہنچی۔ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی جب میں نے نجات حاصل کرلی تو اس ناقہ کو نحر کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بڑا بدلہ ہے جو تو اس اونٹنی کو دے رہی ہے بعد اس کے کہ تو اس پر سوار ہوئی ہے اور اس نے تجھے تیرے گھر پہنچا دیا ہے اب چاہتی ہے کہ تو اس کو نحر کرے اور فرمایا لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا لِاَحَدٍ فِيمَا لَا يَمْلِكُ میں تجھے گناہ سے دُور تا ہوا ور نہ اُس چیز کے بارے میں جو انسان کی ملک نہیں۔ بہرحال جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے آواز دی کہ اے خدا کی جماعت سوار ہو جاؤ پس آپؐ نے سوار ہو کر پانچ سو افراد کے ساتھ یا ایک قول کی بنا پر سات سو کے ساتھ کوچ کیا اور علَم مقدادؓ کو دیا اور اسے آگے آگے بھیجا۔ مقدادؓ دشمن کے عقب میں گئے اور ان تک پہنچ گئے پس ابوقتادہؓ نے مسعدہ کو قتل کردیا اور سلمہ بن اکوع پیدل پیچھے سے دشمنوں کو مارتا اور کہتا کہ یہ تیر لیتا جا اور جان لے کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ نامرد اور کمینوں کی موت وہلاکت کا دن ہے۔ کفار بھاگ کر اس گھاٹی میں چلے گئے کہ جس میں چشمہ ذی قرد تھا۔ انہوں نے چاہا کہ پانی پئیں لیکن پیغمبرؐ کے لشکر کے خوف سے پانی پئے بغیر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اور ۶ھ ہی میں رسول خداؐ نے عمرہ کے لیے ماہ ذیقعدہ میں مکہ جانے کا ارادہ کیا اور ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ لیے اور مسجد شجرہ سے احرام باندھا اور ایک ہزار پانچ سو بیس یا چار سو افراد آپؐ کے ہمراہ تھے اور ازواج نبیؐ میں سے ام سلمہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ جب یہ خبر مشرکین مکہ کو ملی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ پیغمبرؐ کو خانہ خدا کی زیارت سے باز رکھا جائے اور رسول خدا مقام حدیبیہ میں جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے ایک کنوئیں کے پاس لشکر سمیت اترے کہ جس کنوئیں میں پانی کم تھا اور تھوڑی ہی دیر میں کنوئیں کا پانی ختم ہوگیا اور لوگوں نے آنحضرتؐ

سے شکایت کی تو آپؐ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر فرمایا کہ اس کنوئیں میں اس کو نصب کر دو۔ اتنا پانی اس میں سے ابلا کہ تمام لشکر اس سے سیراب ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حدیبیہ میں (جو کہ ایک بستی کا نام ہے اور اصل میں اس کنوئیں کا نام تھا جو وہاں ہے اور وہاں سے مکہ ایک منزل ہے) بُدَیل بن ورقہ خزاعی قریش کی طرف سے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قریش نے اتفاق کیا ہے کہ وہ آپؐ کو زیارت خانہ کعبہ سے روکیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں اور ہم اپنے اونٹ نحر کریں گے اور ان کا گوشت تمہارے لیے چھوڑ جائیں گے اور قریش جو ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے۔ بُدَیل کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ آپؐ نے اس سے بھی وہی گفتگو کی جو بُدَیل سے کی تھی عروہ در پردہ اصحاب پیغمبرؐ کو دیکھتا تھا اور پیغمبرؐ کی حشمت و دبدبہ جو اُن کی نظروں میں تھا اس کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جب قریش کے پاس پلٹ کر گیا تو کہنے لگا۔ اے لوگو میں کسریٰ و قیصر و نجاشی کے دربار میں گیا ہوں کوئی بادشاہ رعیت اور لشکر کی نگاہ میں اس عظمت کا نہیں تھا جب وہ اپنا آب دہن پھینکتے ہیں تو لوگ اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اُن کے وضو کا پانی لینے کے لیے جان دے دیتے ہیں اور اگر ان کی ڈاڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو وہ برکت کے طور پر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر ایک اس کے کرنے میں سبقت کرتا ہے اور جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آواز کو دھیما کر لیتے ہیں اور کوئی شخص تیز نگاہ سے اُن کی طرف نہیں دیکھ سکتا باوجود اس کے تمہیں وہ ایسی چیز کا حکم دے رہا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے لہٰذا تم اس کی بات کو قبول کر لو خدا کی قسم میں ایسا لشکر دیکھ آیا ہوں جو اپنی جان فدا کر دیں گے یہاں تک کہ تم پر غالب آجائیں۔ بہرحال حضرتؐ نے عثمان کو مکہ بھیجا تاکہ قریش کو آپؐ کے مقصد سے آگاہ کرے اور مکہ میں جو مسلمان ہیں اُن سے کہے کہ کشائش کا وقت نزدیک آپہنچا ہے۔

عثمان مکہ میں گیا اور عثمان کے بعد دس افراد مہاجرین میں سے اور بھی گئے۔ اچانک خبر آئی کہ عثمان ان دس افراد کے ساتھ قتل ہو گیا ہے اور شیطان نے یہ خبر لشکر اسلام میں پھیلا دی۔ آپؐ نے فرمایا یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔ جب تک قریش کو اس جرم کی سزا نہ دوں اور ببول کے درخت کے نیچے جو وہاں تھا آپؐ نے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی کہ وہ کہیں جائیں گے نہیں اور جنگ ہو گئی تو جنگ سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں کہ خداوند عالم سورہ فتح میں فرماتا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الخ (بے شک خدا مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اس بیعت سے قریش کے دلوں میں ایک ہول عظیم پیدا ہوا۔ سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف کو انہوں نے بھیجا تاکہ قریش اور آنحضرتؐ کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ پس آنحضرتؐ اور سہیل کے درمیان مصالحت ہو گئی اور صلحنامہ لکھا گیا کہ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہیں ہو گی اور طرفین ایک دوسرے کے مال و جان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں کی طرف بغیر کسی قسم کے تزاحم اور دہشت کے سفر کریں گے اور کفار میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے قریش مزاحم نہیں ہوں گے اور جو شخص

قریش کے ساتھ معاہدہ کرے مسلمان اس کینہ ولبغض رکھیں گے اور آئندہ سال رسول خداؐ حج وعمرہ ادا کریں گے لیکن مسلمان تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے اور اپنے ہتھیار نیام میں رکھیں گے اور جو شخص اپنے ولی کے اذن کے بغیر حضرت سے وابستہ ہو چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے آپ اس کی پذیرائی نہ کریں اور اُسے واپس نہیں کریں گے اور وہ اسے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔ صحابہؓ کا ایک گروہ اس صلح سے دل تنگ ہوا اور کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ رسولؐ کا یہ خواب کیوں درست نہیں ہوا کہ آپؐ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے گئے ہیں۔ عمرہ کیا ہے اور خانہ کعبہ کی چابی اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مکہ فتح کیوں نہیں ہوا۔ ابن خطاب کے دل سے یہ بات زبان پر آگئی اور کہنے لگا مَا شَكَكْتُ فِي نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ قَطُّ اِلَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ میں نے آپؐ کی نبوت پر شک کبھی نہیں کیا مگر حدیبیہ کے دن۔ اور پیغمبرؐ سے کہنے لگا کہ ہم کس طرح اس ذلت کے سامنے جھکیں اور اس صلح پر راضی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میں خدا کا رسولؐ ہوں اور کوئی کام اس کے حکم کے بغیر نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ نے ہم سے کہا تھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے اور عمرہ بجا لائیں گے وہ کیا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال یہ کام سرانجام دیں گے؟ کہنے لگا کہ نہیں۔ تو فرمایا کیوں لَسخ پا ہوتے ہو تمہیں دکھ نہ ہو تم خانہ کعبہ کی زیارت کرو گے اور طواف کرو گے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ رسول کے حق در سچ خواب کو خدا نے سچ قرار دیا۔

ساتویں ہجری سال کے واقعات

فتح خیبر کا بیان

اور معلوم ہونا چاہیے کہ جس وقت رسول اکرمؐ حدیبیہ سے واپس آئے تو سورت فتح آپؐ پر نازل ہوئی اور اس میں فتح خیبر کی بشارت بھی جیسا کہ ارشاد قدرت ہے وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا اور بلٹی اُن کی طرف نزدیکی فتح۔ اور اس خیبر کے سات مضبوط قلعے تھے اور وہ ان ناموں کے ساتھ مشہور تھے (۱) ناعم (۲) قموص (۳) کتیبہ (۴) شق (۵) نطاۃ (۶) وطیح (۷) سلالم۔
حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد تقریباً بیس دن حضور اکرمؐ مدینہ میں رہے پھر فرمایا جنگ کی تیاری کرو اور آپؐ ایک ہزار چار سو افراد کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہودی جب آپؐ کے ارادہ سے مطلع ہوئے تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔
ایک دن خیبر کے لوگ کھیتی باڑی کے کام کے لیے بیلچے اور ٹوکریاں لے کر اپنے قلعوں سے باہر نکلے۔ اچانک ان کی نگاہ لشکر پیغمبرؐ پر پڑی کہ اس لشکر نے قلعوں کے گرد ڈیرا ڈالا ہوا ہے چیخ کر کہنے لگے خدا کی قسم یہ محمدؐ اور اس کا لشکر ہے یہ کہہ کر اپنے قلعوں میں بھاگ گئے۔ جب نبی اکرمؐ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ اللہ اکبر خیبر خراب برباد ہوا۔ ہم جب کسی قوم کی ڈیوڑھی پر اترپڑتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری حالت میں کٹتی ہے۔ جب آپؐ نے بیلچے اور ٹوکریاں جو توڑنے کے آلات ہیں خیبر والوں کے ہاتھ میں دیکھے تو فال لی کہ

خیبر منہدم ہوگا۔ دوسری طرف یہودی جنگ کے لیے تیار ہوگئے اور انھوں نے زن و بچے قلعہ کتیبہ میں اکٹھے کر دیئے اور چوپاؤں کی گھاس اور اپنا خرچہ اور خوراک قلعہ ناعم میں جمع کر دیا اور سخت قسم کا حصار کھینچ دیا اور جنگی جوان قلعہ نطاۃ میں آگئے۔ حباب بن منذر نے عرض کیا کہ یہودی کھجور کے درختوں کو اپنی اولاد اور اہل و عیال سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ اگر آپؐ درختوں کو کاٹنے کا حکم دے دیں تو یہ زیادہ رنج و اندوہ میں پڑ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں پس صحابہؓ نے چار سو درخت کاٹ دیئے۔ بہر حال مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ جنگ کی اور کچھ قلعے فتح کر لیے اور قلعہ قموص کا محاصرہ کیا۔ وہ قلعہ سخت اور محکم تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ درد شقیقہ میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے میدان میں نہ آسکے۔ ہر روز ایک صحابی علم لے کر جاتا اور مبارزت کرتا اور شام کو فتح کیے بغیر واپس لوٹ آتا۔ ایک دن ابوبکر علم لے کر گیا اور شکست کھا کر واپس آیا۔ دوسرے دن عمر علم لے کر گیا اور وہ بھی شکست کھا کر واپس آیا جیسا کہ ابن ابی الحدید جو اہل سنت و الجماعت میں سے ہے۔ فتح خیبر کے متعلق قصیدہ میں کہتا ہے:

وان انس لا انس اللذين تقدما ... وفرهما والفر قد علما حوب

والراية العظمى قد ذهبا بها ... ملابس ذل فوقها وجلابيب

يشلهما من آل موسى شمردل ... طويل نجاد السيف اجيد يعبوب

عذرتكما ان الحمام لمبغض ... وان بقاء النفس للنفس محبوب

(مترجم کہتا ہے کہ اشعار کا ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔)

شام کے وقت جب عمر واپس آیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا البتہ یہ علم کل ایسے شخص کو دوں گا جو کرار و غیر فرار ہوگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اس کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہیں اور خداوند عالم اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا۔ دوسرے دن صحابہ جمع ہوئے اور تمام کے تمام یہ خواہش رکھتے تھے کہ یہ دولت عظمیٰ ہمیں میسر ہو۔ آپؐ نے فرمایا: "علیؑ کہاں ہیں؟" عرض کیا گیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور اٹھ نہیں سکتے۔ آپؐ نے فرمایا: "انہیں لے آؤ۔" سلمہ بن اکوع گیا اور آپؑ کا ہاتھ پکڑ کر پیغمبر اکرمؐ کے پاس لے آیا۔ حضرتؐ نے آپؑ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا۔ اسی وقت آپؑ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ حسان بن ثابت نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے:

وكان علي ارمد العين يبتغي ... دواء فلما لم يحس مداويا

شفاه رسول الله منه بتفلة ... فبورك مرقيا وبورك راقيا

وقال ساعطي الراية اليوم صارما ... كميا محبا للرسول مواليا

يحب الهي والاله يحبه ... به يفتح الله الحصون الاوابيا

فاصفى بها دون البرية كلها ... عليا وسماه الوزير المواخيا

ترجمہ: "اور علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے اور اس کی دوا چاہتے تھے لیکن کوئی علاج کرنے والا نہ تھا۔ ان کو رسولؐ نے اپنے لعابِ دہن سے شفا بخشی۔ پس لعابِ دہن جس میں ڈالا گیا اور جس نے ڈالا دونوں بابرکت تھے اور فرمایا عنقریب آج ایسے شمشیر زن بہادر کو علم دوں گا جو رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور میرے معبود کا دوست ہے اور خدا بھی اسے دوست رکھتا ہے۔ اور اس کے ذریعے خدا سخت قلعوں کو فتح کرے گا۔ پس علیؑ کا انتخاب کیا سب لوگوں کو چھوڑتے ہوئے اور ان کا نام وزیر بھائی چارہ رکھنے والا رکھا۔"

پس عَلَم امیر المومنینؑ کو دیا۔ امیر المومنینؑ علم لے کر ہرولہ (دوڑتے ہوئے) کرتے ہوئے قلعہ قموص تک پہنچے۔ مرحب ہر روز کی عادت کے مطابق قلعہ سے باہر نکلا اور مست ہاتھی کی طرح میدان میں آیا اور رجز پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ ۔۔۔ شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

"خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ مکمل جنگ کے ہتھیاروں سے آراستہ تجربہ کار بہادر ہوں۔"

امیر المومنینؑ غضبناک شیر کی طرح اس کی طرف بڑھے اور فرمایا:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ ۔۔۔ ضِرْغَامُ آجَامٍ وَلَیْثُ قَسْوَرَہْ

"میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا اور بیشہ کا شیر ہوں۔"

جب مرحب نے یہ رجز امیر المومنینؑ سے سُنا تو اُسے اپنی دایہ کی بات یاد آئی جس نے اس سے کہا تھا کہ تو ہر شخص پر غالب آئے گا سوائے اس کے جس کا نام حیدر ہو گا۔ اگر تو نے اس سے جنگ کی تو مارا جائے گا۔ لہٰذا مرحب بھاگ کھڑا ہوا۔ شیطان ایک یہودی عالم کی شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا حیدر تو بہت سے ہیں تو کیوں بھاگ رہا ہے۔ پس مرحب تیزی سے واپس لوٹا اور چاہا کہ پیش دستی کرے اور حضرتؑ کے زخم لگائے لیکن امیر المومنینؑ نے اُسے مہلت نہ دی اور ذوالفقار کی ایک ضربت سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ربیع ابن ابی الحقیق جو اپنی قوم کا نمایاں فرد تھا اور خیبر کا رہنے والا عنتر جو بہادری اور قوت میں مشہور تھا اور مُرّہ دیاسر وغیرہ جو یہودیوں میں سے بہادر لوگ تھے ان سب کو قتل کیا۔ یہودی شکست کھا کر قلعہ قموص کی طرف بھاگے اور بڑی مضبوطی سے دروازہ بند کر لیا۔ امیر المومنینؑ تلوار لیے ہوئے دروازے کے پاس آئے اور اس کو پکڑ کر جھنجوڑا کہ پورا قلعہ لرز اٹھا۔ صفیہ بنت حی ابن اخطب اپنے تخت سے منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرتؑ نے وہ دروازہ اکھاڑ کر اس کو اپنی سپر بنا لیا اور اس طرح تھوڑی دیر لڑتے رہے۔ یہودی بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے خندق پر اس دروازہ کا پل بنا دیا اور خود خندق میں کھڑے ہو گئے۔ تمام لشکر کو اس پل پر سے گزارا۔ پھر اُسے اپنے پیچھے کی طرف چالیس ہاتھ کے فاصلے پر پھینک دیا۔ چالیس آدمی اس دروازہ کو حرکت نہ دے سکے۔ بہت سے شعرا نے اس مقام پر اشعار کہے ہیں (کچھ مؤلف نے شیخ ازری کے لکھے ہیں ہم انہیں نقل نہیں کر رہے۔ (مترجم))

روایت ہے کہ فتح خیبر کے دن جعفرؓ بن ابی طالب حبشہ سے واپس آئے اور رسول خدا ان کے آنے سے خوش ہوئے اور انھیں نماز جعفر طیارؓ سکھائی۔ حضرت جعفرؓ آپؐ کے لیے حبشہ سے کچھ ہدیے لائے تھے جن میں عطر اور لباس تھے اور ان میں ایک زرتار چادر بھی تھی جو آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو عطا فرما دی۔ آپؑ نے اس میں سے سونے کے تار الگ کیے جو ہزار مثقال تھے۔ آپؑ نے ان تاروں کو مدینے کے فقیروں میں تقسیم کر دیا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔
سنہ ۷ھ ہی میں عمرۃ القضا واقع ہوا اور وہ اس طرح کہ جب آپؐ خیبر سے واپس آئے تو مکہ کی زیارت کا قصد کیا اور ذیقعد کے مہینے میں حکم دیا کہ اصحاب مکے کے سفر کی تیاری کریں اور عمرہ حدیبیہ کی قضا کریں۔ پس وہ لوگ جو حدیبیہ میں موجود تھے کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ عازم مکہ ہوئے۔ انھوں نے ہتھیاروں کے ساتھ ستر اونٹ قربانی کے بھی اپنے ہمراہ لیے تاکہ اگر قریش عہد شکنی کریں تو ہتھیار کام دے سکیں۔ وہ ہتھیار انھوں نے چھپا رکھے تھے آنحضرتؐ قصویٰ نامی ناقہ پر سوار ہوئے اور کچھ اصحاب پیادہ اور کچھ سوار آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ اور تلواریں غلافوں میں حمائل کیے ہوئے تھے۔ یہ سب تلبیہ کہتے ہوئے ثنیۃ حجون سے مکے میں داخل ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے آپؐ کے ناقہ کی مہار تھام رکھی تھی۔ حضرت پیغمبرؐ اسی طرح مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور سواری پر طواف کیا اور جو چھڑی آپؐ کے ہاتھ میں تھی اس سے استلام حجر اسود فرمایا اور آپؐ نے حکم دیا کہ صحابہؓ چادر دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر اس طرح ڈالیں کہ دایاں کندھا برہنہ رہے اور بایاں چھپ جائے۔ اور طواف کی حالت میں قوت کا مظاہرہ کریں۔ تاکہ کافر مسلمانوں کو کمزور نہ سمجھیں اور یہ دوڑنے اور تیزی سے چلنے کا حکم مکے کے زائروں کے لیے اسی دن سے برقرار ہے۔ آپؐ تین روز تک مکے میں رہے پھر واپس لوٹ آئے۔ سنہ ۷ھ ہی میں رسول اکرمؐ نے اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ زفاف کیا۔ وہ پہلے عبداللہ ابن جحش کی بیوی تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھیں۔ دونوں میاں بیوی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ حبشہ میں ان کا شوہر عیسائی ہو کر مر گیا تھا لیکن اُمّ حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں یہاں تک کہ اُمّ حبیبہؓ کی خواستگاری کا خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نجاشی کو پہنچا۔ نجاشی نے ایک مجلس ترتیب دی۔ حضرت جعفر ابن ابی طالبؑ اور باقی مسلمانوں کو جمع کیا اور رسول خدا کی وکالت کرتے ہوئے آنحضرتؐ کا نکاح ام حبیبہؓ کے ساتھ پڑھا۔ حضرت ام حبیبہؓ کی طرف سے خالد بن سعید بن عاص وکیل نکاح تھے۔
نکاح کے وقت نجاشی نے یہ خطبہ پڑھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُھَیْمِنِ الْعَزِیْزِ الْجَبَّارِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّہُ الَّذِیْ بَشَّرَ بِہٖ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَتَبَ اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَہٗ اُمَّ حَبِیْبَۃَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَاَجَبْتُ اِلٰی مَا دَعَاھَا اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَصْدَقْتُھَا اَرْبَعَمِائَۃِ دِیْنَارٍ پھر اس نے حکم دیا کہ چار سو دینار حق مہر حاضر کیا جائے۔ پھر حضرت خالد ابن سعید نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ

مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلٰی مَا دَعَا اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَزَوَّجْتُ اُمَّ حَبِیْبَہ بِنْتَ اَبُوْسُفْیَان تَبَارَکَ اللّٰہُ لِرَسُوْلِہٖ۔ پھر حضرت خالد نے رقم اٹھالی۔ نجاشی نے حکم دیا کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ تمام اہل مجلس نے کھانا کھایا اور پھر رخصت ہو گئے۔

آٹھویں ہجری کے واقعات

۸ھ میں جنگ موتہ پیش آئی۔ وہ علاقہ بلقار کی ایک بستی ہے جو شام میں ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرمؐ نے حضرت حارث ابن عمیر ازدی کو خط دے کر حاکم بصریٰ (یہ شام کے علاقہ میں ایک قصبہ ہے) کے پاس بھیجا۔ جب وہ موتہ پہنچے تو شرجیل بن عمرو غسانی جو دربار قیصر کے بڑے لوگوں میں سے تھا ان کے سامنے آیا اور حضرت حارثؓ کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول خداؐ کو پہنچی تو آپؐ نے حکم دیا کہ جنگ کے لیے لشکر تیار کیا جائے اور وہ جرف میں جائے۔ آپؐ خود بھی مقام جرف تک تشریف لے گئے۔ لشکر آپؐ کے سامنے پیش ہوا۔ آپؐ نے لشکریوں کی تعداد شمار کی تو وہ تین ہزار نکلی۔ آنحضرتؐ نے سفید علَم تیار کیا اور اسے حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ میں دے کر انہیں امیر لشکر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جعفرؓ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے اور عبداللہؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہے جسے چاہیں امیر لشکر بنا لیں۔ ایک یہودی موجود تھا وہ کہنے لگا اگر آپ پیغمبرؐ ہیں اور آپؐ کی بات سچی ہے تو ان اشخاص میں سے کہ جن کا آپؐ نے نام لیا ہے کوئی ایک بھی زندہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل اگر اس طرح سو آدمیوں کا نام بھی لیتے تب بھی وہ تمام شہید ہو جاتے۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ جس جگہ حارث کو شہید کیا گیا تھا وہاں جائیں اور کافروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کریں۔

پس مسلمان راستہ طے کر کے موتہ پہنچے۔ یہ خبر شرجیل کو ملی تو اس نے قیصر سے بڑی کمک مانگی۔ اس نے ایک لاکھ کے قریب فوج بھیجی جو اصحاب رسولؐ سے لڑنے کے لیے آئی۔ مسلمان جو شہادت کے خواہش مند تھے اور جنت میں جانے کی تمنا رکھتے تھے۔ وہ دشمن کی کثرت سے قطعاً مرعوب نہ ہوتے اور مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ اپنی صف سے آگے بڑھے اور پکار کر کہنے لگے "اے لوگو! گھوڑوں سے کود پڑو اور پیدل جنگ کرو"۔ یہ بات آپؓ نے اس لیے کہی تاکہ مسلمان پیادہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ پس آپؓ گھوڑے سے اترے اور آپؓ نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور علَم لے کر ایک طرف سے حملہ آور ہونے لگے۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور کافر گروہ در گروہ حملہ آور ہونے لگے۔ انہوں نے حضرت جعفرؓ کے اردگرد حلقہ بنا لیا اور تلواروں کے وار کرنے لگے۔ پہلے حضرت جعفرؓ کا دایاں بازو قلم کیا۔ انہوں نے علم بائیں ہاتھ

میں لے لیا اور اسی حالت میں جنگ جاری رکھی۔ پچاس کے قریب زخم ان کے جسم کے سامنے کی سمت آئے۔ پھر ان کا بایاں بازو بھی قلم ہوگیا۔ اس حالت میں بھی وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علم کو بلند کیے رہے۔ ایک کافر نے آپؑ کی کمر پر تلوار ماری اور انہیں شہید کردیا۔ اب علم سرنگوں ہوا تو حضرت زیدؓ بن حارثہ نے علم اٹھالیا، جنگ کی اور جام شہادت پیا۔ ان کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے علم سنبھالا اور جہاد کرکے شہید ہوئے اور ہم پیغمبرؐ کی فصل میں جنگ موتہ کی طرف اشارہ کر آئے ہیں وہاں رجوع کریں۔ حضرت جعفرؓ کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ لوگ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اور جعفر ایک درخت سے خلق ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ایک دن جعفرؓ سے فرمایا۔ تم خلقت اور خلق میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ ابن بابویہ نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کی طرف وحی کی کہ میں جعفر بن ابی طالبؑ کی چار صفتوں کی قدر کرتا ہوں اور انہیں پسند کرتا ہوں۔ پس آنحضرت نے جعفرؓ کو بلایا اور ان سے ان چار چیزوں کے متعلق سوال کیا تو جعفرؓ نے عرض کیا کہ اگر خدا نے آپؐ کو خبر نہ دی ہوتی تو میں ان باتوں کو ظاہر نہ کرتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی شراب نہیں پی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ شراب عقل کو زائل کردیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ جھوٹ بولنا جواں مردی اور مروت کے لیے مضر ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی عورت سے زنا نہیں کیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے کسی کے حرم سے زنا کیا تو کوئی شخص میرے حرم سے زنا کرے گا۔ نیز میں نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب یہ سنا تو آنحضرتؐ نے جعفرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تم اس لائق ہو کہ خدا تمہیں دو پر عطا کرے کہ جن سے تم ملائکہ کے ساتھ پرواز کرو۔ حدیث سجادیہؑ میں ہے کہ رسول اللہ پر کوئی دن جنگ احد والے دن سے زیادہ سخت نہیں تھا کیونکہ اس دن آپؐ کے چچا حمزہ اللہ اور رسولؐ کے شیر شہید ہوئے تھے اور احد کے بعد موتہ کا دن تھا جس دن آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالبؑ شہید ہوئے۔

جنگ ذات السلاسل کا تذکرہ

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یابس کے رہنے والے بارہ ہزار سوار جمع ہوئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ وہ محمدؐ اور علی علیہ السلام کو قتل کریں گے۔ جبرئیل امینؑ نے یہ خبر پیغمبر اسلامؐ کو پہنچائی اور آنحضرتؐ کو خدا نے یہ حکم دیا کہ ابوبکر کو چار ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجیں۔ پس آنحضرت نے چار ہزار سوار کے ساتھ ابوبکر کو ان سے لڑنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرکے ان کے مردوں کو قتل کرنا اور عورتوں کو قیدی بنانا۔ یہ حکم پاکر حضرت ابوبکر روانہ ہوئے اور لشکر کو آہستہ آہستہ لے چلے۔ یہاں تک کہ وادی یابس میں پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ اسی اثنا میں لشکر

کفار کے دو سوار ہتھیار لگائے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر رشتہ داری مانع نہ ہوں تو تجھے تیرے ساتھیوں سمیت اس طرح قتل کرتے کہ دیر تک یہ بات یادگار رہتی۔ بہتر ہے کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور عافیت کو غنیمت جانو کیونکہ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہم تو محمدؐ اور اس کے بھائی علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پس ابوبکر نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ واپس لوٹ جائے۔ وہ لشکر لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں واپس آگیا حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے۔ جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا اس پر عمل نہ کر کے خدا کی قسم تو میرا نافرمان ہوا ہے۔ پھر آپؐ نے عمر کو ابوبکر کی جگہ مقرر کیا اور اس لشکر کے ساتھ وادی یابس کے لیے روانہ کیا۔ اس نے بھی وہی کیا جو ابوبکر نے کیا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ عمرابن عاص کو بھی رسول اللہؐ نے امیر لشکر بنا کر بھیجا اور وہ بھی ناکام لوٹ آیا۔ اس کے بعد حضرت رسول اکرمؐ نے امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور انھیں وہی حکم دیا جو ابوبکر و عمر کو اس سے قبل دیا تھا اور آپؑ کو بتایا کہ آپؑ فتح حاصل کریں گے۔ امیرالمؤمنینؑ مہاجرین و انصار کا لشکر ساتھ لے کر اس علاقہ کی طرف گئے اور ابوبکر و عمر کی رفتار کے برعکس تیزی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے لشکر کفار اور یہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ آپؑ نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں دو سو افراد مسلح ہو کر لشکر کفار میں سے آئے اور حضرتؑ سے کہنے لگے آپؑ کون ہیں فرمایا میں علی ابن ابی طالبؑ پیغمبر خداؐ کا چچا زاد بھائی ہوں۔ تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم آپؑ ہی کی تلاش میں تھے اب آپؑ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں ہم آپؑ کو اور آپؑ کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ہماری اور آپؑ کی وعدہ گاہ کل صبح کا وقت ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا تم پر وائے ہو تم ہمیں اپنے لشکر کی کثرت سے ڈراتے ہو میں خدا، ملائکہ اور مسلمانوں کی مدد کا خواہاں ہوں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ جب رات ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرو انھیں جو کھلاؤ اور زین کس کر تیار رکھو۔ جب صبح ہوئی تو آپؑ نے اول وقت نماز صبح ادا کی اور ابھی سپیدہ سحری نمایاں بھی نہیں ہوا تھا کہ آپؑ نے ان پر چڑھائی کا حکم دے دیا اور ابھی آپؑ کے لشکر کا آخری حصہ میدان جنگ میں پہنچا بھی نہیں تھا کہ کفار کے جنگی جوان ختم ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا گیا۔ ان کا مال بطور مال غنیمت لے لیا گیا اور لشکر ان کا مال و اسباب لے کر واپس آگیا۔ پروردگار عالم نے سورہ والعادیات اس واقعہ کے متعلق نازل فرمائی وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا قسم ہے ان دوڑنے والے گھوڑوں کی جو دوڑتے وقت سانس لیتے ہیں۔ فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا دوڑتے وقت جنکے سم پتھروں سے چنگاریاں نکالتے ہیں۔ علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ وہاں کی زمین میں پتھر زیادہ تھے اور جب گھوڑوں کے سم ان پتھروں پر پڑتے تھے تو ان سے چنگاریاں نکلتی تھیں۔ فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا قسم ان کی جو صبح کے وقت حملے کر رہے تھے۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ پس اس قبیلے

کے قریب غبار اڑتے تھے اور کافروں کے ایک گروہ کو انہوں نے وہاں گھیرے میں لے لیا تھا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۔ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۔ بے شک انسان اپنے پروردگار کا ناشکرگزار ہے اور کنجوسی اور کفران نعمت پر اپنا خود گواہ ہے اور محبت وزندگانی میں سخت ہے۔ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۔ کیا انسان نہیں جانتا کہ جس دن قبروں سے مردے نکالے جائیں گے اور دلوں کے راز آشکار کیے جائیں گے بے شک ان کا پروردگار اس روز ان کے افعال سے باخبر ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس کپڑے کی ایک پٹی تھی جب آپؑ کسی جنگ پر تشریف لے جاتے تو اس کو باندھ لیتے تھے جب اس جنگ کے لیے جانے لگے تو حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور وہ پٹی مانگی۔ جناب فاطمہؑ نے کہا کہ میرے بابا آپؑ کو کہاں بھیج رہے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا وادی الرمل کی طرف۔ حضرت فاطمہؑ اس خطرناک سفر کی خبر سن کر رونے لگیں۔ اسی اثناء میں جناب رسول خداؐ تشریف لائے اور جناب فاطمہؑ سے پوچھا کیوں رو رہی ہو کیا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شوہر شہید نہ ہو جائیں۔ انشاء اللہ وہ شہید نہیں ہوں گے۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں شہید ہو کر جنت میں جاؤں۔ یہ عرض کر کے جناب امیرؑ روانہ ہوئے اور رسول اللہؐ ان کے ساتھ ساتھ ان کی مشایعت کیلئے مسجد احزاب تک تشریف لے گئے اور جناب امیرؑ جب واپس آئے تو رسول اکرمؐ ان کے استقبال کے لئے صحابہ کے ہمراہ باہر تک تشریف لے گئے اور راستے کے دونوں طرف صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جب شاہ ولایتؑ کی نظر خورشید سپہر رسالت پر پڑی تو گھوڑے سے اتر گئے اور تیزی سے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے قدموں کو چوما۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! سوار ہو جاؤ کہ خدا اور رسولؐ تم سے راضی ہیں"۔ امیرالمومنین علیؑ کے فرط مسرت سے آنسو نکل آئے اور وہ اسی طرح اپنے گھر میں آگئے اور مسلمان اپنا اپنا مال غنیمت لے گئے۔

آنحضرتؐ نے لشکر کے لوگوں سے سوال کیا کہ تم نے امیر لشکر کو کیسا پایا؟ کہنے لگے یا رسول اللہؐ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی لیکن ایک عجیب بات دیکھی کہ جس نماز میں بھی ہم نے ان کی اقتداء کی ہے اس میں انہوں نے سورہ قل ہو اللہ کی تلاوت کی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ آپؑ نے اپنی واجب نمازوں میں سوائے قل ھو اللہ کے اور کوئی سورت کیوں نہ پڑھی۔ آپؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس سورت کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا خدا بھی تم کو دوست رکھتا ہے جس طرح تم اس سورت کو دوست رکھتے ہو۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری امت کا ایک گروہ آپؑ کے متعلق وہی کچھ کہے گا جو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو میں آج آپؑ کی شان کے بارے میں کچھ باتیں ایسی کہتا جس کو سن لینے کے بعد جس گروہ کے پاس سے بھی آپؑ گزرتے تو وہ گروہ آپؑ کے پاؤں کے نیچے کی مٹی برکت کے طور پر اٹھا لیتا۔ فقیر کہتا ہے کہ اس جنگ کو ذات السلاسل اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے جب دشمن پر فتح حاصل کی تو ان کے اکثر مردوں کو قتل کیا عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور جو مرد باقی تھے ان کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھ دیا۔ اس لیے اسے ذات السلاسل کہتے ہیں۔ جہاں یہ

جنگ ہوئی تھی وہ مقام مدینہ سے پانچ منزل پر واقع ہے۔

فتح مکہ ۸ ہجری میں واقع ہوئی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس کی شرائط میں یہ بات داخل تھی کہ دونوں طرف کے پڑوسیوں اور ہم خیال لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ قبیلہ بنی بکر اور کنانہ قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ اصحاب پیغمبرؐ کے ہم خیال اور حلیف تھے۔ بنی بکر اور خزاعہ کے درمیان بڑی سخت دشمنی تھی۔ ایک دن بنی بکر کا ایک شاعر پیغمبر اسلامؐ کی ہجو میں اشعار پڑھ رہا تھا بنی خزاعہ کے ایک غلام نے سن لیا۔ اس نے اُسے منع کیا لیکن وہ نہ مانا۔ اس غلام نے اس کی زبردست پٹائی کردی۔ بنی بکر اپنے شاعر کی مدد کے لیے بنی خزاعہ سے لڑنے کے لیے اکٹھے ہوگئے اور قریش سے مدد چاہی، کفار قریش نے پیغمبرؐ سے جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا اور بنی بکر کی مدد کی انہیں اسلحہ وغیرہ دیا اور ایک گروہ ان کے ہمراہ ہوگیا اور بنی خزاعہ پر شب خون مارا۔ اس لڑائی میں بنی خزاعہ کے بیس آدمی قتل ہوگئے۔ یہ خبر جب پیغمبر اسلامؐ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں بنی خزاعہ کی ضرور مدد کروں گا۔

پس آپؐ نے لشکر جمع کرنے کے لیے کسی فرد کو قبائل عرب کی طرف بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو مسلح ہوکر مدینہ پہنچ جائے اور جو لوگ مدینے میں تھے انہیں جنگ کی تیاری کا حکم دیا گیا اور راستوں میں نگہبان مقرر کردیے تاکہ یہ خبر مکے نہ پہنچے۔ حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو خط لکھا اور انہیں پیغمبرِ خدا کے ارادہ کی اطلاع دی اور وہ خط سارہ نامی ایک عورت کو دیا کہ وہ قریش تک پہنچا دے۔ سارہ نے وہ خط اپنے گیسوؤں میں چھپا لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ جبرئیلؑ نے یہ خبر پیغمبر اسلامؐ کو دے دی۔ آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو کچھ آدمیوں کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ اس سے یہ خط لے کر آجائیں۔ امیرالمومنینؑ نے ہر چند اس عورت سے خط طلب کیا مگر اس نے کہا کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔ حضرتؑ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا خط نکال ورنہ میں تجھے قتل کرتا ہوں، جب سارہ نے یہ دیکھا تو اس نے خط نکال کر حضرتؑ کے حوالے کردیا اور آپؑ وہ خط لے کر رسول اللہ کے پاس گئے اور ان کے حوالے کیا۔ رسولِ خدا نے حاطب سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ قریش پر احسان کروں، تاکہ وہ اس کی وجہ سے میرے اہل و عیال کی حمایت کریں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ "اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ"۔ بہر حال دوسری یا دسویں ماہ رمضان کو آپؐ مدینہ سے دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ منزل عسفان میں آپؐ نے پانی کا پیالہ نوش فرمایا اور اس کے بعد ورود مکہ تک آپؐ نے روزہ نہیں رکھا۔ جابر کہتے ہیں جب پیغمبرؐ نے پانی پیا تو لوگوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ تو روزے سے ہیں اس کے جواب میں آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا وہ نافرمان اور گنہگار ہیں۔ اسی اثناء میں یہ اتفاق ہوا کہ رسولِ خداؐ کے چچا عباس اپنے

اہل وعیال سمیت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آتے ہوئے بیوت سقیا یا مقام ذوالحلیفہ میں آنحضرتؐ سے آملے۔ آنحضرتؐ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا تمہاری ہجرت آخری ہجرت ہے۔ جس طرح میری نبوّت آخری نبوّت ہے۔ آپؐ کے حکم کے مطابق عباس نے اپنے اہل وعیال کو مدینہ بھیج دیا اور خود حضرتؐ کے ہمراہ ہو گئے۔ آنحضرتؐ راستہ طے کرتے ہوئے مکّے سے چار فرسخ دور تک آئے اور منزل مرّ الظہران میں آپؐ نے نزول اجلال فرمایا۔ عباس ابن عبدالمطلبؑ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ لشکر مکہ میں پہنچ گیا تو قریش میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچے گا لہٰذا انہوں نے چاہا کہ مقام اراک تک جاؤں شاید کوئی آدمی مل جائے۔ پس رسول خداؐ کے خاص خچر پر سوار ہو کر وہ اراک پہنچے۔ وہاں انھوں نے دفعتًا ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ کی آواز سنی جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ عباس نے ابوسفیان کو آواز دی۔ ابوسفیان نے عباس کو پہچان لیا اور کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں کیا بات ہے۔ عباس نے کہا تجھ پر وائے ہو وہ دیکھ رسول خداؐ بارہ ہزار جنگی جوانوں کے ہمراہ آپہنچے۔ ابوسفیان نے کہا تو اب ہم کیا کریں۔ عباس کہنے لگے تو میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جا تا کہ تجھے آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جا کر تیرے لیے اماں طلب کر دوں اور ابوسفیان تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آج رات عمر ابن خطاب طلایہ پھر رہا ہے اگر اس نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ عمر اور ابوسفیان زمانہ جاہلیت سے آپس میں دشمن تھے۔ کہتے ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے قریش کے نوجوانوں سے تعلقات استوار کر رکھے تھے ان جوانوں میں سے ایک عمر بھی تھا۔ اسی وجہ سے ابوسفیان رقابت کی بنا پر عمر سے بغض رکھتا تھا۔ المختصر ابوسفیان عباس کے پیچھے خچر پر سوار ہو گیا۔ عباس نے رسول خداؐ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ جب عمر ابن خطاب کے خیمے سے گزرا تو عمر نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور رسول خدا کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہؐ اس دشمن خدا کے لیے نہ اماں ہے نہ اس میں ایمان ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں۔ حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اسے اماں دے رکھی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "ابوسفیان ایمان لے آ تا کہ تجھے اماں مل جائے۔" وہ کہنے لگا کہ لات وعزیٰ کا کیا کریں۔ عمر نے اس کے جواب میں اس سے کہا کہ ان پر پاخانہ کر دے۔ ابوسفیان نے کہا اُف تو کتنا بدگو ہے۔ تجھے میری اور میرے چچا زاد کی باتوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ عمر نے کہا اگر تو اس خیمے سے باہر ہوتا تو میں تیرے ساتھ اس قسم کی گفتگو نہ کرتا۔ رسول خداؐ نے دونوں کو سخت کلامی سے روکا اور حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو آج رات اپنے خیمے میں رکھو صبح میرے پاس لے آنا۔ ابوسفیان نے وہ رات حضرت عباس کے خیمے میں بسر کی۔ صبح کو حضرت بلالؓ کی اذان کی آواز سنی تو پوچھا یہ کیسی آواز ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ رسول خداؐ کا موذن ہے۔ پس ابوسفیان نے دیکھا کہ رسول خداؐ وضو کر رہے ہیں اور لوگ آپؐ کے دست مبارک سے ایک قطرہ پانی بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور ایک دوسرے سے چھینتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں نے جیسا قیصر و کسریٰ کو آج دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ بہر حال نماز کے بعد وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور

جان کے خوف سے کلمہ شہادتین کہا۔ حضرت عباس نے کہا اے اللہ کے رسول ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے۔ اسے قریش کے کسی مکان و منزلت کے ساتھ مخصوص کر دیں۔ حضرتؐ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے جسم سے ہتھیار اتار دے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے یا وہ شخص جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو ایک تنگ گزرگاہ پر کھڑا کر دو تاکہ خدا کا لشکر وہاں سے گزرے اور یہ دیکھے۔ پس ابوسفیان کو ایک تنگ گزرگاہ پر کھڑا کیا گیا اور لشکر فوج در فوج اس کے سامنے سے گزرنے لگا۔ جب لشکر کے باقی طبقے اور فوجیں گزر چکیں تو وہ دستہ جس کے درمیان میں رسول اللہؐ تھے اس کو نظر آیا۔ اس دستہ میں مہاجرین و انصار کے پانچ ہزار بہادر ملازم ہمرکاب تھے۔ سب کے سب عمدہ گھوڑوں اور سرخ رنگ کے اونٹوں پر سوار ہندی تلواریں لیے ہوئے اور داؤدی زرہیں زیب تن کیے ہوئے راستہ طے کر رہے تھے۔ ابوسفیان کہنے لگا "اے عباس! تیرے بھتیجے کی بادشاہی عظیم ہے۔" حضرت عباس نے کہا "وائے ہو تجھ پر اسے بادشاہی نہ کہو یہ نبوت و رسالت ہے۔

پس ابوسفیان تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ قریش نے دیکھا کہ ابوسفیان تیزی سے آرہا ہے اور انہوں نے دور سے یہ بھی دیکھا کہ غبار لشکر نے فضا کو تیرہ و تار کر رکھا ہے اور وہاں ابھی تک رسول خداؐ کے آنے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ابوسفیان نے چیخ کر کہا وائے ہو تم پر یہ دیکھو محمدؐ ایک ایسے لشکر کے ساتھ آرہا ہے جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائیگا یا ہتھیار پھینک دے گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا یا مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا اسے کچھ نہیں کہا جائیگا۔ قریش کہنے لگے خدا تجھے رسوا کرے یہ کیسی خبر لایا ہے۔ ہندہ نے اس کی داڑھی پکڑلی اور خوب مرمت کی اور چیخ کر بولی کہ اس بیوقوف بوڑھے کو قتل کر دو تاکہ یہ پھر اس قسم کی باتیں نہ کر سکے۔

پس افواج متواج سیل رواں کی طرح مقام ذی طویٰ تک آپہنچیں جب رسول خداؐ ذی طویٰ میں آگئے تو لشکر نے آپؐ کے گرد حلقہ بنالیا۔ آنحضرتؐ نے جب مسلمانوں کی کثرت اور مکہ کی فتح کا مشاہدہ کیا تو آپؐ کو وہ وقت یاد آیا جب آپؐ تنہا تھے اور آپؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی لہٰذا آپؐ نے اپنی پیشانی پالان شتر پر رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا کیونکہ جب آپؐ مکے سے ہجرت کر رہے تھے تو آپؐ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا تھا خدا جانتا ہے کہ مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے اگر تیرے مکین مجھے نہ نکالتے تو میں کسی دوسرے شہر کے قیام کو تیرے قیام پر ترجیح نہ دیتا۔ میں تیری جدائی سے نہایت غمگین ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے حجون نامی جگہ پر جہاں جناب خدیجہؑ کی قبر ہے نزول اجلال فرمایا۔ وہ پردہ سرا کہ جو سرخ چمڑے سے بنایا گیا تھا۔ آپؐ نے اس میں غسل فرمایا۔ ہتھیار بدن پر سجا کر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سورہ فتح کی قرأت کرتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کا استلام اپنے اس ڈنڈے کے وسیلے سے کیا جس کا سرا

مڑا ہوا تھا۔ پھر آپؐ نے تکبیر کہی اس کے ساتھ ہی لشکرِ اسلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے تمام فضا گونج اٹھی پھر آپؐ ناقہ سے اتر آئے اور آپؐ نے بت شکنی کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے اس عصا سے کہ جو آپؐ کے دست مبارک میں تھا ان بتوں کی طرف اشارہ کیا جو خانہ کعبہ میں نصب تھے اور کمان کے اشارے سے ان کی آنکھیں پھوڑتے ہوئے فرمایا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (حق آیا باطل چلا گیا اور باطل جانے والا ہی تھا اور نہ باطل کی ابتدا ہے اور نہ وہ پلٹ کر آئے گا) آپؐ کے اشارہ سے ایک ایک بُت زمین پر منہ کے بل گرتا تھا۔ کچھ ایسے بت تھے جو بڑے تھے اور خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھے۔ آپؐ نے علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے کاندھے پر سوار ہو کر ان بتوں کو زمین پر گرا کر توڑ دو۔ امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا ان سب بتوں کو گرا کر توڑ دیا۔ پھر چھلانگ لگا کر منبرِ کعبہ سے زمین پر تشریف لائے۔ زمین پر آتے ہی آپؐ مسکرائے تو حضورؐ نے اس مسکراہٹ کا سبب پوچھا۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ اونچی جگہ سے میں کودا ہوں لیکن مجھے چوٹ نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا چوٹ کیسے لگتی محمدؐ نے تمہیں اٹھایا تھا اور جبرئیلؑ نے اتارا ہے۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور دروازہ کھولا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ انبیاء اور ملائکہ کی جو تصویریں مشرکوں نے خانہ کعبہ کی دیوار پر بنا رکھی ہیں انہیں مٹا دیا جائے۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کے دروازے کے کواڑ کو پکڑ کر مشہور تہلیلات کہیں۔ پھر اہل مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں کا کیا خیال ہے اور اب کیا کہتے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم اچھی بات کہتے ہیں اور اچھائی ہی کی امید رکھتے ہیں۔ آپ اچھے بھائی ہیں اور اچھے بھائی کے بیٹے ہیں۔ خدا نے آپؐ کو تسلط عطا فرمایا ہے آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان کی اس بات سے رسولِ خداؐ پر رقت طاری ہو گئی اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے جب اہل مکہ نے یہ دیکھا تو چیخ چیخ کر رونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں وہ بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہی تھی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

پس آپؐ نے ان کے جرم کو معاف کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تم بُری قوم تھے اپنے پیغمبرؐ کے حق میں۔ تم نے اس کی تکذیب کی۔ اس کو جھٹلایا اُسے اپنے سے دور کیا اور مکہ سے نکال دیا اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور اس پر بھی بس نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچے اور مجھ سے جنگ کی۔ جاؤ ان سب باتوں کے باوجود میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ چھوڑتا ہوں اور آزاد کرتا ہوں جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ دریں اثنا ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہو۔ کچھ مشرکوں نے مسجد الحرام میں اور کچھ نے قریبی پہاڑوں پر کھڑے ہو کر جب یہ آواز سنی تو قریش کے ایک گروہ نے بُری بُری باتیں کہیں۔ ان میں سے عکرمہ بن ابوجہل کہنے لگا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ رباح کا بیٹا کعبہ کی چھت پر چڑھ کر گدھے کی طرح چیخے۔ خالد بن اُسید نے کہا کہ خدا کا شکر ہے تیرا باپ زندہ نہیں رہا کہ وہ بھی یہ آواز سنتا۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میں بات نہیں کرتا کیونکہ یہ دیواریں محمدؐ کو خبر دیتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر اسلامؐ کو ساری باتیں بتادیں تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو بلایا اور ہر ایک کی کہی ہوئی بات اس سے کہی۔ بعض نے اسلام قبول کیا قریش

میں سے مرد آئے اور بیعت کرنے لگے۔ ان میں ابو قحافہ بھی تھا جو اس وقت بوڑھا اور اندھا تھا۔ وہ بھی مسلمان ہوا۔ اس دوران میں سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ الخ نازل ہوئی۔ اس کے بعد عورتوں کی بیعت کی باری آئی تو آپؐ نے پانی کے ایک پیالے میں ہاتھ ڈالا اور عورتوں سے فرمایا کہ جو میری بیعت کرنی چاہے وہ اس پیالے میں ہاتھ ڈالے کیونکہ میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا۔ ایک قول کی بنا پر جناب خدیجہؑ کی بہن امیتہ نے آپؐ سے بیعت کی اور پھر یہ آیت مبارکہ عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں نازل ہوئی: یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ الخ (اے نبی، جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں کہ تیری بیعت کریں اس شرط پر کہ وہ خدا کا کسی کو شریک قرار نہ دیں گی۔ چوری نہ کریں گی۔ زنا نہ کریں گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ کسی پر کوئی بہتان نہ باندھیں گی۔ اور افترا پردازی نہ کریں گی۔ دوسرے شخص کو اپنے شوہر کی اولاد نہ بنائیں گی اور اس کام میں تیری اطاعت کریں گی جس کا تو حکم دے تو اس صورت میں تو ان سے بیعت لے اور ان کے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کر۔ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔) جب یہ آیت آپؐ نے ان کے سامنے پڑھی تو حکیم بنت حارث بن ہشام جو عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی تھی کہنے لگی: "اے اللہ کے رسولؐ وہ کون سا معروف فعل ہے کہ جس کی ہم کو نافرمانی نہیں کرنی؟" تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت اپنے منہ پر طمانچے نہ مارنا اور اپنے چہرے کو زخمی مت کرنا۔ اپنے بال نہ نوچنا۔ گریبان چاک نہ کرنا، اپنے لباس سیاہ نہ کرنا۔ واویلا نہ کرنا اور کسی مردہ کی قبر پر بیٹھ کر سوگ نہ منانا۔ پس ان شرائط پر حضرتؐ نے ان سے بیعت لی۔ (بعض کہتے ہیں کہ ام حکیم بنت حارث بن عبدالمطلب نے آپؐ سے یہ سوال کیا تھا۔)

غزوۂ حنین کا تذکرہ

فتح مکہ کے بعد عرب کے اکثر قبائل تو فرماں بردار ہو گئے اور انھوں نے اسلام اختیار کر لیا لیکن قبیلہ ہوازن و ثقیف جو بہادر افراد پر مشتمل تھا۔ اس نے تکبر سے کام لیا اور انھوں نے آپس میں عہد کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ پس مالک بن عوف نضری جو قبیلہ ہوازن کا قائد تھا لشکر تیار کرنے لگا اور قبائل کو عورتوں، بچوں اور مویشیوں کے ساتھ لے چلا ان کے ساتھ چار ہزار جنگجو جوان تھے اس نے ایک شخص کو قبیلہ بنی سعد کے پاس بھیجا اور ان سے بھی مدد چاہی۔ وہ کہنے لگے محمدؐ ہمارے رضیع (دودھ پینے والا) ہیں۔ ہم نے بچپن میں پالے پڑھے ہیں ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ مالک نے مسلسل پیغام بھیجے اور ان میں سے ایک گروہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اپنے ساتھ لے کر چلا۔ بہر حال دور و نزدیک سے اس نے اتنا لشکر جمع کیا کہ تیس ہزار آدمیوں کی فوج تیار ہو گئی۔ اس نے وادی حنین میں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہ خبر آنحضرتؐ کو پہنچی تو آپؐ بھی تیاری کرنے لگے۔ آپؐ نے عتاب بن اسید کو مکہ کی حکومت پر مامور کیا اور حضرت معاذ بن جبل کو مکہ کے لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے مقرر کیا اور دو ہزار اہل مکہ اور دس ہزار کا وہ لشکر جو آپؐ کے ساتھ تھا مجموعی طور پر بارہ ہزار افراد کے ساتھ اور ایک قول کی بنا پر سولہ ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ آپؐ نے مکہ

سے باہر خیمہ نصب کیا۔ ایک سو زرہیں اور بعض دوسرے آلات حرب ضرب صفوان بن امیہ سے مانگ کر لیے اور حنین کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک روایت ہے کہ ابوبکر نے اس دن کہا کہ کیا خوب لشکر جمع ہو گیا ہے۔ اب ہم مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس کی نظر لشکر کو لگ گئی۔ خداوند عالم فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا الخ (بے شک خدا نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی اور حنین کے دن بھی جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں متکبر بنا دیا تھا پس وہ کثرت تمہیں کسی چیز سے بے پرواہ نہ کر سکی۔) مالک ابن عوف نے حکم دیا تھا کہ اس کے لشکر میں سے ایک گروہ مسلمانوں کے راستے میں چھپ کر بیٹھے اور جب محمدؐ کا لشکر آجائے تو اچانک حملہ کر دے۔ جب صبح ہوئی تو پیغمبر خدا نے بڑا علَم امیرالمومنین علیؑ کے سپرد کیا اور باقی علَم لشکر کے دوسرے قائدین کے حوالے کیے اور وادی حنین کی نشیبی جانب سے آپ داخل ہوئے۔ سب سے پہلے خالد بن ولید ایک گروہ کے ساتھ کہ جن کے پاس جنگ کے ہتھیار نہیں تھے اس علاقہ میں داخل ہوا جب ایک تنگ مقام آیا تو وہ سارے کے سارے یکدم نہ گزر سکے اور مجبوراً متفرق ہو کر مختلف راستوں سے گزرنے لگے۔ قبیلہ ہوازن نے کمین گاہ سے نکل کر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ سب سے پہلے قبیلہ بنی سلیم یعنی جو خالد بن ولید کا دستہ تھا وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ان کے پیچھے کفار قریش جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے وہ بھاگے۔ اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اصحاب پیغمبر بالکل کم رہ گئے اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ ہم یہ جنگ نہیں لڑ سکیں گے۔ لہٰذا وہ بھی بھاگنے لگے۔ اس جنگ میں حضرتؐ سفید رنگ کے خچر یا دلدل پر سوار تھے بھاگنے والوں کو پیچھے سے آواز دیتے تھے۔ اے لوگو! کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ بھاگ گئے سوائے دس افراد کے کہ جن میں سے نو بنی ہاشم تھے۔ اور دسواں شخص ایمن ام ایمن کا بیٹا تھا۔ اسے مالک نے قتل کر دیا۔ باقی وہی نو افراد بنی ہاشم کے رہ گئے۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب حضرتؐ کے دائیں طرف، فضل ابن عباس بائیں طرف، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور علی علیہ السلام سامنے کی جانب شمشیر زنی کر رہے تھے اور دشمن کو دور ہٹا رہے تھے اور نوفل بن حارث، ربیعہ بن حارث، عبداللہ ابن زبیر ابن عبدالمطلب اور ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب حضرتؐ کے دونوں طرف تھے اور باقی سب صحابہ بھاگ گئے تھے۔ پس حضرت رسول خدا نے اپنے خچر کو آگے بڑھایا اور کفار پر حملہ آور ہوئے۔ اور سخت جنگ کی اور فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

سوائے اس جنگ کے حضورؐ نے کسی جنگ میں تیغ زنی نہیں کی۔ فضل ابن عباس سے روایت ہے کہ امیرالمومنین نے اس دن چالیس دلیروں کو زمین پر دے پٹخا اور ہر ایک کے برابر کے دو ٹکڑے کیے۔ یہاں تک کہ ان کے پیچھے بینی و آلۂ تناسل اور ناک بھی برابر کے دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔ آدھا جسم کے آدھے حصہ کے ساتھ اور آدھا دوسرے حصے کے ساتھ۔ اعثم کوفی نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ کی ضربت ہمیشہ طاق ہوتی تھی یعنی پہلے ہی وار میں دو نیم کر دیا کرتے تھے اور دوسری ضرب کی ضرورت باقی نہیں رہتی

تھی۔ بنی ہوازن کے ایک شخص نے جس کا نام ابوجرول تھا ایک بلند نیزے پر سیاہ علم باندھ رکھا تھا وہ کفار کے لشکر کے آگے آگے ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرتا اور کفار اسے دیکھ کر اس کی طرف بڑھتے تو وہ یہ رجز پڑھ کر آگے بڑھتا تھا:

اَنَا اَبُوْ جَرْوَلٍ لَا بَرَاحُ　　حَتّٰی نُبِیْحَ الْیَوْمَ اَوْ نُبَاحُ

(میں جرول ہوں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یا ہم انھیں لوٹیں گے یا خود لٹ جائیں گے)

امیرالمؤمنین علیؑ نے اس کا راستہ روکا۔ پہلے اس کے اونٹ کو جو اصحاب جمل کے اونٹ کی مانند تھا ضرب لگا کر زمین پر گرایا۔ پھر ابوجرول پر ایسا وار کیا کہ اس کے برابر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا:

لَقَدْ عَلِمَ الْقَوْمُ لَدَی الصَّبَاحِ　　اِنِّیْ لَدَی الْهَیْجَاءِ ذُوْ نِصَاحِ

(قوم پہلے ہی دن سے جانتی ہے کہ میں جنگ کے وقت مخلص ہوں)

ابوجرول کے قتل کے بعد مشرکین میں مقابلے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ادھر حضرت عباس نے جو بلند آواز آدمی تھے اصحاب کو پکارا۔ اے گروہ انصار! اے بیعت الشجرہ والو! اے سورہ بقرہ والو! دریں اثنا مسلمان پلٹ آئے اور انہوں نے کفار کا پیچھا کیا۔ آنحضرتؐ نے دشمنوں پر ایک مٹھی بھر خاک ڈالی اور فرمایا شاھت الوجوہ (برے ہوں ان کے چہرے) پھر آپؐ نے فرمایا خدایا تو نے اول قریش کو تکلیف میں مبتلا کیا ہے ان کے آخر کو بخشش و عطا سے نواز۔

روایت ہے کہ پانچ ہزار فرشتے اس جنگ میں شریک ہوئے۔ مالک بن عوف ہوازن و ثقیف کے ایک گروہ کے ساتھ طائف کی طرف بھاگ گیا۔ کچھ لوگ مقام اوطاس کی طرف نکل گئے اور کچھ لوگ بطن نخلہ کی طرف بھاگ گئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا جس مسلمان نے جس کافر کو قتل کیا ہے اس کے ہتھیار اور لباس کا وہ مالک ہے۔ کہتے ہیں اس جنگ میں حضرت ابوطلحہ نے بیس آدمیوں کو قتل کیا تھا انہوں نے ان سب کا سامان لے لیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چار آدمی شہید ہوئے۔ جب جنگ حنین ختم ہوئی تو ڈیڑھ ہزار بہادر ایک قائد کے ساتھ شکست خوردہ لوگوں کے پیچھے گئے اور انہوں نے جسے پایا قتل کیا۔ تین روز تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ ان کی عورتیں اور اموال جمع ہو گئے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے حکم دیا کہ جو مال غنیمت جنگ حنین میں اکٹھا ہوا ہے اسے مقام جعرانہ میں تقسیم ہونے سے پہلے بحفاظت رکھا جائے۔ اس مال میں چھ ہزار قیدی تھے۔ چار ہزار اونٹ، چوبیس ہزار اوقیہ چاندی (اوقیہ سات مثقال کا ہوتا ہے) اور چالیس ہزار سے زیادہ گوسفند تھے۔ ان قیدیوں میں حضرت حلیمہ کی بیٹی شیما جو آنحضرتؐ کی رضاعی بہن بھی تھیں۔ جب اس نے اپنا تعارف کرایا تو حضرتؐ اس پر مہربان ہوئے اور اپنی چادر بچھا کر اسے بٹھایا اور دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اور حالات پوچھتے رہے اور حضرتؐ نے اسے یہ اختیار دیا کہ چاہے وہ آپؐ کے پاس رہے، چاہے اپنے گھر چلی جائے۔ شیما نے واپس جانا چاہا۔ حضرتؐ نے اسے ایک غلام اور ایک روایت کے مطابق ایک کنیز، دو اونٹ اور کچھ گوسفند عطا کیے۔ جعرانہ میں جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اس نے ہوازن کے قیدیوں

کے بارے میں سفارش کی آپؐ نے فرمایا میں اپنا حصہ اور عبدالمطلب کی اولاد کا حصہ تمہیں بخشتا ہوں۔ باقی رہا مسلمانوں کا حصہ تو تم خود میرا واسطہ دے کر ان سے سفارش کرو ممکن ہے وہ تمھیں بخش دیں۔ جب آپؐ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حلیمہ کی بیٹی اٹھ کھڑی ہوئیں اور مسلمانوں سے التجا کی۔ مسلمانوں نے رسول اللہؐ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوازن کے قیدی بخش دیئے سوائے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کے ان دونوں نے بخشنے سے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا ان کے حصہ کے لئے قیدیوں میں قرعہ ڈالا جائے اور عرض کیا خدایا ان کے حصہ کو پست قرار دے پس ایک کے حصہ میں بنی عقیل کا ایک غلام اور دوسرے کے حصہ میں بنی نمیر کا غلام آیا جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو اپنا حصہ بخش دیا۔

روایت ہے کہ جس روز آپؐ نے وادی اوطاس میں عورتوں کو تقسیم کیا تو فرمان جاری کیا کہ لوگوں میں منادی کی جائے کہ حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے پہلے اور جو حاملہ نہیں ہیں ان سے ایک حیض دیکھنے سے پہلے ہم بستری نہ کریں۔ بہر حال ماہ ذی قعدہ کے ابھی بارہ روز باقی تھے جو رسول خداؐ نے جعرانہ سے احرام باندھا اور مکہ تشریف لائے، طواف کیا اور عمرہ بجا لائے اور عتاب بن اُسید کو بدستور حکومت مکہ پر برقرار رکھا اور اس کے لیے بیت المال سے ہر روز کے لیے ایک درہم مقرر کیا۔ اکثر اوقات عتاب خطبہ پڑھتے ہوئے یہ کہتا تھا خدایا اس شخص کو بھوکا رکھ جو روزانہ ایک درہم پر قناعت نہ کر سکے۔ مجھے رسول اللہؐ ایک درہم دیں تو میں اس پر خوش ہوں اور مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں۔

۸ھ ہجری میں زینب بنت رسول اللہؐ (ربیبہ) ابوالعاص بن ربیع کی بیوی نے وفات پائی۔ کہتے ہیں اس کے لیے ایک تابوت بنایا گیا اور یہ پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنایا گیا۔ وہ صاحب اولاد بھی تھیں۔ ایک علی نامی لڑکا تھا جو حد بلوغ کے قریب وفات پا گیا اور ایک لڑکی امامہ جو حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد انہی کی وصیت کے مطابق امیرالمومنین کی زوجیت میں آئی۔ اسی سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ ان کے حالات آٹھویں فصل میں اولاد رسولؐ کے بیان میں درج ہوں گے۔

نویں سال ہجری کے واقعات

۹ھ کی ابتداء میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے تاکہ وہ مسلمان قبیلوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ بنو تمیم نے زکوٰۃ نہ دی۔ پچاس افراد انہیں کیفر کردار کو پہنچانے کے لیے گئے۔ ان لوگوں پر اچانک حملہ کیا گیا اور گیارہ مرد گیارہ عورتیں اور تیس بچے قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے۔ ان کے پیچھے بنی تمیم کے بزرگ افراد مثلاً عطارد بن حاجب بن زرارہ، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم، اقرع بن حابس اپنے خطیب اور شاعر کے ہمراہ مدینہ آئے اور نبی اکرمؐ کے حجروں کے دروازوں میں داخل ہو کر کہنے لگے محمدؐ باہر آؤ۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو قیلولہ سے بیدار کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (جو لوگ حجروں کے پیچھے سے تمہیں آواز دیتے ہیں ان میں سے

اکثر بے عقل ہیں اگر وہ اس وقت تک صبر کریں جب تک آپ ان کے پاس پہنچ جائیں تو یہ بہتر بات ہے ان کے لیے۔ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔)

بنو تمیم کہنے لگے ہم اپنا شاعر اور خطیب لے کر آئے ہیں تاکہ وہ آپ سے فخر و مباہات کی باتیں کریں۔ آپ نے فرمایا میں شعر لے کر مبعوث نہیں ہوا اور نہ فخر و مباہات کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اچھا جو کچھ لائے ہو لے آؤ۔ عطارد کھڑا ہوا اور اس نے بنی تمیم کی شان میں خطبہ پڑھا پھر زبرقان بن بدر نے کچھ اشعار پڑھے۔ جب بنو تمیم کا خطیب اور شاعر اپنی گفتگو ختم کر چکے تو حضرت کے حکم سے ثابت ابن قیس نے جو انصار کا خطیب تھا ان سے زیادہ طویل اور فصیح خطبہ پڑھا۔ پھر آپ نے حسان کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کا جواب دو۔ حضرت حسان نے ان کے جواب میں قصیدہ کہا (طوالت کی وجہ سے ہم ان اشعار کو نقل نہیں کرتے) اقرع ابن حابس کہنے لگا اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو غیب سے کامیابی بخشی ہے اس کا خطیب ہمارے خطیب سے اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اسلام کو درست کیا۔ اس کے بعد ان کے قیدی واپس کر دیئے گئے اور ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق عطیہ بھی دیا گیا۔

غزوۂ تبوک

تبوک مقام حجر اور شام کے درمیان ہے۔ یہ قوم ثمود کے رہنے کی جگہ تھی اور ان کا یہ شہر شام کے علاقے میں تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ حجر کے رہنے والوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ تبوک ایک قلعہ ہے اور چشمہ کا نام ہے۔ غزوہ تبوک کو غزوہ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس جنگ میں بہت منافق رسوا ہوئے تھے اور اس لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ لشکر نے قحط کی وجہ سے بہت زحمت اٹھائی تھی۔ یہ جنگ رسول خدا کی آخری جنگ ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ایک قافلہ شام سے مدینہ میں تجارت کے لیے آیا تھا۔ اس نے مدینہ کے لوگوں کو بتایا کہ سلطان روم نے فوج تیار کی ہے اور لخم، خدام، عاملہ اور غسان کے قبیلے بھی اس سے مل گئے ہیں اور وہ سب مدینہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں اور لشکر کا ہراول دستہ مقام بلقا میں پہنچ چکا ہے۔ مجبوراً رسول خدا نے حکم دیا کہ دور و نزدیک کے مسلمان تیاری کریں۔ اہل مدینہ کے چونکہ اس وقت میوے تیار تھے اور باغات پکے ہوئے تھے ان کے لیے یہ سفر مشکل تھا۔ غلے کے کاٹنے کا زمانہ تھا پھر یہ سفر دور کا بھی تھا۔ ہوا گرم تھی اور دشمن بھی زیادہ تھے لہٰذا وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اس صورت حال میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں چل نکلو تو تم ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔)

پس ایک گروہ لشکر کی تیاری کے سلسلے میں صدقے وغیرہ لے کر آیا۔ ابو عقیل انصاری ایک صحابی تھے انھوں نے کچھ مزدوری کی تھی اور دو صاع کھجوریں مزدوری میں حاصل کی تھیں۔ انہوں نے ایک صاع اپنے اہل و عیال کے لیے رکھیں اور ایک

صاع لشکر کے لیے لے کر آیا۔ حضرتؐ نے وہ لے کر صدقات میں داخل کر دیں۔ منافقین نے اس کی کمی کا مذاق اڑایا اور بہت سی باتیں بنائیں تو یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ (یہ وہ لوگ جو مومنین میں سے اس سے اطاعت کرنے والوں کے صدقہ پر طنز کرتے ہیں) بہت سی مسلمان عورتوں نے اپنے زیور حضرتؐ کی خدمت میں بھیجے تاکہ لشکر کی تیاری میں کام آئیں۔

اس کے بعد حضرتؐ نے لشکر کا معاملہ درست کیا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھ کافی مقدار میں جوتے لے لو کیونکہ اگر لوگوں کے پاس جوتے ہوئے تو ان کا شمار سواروں میں ہوگا۔ اس طرح تیس ہزار کا لشکر تبوک کے سفر پر روانہ ہوا ان میں ہزار آدمی سوار تھے۔ بیاسی آدمیوں نے بے بضاعتی اور فقر و فاقہ کا بہانہ کیا تاکہ وہ لشکر کے ساتھ نہ جائیں اور کچھ دوسرے عذر بھی پیش کیے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب میں تم سے مستغنی ہو جاؤں گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ لِیُؤۡذَنَ لَهُمۡ (اور عذر کرنے والے اعراب آئے۔ تاکہ انہیں جنگ سے بچ جانے اور گھر بیٹھ جانے کی اجازت مل جائے) منافقین کا ایک گروہ تو بغیر کسی عذر کے لشکر کے ہمراہ نہ ہوا۔ اس کے علاوہ منافقین دوسرے لوگوں کو بھی اس سفر سے خوف دلاتے تھے کہ ہوا گرم ہے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ محمدؐ کا یہ خیال ہے کہ روم سے جنگ کرنا بھی باقی جنگوں کی طرح ہے۔ اس لشکر میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ آئے گا۔ وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ الخ (پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ جانے پر خوش ہیں) جب رسول اللہؐ نے بعض منافقین کو گھر بیٹھ جانے کی اجازت دے دی تو ارشاد قدرت ہوا۔ تو نے جو ان کو اجازت دے دی ہے خدا نے اسے معاف کر دیا۔

بہرحال جب منافقین گھر بیٹھ رہنے کی اجازت لے چکے تو انہوں نے یہ سوچا کہ اگر پیغمبرؐ کا سفر طولانی ہو گیا یا آپؐ نے تبوک میں شکست کھائی تو آنحضرتؐ کا گھر لوٹیں گے اور آپؐ کے قبیلے اور اہل و عیال کو مدینہ سے نکال دیں گے جب آپؐ ان کے پوشیدہ دلی راز سے باخبر ہوئے تو آپؐ نے مدینہ پر حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا تاکہ وہ منافقین کو ان کے برے ارادہ سے باز رکھیں اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ پیغمبرؐ کے بعد خلافت علیؑ کے لیے ہے۔ پھر آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو منافقین کہنے لگے کہ علیؑ رسول خداؐ کے لیے بار خاطر تھے جبھی تو انھیں اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔

یہ بات جب امیر المومنینؑ تک پہنچی تو آپؑ مدینے سے روانہ ہوئے اور مقام جرف میں آنحضرتؐ سے جا ملے اور یہ بات ان کو بتائی۔ حضرتؐ نے علیؑ کو واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا: اَمَا تَرۡضٰی اَنۡ تَکُوۡنَ مِنِّیۡ بِمَنۡزِلَةِ هَارُوۡنَ مِنۡ مُوۡسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ (کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت اور منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی ہاں البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہؐ تبوک کے راستے پر گامزن ہوئے اور آپؐ نے لشکر کو بھی کوچ کا حکم دیا۔ کسی سفر میں بھی مسلمانوں

نے اتنی تکلیف نہیں اٹھائی تھی۔ کیونکہ دس آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ سواری کے لیے تھا اور وہ اس پر ہی باری باری سوار ہوتے تھے اور زادِ راہ اس قدر کم تھا کہ دو آدمی ایک کھجور کا دانہ کھاتے تھے۔ ایک اس کھجور کو کچھ دیر چوس کر اپنے ساتھی کو دیتا پھر دوسرا اس کو کھاتا۔ کرم خوردہ جو غیر مرغوب کھجوریں اور فاسد چربی ان کا زاد راہ تھا اور ہوا کی گرمی کی سختی کی وجہ سے راستوں میں پانی ناپید تھا۔ حالت یہ تھی کہ سواریوں کی کمی کے باوجود وہ اپنی سواری کے اونٹ نحر کر کے ان کی انتڑیوں کی رطوبتوں کو پانی کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں۔ اس موقع کے لیے خدا فرماتا ہے لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (خدا نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر اپنی نظر رحمت ڈالی جنھوں نے مشکل وقت میں پیغمبرؐ کا ساتھ دیا تھا۔)

اس سفر میں رسول خداؐ سے بہت سے معجزات کا ظہور رہا مثلاً آپؐ کا منافقین کی باتوں کا خبر دینا۔ پہاڑ سے کلام کرنا اور اس کا بزبان فصیح جواب دینا اور آپؐ کا اس جن سے گفتگو کرنا جو ایک بڑے سانپ کی شکل میں راستے میں نمودار ہوا تھا۔ اور آپؐ کا اس اونٹ کی خبر دینا جو گم ہو گیا تھا۔ اور آپؐ کی برکت کی وجہ سے چشمہ تبوک کے پانی کا زیادہ ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ آخر کار رسول خداؐ تبوک میں وارد ہوئے اور آپؐ کی آمد کی اطلاع اس علاقہ میں پھیل گئی تو ہرا قلیوس جو روم کا مالک شام اور بیت المقدس کا شہنشاہ تھا اور حمص میں مقیم تھا اور وہ رسول خداؐ سے عقیدت بھی رکھتا تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق وہ اسلام قبول کر چکا تھا۔ اس نے اپنے ملک کے لوگوں کو جمع کیا اور پیغمبر اسلام کی تصدیق کی دعوت دی لیکن لوگوں نے اس کی بات نہ مانی۔ ہرا قلیوس کو خوف ہوا کہ کہیں اس کی سلطنت کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ مجبوراً وہ خاموش ہو گیا۔ ادھر پیغمبر اسلامؐ کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ پر قیصر کے حملے کی خبر جھوٹی تھی تو آپؐ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلایا اور فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ یہاں سے روم پر چڑھائی کر کے بنی الاصغر کی سلطنت پر قبضہ کریں یا مدینہ کی طرف پلٹ جائیں۔ بعض نے مشورہ دیا کہ مدینہ کی طرف واپس چلیں تو حضرتؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ واپسی پر اصحاب عقبہ کا واقعہ رونما ہوا۔

یہ منافقین کا ایک گروہ تھا۔ جو چاہتے تھے کہ عقبہ میں رسول اللہؐ کے اونٹ کو بدکا دیں اور اس طرح آنحضرتؐ کو قتل کر دیں۔ جب وہ کمین گاہ میں بیٹھے تو جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو اطلاع دے دی۔ پس آپؐ سوار ہوئے اور عمار یاسر کو حکم دیا کہ اونٹ کی مہار کھینچیں۔ اور آپؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ اونٹ کو پیچھے سے ہانکو۔ جب آپؐ عقبہ پر پہنچے تو حکم دیا کہ عقبہ پر مجھ سے پہلے کوئی شخص نہ جائے۔ آپؐ خود عقبہ پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے کچھ سوار دیکھے جنھوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے۔ حضرتؐ نے انہیں للکارا تو وہ حملہ آور ہوئے۔ عمار آگے بڑھے اور ان کے اونٹوں کے منہ پر ضرب لگانے لگے یہاں تک کہ وہ پسپا ہو گئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمار تو نے انہیں پہچانا۔ عرض کیا چونکہ انہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے اس لیے میں ان کو نہ پہچان سکا۔

آپؐ نے حذیفہ کو ان سب کے نام بتلائے اور فرمایا یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ یہی وجہ تھی کہ حذیفہ باقی سب صحابہ سے امتیاز رکھتے تھے اور صحابہ حذیفہ کے متعلق کہا کرتے تھے صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِی لَا یَعْلَمُهٗ غَیْرُهٗ۔

بعض علماء نے عقبہ کا واقعہ حضورؐ کے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر نقل کیا ہے۔ اور تبوک سے واپسی کے بعد ہی آنحضرتؐ نے مسجد ضرار کے متعلق حکم دیا کہ اسے مسمار کر کے آگ لگا دی جائے۔ اس مسجد کو منافقین نے مسجد قبا کے سامنے بنایا تھا اور چاہتے تھے کہ ابوعامر فاسق کو اس کی پیش نمازی کے لیے مقرر کریں۔ حضرتؐ کا حکم ملتے ہی اس مسجد کو آگ لگا دی گئی اور وہاں کھتہ بنا دیا گیا اور اس مسجد قبا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الخ (وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار بنائی)۔

مختصر یہ کہ آنحضرتؐ مدینہ میں داخل ہوئے اور ایک قول کی بناء پر اس وقت ماہ رمضان کے کچھ دن باقی تھے۔ آپؐ اپنے دستور کے مطابق پہلے مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر گئے۔ تبوک سے آپؐ کی واپسی کے بعد ماہ شوال کے آخری دنوں میں عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بیمار ہوا۔ بیس روز تک بستر علالت پر پڑا رہا اور ماہ ذیقعدہ میں مرگیا۔ آپؐ کا اس کے حق میں اس کے بیٹے کی وجہ سے رعایت کرنا اور بعض دوسری مصلحتوں کی بناء پر بھی رعایت سے کام لینا اور عمرؓ کا آپؐ پر اعتراض کرنا اپنے مقام پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ۹ھ میں ابوبکر کو حکم ہوا کہ وہ مکہ جائیں اور سورہ برات کی ابتدائی آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ حضرت ابوبکر یہ حکم پاکر مدینہ سے نکلے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر کچھ راستہ طے کیا تھا کہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور پیغمبرؐ خدا کو خدا کا سلام پہنچا کر عرض کیا لَا یُؤَدِّیْهَا اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ یعنی یہ آیتیں آپؐ کی طرف سے وہ پہنچائے جو آپؐ سے ہے یا آپؐ خود پہنچائیں۔ ایک روایت ہے کہ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے ان کی کوئی تبلیغ نہ کرے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور ابوبکر سے آیتیں لے کر حج کے موسم میں لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔ امیر المومنینؑ منزل روحا میں حضرت ابوبکر سے جاملے اور آیتیں لے کر مکہ گئے اور لوگوں کے سامنے ان کو پڑھا۔

احادیث معتبرہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت امیرؑ نے آیتیں لے کر عرفہ کے دن عرفات میں اور عید کی رات مشعر الحرام میں اور عید کے دن جمروں کے پاس اور تمام ایام تشریق میں منیٰ میں سورہ برات کی پہلی دس آیتیں مشرکین کے سامنے بلند آواز سے پڑھیں۔ ایسی حالت میں کہ آپؑ اپنی تلوار نیام سے باہر نکالے ہوئے تھے۔ اور پکار کر فرما رہے تھے کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف نہ کرے۔ کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے اور جس کی مدت پیمان وامان ابھی باقی ہے اس کے لیے مدت ختم ہونے تک امان ہے اور جس کی مدت امان نہیں ہے وہ چار ماہ تک امان میں ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سورہ برأت کی آیتیں دے کر پہلی ذی الحجہ کو بھیجا تھا۔ اور حضرت امیر علیہ السلام اس سے مقام روحا میں تیسری ذی الحجہ کو جاملے تھے۔ وہاں سے آیتیں لے کر مکہ تشریف

لے گئے۔ ابوبکر واپس ہوگئے۔ سورہ برأت کی ادائیگی سے ابوبکر کے معزول ہونے اور امیر المومنین کے بھیجے جانے کی روایات سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۹ھ ہی میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے وفات پائی اور اس کی وفات کے دن آنحضرت نے فرمایا کہ آج ایک مرد صالح وفات پاگیا ہے۔ اٹھو تاکہ اس کے لیے نماز پڑھیں۔ کہتے ہیں کہ نجاشی کا جنازہ پیغمبر اسلام کے سامنے ظاہر ہوا اور صحابہ نے پیغمبر کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

دسویں ہجری سال کے واقعات

واقعہ مباہلہ اور نصاریٰ نجران کے بارے میں شیخ طبرسیؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ نصاریٰ کے اشراف کی ایک جماعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان کے تین افراد سرکردہ تھے۔ ایک کا نام عاقب تھا جو ان کا امیر تھا اور صاحب الرائے تھا۔ دوسرا عبدالمسیح جس سے وہ تمام مشکلات میں استمداد کرتے تھے اور تیسرا ابوحارثہ ان کا عالم اور پیشوا تھا۔ روم کے بادشاہوں نے اس کے لیے کئی گرجا بنوائے تھے اور اس کے پاس تحفے اور ہدیے بھیجتے تھے ان کے نزدیک وہ بہت بڑا عالم تھا۔ جب یہ لوگ حضرت کی خدمت میں روانہ ہوئے تو ابوحارثہ ایک خچر پہ سوار تھا۔ کرز بن علقمہ اس کا بھائی اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ اچانک ابوحارثہ کے خچر کا پاؤں پھسلا۔ کرز نے یہ دیکھ کر آنحضرت کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ ابوحارثہ نے کہا جو کچھ تو نے کہا ہے وہ تیرے لیے ہی ہو۔ اس نے کہا اے بھائی! ایسا کیوں کہتے ہو۔ ابوحارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر ہے کہ جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ کرز نے یہ کہا کہ پھر اس کا اتباع کیوں نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگا کیا تو نہیں جانتا کہ اس گروہ نصاریٰ کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا ہے۔ یہ ہمیں بزرگ مانتے ہیں انہوں نے ہمیں بہت سا مال دیا ہے۔ یہ ہماری عزت و توقیر کرتے ہیں اور یہ پیغمبر اسلام کی پیروی پر راضی نہیں ہوتے۔ اگر ہم ان کا اتباع کریں تو یہ سب مال و متاع ہم سے چھین لیں گے۔ کرز نے یہ بات اپنے دل میں رکھی یہاں تک کہ وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگیا۔

نصاریٰ بنی نجران عصر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔ یہ بہترین پوشاکیں پہنے ہوئے تھے۔ عربوں نے اتنا قیمتی لباس اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ جب آنحضرت کی خدمت میں آئے تو انہوں نے سلام عرض کیا لیکن حضرت نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ نہ ان سے کلام کیا۔ وہ لوگ عثمان اور عبدالرحمٰن ابن عوف کے پاس گئے کیونکہ ان دونوں سے ان کی سابقہ جان پہچان تھی۔ یہ لوگ ان دونوں سے کہنے لگے کہ تمہارے پیغمبر نے ہمیں خط لکھا ہے اور ہم ان کی دعوت پر یہاں آئے ہیں لیکن اب وہ ہمارے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اور نہ ہم سے کلام کرتے ہیں۔ یہ دونوں ان کو حضرت علیؑ کے پاس لے آئے اور ان کو ساری بات بتائی۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا کہ یہ انگوٹھیاں

اور ریشمی کپڑے اتارو اور سادہ لباس پہن کر حضرتؐ کی خدمت میں جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ زیور وغیرہ اتار ڈالے اور سادہ لباس پہن کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا۔ حضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا خدا کی قسم جب پہلی دفعہ یہ لوگ میرے پاس آئے تھے تو شیطان ان کے ساتھ تھا اسی لیے میں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد وہ آپؐ سے مسلسل سوالات کرتے رہے اور سارا دن انہوں نے سرکارِ رسالتؐ سے مناظرہ کیا۔ ان کا عالم کہنے لگا اے محمدؐ! آپؐ کا حضرت مسیحؑ کے متعلق کیا خیال ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ خدا کے بندہ اور اس کے رسول تھے۔ وہ کہنے لگے آپؐ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ ان کے اس استفسار کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کی نظر میں آدم جیسی ہے کہ جنہیں خدا نے مٹی سے خلق کیا پھر ان سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے) اس کے بعد بھی جب وہ نہیں مانے اور مناظرہ طویل ہو گیا تو پھر یہ حکم خدا آیا: فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ (یعنی وہ لوگ کہ جو آپؐ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مجادلہ کریں ایسی صورت میں کہ علم و برہان آچکے ہیں تو اے محمدؐ آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی بیٹیوں کو لائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر تضرع کے ساتھ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جھوٹوں پر اپنی لعنت کرے)۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ بات طے ہوئی کہ دوسرے روز دونوں مباہلہ کریں گے۔ نصاریٰ اپنی قیام گاہ پر واپس چلے گئے۔ وہاں جا کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو اگر محمدؐ اپنے اہلِ بیتؑ کو لے کر آئے تو اس سے مباہلہ کرنے سے احتراز کرنا اور اگر اصحاب لے کر آئے تو پھر اس سے مباہلہ کرنے میں کسی قسم کی پرواہ نہ کرنا۔ صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا، امام حسینؑ کو گود میں لیا امیر علیہ السلام آپؐ کے پیچھے پیچھے اور جناب سیدہؑ جناب امیرؑ اور رسول خداؐ کے درمیان ہوئیں اس انداز سے آپؐ مدینہ سے مباہلے کے لیے نکلے۔

جب نصاریٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو آتے ہوئے دیکھا تو ابو حارثہ نے پوچھا کہ کون لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ آرہے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ جو سب سے عقب میں ہے وہ ان کا چچا زاد بھائی ہے اور بیٹی کا شوہر بھی ہے اور یہ ان کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب شخص ہے اور یہ دونوں بچے ان کے ان کی دختر کے فرزند ہیں۔ اور وہ جو خاتون ہے وہ ان کی بیٹی فاطمہؑ ہے۔ جو ان کے نزدیک عزیز ترین خلق ہے۔ حضرتؐ مباہلے کے لیے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ ادھر سے سید و عاقب اپنے بیٹوں کو مباہلے کے لیے لے آئے۔ ابو حارثہ نے کہا خدا کی قسم

یہ اس طرح بیٹھا ہے جیسے پیغمبر مباہلہ کے لیے بیٹھتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ واپس جانے لگا۔ سیّد نے کہا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا اگر محمدؐ حق پر نہ ہوتے تو مباہلہ کرنے کی اس طرح جرأت نہ کرتے۔ اور اگر ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا تو ایک سال کے اندر اندر کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ اس کے بعد ابو حارثہ پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے ابو القاسمؐ ہم سے مباہلہ کرنے سے درگزر کیجئے اور ہم سے اس چیز پر صلح کر لیجئے کہ جس کے ادا کرنے کی قوت رکھتے ہوں۔ آنحضرتؐ نے ان سے مصالحت کر لی اس شرط پر کہ وہ ہر سال ایسے دو ہزار حلّے دیں گے جن میں سے ہر حلّے کی قیمت چالیس درہم ہو گی اور یہ کہہ کر کہ اگر مسلمانوں کو کوئی جنگ درپیش ہوئی تو وہ تیس زرہیں تیس نیزے اور تیس گھوڑے عاریتہً دیں گے۔ حضرتؐ نے صلحنامہ تحریر کیا۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ اہلِ نجران کی ہلاکت قریب آچکی تھی اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو سب بندر اور خنزیر ہو جاتے اور یہ پوری وادی ان کے لیے آگ ہو جاتی اور وہ جل کر خاک ہو جاتے اور خدائے تعالیٰ تمام اہلِ نجران کو ہلاک کر دیتا۔ یہاں تک کہ ان کے درختوں پر ایک پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔ جب سید و عاقب واپس چلے گئے تو تھوڑے دنوں کے بعد واپس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ صاحب کشاف اور دیگر علمائے اہل سنت نے اپنی صحاح میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ مباہلہ کے دن باہر نکلے تو آپؐ سیاہ رنگ کی عبا پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے حسنؑ و حسینؑ اور علیؑ و فاطمہؑ کو عبا کے نیچے داخل کر کے یہ آیت پڑھی:
اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔ نیز زمخشری نے کہا ہے کہ اگر تم کہو کہ مباہلہ کی دعوت اس لیے دی تھی کہ مقابل پر ظاہر ہو جائے کہ وہ جھوٹا ہے یا آنحضرتؐ معاذ اللہ جھوٹے ہیں تو یہ بات آنحضرتؐ اور آپؐ کے مدِّمقابل کے ساتھ ٹھیک تھی اور بیٹوں اور عورتوں کو ساتھ بلانے کا کیا فائدہ تھا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ ان کو ساتھ ملانا ان کی اپنی حقانیت کو ثابت کرتا ہے اس مقابلے میں کہ تنہا جا کر مباہلہ کرتے آپؐ نے اپنے اہل بیتؑ کو ساتھ لے جا کر جرأت کا مظاہرہ کیا۔ اپنے اعزا اور جگر کے ٹکڑوں کو اپنے نزدیک محبوب ترین افراد کو معرضِ ہلاکت میں لے آئے اور صرف اپنی ذات پر اکتفا نہیں کیا۔ یہ دلیل تھی اس بات کی کہ آپؐ اپنے دشمن کے جھوٹے ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اگر مباہلہ ہو تو دشمن اپنے اعزہ و اقربا کے ساتھ ہلاک ہو جائے اور مباہلہ کے لیے آپؐ نے اولاد اور عورتوں کو مخصوص کیا کیونکہ یہ انسان کے عزیز ترین افراد ہوتے ہیں اور باقی افراد کی بہ نسبت دلی تعلق ان کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے آپؐ کو معرضِ ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اس مقصد سے کہ اس کے متعلقین کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہی وجہ تھی کہ لڑائیوں میں لوگ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے جاتے تھے تاکہ وہ خود جنگ سے فرار نہ کریں۔ اسی لیے اس آیت میں بیٹوں اور عورتوں کو نفس پر مقدم رکھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جان سے مقدم ہوتے ہیں۔ اس عبارت کے بعد زمخشری نے کہا ہے کہ اصحاب کساءِ عبا کی فضیلت کی

یہ وہ دلیل ہے کہ جس سے زیادہ قوی کوئی دلیل نہیں۔

حجۃ الوداع

اس سال حجۃ الوداع کا سفر واقع ہوا۔ شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں قیام کیا اور اس دوران میں آپؐ حج نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ دسویں سال یہ آیت پروردگار عالم نے نازل فرمائی: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (لوگوں میں حج کا اعلان کر دو وہ تمہارے پاس پیدل اور کمزور اونٹوں پر آئیں گے اور دور کے راستے سے آئیں گے تاکہ وہ اپنی منفعتیں دیکھ لیں۔) پس حضرت رسول خداؐ نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلند آواز سے یہ بتائیں کہ رسول خداؐ اس سال حج پر تشریف لے جائیں گے جو لوگ مدینہ میں اور اطراف مدینہ میں تھے اور جو عرب بادیہ نشین تھے وہ لوگ تو حضرتؐ کے ارادہ حج سے باخبر ہو گئے ان کے علاوہ جو لوگ تھے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے انہیں حضرتؐ نے خطوط لکھے کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لہٰذا جو استطاعت حج رکھتا ہے وہ حج کے لیے آئے۔ پس تمام مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ حج کرنے کے لیے آئے وہ سب آنحضرتؐ کے تابع تھے کہ جو کام آنحضرتؐ بجا لاتے تھے وہ بھی بجا لاتے تھے اور جس چیز کا حکم دیتے اس پر عمل کرتے۔ ماہ ذیقعد کے ابھی چار دن باقی تھے کہ حضرتؐ روانہ ہوئے جب آپؐ مقام ذوالحلیفہ میں پہنچے تو زوال شمس ہو رہا تھا۔ آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ بغل اور ناف کے نیچے کے بال صاف کریں غسل کریں اور سلے ہوئے کپڑے اتار دیں اور ایک لنگی اور ردہ پہن لیں۔ آپؐ نے خود بھی غسل فرمایا اور احرام باندھا اور مسجد شجرہ میں داخل ہوئے اور اس میں نماز ظہر ادا فرمائی۔ آپؐ نے تنہا حج کی نیت کی کہ جس میں عمرہ داخل نہیں تھا کیونکہ ابھی تک حج تمتع کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ احرام باندھ کر آپؐ مسجد سے نکلے اور جب مقام بیداء پر پہنچے تو پہلے میل کے قریب لوگ دو صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے تنہا حج کا تلبیہ پڑھا اور کہا لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ حضرتؐ اپنے خطبہ میں ذوالمعارج زیادہ کہتے اور تکبیر کی تکرار کرتے تھے۔ جب کسی سوار کو دیکھتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی رات کے آخر میں اور نمازیں پڑھنے کے بعد۔ نیز آپؐ اپنے ساتھ چھیاسٹھ یا چونسٹھ اونٹ قربانی کے لیے کر گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سو اونٹ لے کر گئے تھے۔ مکہ میں آپؐ چوتھی ذی الحج کو وارد ہوئے۔ اور جب مسجد الحرام کے دروازہ پر پہنچے اور بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہوتے تو مسجد کے دروازہ پر رک گئے۔ خدا کی حمد و ثناء بجا لاتے۔ اور اپنے جد امجد ابراہیمؑ پر صلوٰۃ بھیجی۔ پھر حجر اسود کے قریب آئے اور اپنا ہاتھ حجر اسود پر پھیرا اس کا بوسہ لیا اور سات مرتبہ کعبہ کے گرد طواف کیا۔ مقام ابراہیمؑ کی پشت پر دو رکعت نماز طواف ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو چاہ زمزم کے قریب گئے اور زمزم کا پانی پیا۔ اور کہا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ وَّسُقْمٍ۔ آپؐ نے یہ دعا

قبلہ رخ ہوکر پڑھی۔ پھر آپؑ حجر اسود کے پاس آئے اس پر ہاتھ پھیرا بوسہ دیا اور صفا کی طرف متوجہ ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا۔ یعنی کوہ صفا و مروہ مناسک حج کی علامات میں سے ہیں پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ اس کے بعد آپؑ کوہ صفا کے اوپر تشریف لے گئے اور رکن یمانی کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ اس قدر کہ جس قدر کوئی شخص ٹھہر ٹھہر کر سورہ بقر کی تلاوت کرے۔ پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف روانہ ہوئے اور مروہ کے اوپر تشریف لے گئے اور جتنی دیر صفا پر رکے تھے اتنی ہی دیر مروہ پر بھی ٹھہرے پھر اور دعا پڑھی اور مروہ کی طرف چلے اس طرح آپؑ نے سات چکر پورے کیے۔ پھر جب سعی سے فارغ ہوئے تو مروہ پر سے کھڑے آپؑ نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ پھر اپنی پشت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ جبرئیلؑ ہے جو خدا کی طرف سے حکم دیتا ہے کہ میں تمہیں حکم دوں۔ جو شخص اپنے ساتھ قربانی نہیں لایا وہ محل ہو جائے اور وہ اپنا حج عمرہ سے بدل دے اور اگر میں جانتا کہ ایسا ہوگا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور ایسا ہی کرتا جیسا تم کر رہے ہو لیکن میں تو قربانی ساتھ لایا ہوں۔ صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم حج سے خارج ہو جائیں اور ہمارے سر اور بالوں سے جنابت کا پانی ٹپکنے لگے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تو کبھی حج تمتع پر ایمان نہیں لائیگا۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسولؐ ہم نے اپنے دین کے احکام سمجھ لیے ہیں گویا ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ فرمایئے یہ حکم جو آپؐ نے حج کے متعلق ہمیں دیا ہے یہ اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر سال ہمیں یہی کرنا چاہیئے؟

حضرتؐ نے فرمایا یہ اسی سال کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم جاری و ساری ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کیں اور فرمایا قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں حضرت امیرالمومنینؑ جو رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق یمن سے حج کے لیے تشریف لائے تھے۔ مکہ میں داخل ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ محل ہو چکی ہیں۔ انہوں نے خوشبو لگا رکھی ہے اور انہوں نے رنگین لباس پہن رکھا ہے تو آپؑ نے فرمایا اے فاطمہؑ! تم قبل از وقت کیوں محل ہو گئی ہو۔ جناب سیدہؑ نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہؐ نے یوں ہی حکم دیا ہے۔ پس حضرت امیرالمومنینؑ گھر سے نکلے اور تیزی سے رسول خداؐ کی خدمت میں آئے تاکہ حقیقت حال معلوم کریں۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں نے سیدہؑ کو دیکھا وہ محل ہو گئی ہیں اور انہوں نے رنگین کپڑے پہن رکھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، میں نے لوگوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا علیؑ تم نے کس طرح احرام باندھا ہے۔ آپؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے تو یوں احرام باندھا ہے کہ احرام باندھتا ہوں میں رسول اللہؐ کے احرام کی طرح۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے احرام پر باقی رہو

میری طرح اور تم میری قربانی میں شریک ہو۔

حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ ان ایام میں اصحاب کے ساتھ ابطح میں اترے ہوئے تھے اور گھر میں قیام نہیں فرمایا تھا۔ پس جب آٹھ ذی الحج ہوئی تو زوال کے قریب آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ غسل احرام کریں اور حج کا احرام باندھیں یہ مفہوم ہے خدا کے اس ارشاد کا کہ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ - اس متابعت سے مراد حج تمتع میں متابعت کرنا ہے۔ پس حضرت اصحاب کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے باہر نکلے اور منیٰ میں پہنچے وہاں آپؐ نے ظہر، عصر، مغرب وعشا کی نمازیں ادا کیں اور نویں تاریخ کی صبح کو سامان سواریوں پر لاد کر اصحاب کے ساتھ میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کی بدعتوں میں سے ایک بدعت یہ بھی تھی کہ وہ مشعر الحرام سے آگے نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں لہٰذا حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ باقی لوگ عرفات میں جاتے تھے اور جب لوگ عرفات سے سامان اٹھا کر مشعر میں آتے تو قریش ان کے ساتھ مشعر سے منیٰ کی طرف آتے تھے اور قریش کی یہ بھی خواہش ہوتی تھی کہ آنحضرتؐ ان کے ساتھ اس سلسلے میں موافقت کریں۔ پس پروردگار عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ یعنی وہاں سے سامان اٹھا کر آؤ جہاں سے اور لوگ آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہاں ناس سے مراد ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ علیہم السلام اور ان کے بعد والے انبیاء ہیں جو سب کے سب عرفات سے افاضہ کرتے تھے۔ پس جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کا چھتر مشعر الحرام سے گزر کر عرفات کی طرف جا رہا ہے تو ان کے دلوں میں خدشہ پیدا ہوا کیونکہ ان کو امید تھی کہ آپؐ ان کی جگہ سے افاضہ فرمائیں گے اور عرفات میں نہیں جائیں گے۔ اس کے بعد حضرتؐ نمرہ میں جا کر پیلو کے درختوں کے سامنے سواری سے اترے اور وہاں اپنا خیمہ لگایا۔ باقی لوگوں نے آپؐ کے خیمے کے گرد خیمے نصب کیے۔ جب زوال شمس ہوا تو حضرتؐ نے غسل فرمایا اور باقی تمام افراد کے ساتھ بشمول قریش عرفات میں داخل ہوئے اور وہاں تلبیہ کو قطع کیا اور اس مقام پر تشریف لائے کہ جس کو آپؐ کی مسجد کہتے ہیں وہاں رک گئے لوگ بھی آپؐ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ وہاں آپؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور امر و نہی کی تلقین فرمائی پھر لوگوں کو نماز ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائی پھر محل وقوف میں گئے اور وہاں کھڑے ہو گئے اور لوگ حضرتؐ کے اونٹ کی طرف بڑھنے لگے اور اس کے قریب ٹھہرنے لگے تو آپؐ نے اونٹ کو حرکت دی، لوگوں نے بھی ساتھ چلنا شروع کیا اور ناقہ کے گرد جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا لوگو! موقف صرف میرے اونٹ کے پاؤں کے نیچے نہیں ہے اور ہاتھ سے اشارہ کیا تمام موقف عرفات کی طرف اور فرمایا یہ سب موقف ہے۔ پھر لوگ منتشر ہو گئے اور مشعر الحرام میں بھی ایسا ہی ہوا۔ پس لوگ عرفات میں رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپؐ نے سامان سواری پر لادا اور لوگوں نے بھی اپنا سامان سواریوں پر بار کیا۔ حضرتؐ نے لوگوں کو آہستگی کا حکم دیا۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ مشرکین عرفات سے غروب آفتاب کے وقت کوچ کرتے تھے لیکن آپؐ نے ان کی مخالفت کی اور غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوئے۔

اور فرمایا اے لوگو! حج گھوڑوں کو دوڑانے اور اونٹوں کو تیز چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ خدا سے ڈرو اور شائستہ انداز میں چلو کمزوروں کو نہ کچلو اور کسی مسلمان کو گھوڑوں کے پیروں تلے پامال نہ کرو۔ آنحضرتؐ ناقہ کو اتنا کھینچتے تھے کہ وہ آہستہ چلے یہاں تک کہ وہ پالان تک پہنچ جاتا تھا اور آپؐ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو۔ اس کے بعد آپؐ مشعر الحرام میں داخل ہوئے وہاں آپؐ نے نماز مغرب و عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کی اور رات وہیں بسر کی بلکہ صبح کی نماز بھی آپؐ نے وہیں پڑھی۔ بنی ہاشم میں سے جو لوگ کمزور تھے انہیں رات ہی کو منیٰ میں بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عورتوں کو رات کے وقت بھیج دیا اور اسامہ بن زید کو ان کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ جمرۂ عقبہ پر طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں جب سورج نکل آیا تو آپؐ مشعر الحرام سے روانہ ہوئے اور منیٰ میں اترے اور جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں۔ قربانی کے جو اونٹ آپؐ لائے وہ چھیاسٹھ یا چونسٹھ تھے اور جو اونٹ حضرت امیرؑ لائے تھے وہ چونتیس یا چھتیس تھے اور دونوں کے اونٹوں کا مجموعہ ایک سو تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امیرؑ اونٹ نہیں لائے تھے بلکہ رسولؐ خدا ہی سو اونٹ لائے تھے اور جناب امیرؑ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تھا۔ حضرت رسولؐ خدا نے چھیاسٹھ اونٹ اور حضرت امیرؑ نے چونتیس اونٹ نحر کیے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ ان سو اونٹوں میں سے ہر ایک سے کچھ گوشت الگ کیا جائے وہ سب پتھر کی ایک دیگ میں ڈال کر پکایا گیا اور رسولؐ خدا اور جناب امیرؑ نے اس کا شوربہ تناول فرمایا تاکہ تمام اونٹوں میں سے کھانا ثابت ہو جائے۔ ان اونٹوں کی کھال، سری اور پائے آپؐ نے قصابوں کو نہ دیئے بلکہ ان سب کو صدقہ کر دیا۔ پھر آپؐ نے سر منڈوایا اس روز طواف خانۂ کعبہ کے لیے گئے اور طواف وسعی کرنے کے بعد منیٰ میں لوٹ آئے اور تیرھویں کے دن تک جو کہ ایام تشریق کا آخری دن ہے آپؐ منیٰ میں رہے۔ اور اس دن ہر تین جمروں کو کنکریاں ماریں اور دوبارہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ شیخ مفیدؒ اور طبرسیؒ نے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ اکرم اعمال حج سے فارغ ہوئے تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت امیرالمومنینؑ اور باقی مسلمان بھی آپؐ کی خدمت میں تھے اور جس وقت غدیر خم میں پہنچے اس جگہ اس وقت تک قافلے نہیں اترا کرتے تھے کیونکہ پانی اور چراگاہ وہاں نہ تھی تو آپؐ نے وہاں نزول اجلال فرمایا اور مسلمان بھی اترے اور وہاں اترنے کا سبب یہ تھا کہ خداوند عالم کی طرف سے تاکید شدید آنحضرتؐ پر نازل ہوئی تھی کہ وہ اپنے بعد کے لیے امیرالمومنینؑ کو خلافت عطا فرمادیں۔ اس سلسلہ میں اس سے پہلے بھی آپؐ پر وحی نازل ہو چکی تھی لیکن وہ وقت کے تعین اور تاکید پر مشتمل نہیں تھی اس وجہ سے آپؐ نے ابھی تک اس کی تبلیغ میں تاخیر کی تھی، اس خوف سے کہ کہیں امت میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے اور ان میں سے کچھ لوگ دین سے نہ پھر جائیں اور خداوند عالم جانتا تھا کہ اگر غدیر خم سے آگے بڑھے تو بہت سارے لوگ اپنے شہروں کی طرف چلے جائیں گے۔ لہٰذا خدا نے چاہا کہ اسی جگہ پر جمع ہوں اور تمام کے تمام حضرت امیرالمومنینؑ کی خلافت پر نصِ رسولؐ سن لیں اور ان پر اس سلسلہ میں حجت تمام ہو جائے اور کسی مسلمان کا عذر باقی نہ

رہے۔ لہٰذا خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی: یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ یعنی اے رسول لوگوں کو پہنچادے وہ کچھ جو تیرے پروردگار کی طرف سے (امامت علی بن ابی طالبؑ اور اس کے امت میں خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں نص) نازل ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے پروردگار کی رسالت ہی انجام نہیں دی اور خدا تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ پس خدا نے اس پیغام کے پہنچانے کی تاکید فرمائی اور اس معاملہ میں تاخیر کرنے سے ڈرایا اور ضمانت لی کہ خدا تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس وجہ سے آپؐ ایسی جگہ اترے کہ جو اترنے کی جگہ نہ تھی اور تمام مسلمان بھی آپؐ کے اردگرد اتر پڑے۔ اس دن گرمی بہت تھی۔ پس آپؐ نے حکم دیا کہ جو وہاں خاردار درخت تھے ان کے نیچے سے خس و خاشاک صاف کیے جائیں اور فرمایا کہ اونٹوں کے پالان جمع کیے جائیں اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دیا جائے۔ پھر آپؐ نے ندا دینے والے سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان منادی کرو کہ وہ سب میرے پاس جمع ہوں۔ پس وہ تمام لوگ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے اور اکثر لوگوں نے گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنی چادریں اپنے پاؤں پر لپیٹ لی تھیں۔
جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرتؐ ان پالانوں پر جو منبر کی طرح رکھے ہوئے تھے تشریف لے گئے اور حضرت امیرؑ کو منبر کے اوپر بلایا اور اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ پھر خطبہ پڑھا جو حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل تھا اور مواعظ بلیغ اور کلمات فصیح کے ساتھ انہیں موعظہ کیا اور اپنی وفات کی خبر سنائی اور فرمایا مجھے بارگاہِ الٰہی میں بلایا گیا ہے اور قریب ہے کہ میں دعوت خداوندی کو قبول کروں اور وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں دارِ فانی کو الوداع کہوں اور آخرت کی طرف رحلت کروں میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ خدا کی کتاب اور میری عترت ہے جو کہ میرے اہل بیتؑ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ کوثر کے کنارے میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

پھر آپؐ نے ان کے درمیان بلند آواز سے پکار کر فرمایا کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا۔ سب نے کہا بیشک۔ پھر آپؐ نے علیؑ کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں بلند کیا۔ یہاں تک کہ ان کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ یعنی جس کا میں مولا اور اس کے نفس پر اولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولا اور اس کے نفس پر اولیٰ بالتصرف ہے۔ خدایا اس کو دوست رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور اس کا دشمن ہو جا جو علیؑ سے دشمنی کرے۔ اور اس کی مدد فرما جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑ دے۔ پھر آپؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور وہ وقت قریب زوال کا تھا اور گرمی پورے شباب پر تھی پھر بھی آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد زوال ہوا اور آنحضرتؐ کے مؤذن نے اذان کہی اور آپؐ نے لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی پھر آپؐ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ آپؐ کے خیمہ کے سامنے امیرالمؤمنینؑ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ حضرت امیرالمؤمنینؑ اس خیمہ میں

تشریف فرما ہوئے اور حضرت رسول کریمؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ گروہ در گروہ آنجنابؑ کی خدمت میں جائیں اور انہیں امامت کی تہنیت اور مبارکباد دیں اور ان کو امیرالمؤمنین کہہ کر سلام کریں پس لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ نے اپنی ازواج اور باقی مسلمان عورتوں کو جو آپؐ کے ساتھ تھیں حکم دیا کہ وہ بھی جاکر تہنیت اور مبارک باد دیں۔ اور امیرالمؤمنینؑ کہہ کر سلام کریں۔ پس سب نے ایسا کیا اور وہ اشخاص کہ جنھوں نے اس سلسلہ میں زیادہ اہتمام کیا ان میں سے ایک عمر ابن خطاب تھے کہ جنھوں نے زیادہ خوشی اور بشاشت کا اظہار کیا آپؑ کی امامت و خلافت پر اور کہا بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا عَلِيُّ أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ یعنی کیا کہنے آپؑ کے اے علیؑ آپؑ تو میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے۔ اس وقت حسان بن ثابت خدمتِ رسولؐ میں آئے اور آپ سے اجازت چاہی کہ امیرالمؤمنین کی مدح میں واقعہ غدیر اور آنجنابؑ کے نصبِ امامت و خلافت کے متعلق اور ان دعاؤں کے متعلق جو حضرت رسولؐ نے ان کے حق میں کہی تھیں قصیدہ پڑھے۔ جب آپؐ نے اجازت دی تو وہ اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور یہ اشعار بلند آواز سے لوگوں کے سامنے پڑھے:

يُنَادِيهِمْ يَوْمَ الْغَدِيرِ نَبِيُّهُمْ ۔۔۔ بِخُمٍّ وَاسْمِعْ بِالنَّبِيِّ مُنَادِيَا
فَقَالَ فَمَنْ مَوْلَاكُمْ وَوَلِيُّكُمْ ۔۔۔ فَقَالُوا وَلَمْ يَبْدُوا هُنَاكَ التَّعَامِيَا
اِلٰهُكَ مَوْلَانَا وَاَنْتَ وَلِيُّنَا ۔۔۔ وَلَنْ تَجِدَنْ مِنَّا لَكَ الْيَوْمَ عَاصِيَا
فَقَالَ لَهُ قُمْ يَا عَلِيُّ فَاِنَّنِيْ ۔۔۔ رَضِيْتُكَ مِنْ بَعْدِيْ اِمَامًا وَهَادِيَا
فَخَصَّ بِهَا دُوْنَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا ۔۔۔ عَلِيًّا وَسَمَّاهُ الْوَزِيْرَ الْمُوَاخِيَا
فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا وَلِيُّهُ ۔۔۔ فَكُوْنُوْا لَهُ اَتْبَاعَ صِدْقٍ مَوَالِيَا
هُنَاكَ دَعَا اَللّٰهُمَّ وَالِ وَلِيَّهُ ۔۔۔ وَكُنْ لِلَّذِيْ عَادٰى عَلِيًّا مُعَادِيَا

ترجمہ: ان کا نبیؐ غدیر کے دن خم کے مقام پر انہیں پکار رہا تھا اور کتنے اچھے معلوم ہوتے تھے نبیؐ پکارتے ہوئے انہوں نے کہا تمہارا مولا اور ولی کون ہے۔ سب لوگ کہنے لگے اور ان میں سے کسی نے مخالفت و دشمنی کا اظہار نہ کیا۔ آپؐ کا معبود ہمارا مولا ہے اور آپؐ ہمارے ولی ہیں اور آج کے دن ہم میں سے کسی کو آپؐ نافرمان نہ پائیں گے۔ پس آپ نے فرمایا اٹھو اے علیؑ کیونکہ میں نے تمہیں اپنے بعد کے لیے امام و ہادی منتخب کیا ہے اور امامت کے لیے سب لوگوں کو چھوڑ کر علیؑ کو مختص کیا اور اس کا نام مدد کرنے والا وزیر رکھا۔ پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی و مولا ہے لہٰذا اس کے سچے پیروکار اور موالی بن جاؤ۔ پھر یہ دعا مانگی خدایا دوست رکھ اس کے دوست کو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس کا دشمن ہو جا۔

ان اشعار کو خاصہ و عامہ نے تواتر سے روایت کیا ہے۔ روایت ہے کہ جب حسان یہ شعر کہہ رہا تھا تو پیغمبر کریمؐ

نے فرمایا: لَاتَزَالُ یَاحَسَّانَ مُؤَیَّدًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَصَرْتَنَا بِلِسَانِکَ یعنی "اے حسان تو ہمیشہ روح القدس کے ساتھ مؤید رہے گا جب تک زبان سے ہماری مدد کرتا رہے گا۔" آپؐ کی طرف سے یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ حسان ولایت امیرالمومنینؑ پر ثابت قدم نہیں رہے گا۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ کمیت شاعر نے بھی واقعہ غدیر کے متعلق ایک قصیدہ لکھا ہے کہ جس میں یہ تین اشعار بھی ہیں:

وَیَوْمَ الدَّوْحِ دَوْحِ غَدِیْرِ خُمٍّ | اَبَانَ لَہُ الْوِلَایَۃَ لَوْ اُطِیْعَا
وَلٰکِنَّ الرِّجَالَ تَبَایَعُوْھَا | فَلَمْ اَرَ مِثْلَھَا خَطَرًا مَنِیْعًا
وَلَمْ اَرَ مِثْلَ ذَاکَ الْیَوْمِ یَوْمًا | وَلَمْ اَرَ مِثْلَہٗ حَقًّا اُضِیْعَا

(اور وسیع میدان کا دن غدیر خم کا میدان کہ اس کی ولایت کو واضح کیا اگر اطاعت کی جاتی۔ لوگوں نے ولایت کی بیعت کر لی میں اس سے بڑھ کر کوئی بلند شان نہیں سمجھتا اور میں اس دن کی طرح کسی دن کو نہیں سمجھتا اور میں نے اس طرح کسی حق کو ضائع ہوتے نہیں دیکھا۔

اس احقر نے حدیث غدیر میں ایک کتاب بنام فیض القدیر فیما یتعلق بحدیث الغدیر لکھی ہے گنجائش نہیں ورنہ اس کا خلاصہ یہاں نقل کرتا اور چونکہ گیارھویں ہجری سال کی ابتداء میں سفر حجۃ الوداع کے بعد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم آپؐ کی وفات کے ذکر کو شروع کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

مصیبتِ کبریٰ و داہیہ عظمیٰ یعنی وفات حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے وقوع کی کیفیت کا بیان

فریقین کے اکثر علماء کا اعتقاد یہ ہے کہ سید الانبیاءؐ کی رحلت عالم بقا کی طرف پیر کے دن ہوئی ہے اور اکثر شیعہ علماء کا اعتقاد ہے کہ وہ دن اٹھائیس ۲۸ صفر کا تھا اور اکثر علماء اہل سنت بارہ ۱۲ ربیع الاول کہتے ہیں۔ کشف الغمہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے دس ہجری کو عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ آپؐ کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی چالیس سال کی عمر میں آپؐ پر مکہ میں وحی نازل ہوئی اس کے بعد آپؐ تیرہ ۱۳ سال مزید مکہ میں رہے یعنی جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپؐ کی زندگی کے ترپن سال گزر چکے تھے۔ ہجرت کے بعد دس سال آپؐ مدینہ میں رہے اور آپؐ کی وفات ماہ ربیع الاول کی دو تاریخ بروز پیر ہوئی۔ مؤلف کہتا ہے کہ دو ربیع الاول کو آپؐ کا وفات پانا بعض اہل سنت کے قول کے بھی موافق ہے اور علماء شیعہ میں کوئی اس کا قائل نہیں۔ لہٰذا شاید روایت کا یہ فقرہ تقیہ پر محمول ہو اور معلوم ہونا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کی وفات کی کیفیت اور آپؐ کی وصیتوں کے متعلق بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں۔ ہم یہاں اس پر اکتفا کرتے ہیں جیسے شیخ مفیدؒ اور طبرسیؒ رضوان اللہ علیہما نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولؐ حجۃ الوداع سے واپس آئے اور آپؐ کو معلوم ہوا کہ آپؐ کی رحلت نزدیک آپہنچی ہے تو آپؐ ہر وقت اصحاب میں خطبہ پڑھتے اور انہیں اپنے بعد کے فتنوں میں اپنے ارشادات کی مخالفت سے ڈراتے اور انہیں وصیت فرماتے کہ ان کی سنت سے دست بردار نہ ہوں اور دین الٰہی میں بدعت نہ کریں اور آپؐ کی عترت اور اہل بیتؑ سے متمسک رہتے ہوئے ان کی اطاعت کریں اور ان کی نصرت و حفاظت و متابعت کو اپنے لیے لازم سمجھیں اور آپؐ انھیں اختلاف کرنے اور مرتد ہونے سے منع کرتے اور بار بار ان سے فرماتے کہ اے لوگو! میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تم حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے اور میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جو میں تم میں چھوڑ کر آیا تھا۔ خدا کی کتاب اور عترت جو کہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ پس خیال رکھنا کہ ان دونوں چیزوں میں میری نیابت کس طرح کر رہے ہو کیونکہ خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ تا وقتیکہ کوثر پر میرے پاس آجائیں یاد رکھو میں ان دونوں کو تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پس میرے اہل بیتؑ پر سبقت نہ کرنا اور ان سے الگ نہ ہونا اور ان کے حق میں کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں کسی چیز کی تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور تمہیں اس حالت میں نہ دیکھوں کہ تم دین سے پھر جاؤ۔ اور کافر ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے خلاف تلواریں

کھینچ لو اور میرے یا علیؑ کے مقابلے میں لشکرے آؤ جو کثرت تیزی اور شدت میں سیلاب کی طرح ہو۔ یہ جان لو کہ علی ابن ابی طالبؑ میرا چچا زاد بھائی اور میرا وصی ہے اور وہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا ہے۔
اس قسم کی گفتگو آپؐ نے کئی ایک مجالس میں فرمائی۔ اسی اثنار میں آپؐ نے اسامہ بن زید کو امیر قرار دیا اور منافقین اہل فتنہ اور دوسرے لوگوں سے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسے حکم دیا کہ اکثر صحابہ کو ساتھ لے کر روم کے علاقہ کی طرف اس مقام پر جاؤ جہاں تمہارا باپ زید شہید ہوا تھا۔ آپؐ کا مقصد اس لشکر کو بھیجنے کا یہ تھا کہ مدینہ اہل فتنہ سے خالی ہو جائے اور کوئی شخص امیر المومنینؑ سے تنازعہ نہ کرے تاکہ آپکا امر خلافت مستحکم ہو جائے اور لوگوں کو باہر چلے جانے کی زیادہ تاکید فرماتے تھے۔ بہر حال آپؐ نے اسامہ کو مقام جرف کی طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ لوگوں کو باہر نکالیں اور انہیں تاخیر کرنے سے ڈراتے تھے۔ اسی اثنار میں آپؐ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ جس سے آپؐ کی رحلت کے آثار پیدا ہو گئے۔
جب یہ حالت آپؐ نے دیکھی تو حضرت امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع میں تشریف لے گئے اکثر صحابہ بھی پیچھے پیچھے گئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ بقیع کے مُردوں کے لیے استغفار کروں۔ جب آپؐ بقیع میں پہنچے تو فرمایا اسلام علیکم یا اہل القبور۔ سلام ہو تم پر اے قبر کے مکینو خوشگوار ہو تمہارے لیے وہ حالت کہ جس میں تم ہو تم نجات پا چکے ہو ان فتنوں سے کہ جو لوگوں کو درپیش ہیں کیونکہ لوگوں کی طرف ایسے بہت سے فتنوں نے رُخ کیا ہے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہیں پھر آپؐ کچھ دیر کھڑے رہے اور تمام اہل بقیع کے لیے استغفار کرتے رہے اس کے بعد حضرت امیرؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ جبرئیلؑ ہر سال میرے سامنے قرآن ایک مرتبہ پیش کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے میرا خیال ہے کہ یہ اس لیے ہوا ہے کہ میری وفات کا وقت نزدیک ہے۔ پھر فرمایا اے علیؑ خدا نے مجھے جنت اور دنیا میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے۔ میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کیا ہے پس میری وفات ہو جائے تو میری شرمگاہ کو چھپانا کیونکہ جو شخص میری شرمگاہ پر نظر کرے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔ پھر آپؐ گھر کی طرف لوٹ آئے اور آپؐ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔
تین دن کے بعد آپؐ مسجد میں سر پر پٹی باندھے تشریف لائے اس حالت میں کہ دائیں ہاتھ سے امیر المومنینؑ اور بائیں سے فضل بن عباس کے کندھے پر سہارا لے رکھا تھا۔ اس کے بعد آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا:

"اے لوگو! وہ وقت قریب آگیا ہے کہ میں دُنیا سے اٹھ جاؤں جس سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہو آئے اور اپنا وعدہ پورا کرائے۔ اور جس کو مجھ سے کوئی قرض لینا ہو وہ مجھے آگاہ کرے۔ اے لوگو! خدا کی اطاعت کے علاوہ حصول خیر اور رفع شر کا کوئی اور وسیلہ نہیں۔ اے لوگو! کوئی شخص یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں عمل کے بغیر نجات حاصل کروں گا اور کوئی آرزو رکھنے والا آرزو نہ رکھے کہ وہ خدا کی اطاعت کے بغیر رضائے الٰہی پالے گا۔ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے عذاب الٰہی سے صرف نیک عمل ہی نجات دے سکتا ہے اور

اگر میں بھی گناہ کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ خدایا کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔"

پھر آپؐ منبر سے اترے اور لوگوں کو مختصر طور پر نماز پڑھائی اور امّ سلمہؓ کے گھر میں واپس آ گئے۔ ایک یا دو دن وہاں رہے۔ پھر عائشہؓ نے باقی ازواج کو راضی کر لیا، اور آنحضرتؐ کو اپنے گھر لے گئیں۔ جب آپؐ عائشہ کے گھر گئے تو آپؐ کا مرض شدید ہو گیا۔ بلالؓ جب صبح کی نماز کے وقت آئے تو اس وقت حضرت عالم قدس کی طرف متوجہ تھے۔ جب بلالؓ نے نماز کی منادی تو حضرتؐ مطلع نہ ہوئے تو حضرت عائشہ کہنے لگیں ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ اور حفصہ کہنے لگیں عمر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب آپؐ نے یہ باتیں سنیں تو فرمایا ان باتوں کو چھوڑو تم ان عورتوں کی طرح ہو جو یوسفؑ کو گمراہ کرنا چاہتی تھیں چونکہ حضرتؐ نے شیخین سے کہا تھا کہ وہ لشکر اسامہ کے ساتھ باہر جائیں جب ان دونوں عورتوں کی زبان سے سنا کہ وہ مدینہ میں واپس آ گئے ہیں تو آپؐ بہت غمناک ہوئے اور شدت مرض کے باوجود اٹھے کہ کہیں ان میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھا دے اور یہ بات لوگوں کے اشتباہ کا سبب نہ بنے اور اس حالت میں کہ اپنا ہاتھ امیرالمومنینؑ اور فضل بن عباس کے دوش پر رکھ کر انتہائی ضعف و ناتوانی سے اپنے پاؤں زمین پر گھسیٹ رہے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ جب محراب کے نزدیک آئے تو دیکھا کہ ابوبکر آگے بڑھ کر آپؐ کی جگہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر چکے ہیں، تو آپؐ نے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے آ جاؤ اور خود محراب میں داخل ہوئے اور از سر نو نماز شروع کی اور اس مقدار نماز کو لغو قرار دیا جو پہلے ہو چکی تھی۔ اس کے بعد نماز ختم کر کے گھر واپس آ گئے۔ پھر آپ نے شیخین اور دوسرے مسلمانوں کے ایک گروہ کو بلایا اور فرمایا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ باہر جاؤ۔ کہنے لگے بے شک آپؐ نے یہی فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا کیوں تم لوگوں نے میرے حکم کی اطاعت نہیں کی۔ ابوبکر کہنے لگے میں تو گیا تھا لیکن واپس اس لیے آیا کہ آپؐ کے ساتھ تجدید عہد کروں۔ عمر کہنے لگے یا رسول اللہ میں اس لیے نہیں گیا چونکہ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپؐ کی خیریت دوسرے لوگوں سے پوچھتا پھروں۔ پس حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اسامہ کا لشکر روانہ کرو اور تم بھی اس لشکر کے ساتھ جاؤ۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو لشکر اسامہ سے رہ جائے (یعنی اس کے ساتھ نہ جائے) یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا۔ مسجد تک جانے اور واپس آنے کی تھکن اور حزن و اندوہ کی بنا پر جو آپؐ کو عارض ہوا تھا آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ پس مسلمان بہت روئے۔ عورتوں اور آپؐ کے بچوں کے نوحہ اور رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور مسلمان مردوں اور عورتوں نے نالے بپا کیے تو آپؐ نے آنکھیں کھول دیں اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کتف گوسفند (چمڑا) لے آؤ تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہونے پاؤ تو ایک صحابی کھڑا ہوا تا کہ وہ دوات اور چمڑا لے آئے۔ عمر نے کہا پلٹ آؤ۔ یہ مرد (معاذ اللہ) ہذیان کہہ رہا ہے بیماری کا اس پر غلبہ ہے اور ہمارے لیے کتاب خدا ہی کافی ہے پس وہ لوگ جو گھر میں موجود تھے ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے کہ عمر ٹھیک کہتے ہیں۔ بعض کہتے ارشاد رسولؐ درست ہے۔ اس حالت میں رسول خداؐ کی مخالفت جائز نہیں

پھر دوبارہ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ چیز لے آئیں جو آپؐ چاہتے تھے تو فرمایا ان باتوں کے بعد جو میں تم سے سن چکا ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہلِ بیتؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا پھر آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے پاس فضل بن عباس۔ علی ابن ابی طالبؑ اور آپؐ کے مخصوص اہلِ بیتؑ باقی رہ گئے پھر عباسؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر یہ امر خلافت ہم بنی ہاشم میں برقرار رہے گا تو ہمیں بشارت دیں تاکہ ہم خوش ہوں اور اگر آپؐ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ظلم کریں گے اور خلافت ہم سے چھین لیں گے تو اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجیے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں میرے بعد کمزور کر دیا جائے گا اور تم پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اس کے بعد آپؐ خاموش ہو گئے پس لوگ اٹھ کھڑے ہوئے درآنحالیکہ وہ رو رہے تھے اور حضرتؐ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ جب سب باہر چلے گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ اور چچا عباسؓ کو میرے پاس بلاؤ پس کسی کو بھیجا گیا جو انہیں بلا لایا۔ جب یہ بیٹھ گئے تو عباسؓ کی طرف رخ کر کے حضرتؐ نے فرمایا، چچا کیا آپ میری وصیت کو قبول کریں گے اور میرے وعدوں کو پورا کریں گے۔ حضرت عباسؓ نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کا چچا بوڑھا ہو گیا ہے اور کثیر العیال ہے اور آپؐ کی عطا تو ہوا سے سبقت کر جاتی ہے اور آپؐ کی بخشش ابر سے بھی زیادہ ہے۔ میرا مال آپؐ کے وعدوں اور بخششوں کے پورا کرنے سے قاصر ہے۔ پھر آپؐ نے اپنا رخ امیر المومنینؑ کی طرف موڑا اور فرمایا اے بھائی کیا تم میری وصیت کو قبول کرو گے۔ میرے وعدوں پر عمل کرو گے۔ میرے قرضوں کو ادا اور میرے اہل خانہ کے امور کی میرے بعد دیکھ بھال کرو گے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا میرے قریب آؤ۔ جب آپؑ حضرتؐ کے قریب گئے تو رسول خداؐ نے انہیں گلے لگایا پھر اپنی انگوٹھی اتاری اور فرمایا اسے اپنی انگلی میں پہن لو اور اپنی تلوار زرہ اور دوسرے ہتھیار منگوائے اور حضرت امیرؑ کو عطا فرمائے۔ پھر وہ پٹکا منگوایا جو ہتھیار لگاتے وقت جنگ کے موقع پر اپنے شکم پر باندھتے تھے وہ بھی حضرت امیرؑ کو دیا۔ پھر فرمایا اپنے گھر جاؤ۔

جب دوسرا دن ہوا تو آپؐ کی بیماری سخت ہو گئی اور لوگوں کو آپؐ کی ملاقات سے روک دیا گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ حاضر خدمت تھے اور ان سے الگ نہ ہوتے تھے۔ جب آپؐ کی طبیعت بحال ہوئی تو فرمایا میرے بھائی اور یار و مددگار کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر کمزوری نے آپؐ کو گھیر لیا اور آپؐ خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ابوبکر کو بلا لاؤ۔ حضرت ابوبکر آئے اور آپؐ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ جب حضرتؐ نے آنکھ کھولی اور ان کو دیکھا تو منہ پھیر لیا۔ ابوبکر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے باہر گئے کہ اگر انہیں میری ضرورت ہوتی تو آپؐ خود فرماتے۔ حضرتؐ نے دوبارہ اسی بات کا اعادہ کیا تو حفصہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کو بلاؤ۔ جب عمر آئے اور حضرتؐ نے انہیں دیکھا تو ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھائی اور یاور کو میرے پاس بلاؤ۔ امّ سلمہؓ نے کہا حضرت علیؑ کو بلاؤ کیونکہ رسولؐ کا مقصود ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں۔ جب امیر المومنینؑ آئے تو پیغمبرؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ میرے قریب آؤ۔ حضرت امیرؑ ان سے لپٹ گئے۔ حضرت رسولؐ خدا بہت دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے پس حضرت امیرؑ کھڑے ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے اور حضرت رسولؐ سو گئے پھر امیر المومنینؑ باہر آئے تو لوگوں نے

کہا اے ابوالحسنؑ پیغمبرؐ نے آپؑ سے کیا راز کی باتیں کیں ہیں حضرتؑ نے فرمایا آپؐ نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں اور مجھے اس چیز کی وصیت کی ہے کہ جسے انشاءاللہ میں بجا لاؤنگا۔ جب آپؐ کا مرض سنگین ہوگیا اور آپؐ کی رحلت قریب ہوئی تو آپؐ نے حضرت امیرالمومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ میرا سر اپنے دامن میں رکھ لو کیونکہ عالمین کے مالک کا حکم آپہنچا ہے اور جب میری جان باہر آئے تو اسے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ پر پھیر لو۔ پس میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور میری تجہیز میں لگ جاؤ اور سب سے پہلے تم مجھ پر نماز پڑھنا اور قبر میں سپرد کرنے تک مجھ سے الگ نہ ہونا اور ان تمام امور میں خدا سے مدد طلب کرنا جب امیرالمومنینؑ نے آپؐ کا سر اپنی گود میں لیا تو حضرتؐ بے ہوش ہوگئے اور جناب فاطمہؑ آپؐ کے جمال بیمثال کو دیکھتی اور گریہ و ندبہ کرتیں اور کہتی تھیں:

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

(یعنی حضرت رسولؐ وہ خوشرو چہرہ ہیں کہ لوگ جن کے چہرہ کی برکت سے بارش طلب کرتے ہیں جو یتیموں کے فریادرس اور بیوہ عورتوں کی پناہ گاہ ہیں)

جب آنحضرتؐ نے اپنی نورِ چشم کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور کمزور آواز میں فرمایا بیٹی یہ تیرے چچا ابو طالبؑ کا کلام ہے یہ نہ کہو بلکہ کہو:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔

(محمدؐ رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں کیا وہ فوت ہو گئے یا قتل ہو جائیں تو تم اپنے پچھلے قدموں پر پلٹ جاؤگے)

جب سیدہؑ کو روتے دیکھا تو حضرت رسولؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ میرے قریب آؤ جب فاطمہؑ قریب آئیں تو آپؐ نے ایک راز ان کے کان میں کہا کہ جس سے فاطمہؑ کا چہرہ بشاش ہوگیا اور وہ خوش ہوئیں جب آپؐ کی روح مقدس پرواز کر گئی تو حضرت امیرؑ کا دایاں ہاتھ گلوئے مبارک کے نیچے تھا اس طرح آپؐ کی روح حضرت امیرؑ کے ہاتھوں کے درمیان سے باہر آئی۔ پس آپؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اپنے چہرے پر پھیر لیا اور حضرتؐ کی حق بین آنکھیں بند کردیں اور آپؐ کے قامت باکرامت پر کپڑا اوڑھا دیا اور آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا راز تھا جو پیغمبرؐ نے آپؑ سے کہا کہ جس سے آپؑ کا اندوہ خوشی سے اور قلق و اضطراب تسکین سے بدل گیا۔ فرمایا والد گرامی نے مجھے خبر دی کہ ان کے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے میں انہیں جا ملوں گی اور ان کے بعد میری زندگی کی مدت طولانی نہیں ہوگی اس لیے میرے اندوہ و حزن کو تسکین ہوگئی۔ پس امیرالمومنینؑ آپؐ کے غسل کی طرف متوجہ ہوئے اور فضل بن عباس کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آپؐ کی میت پر پانی ڈالیں پس آپؑ نے آنحضرتؐ کو غسل دیا جبکہ آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور آنحضرتؐ کا کرتہ گریبان سے لے کر ناف تک چاک کر دیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ خود آپؐ کو غسل حنوط اور کفن پہنانے والے تھے اور فضل ان پر پانی ڈال رہے تھے اور غسل

دینے میں حضرت علیؑ کی مدد کر رہے تھے۔ جب آپ کو غسل دے چکے تو آگے بڑھے اور تنہا آپ پر نماز پڑھی۔ کوئی شخص رسولؐ پر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک نہیں تھا۔ لوگ مسجد میں جمع تھے اور اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ کون شخص آگے کھڑا ہو کر آپ کی نماز پڑھائے گا اور انھیں کہاں دفن کیا جائے گا۔ حضرت امیر المومنینؑ باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے پاس جا کر فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ زندگی میں اور مرنے کے بعد ہمارے امام و پیشوا ہیں پس گروہ گروہ ہو کر لوگ آئیں اور آپ پر نماز پڑھیں بغیر اس کے کہ ان کے آگے کوئی امام ہو اور خداوند عالم جس نبی کی روح کو جہاں قبض کرتا ہے تو اسی جگہ کو اس کی قبر کے لیے پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا میں پیغمبر اکرمؐ کو اسی حجرہ میں دفن کروں گا جس میں آپ نے وفات پائی ہے۔ لوگوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ جب مسلمان آنحضرتؐ کی نماز جنازہ پڑھنے سے فارغ ہو گئے تو رسول اکرمؐ کے چچا عباسؓ نے کسی کو حضرت ابو عبیدہؓ جراح کے پاس بھیجا جو کہ اہل مکہ کی قبریں کھودا کرتے تھے اور دوسرے شخص کو حضرت زیدؓ بن سہل کی طرف بھیجا جو اہل مدینہ کے گورکن تھے تاکہ وہ آکر رسول اکرمؐ کے لیے قبر کھودیں تو زید بن سہل مل گیا اسے حکم دیا کہ وہ آنحضرتؐ کی قبر کھودے۔ جب زید قبر کھودنے سے فارغ ہوئے تو امیر المومنینؑ عباسؓ، فضلؓ بن عباسؓ اور حضرت اسامہؓ بن زید قبر میں داخل ہوئے تاکہ آنحضرتؐ کو دفن کریں۔ انصار کے ایک گروہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے امیر المومنینؑ کو قسم دے کر کہا کہ ہم میں سے بھی ایک شخص کو رسول خدا کے دفن کرنے میں شریک کیجیے کیونکہ ہم بھی اس امر میں حصہ دار ہیں۔ اس پر امیر المومنینؑ نے اوس بن خولی کو (جو بدری تھے اور قبیلہ خزرج کے صاحب فضل شخص تھے) حکم دیا کہ قبر میں داخل ہو پھر امیر المومنینؑ نے جسد مطہر پیغمبرؐ کو اٹھایا اور اوس کو دیا تاکہ وہ قبر میں رکھے۔ جب اس نے حضرتؐ کو قبر میں رکھ دیا تو آپ نے اوس کو حکم دیا کہ باہر آجاؤ پس اوس قبر سے باہر آگیا اور حضرت امیر المومنینؑ قبر میں اترے اور رسول خداؐ کا چہرہ مبارک کفن سے باہر نکال کر رخسار مبارک قبلہ رخ زمین پر رکھ دیا پھر لحد کی اینٹیں چن دیں اور اوپر مٹی ڈالی۔ یہ واقعہ ہائلہ پیر کے دن اٹھائیس ماہ صفر گیارہ ہجری کو رونما ہوا۔ آپ نے ترسیٹھ سال عمر پائی۔ مہاجرین و انصار کے اکثر لوگ امر خلافت کے جھگڑے کی بنا پر آپ کی نماز جنازہ اور دفن میں شریک نہ ہوئے۔ انتہی۔

احادیث معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ شہید ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے جیسا کہ صفار نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کو بکرے کے اگلے پاؤں کے گوشت میں خیبر کے دن زہر دیا گیا تھا۔ جب حضرتؐ نے ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس گوشت سے آواز آئی کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے لہٰذا حضرتؐ اپنے مرض موت میں فرماتے کہ آج اس لقمہ نے میری کمر توڑ دی ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور کوئی نبی یا وصی ایسا نہیں جو اس دنیا سے شہادت کے ساتھ نہ جاتا ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی عورت نے آنحضرتؐ کو گوسفند کے ذراع (بازو) میں زہر دیا تھا اور جب حضرتؐ نے اس میں سے کچھ کھایا تو اس ذراع نے کہا کہ میں زہر آلود ہوں۔ پھر آپ نے اسے پھینک دیا۔ ہمیشہ وہ زہر آپ کے بدن میں اثر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کی وجہ سے اس دنیا سے

رحلت فرمائی۔ صلوات اللہ علیہ وآلہ۔

مستحب ہے کہ دُور و نزدیک سے آپؐ کی زیارت پڑھی جائے۔ چنانچہ شیخ شہید نے کتاب دروس میں فرمایا ہے کہ ہر جمعہ کے دن نبی اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کی زیارت مستحب ہے اگرچہ زیارت کرنے والا ان کی قبروں سے دُور ہو اور اگر بلندی پر کھڑا ہو کر زیارت پڑھے تو افضل ہے۔

اور بہتر ہے کہ رسولِ خداؐ کی زیارت ہر نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے جو امام رضاؑ نے ابن ابی نصر بزنطی کو تعلیم فرمائے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِينَ اللهِ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ نَصَحْتَ لِاُمَّتِكَ وَجَاهَدْتَ فِي سَبِيلِ رَبِّكَ وَعَبَدْتَهُ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِينُ فَجَزَاكَ اللهُ يَا رَسُولَ اللهِ اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَآلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

آٹھویں فصل

آنحضرتؐ کی اولاد امجاد کے حالات میں

قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ کے لیے جناب خدیجہؑ سے طاہر، قاسم، فاطمہ، اُم کلثوم، رقیہ، زینب پیدا ہوئے۔ آپؐ نے فاطمہؑ کی شادی حضرت امیرالمومنینؑ سے اور زینب کی ابوالعاص بن ربیع سے جو بنی امیہ میں سے تھا اور ام کلثوم کی عثمان بن عفان سے اور وہ عثمان کے گھر جانے سے پہلے رحمت خدا میں جا پہنچیں اس کے بعد حضرتؐ نے رقیہ کی شادی اس کے ساتھ کی۔ پھر مدینہ میں ماریہ قبطیہ جسے حضرتؐ کی خدمت میں بادشاہ اسکندریہ نے اشہب خچر اور دوسرے ہدایا کے ساتھ بطور ہدیہ بھیجا تھا سے حضرت رسولؐ کے لیے ابراہیم پیدا ہوئے۔ فقیر کہتا ہے جو مشہور ہے اور مؤرخین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ام کلثوم کی تزویج عثمان کے ساتھ رقیہ کی وفات کے بعد ہوئی اور رقیہ نے ۲ھ جنگ بدر کے موقعہ پر وفات پائی۔ مترجم عرض کرتا ہے کہ گزشتہ روایت اور اس قسم کی اور بہت سی روایات کہ جن میں سے بعض اہل بیت رسالت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ یہ باور کرایا گیا ہے کہ رسولؐ کی چار بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک ابوالعاص نامی کافر سے بیاہی گئیں جو بنی امیہ میں سے تھا اور اُم کلثوم کی پہلے جیسے اس روایت میں ہے یا رقیہ کی پہلے عثمان سے شادی کی گئی جب وہ فوت ہو گئی تو دوسری لڑکی اس کے ساتھ بیاہی گئی۔ اگرچہ بعض مؤرخین اہل سنت کا یہ لکھنا کہ وہ ہالہ خواہر خدیجہؑ یا جناب خدیجہؑ کے پہلے شوہر یا رسول خداؐ کی بیٹیاں تھیں اس امر کو شک میں ڈال دیتا ہے لیکن چونکہ ان کے دختران پیغمبر ہونے والے قول کو اکثر مؤرخین عامہ نے ترجیح دے دی ہے لہٰذا ایک عام مسلمان یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ واقعاً وہ رسولؐ ہی کی بیٹیاں تھیں لیکن ایک سمجھدار انسان تھوڑی سی فکر کرے تو وہ اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ یہ قصہ افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) بنی ہاشم اور بنی امیہ کی کبھی آپس میں نہیں بنی۔ امیہ سے لے کر بنی امیہ کے آخری متنفس تک اور ہاشم سے لے کر خاندان رسالت کے آخری فرد تک ان کی آپس میں نہ بنی اس کی وجہ صرف قبائلی عناد نہ تھی بلکہ دونوں قبیلوں کی طبیعتیں ہی متضاد تھیں۔ بنی ہاشم موحد و خدا پرست تھے تو بنی امیہ سرمایہ دارانہ ذہنیت سے انسانیت کا خون چوسنا چاہتے تھے۔ بنی ہاشم عفیف و پاکدامن تھے۔ بنی امیہ رنگیلے اور عیاش، بنی ہاشم ایثار و قربانی سے موصوف بنی امیہ اقتدار پسند، خود غرض۔ بنی ہاشم مجسمہ روحانیت صاحبان سیاست روحانیہ۔ بنی امیہ مجسمہ مادیت، علمبردار سیاست مادیہ۔ الغرض صفات حمیدہ کے مالک، بنی ہاشم رہے اور بنی امیہ نے ہمیشہ اوصاف رذیلہ کو اپنایا۔ قرآن نے بنی ہاشم کو شجرۂ طیبہ اور بنی امیہ کو شجر ملعونہ سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) اگرچہ رسولؐ کے زمانہ ہی سے بعض منافقین اور خود غرض لوگوں نے غلط چیزوں کو اسلام کی طرف منسوب کرنے کے لیے بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑی تھیں اور انہیں سرور رسالتؐ کی طرف منسوب کیا تھا مگر معاویہ کے زمانے میں یہ کام باقاعدگی سے حکومت

کی سرپرستی میں ہوا۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید نے جو کچھ لکھا ہے اس کے بعض اقتباسات قابلِ غور ہیں۔ ابوالحسن علی بن محمد الوسیف المدائنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے کہ معاویہ نے مضمون واحد کے حکم نامے امام حسنؑ سے صلح کے بعد اپنے تمام عمّال کے پاس بھیجے جن میں اس نے تحریر کیا کہ میں بری الذمہ ہوں اس شخص سے جو فضائل علیؑ بیان کرے گا لہٰذا ہر طبقہ اور ہر علاقے میں ہر منبر پر مقرر کھڑے ہو گئے جو حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے ان سے بیزاری چاہتے تھے اور ان کی اور ان کی اولاد کی مذمت کرتے تھے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں اور معاویہ نے کل اطراف میں اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ علیؑ و اولاد علیؑ کی گواہی کو جائز نہ رکھو اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان کے پیروان و دوستداران و اہل ولا پر مہربانی کرو جو عثمان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں۔ ان کی نشست اپنے نزدیک قرار دو اور ان لوگوں کو اپنا مقرب بناؤ۔ ان کی عزت کرو۔ ان کی بیان کردہ احادیث و روایات مجھے لکھو اور بیان کرنے والے کا نام اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام لکھو۔ پس عاملوں نے ایسا ہی کیا تا اینکہ فضائل و مناقب عثمان کی ان لوگوں نے کثرت کر دی کیونکہ معاویہ ان لوگوں کو صلہ بھیجتا تھا۔ اور ان احادیث کو عرب میں شائع کرتا تھا اور دوستداران عثمان کے پاس بھیجتا تھا پھر ہر شہر میں اس کی کثرت ہوئی اور لوگ دنیا و جاہت دنیا کی طرف مائل ہو گئے۔ پس عمال معاویہ میں سے ایسا کوئی نہ تھا کہ اس قسم کی جھوٹی احادیث نہ لاوے۔ عثمان کے حق میں فضیلت و منقبت کی جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کا نام معاویہ لکھ لیتا تھا اور اس کو مقرب بنا لیتا تھا اور اس کی سفارش قبول کرتا تھا پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے حق میں حدیثیں بکثرت ہو گئی ہیں اور ہر شہر اور ہر طرف اور ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں۔ لہٰذا جس وقت میرا یہ خط ملے فوراً تم لوگوں کو صحابہ اور پہلے دو خلفاء کے فضائل بیان کرنے پر مائل کرو اور اگر تم کوئی حدیث ابوتراب کے حق میں سنو تو ویسی ہی اس کے بمقابل دوسری حدیث صحابہ کے حق میں بنا کر مجھے بھیج دو۔ کیونکہ یہ امر مجھے بہت محبوب ہے اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک کرنے والا ہے الخ

شرح نہج البلاغہ جز ثالث صفحہ ۱۵، ۱۶ تشریح خطبہ ان فی ایدی الناس حقا و باطلا ترجمہ از آغا محمد سلطان مرزا مرحوم

میرے خیال میں انہی دو امور پر غور کرنے سے معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں کبھی نہیں بنی اور ان کی مخالفت قبائلی نہیں بلکہ نظریاتی اور مذہبی تھی لہٰذا ایسے خاندان میں کہ جو مذہبی طور پر اسلام سے دشمنی رکھتا ہو رسولؐ اپنی بیٹیوں کی شادی کس طرح کرتے۔ اس مذکورہ روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ ابوالعاص بنی امیہ میں سے تھا اور یہ روایت صادقؑ کی زبانی کہلوائی گئی تاکہ نسبت سے اس میں وزن پیدا ہو۔ اگر رسولؐ کی طرف غلط روایات کی نسبت دی جا سکتی ہے کہ جن سے (معاذ اللہ) رنگیلا رسول لکھا گیا تو حضرت صادقؑ اور دوسرے آئمہ اہل بیتؑ سے یہ نسبت کیوں نہیں دی جا سکتی کہ رسولؐ کی چار بیٹیاں تھیں جن میں ایک کافر سے بیاہی گئی اور دو یکے بعد دیگرے عثمان سے بیاہی گئیں جن کے متعلق ہم اور کچھ نہیں صرف اتنا عرض کریں گے کہ ان کا کردار دیکھنا ہو تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت میں ان کے دور کے واقعات کو پڑھیں اور اگر ابن ابی الحدید کی نقل شدہ عبارت پر غور کریں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ حضرت عثمان کے جہاں اور فضائل گھڑے گئے وہاں یہ شرف بھی انہیں بخشا

گیا کہ علیؑ تو ایک نسبت سے رسولؐ کے داماد ہیں، یہ دو نسبتیں رکھتے ہیں اسی لیے تو انہیں ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے لبعض روایات میں لکھا گیا ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں پہلے عتبہ و عتیبہ ابولہب کے بیٹوں سے بیاہی گئی تھیں جو کہ کافر تھے اور ابوالعاص بھی کافر تھا۔ تو ہم یہ عرض کرتے ہیں اگر کافر سے ان کا بیاہا جانا اس کے لیے مفید اور باعث شرف نہیں تو پھر کسی نظاہر مسلمان کے لیے کیسے باعث شرف ہو گیا اگر عتبہ و عتیبہ والی روایت کو کوئی قبول نہ کرے تو ابوالعاص کا معاملہ تو سنگین ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نے قبل اعلان نبوت یا بعد اعلان نبوت اپنی کوئی بیٹی کسی کافر کے عقد میں دی ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اشرف الانبیاء اور فخر کائنات کو کیوں مطعون کرتے ہو۔ خداوند عالم مسلمانوں کی اصلاح کرے۔ یہ چند سطور اس لیے لکھی گئیں چونکہ ہمارے لبعض محدثین مقام نقد و تنقید میں نہ ہونے کی وجہ سے تسامحاً یہ باتیں لکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی اس مسئلہ میں پوری تحقیق کرنا چاہے تو علماء مناظرہ کی تصانیف و تالیفات کی طرف رجوع کرے۔ یہاں صرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔

شیخ طبرسیؒ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اولاد امجاد آں مفخر عباد جناب خدیجہؑ کے علاوہ اور ازواج سے نہیں ہوئی۔ سوائے جناب ابراہیمؑ کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے اور مشہور یہ ہے کہ آپؐ کے تین بیٹے ہوئے۔ پہلے قاسم جن کی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسمؐ ہے اور وہ آپؐ کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئے دوسرے عبداللہ جو بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور انہیں طیب و طاہر کے لقب سے ملقب کیا گیا اور دونوں نے عالم طفولیت ہی میں مکہ میں بہشت بریں کی طرف رحلت کی اور لبعض علماء طیب و طاہر کو عبداللہ کے علاوہ آپؐ کے الگ دو فرزند سمجھتے ہیں لیکن یہ قول معتبر نہیں تیسرے جناب ابراہیم۔

روایت ہے کہ جب رقیہ دختر (ربیبہ) رسولؐ خدا کی وفات ہوئی تو حضرتؐ نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ ہمارے شائستہ گزرے ہوئے عثمان بن مظعون اور اس کے اچھے ساتھیوں کے ساتھ ملحق ہو جاؤ اور جناب فاطمہؑ رقیہ کی قبر کے پاس بیٹھی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ حضرت رسولؐ ان کے آنسو پونچھتے تھے اور قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعا فرما رہے تھے۔ پھر فرمایا میں نے اس کی کمزوری و ناتوانی کو دیکھ کر خداوند عالم سے دعا کی ہے کہ اسے فشار قبر سے امان دے اور مشہور یہ ہے کہ ابراہیم کی ولادت ۸ھ مدینہ میں ہوئی اور ابو رافع نے حضرتؐ کو اس مولود کی بشارت دی تو آپؐ نے اسے ایک غلام بخشا اور اس فرزند کا نام ابراہیم رکھا اور ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا اور سر منڈوایا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی مساکین کو بطور صدقہ دی اور فرمایا اس کے بال زمین میں دفن کر دیے جائیں۔ انصار کی عورتوں نے اسے دودھ پلانے میں نزاع کیا تو حضرتؐ نے اسے منذر بن زید کی بیٹی ام بردہ کے حوالہ کیا کہ وہ اسے دودھ پلائے اور ابراہیم دنیا میں زیادہ مدت زندہ نہیں رہے۔ ۱۰ھ اٹھارہ رجب کو وفات پائی جبکہ ان کی عمر شریف ایک سال دو ماہ اور آٹھ دن تھی اور ایک روایت ہے کہ ایک سال چھ ماہ اور چند دن تھی اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا اور ان کی وفات پر تین عجیب غریب امور واقع ہوئے جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ بیٹھے ہوئے تھے۔

آپؐ کے بائیں زانو پر ابراہیمؑ اور دائیں پر امام حسینؑ تھے ایک دفعہ ان کا بوسہ لیتے تھے اور ایک دفعہ ان کا کہ اچانک آپؐ پر حالت وحی طاری ہوئی۔ جب وہ حالت زائل ہوئی تو فرمایا جبرئیلؑ میرے پروردگار کی طرف سے آیا تھا اور حکم خدا لایا کہ میں یہ دونوں بچے اکٹھے آپؐ کے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ ایک کو دوسرے پر قربان کر دیجئے۔ پس آپؐ نے ابراہیمؑ کی طرف دیکھا اور رونے لگے۔ پھر سید الشہداؑ کی طرف دیکھ کر بھی گریہ کیا۔ پھر فرمایا ابراہیمؑ کی ماں ماریہ ہے۔ جب یہ فوت ہو جائے تو میرے علاوہ اس پر کوئی محزون نہیں ہوگا اور حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے اور باپ علیؑ جو میرا چچا زاد بھائی ہے اور میری جان کے برابر ہے اور میرا گوشت و خون ہے۔ جب وہ فوت ہوا تو میری بیٹی، میرا ابن عم اور میں خود اس پر محزون ہوں گا۔ میں اپنے حزن کو ان کے حزن و ملال پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے جبرئیلؑ میں نے ابراہیمؑ کو حسینؑ کا فدیہ قرار دیا ہے اور اس کی وفات پر راضی ہوں۔ پس تین دن کے بعد ابراہیمؑ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد جب رسولِ خدا امام حسینؑ علیہ السلام کو دیکھتے تو انہیں اپنے سینے سے لپٹا لیتے اور ان کے لبوں کو چومتے اور کہتے کہ میں تجھ پر قربان جاؤں۔ میں نے ابراہیمؑ کو تجھ پر قربان کیا ہے۔ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب ابراہیمؑ نے دنیا سے رحلت کی تو رسولِ خداؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں روتی ہیں اور دل غمناک ہوتا ہے لیکن ہم وہ بات نہیں کرتے جو غضب پروردگار کا باعث ہو۔ پھر آپؐ نے ابراہیمؑ کو خطاب کر کے فرمایا، اے ابراہیمؑ ہم کو تمہاری فرقت کا بہت غم ہے۔ آپؐ نے ابراہیمؑ کی قبر پر ایک سوراخ دیکھا تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کی اور فرمایا جو تم میں سے کوئی کام کرے تو اسے محکم و مضبوط کرے پھر فرمایا کہ ملحق ہو جاؤ اپنے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ رحمہ اللہ۔

نویں فصل

آنحضرتؐ کے اقربائے کے مختصر حالات

شیخ طبرسی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے نو چچا تھے۔ جو عبدالمطلبؑ کے فرزند تھے (۱) حارث (۲) زبیر (۳) ابوطالبؑ (۴) حمزہ (۵) غیداق (۶) ضرار (۷) مُقوّم (۸) ابولہب (۹) عباس۔ حارث عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اسی لیے عبدالمطلب کو ابوالحارث کہتے تھے اور حارث ان کے ساتھ چاہ زمزم کے کھودنے میں شریک تھے اور حارث کے بیٹے ابوسفیان، مغیرہ، نوفل، ربیعہ اور عبدالشمس تھے اور ابوسفیان حلیمہ سعدیہ کے دودھ پینے کی وجہ سے آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی تھے اور ان کی شکل آپؐ سے ملتی جلتی تھی۔ انہوں نے ۲۰ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے بعض مؤرخین کہتے ہیں عقیل بن ابی طالبؑ کے گھر میں دفن ہوئے اور نوفل کے چند بیٹے رہ گئے تھے جن میں مغیرہ بن نوفل ہے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے ابن ملجم مرادی کو گرفتار کیا تھا بعد اس کے کہ اس ملعون نے حضرت امیرؑ کو ضرب لگائی اور بھاگ نکلا تھا۔ تاریخ میں ہے کہ وہ عثمان کے زمانہ میں قاضی تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت امیرؑ کے بعد امامہ بنت ابی العاص بن ربیع کے ساتھ شادی کی تھی۔ امامہ سے یحییٰ پیدا ہوئے اور ربیعہ بن حارث وہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فتح مکہ کے وقت فرمایا تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے تمام فخر اور ترجیحیں میرے قدم کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے خون چھوڑ دیئے گئے ہیں اور پہلا خون جو میں چھوڑتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا ہے چونکہ اس کا ایک بیٹا زمانۂ جاہلیت میں قتل ہو گیا تھا اور عباس بن ربیعہ کی شجاعت میدان صفین میں مشہور ہے اور عبدالشمس بن حارث کا نام حضرت رسولؐ نے عبداللہ رکھا اور کہتے ہیں کہ شام میں ان کی اولاد ہے اور ابوطالبؑ عبداللہؑ والد رسول اکرمؐ اور زبیر ایک ہی ماں کے بطن سے ہیں اور ان کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھیں اور ابوطالبؑ کا نام عبدمناف ہے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ طالب عقیل۔ جعفر اور علی علیہ السلام منقول ہے کہ ان چار بھائیوں میں سے ہر ایک کے درمیان دس سال کا فاصلہ تھا۔ ابوطالبؑ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ ام ہانی کہ جس کا نام فاختہ تھا اور جمانہ ان سب کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف تھیں اور تمام صاحبِ اولاد تھے سوائے طالب اور جمانہ کے۔ جمانہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھی اور ام ہانی زوجہ ابو وہب ہُبَیرہ بن عمرو مخزومی صاحب اولاد تھیں کہ جن میں سے جُعدہ بن ہبیرہ تھا۔ جو میدانِ حرب کا شہسوار اور بہادر تھا اور حضرت امیرؑ کی طرف سے خراسان کا امیر و والی تھا۔ ابوطالبؑ آنحضرتؐ کی ہجرت سے تین سال قبل رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تھے۔ ایک قول ہے کہ ان کی وفات کے تین دن بعد جناب خدیجہؑ کی وفات ہوئی۔ اس سال کا نام آنحضرتؐ نے عام الحزن رکھا اور ہم ان دو بزرگواروں کی وفات چھٹی فصل میں بیان کر آئے ہیں۔ باقی رہے عباس ان کی کنیت ابوالفضل ہے اور سقایت زمزم ان سے متعلق تھی اور جنگ بدر میں وہ اسلام لائے اور مدینہ میں خلافت عثمان کے آخری دنوں میں وفات پائی۔

آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ عباس اور ضرار کی والدہ نتیلہ تھیں۔ ان کے نو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔
(۱) عبداللہ (۲) عبیداللہ (۳) فضل (۴) قثم (۵) معبد (۶) عبدالرحمٰن (۷) تمام (۸) کثیر (۹) حارث۔ ام حبیب امیمہ اور صفیہ۔ ام حبیب اور پہلے چھ بیٹوں کی ماں ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالی جو میمونہ بنت حارث زوجہ رسولؐ کی بہن تھی۔ باوجودیکہ یہ سب ام الفضل کے بطن سے ایک ہی گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی قبریں ایک دوسرے سے دور واقع ہوئیں۔ فضل مقام اجنادین میں جو روم کے علاقہ میں ہے۔ معبد و عبدالرحمٰن افریقہ میں۔ عبداللہ طائف میں۔ عبیداللہ یمن میں اور قثم سمرقند میں دفن ہوئے۔ بغوی کہتا ہے کہ ام الفضل وہ خاتون ہیں جو خدیجہؑ کے بعد اسلام لائیں۔ اور بعض نے عباس کے دس بیٹے لکھے ہیں۔ عون کے اضافہ کے ساتھ اور اس کا مؤید خود عباس کا قول ہے۔ جیسا کہ شیخ شہید نے اپنی درایہ کی شرح میں فرمایا ہے کہ تمام عباس کے بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ عباس اس کو اٹھا کر کہتے تھے۔ تمام کے ساتھ یہ دس ہو گئے ہیں۔ خدایا انہیں باعزت اور نیک قرار دے اور ان کا ذکر باقی رہے اور یہ درخت بڑھے۔

اور ابولہب کی اولاد عتبہ، عتیبہ، معتب اور درّۃ تھے اور ان کی ماں ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی۔ اسے خداوند عالم نے حمالۃ الحطب کہا ہے اور حضرت رسولؐ کی چھ پھوپھیاں تھیں مختلف ماؤں سے۔ (۱) امیمہ (۲) ام حکیم (۳) برّہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اور اروی۔ امیمہ کو بعض نے فاطمہ کہا ہے وہ جحش بن ریاب کی بیوی تھیں۔ ان کے بطن سے عبداللہ، ابواحمد، زینب، حمنہ اور ام حبیبہ پیدا ہوئے۔

زینب وہی ہیں جو زید بن حارثہ کی بیوی بنی۔ زید نے انہیں طلاق دی اور خداوند عالم نے ان کی شادی پیغمبر اکرمؐ سے کی اور ام حکیم بنت عبدالمطلب کُرَیز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس بن عبدمناف کی بیوی تھیں۔ ان کے بطن سے عامر پیدا ہوا اور وہ عبداللہ بن عامر کا باپ تھا۔ جو عثمان کی طرف سے عراق و خراسان کا گورنر تھا اور برّہ بنت عبدالمطلب ابورہم کی بیوی تھیں۔ بعد میں انہوں نے عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے شادی کی اور اس سے ابوسلمہ پیدا ہوا۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ تھا اور ابوسلمہ کے ساتھ انکی بیوی ام سلمہ نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی جنگ بدر و احد میں بھی حاضر رہا اور احد میں اسے زخم لگا جس کی وجہ سے انہوں نے وفات پائی۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ نے ان کی بیوی ام سلمہ سے نکاح کیا اور عاتکہ بنت عبدالمطلب عمیر بن وہب کی بیوی تھیں۔ اس کے بعد کلدہ بن عبدمناف بن عبدالدار کی بیوی ہوئیں۔ اور صفیہ بنت عبدالمطلب حارث بن حرب بن امیہ کی بیوی تھیں۔ اس کے بعد عوام بن خویلد حضرت خدیجہؑ کے بھائی نے ان سے شادی کی اور زبیر پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ عبدالمطلبؑ کی وفات کے وقت یہ چھ بیٹیاں ان کی حاضر تھیں۔ عبدالمطلبؑ نے ان سے کہا کہ مجھ پر گریہ و نوحہ کرو اور مرثیہ پڑھو تاکہ میں مرنے سے پہلے سن لوں۔ پس ہر ایک نے اپنے باپ کے لیے مرثیہ کہا اور پڑھا۔ عبدالمطلبؑ نے یہ مرثیے سنے اور پھر وفات پائی اور حضرت رسولؐ کے چچاؤں میں سے ابوطالبؑ اور حمزہؑ سب سے افضل تھے اور

ابوطالبؑ کا نام عبدمناف تھا جیسا کہ ان کے باپ عبدالمطلبؑ نے فرمایا:

وَصَیْتُ مَنْ کُنْیَتُہُ بِطَالِبٍ   عَبْدَ مَنَافٍ فَھُوَ ذُوْ تَجَارِبٍ

(میں نے وصیت کی ہے اسے جس کی کنیت میں نے طالب پر رکھی ہے جو عبدمناف اور تجربہ کار ہے وہ بزرگوار سید بطحا، سردار قریش رئیس مکہ اور قبلہ قبیلہ تھے اور آنجناب (خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔)

بزرگ جسیم اور خوبصورت تھے۔ بادشاہوں جیسی شان اور حکیموں جیسے وقار کے مالک تھے۔ کہتے ہیں کہ اکثم بن صیفی حکیم عرب سے جب پوچھا گیا کہ تو نے حکمت و دانائی ریاست حلم و سیادت کس سے سیکھی ہے تو اس نے کہا کہ حلم و ادب سید عجم و عرب ابوطالبؑ بن عبدالمطلبؑ سے اور بہت سی روایات میں ہے کہ آپؑ کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے۔ اپنے ایمان کو چھپائے رہے تاکہ رسولؐ کی نصرت کر سکیں اور کفار قریش کے شر سے آپؐ کو محفوظ رکھ سکیں۔ ابوطالبؑ وصایا اور آثار انبیاء کے امین تھے اور آپؑ نے وہ پیغمبر اکرمؐ کے سپرد کیے اور روایت میں ہے کہ آنجناب کا نور پانچ انوار کے علاوہ سب مخلوق کے انوار کو خاموش کر دے گا۔ (پانچ انوار محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں) اور اگر ابوطالبؑ کا ایمان ایک پلڑے میں اور تمام مخلوق کا ایمان دوسرے میں رکھا جائے تو ابوطالبؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔ امیرالمومنینؑ پسند فرماتے تھے کہ ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت کی جائے۔ انہیں لکھا جائے اور فرماتے تھے کہ انہیں یاد کرو اور اپنی اولاد کو ان کی تعلیم دو کیونکہ آنجناب دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں علم کے جواہر ریزے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جناب ابوطالبؑ کی خدمات دینی اور اور ان کا رسولِ خداؐ کی نصرت و مدد کرنا اس سے بے نیاز ہے کہ انہیں بیان کیا جائے۔ اور اس مقام پر رسولِ خداؐ کا یہ ارشاد کافی ہے کہ قریش مجھ سے خائف رہے یعنی مجھے اذیت پہنچانے کی جرأت نہیں کرتے تھے جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے اس کے بعد ان کو جرأت ہوئی اور مجھے تکلیف پہنچانے لگے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے۔

وَلَوْلَا اَبُوْطَالِبٍ وَابْنُہٗ	لَمَا مَثَلَ الدِّیْنُ شَخْصًا فَقَامَا
فَذَاکَ بِمَکَّۃَ آوٰی وَحَامٰی	وَذَاکَ بِیَثْرِبَ جَسَّ الْحِمَامَا

یعنی ابوطالبؑ اور آن کا بیٹا نہ ہوتا تو دین اپنی شکل و صورت لے کر کھڑا نہ ہوتا۔ اس نے مکہ میں پناہ دی اور پیغمبرؐ کی حمایت کی اور اس نے مدینہ میں موت کو چھو لیا۔

اور جناب حمزہؑ کی عظمت و جلالت بہت ہے وہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور ہم اُن کی شہادت تحریر کر آئے ہیں اور جعفر بن ابوطالبؑ موتہ میں شہید ہوئے اور ہم معجزات رسولِ اکرمؐ اور ۸ھ کے واقعات میں ان کی شہادت بیان کر چکے ہیں اب مختصر طور پر حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ کے فضائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ابن بابویہ نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ میرا بہترین بھائی علیؑ اور بہترین چچا حمزہؑ ہیں اور عباس اور میں ایک ہی اصل سے ہیں۔ اور فرمایا کہ حضرتؐ نے حمزہؑ کی نماز جنازہ پر ستر تکبیریں کہی تھیں اور قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

نے فرمایا کہ ہم میں سے رسولِ خدا ہیں جو اوّلین و آخرین کے سردار اور خاتم الانبیاء ہیں اور اُن کا وصی اوصیاء انبیاء سے بہتر ہے اور اُن کے دو نواسے حسنؑ و حسینؑ اولاد انبیاء سے بہتر ہیں اور بہترین شہید ایک تو آپ کے چچا حمزہؑ ہیں اور دوسرے جعفرؑ جو ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اس مضمون کی روایات کثرت سے ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے چنا میرے اہل بیت کے تین افراد کے ساتھ کہ جن سے میں بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا۔ اور خدا نے مجھے ابو طالبؑ کے دو فرزندوں علیؑ و جعفرؑ کو اور میرے چچا حمزہؑ بن عبدالمطلبؑ کو چنا۔ الخ نیز امام محمد باقرؑ سے آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (مومنین میں سے کچھ ایسے افراد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا۔ ان میں سے بعض نے اپنی شرط پوری کر دکھائی اور بعض انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی) کی تفسیر میں روایت ہے کہ جنھوں نے شرط پوری کر دی وہ حمزہؑ و جعفرؑ ہیں اور جو انتظار کر رہے ہیں۔ وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ نیز آنحضرتؐ سے کتاب بصائر میں روایت ہے کہ ساق عرش پر لکھا ہے کہ حمزہؑ شیرِ خدا شیر رسولِ خدا اور (سید) سیّر شہداء ہیں۔

شیخ طوسی نے جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ عباس بلند قامت اور خوشرو تھے۔ ایک دن رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرتؐ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا اے چچا آپ صاحب جمال ہیں۔ عباس نے عرض کیا مرد کا جمال کیا ہے۔ فرمایا حق کے معاملہ میں سچ بولنا۔ پوچھا مرد کا کمال کیا ہے۔ فرمایا محرمات سے بچنا اور خوش خلقی اختیار کرنا۔

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا عباسؓ کے حق میں میری حرمت کا خیال رکھنا کیونکہ وہ میرے بزرگوں کا بقیہ ہیں۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن جبریل رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اس طرح کہ وہ سیاہ قبا پہنے ہوئے تھے اور اس پر کمر بند باندھا ہوا تھا اور اس کمر بند کے ساتھ ایک خنجر لٹکائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل یہ کیا حلیہ ہے۔ جبرئیل نے کہا آپ کے چچا عباس کی اولاد کا یہ لباس اور حلیہ ہے۔ اے محمدؐ تیری اولاد کے لیے تیرے چچا عباس کی اولاد سے ہلاکت ہے۔ پس حضرتؐ گھر سے باہر آئے اور عباس سے کہا اے چچا آپ کی اولاد کے ہاتھوں سے میری اولاد ہلاک ہوگی۔ تو عباس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اپنا آلہ تناسل کاٹ ڈالوں۔ آپؐ نے فرمایا، اس معاملہ میں جو ہونے والا ہے وہ طے ہو چکا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن علیؑ بن ابی طالبؑ نے رسولِ خدا سے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا آپ عقیل سے محبت رکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ خدا کی قسم میں اُسے دو وجہوں سے دوست رکھتا ہوں۔ ایک خود مجھے اُس سے محبت ہے۔ دوسرے

یہ کہ ابو طالبؑ کو اس سے محبت تھی۔ یاد رکھو اس کا ایک بیٹا تمہارے بیٹے کی محبت میں شہید کیا جائے گا۔ اور مومنین کی آنکھیں اس پر گریہ کریں گی اور ملائکہ مقربین اس پر صلوات بھیجیں گے۔ پھر رسولؐ خدا اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو آپؐ کے سینہ پر جاری ہوئے اور فرمایا کہ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں۔ ان مصائب کی جو میرے بعد میرے اہل بیتؑ پر وارد ہوں گے اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب کے بیان میں انشاء اللہ عقیل عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس کا ذکر آئے گا۔

دسویں فصل

سلمانؓ ابوذر و مقداد رضی اللہ عنہم اور چند دیگر اعاظم اصحاب پیغمبرؐ کا تذکرہ

پہلے سلمان محمدی رضوان اللہ علیہ ہیں جو ارکان اربعہ میں سے پہلے سلمانؓ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ کی شرافت سے مخصوص اہل بیتؑ نبوت و عصمت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔ ان کی فضیلت میں رسول خداؐ نے فرمایا:

"سلمان وہ سمندر ہے جو تمام نہیں ہوتا اور وہ خزانہ ہے جو ختم نہیں ہوتا سلمان ہم اہل بیتؑ میں سے ہے وہ حکمت بخشتا ہے اور اسے برہان دیا گیا ہے۔ حضرت امیرؑ نے انہیں مثل لقمان حکیم اور حضرت صادقؑ نے لقمان سے بہتر قرار دیا ہے اور حضرت باقرؑ نے انھیں متوسمین میں شمار کیا ہے اور کئی روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ جناب اسم اعظم جانتے تھے اور محدثین (جن سے ملائکہ گفتگو کرتے ہیں) میں سے تھے۔ ایمان کے دس درجے ہیں اور وہ دسویں درجہ پر فائز تھے۔ عالم غیب و منایا و بلایا تھے اور بہشت کے تحفے دنیا میں حاصل کرتے تھے، جنت ان کی مشتاق تھی۔ خدا و رسولؐ انہیں دوست رکھتے تھے۔ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کو چار افراد کی محبت کا حکم دیا کہ جن میں سے ایک سلمان ہیں اور کئی آیات ان کے اور ان جیسے افراد کی شان میں نازل ہوئیں۔ جب جبرئیلؑ آتے تو خداوند عالم کی طرف سے رسولِ خداؐ کو حکم دیتے کہ سلمان کو سلام پہنچائیں اور علم منایا و بلایا و انساب کی تعلیم دینے کا۔ رات کے وقت رسول خداؐ کی خدمت میں ان کی خلوت میں مجلس ہوا کرتی تھی اور حضرت رسولؐ و امیرالمومنینؑ نے ان کو مکنون و مخزون علم الہٰی میں سے بہت سی چیزوں کی تعلیم دی۔ ان کے علاوہ کوئی ان کی قابلیت اور تحمل کی قوت نہیں رکھتا تھا اور وہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے اول و آخر کے علم کا ادراک کیا۔ وہ ختم ہونے والے سمندر نہیں اور وہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہیں۔ قاضی نور اللہؒ نے فرمایا ہے کہ سلمان بچپن ہی سے دینِ حق کی تلاش میں کوشاں تھے اور علماء ادیان یہود و نصاریٰ وغیرہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اس راہ میں جو تکلیفیں انہیں پہنچتیں انھیں جھیلتے تھے اور اس راستہ پر چلنے پر انہیں دس سے زیادہ مالکوں نے بیچا تھا اور آخر الامر خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ تک نوبت پہنچی اور آپؐ نے انہیں قوم یہود سے ایک مقررہ قیمت پر خریدا۔ اور سلمانؓ کی محبت اخلاص و مودت اور آستان نبویؐ سے اختصاص اس مقام پر پہنچا کہ زبان مبارک آل سرور سے سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ کی سند ملی۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:-

كَانَتْ مَوَدَّةُ سَلْمَانٍ بِهِ نَسَبًا   وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ نُوحٍ وَابْنِهِ رَحِمَا

سلمانؓ کی مودت نسب بن گئی اور جناب نوحؑ اور ان کے بیٹے کے درمیان رحم و نسب ختم ہو گیا۔

شیخ اجل ابوجعفر طوسی نور اللہ مشہدہ نے کتاب امالی میں منصور بن بزرج سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ میں آپؑ سے سلمان فارسی کا تذکرہ بہت سنتا ہوں اس کی وجہ کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اسے سلمان فارسی نہ کہو بلکہ سلمان محمدی کہو اور یہ یاد رکھو کہ میرے ان کو زیادہ یاد کرنے کا سبب ان کی تین عظیم فضیلتیں ہیں کہ جو

ان میں تھیں۔ پہلی یہ کہ انہوں نے اپنی خواہش پر امیر المومنینؑ کی خواہش کو ترجیح دی۔ دوسری یہ کہ وہ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور انہیں اغنیاء اور صاحبان مال و ثروت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور تیسری یہ کہ وہ علم اور علماء سے محبت کرتے تھے۔ بیشک سلمانؓ عبد صالح اور مخلص مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ اسی طرح اپنی اسناد کے ساتھ سدیر صیرفی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اپنے نسب کا ذکر اور اُن پر فخر و مباہات کر رہے تھے۔ ان میں سلمانؓ بھی موجود تھے۔ پس عمر نے سلمانؓ کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگے۔ اے سلمانؓ! تمہاری اصل اور نسب کیا ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا میں اللہ کے بندے کا بیٹا سلمان ہوں۔ میں گمراہ تھا خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مجھے ہدایت کی اور میں فقیر و محتاج تھا جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ خدا نے مجھے تونگر کیا اور میں غلام تھا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب خدا نے مجھے آزاد کیا۔ اے عمر بس میرا تو یہ حسب و نسب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن ابوذرؓ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے۔ سلمانؓ نے ہنڈیا آگ پر رکھی ہوئی تھی۔ کچھ دیر ایک دوسرے کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اچانک ہنڈیا چولہے سے الٹ کر سرنگوں ہوگئی لیکن اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ سلمانؓ نے اُسے اٹھا کر دوبارہ چولہے پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر گزری اور وہ الٹ گئی اور اُس میں سے کچھ نہ گرا۔ دوبارہ سلمانؓ نے رکھ دیا۔ ابوذرؓ گھبرا کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ حالت تفکر میں تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے یہ سارا واقعہ آپؑ کی خدمت میں عرض کیا آنجنابؑ نے فرمایا اگر سلمانؓ تمہیں وہ باتیں بتائے جنہیں وہ جانتا ہے تو تم کہو کہ خدا رحم کرے سلمانؓ کے قاتل پر۔ اے ابوذر سلمانؓ زمین میں اللہ کا باب ہے جو اس کی معرفت رکھے وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے اور سلمانؓ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔

ایک دفعہ حضرت مقدادؓ بھی سلمانؓ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ ہنڈیا چولہے کے اوپر رکھی ہوئی ہے اور وہ آگ کے بغیر اُبل رہی ہے۔ وہ سلمانؓ سے کہنے لگے۔ اے ابا عبداللہ ہنڈیا آگ کے بغیر جوش میں ہے۔ سلمانؓ نے دو پتھر اٹھا کر اس کے نیچے رکھ دیئے۔ ان پتھروں سے لکڑیوں کی طرح شعلے نکلنے لگے اور ہنڈیا میں جوش زیادہ آنے لگا۔ سلمانؓ نے کہا ذرا ہنڈیا کے جوش کو کم کرو۔ مقدادؓ نے کہا کوئی ایسی چیز نہیں جو ہنڈیا میں پھیروں تاکہ اس کا جوش ختم ہو۔ سلمانؓ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور چمچے کی طرح پھیرنے لگے یہاں تک کہ اس کا جوش ختم ہوا اور ہاتھ سے اس میں سے کچھ دال لے کر مقداد کے ساتھ بیٹھ کر کھائی۔ مقدادؓ کو اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا اور یہ واقعہ رسول خداؐ سے بیان کیا۔ خلاصہ یہ کہ روایات سلمانؓ کی مدح میں اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہو سکیں اور ان میں بعض روایات ابوذرؓ کے تذکرے میں آئیں گی۔

۳۶ھ میں سلمانؓ نے مدائن میں وفات پائی اور حضرت امیر المومنینؑ اسی رات طے الارض کر کے ان کے جنازے پر پہنچے اور انہیں غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر انہیں وہیں دفن کیا۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت امیرؑ سلمانؓ کی میت کے قریب پہنچے اور چادر ان کے چہرے سے ہٹائی تو سلمانؓ حضرتؑ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ آپؑ نے فرمایا

مرحبا اے ابا عبداللہ جب رسول اللہؐ سے ملاقات کرو تو ان سے عرض کرنا کہ آپؐ کے بھائی نے آپؐ کی قوم سے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ پس آپؑ نے سلمانؓ کی تجہیز کی اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو جعفر طیارؑ اور حضرت خضرؑ سلمانؓ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے جب کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ملائکہ کی ستر صفیں تھیں کہ ہر صف میں ایک لاکھ فرشتے تھے اور حضرت امیرؑ اسی رات مدینہ کی طرف پلٹ آئے۔ اس وقت سلمانؓ کی قبر شریف مدائن میں بقعہ اور صحن بزرگ کے ساتھ موجود ہے اور ہر ایک کی زیارت گاہ ہے اور میں نے ہدیۃ الزائرین اور مفاتیح الجنان میں آنجناب کی زیارت نقل کی ہے۔

دوسرے ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام جُندب بن جُنادہ تھا وہ قبیلہ بنی غفار میں سے تھے اور ارکان اربعہ میں سے ہیں۔ تیسرے بقولے چوتھے یا پانچویں مسلمان ہونے والے فرد ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے علاقہ میں چلے گئے تھے اور جنگ بدر و اُحد و خندق میں موجود نہیں تھے۔ پھر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملازمت خدمت اختیار کی اور ان کی قدر و منزلت بارگاہ رسالتؐ میں اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور حضرتؐ نے ان کے حق میں بہت سے ارشادات فرمائے ہیں! اور انہیں صدیق امت اور زہد میں شبیہ عیسیٰ بن مریمؑ فرمایا ہے اور ان کے حق میں مشہور حدیث (مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ الخ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اٹھایا نہیں کسی ایسے شخص کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔) فرمائی۔ علامہ مجلسیؒ نے عین الحیوۃ میں فرمایا ہے کہ جو کچھ خاص و عامہ کی روایات سے مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ معصومینؑ کے بعد صحابہ میں کوئی شخص جلالتِ قدر اور رفعتِ شان میں سلمان فارسیؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کے برابر نہیں ہوا۔ امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن رب العزت کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ محمد بن عبداللہؐ کے حواری اور مخلص کہاں ہیں جو آپؐ کے طریقہ پر مستقیم رہے اور جنہوں نے ان کے عہد و پیمان کو نہیں توڑا تو سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کھڑے ہوں گے۔ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا، خداوند عالم نے مجھے صحابہ میں سے چار اشخاص سے محبت و دوستی کا حکم دیا ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا علی بن ابی طالبؑ۔ مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ اور بہت سے اسانید کے ساتھ سنّی اور شیعہ کتب میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا، آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کو اٹھایا نہیں جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو اور ابن عبدالبر نے جو اعاظم علماء اہل سنّت میں سے ہیں۔ کتاب استیعاب میں رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے کہ میری امت میں ابوذر کا زہد عیسیٰؑ بن مریم جیسا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ زہد میں شبیہ عیسیٰؑ ابن مریم نیز روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ ابوذرؓ نے چند ایسے علوم سیکھے کہ جن کے تحمل سے لوگ عاجز ہیں اور ان پر گرہ لگا دی کہ کوئی چیز ان میں سے باہر نہ آئے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے سند معتبر سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابوذرؓ رسالت پناہؐ کے قریب سے گزرے۔ جبرئیلؑ دحیہ کلبی کی شکل میں آنحضرتؐ کی خدمت میں تنہائی میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے گمان کیا کہ یہ دحیہ کلبی ہیں۔ اور حضرتؐ سے کوئی راز کی بات کر رہے ہیں تو چپکے سے گزر گئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ کہ ابوذرؓ ہمارے قریب سے گزرے

انہوں نے سلام نہیں کیا۔ اگر سلام کرتے تو ہم اس کا جواب دیتے۔ وہ ایک دعا پڑھتے ہیں کہ آسمانوں کے رہنے والوں میں مشہور ہے جب میں اوپر چلا جاؤں تو آپؐ ان سے پوچھیں۔ جب جبرئیلؑ چلے گئے اور ابوذرؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا، اے ابوذرؓ تمہیں سلام کیوں نہیں کیا تھا۔ ابوذر نے عرض کیا میرا خیال تھا کہ دحیہ کلبی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپؐ نے کسی پوشیدہ بات کے سلسلے میں انہیں بلایا ہے۔ میں نے چاہا کہ آپؐ کی گفتگو میں دخل نہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ تو جبرئیلؑ تھے اور انہوں نے یہ کہا ہے۔ ابوذرؓ پشیمان ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کون سی دعا ہے جس سے خدا کو پکارتے ہو کہ جس کے متعلق جبرئیلؑ کہتے تھے کہ آسمانوں میں مشہور ہے۔ عرض کیا میں یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْاِیْمَانَ بِکَ وَالتَّصْدِیْقَ بِنَبِیِّکَ وَالْعَافِیَۃَ مِنْ جَمِیْعِ الْبَلَاءِ وَالشُّکْرَ عَلَی الْعَافِیَۃِ وَالْغِنٰی عَنْ شِرَارِ النَّاسِ۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ابوذر خوف خدا سے اتنا روئے کہ ان کی آنکھ خراب ہوگئی۔ لوگوں نے کہا کہ دعا کرو کہ خدا تمہاری آنکھ ٹھیک کر دے۔ وہ کہنے لگے مجھے آنکھ کا اتنا غم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ پھر وہ کونسا غم ہے جس نے تمہیں آنکھ سے بے خبر کر دیا ہے۔ کہنے لگے۔ دو عظیم چیزیں جو میرے آگے ہیں، بہشت اور دوزخ۔

ابن بابویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولِ خداؐ مسجد قبا میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ صحابہ آپؐ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپؐ نے فرمایا: پہلا شخص جو اس دروازے سے آئے گا وہ اہلِ بہشت میں سے ہے جب صحابہ نے یہ سنا تو کچھ لوگ اٹھے تاکہ شاید وہ پہلے داخل ہو سکیں تو آپؐ نے فرمایا کچھ لوگ ابھی داخل ہوں گے اور وہ ایک دوسرے پر سبقت کریں گے جو ان میں سے مجھے بشارت دے گا کہ آذر ماہ (شمسی مہینہ) نکل چکا ہے وہ اہلِ بہشت میں سے ہے۔ پس ابوذر ان لوگوں کے ساتھ داخل ہوئے حضرتؐ نے فرمایا، رومی مہینوں کے حساب سے کونسا مہینہ ہے۔ ابوذر نے کہا کہ ماہ آذر ختم ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے معلوم تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ صحابہ کو معلوم ہو جائے کہ تم اہلِ بہشت میں سے ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تمہیں میرے بعد میرے اہلِ بیتؑ کی محبت اور دوستی کی وجہ سے میرے حرم سے نکال دیا جائے گا پس تم تنہا ہو گے اور تنہا وفات پاؤ گے۔ اہلِ عراق کا ایک گروہ تمہاری تجہیز و تدفین کی سعادت حاصل کرے گا اور وہ لوگ اس بہشت میں میرے ساتھی ہوں گے کہ جس کا وعدہ خدا نے پرہیزگاروں سے کیا ہے۔

قابلِ اعتماد اربابِ سیر نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوذر عمر کے زمانے میں شام کے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں خلافت عثمان کے زمانہ تک رہے اور چونکہ معاویہ بن ابی سفیان عثمان کی طرف سے اس علاقہ کا گورنر تھا اور وہ پختہ مکانات اور بلند ترین عمارات کا دلدادہ تھا اور ان کی طرف مائل تھا تو ابوذرؓ اسے توبیخ و سرزنش کرتے اور لوگوں کو خلیفہ حق امیرالمومنینؑ کی ولایت کی ترغیب دیتے اور جنابؑ کے مناقب سناتے یہاں تک کہ بہت سے لوگ تشیع کی طرف مائل ہوئے اور مشہور ہے کہ جو شیعہ شام اور جبل عامل میں ہیں وہ ابوذر کی برکت سے ہیں معاویہ نے حقیقتِ حال عثمان کو لکھی اور انہیں بتایا کہ اگر چند دن مزید یہ اس علاقہ میں رہے تو لوگوں کو تیری ولایت و حکومت سے منحرف کر دیں گے۔ عثمان نے اس کے جواب میں لکھا کہ

جب میرا خط تمہیں ملے تو ابوذر کو ایک سخت سواری پر سوار کر کے سخت قسم کے دلیل و راہ شناس کے ساتھ بھیجو جو رات دن اس سواری کو چلائے یہاں تک کہ ابوذر پر نیند کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ مجھے اور تجھے بھول جائے۔ جب یہ خط معاویہ کو ملا تو اس نے ابوذر کو بلایا اور انہیں سخت مزاج اونٹ کے برہنہ کوہان پر بٹھایا اور سخت قسم کے آدمی کو ان کے ساتھ کیا۔ ابوذر بلند قامت لاغر قسم کے آدمی تھے۔ اس وقت بڑھاپا بھی ان میں پورا اثر کر چکا تھا اور ان کے سر و ریش کے بال سفید ہو چکے تھے۔ وہ ضعیف و نحیف تھے۔ راہ شناس اونٹ کو سختی سے چلاتا تھا کہ جس پر پالان وغیرہ نہیں تھا اور انتہائی سختی اور ناراحتی سے وہ اونٹ چلتا تھا کہ جس سے ابوذر کی رانیں زخمی ہو گئیں اور ران کا گوشت جھڑ گیا اور وہ خستہ و رنجور ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور عثمان سے ملاقات کی۔ وہاں بھی عثمان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی اور اعتراض کیا۔ وہ جب عثمان کو دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے۔

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ جب (سونا و چاندی کو) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ عثمان میں ابوذرؓ کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے ابوذرؓ اور ان کے اہل و عیال کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکل جانے کا حکم دیا جو کہ ابوذر کے نزدیک بدترین جگہ تھی۔ اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہیں مسلمانوں کو فتویٰ دینے سے منع کیا۔ اس کو بھی کافی نہ سمجھا بلکہ ابوذر کے خروج کے وقت حکم دیا کہ کوئی شخص ان کی مشایعت اور الوداع کہنے کے لیے نہ جائے۔ امیر المومنینؑ حسنینؑ عقیل و عمار یاسر اور کچھ اور حضرات ان کی مشایعت کے لیے گئے۔ مروان کی راستہ میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ وہ کہنے لگا تم نے وہ کام کیوں کیا جو خلیفہ عثمان کے حکم کے خلاف ہے۔ امیر المومنینؑ اور مروان کے درمیان گفتگو ہوئی اور حضرتؑ نے اس کے اونٹ کے کانوں کے درمیان تازیانہ مارا۔ مروان عثمان کے پاس گیا اور جا کر شکایت کی۔ جب حضرت امیرؑ اور عثمان کی ملاقات ہوئی تو عثمان نے کہا۔ مروان نے آپؑ کی شکایت کی ہے کہ آپؑ نے اس کے اونٹ کو تازیانہ مارا ہے۔ آپؑ نے فرمایا میرا اونٹ دروازے پر کھڑا ہے مروان سے کہو وہ اس کے کانوں کے درمیان تازیانہ مار لے۔

خلاصہ یہ کہ ابوذر ربذہ میں پہنچے اور ان کا امتحان یہاں تک پہنچا کہ ان کا بیٹا ذر فوت ہو گیا۔ ان کے پاس چند گوسفند تھے کہ جن پر ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معیشت تھی۔ ان میں بیماری پھیلی اور وہ سب مر گئے۔ ان کی بیوی نے بھی ربذہ میں وفات پائی۔ صرف ابوذر اور ان کی ایک بیٹی رہ گئے۔ ابوذر کی بیٹی کہتی ہے کہ تین دن ہم پر گزر گئے اور کوئی چیز کھانے کے لیے ہمیں نہ ملی اور بھوک کا ہم پر غلبہ ہوا۔ بابا نے مجھ سے کہا چلو بیٹا اس ریگستان میں شاید کوئی گھاس مل جائے کہ جسے کھائیں جب ہم اس صحرا میں گئے تو کوئی کھانے کی چیز نہ مل سکی۔ میرے باپ نے کچھ ریت جمع کی اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھیں پتھرانے لگیں اور حالت احتضار طاری ہوئی تو میں نے رونا شروع کیا اور میں نے کہا اے بابا میں اس بیابان میں تنہائی اور غربت کی حالت میں تمہیں کیسے سنبھالوں گی۔ فرمایا بیٹی ڈرو نہیں جب میں مر جاؤں گا تو اہل عراق کی ایک جماعت آئے گی اور وہ میرا دفن کفن کرے گی۔ کیونکہ میرے حبیب رسول خداؐ نے مجھے جنگ تبوک میں یہ بتایا تھا۔

اے بیٹی جب میں عالم بقا کی طرف رحلت کروں تو میرے چہرے پر عبا ڈال دینا اور عراق کے راستہ پر جاکر بیٹھ جانا۔ جب قافلہ ظاہر ہو تو ان کے نزدیک جاکر کہنا کہ ابوذر صحابی رسولؐ فوت ہو گئے ہیں۔ لڑکی کہتی ہے کہ اس اثنا میں ربذہ کے کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے اور کہنے لگے اے ابوذر آپ کو کیا تکلیف اور شکایت ہے۔

فرمایا: اپنے گناہوں کی کہنے لگے کیا چاہتے ہو؟ کہا اپنے پروردگار کی رحمت۔ کہنے لگے۔ طبیب کی ضرورت ہے؟ کہا کہ طبیب نے مجھے بیمار کیا ہے۔ خدا طبیب ہے اور درد و دوا اسی کی طرف سے ہے۔ لڑکی کہتی ہے جب ان کی نگاہ ملک الموت پر پڑی تو کہنے لگے: مرحبا! اے دوست اس وقت آئے ہو جب مجھے تمہاری بہت ضرورت تھی اور وہ شخص نجات نہ پائے جو تمہیں دیکھ کر نادم و پشیمان ہو۔ خدا مجھے جلدی اپنے جوار رحمت میں پہنچا دے۔ تیرے حق کی قسم میں ہمیشہ تیری ملاقات کا خواہاں تھا اور میں نے کبھی موت کو ناپسند نہیں سمجھا۔ لڑکی کہتی ہے جب ان کی روح نے عالم قدس کی طرف پرواز کی تو میں نے ان کے اوپر چادر ڈال دی اور عراق کے راستہ پر جاکر بیٹھ گئی۔ ایک گروہ ظاہر ہوا۔ میں نے ان سے کہا اے گروہ مسلمین ابوذر صحابی رسولؐ نے وفات پائی ہے وہ سواری سے اتر پڑے اور رونے لگے۔ انہیں غسل دیا، کفن پہنایا اور دفن کیا اور مالک اشتر بھی ان میں موجود تھے مالک کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اس کپڑے میں کفن دیا جو میرے ساتھ تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ابوذر کی وفات اکتیسؔ یا بتیسؔ ہجری میں ہوئی اور عبداللہ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تیسرے ابو معبد مقداد بن اسود ہیں۔ ان کے والد کا نام عمرو بہرائی ہے چونکہ اسود بن عبد یغوث نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ لہذا مقداد بن اسود مشہور ہو گئے۔ یہ بزرگوار قدیم الاسلام اور خواص صحابہ سید انام اور ارکان اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بہت عظیم القدر اور شریف المنزلت ہیں ان کی دینداری اور شجاعت اس سے زیادہ ہے کہ تحریر میں آسکے۔ سنی و شیعہ ان کی فضیلت و جلالت پر متفق ہیں اور رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا خداوند عالم نے مجھے چار افراد کی محبت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کون ہیں۔ فرمایا علی علیہ السلام، مقداد، سلمان اور ابوذر رضوان اللہ علیہم اجمعین ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی بیٹی ہیں۔ وہ مقداد کی بیوی تھی۔ یہ تمام غزوات میں خدمت رسولؐ میں رہے اور وہ ان چار اشخاص میں سے ایک ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے۔ روایات ان کی فضیلت میں اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں بیان ہوں۔ اس سلسلہ میں وہ حدیث کافی ہے جو کشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اِرْتَدَّ النَّاسُ اِلَّا ثَلٰثَ نَفَرٍ سَلْمَانُ وَ اَبُوْذَرٍّ وَ الْمِقْدَادُ قَالَ الرَّاوِیْ فَقُلْتُ عَمَّارٌ قَالَ كَانَ حَاصَ حَيْصَةً ثُمَّ رَجَعَ ثُمَّ قَالَ اِنْ اَرَدْتَ الَّذِیْ لَمْ يَشُكَّ وَ لَمْ يَدْخُلْهُ شَیْءٌ فَبِالْمِقْدَادِ (یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین اشخاص کے جو کہ سلمان، ابوذر اور مقداد ہیں۔ پس راوی نے پوچھا کہ آیا عمار بھی؟ باوجود محبت اہل بیت کے ان چند اشخاص میں داخل نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تھوڑا سا میلان و تردد ان میں ظاہر ہوا پھر انہوں نے حق کی طرف رجوع کیا۔ پھر فرمایا اگر تو ایسے شخص کو چاہتا ہے کہ جس میں کسی قسم کا شک نہ آیا ہو تو وہ مقداد ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کا دل مقدس لوہے کے ٹکڑے کی طرح محکم تھا اور کتاب اختصاص میں حضرت صادقؑ سے روایت

ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مقداد بن اسود کی مثال اس اُمت میں ایسی جیسے قرآن میں لفظ الف جس سے کوئی چیز چپکائی نہیں جاسکتی۔)
۳۳ھ مقام جُرُف میں جو مدینہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے ان کی وفات ہوئی اور ان کا جنازہ لاکر بقیع میں دفن کیا گیا اور شہر ان میں جو قبر ان کی طرف منسوب ہے ان کا دفن ہونا صحیح نہیں۔ ہاں احتمال ہے کہ وہ قبر فاضل مقداد سیوری کی ہو یا کسی شیخ عرب کی اور عجیب و غریب بات ہے کہ مقداد کی اس جلالت کے باوجود ان کا بیٹا نااہل ثابت ہوا اور جنگ جمل میں عائشہ کی طرف سے ہو کر مارا گیا۔ جب جناب امیرؑ مقتولین کے قریب سے گزرے تو فرمایا خدا اس کے باپ پر رحم کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو اُن کی رائے اس کی رائے سے بہتر ہوتی۔ عمار یاسر جو آپؐ کی خدمت میں موجود تھے عرض کرنے لگے الحمدللہ خدا نے معبد کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خاک ہلاکت سے ملایا۔ خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ میں کسی باپ بیٹے کے قتل کرنے کی پرواہ نہیں کرتا جو حق سے عدول کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے اور جزائے خیر دے۔

چوتھے حضرت بلالؓ بن رباح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے۔ ان کی والدہ کا نام حمامہ تھا کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو یہ سابقین اسلام میں سے تھے۔ بدر و احد و خندق اور باقی جنگوں میں رسول خدا کے ساتھ رہے۔ منقول ہے کہ وہ شین کو سین کہتے تھے اور روایت میں ہے کہ بلال کا سین خدا کے نزدیک شین ہے۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے فرمایا خدا رحمت کرے بلال پر وہ ہم اہل بیت کو دوست رکھتے تھے۔ خدا کے نیک بندے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا۔ اور اس دن کے بعد حی علی خیر العمل متروک ہوا اور ہمارے شیخ نے نفس الرحمٰن میں نقل کیا کہ جب بلال حبشہ سے آئے تو انہوں نے حضرت رسولؐ کی مدح میں یہ کہا:

ارہ برہ کنکرہ   کری کرا مندرہ

حضرتؐ نے حسان سے فرمایا کہ اس شعر کا عربی میں ترجمہ کرو تو حسان نے کہا:

اِذَا الْمَکَارِمُ فِیْ اٰفَاقِنَا ذُکِرَتْ   فَاِنَّمَا بِکَ فِیْنَا یُضْرَبُ الْمَثَلُ

(جب ہمارے ہاں مکارم اخلاق کا ذکر چھڑے تو آپ کے ساتھ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے)

حضرت بلالؓ نے طاعون کی وجہ سے ۱۸ھ یا ۲۰ھ میں شام میں وفات پائی اور باب صغیر میں دفن ہوئے۔ فقیر کہتا ہے کہ جناب بلالؓ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے اور میں اس کی زیارت کے لیے جا چکا ہوں۔

پانچویں جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری ہیں جو جلیل القدر صحابی اور اصحاب بدر میں سے ہیں اور ان کی مدح میں بہت سی روایات وارد ہیں اور یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے رسولِ خداؐ کا سلام امام محمد باقرؑ کی خدمت میں پہنچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے چہلم کے دن امام حسینؑ کی زیارت کی اور وہی ہیں جنھوں نے لوح آسمانی کی جناب فاطمہؑ کے پاس زیارت کی کہ جس میں آئمہ ہدیٰ کی امامت پر نص خداوندی تھی اور انہوں نے اس سے نقل کیا تھا۔

کشف الغمہ سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کے ساتھ جابر کو دیکھنے کے لیے تشریف لے

گئے۔ جبکہ حضرت باقرؑ ابھی بچے تھے۔ پس حضرت سجادؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اپنے چچا کے سر کا بوسہ لو۔ حضرت باقرؑ جابرؓ کے نزدیک ہوئے اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔ جابرؓ کی آنکھیں اُس وقت نابینا ہو چکی تھیں۔ عرض کیا کون تھا۔ حضرت نے فرمایا یہ میرا بیٹا محمدؑ ہے۔ پس جابرؓ نے ان کو اپنے سے لپٹا لیا اور کہا اے محمدؑ! محمد رسول اللہؐ آپؑ کو سلام کہتے تھے اور اختصاص کی روایت ہے کہ جابرؓ نے حضرت باقرؑ سے درخواست کی کہ آپؑ قیامت میں میری شفاعت کے ضامن ہو جائیے۔ حضرتؑ نے قبول فرمایا اور یہ جابرؓ بہت سی جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنینؑ کے ہمراہ تھے انھوں نے اعتصام حبل المتین اور متابعت امیرالمومنینؑ میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور ہمیشہ لوگوں کی نشست گاہوں کے پاس سے گزرتے تو کہتے رہتے کہ علیؑ خَيْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ اَبیٰ فَقَدْ کَفَرَ علی بہترین بشر ہیں جو انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ اے جماعت اصحاب اپنی اولاد کو علیؑ کی محبت کا سبق دو۔ پس جو ان کی دوستی سے انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے:

محبت شہ مرداں مجو ز بی پدری کہ دست غیر گرفتہ است پای مادر او

۷۸ھ میں ان کی وفات ہوئی اُس وقت ان کی آنکھوں کی بصارت جا چکی تھی اور نوے سال سے زیادہ اُن کی عمر ہو چکی تھی صحابہ میں وہ آخری شخص ہیں جنھوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے والد عبداللہ انصاری نقبا میں سے تھے۔ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ اُحد میں شہادت پائی اور انہیں ان کے بہنوئی عمرو بن جموح کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ ان کی اور باقی شہدائے اُحد کی قبور کا معاویہ کے زمانہ میں پانی جاری کرنے کے لیے اکھیڑنے کا واقعہ مشہور ہے۔

چھٹے حضرت حذیفہ بن الیمان عنسی ہیں جو سید المرسلینؐ کے بزرگ صحابی اور خواص حضرت امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور ان سات افراد میں سے ہیں جنھوں نے جناب فاطمہؑ کا جنازہ پڑھا اور حذیفہ اپنے والد اور بھائی صفوان کے ساتھ جنگ اُحد میں رسالت پناہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اُس دن کسی مسلمان نے ان کے والد کو یہ گمان کرتے ہوئے کہ مشرک ہے جنگ کی گرم بازاری میں شہید کر دیا اور اس راز کی بنا پر جو رسول اکرمؐ نے انہیں بتایا تھا وہ منافق صحابہ کو جانتے تھے اور اگر یہ کسی کے جنازہ میں حاضر نہیں ہوتے تھے تو حضرت عمر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہ حضرت عمر کی طرف سے کئی سال تک مدائن کے گورنر رہے۔ پھر انہیں معزول کر کے سلمانؓ فارسی کو وہاں کا والی بنایا۔ جب سلمانؓ کی وفات ہوئی تو دوبارہ حذیفہؓ وہاں کے گورنر ہوئے یہ اس وقت بھی گورنر تھے جب حضرت علیؑ تخت خلافت پر بیٹھے۔ پس مدینہ سے آپؑ کا فرمان اہل مدائن کے لیے جاری ہوا جس میں اپنی خلافت اور حذیفہؓ کی استقراری کی اطلاع دی لیکن جب حضرتؑ نے مدینہ سے بصرہ کی طرف کوچ کیا اصحاب جمل کے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے تو قبل اس کے کہ موکب ہمایوں کوفہ میں نزول کرتا حضرت حذیفہؓ نے وفات پائی اور وہیں مدائن میں دفن ہوئے اور ابوحمزہ ثمالیؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت حذیفہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور اسے انفع بخش نصیحتوں پر عمل کرنے کی وصیت کی۔ اے فرزند جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے مایوس ہو جا کیونکہ یاس و ناامیدی میں غنیٰ اور تونگری ہے اور لوگوں سے اپنی حاجات طلب نہ کر کیونکہ یہ فقر حاضر ہے۔ اور ہمیشہ اس طرح رہ کہ جس

دن میں تو ہے وہ تیرے گزشتہ دن سے بہتر ہو اور جب نماز پڑھے تو یہ سمجھ گویا یہ تیری الوداعی اور آخری نماز ہے اور ایسا کام نہ کر جس کا عذر پیش کرنا پڑے۔ اور رجال بن داؤد وغیرہ سے منقول ہے کہ فرمایا: حضرت حذیفہ ابن الیمان ارکان اربعہ میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ امیرالمومنینؑ کی بیعت کے چالیس دن بعد مدائن میں وفات پائی اور وقتِ وفات اپنے بیٹے صفوان اور سعید کو وصیت کی کہ امیرالمومنینؑ کی بیعت کرنا۔ انہوں نے باپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور دونوں جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

ساتویں حضرت ابوایوب انصاری خالد بن زید ہیں جو بزرگ صحابہ اور بدر کے علاوہ باقی غزوات میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں کہ جب حضورؐ نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ میں وارد ہوئے تو ان کے گھر میں نزولِ اجلال فرمایا۔ ان کی اور ان کی والدہ کی خدمات جب تک آپؐ ان کے گھر میں رہے مشہور ہیں۔ اور جس رات رسولِ خداؐ نے صفیہ سے زفاف کیا ابوایوبؓ جنگ کے ہتھیار لگا کر ساری رات حضرتؐ کے خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو جب حضرتؐ نے دیکھا تو ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا حَفِظَ نَبِیَّکَ خدایا ابوایوب کی حفاظت کرنا جس طرح اس نے تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔ سید شہید قاضی نور اللہ نے کتاب المجالس میں ان کے حالات میں فرمایا ہے کہ ابوایوب بن زید انصاری کا نام خالد ہے۔ البتہ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب ہو گئی ہے۔ غزوہ بدر اور باقی جنگوں میں پیغمبرؐ کے ساتھ رہے اور جنگ جمل و صفین و خوارج میں حضرت امیرالمومنینؑ کی معیت میں جہاد کیا اور ممدوح بن اعثم کوفی کے حالات میں لکھا ہے کہ جنگِ صفین کے دوران ایک دن حضرت ابوایوب لشکرِ امیرؑ سے باہر آئے اور مبارز طلب ہوئے۔ بہت آوازیں دیں لیکن لشکر سے کوئی شخص ان کے مقابلہ کیلئے نہ آیا تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو کوڑا مارا اور لشکر شام پر حملہ کر دیا کوئی شخص ان کے حملہ کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ انہوں نے معاویہ کے خیمے کا قصد کیا معاویہ اپنے خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا حضرت ابوایوب کو دیکھ کر خیمہ میں گھس کر دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت ابوایوب اس کے خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر مبارز طلبی کرنے لگے۔ اہلِ شام کا ایک گروہ ان سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت ابوایوب نے ان پر حملہ کر دیا۔ چند مشہور اشخاص کو سخت زخم لگائے اور صحیح و سالم واپس آگئے۔ معاویہ جو اس باختہ اپنے خیمہ میں واپس آیا اور اپنے آدمیوں کو سرزنش کرنے لگا کہ علیؑ کے لشکر سے ایک شخص اتنا آگے بڑھا کہ میرے خیمے کے دروازے پر آ پہنچا کیا اس نے تمہیں بند کر دیا تھا اور تمہارے ہاتھ باندھ دیئے تھے کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں تھی کہ مٹھی بھر خاک اٹھا کر اس کے گھوڑے کے منہ پر مارتا۔ اہل شام میں سے ایک شخص کہ جس کا نام مترفع بن منصور تھا۔ کہنے لگا اے معاویہ فکر نہ کر جس طرح اس سوار نے حملہ کیا ہے اور تیرے خیمے تک گھس آیا ہے میں بھی حملہ کروں گا اور علیؑ کے خیمہ تک جاؤں گا۔ اگر میں نے علیؑ کو دیکھ لیا اور موقعہ ملا تو اس کو زخم لگا کر تجھے خوش کروں گا۔ پس اس نے گھوڑا دوڑایا اور خود کو حضرت امیرؑ کے لشکر تک پہنچا دیا۔ وہ حضرتؑ کے خیمہ کی طرف چلا۔ ابوایوب نے جب یہ دیکھا تو اپنا گھوڑا اس کی طرف دوڑایا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس کی گردن پر ایسی تلوار لگائی کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ ہاتھ کی صفائی اور تلوار کی تیزی سے اس کا سر گردن کے اوپر

ہی رہا۔ جب گھوڑا اُچھلا تو سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف جا گرا اور جو بہادر یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ایوب کے وار کی عمدگی پر بہت تعجب کیا اور ان کی تعریف کی۔ ابو ایوب معاویہ کے زمانہ میں جنگِ روم میں گئے اور اس علاقہ میں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے۔ جب وفات پائی تو وصیت کی کہ جہاں سے لشکرِ دشمن سے لڑائی شروع ہو وہاں مجھے دفن کر دینا۔ اس لیے انہیں استنبول کے باہر شہر کے حصار کے قریب دفن کیا گیا۔ ان کا مزار مسلمانوں اور نصاریٰ کے لیے شفا حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ صاحب استیعاب نے باب کنیٰ میں نقل کیا ہے کہ جب اہل روم جنگ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ ان کی قبر کھود ڈالیں فوراً ان پر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جو قہر الٰہی کی یاد دلاتی تھی تو وہ متنبہ ہوئے اور اس ارادہ سے دستبردار ہو گئے۔ (انتہیٰ)

فقیر کہتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو ایوب کے مدفن کی خبر دی تھی۔ جہاں آپؐ کا ارشاد ہے کہ قسطنطنیہ کے قریب میرے اصحاب میں سے ایک مرد نیک دفن ہو گا۔

آٹھویں حضرت خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی نجیب بنی امیہ سابقین اوّلین میں سے ولایت امیر المومنینؑ سے متمسک تھے ان کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا۔ کہ عالم خواب میں دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور ان کا باپ چاہتا ہے کہ انہیں آگ میں ڈالے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے انہیں اپنی طرف کھینچا اور آگ سے نجات دی۔ جب خالد بیدار ہوئے تو اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے جعفر طیارؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور انہیں کے ساتھ واپس آئے۔ جنگ طائف، فتح مکہ اور حنین میں حضرت کے ساتھ رہے۔ یہ آنحضرتؐ کی طرف سے یمن کے صدقات کی وصولی پر والی مقرر تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے ساتھ مل کر حبشہ میں ام حبیبہ بنت ابو سفیان کا نکاح رسول اکرمؐ سے پڑھا تھا۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی یہاں تک کہ امیر المومنینؑ کو بیعت پر مجبور کیا گیا تو حضرت خالدؓ نے جبراً بیعت کی۔ یہ ان بارہ افراد میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر اعتراض کیا تھا اور جمعہ کے بعد ان کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کیا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے تھے۔ یہ مفصّل واقعہ کتاب احتجاج اور خصال میں موجود ہے۔ مجالس المومنین میں ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں ابان و عمر نے بھی ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور اہل بیتؑ کی پیروی کی تھی اور ان سے کہا کہ یقیناً آپؑ طویل شجر اور پاکیزہ ثمر ہیں اور ہم آپؑ کے پیرو تابع ہیں۔

نویں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ملقب بہ ذو الشہادتین کیونکہ ان کی گواہی آنحضرتؐ نے دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ یہ جنگِ بدر اور اس کے بعد کی تمام جنگوں میں شریک تھے۔ ان کا شمار ان سابقین میں ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کی طرف پہلے رجوع کیا۔ کامل بہائی سے منقول ہے کہ جنگ صفین میں حضرت خزیمہ بن ثابت اور ابو الہیثم انصاری حضرت علیؑ کی نصرت میں بہت کوشش کر رہے تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگرچہ ابتدا میں ان لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا لیکن بالآخر انہوں نے توبہ کر لی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ ہم نے کیا وہ بُرا تھا۔ صاحب استیعاب

نے نقل کیا ہے کہ خزیمہ جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے۔ جب حضرت عمار یاسر شہید ہوئے تو یہ بھی تلوار کھینچ کر دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ رضوان اللہ علیہ۔

روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے اپنی عمر کے آخری ہفتہ میں خطبہ دیا۔ وہ آپؑ کا آخری خطبہ تھا اور اس خطبہ میں فرمایا:

اَیْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ رَکِبُوا الطَّرِیْقَ وَمَضَوْا عَلَی الْحَقِّ اَیْنَ عَمَّارٌ وَاَیْنَ ابْنُ التَّیِّھَانِ وَاَیْنَ ذُوالشَّھَادَتَیْنِ وَاَیْنَ نُظَرَاؤُھُمْ مِنْ اِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَی الْمَنِیَّۃِ وَاُبْرِدَ بِرُؤُسِھِمْ اِلَی الْفَجَرَۃِ ثُمَّ ضَرَبَ یَدَہٗ اِلٰی لِحْیَتِہِ الشَّرِیْفَۃِ فَاَطَالَ الْبُکَاءَ ثُمَّ قَالَ اَوِّہْ عَلٰی اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْہُ

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راستہ پر چلے اور حق کی راہ لی۔ عمار و ابن تیہان و ذوالشہادتین کہاں ہیں اور کہاں ہیں ان جیسے اشخاص میرے بھائیوں میں سے جنہوں نے موت کے ساتھ معاملہ کیا اور ان کے سر ٹھنڈے کر کے فاجر لوگوں کے پاس لے جائے گئے۔ پس آپؑ اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کافی دیر تک روتے رہے۔ پھر فرمایا ہائے میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن کی محکم طریقہ سے تلاوت کی۔

دسویں حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی اور یہ وہی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے۔ حکیم بن حزام نے انہیں بازار عکاظ میں جو مکہ کے علاقہ میں ہے جناب خدیجہؑ کے لیے خرید کیا ہے۔ جناب خدیجہؑ نے انہیں رسول اللہ کو بخش دیا۔ جب حارثہ کو یہ معلوم ہوا تو رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے اور چاہا کہ فدیہ دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اُسے بلاؤ اور اُسے اختیار دے دو، وہ چاہے چلا جائے چاہے میرے پاس رہے۔ زید نے کہا میں کسی شخص کو محمدؐ پر ترجیح نہیں دوں گا۔ حارثہؓ نے کہا بیٹا غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو۔ اور باپ کو چھوڑ رہے ہو۔ زید کہنے لگے میں نے حضرتؐ میں وہ کچھ دیکھا ہے کہ کبھی بھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ جب رسولؐ خدا نے زید کی یہ گفتگو سنی تو انہیں حجر اسود کے پاس لے آئے اور حاضرین سے فرمایا اے گروہ مردم! گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا ہے وہ میری میراث پائے گا۔ اور میں اس کا وارث ہوں گا۔ جب حارثہ نے یہ کیفیت دیکھی تو بیٹے کے غم سے آسودہ خاطر ہو کر واپس چلا گیا۔ اس وقت سے لوگ اسے زید بن محمدؐ کہنے لگے۔ یہی صورت حال رہی اس وقت تک جب تک کہ یہ آیت اتری وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَکُمْ اَبْنَاءَکُمْ تمہارے پکارے ہوئے لوگوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ جب یہ حکم آیا اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ انہیں ان کے باپ کے نام سے پکارو تو اس وقت سے زید بن حارثہ کہنے لگے۔ پھر انہیں زید ابن محمدؐ نہیں کہتے تھے۔ اور آیت شریفہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ (تمہارے مردوں میں سے کسی کے محمدؐ باپ نہیں ہیں) بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ آپؐ حسنؑ و حسینؑ کے باپ بھی نہیں کیونکہ وہ تو آیۂ مباہلہ کے حکم ابناءنا سے فرزندان رسولؐ ہیں اور زید کی کنیت اس کے بیٹے اُسامہ کے نام پر ابو اسامہ ہے۔ ان کی شہادت موتہ میں ہوئی جہاں حضرت جعفر طیار شہید ہوئے تھے۔

گیارھویں حضرت سعدؓ بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ خزرجی انصاری جو سید انصار کریم روزگار اور نقیب رسولؐ مختار تھے۔ عقبہ اور بدر میں موجود تھے اور فتح مکہ کے دن علمِ رسولؐ ان کے ہاتھ میں تھا اور یہ شخص بزرگ بہت بڑے سخی تھے۔ ان کا بیٹا قیس اور باپ دادا بھی سخی تھے۔ یہ مہمانوں کو کھانا کھلانے میں کمی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے دادا دلیم کے زمانہ میں ان کے مہمان خانے کے گرد منادی ندا کرتا تھا مَنْ اَرَادَ الشَّحْمَ وَاللَّحْمَ فَلْیَاْتِ دَارَ دُلَیْمٍ (جو چربی اور گوشت کا خواہاں ہے وہ دلیم کے گھر آئے) دلیم کے بعد اس کا بیٹا عبادہ بھی اسی طرح کرتا تھا اس کے بعد حضرت سعدؓ بھی اسی دستور پر چلے اور حضرت قیس بن سعد تو اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ گئے اور دلیم و عبادہ ہر سال دس اونٹ منات بت کے لیے ہدیہ کرتے اور مکہ بھیجتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ثابت بن قیس نے رسول خداؐ سے کہا۔ اے رسولؐ خدا قبیلہ سعد جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے جوانمردوں کا پیشوا تھا تو آپ نے فرمایا اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (لوگ سونا چاندی کی کانوں کی مانند ہیں۔ اگر سمجھیں تو جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔)

اتنے غیور تھے کہ سوائے باکرہ لڑکی کے انھوں نے کسی سے شادی نہیں کی اور جس عورت کو وہ طلاق دے دیتے کوئی اس سے نکاح کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ یہ سعدؓ وہی ہیں جنھیں سقیفہ کے دن لے آئے تھے۔ وہ بیمار تھے اور انھیں لٹایا گیا تھا اور قبیلہ خزرج چاہتا تھا کہ ان کی بیعت کرے اور دوسرے لوگوں کو ان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ لیکن ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی اور جب لوگ جمع ہوئے کہ ابوبکرؓ کی بیعت کریں تو خوف عارض ہوا کہ سعد قدموں کے نیچے آکر پامال نہ ہو جائیں۔ انہوں نے پکار کر کہا کہ اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ عمرؓ نے کہا سعدؓ کو قتل کردو۔ خدا اسے قتل کرے۔ قیس بن سعد نے جب یہ دیکھا تو آگے بڑھ کر اس نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا کہ اے ضحاکہ حبشیہ کے بیٹے۔ اے میدانِ جنگ سے ڈرنے والے اور بھاگنے والے اور امن و امان کے موقعہ کے شیر اگر تیری اس بے ہودہ بکواس سے سعد کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تیرا منہ گھونسوں سے اس طرح کوٹا جائے گا کہ تیرا ایک دانت نہیں بچے گا اور سعد بن عبادہؓ نے کہا اے ضحاکہ کے بیٹے اگر مجھ میں حرکت کرنے کی قوت ہوتی تو تیری اس جسارت کی وجہ سے جو تجھ سے ہوئی تو اور ابوبکر بازار مدینہ میں ایک شیر کی گونج سنتے کہ تو اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ سے باہر نکل جاتا اور تجھے میں اس گروہ سے ملحق کرتا کہ تو جس میں ذلیل اور کمینہ لوگوں کی طرح تھا۔ پھر کہنے لگا اے آل خزرج مجھے اس فتنہ و فساد کی جگہ سے اٹھا لے جاؤ۔ انہیں ان کے مکان میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد جتنی کوشش کی گئی کہ اس سے بیعت لیں انھوں نے بیعت نہیں کی۔ کہنے لگے خدا کی قسم میں کبھی بھی تمہاری بیعت نہیں کروں گا۔ جب تک اپنے ترکش کا ہر تیر تمہاری طرف نہ پھینک لوں اور اپنے نیزے کا پھل تمہارے خون سے تر نہ کروں۔ اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں ہے تم سے شمشیر زنی نہ کروں اور اپنے گھر والوں اور قبیلہ والوں کے ساتھ تم سے جنگ نہ کروں۔ خدا کی قسم اگر تمام جن و انس تمہارے ساتھ ہو جائیں تب بھی میں تم دونوں نافرمانوں کی بیعت نہ کروں گا، یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور آخر کار اس نے

بیعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ عمرؓ کے زمانہ میں شام گئے۔ ان کا قبیلہ بہت بڑا تھا جو اطراف شام میں پھیلا ہوا تھا ہر ہفتہ کسی بستی میں اپنے عزیزوں کے پاس رہتے۔ ایک دن ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ ایک باغ سے ان کا گزر ہوا۔ ان کو تیر مارا گیا جس سے انہیں قتل کر دیا گیا اور جن کی طرف ان کے قتل کی نسبت دے دی گئی اور جن کی زبان سے یہ شعر گھڑا گیا۔ قَدْ قَتَلْنَا سَیِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بْنَ عُبَادَہ ۔ فَرَمَیْنَاہُ بِسَہْمَیْنِ فَلَمْ نُخْطِ فُؤَادَہ

ہم نے سعد بن عبادہ سردار خزرج کو قتل کر دیا ہے اسے دو تیر مارے ہیں جو اس کے دل میں لگے ہیں

بارھویں حضرت ابودجانہ۔ ان کا نام سماک بن خرشہ بن لوذان ہے۔ یہ بزرگ صحابی نامی بہادر اور مشہور صاحب حرز ہیں۔ یہ وہی ہیں جو جنگ یمامہ میں موجود تھے۔ جب مسیلمہ کذاب کی فوج نے حدیقۃ الرحمٰن میں جسے حدیقۃ الموت کا نام دیا گیا پناہ لی اور باغ کا دروازہ مکمل طور پر بند کر لیا تو ابودجانہ جو شیر کا سا دل رکھتے تھے مسلمانوں سے کہنے لگے مجھے ڈھال پر سجا دو اور نیزوں کے سرے ڈھال کے گرد مضبوط رکھو پھر مجھے بلند کر کے باغ کے اندر پھینک دو۔ جب مسلمانوں نے ایسا کیا تو ابودجانہ باغ میں کود گئے اور شیر کی طرح نعرہ کیا۔ اور تلوار کھینچ کر مسیلمہ کی فوج کو قتل کرنے لگے۔ براء بن مالک بھی باغ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے باغ کا دروازہ کھول دیا جس سے مسلمان باغ میں داخل ہو گئے لیکن ابودجانہ اور براء دونوں قتل ہو چکے تھے۔ اور ایک قول کی بناء پر ابودجانہ زندہ رہے یہاں تک کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ہم رکاب ہوئے۔ شیخ مفیدؒ نے کتاب ارشاد میں فرمایا ہے اور مفضل بن عمر نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ قائم آل محمدؑ کے ساتھ کوفہ کی پشت سے ستائیس مرد نکلیں گے۔ یہاں تک کہ فرمایا سلمانؓ، ابوذرؓ، ابودجانہ انصاریؓ، مقدادؓ اور مالک اشترؓ آپؑ کے ساتھ ہوں گے۔ یہ لوگ حضرتؑ کے انصار اور حکام ہوں گے۔

تیرھویں حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی حلیف بنی زہر سابقین میں سے ہیں۔ یہ صحابہؓ کے درمیان علم قرأت قرآن میں مشہور تھے۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ وہ مخالفین سے میل جول رکھتے تھے۔ اور ان کی طرف مائل تھے اور علماء اہل سنت ان کی بہت تجلیل کرتے ہیں کہ وہ کتاب خدا کے باقی صحابہ کی نسبت بہت عالم تھے اور رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ چار اشخاص سے علم قرآن لینا اور ابتداء کی ابن ام عبد اللہ سے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اور باقی تین افراد معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو قرآن کو تر و تازہ سننا چاہے تو وہ ابن ام عبد اللہ سے سنے اور ابن مسعود وہی شخص ہیں جنھوں نے جنگ بدر میں ابوجہل کا سر تن سے جدا کیا تھا اور یہ حضرت ابوذر غفاری کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور وہ اس گروہ میں سے ہے جنھوں نے ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا اور انہی کے ساتھیوں میں سے ایک ربیع بن خثیم ہیں جو خواجہ ربیع کے نام سے مشہور ہیں اور مشہد مقدس میں دفن ہیں۔

چودھویں حضرت عمار بن یاسر العنسی حلیف بنی مخزوم جن کی کنیت ابوالیقظان ہے جو رسولؐ کے بزرگ صحابی حضرت امیر علیہ السلام کے منتخب ساتھی اور راہ خدا میں تکلیفیں اٹھانے والے ہیں۔ مہاجرین حبشہ میں سے اور دو قبلوں کی طرف نماز

پڑھنے والے اور جنگ بدر و دیگر غزوات میں شریک ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ وہ جناب ان کے باپ یاسرؓ ماں سمیہؓ اور بھائی عبداللہ ابتداء اسلام میں اسلام لائے اور مشرکین قریش نے انہیں سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت رسولؐ ان کے قریب سے گزرتے اور انہیں تسلی دیتے اور صبر کا حکم دیتے ہوئے فرماتے صَبْرًا یَا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃَ اے آل یاسر صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے اور کہتے خدایا آلِ یاسر کو بخش دے اور تو نے تو بخش بھی دیا ہے۔ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ کفار قریش یاسر سمیہ ان کے بیٹے عمار و عبداللہ کو حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت صہیب کے ساتھ پکڑ لیتے اور انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر صحرائے مکہ میں دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ سورج اور لوہا ان کے بدن کو پھونک دیتے اور ان کی قوتِ برداشت ختم ہو جاتی تو ان سے کہتے اگر آرام و آسودگی چاہتے ہو تو کلمات کفر کہو اور نبیؐ پر سب و شتم کرو۔ مجبوراً انہوں نے تقیہ کیا۔ ان کی قوم آئی اور انہیں چمڑے کے ایسے فرش پر لٹایا کہ جس میں پانی تھا اور چادروں کو نے پکڑ کر انہیں گھر لے گئے۔ نقیر کہتا ہے یاسر و عمار کی قوم ظاہراً بنی مخزوم ہیں کیونکہ یاسر قحطانی اور عنس بن مذحج سے ہیں اور یہ اپنے دو بھائیوں حارث و مالک کے ساتھ اپنے تیسرے بھائی کی تلاش میں یمن سے مکہ آئے یاسر مکہ میں رہ گئے اور ان کے باقی دونوں بھائی یمن واپس چلے گئے۔ یاسر ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف و ہم قسم ہو گئے اور اس کی کنیز سمیہ سے شادی کر لی تو عمار پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ لہٰذا ولائے عمار بنی مخزوم کے لیے تھی۔ یہی حلف و ولاء کی وجہ تھی کہ جب عثمان نے عمار کو پیٹا کہ جس سے انہیں فتق کا مرض ہو گیا اور ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں تو بنی مخزوم اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر عمار فوت ہو گئے تو ہم ان کے مقابلہ میں عثمان کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ قریش نے یاسر اور سمیہ کو شہید کر دیا اور یہ عمار کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ خود ان کے باپ اور ماں اسلام کی راہ میں شہید ہوئے۔ عمار کی والدہ سمیہ صاحب فضل خواتین میں سے تھیں انہوں نے اسلام کے سلسلہ میں کافی تکلیفیں برداشت کیں لیکن ابوجہل ملعون نے انہیں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

وہ پہلی مسلمان خاتون ہیں جو شہید ہوئیں۔ روایت میں ہے کہ عمار نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا اے خدا کے رسولؐ میری والدہ کو جو تکلیفیں پہنچی ہیں وہ انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابا الیقظان صبر کرو۔ خدایا آل یاسر میں سے کسی کو جہنم کی آگ کا عذاب نہ دینا۔

باقی رہے خود عمار تو مشرکین قریش نے انہیں آگ میں پھینک دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اے آگ عمار پر ویسے ٹھنڈی ہو جا اور اس کیلئے سلامتی کا باعث ہو جا جیسے ابراہیم پر ہوئی تھی تو آگ نے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت عمار کا باقی لوگوں کی نسبت دگنے پتھر اٹھانا اور ان کے رجز اور عثمان سے گفتگو کرنا اور رسول خداؐ کا ان کی جلالت شان میں ارشاد مشہور ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عمار دگنے پتھر اٹھاتے تھے تاکہ ایک حصہ اپنا اور دوسرا رسول خدا کا ہو۔ آنحضرتؐ اس کے چہرے سے گرد پونچھتے اور فرماتے تھے ویح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار افسوس ہے عمار کے لیے کہ اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمار انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلائیں گے۔

نیز روایت ہے کہ رسول خداؐ نے عمار کے متعلق فرمایا۔ عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ جہاں بھی عمار ہو۔ اسے باغی گروہ قتل کرے گا۔ نیز فرمایا عمار مکمل مومن ہے۔ بہرحال عمار نو صفر ۳۷ھ نوے سال کی عمر میں میدان صفین میں شہید ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ۔

مجالس المومنین میں ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے بنفس نفیس عمار کی نماز جنازہ پڑھی اور اپنے دست مبارک سے انہیں دفن کیا۔ ان کی مدت عمر اکانوے سال تھی اور بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ جس دن عمار یاسرؓ درجہ شہادت کی سعادت پر فائز ہوئے۔ آسمان کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے۔ خدایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریائے فرات میں گرادوں اور غرق ہو جاؤں اور ایک دفعہ کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری رضا یہ ہے کہ میں تلوار اپنے شکم پر رکھ کر زور لگادوں تاکہ میری پشت کے اس طرف نکل آئے تو میں ایسا ہی کروں پھر ایک مرتبہ کہا، خدایا میں کوئی کام نہیں جانتا کہ جو تیری رضا کے زیادہ قریب ہو۔ اس گروہ کے ساتھ جنگ کرنے سے۔ جب اس دعا و مناجات سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ ہم نے رسولؐ کی خدمت میں رہ کر ان جھنڈوں کے مقابلہ میں جو معاویہ کے لشکر میں ہیں تین مرتبہ مخالفین و مشرکین کے ساتھ جنگ کی ہے اور اس وقت بھی ان جھنڈے والوں کے ساتھ جنگ کرنی ہے اور یہ بات تم پر مخفی نہ رہے کہ میں آج شہید ہو جاؤں گا اور جب میں اس دار فانی سے سرائے جاودانی کی طرف رُخ کروں تو میرا معاملہ لطف ربانی کے حوالہ کر دینا اور تم بے فکر ہو کیونکہ امیر المومنینؑ ہمارے مقتدا ہیں۔ کل قیامت کے دن اخیار کے حق میں اشرار سے نزاع کریں گے۔ جب عمار اس قسم کے فقرے کہہ چکے تو اپنے گھوڑے کو کوڑا لگایا اور میدان جنگ میں پہنچ کر جنگ شروع کر دی اور یکے بعد دیگرے پے در پے حملے شروع کیے اور رجز پڑھے۔ یہاں تک کہ شام کا ایک سیاہ دل گروہ ان کے گرد جمع ہوا اور ایک شخص نے جس کی کنیت ابو العادیہ تھی۔ آپ کی تہیگاہ پر زخم لگایا کہ جس سے آپ بے تاب و تواں ہو گئے اور اپنی صف کی طرف پلٹ آئے اور پانی مانگا۔ ان کا غلام جس کا نام رشد تھا دودھ کا پیالہ لے آیا۔ جب عمار نے اس پیالہ میں نگاہ کی تو فرمایا کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں نے جب استفسار کیا تو جواب دیا کہ رسول خداؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ آخری چیز جو تیرا رزق ہے وہ دودھ ہو گا۔ تب وہ دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر پیا اور جان شیریں نثار جاناں کر کے عالم بقا کو سدھارے۔ امیر المومنینؑ کو جب یہ خبر ہوئی تو عمار کے سرہانے تشریف لائے اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا:

أَلَا أَيُّهَا الْمَوْتُ الَّذِيْ هُوَ قَاصِدِيْ | أَرِحْنِيْ فَقَدْ أَفْنَيْتَ كُلَّ خَلِيْلِ
أَرَاكَ بَصِيْرًا بِالَّذِيْنَ أُحِبُّهُمْ | كَأَنَّكَ تَنْحُوْ نَحْوَهُمْ بِدَلِيْلِ

(اے وہ موت جو میرا قصد رکھتی ہے مجھے راحت دے کیونکہ تو نے میرا ہر دوست ختم کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو ان کو جانتی ہے جن سے مجھے محبت ہے گویا تو ان کی طرف کسی راہنما کے ساتھ جاتی ہے) — پھر آپؑ نے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا اور فرمایا، جو شخص عمار کی وفات سے غمزدہ نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصّہ نہیں۔ خدایا عمار پر رحم کر اس وقت جب اس سے اچھائی اور برائی کے متعلق سوال کریں۔ جب بھی میں نے رسول صلعم کی خدمت میں تین افراد دیکھے ہیں تو چوتھے عمار ہوتے تھے اور اگر چار شخص دیکھے تو پانچویں عمار تھے۔ عمار پر ایک دفعہ جنت واجب نہیں ہوئی بلکہ کئی مرتبہ وہ اس کے مستحق ہوئے۔ جنات عدن ان کے لیے تیار اور خوشگوار ہوں۔ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا ہے حالانکہ وہ حق کے ماتحت تھا اور حق اس کے ساتھ تھا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا۔ کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا عمار کو شہید کرنے والا انہیں سب و شتم کرنیوالا اور ان کے ہتھیار اتارنے والا جہنم کی آگ میں معذب ہوگا۔ پھر آپؑ آگے بڑھے عمار کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دستِ مبارک سے انہیں دفن کیا۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهِ وَطُوْبٰى لَهٗ وَحُسْنُ مَآب۔

خوش دمے کز بہر یار مہربان میرد کسے | چوں بباید مرد باری ایں چنیں میرد کسے
چوں شہید عشق راد رکوی خود جا مید ہند | جائے آں دارد کہ بھر آنزمیں میرد کسے

پندرھویں۔ حضرت قیس بن عاصم المنقری جو نو ہجری میں بنی تمیم کے وفد کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ دیہاتی لوگوں کا سردار ہے اور وہ مرد عاقل و حلیم و بردبار تھے۔ یہاں تک کہ احنف بن قیس نے جو حلم میں مشہور تھا۔ ان سے حلم و بردباری سیکھی تھی۔ چنانچہ تاریخ میں ہے کہ جب احنف سے پوچھا گیا کہ تُو نے اپنے سے زیادہ کس کو حلیم پایا ہے۔ وہ کہنے لگا میں نے یہ حلم قیس بن عاصم سے سیکھا ہے۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا وہ کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک چند اشخاص اس کے بھائی کو دست بستہ لے کر آئے اور کہنے لگے اس نے ابھی تیرے بیٹے کو قتل کیا ہے لہٰذا اس کے ہاتھ باندھ کر تیرے پاس لے آئے ہیں۔ قیس نے یہ سن لیا اور اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب بات ختم ہوئی تو اپنے دوسرے بیٹے سے کہا اٹھو بیٹا اپنے چچا کو چھوڑ دو اور اپنے بھائی کو دفن کرو۔ پھر فرمایا مقتول کی ماں کو سو اونٹ دے دو تاکہ اس کا حزن و ملال کم ہو جائے۔ یہ کہہ کر دائیں طرف سے بائیں طرف پہلو بدل کر کہنے لگا۔

إِنِّيْ امْرُؤٌ لَا يَعْتَرِيْ خُلُقِيْ — دَنَسٌ يُفَنِّدُهٗ وَلَا أَفَنٌ

میں ایسا شخص ہوں کہ جس کے خلق کو عیب اور میل کچیل کمزور نہیں کرتی اور نہ عقل کی کمزوری الخ

اور یہ وہی قیس ہیں جو بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرتؐ سے نفع بخش

موعظہ کی درخواست کی تھی۔ آنحضرتؐ نے انہیں کچھ موعظہ فرمایا۔ اس میں سے یہ بھی ارشاد فرمایا، اے قیس اس سے مفر نہیں کہ تیرا ایک ساتھی تیرے ساتھ دفن ہو جو کہ زندہ ہے اور تو اس کے ساتھ دفن ہو گا جب کہ تو مردہ ہو گا پس اگر وہ کریم ہوا تو تیری عزت کرے گا اور اگر وہ کمینہ ہے تو وہ تجھے چھوڑ دے گا اور تیری فریاد کو نہیں پہنچے گا اور تو اس کے ساتھ ہی محشور اور مبعوث ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی تجھ سے سوال ہو گا پس وہ اپنا ساتھی عمل صالح قرار دے کیونکہ اگر وہ صالح ہوا تو تو اس سے مانوس ہو گا اور اگر فاسد ہوا تو تجھے اسی سے ہی وحشت ہو گی حالانکہ وہ تیرا ہی عمل ہے قیس نے عرض کیا، اے رسولؐ خدا میں پسند کرتا ہوں کہ یہ موعظہ نظم میں ہو تاکہ ہم ان عربوں پر فخر کر سکیں جو ہمارے پاس ہیں اور یہ ہمارے لیے ذخیرہ بھی ہو۔ آپؐ نے کسی کو بھیجا کہ حضرت حسان بن ثابت کو لے آئے ان کے آنے سے پہلے صلصال بن دلہمس نے جو حاضر تھا اسے نظم کر دیا اور کہا:

تَخَیَّرْ خَلِیْطًا مِنْ فَعَالِكَ اِنَّمَا ۔۔۔ قَرِیْنُ الْفَتٰی فِی الْقَبْرِ مَا كَانَ یَفْعَلُ
وَلَابُدَّ قَبْلَ الْمَوْتِ مِنْ اَنْ تُعِدَّهٗ ۔۔۔ لِیَوْمٍ یُّنَادِی الْمَرْءُ فِیْهِ فَیُقْبِلُ
فَاِنْ كُنْتَ مَشْغُوْلًا بِشَیْءٍ فَلَا تَكُنْ ۔۔۔ لِغَیْرِ الَّذِیْ یَرْضٰی بِهِ اللّٰهُ تَشْغَلُ
فَلَنْ یَّصْحَبَ الْاِنْسَانَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ ۔۔۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ اِلَّا الَّذِیْ كَانَ یَعْمَلُ
اَلَا اِنَّمَا الْاِنْسَانُ ضَیْفٌ لِاَهْلِهٖ ۔۔۔ یُقِیْمُ قَلِیْلًا بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَرْحَلُ

ترجمہ: اپنا ساتھی انتخاب کرلے اعمال میں سے۔ قبر میں انسان کا ساتھی اس کا کیا ہوا فعل ہے۔ ضروری ہے کہ موت سے پہلے اس دن کے لیے اس کو تیار رکھے کہ جس دن انسان کو پکارا جائے گا اور اسے جانا پڑے گا۔ اگر تو کسی کام میں مشغول ہے تو دیکھ ایسے کام میں مشغول نہ ہونا جس میں خدا کی رضا نہ ہو۔ موت کے بعد اور اس سے پہلے انسان کا ساتھ سوائے اس کے عمل کے کوئی چیز نہیں دیتی۔ یاد رکھو انسان اپنے اہل وعیال میں مہمان ہے چند دن ان میں قیام کرکے کوچ کر جاتا ہے۔

سولھواں حضرت مالک بن نویرہ حنفی یربوعی۔ یہ بادشاہوں کے ہم پلہ شجاع روزگار فصیح شیریں گفتار صحابی سید مختار اور مخلص صاحب ذوالفقار تھے۔ قاضی نوراللہ نے مجالس میں ان کے کچھ حالات اور محبت اہل بیتؑ کی وجہ سے خالد بن ولید کے ہاتھ سے شہادت پانا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کے حالات میں لکھا ہے کہ براء بن عازب نے روایت کی ہے کہ ایک روز سرکار رسالت صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ دو سابنی تمیم آئے جن میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ ادائے خدمت کے بعد مالک نے عرض کیا اے رسول خدا عَلِّمْنِی الْاِیْمَانَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَلْاِیْمَانُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُصَلِّیَ الْخَمْسَ وَتَصُوْمَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَتُؤَدِّیَ الزَّكٰوةَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ وَتُوَالِیَ وَصِیِّیْ هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ (مجھے ایمان کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور پانچ وقت کی نماز پڑھو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو

اور میرے اس وصی (آپ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) سے محبت رکھو اور یہ کہ خون نہ بہاؤ چوری اور خیانت سے پرہیز کرو۔ یتیم کے مال کھانے سے اور شراب خوری سے بچو۔ صغیر و کبیر کے حق کو ادا کرو۔ پھر آپؐ نے شرائع اسلام اور احکام اسلام ان کے سامنے شمار کیے یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لیے۔ اس وقت مالک اٹھ کھڑے ہوئے اور زیادہ خوشی کے باعث اپنے دامن کو کھینچتے ہوئے چلے اور اپنے آپ کو کہتے جا رہے تھے ربّ کعبہ کی قسم تو نے ایمان کو جان لیا۔ جب حضرت رسولؐ کی نگاہ سے اوجھل ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا جو اہلِ جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھے۔ دو اشخاص نے آپؐ سے اجازت لی۔ ان کے پیچھے گئے اور یہ بشارت ان کو دی اور ان سے التماس کیا کہ چونکہ آنحضرتؐ نے تمہیں اہلِ جنت میں سے قرار دیا ہے لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے استغفار کرو۔ تو مالک نے کہا کہ خدا تم دونوں کو نہیں بخشے گا کہ تم حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر جو صاحب شفاعت ہیں مجھ سے درخواست کرتے ہو کہ میں تمہارے لیے استغفار کروں پس وہ دونوں رنجیدہ خاطر ہو کر واپس لوٹے تو حضرتؐ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ فی الحقیقہ مُبْغَضَۃٌ کہ کبھی حق بات سن کر انسان غصہ میں آ جاتا ہے۔ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو مالک مدینہ میں آئے اور تفحص و جستجو کی کہ آنحضرتؐ کا قائم مقام کون ہے۔ ایک جمعہ کے دن انہوں نے دیکھا کہ ابوبکر منبر پر جا کر لوگوں کو خطبہ دے رہے ہیں۔ مالک سے برداشت نہ ہو سکا اور ابوبکر سے کہا کہ تم ہمارے تیمی بھائی نہیں ہو۔ ابوبکر نے کہا ہاں۔ مالک کہنے لگے اس وصی رسولؐ کو کیا ہوا کہ جس کی ولایت کا حضورؐ نے مجھے حکم دیا تھا۔ لوگ کہنے لگے اے اعرابی کئی دفعہ ایک چیز کے بعد دوسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ مالک کہنے لگے خدا کی قسم کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ تم لوگوں نے کارِ خدا و رسولؐ میں خیانت کی ہے۔ پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اس منبر پر کس نے بٹھایا ہے حالانکہ وصی رسولؐ موجود ہے۔ ابوبکر نے حاضرین سے کہا اس اعرابی کو جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے مسجد رسولؐ سے نکال دو۔ پس قنفذ اور خالد بن ولید اٹھے اور مالک کی گردن پر گھونسے مارے اور اسے مسجد سے نکال دیا۔ مالک اپنے اونٹ پر سوار ہو کر رسولؐ پر درود بھیج کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

اَطَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کَانَ بَیْنَنَا ۔۔۔ فَیَا قَوْمِ مَا شَأْنِیْ وَشَانُ اَبِیْ بَکْرٍ

اِذَا مَاتَ بَکْرٌ قَامَ بَکْرٌ مَقَامَہٗ ۔۔۔ فَتِلْکَ بَیْتِ اللّٰہِ قَاصِمَۃُ الظَّہْرِ

(ہم نے رسولؐ کی اطاعت کی جب تک وہ ہمارے درمیان تھے۔ اے قوم مجھے اور ابوبکر کو کیا ہو گیا ہے۔ جب ایک بکر مرے گا تو دوسرا بکر اس کی جگہ کھڑا ہو گا یہ تو کعبہ کی قسم کمر توڑنے والی بات ہے۔)

مؤلف کہتا ہے کہ شیعہ اور سنی نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے مالک کو بے جرم و خطا قتل کیا اور اس کا سر چولہے میں جلایا اور جس رات مالک قتل ہوئے ان کی بیوی کے ساتھ خالد نے ہمبستری کی اور مالک کے گروہ کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو قید کر کے مدینہ لے آئے اور ان کو مرتدین کا نام دیا۔

دوسرا باب

تاریخ ولادت و وفات سیّدۃ النساء مخدومہ ملائکۃ السماء

شفیعہ روزِ جزا فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں :

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت باسعادت کے بیان میں

شیخ طوسیؒ نے مصباح میں اور اکثر علماء نے ذکر کیا ہے کہ ان مخدومہؑ کی ولادت بیس جمادی الاولیٰ کو ہوئی اور کہا کہ جمعہ کا دن اور بعثت کا دوسرا سال تھا اور بعض نے بعثت کا پانچواں سال کہا ہے۔ اور علامہ مجلسیؒ نے حیٰوۃ القلوب میں فرمایا ہے کہ صاحب عددنے روایت کی ہے کہ بعثت حضرت رسولؐ کے پانچ سال بعد جناب فاطمہؑ حضرت خدیجہؑ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ جناب خدیجہؑ کے انؑ کے حاملہ ہونے کی کیفیت اس طرح ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ ابطح میں امیرالمومنینؑ، عمار بن یاسرؓ، منذر بن ضحضاح، حمزہ و عباس، ابوبکر و عمر کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک جبریل اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے۔ وہ اپنے پر و بال کھولے ہوئے مشرق و مغرب کو پُر کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے پکار کر کہا۔ اے محمدؐ خداوند علی و اعلیٰ آپؐ کو سلام بھیجتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ چالیس شب و روز خدیجہؑ سے الگ رہیں۔ پس آپؐ چالیس روز تک جناب خدیجہؑ کے پاس نہ گئے۔ دن کو روزہ رکھتے اور راتیں عبادت خدا میں گزارتے آپؐ نے عمار کو خدیجہؑ کے پاس بھیجا اور فرمایا اس سے جا کر کہنا کہ میرا تمہارے پاس نہ آنا ناپسندی یا رنجش کی بنا پر نہیں بلکہ میرے پروردگار کا حکم اسی طرح ہے تاکہ وہ اپنی تقدیرات جاری کرے اور اپنے متعلق سوائے اچھائی کے کوئی خیال نہ کریں کیونکہ خداوند عالم تمہاری وجہ سے ملائکہ پر دن میں کئی دفعہ فخر و مباہات کرتا ہے۔ تم ہر رات گھر کا دروازہ بند کرکے سو جانا اور میں فاطمہؑ بنت اسد کے گھر میں ہوں، یہاں تک کہ وعدہ الٰہی پورا ہو۔ اور جناب خدیجہؑ ہر روز کئی مرتبہ آنحضرتؐ کی جدائی میں گریہ کرتی تھیں۔ جب چالیس دن پورے ہوگئے تو جبریل آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ خداوند علی و اعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ کہ میرے تحفہ اور کرامت کے لیے تیار ہو جائیں پس

اچانک میکائیل ایک طبق لے کر آئے کہ جو سندس جنت کے رومال سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ آپؐ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ آج اس کھانے سے افطار کریں۔ حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ ہر رات افطار کے وقت حضرتؐ مجھے حکم دیتے تھے کہ دروازہ کھول دو۔ جو شخص آئے میرے ساتھ افطار کرے۔ اس رات مجھے حکم دیا کہ دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو کیونکہ یہ کھانا میرے غیر کے لیے حرام ہے۔ جب آپؐ نے افطار کرنا چاہا تو طبق کو کھولا اس طبق میں جنت کے میووں میں سے ایک خوشہ خرما ایک خوشہ انگور تھا اور ایک جام جنت کے پانی کا تھا۔ پس آپؐ نے اس میوہ سے اتنا کھایا کہ سیر ہو گئے اور اس پانی سے سیراب ہوئے تو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ ابریق جنت سے آپؐ کے ہاتھ دھونے لگے اور اسرافیلؑ نے جنت کے تولیہ سے آپؐ کے ہاتھ پونچھے اور باقی ماندہ کھانا ظروف کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ جب حضرتؐ کھڑے ہوئے کہ نماز میں مشغول ہوں تو جبرئیلؑ نے کہا اس وقت نماز جائز نہیں (معلوم ہو کہ یہاں نماز سے مراد نماز نافلہ ہے چونکہ نبی و امام کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز فریضہ کو افطار سے پہلے پڑھتے ہیں) ابھی خدیجہؑ کے گھر جائیں اور ان کے ساتھ شب باش ہوں کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اس رات آپؐ کی نسل سے ذریت طیبہ کو خلق فرمائے۔ پس آپؐ جناب خدیجہؑ کے گھر روانہ ہوئے۔ جناب خدیجہؑ کہتی ہیں۔ میں تنہائی سے مانوس ہو چکی تھی۔ جب رات ہوتی تو میں دروازہ بند کر کے پردے لٹکا دیتی اور نماز پڑھ کر اپنے بستر پر لیٹ جاتی اور چراغ خاموش کر دیتی۔ اس رات میں سو رہی تھی کہ دق الباب کی آواز سنی تو میں نے پوچھا اس در کو کھٹکھٹانے والا کون ہے کہ جسے محمدؐ کے علاوہ کسی کو کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہؑ دروازہ کھولو میں محمدؐ ہوں۔ جب میں نے آنحضرتؐ کی صدائے فرح افزا سنی تو اٹھ کر دروازہ کھولا۔ آنحضرتؐ کی عادت یہ تھی کہ جب آپؐ سونے کا ارادہ کرتے تو پانی منگواتے تجدید وضو کرتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر بستر پر جاتے۔ لیکن اس رات آپؐ نے ان میں سے کوئی کام بھی نہ کیا بلکہ میرے ہمراہ آرام فرمانا پسند کیا۔ اس کے بعد میں نے نور فاطمہؑ اپنے شکم میں محسوس کیا۔

جناب سیدہؑ کی ولادت باسعادت کی کیفیت اس طرح ہے کہ شیخ صدوقؒ نے سند معتبر کے ساتھ مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ جناب فاطمہؑ کی ولادت کس طرح ہوئی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب خدیجہؑ نے رسالت مآبؐ سے تزویج کر لی تو مکہ کی عورتوں نے اس عداوت کی بنا پر جو انہیں آنحضرتؐ سے تھی خدیجہؑ سے دوری اختیار کر لی۔ وہ ان کو سلام نہیں کرتی تھیں اور کسی عورت کو ان کے پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔ پس خدیجہؑ کو اس وجہ سے بہت وحشت ہوئی لیکن زیادہ غم والم خدیجہؑ کا حضرت رسولؐ کے متعلق تھا کہ کہیں سخت عداوت کی بنا پر انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جب حضرت فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں تو فاطمہؑ شکم مادر میں ان سے باتیں کرتیں اور ان کی مونس ہوتیں اور انہیں صبر کی تلقین کرتیں۔ حضرت خدیجہؑ اس حالت کو حضرت رسالتؐ سے پنہاں رکھتیں۔ پس ایک دن حضرتؐ گھر میں آئے تو سنا کہ خدیجہؑ کسی سے باتیں کر رہی ہیں لیکن ان کے پاس کسی کو نہ دیکھا تو فرمایا اے خدیجہؑ تم کس سے باتیں کر رہی تھیں جنابؑ

خدیجہؑ نے عرض کیا جو فرزند میرے شکم میں ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میرا مونس و مددگار ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ بچہ بیٹی ہے اور یہ طاہرہ و بابرکت ہے۔ خداوند عالم میری نسل اس سے چلائے گا اور اس کی نسل سے آئمہ اور دین کے پیشوا خلق ہوں گے اور خداوند عالم وحی کے ختم ہونے کے بعد زمین میں انہیں اپنا خلیفہ قرار دے گا۔ جناب خدیجہؑ اسی حالت میں رہیں۔ یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ کی ولادت قریب ہوئی۔ جب جناب خدیجہؑ نے درد زہ محسوس کیا تو قریش کی عورتوں اور فرزندان ہاشم کی طرف کسی کو بھیجا تاکہ وہ ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ تو نے ہماری نافرمانی کی اور ہماری بات قبول نہیں کی اور یتیم کی بیوی بنی کہ جو فقیر ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے۔ لہٰذا ہم تیرے گھر نہیں آتے اور تیرے معاملات پر توجہ نہیں کرتے۔ جب جناب خدیجہؑ نے ان کا پیغام سنا تو بہت غمناک ہوئیں۔ اسی اثنا میں اچانک دیکھا کہ چار گندم گون بلند قامت عورتیں ان کے پاس آئیں جو بنی ہاشم کی عورتوں سے شباہت رکھتی تھیں خدیجہؑ انہیں دیکھ کر ڈر گئیں تو ان میں سے ایک نے کہا ڈرو نہیں ہم خدا کی طرف سے تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہم تمہاری مدد کریں گے۔ میں سارہ زوجہ ابراہیمؑ اور دوسری آسیہ بنت مزاحم ہیں جو جنت میں تمہاری ساتھی ہوں گی۔ تیسری مریم بنت عمران ہیں اور چوتھی کلثوم موسیٰ بن عمران کی بہن ہیں۔ خداوند عالم نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ ولادت کے وقت تمہارے پاس رہیں اور اس حالت میں تمہاری معاون و مددگار رہیں۔ پس ان میں سے ایک جناب خدیجہؑ کی دائیں طرف بیٹھ گئی۔ دوسری بائیں طرف۔ تیسری سامنے اور چوتھی پس پشت پس جناب فاطمہؑ پاک و پاکیزہ متولد ہوئیں۔ آپؑ کے نور سے مکہ کے مکانات روشن ہو گئے اور مشرق و مغرب کا کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس نور سے منور نہ ہوا ہو۔ اور حور العین میں سے دس حوریں اس گھر میں آئیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق اور طشت تھا اور ان کے ابریق کوثر کے پانی سے پُر تھے۔ پس وہ خاتون جو جناب خدیجہؑ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے جناب فاطمہؑ کو اٹھایا اور کوثر کے پانی سے غسل دیا اور دو سفید کپڑے نکالے جو دودھ سے زیادہ سفید تھے اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار۔ فاطمہؑ کو ان میں سے ایک میں لپیٹ دیا اور دوسرا اوپر اوڑھا دیا۔ اس کے بعد فاطمہؑ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنَّ بَعْلِیْ سَیِّدُ الْاَوْلِیَاءِ وَوُلْدِیْ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ پھر ان عورتوں میں سے ہر ایک کو سلام کیا اور ہر ایک کو ان کے نام کے ساتھ پکارا پس وہ عورتیں خوش ہوئیں اور جنت کی حوریں ہنسنے لگیں اور اس سیدہ زنان عالمیان کی ولادت کی ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور آسمان میں ایک نور کی روشنی ہویدا ہوئی کہ اس سے پہلے ایسا نور نہیں دیکھا گیا تھا۔ پھر ان عورتوں نے جناب خدیجہؑ سے خطاب کیا اور کہا لیجیے اس دختر نیک اختر کو جو طاہرہ و مطہرہ ہے اور پاکیزہ و بابرکت ہے۔ خدا نے اسے اور اس کی نسل کو برکت دی ہے۔ پس شاد و خوشحال ہو کر جناب خدیجہؑ نے سیدہ کو لیا اور انہیں دودھ پلانے لگیں۔ جناب فاطمہؑ ایک دن میں اتنا بڑھتیں کہ جتنا باقی بچے ایک مہینہ میں بڑھتے اور مہینہ میں اتنا بڑھتیں کہ باقی بچے جتنا سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

دوسری فصل

آپؑ کے اسمائے گرامی اور دیگر فضائل کے بیان میں

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ یونس بن ظبیان سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک جناب فاطمہؑ کے نو نام ہیں۔ فاطمہ۔ صدیقہ۔ مبارکہ، زکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ۔ محدثہ۔ زہرا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ فاطمہ کا کیا معنی ہے۔ یونس کہتا ہے میں نے عرض کیا میرے آقا مجھے اس کے معنی بتایئے۔ حضرت نے فرمایا فُطِمَتْ مِنَ الشَّرِّ یعنی برائیوں سے بچائی گئی ہیں۔ پھر فرمایا امیرالمومنینؑ کے علاوہ روئے زمین پر کوئی ان کی کفو ونظیر نہ تھا۔ نہ آدم نہ ان کی اولاد میں سے کوئی۔ علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کے ترجمہ کے ذیل میں فرمایا ہے کہ صدیقہ کا معنی معصومہ ہے اور مبارکہ کا معنی علم وفضل کمالات ومعجزات اور اولاد کرام میں بابرکت ہونا ہے۔ طاہرہ یعنی نقائص سے پاک۔ زکیہ یعنی کمالات وخیرات میں نشوونما پانے والی۔ راضیہ یعنی قضاء الٰہی پر راضی۔ مرضیہ یعنی پسندیدہ خدا ودوستان خدا۔ محدثہ یعنی فرشتے ان کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ زہرا یعنی نور صورت ومعنی دونوں کے اعتبار سے۔ یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ پیغمبر آخر الزمانؐ کے علاوہ تمام انبیاء واوصیاء سے افضل ہیں۔ بلکہ بعض نے تو جناب سیدہؑ کی افضلیت پر بھی استدلال کیا ہے۔ (انتہی)

احادیث متواترہ طرق خاصہ وعامہ میں روایت ہے کہ آنجناب کو فاطمہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ حق تعالیٰ نے انہیں اور ان کے شیعوں کو جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ فاطمہؑ کو آپؐ کس وجہ سے بتول کہتے ہیں۔ فرمایا چونکہ جو خون دوسری عورتیں دیکھتی ہیں وہ نہیں دیکھتیں اور انبیاء کی بیٹیوں میں خون دیکھنا اچھی بات نہیں۔

اور شیخ صدوق نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ کسی سفر سے پلٹ کر آتے تو پہلے جناب فاطمہؑ کے گھر میں جاتے اور کچھ دیر وہاں رہتے اور پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔ پس آپؐ کے ایک سفر کے موقع پر جناب فاطمہؑ نے چاندی کے دو کنگن، ایک گلوبند اور گوشوارے بنوائے اور ایک پردہ گھر کے دروازے پر لٹکایا۔ جب آپؐ واپس آئے تو فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور اصحاب دروازے پر کھڑے رہے۔ جب آپؐ گھر کے اندر گئے اور یہ حالت فاطمہؑ کے گھر میں دیکھی تو ملال کی حالت میں باہر آئے اور مسجد میں منبر کے پاس جاکر بیٹھ گئے۔ جناب فاطمہؑ سمجھ گئیں کہ حضرتؐ ان زینتوں کی وجہ سے ملول ہوئے ہیں۔ پس آپؑ نے کنگن، گلوبند، گوشوارے اور پردے اتار کر سب آپؐ کی خدمت میں بھیج دیئے اور جس کے ہاتھ بھیجے اس سے کہا کہ حضرتؐ سے کہنا کہ آپؐ کی بیٹی سلام کہہ رہی ہے اور کہتی ہے کہ انہیں راہِ خدا میں دے دیجئے۔ جب وہ چیزیں حضرتؐ کے پاس لائی گئیں، تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ فاطمہؑ نے وہ کچھ کیا جو میں چاہتا تھا۔ اس کا باپ اس پر قربان جائے۔ دنیا محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لیے نہیں۔ اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے برابر قدر رکھتی تو کافر

کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ اور جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے۔

شیخ مفید اور شیخ طوسی نے طریق عامہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ فاطمہؑ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے اس نے مجھے خوش کیا ہے اور جو اس کو ناراض کرے اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ فاطمہؑ سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ شیخ طوسی نے عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بات کرنے میں رسولِ خداؐ کے ساتھ فاطمہؑ سے زیادہ شباہت رکھتا ہو۔ جب فاطمہؑ رسولؐ کے پاس آتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب حضرت فاطمہؑ کے گھر جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور ان کا استقبال کرتیں۔ مرحبا کہتیں اور آنحضرتؐ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتیں۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ام ایمن نے قسم کھائی کہ اب میں مدینہ میں نہ رہوں گی۔ کیونکہ وہ جناب سیدہؑ کی مسند کو خالی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ پس وہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئیں ایک جگہ انہیں سخت پیاس لگی جب وہ پانی سے مایوس ہوئیں تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عرض کیا خداوندا میں فاطمہؑ کی کنیز ہوں کیا تو مجھے پیاس سے ہلاک کرے گا۔ پس باعجاز فاطمہؑ پانی کا ایک ڈول آسمان سے ان کے لیے اترا۔ جب انہوں نے اس میں سے پانی پیا تو سات سال برابر کھانے پینے کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی۔ لوگ سخت گرمی کے دنوں میں انہیں کاموں کے لیے بھیجتے لیکن انہیں پیاس نہ لگتی۔

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ کو قرض کی ضرورت ہوئی آپ نے جناب فاطمہؑ کی چادر ایک یہودی کے پاس کہ جس کا نام زید تھا رہن رکھی۔ وہ چادر ریشم کی تھی۔ کچھ جو قرض لیے اور وہ یہودی چادر اپنے گھر لے گیا اور ایک کمرے میں رکھ دی۔ جب رات ہوئی تو اس یہودی کی بیوی اس کمرے میں گئی تو اس نے چادر سے ایسا نور ساطع ہوتے دیکھا کہ جس نے تمام کمرے کو روشن کر رکھا تھا۔ جب اس عورت نے یہ عجیب و غریب چیز دیکھی تو اپنے شوہر کے پاس آئی اور اس سے یہ بات بیان کی۔ اس یہودی کو بھی تعجب ہوا اور وہ یہ بھول گیا کہ جناب فاطمہؑ کی چادر اس کے گھر میں ہے۔ پس وہ جلدی سے اس کمرے میں گیا تو دیکھا کہ اس خورشیدِ فلک عصمت کی چادر کی شعاع نے بدرِ منیر کی طرح اس گھر کو روشن کر رکھا ہے۔ یہودی نے جب یہ دیکھا تو اس کا تعجب اور زیادہ ہوا۔ پس وہ یہودی اور اس کی بیوی اپنے عزیزوں کی طرف دوڑے اور ان میں سے اسی افراد جمع ہوئے اور جناب فاطمہؑ کی چادر کی شعاع کی برکت سے سب نورِ اسلام سے منور ہوئے۔

قرب الاسناد میں سند معتبر کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ جو خدمت گھر کے باہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ پانی لکڑیاں وغیرہ وہ حضرت علیؑ بجا لائیں اور جس خدمت کا تعلق اندرونِ خانہ سے ہے۔ چکی پیسنا، روٹی پکانا اور جھاڑو دینا وغیرہ وہ حضرت فاطمہؑ کے ذمہ ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام حسنؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ شب جمعہ میری والدہ

فاطمہ محراب عبادت میں کھڑی ہوتیں اور عبادتِ خدا میں مشغول رہتیں اور ساری رات رکوع و سجود و قیام و دعا کرتی رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہوتی۔ میں نے سنا کہ وہ ہمیشہ مومنین و مومنات کے لیے نام لے لے کر بہت دعا کرتیں۔ میں نے کہا والدہ گرامی آپ اپنے لیے کیوں نہیں دعا کرتیں جیسا کہ دوسرے لوگوں کے لیے دعا کرتی ہیں۔ فرمایا یا بنی الجار ثم الدار۔ اے بیٹا پہلے ہمسایہ کا بھلا چاہیے پھر اپنا۔

ثعلبی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور دیکھا کہ فاطمہؑ نے جل شتر کا لباس پہن رکھا ہے اور اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی ہیں اور اسی حالت میں اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں۔ جب آپؐ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا، بیٹی آج دنیا کی تلخیاں برداشت کرو۔ کل آخرت کی حلاوتیں تمہارے لیے ہوں گی۔ فاطمہؑ نے عرض کیا۔ اے رسول خداؐ میں خدا کی نعمتوں اور اس کی کرامتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اس پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنی خداوند عالم قیامت کے دن اتنا تجھے دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اور حسن بصری سے منقول ہے۔ کہتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ اس اُمت میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھیں۔ وہ عبادت خدا میں اتنی دیر کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ جب پیغمبر اکرمؐ نے ان سے پوچھا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر چیز کیا ہے۔ تو فاطمہؑ نے فرمایا یہ کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے۔ آپؐ نے اپنی نورِ چشم کو سینے سے لگایا اور فرمایا: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ یہ ذریت بعض دوسرے سے بعض ہے۔

اور حلیۃ الاولیاء میں ابونعیم سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اتنی چکی پیسی کہ ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور چکی چلاتے چلاتے ان کے دستہائے مبارک میں گٹے پڑ گئے۔ شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی سبزی خرفہ (قلفہ) کے ساگ سے زیادہ نفع مند نہیں ہے اور وہ جناب فاطمہؑ کا ساگ ہے۔ پھر فرمایا خدا کی لعنت بنی امیہ پر کہ انہوں نے خرفہ کو بقلۃ الحمقاء کا نام دیا ہے، اس بغض و عداوت کے سبب جو انہیں ہم سے اور جناب فاطمہؑ سے ہے۔

سید فضل اللہ راوندی نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا شخص نے جناب فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو فاطمہؑ پردے میں چلی گئیں۔ پیغمبر خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا تم نے اپنے آپ کو کیوں چھپایا حالانکہ یہ نابینا شخص تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔ عرض کیا، وہ مجھے نہیں دیکھتا میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔ اگر میں پردہ میں نہ ہوتی تو وہ میری خوشبو کا استشمام کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

نیز روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرمؐ نے صحابہ سے عورت کی حقیقت و ماہیت کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ عورت مستور ہے۔ فرمایا کس وقت عورت خدا کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔ اصحاب جواب نہ دے سکے۔ جب جناب فاطمہؑ

نے یہ سنا تو عرض کیا کہ عورت سب سے زیادہ خدا کے نزدیک اس وقت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر ہو اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ حضرتؐ نے فرمایا بیشک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اس مخدرہ کے فضائل و مناقب اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں بیان ہوں۔ چونکہ ہم مختصر لکھ رہے ہیں۔ اسی پر اکتفا کرتے ہیں جو برکتیں اس بی بی کے سبب ہم تک پہنچی ہیں وہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک تو تسبیح فاطمہؑ مشہور ہے کہ جس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور جو شخص اس تسبیح پر مداومت کرے وہ شقی و بدعاقبت نہیں ہوگا اور حضرت صادقؑ کے نزدیک ہر نماز کے بعد اس کا پڑھنا ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور زیادہ مشہور طریقہ اس کا یہ ہے۔ چونتیس مرتبہ اللہ اکبر تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ جس کا مجموعہ ایک دعائے نور ہے جو اس بی بی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا اگر چاہتے ہو کہ تمہیں کبھی بخار نہ آئے تو اس کی مداومت کرو اور اسے کبھی ترک نہ کرو اور وہ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرُ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ مُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ وَ اَنْزَلَ النُّوْرَ عَلَى الطُّوْرِ فِيْ كِتَابٍ مَسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ بِقَدَرٍ مَقْدُوْرٍ عَلٰى نَبِيٍّ مَحْبُوْرٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ بِالْعِزِّ مَذْكُوْرٌ وَبِالْفَخْرِ مَشْهُوْرٌ وَعَلَى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ مَشْكُوْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ۔

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں جب یہ دعا میں نے جناب فاطمہؑ سے سیکھی تو خدا کی قسم میں نے وہ دعا مکہ و مدینہ کے لیے ایک ہزار سے زیادہ افراد کو سکھائی جو بخار میں مبتلا تھے۔ ان سب کو شفا حاصل ہوئی۔ ایک ان مخدرہ کی نماز استغاثہ ہے کہ جس کے متعلق روایت ہے کہ جب تمہیں خدا کے دربار میں کوئی حاجت ہو اور تمہارا سینہ اس سے تنگ ہو تو دو رکعت نماز پڑھو جب سلام پھیرو تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہو اور تسبیح حضرت فاطمہؑ پڑھو پھر سجدہ میں جا کر سو مرتبہ کہو یَا مَوْلَاتِیْ یَا فَاطِمَۃُ اَغِیْثِیْنِیْ پھر دایاں رخسار زمین پر رکھ کر یہی کلمات سو مرتبہ کہو پھر سر سجدہ میں رکھ کر سو مرتبہ کہو پھر بایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ یہی کہو پھر سر سجدہ میں رکھ کر ایک سو دس ۱۱۰ مرتبہ کہو اور اپنی حاجت بیان کرو انشاء اللہ خدا تمہاری حاجت پوری کرے گا اور ایک چیز محدث فیض نے خلاصۃ الاذکار میں نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے جب میں بستر بچھا چکی تھی اور سونا چاہتی تھی تو فرمایا اے فاطمہؑ اس وقت تک نہ سویا کرو جب تک چار عمل بجا نہ لاؤ۔ قرآن ختم کرو۔ انبیاء کو اپنا شفیع قرار دو۔ مومنین کو اپنے سے خوش کرو اور حج و عمرہ بجا لاؤ۔ یہ فرما کر آپؐ نے نماز شروع کر دی۔ میں رک گئی یہاں تک کہ آپؐ نے نماز تمام کی تو میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ آپؐ نے ایسے چار امور کا مجھے حکم دیا ہے کہ جن کے بجا لانے کی میں اس وقت قدرت نہیں رکھتی۔ آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: "جب تم تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ

اَحَدٌ پڑھ لو تو گویا قرآن ختم کر لیا ہے اور جب مجھ پر اور مجھ سے پہلے گزشتہ انبیاء پر صلوات بھیجو تو ہم قیامت کے دن تمہارے شفیع ہو جائیں گے۔ اور جب مومنین کے لیے استغفار کرو تو وہ سب تم سے خوش ہو جائیں گے اور جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہو تو گویا حج و عمرہ بجا لائی ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے شیخ (استاد) نے مستدرک میں فرمایا ہے کہ ہمارے معاصرین اہل سنت نے کتاب خلاصۃ الکلام فی امر البلد الحرام میں یہ دعا بعض عارفین سے نقل کی ہے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْکَعْبَۃِ وَبَانِیْھَا وَفَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا نَوِّرْ بَصَرِیْ وَبَصِیْرَتِیْ وَسِرِّیْ وَسَرِیْرَتِیْ بِتَحْقِیْق۔ یہ دعا آنکھوں کی بینائی کے لیے مجرب ہے اور جو شخص سرمہ لگاتے وقت یہ دعا پڑھے خداوند عالم اس کی آنکھوں کو روشنی بخشے گا اور نورانی کرے گا۔

تیسری فصل

اس مخدرہ کی وفات کا بیان صلوٰت اللہ علیہا و ابیہا و بعلہا و بنیہا

یاد رہے کہ سیدہ طاہرہ کی وفات کے سلسلہ میں بہت اختلاف ہے۔ احقر کے نزدیک آپؑ کی وفات تین جمادی الثانیہ کو ہوئی ہے جیسا کہ علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے۔ میرے پاس اس کے کئی دلائل ہیں۔ مگر ان کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہر کیف پدر بزرگوار کے بعد آپ پچانوے دن زندہ رہیں اگرچہ یہ بھی روایت ہے کہ وہ مخدرہ باپ کے بعد پچھتر دن دنیا میں زندہ رہیں۔ بہتر ہے کہ دونوں طریق پر اس بی بی کی مصیبت و عزاداری قائم کی جائے جیسا کہ آج کل معمول ہے۔ بہر حال آپؑ اپنے والد کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہیں اور ہمیشہ نالاں و گریاں رہیں۔ اس تھوڑی سی مدت میں اتنی اذیت آپؑ کو پہنچی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اگر کوئی شخص ان کلمات پر غور کرے جو امیر المومنینؑ نے جناب فاطمہؑ کے دفن کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی قبر کو مخاطب کر کے کہے ہیں تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس مخدرہ پر کتنے صدمے گزرے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَظَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ فَكَمْ مِنْ غَلِيْلٍ مُعْتَلِجٍ بِصَدْرِهَا لَمْ تَجِدْ اِلٰى بَثِّهٖ سَبِيْلًا وَسَتَقُوْلُ وَيَحْكُمُ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ رسول اکرمؐ سے عرض کر رہے ہیں کہ بہت جلدی آپؐ کی صاحبزادی آپؐ کو بتائیں گی کہ آپؐ کی امت نے انؑ پر میرے حق کے غصب کرنے اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی کتنی مدد کی۔ پس اس سے اصرار کر کے حالات پوچھیے کیونکہ دل کو جلانے والے کتنے غم فاطمہؑ کو پہنچائے گئے ہیں۔ ان کا وہ کسی سے اظہار بھی نہیں کر سکتی تھیں! اور بہت جلد وہ سب کچھ آپ کے سامنے بیان کریں گی۔ خدا اس کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہتر حکم کرنے والا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ زیادہ گریہ کرنے اور رونے والے پانچ اشخاص گزرے ہیں آدمؑ یعقوبؑ یوسفؑ۔ فاطمہؑ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ ابن الحسینؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ جناب آدمؑ فراق جنت میں اتنا روئے کہ ان کے رخساروں پر رونے سے دو لکیریں پڑ گئی تھیں اور یعقوبؑ یوسفؑ کے فراق میں اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان سے کہا۔ خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسفؑ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ قریب ہے کہ آپؑ اپنے آپؑ کو مریض اور اپنے بدن کو غم میں گھلا دیں گے یا ختم ہو جائیں گے اور یوسفؑ یعقوبؑ کی جدائی میں اتنا روئے کہ اس قید خانے کے لوگ جس میں جناب یوسفؑ قید تھے ان کے رونے سے اذیت و تکلیف میں تھے۔ وہ کہتے تھے رات کو گریہ کرو اور دن کے وقت خاموش رہو یا دن کو گریہ کرو اور رات کو خاموش رہو۔ پس آپ نے ان سے مصالحت کی کہ ان میں سے ایک وقت روئیں گے اور دوسرے میں خاموش رہیں گے۔ اور جناب فاطمہ علیہا السلام اپنے باپ رسولِ خدا کی وفات پر اتنا روئیں کہ آپ کے رونے سے اہلِ مدینہ پریشان رہنے لگے اور کہنے لگے آپؑ کے زیادہ رونے سے ہمیں بہت دکھ پہنچتا ہے۔ پس وہ بی بی

مقبرہ شہداء احد میں چلی جاتی تھیں اور جتنا چاہتیں گریہ کرتیں اور پھر مدینہ واپس آجاتیں۔ باقی رہے علیؑ بن الحسینؑ علیہ السلام تو وہ اپنے باپ کی مصیبت پر بیس سال تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال تک روتے۔ کبھی آپؑ کے سامنے کھانا نہیں رکھا گیا کہ آپؑ نے گریہ نہ کیا ہو اور کبھی پانی نہیں پیا کہ روئے نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپؑ کے ایک آزاد کردہ غلام نے حضرت سے عرض کیا میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں اے فرزندِ رسولؐ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپؑ رو رو کر اپنے آپ کو ختم نہ کر دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اپنی مصیبت کی شکایت خدا سے کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے اس چیز کو جانتا ہوں کہ جسے تم لوگ نہیں جانتے۔ یاد رکھو کہ میں اولادِ فاطمہؑ کی شہادت کو جب یاد کرتا ہوں تو گریہ میرا گلوگیر ہو جاتا ہے۔

شیخ طوسیؒ نے ابن عباس سے سندِ معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو ریش مبارک پر جاری ہوئے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی اولاد پر اور جو کچھ میری امت کے برے لوگ میری وفات کے بعد ان سے سلوک کریں گے، اس پر روتا ہوں گویا میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ لوگ میری وفات کے بعد اس پر ظلم کر رہے ہیں اور وہ (یَا اَبَتَاہُ) اے بابا کہہ کر پکارتی ہے اور میری امت میں سے کوئی شخص اس کی مدد نہیں کرتا۔ جب فاطمہؑ نے یہ بات سنی تو رونے لگیں۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری بیٹی گریہ نہ کرو۔ عرض کیا بابا میں اس پر نہیں روتی کہ آپؐ کے بعد یہ لوگ مجھ سے کیا سلوک کریں گے بلکہ میں تو آپؐ کی جدائی پر گریہ کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: "بیٹی تمہیں بشارت ہو کہ تم جلدی مجھ سے آملو گی اور تم میرے اہلِ بیتؑ کی پہلی فرد ہو جو مجھ سے آکر ملحق ہو گی۔

کتاب روضۃ الواعظین وغیرہ میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہؑ سخت بیمار ہوئیں۔ ان کی بیماری نے چالیس دن تک طول کھینچا۔ جب آپؑ نے اپنی وفات کو محسوس کیا تو ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو بلایا اور انہیں بھیجا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کو بلا لائیں۔ جب حضرت امیرالمومنینؑ تشریف لائے تو عرض کیا کہ اے پسرِ عم (چچا کے بیٹے) آسمان سے مجھے میری وفات کی خبر آپہنچی ہے اور میں سفرِ آخرت کرنے والی ہوں۔ آپؑ کو چند چیزوں کے متعلق وصیت کرتی ہوں جو میرے دل میں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی جو چاہو وصیت کرو۔ پس آپؑ ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور جو کوئی اس حجرے میں تھا اسے باہر بھیج دیا۔ پھر عرض کیا اے پسرِ عم کبھی آپؑ نے مجھے دروغگو اور خائن نہیں پایا ہو گا۔ اور جس دن سے آپؑ نے مجھ سے معاشرت کی ہے میں نے آپؑ کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ حضرتؑ نے فرمایا معاذ اللہ تم خدا کو زیادہ پہچانتی ہو، زیادہ نیکوکار، پرہیزگار اور زیادہ کریم ہو اور تم تو خدا سے بہت زیادہ ڈرتی ہو اس سے کہ میں تمہیں اپنی خلاف ورزی پر سرزنش کروں۔ تمہاری جدائی مجھ پر بہت گراں ہے لیکن موت ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے کوئی چارہ نہیں۔ خدا کی قسم تم نے میرے لیے رسولِ خداؐ کی مصیبت کو تازہ کر دیا اور تمہاری جدائی میرے لیے عظیم مصیبت ہے۔ پس ہم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہی کہہ سکتے ہیں۔ اس مصیبت پر جو زیادہ تکلیف پہنچانے والی، زیادہ جلانے والی اور مجھے محزون کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم یہ ایسی

مصیبت ہے کہ جس پر کوئی تسلی دینے والا نہیں اور ایسی بڑی مصیبت ہے کہ جس کا کوئی عوض نہیں۔ پس کچھ دیر تک دونوں روتے رہے۔ پھر حضرت امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا جو چاہو وصیت کرو اور جو کچھ کہوگی میں اس پر عمل کرونگا اور تمہارے معاملہ کو اپنے معاملہ پر ترجیح دوں گا۔ جناب فاطمہؑ نے عرض کیا خدا آپؑ کو جزائے خیر دے۔ اے رسول خداؐ کے پسرِ عم میں آپؑ کو پہلی وصیت یہ کرتی ہوں کہ میرے بعد اُمامہ کے ساتھ عقد کرنا کیونکہ مرد کے لیے بیوی کے بغیر چارہ کار نہیں۔ وہ میری اولاد کے لیے میری طرح ہوگی۔ پھر عرض کیا میرے لیے تابوت بنانا۔ میں نے ملائکہ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے تابوت کی شکل میرے لیے بنائی ہے۔ آپؑ نے فرمایا اس کی شکل وصورت بیان کرو۔ سیدہؑ نے بیان کیا اور آپؑ نے وہ تابوت جناب سیدہؑ کے لیے بنایا۔ یہ پہلا تابوت تھا جو زمین پر ان کے لیے بنایا گیا۔ فرمایا مزید آپؑ کو وصیت کرتی ہوں کہ ان لوگوں میں سے کسی ایک کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا اور میرا حق غصب کیا ہے کیونکہ وہ میرے اور رسولؐ کے دشمن ہیں اور ان میں سے اور ان کے پیروکاروں میں سے کسی ایک کو میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے دینا اور مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور کشف الغمہ وغیرہ میں روایت ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کی وفات قریب آئی تو آپؑ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تاکہ میں غسل کروں۔ پس آپؑ نے وضو کیا اور ایک روایت ہے کہ بہترین طریقے سے غسل کیا اور خوشبو منگوا کر لگائی۔ نیا لباس منگوا کر پہنا اور فرمایا اے اسماء میرے والدؐ کی وفات کے وقت جبریل چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے۔ حضرتؐ نے اسے تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا تھا۔ ایک میرے لیے اور ایک حصہ علیؑ کے لیے۔ وہ کافور لے آؤ تاکہ مجھے اس سے حنوط کریں۔ جب وہ کافور لے آئی تو فرمایا اسے میرے سرہانے رکھ دو۔ پھر آپؑ نے اپنے پاؤں قبلہ کی طرف دراز کیے اور لیٹ گئیں اور اوپر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا اے اسماء ایک لحظہ صبر کرنا۔ پھر مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں تو علیؑ کو بلانا، اور سمجھ لینا کہ میں اپنے پدر عالی قدر کے پاس چلی گئی ہوں۔ اسماء نے کچھ دیر توقف کیا اس کے بعد اس مخدرہ کو آواز دی تو جواب نہ ملا۔ پس کہنے لگی اے مصطفےٰؐ کی بیٹی! اے اولادِ آدم میں سے بہترین کی شہزادی۔ اے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین کی بیٹی۔ اے اس کی بیٹی جو شب معراج قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر پہنچا۔ جب کوئی جواب نہ آیا آپؑ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ کیا دیکھتی ہیں کہ روح پرفتوح ریاض جناں کی طرف پرواز کر چکی ہے۔ پس وہ ان کے بوسے لیتی تھی اور کہتی تھی کہ جب رسول خداؐ کی خدمت میں جاؤ تو اسماء بنت عمیس کا سلام عرض کرنا۔ اس اثناء میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ گھر میں داخل ہوئے اور کہنے لگے اے اسماء اس وقت ہماری ماں کیوں سوئی ہوئی ہیں۔ اسماء نے عرض کیا سوئی ہوئی نہیں بلکہ وہ تو رحمت رب الارباب میں جا پہنچی ہیں۔ پس امام حسنؑ نے اپنے آپ کو ماں کے اوپر گرا دیا اور ان کے چہرہ انور کے بوسے لینے لگے اور کہتے کہ اے مادرِ گرامی مجھ سے بات کریں۔ اس سے پہلے کہ میری روح بدن سے نکلے اور امام حسینؑ ماں کے پاؤں پر گرے۔ بوسے لیتے تھے اور کہتے مادرِ گرامی! میں آپؑ کا بیٹا حسینؑ ہوں مجھ سے بات کریں ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ پس اسماء نے کہا اے رسولِ خداؐ کے جگر گوشوں

جاؤ اور اپنے پدر گرامی کو بلا لاؤ اور ماں کی موت کی خبر انہیں سناؤ۔ پس شہزادے گھر سے باہر نکلے جب مسجد کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے رونے لگے۔ صحابہ ان کے استقبال کو دوڑے اور کہنے لگے آپ کس لیے روتے ہیں۔ رسول خداؐ کے فرزندو خدا تمہاری آنکھوں کو کبھی نہ رلائے کیا نانا کی جگہ خالی دیکھ کر ان کی ملاقات کے شوق میں رونے لگے ہو۔ شہزادے کہنے لگے ہماری ماں نے دنیا سے کوچ کیا ہے۔ جب حضرت امیرالمومنینؑ نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو آپ صدمہ سے بیہوش ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا تو آپ ہوش میں آئے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بعد اپنے آپ کو کس سے تسلی دوں گا پس اس مخدرہ کی مصیبت میں یہ دو اشعار کہے۔

لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ　　وکل الذی دون الفراق قلیل

(فاطمۃ بعد احمد)

وان افتقادی واحد ابعد واحد　　دلیل علی ان لا یدوم خلیل

(یعنی ہر دو دوستوں کا اجتماع جدائی پر جا کر ختم ہوتا ہے اور ہر مصیبت جدائی اور موت کے مقابلہ میں کم ہے۔ رسالتمآبؐ کے بعد فاطمہؑ کا چلا جانا میرے لیے دلیل ہے کہ کوئی دوست باقی نہیں ہوتا۔)

روضۃ الواعظین کی روایت کے مطابق جب جناب فاطمہؑ کی وفات کی خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو مرد اور عورتیں اس مخدرہ کی مصیبت میں رونے لگے۔ نالہ و شیون مدینہ کے گھروں سے بلند ہوا اور لوگ آنحضرتؐ کے گھر کی طرف دوڑے۔ بنی ہاشم کی عورتیں آپ کے گھر میں جمع ہو گئیں اور قریب تھا کہ ان کے گریہ و زاری سے مدینہ لرزنے لگے۔ وہ اے سیدہ! اے عورتوں کی سردار، اے پیغمبر آخرالزماںؐ کی شہزادی کہہ کہہ کر آپ کو پکارتی تھیں۔ لوگ گروہ در گروہ تعزیت کے لیے حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آنے لگے۔ حضرتؑ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے حسنینؑ بیٹھے رو رہے تھے اور لوگ ان کے رونے سے روتے تھے۔ جناب ام کلثومؑ رسول خداؐ کی قبر کے پاس آئیں اور ان کی ہچکی بندھ گئی۔ وہ کہتی تھیں اے بابا، اے رسول خداؐ آپ کی مصیبت ہمارے لیے تازہ ہو گئی گویا آپ آج ہی دنیا سے گئے ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کو اپنے پاس لے گئے ہیں۔ لوگ جمع تھے اور رو رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جنازہ باہر آئے گا۔ پس حضرت ابوذرؓ باہر آئے اور کہنے لگے جنازہ کے باہر آنے میں تاخیر ہے۔ یہ سن کر لوگ منتشر ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور لوگ سو گئے تو جنازہ باہر لایا گیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ، حسنؑ، حسینؑ، عمار، مقداد، عقیل، زبیر، سلمان، بریدہ اور بنی ہاشم کے ایک گروہ اور آنحضرتؐ کے خواص نے جناب فاطمہؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور اسی رات انہیں دفن کر دیا گیا۔ حضرت امیرؑ نے ان کی قبر کے گرد سات اور قبریں بنا دیں تاکہ لوگ یہ معلوم نہ کر سکیں کہ اس مخدرہ کی قبر کونسی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مزید چالیس قبروں پر آپ نے پانی چھڑکا تاکہ اس مظلومہ کی قبر ان میں مشتبہ ہو جائے اور ایک روایت ہے کہ ان کی قبر کی زمین ہموار کر دی تاکہ علامت قبر معلوم نہ ہو سکے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ آپ کی قبر انہیں معلوم نہ ہو اور سیدہ کی قبر پر نماز نہ پڑھیں اور آپ کی قبر اکھاڑنے کا خیال

ل میں نہ لائیں۔ اسی وجہ سے آپؑ کے مقام قبر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں قبور آئمہ علیہم السلام کے پاس بقیع میں ہے اور بعض کہتے ہیں حضرت رسالت مآبؐ کی قبر اور ان کے منبر کے درمیان مدفون ہیں کیونکہ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے بعض کہتے ہیں کہ انہیں ان کے گھر ہی میں دفن کیا گیا۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ روایت صحیح اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے علما نے روایت کی ہے کہ جب اس مخدرہ کو قبر میں رکھنے لگے تو قبر سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے جو رسول خداؐ کے ہاتھوں سے مشابہ تھے۔ انہوں نے اس بی بی کو لے کر قبر میں رکھ دیا۔

اور شیخ طوسیؒ اور کلینی نے معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؑ اور امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب فاطمہؑ بیمار ہوئیں تو امیرالمومنینؑ سے وصیت کی کہ ان کی بیماری کو پوشیدہ رکھیں اور لوگوں کو ان کے حالات سے مطلع نہ کریں۔ اور کسی کو ان کی بیماری سے آگاہ نہ ہونے دیں۔ پس حضرتؑ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خود ان کی تیمار داری میں لگے رہے اور اسماء بنت عمیس ان امور میں حضرتؑ کی معاون رہیں اور اس مدت میں لوگوں سے ان کے حالات کو چھپائے رہیں۔ جب آپؑ کی وفات قریب ہوئی تو وصیت کی کہ امیرالمومنینؑ خود ان کو غسل و کفن دیں اور رات کے وقت انہیں دفن کریں۔ ان کی قبر کی زمین ہموار کر دیں۔ پس امیرالمومنینؑ خود ان کے غسل و کفن اور دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں رات کو دفن کیا اور نشان قبر مٹا دیا۔ جب قبر کی مٹی اپنے ہاتھ سے پھیلائی تو حزن و اندوہ جوش میں آیا اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ حضرت رسولؐ کی قبر کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے۔ آپؐ پر سلام ہو اے رسول خداؐ میری طرف سے اور آپؐ کی بیٹی آپؐ کی حبیبہ آپؐ کی نور چشم اور آپؐ کی زیارت کرنے والی (جو آپؐ کی زیارت کے لیے آرہی ہیں) کی طرف سے جو مٹی پر آپؐ کے سامنے لیٹی ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اہل بیتؑ میں سے انہیں منتخب کیا کہ وہ جلدی آپؐ سے جا کر مل جائیں۔ اے رسول خداؐ آپؐ کی لخت جگر نے میرا صبر چھین لیا اور بہترین خاتون کی جدائی سے میری طاقت کمزور ہو گئی۔ آپؐ کی مصیبت میں صبر کرنے اور آپؐ کی جدائی کے غم و اندوہ کو برداشت کرنے میں یہ گنجائش ہے کہ اس مصیبت پر بھی صبر کر لوں۔ تحقیق آپؐ کو میں نے اپنے ہاتھ سے قبر میں رکھا بعد اس کے کہ آپؐ کی مقدس روح میرے سینہ اور گردن کے درمیان سے جاری ہوئی اور اپنے ہاتھ سے میں نے آپؐ کی آنکھیں بند کیں اور آپؐ کے امور کا میں خود کفیل ہوا۔ جی ہاں خدا کی کتاب میں ہے وہ چیز کہ جسے قبول کرنا پڑتا ہے جو حق قبول ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپؐ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے اور اپنی رہن شدہ چیز پلٹا لی ہے۔ آپؐ نے اپنی زہراؑ کو مجھ سے لے لیا ہے۔ اے رسول خداؐ سبز آسمان اور گرد آلود زمین مجھے کس قدر برے لگ رہے ہیں۔ میرا غم و اندوہ ہمیشہ رہے گا اور میری راتیں بیداری میں کٹیں گی اور یہ غم و اندوہ مجھ سے نہیں جائے گا۔ جب تک خدا میرے لیے اس گھر کو پسند نہ کرے۔ جس میں آپؐ قیام پذیر ہیں۔ میرے دل میں ایسا زخم ہے جس میں پیپ پڑ گئی ہے اور میرے سینے میں ایسا غم ہے جو باہر آ جاتا ہے۔ کتنا جلدی ہم

میں جدائی پڑ گئی ہیں خدا کی بارگاہ میں اپنی حالت کی شکایت کرتا ہوں۔ بہت جلدی آپؐ کی بیٹی آپؐ کو بتائیں گی کہ آپؐ کی اُمت نے میرا حق غصب کرنے اور ان کے حق میں ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی کتنی اعانت کی ہے۔

پس ان سے حالات پوچھیے گا۔ کتنے زیادہ غم ان کے سینہ پر تہہ بہ تہہ بیٹھ چکے ہیں کہ جنہیں وہ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتی تھیں۔ بہت جلدی وہ آپؐ کو بتا دیں گی۔ اور خدا ان کے حق میں حکم کرے گا اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔ اے رسولؐ خدا وداع کرنے والے کا آپؐ پر سلام ہو، جو کسی دشمنی کی وجہ سے جدا نہیں ہو رہا۔ اگر آپؐ کی قبر سے چلا جاؤں تو کسی رنجش کی بنا پر نہیں اور اگر آپؐ کی قبر کے پاس بیٹھا رہوں تو یہ بدگمانی کی وجہ سے نہیں ان ثوابوں کے متعلق کہ جن کا خدا نے صبر کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اگر اس گروہ کا غلبہ نہ ہوتا جو ہم پر غالب آ گئے ہیں تو میں آپؐ کی قبر کے پاس بیٹھنا اپنے اوپر لازم قرار دیتا اور آپؐ کی ضریح کے پاس معتکف ہو جاتا۔ اور اس بڑی مصیبت پر اس طرح فریاد بلند کرتا جس طرح پسر مردہ عورت فریاد کرتی ہے۔

پس خدا دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے کہ میں آپؐ کی بیٹی کو اس کے ان دشمنوں کے خوف سے کہ جنہوں نے اس کا حق قہر و غلبہ سے غصب کیا۔ ان سے چھپا کر دفن کر رہا ہوں۔ علانیہ اس کی میراث کو روک لیا حالانکہ آپؐ کے زمانہ کو زیادہ وقت نہیں گزرا اور آپؐ کا نام پرانا نہیں ہوا۔ پس اے خدا کے رسولؐ آپؐ سے میں شکایت کر رہا ہوں اور آپؐ کی اطاعت میں بڑی تسکین ہے۔ پس خدا کی صلوات و رحمت اور اس کی برکتیں اس پر اور آپؐ پر ہوں۔

علامہ مجلسی نے مصباح الانوار سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صادقؑ سے، انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ امیر المومنینؑ نے جب جناب فاطمہؑ کو قبر میں رکھا تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ سَلَّمْتُکِ اَیَّتُهَا الصِّدِّیْقَةُ اِلٰی مَنْ هُوَ اَوْلٰی بِکِ مِنِّیْ وَرَضِیْتُ لَکِ بِمَا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَکِ۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی

پھر جب آپؑ نے ان پر مٹی ڈالی تو حکم دیا کہ اس پر پانی ڈالا جائے۔ پھر اس مخدرہ کی قبر کے پاس چشم گریاں اور دل محزون و بریاں کے ساتھ بیٹھ گئے تو آپؑ کے چچا عباس نے آپؑ کا ہاتھ پکڑا اور قبر کے پاس سے اٹھا کے لے گئے۔

شیخ شہید نے کتاب دروس کے باب مزار میں فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؑ دختر رسول خدا زوجہ امیر المومنینؑ والدہ حسنؑ و حسینؑ کی زیارت مستحب ہے۔

روایت ہے کہ اس مخدرہ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ جو شخص ان پر اور مجھ پر تین دن سلام کرے تو خدا اس کے لیے جنت واجب قرار دیتا ہے۔ جناب فاطمہؑ سے عرض کیا گیا، آیا آپؐ کی زندگی میں۔ فرمایا، ہاں۔ اور اسی طرح ہمارے وفات پانے کے بعد بھی۔ جب زائر اس مخدرہ کی زیارت کرنا چاہے تو تین مقامات پر زیارت کرے آپؑ کے گھر میں، روضہ میں اور بقیع میں۔

آپؑ کی ولادت بعثت سے پانچ سال بعد واقع ہوئی اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے تقریباً سو دن بعد آپؑ رحمت خدا سے واصل ہوئیں۔ انتہی

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جو شخص ان مخدرہ کی زیارت کرے۔ اس زیارت کے ساتھ وہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا سَیِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا وَالِدَةَ الْحُجَجِ عَلَی النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ اَیَّتُهَا الْمَظْلُوْمَةُ الْمَمْنُوْعَةُ حَقُّهَا پھر کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَمَتِكَ وَابْنَةِ نَبِیِّكَ وَزَوْجَةِ وَصِیِّ نَبِیِّكَ صَلٰوةً تُزْلِفُهَا فَوْقَ زُلْفٰی عِبَادِكَ الْمُكْرَمِیْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلِ الْاَرَضِیْنَ۔ پھر اپنے گناہوں کی خداوند عالم سے بخشش طلب کرے تو خدا اسے بخش دے گا اور جنت میں داخل کر دے گا اور یہ مختصر زیارت ہے جو ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ہم نے کتاب مفاتیح الجنان اور ہدیۃ الزائرین میں آپؑ کی زیارت کا ثواب اور قبر کا اختلاف اور زیارت کی کیفیت بیان کر دی ہے اور اس جگہ اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

واضح ہو کہ آپؑ کی چار اولادیں ہیں۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ۔ زینب کبریٰؑ اور زینب صغریٰؑ کہ جن کی کنیت ام کلثوم تھی۔ سلام اللہ علیہم اجمعین۔ اور آپؑ ایک فرزند سے حاملہ تھیں جس کا نام پیغمبر اکرمؐ نے محسنؑ رکھا تھا۔ جو رسول خدا کی وفات کے بعد سقط ہو گیا تھا۔ شیخ صدوق نے حدیث نبوی (جو آپؐ نے امیر المومنین سے فرمائی تھی کہ اِنَّ لَكَ كَنْزًا فِی الْجَنَّةِ وَاَنْتَ ذُوْ قَرْنَیْهَا کہ جنت میں تمہارے لیے ایک خزانہ ہے اور تم اس امت کے ذو القرنین ہو) کے معنی میں کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خزانہ جو پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امیر المومنین کیلئے جنت میں فرمایا یہ وہی محسن ہیں جو گھر کے دروازے کے فشار میں سقط ہوئے تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے ان مصائب کا جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر وارد ہوئے ایک مخصوص کتاب میں ذکر کیا ہے اور اس کا نام بیت الاحزان فی مصائب سیدۃ النسواں رکھا ہے جو خواہشمند ہو اس کی طرف رجوع کرے اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ۔

تیسرا باب

تاریخ ولادت و شہادت سید الاوصیاء و امام الاتقیاء حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہ کے بیان میں اور آپؑ کے مختصر فضائل

اس میں چھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت با سعادت میں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپؑ جمعہ کے دن تیرہ رجب کو عام الفیل کے تیسویں سال وسط خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کے والد گرامی ابو طالبؑ بن عبد المطلبؑ تھے جو عبد اللہؑ والد رسول خداؐ کے اعیانی (سگے) بھائی تھے اور آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ آپؑ اور آپؑ کے بہن بھائی وہ اولین ہاشمی ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپؑ کی ولادت کی کیفیت میں بہت روایات ہیں اور وہ جو بہت سے اسناد سے وارد ہے یہ ہے کہ ایک دن عباس بن عبد المطلب یزید بن قعنب بنی ہاشم اور قبیلہ بنی العزیٰ کے ایک گروہ کے ساتھ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک فاطمہ بنت اسد اس حالت میں کہ حضرت علیؑ ان کے شکم میں تھے اور وہ پورے دنوں سے تھیں مسجد میں تشریف لائیں۔ انہیں درد زہ شروع ہوا اور وہ خانہ کعبہ کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہنے لگیں اے پروردگار میں تجھ پر اور جو نبی و رسولؑ اور کتابیں تو نے بھیجی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور میں اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں کی تصدیق کرتی ہوں جنھوں نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ پس میں تجھ سے اس گھر کے حق کا اس کے بنانے والے کے حق کا اور اس فرزند کے حق کا (جو مجھ سے باتیں کرتا ہے اور اس گفتگو کرنے کی وجہ سے میرا مونس و مددگار ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ تیری عظمت و جلال کی آیات میں سے ہے) واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں کہ میرے لیے اس وضع حمل کو آسان کر دے۔ عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ جب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار پھٹی اور فاطمہؑ اس شگاف سے کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور ہماری آنکھوں سے پنہاں ہو گئیں۔ بحکم خدا سے دیوار کا شگاف بھی دوبارہ مل گیا۔ اور جب ہم نے چاہا کہ خانہ کعبہ کا دروازہ کھولیں تو بہتیری کوشش کی دروازہ نہ کھل سکا۔ پس ہم نے سمجھا کہ یہ معاملہ خداوند عالم کی طرف سے ہے جناب فاطمہؑ تین دن تک کعبہ کے اندر رہیں۔ اہل مکہ کوچہ و بازار میں اس واقعہ کا چرچا کرتے تھے اور عورتیں اپنے گھروں میں اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں اور تعجب کرتی تھیں جب چوتھا دن ہوا تو کعبہ کی دیوار کی وہی جگہ شق ہوئی جو پہلے ہوئی تھی۔ اور فاطمہؑ بنت اسد اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا بیٹا اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے ہاتھوں پر تھے۔ اور وہ کہہ رہی تھیں۔ اے لوگو! خدا نے مجھے اپنی مخلوق میں سے چن لیا اور مجھے ان خواتین برگزیدہ پر فضیلت دی جو مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے آسیہ بنت مزاحم کو چنا۔ اور اس نے خدا کی عبادت چھپ کر ایسی جگہ کی کہ جہاں مجبوری کے علاوہ عبادت مناسب نہیں تھی۔ یعنی فرعون کا گھر اور مریم بنت عمران کو خدا نے چنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ان کے لیے آسان قرار دی۔ اور اس نے بیابان میں خشک درخت کو ہلایا تو تازہ کھجوریں ان کے لیے اس درخت سے گرنے لگیں لیکن خدا نے مجھے ان دونوں سے بلکہ مجھ سے پہلے گزری ہوئی تمام خواتین پر فضیلت دی۔ کیونکہ میں نے جنا ہے خدا کے چنے ہوئے گھر کے اندر اور تین دن تک میں اس میں احترام کے ساتھ رہی ہوں اور جنت کے میوے اور کھانے کھائے ہیں اور جب میں نے چاہا کہ اپنے برگزیدہ بیٹے کو لے کر باہر آؤں تو ہاتف غیبی نے مجھ سے پکار کر کہا اے فاطمہؑ اس بزرگ و برتر بیٹے کا علیؑ نام رکھنا۔ کیونکہ میں خدائے علی و اعلیٰ ہوں۔ میں نے اسے اپنی قدرت عزت و جلال سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنی عدالت کا کامل حصہ اسے بخشا ہے اس کا نام اپنے مقدس نام سے مشتق کیا ہے۔ اسے آداب لائقہ سے مؤدب کیا ہے اپنے امور اس کے سپرد کیے ہیں اسے اپنے پوشیدہ علوم سے باخبر کیا ہے وہ میرے محترم گھر میں پیدا ہوا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جو میرے گھر کے اوپر کھڑے ہو کر اذان کہے گا۔ بتوں کو توڑے گا اور انہیں کعبہ کی چھت پر سے گرائے گا۔ اور مجھے عظمت و مجد بزرگی اور یگانگت کے ساتھ یاد کرے گا۔ وہ میرے حبیب اور تمام مخلوق سے چنے ہوئے محمدؐ (جو میرے رسول ہیں) کے بعد امام و پیشوا اور یہ اس کا وصی ہوگا۔ وہ شخص خوش بخت ہے جو اس سے محبت کرے اور اس کی مدد کرے اور جو اس کا کہا نہ مانے اور اس کی مدد نہ کرے اور اس کے حق کا انکار کرے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ پیدا ہوئے تو ابو طالبؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ تھامے ہوئے ابطح میں آئے اور ان اشعار کے ساتھ پکارنے لگے۔

یَا رَبِّ یَا ذَا الْغَسَقِ الدُّجِیِّ | وَالْقَمَرِ الْمُبْتَلِجِ الْمُضِیِّ
بَیِّنْ لَنَا مِنْ حُکْمِکَ الْمَقْضِیِّ | مَاذَا تَرٰی فِی اِسْمِ ذَا الصَّبِیِّ

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اے تاریک رات ماہ روشن اور روشنی دینے والے چاند کے پیدا کرنے والے ہمارے لیے بیان فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھیں۔ اچانک بادل کی طرح زمین سے کوئی چیز پیدا ہوئی اور ابو طالبؑ کے قریب آئی۔ ابو طالبؑ نے اسے پکڑا اور علیؑ کے ساتھ ہی اسے سینہ سے لگا لیا اور گھر واپس آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک سبز رنگ کی تختی ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے:

خُصِّصْتُمَا بِالْوَلَدِ الزَّکِیِّ وَالطَّاهِرِ الْمُنْتَجَبِ الرَّضِیِّ فَاسْمُهٗ مِنْ شَامِخٍ عَلِیٌّ عَلِیٌّ اُشْتُقَّ مِنَ الْعَلِیِّ۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔ اے ابو طالبؑ و فاطمہ تم ایک طاہر و پاکیزہ و پسندیدہ بیٹے کے ساتھ مخصوص قرار دیے گئے ہو پس اس کا نام علیؑ

ہے۔ خداوند علی داعلیٰ نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ پس ابو طالبؓ نے حضرتؑ کا نام علیؑ رکھا اور وہ تختی خانہ کعبہ کے دائیں کونے میں لگا دی۔ یہ تختی اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے زمانہ تک رہی۔ اس نے وہاں سے اسے اتارا اور اس کے بعد وہ ناپید ہو گئی۔ حضرتؑ کی ولادت اور اس کی کیفیت کے سلسلے میں روایات بہت ہیں، لیکن اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور یہ فضیلت حضرتؑ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ حرم کے تمام مقامات میں سے مکہ اشرف ہے اور اشرف مواضع حرم مسجد ہے اور مسجد میں اشرف جگہ کعبہ ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے علاوہ ایسی جگہ کوئی پیدا نہیں ہوا اور سوائے آپؑ کے سید ایام میں جو جمعہ ہے ماہ حرام میں جو رجب ہے اور بیت الحرام میں جو کعبہ ہے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ درحقیقت یہ ھٰذِہٖ مِنْ عُلَاہُ اِحْدَی الْمَعَالِیْ۔ وَعَلٰی ھٰذِہٖ فَقِسْ مَا سِوَاھَا یعنی آپؑ کی بلندیوں میں سے ایک بلندی ہے اور باقی بلندیوں کا اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ یہاں مؤلف نے آپؑ کی مدح میں کچھ عربی و فارسی اشعار درج کیے جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں (مترجم)

دوسری فصل

امیرالمومنینؑ کے فضائل کا بیان

اہلِ دانش و بینش پر پوشیدہ نہیں کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فضائل قالب بیان میں نہیں آسکتے اور کسی باب و کتاب میں نہیں سما سکتے۔ بلکہ ملائکہ سموات آپؑ کے درجات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرتؑ کے فضائل کا شمار کرنا ایسا ہے جیسے دریا کے پانی کو کوزے میں بند کرنا۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہم وہ کلمات خدا ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے (کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم)۔ اسی لیے اس احقر میں یہ جرأت نہیں کہ قلم ہاتھ میں لے کر اس سلسلہ میں کچھ لکھے۔ لیکن چونکہ امیرالمومنینؑ معدن کرم و جوانمردی ہیں۔ امید واثق یہ ہے کہ مجھ پر احسان فرمائیں گے اور اس مختصر خدمت کو قبول کریں گے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ فضائل یا نفسانیہ ہیں اور یا بدنیہ اور امیرالمومنینؑ رسول اکرمؐ کے بعد تمام لوگوں سے ان دو انواع میں چند وجوہ سے اکمل و افضل ہیں اور ہم ان وجوہ میں سے چودہ پر اکتفا کرتے ہیں اور اس شریف عدد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلی وجہ۔ پیغمبر اکرمؐ کی جنگوں میں تمام لوگوں کی نسبت راہ خدا میں آپؑ کا جہاد اور امتحان زیادہ تھا اور اس معاملہ میں کوئی شخص آپؑ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ چنانچہ جنگِ بدر میں جو کہ پہلی جنگ تھی اور جس میں مومنین کا امتحان لیا گیا امیرالمومنینؑ نے ولید و شیبہ۔ عاص۔ حنظلہ۔ طعمہ و نوفل اور دیگر شجاعان مشرکین کو جہنم واصل کیا۔ آپؑ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ آدھے مقتولین آپؑ نے قتل کیے اور باقی آدھے تمام مسلمانوں نے تین ہزار ملائکہ مسومین کے ساتھ مل کر قتل کیے۔ پھر جنگ اُحد ہے کہ جس میں لوگ بھاگ گئے اور حضرتؑ ثابت قدم رہے۔ آپؑ دشمن کے لشکر کو پیغمبر اکرمؐ سے دور کرتے اور انہیں قتل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کئی کاری زخم آپؑ کے بدن مبارک پر لگے۔ باوجود اس رنج و تکلیف کے حضرتؑ پر کوئی خوف و خطر نہیں تھا اور نہ آپؑ بھاگے بلکہ پے در پے بہادروں کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ جناب جبریلؑ کی آسمان و زمین کے درمیان ندائے لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ سنی گئی۔ دوسری جنگ احزاب تھی جس میں حضرت امیرؑ نے عمرو ابن عبدوُد کو قتل کیا اور آپؑ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ علیؑ کی ضربت جن و انس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک جنگ خیبر تھی کہ جس میں مرحب یہودی آپؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اتنے بڑے قلعے کے دروازے کو آپ نے اپنے معجز نما ہاتھ سے اکھیڑا اور چالیس قدم کے فاصلے پر پھینک دیا۔ صحابہ میں سے چالیس افراد اسے حرکت نہ دے سکے۔ ایک جنگ حنین تھی کہ جس میں حضرت رسولؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے گئے اور ابوبکر کو لوگوں کی کثرت پر تعجب ہوا۔ اور تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور رسول خداؐ کے پاس چند افراد کے علاوہ کہ جن کے سردار امیرالمومنینؑ تھے

کوئی بھی باقی نہ رہا۔ پس آپؑ نے ابو جرول کو قتل کیا کہ جس سے مشرکین کے دل ہار گئے اور بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ آئے۔ ان کے علاوہ دوسری جنگیں کہ جنہیں ارباب سیر و تاریخ ضبط تحریر میں لے آئے ہیں۔ اور تلاش کرنے والے کے لیے ان جنگوں میں آپؑ کے جہاد و شجاعت اور عظیم ابتلاء و امتحان کی کثرت واضح ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امیرالمومنینؑ تمام لوگوں سے زیادہ علم و دانش رکھتے تھے اور آپؑ کی اعلمیت چند جہات سے ظاہر و باہر ہے۔ پہلی جہت یہ ہے کہ وہ جناب بہت ذہین و فطین اور ذکی و روشن فکر تھے۔ ہمیشہ رسولؐ خدا کے ساتھ رہتے۔ آنحضرتؐ سے استفادہ کرتے اور مشکوٰۃ نبوت کے نور سے اقتباس و طلب فیض کرتے تھے اور یہ واضح دلیل ہے آپؑ کے اعلم ہونے کی۔ علاوہ ازیں رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کرتے وقت حضرتؑ کو ہزار باب علم کے سکھائے کہ جن میں سے ہر ایک باب سے مزید ہزار باب علم کے کھلتے تھے جیسا کہ اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ شیعہ و سنی روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے آنجنابؑ کے حق میں فرمایا اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا۔ اس حدیث کا معنیٰ یوں ہے جیسے حکیم فردوسی نے کہا ہے —

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی — خداوند امر و خداوند نہی
کہ من شہر علمم علیم در است — درست ایں سخن قول پیغمبر است
گواہی دہم کایں سخن راز اوست — تو گوئی دو گوشم بر آواز اوست

دوسری جہت یہ ہے کہ اکثر اوقات احکام الٰہی صحابہ پر مشتبہ ہو جاتے اور بعض غلط فتوے دے دیتے اور حضرتؑ کی طرف رجوع کرتے تو وہ جناب انہیں درست بات بتاتے اور کبھی نقل نہیں ہوا کہ آپؑ نے کسی حکم میں ان کی طرف رجوع کیا ہو۔ یہ آپؑ کی اعلمیت اور فراوانی علم کی دلیل ہے۔ اور صحابہ کے خطا کرنے اور ان کے حضرتؑ کی طرف رجوع کرنے کے واقعات باخبر افراد پر واضح و روشن ہیں۔

تیسری جہت: حدیث اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ (تم میں سب سے بڑا قاضی علیؑ ہے) کا مفاد جو آپؑ کے اعلم ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ فیصلہ کرنا علم کو چاہتا ہے۔

چوتھی جہت ہر فن کے علماء و فضلاء اپنے علم کا سہارا حضرتؑ کو قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید کے کلمات نقل ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ اشرف علوم علم معرفت و خداشناسی ہے اور اس فن کے شیعہ امامیہ استاد ہیں اور یہ بات محتاج فصاحت نہیں۔ باقی رہے اہل سنت تو اشاعرہ میں اس فن کا استاد ابوالحسن اشعری ہے وہ ابوعلی جبائی کا شاگرد ہے جو معتزلہ کے مشائخ اور بزرگوں میں سے ہے اور معتزلہ کا استاد واصل بن عطاء ہے اور وہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کا شاگرد ہے اور وہ اپنے باپ کے شاگرد ہیں اور ان کے باپ محمد اپنے والد گرامی امیرالمومنینؑ کے شاگرد ہیں اور علوم میں سے ایک علم تفسیر قرآن ہے جو سب کا سب حضرت علیؑ سے ماخوذ ہے اور ابن عباس جو مشائخ تفسیر میں سے ہیں۔ وہ آپؑ کے شاگرد ہیں۔ اور ایک علم نحو ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس علم کے مخترع اور بنانے والے

آنجناب ہیں۔ ابوالاسود دوئلی نے جو اس علم کا استاد ہے آپؑ کی تعلیم سے اس علم وفن کی تدوین کی اور یہ بھی واضح ہے کہ تمام فقہاء اپنے آپ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپؑ کے قضایا اور احکام سے استفادہ کرتے ہیں اور ارباب علم طریقت بھی اپنی نسبت حضرتؑ کی طرف دیتے ہیں اور تمام کے تمام مولیٰ کا دم بھرتے ہیں اور جو خرقہ ان کا شعار لباس ہے۔ سند متصل کے ساتھ اپنے اعتقاد کے مطابق حضرتؑ تک پہنچاتے ہیں۔

پانچویں جہت یہ ہے کہ حضرتؑ نے کئی مقام پر اپنے علم کی کثرت کی خبر دی ہے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے تھے کہ مجھ سے آسمان کے راستے پوچھو کیونکہ میں انہیں زمین کے راستوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں اور بارہا لوگوں سے فرماتے سَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اس سے پہلے کہ میں تم سے مفقود ہو جاؤں اور ہمیشہ لوگ آپؑ سے مشکل مطالب پوچھتے تھے اور جواب پاتے تھے۔ اور یہ بات عجائب و غرائب میں سے ہے کہ آپؑ کے بعد جس کسی نے یہ دعویٰ کیا وہ انتہائی رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ ابن جوزی مقاتل بن سلیمان اور واعظ بغدادی سے ناصر لغدادی کے زمانہ میں ہوا۔ اور ان کلمات کے کہنے کے بعد ان کے رسوا ہونے کی حکایات کتب سیر و تواریخ میں مسطور ہیں اور یہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہے کیونکہ منقول ہے کہ اس بات کی خبر آپؑ نے خود ہی دی اور فرمایا: لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِيْ اِلَّا كَذَّابٌ کوئی شخص میرے بعد یہ بات نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گا۔ اور کبھی اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرماتے کہ اِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا یہاں بہت زیادہ علم ہے اور کبھی فرماتے اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جائے تو میں اہل تورات کے درمیان تورات کے مطابق فتوے دوں (الخ) وَغَيْرُ ذٰلِكَ خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے اصول، علم و حکمت اور کثیر فیصلے نقل نہیں ہوئے جتنے حضرتؑ سے ہوئے ہیں اور ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکماء و فلاسفہ مثلاً ابن سینا اور نصیر الدین محقق طوسی اور ابن میثم وغیرہ اور اسی طرح علماء اعلام اور فقہائے کرام اور دوسرے بزرگ رضوان اللہ علیہم آپؑ کے کلمات کی تفسیر و تاویل میں ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں اور بہت سے علوم کا آپؑ کے کلمات و قضایا سے استفادہ کرتے ہیں۔

تیسری وجہ ان وجوہ میں سے جو آپؑ کی فضیلت اور افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ چیز ہے جو آیت مبارکہ تطہیر اور آیۃ وافی ہدایہ مباہلہ سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ جو اپنے مقام پر شرح و بسط سے بیان ہوئی ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں البتہ آیت مبارکہ کے ذیل میں فخر رازی سے منقول ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب ہے۔ فخر ابن خطیب کہتا ہے کہ شیعہ حضرات اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ سوائے سرکار رسالتؐ کے تمام انبیاء سے اور تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفوس کو نفس سے مراد نفس مقدس نبویؐ نہیں کیونکہ بلانا مغائرت کو چاہتا ہے (یعنی دوسرے کو بلایا جاتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو) انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا۔ لہٰذا دوسرا کوئی شخص مراد ہونا چاہیے اور اس پر اتفاق ہے نِسَآءَنَا اور اَبْنَآءَنَا کے علاوہ اَنْفُسَنَا سے جسے تعبیر کیا گیا ہے وہ علی بن ابی طالبؑ کے سوا کوئی نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خدا نے نفس علیؑ کو نفس رسولؐ

کہا ہے اور چونکہ دو نفسوں کے درمیان اتحاد حقیقی محال ہے۔ لہٰذا مجاز مراد ہوگا۔ اور علم اصول میں یہ طے شدہ امر ہے کہ لفظ کو اقرب مجازات پر حمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ ابعد پر حمل کیا جائے اور اقرب مجازات یہ ہے کہ علیؑ حضرت رسولؐ کے ساتھ تمام امور میں برابر اور تمام کمالات میں شریک ہیں مگر وہ چیزیں کہ جو دلیل سے خارج ہیں مثلاً نبوت جو بالاجماع خارج ہے اور علیؑ اس نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک نہیں باقی رہے دوسرے کمالات تو ان میں علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ شریک ہیں کہ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرتؐ تمام انبیاء تمام صحابہ اور تمام لوگوں سے افضل ہیں پس علیؑ افضل ہوں گے۔ بقدر ضرورت فخر رازی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اور ابن حماد نے کیا خوب کہا ہے:

وَسَمَّاهُ رَبُّ الْعَرْشِ فِي الذِّكْرِ نَفْسَهُ ۔۔۔ فَحَسْبُكَ هٰذَا الْقَوْلُ إِنْ كُنْتَ ذَا خُبْرٍ

وَقَالَ لَهُمْ هٰذَا وَصِيِّي وَوَارِثِي ۔۔۔ وَمَنْ شَدَّ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ بِهِ أَزْرِيْ

عَلَيٌّ كَزِرِّيْ مِنْ قَمِيْصِيْ إِشَارَةً ۔۔۔ بِأَنْ لَيْسَ يَسْتَغْنِيْ الْقَمِيْصُ عَنِ الزِّرِّ

مالک عرش نے قرآن میں اس کو نفس رسولؐ کہا ہے۔ اگر تو باخبر ہے تو یہ بات تیرے لیے کافی ہے اور حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا یہ میرا وصی اور وارث ہے اور یہ وہ ہے کہ جس سے رب العالمین نے میری کمر مضبوط کی ہے اور علیؑ میری قمیض کے تکمے اور بٹن کی طرح ہیں۔ یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ قمیص بٹن سے بے پرواہ نہیں ہے ابن حماد نے ان تین اشعار میں حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل میں سے ایک ایک فضیلت کی طرف الگ الگ اشارہ کیا ہے پہلے شعر میں آیت مباہلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور دوسرے شعر میں حدیث غدیر اور پیغمبرؐ کے ان کو اپنا وصی معین کرنے کی طرف اشارہ ہے اور تیسرے شعر میں اس حدیث نبیؐ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں حضورؐ نے حضرت امیرؑ سے فرمایا جیسا کہ ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ تم میرے قمیص کے بٹن اور تکمہ ہو۔ ابن حماد نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ اس تشبیہ میں اشارہ کیا ہے کہ جس طرح قمیص کے لیے بٹن ضروری ہے اور وہ اس کی محتاج ہے۔ اسی طرح نبیؐ کے لیے علیؑ کا ہونا ضروری ہے اور آپؐ اس سے مستغنی نہیں۔

چوتھی وجہ : حضرتؑ کے جود و سخا کی کثرت۔ اور یہ بات اس سے زیادہ مشہور ہے کہ بیان ہو۔ آپؑ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کرتے اور اپنا کھانا دوسروں کو دے دیتے تھے ھَلْ اَتٰی آپؑ کے ایثار کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور آیت اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً جو لوگ اپنے مال رات دن چھپا کر اور ظاہر بظاہر خرچ کرتے ہیں آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپؑ مزدوری کرتے اور اس کی اجرت راہ خدا میں خرچ کرتے اور خود بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے اور آپؑ کی سخاوت کے لیے معاویہ کی گواہی جو آپؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا کیونکہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ فضیلت وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ معاویہ نے آپؑ کے متعلق کہا تھا کہ علیؑ اگر سونے سے بھرے ہوئے گھر کا اور ایک گھاس سے بھرے ہوئے مکان کا مالک ہو تو سونے کو پہلے تصدق کرے گا یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز باقی نہ بچے گی جب آپؑ دنیا سے جانے لگے تو ان چند درہموں کے علاوہ کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی کہ جن سے

اپنے اہل و عیال کی خدمت کے لیے آپؑ ایک غلام خریدنا چاہتے تھے۔ اور آپؑ کا مالِ دنیا کو مخاطب فرمانا۔ یا بیضاء یا صفراء غُرّی غیری اے چاندی اے سونے میرے غیر کو دھوکہ دے اور بیت المال کو خرچ کرنے کے بعد اس میں جھاڑو دینا اور اور اس میں نماز پڑھنا۔ سُنی و شیعہ کتب میں تحریر ہے شیخ مفید رحمۃ اللہ سعید بن کلثوم سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ انہوں نے امیر المومنینؑ کا نام لیا اور ان کی بہت مدح و ستائش کی یہاں تک کہ فرمایا خدا کی قسم علی بن ابی طالبؑ نے مرتے دم تک کبھی حرام چیز نہیں کھائی اور کسی وقت دو امور حضرتؑ کے درپیش نہیں ہوئے کہ جن میں خدا کی رضا تھی مگر یہ کہ آپؑ ان میں سے جو زیادہ سخت اور شدید ہوتا اسے ترجیح دیتے اور کوئی مصیبت اور کام رسولؐ پر وارد ہوتا تو آپؐ علیؑ کو اس کے لیے بلاتے کہ امت کے کسی شخص میں اس عمل کے بجالانے کی طاقت نہیں تھی جیسے رسول اکرمؐ کرتے سوائے امیر المومنینؑ کے اور حضرتؑ کا عمل اس شخص کی طرح تھا کہ جس کے سامنے جنت و جہنم ہو کہ جس کے ثواب کی امید اور عقاب کا خوف ہو اور آپؑ نے راہ خدا میں اپنے اس مال سے خون پسینہ ایک کر کے حاصل کیا تھا۔ ہزار غلام خرید کر آزاد کیے۔ آپؑ کے گھر والوں کا کھانا زیتون سرکہ اور کھجوریں ہوتیں اور آپؑ کا لباس کھردرے کپڑے سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔ اور جب آپؑ ایسی قمیص پہنتے کہ جس کی آستین بڑھی ہوئی ہوتی تو قینچی منگوا کر اس بڑھی ہوئی آستین کو کاٹ دیتے اور آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص لباس میں علی بن الحسینؑ سے زیادہ آپؑ سے شباہت نہیں رکھتا تھا۔

پانچویں وجہ: حضرت امیر المومنینؑ کے زہد و تقویٰ کی کثرت۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ کے بعد آپؑ، سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے اور تمام زاہد آپؑ کو خلوص کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؑ زاہدوں کے سردار تھے کبھی آپؑ نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ آپؑ کا کھانا اور لباس تمام لوگوں سے زیادہ سخت و درشت ہوتا تھا۔ جَو کی خشک روٹیوں کے ٹکڑے آپؑ کھاتے تھے اس خوف سے کہ آپؑ کی اولاد شفقت و مہربانی سے زیتون یا گھی اس میں نہ ملا دیں آپ روٹیوں کی تھیلی پر مہر لگا دیتے تھے اور کم اتفاق ہوتا کہ آپؑ روٹیوں کے ساتھ سالن استعمال کرتے۔ اور اگر کرتے بھی تو وہ نمک یا سرکہ ہوتا۔ آپؑ کی شہادت کی کیفیت میں آئے گا کہ حضرتؑ جب انیسویں کی رات افطار کے لیے جناب ام کلثومؑ کے گھر تشریف لے گئے تو جناب ام کلثومؑ نے ایک طبق آپؑ کے سامنے رکھا جس میں جو کی دو روٹیاں، دودھ کا ایک پیالہ اور کچھ نمک تھا حضرتؑ نے جب اس کھانے کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا، اے بیٹی دو سالن ایک طبق میں تم میرے لیے لائی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچا زاد رسول خدا کی اتباع کرتا ہوں! پھر فرمانے لگے! خدا کی قسم میں اس وقت تک افطار نہیں کروں گا جب تک کہ ان دو میں سے ایک کو اٹھا نہیں لو گی۔ پس ام کلثومؑ نے دودھ اٹھا لیا اور آپؑ نے نمک کے ساتھ کھایا اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپؑ نے جو خط عثمان بن حنیف کو لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا کہ تمہارے امام نے دنیا میں دو پرانے کپڑوں اور کھانے میں جو کی دو روٹیوں پر اکتفا کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو اپنی غذا صاف و شفاف شہد اور گندم کے میدے کی قرار دیتا اور ریشم کے کپڑے میرے لیے ممکن تھے لیکن یہ بعید ہے کہ ہوا و ہوس مجھ پر غالب آئے اور میرا کھانا

اس قسم کا ہو حالانکہ ہو سکتا ہے کہ حجاز و یمامہ میں کوئی ایسا ہو ۔ روٹی بھی نہ مل سکے اور وہ بھوکا زمین پر سو جائے۔ کیا میں پیٹ بھر کر سو جاؤں اس حالت میں کہ میرے اردگرد بھوکے پیٹ لوگ ہیں اور اس پر ہی قناعت کروں کہ مجھے امیرالمومنین کہیں اور میں فقراء کے ساتھ سختی اور شدائد میں شریک نہ رہوں ؟ مجھے اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ میں ان جانوروں کی طرح کہ جن کا ھم و غم گھاس کھانا ہو، خوشبو اور لذیذ کھانوں میں مشغول رہوں۔

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص آپ کے خطبۂ کلمات کی سیر کرے تو عین الیقین کے ساتھ آپ کے کثیر زہد[۴] اور آپ کی دنیا سے بے نیازی کو معلوم کر سکے گا۔ شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے جس سفر میں بصرہ کی طرف کوچ فرمایا تھا اور اصحاب جمل کو دفع کرنے کے لیے مقام ربذہ میں نزول اجلال فرمایا وہاں حاجی اترے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے خیمہ کے پاس جمع ہو گئے تاکہ آپ کی گفتگو سنیں اور کچھ استفادہ کریں، آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں آپ کے پاس اس لیے گیا کہ انہیں لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع دوں اور خیمہ سے آپ کو باہر لے آؤں تو میں نے آپ کو دیکھا کہ وہ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ہمیں بہ نسبت اس کے کہ آپ جوتے کا نٹیں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ آپ ہماری اصلاح کریں۔ آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ جوتے کو پیوند لگانے سے فارغ ہوئے تو دونوں جوتے برابر برابر رکھ دیئے۔ فرمایا میرے اس جوتے کی قیمت بتاؤ ؟ میں نے کہا۔ کہ اس کی کوئی قیمت نہیں یعنی زیادہ پھٹ جانے اور پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ فرمایا پھر بھی۔ میں نے کہا ایک درہم یا درہم کا کچھ حصہ فرمایا، خدا کی قسم یہ جوتا میرے نزدیک بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے تمہاری حکومت سے مگر یہ کہ حق کو قائم کر سکوں یا باطل کو روک سکوں الخ ۔ آپ کے کلمات میں سے وہ خط بھی ہے جو ابن عباس کی طرف لکھا تھا۔ حق یہ ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جائے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمَرْءَ قَدْ یَسُرُّهُ دَرْكُ مَا لَمْ یَكُنْ لِیَفُوتَهُ وَ یَسُوءُهُ فَوْتُ مَا لَمْ یَكُنْ لِیُدْرِكَهُ فَلْیَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ وَ لْیَكُنْ اَسَفُكَ عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْهَا وَ مَا نِلْتَ مِنْ دُنْیَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهٖ فَرَحًا وَ مَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَیْهِ جَزَعًا وَ لْیَكُنْ هَمُّكَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

(یعنی لوگوں کو کبھی اس چیز کا مل جانا خوش کرتا ہے کہ جس کو اس سے فوت ہونا ہی نہ تھا اور وہ تقدیر خداوندی آ چکی تھی کہ اسے ملے ۔ اس چیز کا نہ ملنا غمناک اور بدحال کر دیتا ہے کہ جسے وہ پا نہیں سکتا اور نہ ہی اسے پانا چاہیئے کیونکہ حکم خدا سے اس کا پانا اور حاصل کرنا اس کے لیے محال ہے لہٰذا تیری خوشی اور سرور اس چیز میں ہو جو تو نے آخرت میں سے حاصل کی ہے اور تیرا غم اس چیز میں ہو جو آخرت کے فوائد میں سے تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور جو فوائد دنیا تجھے مل جائیں ان پر زیادہ خوش نہ ہو اور اموال دنیا کے فراہم کرنے سے فرحناک نہ ہو اور جب دنیا تجھ سے پشت پھیرے تو غمگین نہ ہو اور جزع فزع نہ کر بلکہ تیرا اہتمام ...

چیز میں ہو جو موت کے بعد تیرے کام آئے۔)

جب ابن عباس نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگے رسول اللہ کے ارشادات کے بعد میں نے کسی کلام سے اتنا فائدہ نہیں حاصل کیا جتنا ان کلمات سے کیا ہے۔ بہر حال زہد دنیا اور پرہیزگاری کے سلسلہ میں ان کلمات کا مطالعہ کرنا ہر عقلمند کے لیے کافی ووافی ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ آپؑ سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار سید العابدین اور مصباح المتہجدین تھے آپؑ بہت زیادہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے۔ خدا کے بندوں نے نماز شب اور نوافل کے قیام کو اپنانا آپؑ سے سیکھا ہے اور شمع یقین راہ دین میں اس مشعل سے روشن کی ہے۔ آپؑ کی نورانی پیشانی پر سجدہ کی کثرت کی وجہ سے گٹا پڑ گیا تھا۔ اور وہ بزرگوار نوافل کے اتنے پابند تھے کہ منقول ہے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر میں دونوں صفوں کے درمیان آپؑ کے لیے مصلےٰ بچھا دیا گیا تھا کہ جس پر آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور تیر آپؑ کے دائیں بائیں سے گزر کر زمین پر گر رہے تھے لیکن آپؑ کے وجود مبارک میں کسی قسم کا تزلزل نہیں تھا اور آپؑ بے نیازی سے نماز میں مشغول تھے۔ ایک دفعہ آپؑ کے پاؤں میں تیر لگ گیا تھا تو لوگوں نے چاہا کہ اس وقت نکالا جائے کہ جب درد کا اثر نہ ہو توقف کیا گیا یہاں تک کہ جب آپؑ نماز میں مصروف ہوئے تو تیر نکالا گیا کیونکہ اس وقت آپؑ کی پوری توجہ خداوند عالم کی طرف تھی اور کسی کی طرف ملتفت نہیں تھے۔ یہ بات صحت کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے کہ آنجنابؑ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی زیادہ خوف الٰہی سے آپؑ پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور حضرت علی ابن الحسین باوجود کثرت عبادت و نماز کے کہ جن کی وجہ سے آپؑ کو ذو الثفنات (گٹوں والے) اور زین العابدین کہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مَنْ يَقْدِرُ عَلٰى عِبَادَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی کسی شخص میں طاقت وقدرت ہے کہ وہ علی بن ابی طالبؑ جیسی عبادت کر سکے۔

ساتویں وجہ: آپؑ سب لوگوں سے زیادہ حلیم الطبع اور اس شخص کو زیادہ معاف کرنے والے تھے جو آپؑ سے برائی کرتا اور اس بات کی صحت اس سلوک سے ظاہر ہے جو آپؑ نے اپنے دشمنوں سے کیا۔ مثلاً مروان بن حکم، عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن عاص آپؑ ان پر غالب آئے اور یہ لوگ قید ہو کر آپؑ کے پاس لائے گئے، آپؑ نے ان تمام کو رہا کر دیا اور ان سے تعرض نہ کیا۔ اور جب صاحب ہودج و کجاوہ پر کامیابی حاصل کی نہایت شفقت و لطف سے اس سے پیش آئے اور اہل بصرہ نے آپؑ کے اور آپؑ کی اولاد کے سامنے تلواریں کھینچیں اور گالیاں تک دیں۔ جب ان پر غالب آئے تو ان سے تلوار روک لی۔ اور انہیں امان دے دی۔ ان کی اولاد اور مال غارت نہ ہونے دیے۔ یہ بات اس سے بھی پورے طور پر واضح ہے جو آپؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں برتاؤ کیا۔ پہلے معاویہ نے لشکر کے پانی کا راستہ روک دیا تھا اور آپؑ کے ساتھیوں کو پانی نہیں لینے دیا پھر آپؑ نے پانی ان کے قبضہ سے چھین لیا اور انہیں صحرائے بے آب میں دھکیل دیا تو آپؑ کے اصحاب نے کہا آپؑ بھی ان سے پانی روک لیں تاکہ وہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں اور

جنگ و جدال کی ضرورت نہ پڑے۔ فرمایا، خدا کی قسم جو کچھ انہوں نے کیا ہے میں وہ نہیں کروں گا۔ اور تلوار اس کام سے بے پرواہ کرنے والی ہے۔ آپؑ نے فرمان جاری کیا کہ پانی کا ایک گھاٹ کھول دیا جائے تاکہ معاویہ کا لشکر پانی لے سکے۔

بہت سے علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ اہل سنت کے قابل وثوق افراد میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو کہا اے امیرالمومنینؑ آپؑ نے جب مکہ فتح کیا تو ابوسفیان کے گھر کو مامن (جائے امن) قرار دیا اور فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کی جان بخشی ہے۔ آپؐ نے اس قسم کا احسان ابوسفیان کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے پوتے نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ آپؑ کے فرزند حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور کیا کچھ نہ کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا تو نے اس سلسلہ میں ابن صیفی کے اشعار نہیں سنے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا اپنا جواب اس سے سنو۔

وہ کہتا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بہت جلدی ابن صیفی کے گھر گیا جو حیص وبیص کے نام سے مشہور تھا۔ اور اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔ اس نے چیخ ماری اور بہت رویا۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ اشعار جن کا حضرت امیرالمومنینؑ نے حوالہ دیا ہے میں نے اسی رات نظم کیے ہیں اور میرے منہ سے ابھی تک نہیں نکلے اور میں نے یہ کسی کے لیے نہیں لکھے تھے پس وہ اشعار اس نے مجھے پڑھ کر سنائے۔

مَلَکْنَا فَکَانَ الْعَفْوُ مِنَّا سَجِيَّةً | فَلَمَّا مَلَکْتُمْ سَالَ بِالدَّمِ اَبْطَحُ
وَحَلَّلْتُمْ قَتْلَ الْاُسَارٰی وَطَالَمَا | غَدَوْنَا عَلَی الْاَسْرٰی فَنَعْفُوْ وَنَصْفَحُ
وَحَسْبُکُمْ هٰذَا التَّفَاوُتُ بَيْنَنَا | وَکُلُّ اِنَاءٍ بِالَّذِیْ فِيْهِ يَرْشَحُ

(ہم حاکم ہوئے تو ہماری طبیعت و عادت معاف کرنا تھی۔ لیکن جب تم حاکم ہوئے تو وادی میں خون بہنے لگا۔ کئی دفعہ ہم نے قید کیا، معاف کیا اور درگزر سے کام لیا۔ حالانکہ تم نے قیدیوں کو قتل اور ان کا خون حلال قرار دیا اور ہمارے تمہارے درمیان جو یہ تفاوت ہے یہ تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ ہر برتن سے وہی اچھلتا ہے جو اس میں ہو۔)

آٹھویں وجہ آپؑ کا حسن خلق اور شگفتہ روئی ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ آپؑ کے دشمنوں نے اسے آپؑ کا عیب سمجھا۔ عمرو بن عاص کہتا تھا کہ علیؑ بہت خوش طبع ہیں۔ اور عمرو نے یہ قول عمر سے لیا ہے اس نے آپؑ کو خلافت سپرد نہ کرنے کا یہ عذر بطور عیب کے شمار کیا۔ صعصعہ بن صوحان اور دوسرے لوگوں نے آپؑ کی تعریف میں کہا ہم میں اس طرح رہتے جیسے ہم میں سے ایک ہیں۔ جس طرف آپؑ کو بلاتے آپؑ تشریف لاتے اور جو کچھ ہم کہتے وہ سن لیتے اور جہاں ہم کہتے بیٹھ جاتے۔ باوجود اس کے ہم آپؑ سے اتنے خائف رہتے جتنا ہاتھ باندھے ہوئے قیدی کو اس شخص کا خوف ہوتا ہے جو ننگی تلوار اس کے سر پہ لیے ہوئے کھڑا ہو اور اس کی گردن اڑانا چاہتا ہو۔

منقول ہے کہ ایک دن معاویہ نے قیس بن سعد سے کہا۔ خدا رحمت کرے ابوالحسنؑ پر وہ زیادہ ہنسنے والے، شگفتہ مزاج اور خوش طبع تھے۔ قیس کہنے لگے ہاں وہ ایسے ہی تھے اور رسولؐ خدا بھی صحابہ کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے اور ہنستے تھے۔ اے معاویہ تو نے ظاہر تو ایسے کیا جیسے آپؑ کی مدح کر رہا ہے حالانکہ تیرا مقصد ان کی مذمت کرنا تھا۔ خدا کی قسم اس شگفتگی اور ہنسی مکھ ہونے کے باوجود آنجنابؑ کا دبدبہ سب سے زیادہ تھا اور وہ ہیبت تقویٰ کی وجہ سے تھی جو حضرتؑ میں تھا۔ نہ ایسی ہیبت جو شام کے رذیل اور کمینہ لوگوں میں تیری طرف سے ہے۔

نویں وجہ یہ کہ آپؑ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں سب لوگوں سے سابق اور پہلے شخص تھے، جیسا کہ عامہ و خاصہ نے اس فضیلت کا اعتراف کیا ہے اور آپؑ کے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ خود امیرالمومنینؑ نے منبر پر اس منقبت کا اظہار فرمایا اور کوئی شخص انکار نہ کر سکا۔ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا، اَوَّلُکُمْ وُرُوْدًا عَلَی الْحَوْضِ وَاَوَّلُکُمْ اِسْلَامًا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ حوض کوثر پر تم سے پہلے میرے پاس آنے والے اور تم سب سے پہلے اسلام لانے والے علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ نیز آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا: زَوَّجْتُكِ اَقْدَمَهُمْ اِسْلَامًا وَاَكْثَرَهُمْ عِلْمًا میں نے تیری شادی اس سے کی جو سب سے پہلے اسلام لایا اور جو سب سے زیادہ عالم ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو پیر کے دن مبعوث فرمایا اور حضرت علیؑ منگل کے دن اسلام لائے اور خزیمہ بن ثابت انصاری نے اس سلسلہ میں کہا:

مَا كُنْتُ اَحْسِبُ هٰذَا الْاَمْرَ مُنْصَرِفًا ... عَنْ هَاشِمٍ ثُمَّ مِنْهَا عَنْ اَبِیْ حَسَنٍ!

اَلَيْسَ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰى بِقِبْلَتِهِمْ ... وَاَعْرَفَ النَّاسِ بِالْاٰثَارِ وَالسُّنَنِ!

وَاٰخِرَ النَّاسِ عَهْدًا بِالنَّبِیِّ وَمَنْ ... جِبْرِيْلُ عَوْنٌ لَهٗ فِی الْغُسْلِ وَالْكَفَنِ

(میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم پھر ان میں سے ابوالحسن علیؑ سے دور رکھا جائے گا کیا یہ وہ شخص نہیں۔ جس نے سب سے پہلے ان کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور جو آثار نبویؐ اور سنن و طرق شرعی کو زیادہ جاننے والا ہے اور نبیؐ کے ساتھ آخری عہد اور وقت اس نے گزارا اور یہ وہ ہے کہ غسل و کفن پیغمبرؐ میں جبرئیل جس کا معاون و مددگار تھا)۔

شیخ مفیدؒ نے یحییٰ بن عفیف سے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا میں ایک دن مکہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جوان مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور وہ زوال کا وقت تھا پس اس نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس اثنا میں میں نے ایک بچہ دیکھا جو آ کر اس کی دائیں طرف نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک خاتون آئی اور وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر وہ جوان رکوع میں گیا تو اس بچہ اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ پھر اس جوان نے رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ میں چلا گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کا اتباع کیا۔ میں حیرت میں آ گیا اور میں نے عباس سے کہا ان تینوں افراد کا معاملہ بہت عظیم ہے۔ عباس نے کہا ہاں ایسا

ہی ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہیں۔ یہ جوان محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور یہ بچہ علی بن ابی طالبؑ میرے دوسرے بھائی کا بیٹا ہے اور خاتون خدیجہؑ بنت خویلد ہے۔ یہ جان لو کہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا خدا آسمان و زمین کا پروردگار ہے اور اسے اس نے اس دین کا حکم دیا ہے کہ جس پر وہ عمل پیرا ہے اور خدا کی قسم ان تین افراد کے علاوہ کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ آپؑ افصح الفصحاء تھے۔ یہ بات اتنی واضح تھی کہ معاویہ نے اس کی تصدیق کی ہے جیسا کہ اس نے کہا خدا کی قسم فصاحت و بلاغت کی راہ قریش کے لیے علی کے علاوہ کسی نے نہیں کھولی اور قانون سخن اس کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا۔ اور بلغاء نے آپؑ کے کلام کی تعریف میں کہا ہے کہ خالق کے کلام کے نیچے اور مخلوق کے کلام کے اوپر ہے اور کتاب نہج البلاغہ اس سلسلہ میں قوی ترین شاہد ہے خدا و رسولؐ ہی حضرتؑ کی فصاحت کے انداز اور آپؑ کے کلمات کی حکمت کے دقائق کو جانتے ہیں۔ کسی شخص نے یہ تمنا نہیں کی اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ آپؑ کے خطب و کلمات جیسے بنائے۔ اگر بعض علماء سنت والجماعت نے خطبہ شقشقیہ کو آپؑ کے خطبوں میں شمار نہیں کیا اور اس کی نسبت سید رضی جامع نہج البلاغہ کی طرف دی ہے تو ان کی نظر میں ایک دقیق مطلب مقصد ہے ورنہ اہل ادب و باخبر افراد پر ان لوگوں کے قول کی کمزوری مخفی نہیں کیونکہ علماء اخبار نے ذکر کیا ہے کہ سید رضی کی ولادت سے پہلے ہم نے یہ خطبہ گزشتہ کتب میں دیکھا ہے اور شیخ مفید کہ جن کی ولادت سید رضی سے اکیس سال پہلے ہے۔ انہوں نے یہ خطبہ کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل نقل کے ایک گروہ نے مختلف طریقوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنینؑ نے مقام رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ جبکہ میں بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ابن ابی الحدید فصحاء عرب اور علماء ادب اس بات پر متفق ہیں کہ سید رضی اور ان کے علاوہ کوئی اور قطعاً ایسے کلمات نہیں کہہ سکتا۔

گیارھویں وجہ آنجناب کے معجزات باہرات ہیں۔ واضح ہو کہ معجزہ یہ ہے کہ کسی فرد بشر کے ہاتھ پر ایسا کام ظاہر ہو جو حد بشر سے خارج ہو۔ اور لوگ اس کا مثل و نظیر لانے سے عاجز ہوں لیکن یہ ضروری نہیں کہ صاحب معجزہ سے ہمیشہ معجزہ ظاہر ہوتا رہے جس وقت صاحب معجزہ نظر آئے تو اس کا معجزہ بھی ساتھ نظر آئے بلکہ صاحب معجزہ جب چیلنج کرے یا کوئی مدعی ان سے معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ دکھائے اور خارقِ عادت فعل کو ظاہر کرے۔ البتہ حضرت امیرالمومنینؑ کے بہت سے معجزات ہمیشہ آپؑ کے ساتھ تھے اور دوست و دشمن انہیں دیکھتے تھے۔ اور کسی میں ان کے انکار کی جرأت نہ تھی وہ معجزات اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہو سکیں۔ ان میں سے ایک آپؑ کی شجاعت اور قوت ہے کہ دوست و دشمن متفق ہیں کہ آپؑ کرار غیر فرار اور غالب علیٰ کل غالب تھے۔ یہ بات ہر اس شخص کے لیے واضح و ظاہر ہے جس نے آپؑ کی جنگیں مثلاً بدر و احد اور جمل و حنین وغیرہ دیکھی ہیں اور ہریر کی رات آپؑ نے پانچ سو سے زیادہ اور ایک قول کی بنا پر نو سو افراد کو تلوار سے قتل کیا اور ہر ضرب کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ آپؑ کی تلوار زرہ اور فولادی خود میں وزنی آتی۔ اور آپؑ کی تلوار لوہا اور فولاد کو کاٹ کر آدمی کو قتل کرتی تھی کیا کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے یا اپنے متعلق ایسی

آرزو رکھ سکتا ہے اور حضرت امیران جنگوں میں اظہار فرق عادت نہیں چاہتے تھے بلکہ یہ شجاعت اور قوت آپؑ کی شخصیت کا جزء تھی۔ ابن شہر آشوب نے بہت سے واقعات آپؑ کی طاقت و قوت کے متعلق نقل کیے ہیں۔ مثلاً آپؑ نے قماط (وہ کپڑا جس میں بچے کے ہاتھ پاؤں لپیٹ کر اسے گہوارہ میں سلایا جائے) بچپن میں پھاڑ ڈالا۔ اور سانپ کی گردن مروڑ کر رکھدی۔ آپؑ کی ماں نے آپؑ کا نام حیدر رکھا اور آپؑ کی انگلی کے نشان کوفہ کے ستون میں اور آپؑ کی ہتھیلی کے مشہد کرت و موصل وغیرہ میں اور آپؑ کی تلوار کا نشان مکہ کے جبل ثور میں اور آپؑ کے نیزہ کا نشان جبال بادیہ کے ایک پہاڑ میں اور اس پتھر میں جو قلعہ خیبر کے نزدیک تھا مشہور و معروف ہیں اور آپؑ کی قوت کا واقعہ چکی کے پاٹ کو طوق بنا کر خالد بن ولید کی گردن میں ڈالنا اور خالد کو انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی سے فشار دینا کہ جس سے وہ مرنے کے قریب ہوگیا اور بری طرح چیخا اور کپڑوں میں اس کا پائخانہ نکل گیا۔ سب کو معلوم ہے۔ اور آپؑ کا بہت بڑے پتھر کو صفین کے راستہ میں چشمہ سے ہٹا کر چند ہاتھ کے فاصلے پر پھینکنا۔ جبکہ بہت سے لوگ اسے ہٹانے سے عاجز آگئے تھے اور خیبر کے دروازہ کا اکھاڑنا اور مرحب کو قتل کرنا بہت زیادہ مشہور ہے اور ہم پیغمبر اکرمؐ کے حالات تاریخ میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ ابن شہر آشوب نے فرمایا ہے کہ امیر المومنینؑ کے عجائب و غرائب اور معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کافی مدت اور سالہا سال خدمت رسولؐ میں جہاد کرتے رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ناکثین قاسطین و مارقین سے سخت جنگیں کرتے رہے لیکن آپؑ نے کبھی شکست نہیں کھائی اور کبھی آپؑ کو بری قسم کا کوئی زخم نہیں لگا۔ اور جب بھی آپؑ نے کسی مد مقابل سے جنگ کی تو آپؑ نے اس پر کامیابی حاصل کی اور کوئی مد مقابل آپؑ کی تیغ سے بچ کر نہ جاسکا اور جس علم کے نیچے آپؑ نے جنگ کی دشمنوں کو مغلوب و ذلیل کیا اور کبھی انبوہ لشکر سے نہیں ڈرے اور ہمیشہ دشمن کی طرف دوڑ کر گئے جیسا کہ روایت ہے کہ جب آپؑ عمرو بن عبد ود کے مقابلہ میں گئے تو چالیس ہاتھ کی چھلانگ لگائی۔ اور یہ بات عادت کے خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ آپؑ نے عمرو کے پاؤں کاٹ ڈالے باوجود لباس اور ہتھیاروں کے جو اس نے پہن رکھے تھے اور آپؑ کا مرحب جہود کو سر سے لے کر پاؤں تک برابر کے دو ٹکڑے کرنا باوجودیکہ اس کا سارا جسم لوہے اور فولاد سے گھرا ہوا تھا۔ الخ۔

اور ایک آپکی فصاحت و بلاغت ہے کہ جس میں فصحاء عرب اور علماء ادب کا اتفاق ہے کہ آپؑ کا کلام مخلوق کے کلام سے بلند اور خالق کے کلام کے تحت ہے جیسا کہ اس کی طرف سابق میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اور ایک آپؑ کا علم و حکمت ہے۔ کہ جس کی مقدار خدا اور رسولؐ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ پس جو شخص معلم و مدرس کے بغیر معارج علم و حکمت میں اس عروج پر پہنچے کہ کوئی فرد اس کی تمنا نہ کر سکے تو یہ واضح معجزہ ہے اور ایک آپؑ کی سخاوت ہے کہ جو کچھ آپؑ کے ہاتھ میں آیا آپؑ نے خرچ کیا اور جناب فاطمہؑ و حسنینؑ کے ساتھ تین شب روز، روزے سے گزارے اور اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو دیدیا اور حالت رکوع میں قیمتی انگوٹھی دے دی تو خداوند عالم نے ان کے اور ان کے اہل بیتؑ کی شان میں سورہ ھل اتٰی اور آیت انما نازل کی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپؑ نے اپنے خون پسینہ کی کمائی سے ہزار غلام آزاد کیے اور

ایک چیز آپ کی عبادت وزہد وتقویٰ ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ کوئی شخص ایسی عبادت نہ کر سکا۔ آپ نے سادی زندگی جو کی روٹی پر قناعت کی۔ سرکہ اور نمک کے علاوہ کسی سالن کی خواہش نہیں کی۔ اس خوراک کے باوجود وہ قوت وطاقت تھی کہ جس کی طرف کچھ اشارے کیے جا چکے ہیں اور یہ بھی معجزہ ہے کیونکہ یہ چیز حد بشر سے خارج ہے اور یہ بھی اسی ذیل میں ہے کہ آپ کا عفو وعلم ورحمت وشدت ونقمت وشرف وتواضع کہ جنہیں اجتماع ضدین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی آپ کی معجزانہ شان ہے۔ جیسا کہ سید رضی رضی اللہ عنہ نے نہج البلاغہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص تامل وتدبر کرے۔ آپ کے خطب کلمات میں اور یہ بات ذہن سے خارج کرلے کہ یہ کلمات مشرع اس صاحب فصاحت کے ہیں جو کہ عظیم القدر نافذ الامر اور مالک الرقاب تھا تو اسے شک ہو سکتا ہے کہ ان کلمات کا کہنے والا سوائے زہد وعبادت کے اور کوئی مشغل نہیں رکھتا تھا اور یہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے گھر کے گوشہ میں رہتا ہوگا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر تنہا رہتا ہوگا سوائے اپنی ذات کے اس نے کسی کو دیکھا ہی نہیں اور کبھی یہ تصور نہیں کرے گا اور اسے یقین نہیں آئے گا کہ یہ کلمات اس شخص کے ہیں کہ جو شمشیر برہنہ لئے کر دریائے حرب وضرب میں غوطہ زن ہو جاتا تھا۔ اور اکیلا بہادروں کے سر کاٹ لاتا تھا اور زمانہ کے پہلوانوں کو خاک میں ملا دیتا تھا اور ہمیشہ اس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا اور باوجود اس کے وہ زاہد الزہاد اور بدل الابدال تھا۔ یہ بات حضرتؐ کے فضائل عجیبہ اور خصائص لطیفہ میں سے ہے کہ آپ میں متضاد صفات جمع تھیں۔ صفی حلی نے امیر المومنینؑ کی مدح میں کیا خوب کہا ہے:

جمعت فی صفاتک الاضداد۔ فلہذا عزت لک الانداد۔ زاهد حاکم حلیم شجاع ناسک فاتک فقیر اجواد۔ شیم ما جمعن فی بشر قط ولاحاز مثلهن العباد۔ خلق یخجل النسیم من اللطف وبأس یذوب منه الجماد۔

آپ کی صفات میں اضداد جمع ہیں اسی لیے آپ کے مدمقابل مفقود ہیں آپ زاہد وحاکم، حلیم وشجاع، مجاہد وعابد، فقیر وجواد ہیں۔ یہ ایسے خصال ہیں جو کسی بشر میں کبھی جمع نہیں ہوتے۔ اور نہ خدا کے بندے انہیں اپنا سکے ہیں۔ خلق حسن ایسا کہ جس کی لطافت سے باد نسیم شرما جائے اور قوت وطاقت ایسی کہ پتھر اس سے پگھل جائے۔ خلاصہ یہ کہ آپ تمام صفات میں سوائے اپنے پسر عمؐ کے تمام مخلوقات سے برتر ہیں اور آپ کا وجود مبارک عالم آفرینش میں ممکنات پر محیط ہے اور بزرگ ترین معجزات میں سے ہے اور کسی شخص کو اس سے انکار کی مجال نہیں بابی انت وامی یا آیۃ اللہ العظمی والنبأ العظیم۔ باقی رہے وہ معجزات جو کہا ہے لگا ہے حضرتؑ سے ظاہر ہوئے وہ حد وشمار سے خارج ہیں اور یہ احقر بطور اجمال ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ وہ فہرست کا کام دیں۔ اہل خیر کے لیے آنحضرتؑ کے معجزات میں سے وہ معجزات ہیں جن کا تعلق جانوروں اور جنات کے منقاد ومطیع ہونے سے ہے۔ جیسا کہ حدیث شیر، واقعہ جویریہ بن مسہر اور آپ کا منبر کوفہ پر سانپ کے ساتھ گفتگو کرنا پرندوں بھیڑیے اور جری مچھلی (ملی مچھلی) کا آپ سے کلام کرنا۔ فرات کی مچھلیوں کا آپ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام

کرنا۔ اور کوے کا آپؑ کا جوتا اٹھانا اور اس سے سانپ کا گرنا۔ آذربائیجان کے شخص اور اس کے سرکش اونٹ کا واقعہ اور مرد یہودی کا واقعہ اور اس کے مال کا مفقود ہونا۔ اور جنات کا امیرالمومنینؑ کے حکم سے اس کے مال کو لے آنا۔ اور وادی عقیق وغیرہ میں حضرتؑ کا جنات سے بیعت لینا۔ اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے کہ جس کا تعلق جمادات و نباتات کے ساتھ ہے مثلاً سورج کا رسول اکرمؐ کے زمانہ میں اور آپؑ کی وفات کے بعد بابل کی سرزمین میں آنجنابؑ کے لیے واپس آنا اور بعض علماء نے سورج کے واپس آنے کے جواز میں کتاب لکھی ہے اور حضرتؑ کے لیے کئی مقامات پر سورج کے لوٹنے کو ثابت کیا ہے اور کئی مقامات پر سورج کا آپؑ سے کلام کرنا اور زمین کا حضرتؑ کے حکم سے ساکن ہونا۔ جب کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مدینہ میں زلزلہ پیدا ہوا تھا۔ زمین کی حرکت نہیں رکتی تھی۔ آپؑ کے حکم سے قرار پکڑ گئی اور آپؑ کے دست حق پرست پر کنکریوں کا بولنا۔ اور آپؑ کا طی الارض کر کے مدائن میں سلمانؓ کے جنازہ پر پہنچ کر ان کی تجہیز کرنا اور ابوہریرہ کو طی الارض کے ذریعہ چلا کر اس کے گھر میں پہنچانا۔ جب اس نے شکایت کی تھی کہ میں اہل و عیال و اولاد کو دیکھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں اور ایک حدیث بساط ہے کہ آپؑ نے صحابہ کی ایک جماعت کو فضا کی سیر کرائی اور انہیں اصحاب کہف کے غار میں لے گئے اور اصحاب نے اصحاب کہف پر سلام کیا تو سوائے امیرالمومنینؑ کے کسی کو انہوں نے جواب نہ دیا۔ حضرتؑ سے انہوں نے گفتگو کی اور آپؑ کا قرض خواہ کے لیے سونا بنانا اور گرنے والی دیوار کو نہ گرنے کا حکم سنانا کہ جس کے نیچے آپؑ بیٹھے ہوئے تھے اور زندہ کے لوہے کا آپؑ کے ہاتھ میں نرم ہونا۔ جیسا کہ خالد کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آنجنابؑ زرہ کے حلقوں کی اپنے ہاتھ سے اصلاح فرما رہے تھے اور مجھ سے فرمایا اے خالد خداوند عالم نے ہماری وجہ اور برکت سے جناب داؤدؑ کے لیے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کیا تھا اور مدینہ کے کھجور کے درختوں کا آنجنابؑ اور ان کے پسر عم رسول خداؐ کی فضیلت کی گواہی دینا اور رسول خداؐ کا فرمانا کہ اے علیؑ مدینہ کی کھجوروں کا نام صیحانی رکھو چونکہ انہوں نے میری اور تمہاری فضیلت کو ظاہر کیا ہے اور امرود کے درخت کا آپؑ کے معجزہ سے سرسبز ہونا اور کمان کا آپؑ کے حکم سے اژدہا بن جانا اس قسم کے معجزات شمار سے باہر ہیں۔ اور یمن کے علاقہ کے شجر و حجر کا آپؑ پر سلام کرنا۔ اور حضرتؑ کے حکم سے دریائے فرات کے پانی کا کم ہونا اس حالت میں کہ اس میں طوفان آیا ہوا تھا۔ ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو بیماروں اور مردوں کے متعلق ہے۔ مثلاً ہشام بن عدی ہمدانی کے کٹے ہوئے ہاتھ کا جنگ صفین میں جڑ جانا اور اس سیاہ رنگ کے شخص کا ہاتھ جڑ جانا جو آپؑ کے موالی اور محبوں میں سے تھا اور آپؑ کے حکم سے چوری کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور بابل کے علاقہ میں بوسیدہ کھوپڑی کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا کہ جہاں مسجد بنائی گئی تھی اور اب بھی وہ جگہ مسجد ردشمس کے قریب حلہ میں مشہور ہے اور تحیۃ الزائر وہدیہ میں مسجد ردشمس اور جمجمہ (کھوپڑی) کی طرف شرح و بسط کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ایک واقعہ ہے حضرتؑ کا سام بن نوح کو زندہ کرنا اور اصحاب کہف کو زندہ کرنا یہ حدیث بساط میں ہے جس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ ایک دفعہ بیمار ہوئے اور حضرت امیرالمومنینؑ نے

انصار کے ایک گروہ کو مسجد میں دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا تم چاہتے کہ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضری دو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ پس آپؑ انہیں آنحضرتؐ کے دروازے پر لے آئے اور اجازت لے کر مجلسِ رسولؐ میں حاضر کیا اور خود رسولؐ کے سرہانے آ بیٹھے۔ اور اپنا ہاتھ پیغمبر اکرمؐ کے سینہ پر لگا کر فرمایا یا اُمِّ مِلدَم اخرجی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ (بخار سے حضرتؑ نے کہا نکل جاؤ) فوراً بخار رسول اکرمؐ کے جسم سے زائل ہوا۔ اور آنحضرتؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اے فرزند ابوطالبؑ خداوند عالم نے اتنے اچھے کمالات تجھے عطا فرمائے ہیں کہ بخار تجھ سے بھاگتا ہے اور کیا خوب کہا ہے منصورہ عبدی نے :

مَن زَالَتِ الحُمّیٰ عَنِ الطُّهرِ بِه | مَن رُدَّتِ الشَّمسُ لَهُ بَعدَ العِشَاءِ
مَن عَبَرَ الجَیشُ عَنِ المَاءِ وَلَم | یَخشَ عَلَیهِ بَلَلٌ وَلَا نَدَی

وہ شخص کہ جس نے پاکیزہ رسولؐ سے بخار دور کیا۔ جس کے لیے سورج عشاء کے بعد پلٹ آیا۔ جس نے پانی سے لشکر کو گزارا کہ جسے پانی سے تر ہونے کا خوف نہ رہا۔

نیز ابن شہر آشوب نے عبدالواحد بن زید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا۔ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس نے اپنی بہن کے لیے قسم کھائی امیرالمومنینؑ کے نام کی ان کلمات کے ساتھ لَا وَحَقِّ المُنتَجَبِ بِالوَصِیَّةِ الحَاکِمِ بِالسَّوِیَّةِ العَادِلِ فِی القَضِیَّةِ العَالِی البَیِّنَةِ زَوجِ فَاطِمَةَ المَرضِیَّةِ مَا کَانَ کَذَا۔ اس کے حق کی قسم جو وصایت پیغمبرؐ کے لیے چنا گیا جو بالسویہ حکم کرتا ہے۔ جس کا فیصلہ عادلانہ ہوتا ہے۔ جس کے گواہ بلند مرتبہ ہیں جو فاطمہؑ کا شوہر ہے جو خدا کے ہاں پسندیدہ تھی ایسا کام مجھ سے نہیں ہوا پس مجھے تعجب ہوا کہ یہ لڑکی اس چھوٹی سی عمر میں حضرت امیرالمومنینؑ کی ان کلمات کے ساتھ کس طرح مدح کر رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا علیؑ کو جانتی ہے کہ جس کی تمجید کے ساتھ مدح کر رہی ہے کہنے لگی میں کس طرح اس شخص کو نہیں جانتی کہ جنگ صفین میں جس کی نصرت میں میرا باپ شہید ہوا اور جب ہم یتیم ہو گئے تو آنحضرتؑ ایک دن ہمارے گھر تشریف لائے اور میری ماں سے فرمایا، اے یتیم بچوں کی ماں تیرا کیا حال ہے۔ میری ماں نے کہا اچھا ہے۔ پس مجھے اور میری اس بہن کو جو یہاں موجود ہے وہ آپؑ کی خدمت میں لے آئی۔ جبکہ چیچک کے مرض نے مجھے نابینا کر دیا تھا۔ جب آپؑ کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک آہ کھینچی اور یہ دو اشعار پڑھے :

مَا إِن تَأَوَّهتُ مِن شَیءٍ رُزِیتُ بِهِ | کَمَا تَأَوَّهتُ لِلأَطفَالِ فِی الصِّغَرِ
قَد مَاتَ وَالِدُهُم مَن کَانَ یَکفُلُهُم | فِی النَّائِبَاتِ وَفِی الأَسفَارِ وَالحَضَرِ

"میں کسی مصیبت میں اتنی آہ و زاری نہیں کرتا جتنی ان چھوٹے بچوں کے لیے آہ و زاری کرتا ہوں کہ جن کا باپ مر جائے جو ان کی شدائد سفر و حضر میں کفالت کرتا تھا۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے چہرہ پر پھیرا اسی وقت آپؑ کے دست معجز نما کی برکت سے میری آنکھیں بینا ہو گئیں۔ چنانچہ تاریک رات میں بھٹکنے والے اونٹ کو مسافت دور سے دیکھ

لیتی ہوں۔"

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی ان دشمنوں کو عذاب کرنا اور ہلاک کرنا ہے جو آپؑ کی دشمنی اور خصومت پر قائم تھے۔ مثلاً اس شخص کو جو آپؑ کو سب وشتم کرتا تھا۔ اونٹ کے پاؤں کے نیچے ہلاک کرنا اور ابو عبداللہ محدث کا اندھا ہو جانا جو آپؑ کی فضیلت کا منکر تھا۔ اور خطیب دمشقی کا کتے کی شکل میں ہو جانا اور ایک دوسرے شخص کا خنزیر کی شکل میں ہو جانا۔ اور ایک شخص کے چہرہ کا سیاہ ہو جانا اور دریا سے ایک گائے کا باہر آنا اور واسط میں بدگو خطیب کو قتل کرنا۔ اور ایک بدکلامی کرنے والے کا نیند میں گلا دبانا۔ اور ایک بدکلام کو سلس البول کا مرض ہو جانا۔ اور بہت سے لوگوں کا عالم خواب میں ہلاک ہونا جو آپؑ کی شان میں نا سزا کہتے تھے۔ مثلاً احمد بن حمدون موصلی اور ذبح ہونا محمد بن عباد بصری کے ہمسائے کا۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ کہ جنھوں نے عذاب الٰہی کا مزہ دنیا میں چکھا ہے۔ چونکہ وہ حضرت کو سب وشتم کرتے تھے۔ اور اس شخص کا اندھا ہو جانا جو آپؑ کی تکذیب کرتا تھا۔ اور حارث بن نعمان فہری کا معذب ہونا جس نے جناب امیرؑ کے مولا ہونے سے سرتابی کی تھی اور اس سے بہت کراہت کا اظہار کیا تھا۔ اور احقر نے اس کا واقعہ ثعلبی اور دوسرے ائمہ اہل سنت سے فیض قدیر میں نقل کیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے جو اعتراضات اس حدیث شریف پر کیے ہیں انہیں مبتور اور اس کے خرافات کو ہباء منثور قرار دیا ہے۔

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو آپؑ کی شہادت کے بعد اور ان میں سے کچھ آپؑ کی قبر شریف سے ظاہر ہوئے ہیں اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی اخبار غیب کی خبر دینا ہے کہ اس کے بعد ان میں سے بعض کی طرف انشاء اللہ اشارہ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپؑ کے معجزات واضح اور روشن ہیں کہ جن کا کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یَا اَبَا الْحَسَنِؑ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَؑ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں آپؑ وہ ہیں کہ آپؑ کے دشمنوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ آپ کے فضائل کے نور کو خاموش کردیں اور آپؑ کے دوستوں میں ذکر مناقب کی طاقت نہیں تھی اور وہ خوف اور تقیہ کی وجہ سے آپ کے فضائل چھپاتے تھے۔ باوجود اس کے فضائل و مناقب لوگوں کے لیے اتنے ظاہر ہوئے ہیں کہ مشرق و مغرب عالم کو گھیر لیا ہے اور دوست و دشمن آپؑ کے مناقب کے بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں

شَهِدَ الْاَنَامُ بِفَضْلِهِ حَتَّى الْعِدٰى ۔۔۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

"لوگوں نے آپ کے فضل کی گواہی دی دشمنوں تک نے اور فضیلت وہ ہے کہ جس کی گواہی دشمن بھی دے"

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے۔ ایک عرب عورت مسجد کوفہ میں کہہ رہی تھی اے وہ شخص جو آسمانوں زمینوں اور دنیا و آخرت میں مشہور و معروف ہے سلاطین جور اور جبابرہ زمانہ نے کمر ہمت باندھ رکھی ہے کہ وہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نہیں چاہتا اور اس نے اس کی روشنی زیادہ کردی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس سے تیری مراد کون شخص ہے۔ کہنے لگی، امیر المومنین علی علیہ السلام۔ یہ کہہ کر نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور روایات مستفیضہ کے ساتھ قمی سے روایت

ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ سنتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب و شتم کرتے اور حضرتؑ کے متعلق بدکلامی کرتے تھے باوجود اس کے گویا کوئی آپؑ کا بازو پکڑ کر آپؑ کو آسمان پر لے جاتا اور آپؑ کی رفعت و منزلت کو ظاہر کرتا اور یہ بھی میں نے سنا کہ وہ ہمیشہ اپنے اسلاف و گذشتگان کے مناقب بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مردار شے لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں یعنی جتنی مدح اور خوبی اپنے بڑوں کی بیان کرتے اس سے بدبو و عفونت زیادہ ظاہر ہوتی اور یہ بھی خرقِ عادت اور روشن معجزہ ہے ورنہ اس حالت میں تو آپؑ کی کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور آپؑ کا نور بجھ جاتا بلکہ مناقب کے بجائے گھڑے ہوئے معائب و مثالب منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل و مناقب مشرق و مغرب عالم کو پر کر دیتے اور دوست و دشمن مجبوراً آپؑ کی مدح کرتے۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے نورِ خدا کو خاموش کر دیں۔ خدا نے انکار کیا ہے کہ اپنے نور کو مکمل و تمام کرے اگرچہ کافر برا مناتے رہیں اور دشمن اسی طرح کوشش کرتے رہے کہ بیخ سے اکھاڑ پھینکیں اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیں کتنے علویین کو انہوں نے شہید کیا اور قسم قسم کی سختیوں سے انھیں تکلیف دی بعض کو تیغ و شمشیر سے، بعض کو بھوک اور پیاس کی حالت میں قتل کیا اور کچھ زندہ ستونوں، دیواروں اور بنیادوں کے نیچے چن دیئے گئے اور بہت سوں کو قید و بند میں رکھا اور جو تھوڑے سے ان کے ہاتھ سے بچ نکلے وہ جان کے خوف سے اپنے شہروں سے دور چلے گئے اور بیابانوں میں منتشر ہو گئے! اور لوگوں نے بھی اپنی جان کے خوف اور جابر بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان سے دوری اختیار کی۔ باوجود اس کے الحمدللہ وہ ہر جگہ اتنے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور اولادِ انبیاء و اولیاء بلکہ تمام لوگوں کی اولاد سے زیادہ ہیں اور یہ چیزیں بھی خرقِ عادت اور معجزہ واضح ہے۔

بارھویں[۱۲] وجہ: حضرتؑ کا غیب کی خبریں بتانا اور وہ خبریں اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور یہ احقر ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(پہلی خبر) کئی دفعہ یکے بعد دیگرے خبر دی کہ ابن ملجم میرے سر کو تلوار سے دو نیم کرے گا اور سر کے خون سے میری داڑھی خضاب ہو گی۔

(دوسری خبر) آپؑ نے خبر دی کہ امام حسنؑ کی شہادت زہر سے ہو گی اور متعدد بار آپؑ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کی خبر دی۔ اور جب آپؑ کربلا سے گزرے تھے تو مردوں کی قتل گاہ، عورتوں کی خیمہ گاہ اور اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بتائی۔ اور براء بن عازب سے فرمایا کہ تو حسینؑ کی شہادت کے زمانہ میں ہو گا لیکن ان کی نصرت نہیں کرے گا۔ اور آپؑ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور یوسف بن عمرو کی حکومت اور ان کے خون خرابہ کرنے کی خبر دی اور آپؑ نے خوارج نہروان کے نہر کو عبور نہ کرنے اور قتل ہونے اور ذوالثدیہ جو خوارج کا سرکردہ تھا اس کے قتل ہونے کی خبر دی اور اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کے انجام کار اور ہر ایک کے قتل کی کیفیت بتائی۔ جیسا کہ آپؑ نے جویریہ بن مسہر اور رشید ہجری کے ہاتھ پاؤں

کاٹے جانے اور ان کے سولی پر چڑھنے کی خبر دی۔ اور میثم تمار کی شہادت کی کیفیت اور یہ کہ فلاں کھجور کے درخت پر سولی دی جائے گی اور وہ سولی عمرو بن حریث کے گھر کے نزدیک ہوگی۔ اور قنبر و کمیل و حجر بن عدی وغیرہ کی شہادت کی خبر دی۔ اور ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرنے اور طلحہ و زبیر کے دلی ارادہ کی خبر دی۔ جب وہ آپؑ کی بیعت توڑتے اور آپؑ سے جنگ کی تیاری کے لیئے مکہ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم عمرہ کرنے جاتے ہیں۔ اور آپؑ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس کے بعد طلحہ و زبیر کے لشکر کثیر کے ساتھ ملاقات ہوگی اور جب سلمان نے مدائن میں وفات پائی۔ تو آپؑ نے ان کی وفات کی خبر دی اور بنی امیہ و بنی عباس کی خلافت و حکومت اور بعض خلفاء بنی عباس کے زیادہ مشہور خصائل و خصائص بتائے مثلاً سفاح کی رأفت و نرمی منصور کی خونریزی اور ہارون رشید کی سلطنت کی وسعت اور مامون کی دانائی اور متوکل کے بغض و عناد کی زیادتی اور اس کے بیٹے کا اسے قتل کرنا اور معتمد کی زحمت و تکلیف و سختی اور معتضد کا علویین سے اچھا سلوک اور مقتدر کا قتل ہونا اور ان کے تین بیٹوں راضی، متقی و مطیع کا خلافت پر تسلط اور اس کے علاوہ اور چیزیں جو اہل تاریخ و سیر سے مخفی نہیں اور یہ خبریں اس خطبہ میں ہیں۔ جو آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا:

وَیْلٌ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ رِجَالِهِمُ الشَّجَرَةِ الْمَلْعُوْنَةِ الَّتِیْ ذَکَرَهَا رَبُّکُمْ تَعَالٰی اَوَّلُهُمْ خَضْرَاءُ وَ آخِرُهُمْ
هَزْمَاءُ ثُمَّ یَلِیْ بَعْدَهُمْ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رِجَالٌ اَوَّلُهُمْ اَرْاَفُهُمْ وَ ثَانِیْهِمْ اَفْتَکُهُمْ وَ خَامِسُهُمْ کَبْشُهُمْ
وَ سَابِعُهُمْ اَعْلَمُهُمْ وَ عَاشِرُهُمْ اَکْفَرُهُمْ یَقْتُلُهٗ اَخَصُّهُمْ بِهٖ وَ خَامِسَ عَشَرِهِمْ کَثِیْرُ الْعَنَاءِ قَلِیْلُ الْغَنَاءِ
سَادِسُ عَشَرِهِمْ اَقْضَاهُمْ لِلذِّمَمِ وَ اَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ کَاَنِّیْ اَرٰی ثَامِنَ عَشَرِهِمْ تَفْحَصُ رِجْلَاهُ فِیْ دَمِهٖ
بَعْدَ اَنْ یَاْخُذَ جُنْدُهٗ بِکَظْمِهٖ مِنْ وُلْدِهٖ ثَلَاثُ رِجَالٍ سِیْرَتُهُمْ سِیْرَةُ الضَّلَالِ ......

ہلاکت ہے اس امت کے لیے ان مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جس کا ذکر تمہارے رب نے کیا ہے۔ پہلا ان کا سبز قبہ والا ہوگا۔ اور آخری شکست خوردہ پھر اس امت کے حاکم وہ لوگ ہوں گے۔ جن کا پہلا زیادہ نرم مزاج دوسرا خونریزی کرنے والا پانچواں ان کا مینڈھا ہوگا۔ ساتواں زیادہ صاحب علم دسواں زیادہ کافر جس کو ان میں سے جو اس کا زیادہ قریبی ہوگا قتل کرے گا۔ پندرھواں سختی میں زیادہ ہوگا۔ کم بے نیازی والا ہوگا۔ سولہواں وعدوں کو پورا کرنے والا۔ اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا گویا میں ان کے اٹھارویں کو دیکھ رہا ہوں کہ جو اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا گھونٹ دیگا۔ اس کی اولاد میں سے تین اشخاص ہوں گے جن کی سیرت گمراہوں جیسی ہوگی ......

آخر خطبہ تک کہ جس میں آپ نے معتصم کے بغداد میں قتل ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ جیساکہ فرماتے ہیں کَاَنِّیْ اَرَاهُ عَلٰی جِسْرِ الزَّوْرَاءِ قَتِیْلًا ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدَاكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ گویا میں زوراء (بغداد) کے پل پر اسے مقتول دیکھ رہا

ہوں یہ تیرے ہاتھوں کا کیا ہوا ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور آپؑ نے کوفہ میں فتنوں کے واقع ہونے اور ظالم سرکردوں (جنہوں نے کوفہ میں ظلم وستم کے جھنڈے گاڑے ہیں) کے قتل ہونے یا مصیبتوں میں مبتلا ہونے کو بیان فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے گویا تجھے اے کوفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس طرح بڑھ رہا ہے جیسے بازار عکاظ کا چمڑا بڑھتا ہے۔ اور خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کوئی جبار تیرے متعلق برا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے قتل کر دے گا۔ یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؑ نے خبر دی تھی۔ اور زیاد بن ابیہ، یوسف بن عمر و حجاج ثقفی اور اس قسم کے دوسرے لوگ جنہوں نے کوفہ میں ظلم وستم کی بنیاد رکھی ان کا مبتلا ہونا ہلاک ہونا اور بدترین حالت میں مرنا اپنی جگہ پر شرح وبسط سے مذکور ہے اور آپؑ نے لوگوں کو خبر دی کہ معاویہ تمہیں سب وشتم کرنے کی پیش کش کرے گا اور آپؑ نے ابن عباس کو ذی قار میں بتایا کہ کوفہ کی طرف سے آپؑ کی بیعت کے لیے ایک لشکر آئے گا جس کی تعداد ایک ہزار ہوگی نہ اس سے کم اور نہ زیادہ اور جو واقعات بصرہ میں ہونے والے تھے اور صاحب زنج کے متعلق آپؑ نے ان کلمات میں خبر دی جو احنف بن قیس سے فرمائے۔ جو ہم اولاد امام زین العابدینؑ کی فصل میں اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ اور ہلاکو خاں کے لشکر اور ان کے فتنوں کی خبر دی اور جو خطبہ جنگ جمل کے موقعہ پر بصرہ میں دیا۔ اس میں اہل بصرہ کے زنگیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کی خبر دی اور دجال وحوادث زمانہ بیان کیے اور بصرہ کے غرق ہونے کی خبر دی جیسا کہ فرمایا خدا کی قسم تمہارا شہر ضرور غرق ہوگا۔ گویا تمہاری مسجد کو دیکھ رہا ہوں مثل پرندے کے سینہ کے دریا کی لہر پر اور بغداد شہر کے آباد ہونے کی خبر دی اور آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کے انجام کی خبر دی اور اس کے متعلق فرمایا کہ وہ چھپا ہوا سوسمار ہے۔ ایسے کام کا ارادہ کرتا ہے جسے پا نہیں سکتا۔ دین کے جال دنیا کے شکار کے لیے بچھاتا ہے اور وہ قریش میں سے سولی پر چڑھے گا اور آپؑ نے خبر دی ہے کہ سادات بنی ہاشم مثلاً ناصر و داعی وغیرہ خروج کریں گے اور فرمایا کہ طالقان میں آل محمدؐ کا ایک خزانہ ہے عنقریب خدا اسے ظاہر کرے گا جب وہ چاہے گا وہ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں یہاں تک کہ وہ حکم خدا سے قیام کریں گے اور دین الٰہی کی طرف بلائیں گے اور آپؑ نے نفس ذکیہ محمد بن عبداللہ محض کے احجار زیت مدینہ میں شہید ہونے کی خبر دی اپنے اس قول میں کہ وہ احجار زیت میں قتل ہوگا۔ اور اسی طرح محمد کے بھائی ابراہیم کی شہادت کی زمین باخمرا میں جو کہ واسط وکوفہ کے درمیان ہے خبر دی، فرمایا ابراہیم قتل ہوگا۔ بعد اس کے کہ وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور مغلوب ہوگا۔ بعد اس کے کہ غالب آئے گا اور اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک تیر لگے گا جس کے مارنے والے کا پتہ نہیں چلے گا جس سے وہ وفات پائے گا۔ پس ہلاکت ہے مارنے والے کے لیے اس کے ہاتھ شل ہوں اور بازو کمزور ہو جائیں اور مقتولین فخ اور مغرب میں سلاطین علویہ اور سلاطین اسماعیلیہ کے متعلق خبر دی۔ مثلاً آپؑ نے فرمایا پھر صاحب قیروان ظاہر ہوگا۔ جو ذی البداء کی اولاد ہے جو رداء سے لپٹا ہوا ہے اور آل بویہ کے بادشاہوں کے متعلق فرمایا اور دیلمان میں سے صیاد کے بیٹے خروج کریں گے اور ان کے متعلق فرمایا پھر ان کا معاملہ بڑھے گا یہاں تک

کہ وہ بغداد پر قابض ہو جائیں گے اور خلفاء کو معزول کریں گے اور خلفاء بنی عباس کی خبر دی اور علی بن عبداللہ بن عباس کو عباسیوں کا جد اعلیٰ تھا ابو الاملاک فرمایا۔ اور جنگ صفین میں آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان جو ارسال رسل و رسائل ہوا تو ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں دیں۔ اس خط کے آخر میں معاویہ کو خطاب کر کے فرمایا، رسولؐ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میری ڈاڑھی کے بال سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا۔ اور تو میرے بعد امت پر حکومت کرے گا۔ اور میرے بیٹے حسنؑ کو تو زہر سے شہید کرے گا۔ اور تیرے بعد تیرا بیٹا یزید زانیہ عورت کے بیٹے ابن زیاد کی مدد سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور بارہ آدمی ائمہ ضلالت اولاد ابو العاص اور مروان بن الحکم تیرے بعد امت کے بادشاہ ہوں گے جیسا کہ رسولؐ خدا کو خواب دکھایا گیا تھا اور آپؐ نے انہیں بندروں کی شکل میں اپنے منبر پر کودتے پھدکتے دیکھا اور وہ امت کو شریعت سے گمراہ کریں گے۔ پھر فرمایا اس وقت ایک گروہ جن کے جھنڈے اور علم سیاہ ہوں گے کہ جن سے مراد بنی عباس ہیں خلافت و حکومت ان سے چھین لیں گے اور ان میں سے جس شخص کو پائیں گے ہلاک کریں گے حد درجے کی ذلت و خواری سے انہیں قتل کریں گے۔ پھر آپؑ نے بہت سی غیب کی خبریں بیان کیں۔ دجال کا معاملہ اور کچھ علامات ظہور قائمؑ آل محمدؐ کے اور خط کے آخر میں فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ خط تیرے لیے تو نفع مند اور مفید نہیں اور اس سے تیرے حصہ میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی اور اپنے بیٹے کی حکومت پر خوش ہو گا۔ لیکن جو چیز اس کے لکھنے کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب کو کہا کہ اس خط کی ایک نقل بنا لے کہ شاید شیعہ اور میرے اصحاب اس سے نفع حاصل کریں یا جو لوگ تیرے پاس ہیں ان میں سے کوئی اس خط کو پڑھے اور اپنی گمراہی کو چھوڑ دے اور ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور یہ کہ یہ میری طرف سے تجھ پر حجت و دلیل بھی ہو۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان اخبار غیب میں سے اکثر کی تشریح اس کتاب میں اس کے تتمہ میں ہر ایک اپنے مقام پر بیان ہو گی۔

تیرھویں وجہ - آپؑ کی دعاؤں کا قبول ہونا۔ جیسا کہ بہت سے طرق معتبرہ سے ثابت ہے۔ آپؑ نے بسر بن ارطاۃ کو نفرین کی کہ اس کی عقل خراب ہو جائے۔ اور یہ دعا قبول ہوئی اور آپؑ کا بد دعا کرنا اس شخص کے لیے جو جاسوسی کرتا تھا۔ اور آپؑ کی باتیں معاویہ تک پہنچاتا تھا۔ پس وہ اندھا ہو گیا اور آپؑ نے طلحہ و زبیر کو بد دعا دی کہ وہ ذلت و خواری سے قتل ہوں اور مارے جائیں اور آپؑ کی دعا ان کے متعلق قبول ہوئی۔ زبیر کو عمرو بن جرموز نے سوتے میں ضرب شمشیر سے قتل کیا اور اس کا جسم زمین میں دفن کر دیا اور طلحہ کو مروان بن حکم نے تیر مارا جس سے اس کی رگ اکحل کھل گئی اور بیابان میں سخت دھوپ کے عالم میں مسلسل اس کا خون بہتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا اور خود طلحہ نے کہا کہ کسی قریشی کا خون میری طرح ضائع نہیں ہوا۔ روایات اہل سنت میں ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ نے حدیث غدیر پر صحابہ کے ایک گروہ سے گواہی طلب کی سب نے گواہی دی کہ ہم نے رسول خدا کو غدیر خم میں یہ کہتے سنا تھا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ مگر چند افراد نے اس گواہی

کو چھپایا اور اسے مخفی رکھا تو آپؑ نے ان کے حق میں بددعا کی اور آپؑ کی بددعا سے انہیں سزا ملی یعنی بعض اندھے ہو گئے اور بعض برص کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے عذاب الہٰی کی تلخی دنیا میں چکھ لی۔ مثلاً انس بن مالک، زید بن ارقم، عبدالرحمٰن بن مدلج اور یزید بن ودلیعہ جیسا کہ اسد الغابہ اور تاریخ ابن کثیر انسان العیون حلبی مناقب ابن مغازلی اور شواہد النبوۃ جامی۔ انساب الاشراف بلاذری حلیہ ابو نعیم اصفہانی اور دوسری کتب میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔ اور میں نے ان کی عبارتیں فیض الغدیر میں نقل کی ہیں اور ابن روزبہان کے اس قول کو کہ یہ روایات شیعوں نے گھڑی ہیں باطل کیا ہے۔

چودھویں وجہ ۔ آنحضرتؑ کا نصرت رسولِ خداؐ کی فضیلت سے مخصوص ہونا جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک خدا جبریل اور صالح مومنین رسولؐ کے ناصر و مددگار ہیں۔ یہاں مولا کا معنی ناصر ہے اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں صالح المومنین سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں۔ اور نیز آپؑ برادر رسول خداؐ ہونے کے ساتھ مخصوص تھے اور آپؑ کا دوش رسالتؐ پر پاؤں رکھنا، اور بتوں کو توڑنا اور فضیلت حدیث طائر و حدیث منزلت و حدیث رایت و خبر غدیر وغیرہ سے مخصوص تھے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

غیر علی کس نکرد خدمت احمد | عم خور موسیٰ نباشد الا ہرون
کرد جہانے ز تیغ زندہ بمعنی! | از دم تیغش اگرچہ ریخت ہمی خون

صورت انسانی و صفات خدائی | سبحان اللہ ازاں مرکب معجون
حبّ جاہش بعقل پی | نتواں برد
نتواں باموزہ | در گزشت ز جیحون
سوئے شریعت گرآئی و مہر علی جوئی | از بن دندان اگر نہ قلبی و داروں

خلاصہ یہ کہ کمالات نفسی و بدنی و خارجی میں آپؑ تمام لوگوں سے ممتاز تھے کیونکہ آپؑ کے کمالات نفسی مثلاً علم و حلم زہد و شجاعت و حسن خلق و عفت وغیرہ اس درجہ پر تھے کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی میں نہ تھا۔ اور آپؑ کے دشمنوں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپؑ کی جوانمردی اور ایثار اس درجہ کا تھا کہ بستر رسولؐ پر سو گئے اور کفار قریش کی ننگی تلواریں رسولؐ کے عوض اپنی جان کے لیے خرید لیں اور جنگ احد میں آپؑ کی مردانگی و جوانمردی اتنی ظاہر ہوئی کہ ملاء اعلیٰ سے ندا بلند ہوئی کہ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ۔ اور آپؑ کے کمالات بدنی کو سب جانتے ہیں کہ کوئی شخص آپؑ کا ہم پلہ نہیں تھا۔ اور آپؑ کی قوت و طاقت دنیا میں ضرب المثل تھی اور کوئی آپؑ کے برابر نہ تھا۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپؑ نے خیبر کا دروازہ اپنے دست معجز نما سے اکھاڑا کہ جسے ایک جماعت حرکت بھی نہ دے سکی۔ اور ایک بہت بڑے پتھر کو کہ پورا لشکر جس کے سرکانے سے عاجز تھا کنوئیں کے منہ سے ہٹایا۔ آپؑ کی شجاعت نے گزشتہ لوگوں کی بہادری بھلا دی اور آنے والوں کے نام لوگوں کی زبان پر نہ رہنے دیے آپؑ کے کمالات جنگوں میں مشہور ہیں۔ اور آپؑ کی لڑائیاں قیامت تک معروف و مذکور ہیں۔ آپؑ وہ بہادر ہیں جو کبھی نہیں بھاگے اور کسی لشکر سے نہیں ڈرے اور کبھی کوئی دشمن آپؑ کے سامنے نہیں آیا جو بچ کر نکلا ہو۔ مگر یہ

کر ایمان لے آیا۔ اور کبھی آپؑ نے ضرب نہیں لگائی کہ دوسری ضرب کی ضرورت پڑے۔ اور جس بہادر کو آپؑ قتل کرتے اس کی قوم فخر کرتی کہ اسے امیرالمومنینؑ نے قتل کیا ہے اسی لیے تو عمرو بن عبدود کی بہن نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے تھے کہ اگر عمرو کا قاتل علی امیرالمومنینؑ کے علاوہ کوئی اور ہوتا۔ تو میں زندگی بھر اس پر روتی رہتی لیکن اس کا قاتل شجاعت میں یگانہ روزگار ہے اور کرامت میں ممتاز ہے لہٰذا اس کے مقتول کے لیے کوئی عار و ننگ نہیں جو بہادر کچھ دیر آپؑ کے مقابلہ میں ٹھہر جاتا تو ہمیشہ اس پر فخر کرتا اور اپنی قوت قلب اور دلیری کا نغمہ گنگناتا۔ بلاد کفار کے بادشاہ آپؑ کی تصویر اپنی عبادت گاہوں میں نقش کرتے۔ ترک و آل بویہ کے بعض بادشاہ تبرکاً و تیمناً آپ کی تصویر اپنی تلواروں پر دشمن پر ظفر و کامیابی حاصل کرنے کے لیے کندہ کراتے اور اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ تھی آپؑ کی قوت و طاقت۔ حالانکہ آپؑ جو کی روٹی کھاتے اور کم غذا تناول فرماتے۔ آپؑ کا لباس سب سے کھردرا ہوتا۔ ہمیشہ صائم و قائم رہتے۔ باقی رہے آپؑ کے کمالات خارجی تو ان میں سے ایک آپؑ کا نسب ہے کہ آپؑ کے والد ابوطالبؑ سید بطحا، سردار قریش اور رئیس مکہ معظمہ تھے۔ اور حفاظت رسولؐ کی انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اور آنحضرتؐ کے بچپن سے لے کر اپنی آخر عمر تک مشرکین و کفار سے آپؐ کی حفاظت کرتے رہے اور جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے رسولِ خداؐ کو ہجرت اور مسافرت اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور جب ابوطالبؑ فوت ہو گئے تو آپؐ بے یار و مددگار رہ گئے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور امیرالمومنینؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں کہ جنہیں رسولِ خداؐ نے اپنی چادر میں کفن دیا۔ آپؑ کے چچازاد بھائی سید الاولین و الآخرین محمد بن عبداللہ خاتم النبیین تھے اور بھائی جعفر طیار ذوالجناحین تھے اور چچا حمزہ سید الشہداء سلام اللہ علیہم اجمعین تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپؑ کے آباء و اجداد رسول خداؐ کے آباء و اجداد تھے اور آپؑ کی والدہ اور دادیاں بہترین مخلوق کی مائیں اور دادیاں تھیں۔ آپؑ کا گوشت و خون آنحضرتؐ کے گوشت و خون سے ملا ہوا اور آپؑ کی روح کا نور آنحضرتؐ کے نور سے از آدم تا صلب عبدالمطلبؑ متصل تھا اور عبدالمطلبؑ کے صلب کے بعد صلب عبداللہؑ و ابوطالبؑ میں جدا ہو گئے۔ اور عالم کے دو سردار پیدا ہوئے پہلا منذر اور دوسرا ہادی آپؑ کے کمالات خارجیہ میں سے مصاھرت (دامادی) رسول خداؐ ہے کہ رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ سے ان کی شادی کی جو اشرف دختران اور عالمین کی عورتوں کی سردار تھیں اور رسول خداؐ ان مخدرہ سے اتنی محبت فرماتے کہ ان کے آنے پر تواضع کرتے اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی کے بوسے لیتے اور خوشبو سونگھتے اور یہ معلوم ہے کہ پیغمبرؐ کی محبت فاطمہؑ سے صرف اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ آپؐ کی بیٹی تھیں۔ بلکہ ان کی زیادہ شرافت اور خدا کے نزدیک محبوبیت کی وجہ سے تھی۔

ایں محبت از محبتہا جدا است　　حب محبوب خدا حب خدا است

اور بار بار رسول خداؐ فرماتے تھے فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے اس کو اذیت دینا مجھے اذیت دینا ہے اس کی رضا میری رضا اور اس کا غضب میرا غضب ہے۔ اور ایک خارجی کمالات میں سے آپؑ کی اولاد کرام ہے اور جیسا شرف اولاد کے لحاظ سے آپ کو حاصل ہوا کسی کو ایسا نہیں ملا کیونکہ حسنؑ و حسینؑ جو دونوں آپؑ کے فرزند ہیں۔ دونوں امام اور جوانان جنت کے

سردار ہیں۔ اور ان دونوں سے جو رسول اللہ کو محبت تھی وہ کسی پر مخفی نہیں اور باقی اولاد آپ کی جناب عباس جناب محمد جناب زینب و حضرت ام کلثوم اور دوسری اولاد ہے کہ جلالت و مرتبہ ان کا بیان سے باہر ہے۔ امام حسنؑ و حسینؑ میں سے ہر ایک کی اولاد انتہائے شرف و بزرگی کو پہنچی امام حسن علیہ السلام سے قاسم عبداللہ۔ حسن مثنیٰ و مثلث و عبداللہ محض نفس زکیہ و ابراہیم قتیل باخمریٰ علی عابد۔ حسین بن علی بن حسن مقتول فخ ادریس بن عبداللہ۔ عبدالعظیم۔ سادات بطحائی و شجری و گلستانہ و آل طاؤس و اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی علیہما السلام جو طباطبا کے لقب سے ملقب تھے اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوار رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ جن کے نام امام حسن علیہ السلام کی اولاد کے باب میں آئیں گے۔ اور امام حسینؑ سے تو آئمہ جیسی بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں۔ مثلاً امام زین العابدینؑ حضرت باقر العلومؑ جناب امام جعفر صادقؑ حضرت امام موسیٰ کاظم جناب امام رضا، حضرت محمد جواد، جناب علی ہادی و حضرت حسن عسکری اور حضرت حجۃ بن الحسن مولانا صاحب العصر والزمان صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ امیر المؤمنین و الائمۃ علیہم السلام

مَوَاهِبُ اللهِ عِنْدِيْ جَاوَزَتْ اَمَلِيْ ‏ وَلَيْسَ يَبْلُغُهَا قَوْلِيْ وَلَا عَمَلِيْ
لٰكِنَّ اَشْرَفَهَا عِنْدِيْ وَاَفْضَلَهَا ‏ وِلَايَتِيْ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيْ
يَارَبِّ فَاحْشُرْنِيْ فِي الْآخِرَةِ ‏ مَعَ النَّبِيِّ وَالْعِتْرَةِ الطَّاهِرَةِ

مترجم کہتا ہے اس کے بعد

مؤلف نے جناب ملا محمد طاہر (کہ جن کی قبر شیخان کبیر قم میں ہے جناب زکریا بن آدم قمی کے پاس) کا حضرت امیر المومنینؑ کی مدح میں فارسی قصیدہ ذکر کیا ہے کہ جس میں آپؑ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں۔ ہم اصل اور اس کا ترجمہ ذکر نہیں کر رہے۔

تیسری فصل

شہادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

ابن ملجم لعین کا آپ کے فرق مبارک پر ضربت لگانا

علماء شیعہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ انیسویں ماہ مبارک رمضان کی رات سنہ ۴۰ھ بوقت طلوع صبح صادق حضرت سید اولیاء علی المرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے شقی ترین امت ابن ملجم مرادی لعین کے ہاتھ سے ضرب کھائی۔ اور جب اس مہینہ کی اکیسویں رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو آپ کی روح مقدس نے ریاض جنان کی طرف پرواز کی اور آپ کی عمر مبارک اس وقت تریسٹھ سال تھی آپ دس سال کے تھے جب حضورؐ مبعوث برسالت ہوئے اور آپؑ ان پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد تیرہ سال آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ میں رہے۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ دس سال مدینہ میں رہے پھر حضرت رسولؐ کی وفات کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور اس کے بعد تیس سال زندہ رہے۔ دو سال چار مہینے ابوبکر کی خلافت کے گیارہ سال عمر کی خلافت کے اور بارہ سال عثمان کے اور آپؑ کی ظاہری خلافت پانچ سال کے قریب قریب ہے۔ اور اس مدت کا اکثر حصہ منافقین کے ساتھ قتال و جدال میں گزرا۔ رسول خداؐ کے بعد آپؑ ہمیشہ مظلوم رہے اور اپنی مظلومیت کا اظہار فرماتے تھے۔ لوگوں کے نفاق سے دل تنگ ہو جاتے اور خدا سے موت مانگتے، بار بار ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے۔ کبھی فرماتے کہ بدبخت ترین امت کو کونسی چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ میری داڑھی کو میرے خون سے ترکرے اور اس ماہ رمضان میں کہ جس میں آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپؑ نے برسر منبر اپنے اصحاب سے فرمایا اس سال تم لوگ تو حج پر جاؤ گے۔ لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا۔ اور اس ماہ میں ایک رات امام حسنؑ کے گھر ایک رات امام حسینؑ کے گھر اور ایک رات جناب زینبؑ اپنی بیٹی کے ہاں جو عبداللہ بن جعفر کے گھر تھیں افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔ جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ امر الٰہی قریب ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کروں کہ میرا پیٹ کھانے سے پر نہ ہو۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ایک دن برسر منبر اپنے بیٹے امام حسنؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو محمد اس ماہ رمضان کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ عرض کیا سترہ دن۔ پس آپؑ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا واللہ لیخضبنھا بدمھا اذا انبعث اشقٰھا۔ خدا کی قسم اس امت کا سب سے زیادہ شقی ان سفید بالوں کو سر کے خون سے ضرور خضاب کرے گا۔ پھر یہ شعر پڑھا:

اُرِيدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيدُ قَتْلِي　　عَذِيرَكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُرَادٖ

میں اس کی بخشش چاہتا ہوں اور وہ میرا قتل چاہتا ہے۔ کوئی عذر پیش کرنے والا اپنے قبیلہ مراد کے دوست کا لے آ۔
باقی رہی آپؑ کے شہید ہونے کی کیفیت جیسا کہ بزرگ علماء کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ خوارج کا ایک گروہ کہ جن میں عبدالرحمٰن بن ملجم بھی تھا۔ جنگ نہروان کے بعد مکہ میں آیا۔ خوارج روزانہ جمع ہوتے اور صلاح و مشورے کرتے اور نہروان میں مارے جانے والوں پر گریہ زاری کرتے ایک دن دورانِ گفتگو کہنے لگے کہ علیؑ و معاویہ نے اس امت کا معاملہ بگاڑ رکھا ہے اگر دونوں کو قتل کر دیں تو امت ان کی مصیبت سے راحت حاصل کرے گی۔ قبیلہ اشجع کے ایک شخص نے سر اٹھا کر کہا خدا کی قسم عمرو بن عاص ان سے کم نہیں ہے بلکہ فساد کی جڑ وہی ہے۔ پس ان کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ تینوں اشخاص کو قتل کر دینا چاہیے۔ ابن ملجم لعین کہنے لگا میں علیؑ کو قتل کروں گا۔ حجاج بن عبداللہ نے جو برک کے نام سے مشہور تھا۔ معاویہ کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیا۔ اور داذویہ نے جو عمرو بن بکر تمیمی کے نام سے معروف تھا۔ عمرو بن عاص کے قتل کی ذمہ داری لی۔ جب معاہدہ پورا ہو گیا تو ایک دوسرے سے وعدہ لیا کہ تینوں افراد ایک ہی رات بلکہ ایک ہی گھڑی میں قتل کیے جائیں اور یہ طے پایا کہ انیسویں ماہ رمضان کو صبح کی نماز کے وقت یہ تینوں افراد مسجد میں جا کر اس کام پر اقدام کریں۔ پھر ایک دوسرے کو الوداع کہہ کر برک شام کی طرف گیا۔ عمرو نے مصر کا سفر کیا۔ اور ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ تینوں نے اپنی اپنی تلوار کو زہر میں بجھایا۔ اور اپنے دلی راز کو چھپائے رکھا۔ اور وعدہ کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو اس رات کی صبح کے وقت برک ابن عبداللہ اپنی زہر آلود تلوار کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ اور جماعت میں معاویہ کے بالکل پیچھے کھڑا ہو گیا جب معاویہ رکوع یا سجدہ میں گیا۔ تو اس نے اس کی ران پر تلوار لگائی۔ معاویہ نے چیخ ماری اور محراب میں گر پڑا لوگوں نے جمع ہو کر برک کو گرفتار کر لیا اور معاویہ کو اس کے گھر لے گئے۔ طبیب حاذق کو بلایا گیا۔ جب طبیب نے زخم دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے۔ اور نکاح والی رگ پر اس کا اثر ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ اس سے اچھے ہو جاؤ اور تمہاری نسل منقطع نہ ہو تو پھر سرخ لوہے سے اس زخم کی جگہ کو داغ دیا جائے اور پھر علاج ہو۔ اور اگر اولاد سے آنکھیں بند کر لو تو مشروبات کے ذریعہ علاج کیا جا سکتا ہے۔ معاویہ کہنے لگا مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ گرم لوہے پر صبر کر سکوں۔ میرے دو بیٹے کافی ہیں یزید اور عبداللہ۔ لہٰذا جڑی بوٹیوں کے پلانے سے اس کا علاج کیا گیا۔ اور وہ اچھا ہو گیا لیکن اس کی نسل منقطع ہو گئی۔ صحت یاب ہونے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے مسجد میں علیحدہ کمرہ بنا دیا جائے اور اس پر پاسبان مقرر کیے جو اس کی حفاظت کرتے۔ پھر برک کو حاضر کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ وہ کہنے لگا امان دو تو خوشخبری سناؤں۔ معاویہ کہنے لگا۔ وہ خوشخبری کیا ہے۔ کہنے لگا۔ میرا ساتھی گیا ہے کہ اسی وقت علیؑ کو قتل کرے۔ اب مجھے قید کر دو جب تک اطلاع آئے اگر علیؑ قتل ہو چکے ہوں تو جو تمہارا دل چاہے میرے ساتھ سلوک کرو۔ ورنہ مجھے چھوڑ دو میں جا کر علیؑ کو قتل کر دوں گا۔ اور قسم کھاتا ہوں کہ دوبارہ تمہارے پاس آؤں گا۔ تاکہ جو کچھ تمہاری مرضی ہو میرے حق میں حکم جاری کرو۔ ایک قول کے

مطابق معاویہ نے حکم دیا کہ اسے قید رکھا جائے۔ جب امیرالمومنینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو علیؑ کے قتل کے شکرانہ میں اسے رہا کر دیا اور عمرو بن بکر جب مصر میں پہنچا تو اس نے انیسویں ماہ رمضان تک صبر کیا۔ پھر وہ زہر آلود تلوار لے کر مسجد میں داخل ہوا اور عمرو بن عاص کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاق سے عمرو بن عاص کو اس رات درد قولنج عارض ہوا۔ اور وہ مسجد میں نہ آسکا۔ تو قاضی مصر کو کہ جس کا نام خارجہ بن ابی حبیبہ تھا۔ اپنی نیابت میں مسجد بھیج دیا۔ خارجہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوا عمرو بن بکر نے یہ خیال کیا کہ یہ عمرو بن عاص ہے اپنی تلوار کھینچ کر بدبخت خارجہ کے لگائی اور وہ اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ عمرو بھاگنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کے پاس لے گئے۔ عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ اسے قتل کردیں وہ چیخنے چلانے لگا۔ اور بہت رویا۔ لوگوں نے پوچھا کہ موت کے وقت یہ رونا کیسا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کام کی سزا ہلاکت ہے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں عمرو بن عاص کے قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور مجھے یہ دکھ ہے کہ برک اور ابن ملجم اپنی آرزو کو پہنچ گئے۔ اور انہوں نے علیؑ و معاویہ کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا۔ عمرو نے کہا اسے قتل کرو۔ دوسرے دن وہ خارجہ کی عیادت کے لیے گیا۔ اس میں ابھی تک کچھ رمق جان باقی تھی۔ وہ عمرو بن عاص سے کہنے لگا۔ اے ابا عبداللہ یہ شخص تو صرف تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا۔ عمرو نے کہا۔ لیکن خدا نے خارجہ کے قتل کو چاہا، باقی رہا عبدالرحمن بن ملجم تو وہ ملعون حضرت امیرالمومنینؑ کے قتل کے ارادہ سے کوفہ میں آیا اور بنی کندہ کے محلہ میں (جہاں قاعدین خوارج رجو جنگ سے بیٹھ گئے تھے) رہتے تھے رہنے لگا۔ لیکن خوارج سے اپنے مقصد کو چھپاتا تھا کہ کہیں یہ راز افشا نہ ہو جائے جن دنوں وہ امیرالمومنینؑ کے شہید کرنے کی فکر میں تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے ایک ساتھی کی ملاقات کے لیے گیا تو وہاں قطام بنت اخضر تیمیہ کو دیکھا اور وہ ملعونہ انتہائی حسین و جمیل تھی اس کے باپ اور بھائی کو جو خوارج میں سے تھے امیرالمومنینؑ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا اسے حضرت امیرؑ سے بے حد دشمنی تھی۔ جب ابن ملجم کی نگاہ اس کے جمال دل آرا پر پڑی تو وہ دل ہاتھ سے دے بیٹھا۔ مجبوراً اس نے قطام کی خواستگاری کی قطام کہنے لگی کہ حق مہر میں مجھے کیا دو گے۔ اس نے کہا جو مانگو کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک کنیز ایک غلام اور علی بن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔ ابن ملجم کہنے لگا جو کچھ تو نے کہا ہے وہ سب ممکن ہے سوائے علیؑ کو قتل کرنے کے کیونکہ وہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے۔ قطام نے کہا جب علیؑ کسی چیز میں مشغول اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک ان کو تلوار لگاؤ۔ اور دھوکے سے انھیں قتل کر دو۔ پس اگر انہیں تم نے قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا بخشی اور میرے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرو گے اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ آخرت میں تجھے ثواب ملیں گے وہ دنیا کی ملنے والی چیزوں سے تیرے لیے بہتر ہیں۔ ابن ملجم سمجھ گیا کہ یہ ملعونہ مذہباً مجھ سے موافق ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس شہر میں صرف اسی کام کے لیے آیا ہوں۔ قطام نے کہا میں اپنے قبیلہ کے کچھ لوگ تیرے ساتھ کر دوں گی۔ جو اس معاملہ میں تیرے معاون ہوں گے۔ پس اس نے وردان بن مجالد کے پاس کسی کو بھیجا جو کہ اس کے قبیلہ سے تھا اور اسے ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا۔ ابن ملجم نے بھی اس زمانہ میں جب خباب علیؑ کے قتل کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

ایک دفعہ شبیب بن بجرہ سے ملاقات کی جو اشجع قبیلہ سے تھا اور خارجی مذہب رکھتا تھا۔ اس سے کہنے لگا۔ اے شبیب کیا شرف دنیا و آخرت کسب کرنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا۔ کیا کروں۔ ابن ملجم ملعون نے کہا۔ علیؑ کے قتل کرنے میں میرا ساتھ دو۔ شبیب نے کہا اے ابن ملجم تیری ماں تیری موت پر روئے تو نے ایک ہولناک چیز کا ارادہ کیا ہے۔ اس آرزو کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے۔ ابن ملجم نے کہا اتنا ڈرپوک اور بزدل نہ ہو مسجد جامع میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے۔ نماز صبح کے وقت ان پر حملہ کر دیں گے۔ اور تلوار سے ان کا کام تمام کر دیں گے، اس طرح ہم اپنے دل کو شفا بخشیں گے۔ اور اپنے خون کا بدلہ لیں گے۔ اس قسم کی اتنی باتیں کہیں کہ شبیب کے دل کو مضبوط کر لیا۔ اور اسے بھی اپنا دست و بازو بنا لیا۔ اور اسے اپنے ساتھ قطام کے پاس لے آیا۔ اس وقت وہ ملعونہ مسجد اعظم میں تھی اور اس کے لیے ایک قبہ وخیمہ نصب کر دیا گیا تھا جس میں وہ اعتکاف میں مشغول تھی۔ پس ابن ملجم نے شبیب کے ساتھ مل جانے کی اسے خبر دی وہ ملعونہ کہنے لگی جب اسے قتل کرنے کا ارادہ کرو تو میرے پاس یہاں آنا پس وہ دونوں ملعون مسجد سے باہر آئے اور چند دن گزرے یہاں تک کہ بدھ کی رات انیسویں ماہ رمضان آپہنچی۔ پس ابن ملجم شبیب و وردان کے ساتھ قطام کے پاس آیا۔ اس ملعونہ نے ریشم کی چند پٹیاں منگوائیں اور ان کے سینوں پر مضبوطی سے باندھ دیں اور زہر آلود تلواریں ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیں تاکہ وہ انہیں حمائل کر لیں اور کہنے لگی جوانمردوں کی طرح وقت کو غنیمت سمجھنا۔ اور جب وقت آئے تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ وہ تینوں اس ملعونہ کے خیمہ سے نکلے اور اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے آپؑ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے اور آپؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی خیال میں تھے۔ ایک دفعہ ان کی ملاقات اشعث بن قیس سے ہوگئی اور اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ اس نے بھی ان کی مدد کی حامی بھر لی۔ جب انیسویں کی رات آئی تو وہ بھی اپنے وعدہ کے مطابق ان کے پاس آیا۔ اور حجر بن عدی رحمۃ اللہ جو کہ بزرگ شیعوں میں سے تھے۔ اس رات مسجد میں موجود تھے۔ اچانک ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم اپنے کام میں جلدی کرو اور اپنی حاجت فوراً پوری کرو۔ صبح ہو رہی ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے حجر نے اس بات سے ان کا مقصد بھانپ لیا اور اشعث سے کہا اے عور (بھینگے) علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ پس فوراً حضرت امیرالمومنینؑ کے گھر کی طرف دوڑے تاکہ انہیں ان کے ارادہ سے خبردار کریں۔ اتفاقاً حضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے۔ جب تک حجر آپؑ کے گھر گئے اور واپس آئے کام تمام ہو چکا تھا۔ جب مسجد میں آئے تو لوگوں کی آواز سنی کہ وہ حضرتؑ کے قتل ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ اس رات حضرتؑ کی حالت کیا تھی۔ جناب ام کلثوم سے منقول ہے کہ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو میرے والد گھر میں آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے میں ان کے لیے ایک طبق لائی۔ جس میں جو کی دو روٹیاں دودھ کا پیالہ اور کچھ نمک تھا۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے اور اس طبق کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا اے بیٹی تم میرے لیے ایک ہی طبق میں دو کھانے لے آئی ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچا زاد رسول خداؐ کا اتباع کرتا ہوں۔ اسے

بیٹی جس کی خوراک اور پوشاک دنیا میں اچھی ہے اسے قیامت میں خدا کے ہاں زیادہ ٹھہرنا پڑے گا۔ اے بیٹی دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے۔ پس آپؑ نے رسولِ خداؐ کے زہد کی کچھ باتیں بیان کیں۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں افطار نہیں کروں گا جب تک ان دو سالنوں میں سے ایک کو اٹھا نہ لوگی۔ پس میں نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ (بعض روایات میں ہے کہ میں نے نمک اٹھانا چاہا تو آپؑ نے خود فرمایا کہ دودھ اٹھا لو (مترجم) حضرتؑ نے تھوڑی سی روٹی نمک کے ساتھ کھائی اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور اٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے اور پے در پے رکوع و سجود میں مشغول رہے اور تضرع و زاری درگاہِ الٰہی میں کرتے رہے۔ منقول ہے کہ حضرت اس رات بار بار کمرے سے باہر نکلتے اور داخل ہوتے تھے۔ اور اطراف آسمان میں نگاہ کرتے اور مضطرب ہوتے اور تضرع و زاری کرتے اور سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے اور کہتے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ۔ خدایا میرے لیے موت بابرکت بنا اور بہت ذکر کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور کلمہ مبارکہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کی زیادہ تکرار کرتے۔ بہت صلوات پڑھتے، استغفار کرتے۔ اور ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ ساری رات بیدار رہے۔ ہمیشہ کی عادت کے خلاف نمازِ شب کے لیے باہر تشریف لے گئے ام کلثوم نے عرض کیا۔ بابا آپؑ کی یہ بیداری اور اضطراب کس وجہ سے ہے فرمایا۔ اس رات کی صبح کو میں شہید ہو جاؤں گا۔ عرض کیا جعدہ سے کہئے کہ وہ مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے (جعدہ ہبیرہ کا بیٹا ہے اور اس کی والدہ ام ہانی جناب امیرؑ کی ہمشیرہ تھیں) فرمایا کہہ دو کہ جعدہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر فوراً فرمایا کہ قضائے الٰہی سے نہیں بھاگا جا سکتا اور خود مسجد کی طرف چل دیئے۔ روایت ہے کہ اس رات آپؑ بیدار رہے۔ اور بار بار باہر نکلے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ یہی ہے وہ رات کہ جس میں شہادت کا وعدہ کیا گیا ہے پھر آپؑ اپنے لیٹنے کی جگہ تشریف لائے جب صبح صادق ہوئی تو ابن نباح نے جو آپؑ کا مؤذن تھا۔ نماز کے لیے پکارا۔ حضرت مسجد کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جب صحن خانہ میں آئے۔ تو کچھ مرغابیاں جو گھر میں موجود تھیں خلاف عادت آپؑ کے سامنے آئیں اور وہ پروں کو پھڑپھڑانے اور چیخنے چلانے لگیں کسی نے چاہا کہ انہیں ہٹا دے۔ آپؑ نے فرمایا، انہیں کچھ نہ کہو یہ چیخ رہی ہیں اور ان کے بعد نوحہ کرنے والی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جناب ام کلثوم یا امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ کیوں فال بد کر رہے ہیں آپؑ نے فرمایا۔ یہ فال نہیں بلکہ دل گواہی دیتا ہے کہ قتل کیا جاؤں گا۔ یا یہ فرمایا کہ یہ حق بات ہے جو میری زبان پر جاری ہوئی ہے پھر آپؑ نے ام کلثوم سے ان مرغابیوں کے متعلق سفارش کی اور فرمایا بیٹی میرے حق کی قسم ہے تمہیں کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ ایسی چیزوں کو بند کر رکھا ہے۔ کہ جو زبان نہیں رکھتیں اور جب بھوکی یا پیاسی ہوں تو بولنے کی قدرت ان میں نہیں ہے پس انہیں غذا دو اور سیراب کر دو۔ ورنہ چھوڑ دو۔ تاکہ جا کر زمین سے گھاس پھوس کھائیں۔ جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو دروازے کی چٹخنی آپؑ کے کمر کے پٹکے سے اٹک گئی اور وہ کھل گیا۔ آپؑ نے اُسے مضبوطی سے باندھا۔ اور چند اشعار پڑھے کہ ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

اُشْدُدْ حَيَازِيمَكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتَ لَاقِيكَا | وَلَا تَجْزَعْ عَنِ الْمَوْتِ إِذَا حَلَّ بِنَادِيكَا
وَلَا تَغْتَرَّ بِالدَّهْرِ وَإِنْ كَانَ يُوَافِيكَا | كَمَا أَضْحَكَكَ الدَّهْرُ كَذَاكَ الدَّهْرُ يُبْكِيكَا

اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اے علیؑ موت کے لیے کمر باندھ لے۔ کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کر کے ہی رہے گی اور موت سے نہ گھبرا جب وہ تیرے گھر میں آئے اور زمانہ پر مغرور نہ ہو چاہے وہ تیرے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا ہے اسی طرح رولائے گا۔ پھر عرض کیا خدایا موت کو میرے لیے مبارک قرار دے اور اپنی ملاقات میرے لیے خوشگوار قرار دے۔ ام کلثوم یہ کلمات سن کر فریاد و ابتاہ واغوثاہ کرنے لگیں۔ امام حسنؑ باپ کے پیچھے باہر نکلے۔ جب ان کے قریب پہنچے تو عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے ساتھ رہوں۔ آپؑ نے فرمایا میں اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا تم پر ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ امام حسنؑ واپس گھر آ گئے اور جناب ام کلثوم کے ساتھ محزون و مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور جو حالات و اقوال اپنے والد بزرگوار سے مشاہدہ کیے تھے۔ اس پر روتے رہے۔ ادھر حضرت امیر المومنینؑ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت مسجد کی قندیلیں بجھی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے تاریکی ہی میں چند رکعت نماز پڑھی اور کچھ دیر تسبیحات و تعقیبات میں مشغول رہے۔ پھر مسجد کی چھت پر تشریف لے گئے اور دست مبارک کان پر رکھ کر اذان کہی۔ حضرتؑ جب اذان کہتے تو کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں آپؑ کی آواز نہ پہنچتی ہو۔ آپؑ گلدستہ اذان سے نیچے تشریف لائے اور خدا کی تقدیس و تہلیل اور صلوات پڑھتے ہوئے مسجد کی چھت سے نیچے اترے اور یہ چند اشعار پڑھنے لگے:

خَلُّوا سَبِيلَ الْمُؤْمِنِ الْمُجَاهِدِ
فِي اللهِ لَا يَعْبُدُ غَيْرَ الْوَاحِدِ
وَيُوقِظُ النَّاسَ إِلَى الْمَسَاجِدِ

راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کا راستہ چھوڑ دو۔ جو کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اور لوگوں کو مساجد کی طرف بلاتا ہے ——— پس آپؑ صحن مسجد میں تشریف لائے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ نماز پڑھو نماز پڑھو کہنے لگے اور سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے جاتے تھے اور ابن ملجم ملعون اس ساری رات بیدار رہا۔ اور اس امر عظیم میں جس کا ارادہ کر چکا تھا فکر کرتا رہا۔ جس وقت امیر المومنینؑ سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کر رہے تھے۔ وہ بھی ان میں منہ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور زہر آلود تلوار اپنے کپڑوں کے اندر چھپائے ہوئے تھا جب امیر المومنینؑ اس کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا نماز کے لیے کھڑا ہو جا۔ اور اس طرح نہ سو۔ کیونکہ یہ شیاطین کا سونا ہے دائیں کروٹ سو کہ مومنین کا سونا ہے یا بائیں طرف لیٹ جو کہ حکماء کا سونا ہے یا چت لیٹ جو کہ انبیاء کا سونا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تو ایسا ارادہ رکھتا ہے کہ جس سے قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ سرنگوں ہو جائیں اگر میں چاہوں تو خبر دے سکتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کے نیچے کیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ گئے اور محراب میں جا کر نماز پڑھنے لگے۔ اور

ابن ملجم باوجودیکہ اس کے کانوں میں یہ خبر پہنچی تھی کہ امیرالمومنینؑ کو اس امت کا بدترین شخص شہید کرے گا۔ اور کبھی قطام سے کہتا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں وہ شخص ہو جاؤں اور اپنی آرزو کو بھی حاصل نہ کرسکوں۔ اس رات صبح تک اس امر عظیم میں غور کرتا رہا۔ بالآخر سیلاب شقاوت و بدبختی نے ان خیالات کو خس و خاشاک کی طرح طوفان فنا میں بہادیا۔ اور اس نے اپنے ارادہ کو امیرالمومنینؑ کے شہید کرنے میں محکم کیا اور اس ستون کے قریب آکے جو محراب کے ساتھ تھا کھڑا ہو گیا۔ وردان و شبیب بھی ایک کونے میں آکھڑے ہوئے۔ جب امیرالمومنینؑ نے رکعت اول میں سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے شبیب ملعون نے حضرتؑ کے شہید کرنے کا ارادہ کیا اور پکارا: اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ یَا عَلِیُّ لَا لَکَ وَلَا لِاَصْحَابِکَ یعنی حکم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اے علیؑ نہ آپؑ کے لیے اور نہ آپؑ کے اصحاب کے لیے۔ آپؑ اپنی طرف سے حکم نہیں کرسکتے اور دین کا کام حکمین کے فیصلہ پر نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار کیا۔ اس کی تلوار طاق در پر پڑی اور چوک گئی۔ اس کے فوراً بعد ابن ملجم نے اپنی تلوار کا وار کیا اور وہی کلمات کہے اور تلوار حضرتؑ کے فرق مبارک پر لگائی۔ اتفاقاً اس کی ضرب عمرو بن عبدود کے زخم والی جگہ میں لگی اور سجدہ کے مقام تک شگاف ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا اور آپؑ کی آواز بلند ہوئی کہ یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم نے مجھے قتل کر دیا۔ اسے پکڑ لو۔ اہل مسجد نے جب آواز سنی تو اس ملعون کو ڈھونڈنے لگے۔ لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور حالت دگرگوں ہوئی۔ پس سب لوگ محراب کی طرف دوڑے، دیکھا کہ آپؑ محراب میں گرے ہوئے ہیں اور آپؑ کا فرق مبارک شگافتہ اور پھٹ چکا ہے اور آپؑ مٹی اٹھا کر زخم پر ڈال رہے ہیں اور اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى یعنی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور زمین میں تمہیں پلٹائیں گے اور دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔ پھر آپؑ نے فرمایا حکم خدا آگیا ہے اور رسول اللہؐ کا قول سچا ہوا۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپؑ کے سر کا خون آپؑ کے چہرہ اور ریش مبارک پر جاری ہے اور ریش مبارک خون سے خضاب ہے اور فرماتے ہیں۔ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یہ وہی وعدہ ہے جو خدا و رسولؐ نے میرے ساتھ کیا تھا۔ جب ابن ملجم نے ضرب لگائی تھی تو زمین ہلنے لگی۔ دریاؤں کا پانی اچھلنے لگا آسمان متزلزل ہو گئے۔ مسجد کے دروازے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ آسمان کے فرشتوں کی صدائیں گونجنے لگیں سخت قسم کی آندھی چلنے لگی۔ دنیا جہان تاریک ہو گیا۔ اور جبرئیلؑ آسمان و زمین کے درمیان منادی کرنے لگے کہ جسے لوگوں نے سنا تھا تَهَدَّمَتْ وَاللّٰهِ اَرْكَانُ الْهُدٰى وَانْطَمَسَتْ اَعْلَامُ التُّقٰى وَانْفَصَمَتِ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى قُتِلَ ابْنُ عَمِّ الْمُصْطَفٰى قُتِلَ الْوَصِيُّ الْمُجْتَبٰى قُتِلَ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى قَتَلَهٗ اَشْقَى الْاَشْقِيَاءِ خدا کی قسم ہدایت کے رکن ٹوٹ گئے۔ علم نبوت کے ستارے تاریک ہو گئے۔ پرہیزگاری کے نشانات مٹ گئے اور عروۃ الوثقائے الٰہی الگ ہو گیا۔ محمد مصطفےٰؐ کا پسر عم قتل ہوا۔ سید اوصیا علی مرتضیٰؑ شہید ہوئے انہیں بدترین اشقیا نے شہید کیا۔ جب جناب ام کلثوم نے یہ آواز سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا اور گریبان چاک کیا اور فریاد کی وَا اَبَتَاهُ وَا عَلِيَّاهُ وَا مُحَمَّدَاهُ پس حسنین علیہما السلام گھر سے

مسجد کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ لوگ نوحہ و فریاد کر رہے ہیں اور کہتے ہیں وَا اِمَامَاہُ وَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ خدا کی قسم وہ امام عابد شہید ہوا۔ جس نے کبھی اصنام و اوثان کو سجدہ نہیں کیا اور جو رسول اللہؐ سے باقی لوگوں کی نسبت بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ جب شہزادے مسجد میں داخل ہوئے تو فریاد وَا اَبَتَاہُ وَا عَلِیَّاہُ بلند کی اور کہتے تھے کاش ہم مر گئے ہوتے اور یہ روز بد نہ دیکھتے جب محراب کے قریب آئے تو اپنے پدر بزرگوار کو محراب میں پڑے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ ابو جعدہ اور آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ حضرتؑ کو کھڑا کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن آپؑ میں یہ طاقت نہیں رہی پس حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کو اپنی جگہ پر کھڑا کیا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرتؑ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور زہر کی تکلیف زخم کی شدت سے آپؑ دائیں بائیں جھک جاتے تھے۔

جب امام حسنؑ نماز سے فارغ ہوئے تو باپ کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اور کہتے تھے کہ اے بابا آپؑ نے میری کمر توڑ دی آپؑ کو اس حالت میں کیسے دیکھوں۔ امیر المومنینؑ نے آنکھ کھولی اور فرمایا، بیٹا آج کے بعد تمہارے باپ کے لیے کوئی رنج و تکلیف نہیں۔ یہ ہے تمہارے نانا محمد مصطفیٰؐ، تمہاری نانی خدیجۃ الکبریٰؑ، تمہاری ماں فاطمۃ الزہراؑ اور جنت کی حوریں۔ یہ سب تمہارے باپ کے انتظار میں ہیں۔ تم خوش ہو جاؤ اور گریہ کو ترک کر دو کیونکہ تمہارے رونے سے آسمان کے فرشتے روتے ہیں۔ پس آپؑ کی ردا کے ساتھ زخم کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ اور آپؑ کو محراب سے نکال کر مسجد میں لے آئے ادھر امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر کوفہ میں پھیل گئی۔ اور شہر کے مرد اور عورتیں مسجد کی طرف دوڑ کر آ گئے۔ امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ ان کا سر امام حسنؑ کی گود میں ہے باوجودیکہ زخم مضبوطی سے باندھا گیا تھا خون اس سے بہہ رہا تھا۔ اور آپؑ کا رنگ مبارک زردی سے سفیدی مائل ہو گیا تھا۔ اطراف آسمان کی طرف نگاہ کرتے اور آپؑ کی زبان مبارک تسبیح و تقدیس الٰہی میں مشغول تھی۔ اور کہتے تھے اِلٰهِیْ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْصِیَاءِ وَ اَعْلٰی دَرَجَاتِ جَنَّةِ الْمَاْوٰی! خدایا میں انبیاء و اوصیاء کی رفاقت اور جنت الماویٰ کے اعلیٰ درجات کا سوال کرتا ہوں۔ پس آپ کچھ دیر کے لیے مدہوش ہو گئے تو امام حسنؑ رونے لگے اور آپؑ کے آنسوؤں کے قطرات آپؑ کے پدر بزرگوار کے چہرہ مبارک پر گرے تو حضرت ہوش میں آ گئے اور آنکھ کھول کر فرمایا اے بیٹا کیوں روتے ہو اور جزع فزع کرتے ہو۔ تم بھی میرے بعد زہر سے اور تمہارے بھائی تلوار سے شہید ہوں گے اور تم دونوں اپنے نانا باپ اور ماں سے جا ملو گے۔ اس وقت امام حسنؑ نے اپنے باپ کے قاتل کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم مرادی نے ضرب لگائی ہے ابھی اسے مسجد میں لے آئیں گے اور آپؑ نے باب کندہ کی طرف اشارہ کیا۔ پے در پے تلوار کا زہر آپ کے بدن مبارک میں سرایت کر رہا تھا۔ اور حضرتؑ کو بیخود کر رہا تھا۔ لوگ باب کندہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور امیر المومنینؑ پر گریہ و زاری کر رہے تھے۔ اچانک مسجد کے دروازے سے آواز بلند ہوئی ابن ملجم کو ہاتھ باندھے ہوئے۔ باب کندہ سے مسجد میں لے آئے اور لوگ اس کو مارتے ہوئے لا رہے تھے۔ اور اس کے نجس منہ پر تھوکتے تھے۔ اس سے کہتے تھے کہ وائے ہو تجھ پر تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ

تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کر دیا۔ اور رکن اسلام توڑ دیا۔ ملعون خاموش تھا کچھ نہیں کہتا تھا۔ لوگوں کا غصہ ہر لمحے بڑھتا جاتا تھا۔ چاہتے تھے کہ وہ اسے دانتوں سے ہی پارہ پارہ کر دیں۔ حذیفہ نخعی برہنہ تلوار لیے ہوئے اس کے آگے آگے آ رہا تھا۔ وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا اسے امام حسنؑ کے سامنے لے آیا۔ جب آپؑ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا اے ملعون تو نے امیر المومنینؑ و امام المسلمین کو شہید کیا اس احسان کے بدلے کہ انہوں نے تجھے پناہ دی۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح دی اور تجھ پر بخششیں کیں کیا وہ تیرے لیے برے امام تھے۔ اور ان کے احسانات کا بدلہ یہی تھا۔ جو تو نے دیا۔ اور ابن ملجم اسی طرح سر نیچے کیے ہوا تھا۔ اور کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ لوگوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی۔ امام حسنؑ نے اس شخص سے پوچھا جو اس ملعون کو لے آیا تھا کہ تو نے اس دشمن خدا کو کہاں پایا تو اس شخص نے ابن ملجم کو پانے کا واقعہ بیان کیا اور امام حسنؑ نے فرمایا حمد و تعریف کے لائق وہی خدا ہے کہ جس نے اپنے دوست کی مدد کی اور اپنے دشمن کو مخذول و گرفتار کیا تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور یہ جملہ فرمایا کہ خدا کے فرشتو مجھ سے رفق و مدارات و نرمی کرو۔ اس وقت امام حسنؑ نے عرض کیا کہ یہ دشمن خدا و رسولؐ اور آپؑ کا دشمن ابن ملجم ہے کہ خداوند عالم نے آپؑ کو کامیابی دی ہے اور وہ حاضر خدمت ہے امیر المومنینؑ نے اس ملعون کی طرف دیکھا۔ اور کمزور آواز میں کہا اے ابن ملجم تو نے امر بزرگ اور کار عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا میں تیرے لیے برا امام تھا کہ تو نے مجھے یہ بدلہ دیا ہے کیا میں نے تجھے موردِ رحمت نہیں قرار دیا تھا۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ کیا تجھ سے احسان نہیں کرتا تھا اور تجھ پر زیادہ بخشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ مجھے قتل کرے گا لیکن میں چاہتا تھا کہ تجھ پر حجت تمام ہو جائے اور خدا تجھ سے میرا انتقام لے اور میں چاہتا تھا کہ تو اس عقیدہ سے پلٹ آئے اور شاید تو گمراہی و ضلالت کا راستہ چھوڑ دے پس تجھ پر شقاوت غالب آئی اور تو نے مجھے قتل کر دیا۔ اے بدترین اشقیاء۔ ابن ملجم اس وقت رونے لگا اور اس نے کہا اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ یعنی کیا آپؑ اسے نجات دے سکتے ہیں جو جہنم میں ہے اور جہنم کے لیے مخصوص ہے۔ اس وقت حضرتؑ نے امام حسنؑ سے اس کی سفارش کی اور فرمایا اے بیٹا اپنے قیدی کے ساتھ مدارات و نرمی کرنا اور شفقت و رحمت کا راستہ اختیار کرنا۔ دیکھتے نہیں کہ خوف کے مارے اس کی آنکھیں کس طرح گردش کر رہی ہیں اور اس کا دل کیسے دھڑک رہا ہے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ اس ملعون نے آپؑ کو قتل کیا ہے اور ہمارے دلوں کو تکلیف پہنچائی ہے باوجود اس کے آپؑ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اس سے نرمی کریں۔ آپؑ نے فرمایا اے بیٹا ہم اہل بیتؑ رحمت و بخشش ہیں پس وہ کھانا اسے کھلانا جو خود کھانا۔ اور وہ اسے پلانا جو خود پینا۔ اگر میں دنیا سے چل بسوں تو اس سے قصاص لینا اور اسے قتل کرنا لیکن اس کے جسم کو آگ میں نہ جلانا۔ اور اسے مثلہ نہ کرنا۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کان ناک اور باقی اعضاء و جوارح نہ کاٹنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول خداؐ سے سنا تھا فرماتے تھے مثلہ نہ کرنا اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ اس سے کیا سلوک کروں اور میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ اسے معاف کر دوں کیونکہ ہم وہ اہل بیتؑ ہیں کہ گنہگار کے ساتھ سوائے عفو و کرم کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اس وقت حضرتؑ

کو مسجد سے اٹھا کر انتہائی کمزوری و بیحالی و ناتوانی کے عالم میں گھر کی طرف لے چلے اور ابن ملجم کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اسے ایک مکان میں قید کر دیا گیا اور لوگ آپؑ کی دولت سرا کے گرد فریاد و گریہ زاری و واویلا کر رہے تھے۔ قریب تھا کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں حضرت امام حسنؑ نے عین گریہ و زاری و نالہ و بیقراری کے عالم میں اپنے پدر عالی قدر سے عرض کیا بابا آپؑ کے بعد ہمارا کون ہے آپؑ کی مصیبت آج کے دن رسولِ خداؐ کی مصیبت کے مانند ہے گویا رونا ہم نے آپؑ کی مصیبت کے لیے سیکھا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے نور دیدہ کو اپنے قریب بلایا۔ اور ان کی آنکھوں کو دیکھا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے سوج گئی ہیں۔ آپؑ نے اپنے دست مبارک سے امام حسنؑ کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور ان کے دل پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا کہ اے بیٹے خدا تمہارے دل کو صبر کی وجہ سے سکون دے اور تمہارا اور تمہارے بھائیوں کا اجر میری مصیبت میں عظیم قرار دے اور تمہارے اضطراب اور آنسو کے بہنے کو ساکن کر دے بیشک خدا تمہیں مصیبت کے برابر اجر دے گا۔ پھر آپؑ کو آپؑ کے مصلے کے نزدیک کمرے میں لٹا دیا گیا۔ زینبؑ و ام کلثومؑ آئیں اور آپؑ کے سامنے بیٹھ کر حضرتؑ کے لیے نوحہ و زاری کرنے لگیں اور کہتی تھیں آپؑ کے بعد اہل بیتؑ کے بچوں کی کون تربیت کرے گا۔ اور بڑوں کی نگہبانی کون کرے گا اے بابا ہمارا رنج و اندوہ آپؑ کے غم میں بہت طویل ہے اور ہمارے آنسو کبھی نہیں تھمیں گے۔ پس لوگوں کی آواز نالہ و گریہ حجرہ کے باہر سے بلند ہوئی۔ آنحضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؑ نظر حسرت سے اپنی اولاد کو دیکھنے لگے۔ حسنینؑ کو اپنے قریب بلایا اور انہیں گلے سے لگایا۔ ان کے منجملہ شیخ مفیدؒ و شیخ طوسیؒ نے اصبغ ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ کو ضربت لگی۔ اور آپؑ کو گھر لے گئے تو میں اور حارث ہمدانی اور سوید ابن غفلہ لوگوں کے ایک گروہ سمیت حضرتؑ کے گھر جمع ہو گئے جب آپؑ کے گھر سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی تو ہم بھی روئے اور فریاد کی۔ اچانک امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا اے لوگو! امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاؤ۔ وہ سب لوگ چلے گئے۔ لیکن میں اپنی جگہ پر رکا رہا جب دوبارہ رونے کی آواز گھر سے بلند ہوئی تو میں بھی رویا۔ دوبارہ امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا میں نے تم سے کہا نہیں کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میرا نفس ساتھ نہیں دیتا میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہیں رہی جب تک امیر المومنینؑ کو دیکھ نہ لوں کہیں نہیں جا سکتا۔ پس میں بہت زیادہ رویا۔ امام حسنؑ گھر میں گئے۔ اور تھوڑی دیر میں باہر تشریف لائے۔ اور مجھے گھر کے اندر لے گئے۔ جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو تکیوں کا سہارا دیا گیا ہے۔ زرد پٹی آپؑ کے سر پر بندھی تھی اور آپؑ کا چہرہ سر کے زیادہ خون کے بہہ جانے کی وجہ سے اتنا زرد ہو چکا تھا کہ میں جان نہ سکا کہ وہ پٹی زیادہ زرد ہے یا آپؑ کا چہرہ مبارک جب میں نے اپنے مولا کو اس حالت میں دیکھا تو میں بے تاب ہو کر آپؑ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور ان کے بوسے لینے لگا۔ اور انہیں آنکھوں سے ملنے لگا حضرتؑ نے فرمایا اصبغ مت رو کیونکہ جنت کا راستہ میرے سامنے ہے۔ میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے معلوم ہے کہ آپؑ جنت میں جائیں گے میں تو اپنی حالت اور آپؑ کی جدائی پر گریہ زاری کرتا ہوں۔ انتہی۔

بہرحال پھر ایک گھڑی آپؑ بیہوش رہے (اس زہر کے سبب سے جو آپؑ کو دیا گیا تھا کبھی بیہوش ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آ جاتے (ظاہر ہے اس سے وہ بیہوشی مراد نہیں کہ جس سے انسان عقل کھو بیٹھتا ہے۔ بلکہ شدت تکلیف کی وجہ سے انسان دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا (مترجم))

جب امیر المومنینؑ ہوش میں آئے تو امام حسنؑ نے ایک پیالہ دودھ کا آپؑ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرتؑ نے تھوڑا سا پیا اور باقی ابن ملجم کو دینے کا حکم دیا۔ دوبارہ آپؑ نے اس ملعون کے کھانے پینے کی امام حسنؑ سے سفارش فرمائی۔ شیخ مفیدؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قید کر دیا گیا تو جناب ام کلثومؑ نے فرمایا۔ اے دشمن خدا تو نے امیر المومنینؑ کو قتل کیا ہے۔ وہ ملعون کہنے لگا۔ میں نے امیر المومنینؑ کو نہیں بلکہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ جناب ام کلثوم نے فرمایا میں امید رکھتی ہوں کہ حضرتؑ ضربت سے شفا پائیں گے اور خداوند عالم تجھ پر دنیا و آخرت میں عذاب کرے گا تو ابن ملجم ملعون کہنے لگا۔ میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور مزید ہزار درہم خرچ کیے کہ اسے زہر میں بجھایا جائے۔ میں نے ایسی ضربت لگائی ہے کہ اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو اس سے سب ہلاک ہو جائیں۔ ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کے علاج کے لیے کوفہ کے تمام اطباء و حکماء جمع کیے گئے اور ان میں سے علم جراحی میں سب سے زیادہ عالم ایک شخص تھا کہ جسے اثیر بن عمرو کہتے تھے جب اس نے حضرت امیر المومنینؑ کے زخم کو دیکھا تو اس نے بکرے کی تازہ و گرم گودے والی ہڈی (مغز والی ہڈی) منگوائی۔ جب اس ہڈی کو لے آئے تو اس کی ایک رگ اس نے باہر نکالی اور اسے شگاف زخم میں رکھ دیا اور اس میں پھونکیں ماریں یہاں تک کہ اس کے اطراف زخم کے آخر تک پہنچ گئے اور تھوڑی دیر اس کو اسی طرح رہنے دیا۔ پھر اٹھا کر اسے دیکھا تو کچھ حضرتؑ کے مغز سر کی سفیدی اس میں نظر آئی۔ پس اس نے حضرت امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ آپؑ وصیت کریں کیونکہ اس دشمن خدا کی ضربت اپنا کام کر چکی ہے۔ اور سر کے مغز تک پہنچ چکی ہے۔ اب معاملہ تدبیر سے نکل چکا ہے۔

چوتھی فصل

حضرت امیرالمؤمنینؑ کی وصیت کیفیت وفات اور غسل و دفن کا بیان

جناب محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ جب بیسویں رات ماہ مبارک رمضان کی ہوئی تو زہر کا اثر میرے والد کے پاؤں تک پہنچ گیا۔ اس رات آپؑ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ آپؑ ہمیں وصیتیں فرماتے رہے اور تسلیاں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی تو آپؑ نے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ لوگ آتے تھے اور سلام کرتے اور آپؑ جواب سلام دیتے اور فرماتے اَیُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔ لوگو سوال کرو اور مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ اور اپنے سوال اپنے امام کی مصیبت کی وجہ سے مختصر کرو تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور نالہ و فریاد کرنے لگے۔ حجر بن عدی کھڑے ہو گئے اور چند اشعار حضرت امیرالمؤمنینؑ کے مرثیہ میں پڑھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو حضرتؑ نے فرمایا۔ اے حجر کیا حال ہوگا تیرا جب وہ تجھے بلائے گا اور تجھ سے تقاضا کرے گا کہ مجھ سے برأت و بیزاری اختیار کر۔ عرض کیا خدا کی قسم اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور آگ سے مجھے عذاب دیں تو بھی میں آپؑ سے بیزاری اختیار نہیں کروں گا۔ فرمایا تجھے اچھائی کی توفیق نصیب ہو اور تیرا خدا تجھے آل نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ اس وقت آپؑ نے شربت شیر مانگا۔ اور تھوڑا سا نوش فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ دنیا میں میری آخری روزی اور رزق ہے۔ اہل بیتؑ نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن ملجم سے کہا اے دشمن خدا خوش نہ ہو امیرالمؤمنینؑ اچھے ہو جائیں گے تو وہ ملعون کہنے لگا۔ پھر ام کلثومؑ کس پر گریہ کر رہی ہے کیا مجھ پر روتی ہے یا اپنے باپ علیؑ پر رو رہی ہے۔ خدا کی قسم میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور ہزار درہم کے زہر سے اسے سیراب کیا ہے۔ اس میں جو جو نقص تھا اس کی اصلاح کی ہے اور ایسی تلوار سے میں نے علیؑ کو ضرب لگائی ہے کہ اگر اس ضربت کو اہل مشرق و مغرب پر تقسیم کر دیں تو سب مر جائیں۔ خلاصہ یہ کہ جب اکیسویں کی رات آئی تو آپ نے اپنی اولاد و اہل بیتؑ کو جمع کیا اور انہیں الوداع کہا۔ اور فرمایا خدا تم پر میرا قائم مقام ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔ انہیں اچھی چیزوں کی وصیت کی۔ اس رات زہر کا اثر آپؑ کے پورے جسم پر بہت زیادہ ظاہر ہوا۔ جو کھانے پینے کی چیزیں لائے گئے حضرت نے تناول نہیں فرمائی۔ آپؑ کے لب ہائے مبارک ذکر خدا میں حرکت کر رہے تھے اور مروارید کی طرح پسینہ آپؑ کی جبین پاک سے گر رہا تھا۔ اسے اپنے دست مبارک سے صاف کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جب کسی مومن کی موت نزدیک آتی ہے تو اس کی پیشانی پر تازہ مروارید کی طرح پسینہ آتا ہے اور اس کا نالہ و زاری ساکن ہو جاتا ہے۔ پس آپؑ نے

اپنے چھوٹے بڑے فرزندوں کو بلایا اور فرمایا خدا میرا قائم مقام ہے تم پر اور میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن کر سب رونے لگے حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ گویا اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی اس واقعہ کے ہونے سے ایک رات پہلے میں نے تمہارے نانا رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا ہے۔ اس امت کی اذیتوں اور آزاروں کی میں نے آپؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا ان کے لیے بددعا کرو تو میں نے کہا۔ خدایا میرے عوض برے لوگوں کو ان پر مسلط کر اور ان کے بدلے مجھے اچھے لوگ عطا فرما تو رسولِ خداؐ نے فرمایا خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے تین راتوں کے بعد خدا تمہیں میرے پاس لے آئے گا اب تین راتیں گزر چکی ہیں۔ اے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تمہارے بھائی حسینؑ کے متعلق اور فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں پھر آپؑ نے اپنے باقی بیٹوں سے فرمایا۔ جو جناب فاطمہؑ سے نہیں تھے کہ حسنؑ و حسینؑ کی مخالفت نہ کرنا پھر فرمایا خداوند عالم تمہیں اچھے صبر کی توفیق عنایت فرمائے۔ آج رات تمہارے درمیان سے میں چلا جاؤں گا۔ اور اپنے حبیب محمد مصطفےٰؐ سے جا ملوں گا۔ جیسا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ نے امام حسنؑ سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا جب میرے والد گرامی کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے ہمیں یہ وصیت کی کہ یہ وہ چیز ہے کہ جس کی وصیت کرتا ہے علی بن ابی طالبؑ رسول خداؐ کا بھائی پسر عم اور ساتھی پہلی میری وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ خدا نے انہیں اپنے علم کے لیے چنا اور پسند کیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا مردوں کو قبروں سے نکالے گا۔ اور لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اے میرے بیٹے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اس چیز کی جس کی رسولِ خداؐ نے مجھے وصیت کی تھی۔ اور تم وصایت کے لیے کافی و وافی ہو۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور امت تم سے مخالفت کے راستہ پر چلے تو اپنے گھر میں بیٹھ جانا۔ آخرت کے لیے گریہ کرنا اور دنیا کو اپنا بڑا مقصد قرار نہ دینا۔ اس کی تلاش میں دوڑ دھوپ نہ کرنا۔ نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا اور زکوٰۃ کا جب وقت ہو تو مستحقین تک پہنچانا۔ مشتبہ امور میں خاموش رہنا۔ غضب و رضا کے موقعہ پر عدل و میانہ روی اختیار کرنا۔ اپنے ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا۔ مہمان کی عزت کرنا۔ مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا۔ صلہ رحمی کرنا۔ فقراء و مساکین کو دوست رکھنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا، تواضع و انکساری کرنا کہ یہ افضل عبادت ہے اور اپنی آرزو اور امیدوں کو کم کرنا اور موت کو یاد رکھنا۔ دنیا کو ترک اور زہد کے طریقہ کو اختیار کرنا۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن دونوں طرح خدا سے ڈرنا۔ بغیر غور و فکر بات نہ کرنا۔ کام میں جلدی نہ کرنا۔ البتہ کار آخرت کی ابتدا اور اس میں تعجیل کرنا اور دنیا کے معاملہ میں تاخیر اور چشم پوشی کرنا۔ جب تک کہ اس کی اچھائی اور بھلائی تمہیں معلوم نہ ہو جائے اور ایسی جگہوں سے جہاں تہمت اور ایسی مجلس سے بھی بچنا جس کے متعلق برا گمان کیا جاتا

ہو۔ کیونکہ بُرا ہمنشیں اپنے ساتھی کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اے بیٹا! خدا کے لیے کام کرنا اور فحش و بیہودہ گوئی سے پرہیز کرنا اور اپنی زبان سے صرف اچھی چیزوں کا حکم دینا اور اس سے بُری چیزوں کو منع کرنا۔ برادرانِ دینی کے ساتھ خدا کے لیے دوستی و برادری اور اچھے شخص کو اس کی اچھائی کی وجہ سے دوست رکھنا اور فاسقوں کے ساتھ نرمی کرنا تاکہ وہ تمہارے دین کو ضرر نہ پہنچائیں۔ البتہ دل میں انہیں دشمن سمجھنا اور اپنے کردار کو ان کے کردار سے الگ کرنا تاکہ تم ان جیسے نہ ہو جاؤ۔ گزرگاہ پر نہ بیٹھنا اور بے وقوفوں اور جاہلوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا اور اپنی گزر اوقات میں میانہ روی اختیار کرنا اور اپنی عبادت میں بھی اعتدال رکھنا اور عبادتوں میں سے اس عبادت کو اختیار کرنا جسے ہمیشہ برقرار رکھ سکو اور اس کی طاقت بھی تم میں ہو خاموشی اختیار کرنا۔ تاکہ زبان کے مفاسد سے محفوظ رہو اور اپنا زادِ راہ سفرِ آخرت کے لیے پہلے بھیج دینا۔ اچھی اور نیکی کی باتوں کو یاد کرنا تاکہ عقلمند ہو جاؤ اور خدا کو ہر حال میں یاد رکھنا۔ اور اپنے چھوٹے رشتہ داروں پر رحم کرنا اور بڑوں کی عزت و توقیر و تعظیم کرنا۔ کوئی کھانا نہ کھانا مگر اس کے کھانے سے پہلے کچھ اس میں سے صدقہ دینا اور تم پر روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور جہنم کی آگ کے لیے ڈھال ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا اور اپنے ہمنشیں سے ڈرتے رہنا۔ دشمن سے اجتناب کرنا۔ ان مجالس میں تمہارا جانا ضروری ہے کہ جن میں ذکرِ خدا ہوتا ہے اور دعا زیادہ کیا کرنا۔ یہ میری وصیتیں ہیں اور اے بیٹا میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اب جدائی اور فراق کا وقت ہے۔ تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی محمد سے نیکی کرنا کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے! اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے۔ باقی رہے تمہارے بھائی حسینؑ وہ تمہاری ماں کے بیٹے اور تمہارے سگے بھائی ہیں تمہیں ان کے متعلق وصیت کرنے کی ضرورت نہیں! اور خداوندِ عالم تم پر میرا قائم مقام ہے اور میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہارے حالات کی اصلاح کرے اور ستم گروں اور سرکشوں کے شر سے تم کو بچائے اور تم پر لازم ہے کہ صبر و تحمل اختیار کرنا۔ یہاں تک کہ حکمِ خدا نازل ہو۔ اور تمہاری کشاکش کا وقت آجائے۔ خدا کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔ لہ

لہ (مترجم کہتا ہے کہ اس وصیت کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے وصیت کی جا رہی ہے وہ امام معصوم نہیں لیکن یہ واضح اور بدیہی ہے کہ خدا جب اپنے انبیاء کو یا انبیاءؑ ایک دوسرے کو یا سرکارِ رسالتؐ اپنے وصی و خلیفہ کو یا ایک امام دوسرے امام کو اس قسم کی وصیت کرتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ تم فلاں اچھے کام پہلے نہیں کرتے تھے۔ اب کرنا یا فلاں کام آگے تم سے سرزد نہ ہوں۔ بلکہ یہ ایک گفتگو کا طریقہ ہے کہ اگر کسی خطا کار کو مخاطب کر کے کچھ کہا جائے تو ایک تو وہ شرمسار و خجل ہو گا۔ اور بعض اوقات اسے غصہ آئے گا۔ اور وہ اس گفتگو سے فائدہ اٹھانے کے بجائے سرکشی کرے گا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر بظاہر مخاطب ایسے اشخاص کو کیا جاتا ہے کہ جن میں کوئی عیب نہ ہو اور سمجھانا انہیں مقصود ہوتا ہے۔ جو عیوب میں ڈوبے رہتے ہیں تاکہ وہ اس سے وعظ و نصیحت حاصل کریں ورنہ

(باقی ص ۲۱۲ پر)

اور پہلی روایت کے مطابق جب امیرالمومنینؑ امام حسنؑ کو اپنی وصیتیں کر چکے تو فرمایا اے حسنؑ! جب میں دنیا سے چل بسوں تو مجھے غسل و کفن دینا اور اپنے نانا رسولِ خداؐ کے بقیہ حنوط کے ساتھ (جو کافور جنت میں سے ہے اور جسے جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے لیے لائے تھے) حنوط دینا اور جب مجھے تابوت میں رکھو تو اس کے اگلے حصے کو نہ اٹھانا بلکہ اس کے پچھلی طرف رہنا۔ اور جدھر میرا تابوت جائے اس کی پیروی کرنا اور جہاں جاکے رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری قبر وہاں ہے۔ پس میرا جنازہ زمین پر رکھ دینا اور اے حسنؑ تم مجھ پر نماز پڑھنا اور سات تکبیریں کہنا۔ اور جان لو کہ میرے علاوہ کسی کے لیے سات تکبیریں جائز نہیں۔ سوائے تمہارے بھائی حسینؑ کے اس فرزند کے جو قائم آلِ محمدؐ اور اس امت کے مہدیؑ ہیں۔ جو مخلوق کی ناہمواریوں کو درست کریں گے۔ اور جب میری نماز جنازہ سے فارغ ہو جاؤ تو جنازہ کو اٹھا کر وہاں کی مٹی کھودنا۔ تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد اور لکڑی کا ایک تختہ تمہیں ملے گا۔ جو میرے دادا نوحؑ نے میرے لیے بنایا تھا۔ مجھے اس تختہ پر لٹا دینا اور سات بڑی اینٹیں وہاں تمہیں ملیں گی۔ انہیں میرے اوپر چن دینا۔ پس تھوڑی دیر توقف کرنا۔ اس کے بعد ایک اینٹ ہٹا کر قبر میں دیکھنا میں قبر میں موجود نہیں ہوں گا۔ کیونکہ میں تمہارے نانا رسولِ خداؐ سے جا ملوں گا۔ اگر نبیؐ مشرق میں سپرد خاک ہو اور اس کا وصی مغرب میں دفن ہو تو ضرور خداوند عالم اس وصی کی روح و جسم کو اس کے نبیؐ کی روح و جسم کے پاس بھیج دیتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اپنی اپنی قبروں میں پلٹ جاتے ہیں پھر میری قبر کو مٹی سے بھر دینا اور اس جگہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔ جب دن چڑھ آئے تو تابوت ناقہ پر رکھ کر کسی کو دینا کہ وہ مدینہ کی طرف لے جائے تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ میں کہاں دفن ہوا ہوں۔ حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ میری چار قبریں چار جگہوں پر بنانا۔ ایک مسجد کوفہ میں دوسری رحبہ کے درمیان۔ تیسری نجف میں اور چوتھی جعدہ بن ہبیرہ کے گھر میں تاکہ کسی کو میری قبر کا پتہ نہ چل سکے۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ اخفاء قبر اس لیے تھا کہ مبادا ملاعین خوارج و بنی امیہ (جو انتہائی قسم کے دشمن اور حضرتؑ کے عدو تھے) کہیں قبر سے باخبر ہوں اور وہ یہ ارادہ کریں کہ حضرتؑ کا جسد اطہر قبر سے نکال لیں۔ یہ قبر حضرت صادقؑ کے زمانہ تک مخفی رہی یہاں تک کہ بعض اصحاب اور شیعہ حضرتؑ کے اپنے جد بزرگوار کی زیارت کرنے اور جائے قبر بتلانے سے واقف ہوئے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں تو تمام لوگوں کے لیے مرقد منور ظاہر ہو گیا۔ اس کی تفصیل کی اس مقام پر گنجائش نہیں پس حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا وقت بہت نزدیک ہے۔ جب فتنے ہر طرف سے تمہارا رخ کریں اور اس امت کے منافق اپنے دیرینہ بغض و کینے تم سے نکالنے چاہیں اور تم سے انتقام لیں تو تم پر صبر کرنا لازم ہے کیونکہ صبر کرنا اچھا ہے۔ پھر آپؑ نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا میرے بعد خصوصی طور پر

بقیہ حاشیہ: ایک نبی یا امام معصوم تو اس قسم کی چیزیں جانتا ہے۔ اور ان کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اسے بھلانے کی ضرورت نہیں ہوتی (مترجم)

تمہارے اوپر بہت سے فتنے اور مصائب مختلف جہات سے وارد ہوں گے پس صبر کرنا یہاں تک کہ خدا تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان حکم کرے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔ فرمایا اے اباعبداللہ تمہیں یہ امت شہید کرے گی۔ تمہیں اس مصیبت پر صبر کرنا لازمی ہے۔ پھر تھوڑی دیر آپؑ بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو فرمایا یہ رسولِ خدا اور میرے چچا حمزہؑ اور بھائی جعفر طیارؑ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلدی آؤ ہم تمہارے مشتاق ہیں۔ پس آپؑ نے نگاہیں موڑ کر اپنے اہلِ بیت کو دیکھا اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا سب کو حق و صداقت کے راستہ پر قائم اور دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ میرے بعد تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے اور وہ نصرت کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد آپؑ کی جبین مبارک پسینہ سے تر ہو گئی اور آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پاؤں دراز کر لیے اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ کہہ کر قدمِ شہادت کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہو گئے صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى قَاتِلِهٖ یہ واقعہ ہائلہ شبِ جمعہ اکیس ۲۱ ماہ رمضان مبارک سنہ ۴۰ھ کو واقع ہوا۔ اس وقت گریہ و زاری کی صدا آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی۔ تو اہلِ کوفہ کو معلوم ہوا کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تمام شہر کوفہ سے آوازِ نالہ و گریہ آپؑ کی وجہ سے مثل اس دن کے بلند ہوئی کہ جس دن رسولِ خداؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی تھی نیز اس رات آفاق و اطراف آسمان متغیر ہوئے اور فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کی آواز فضا سے سنائی دیتی تھی۔ اور قبائل جنات نوحہ اور گریہ کرتے تھے۔ اور مرثیہ پڑھتے تھے۔ پس آپؑ کو غسل دینے لگے۔ محمد بن حنفیہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے بھائی غسل میں مشغول ہوئے امام حسینؑ پانی ڈالتے تھے۔ اور امام حسنؑ غسل دیتے تھے اور کسی کی ضرورت نہ تھی کہ جسم کو ادھر ادھر پھیرے بلکہ غسل کے وقت خود بخود جسم مطہر اس طرف سے اس طرف پھرتا تھا اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبو آپؑ کے جسم مطہر سے آتی تھی۔ جب غسل سے فارغ ہو چکے تو امام حسنؑ نے آواز دی بہن میرے نانا کا حنوط لے آؤ۔ جناب زینب علیہا السلام جلدی سے امیرالمومنینؑ کے حنوط کا حصہ لے آئیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاطمہ علیہا السلام کے حصہ کے بعد رہ گیا تھا اور یہ اس کافور میں سے تھا جو جبرئیلؑ جنت سے لے کر آئے تھے۔ جب اس حنوط کو کھولا گیا تو سارا شہر کوفہ اس کی خوشبو سے معطر ہو گیا حضرت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا گیا اور تابوت میں رکھا۔ امیرالمومنینؑ کی وصیت کے مطابق تابوت کے پچھلے حصہ کو حسنینؑ نے اٹھایا اور اگلے حصہ کو جبرئیلؑ و میکائیلؑ نے اٹھا رکھا تھا آپؑ کو نجف کی طرف جو کوفہ کی پشت پر ہے لے چلے۔ کچھ لوگ چاہتے تھے کہ مشایعت کے لیے ساتھ جائیں۔ امام حسنؑ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور حضرت امام حسینؑ گریہ کرتے اور کہتے تھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اے بابا آپؑ کے غم سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپؑ کا جنازہ جس دیوار، عمارت اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ خم ہو جاتا۔

امالی شیخ طوسیؒ کی روایت کے مطابق جب آپؑ کا جنازہ غرّی پہنچا کر جو قدیم زمانہ میں میل کی طرح ایک بنا تھی کہ جسے عَلَم بھی کہتے تھے۔ تو وہ آپؑ کے تابوت کی تعظیم واحترام میں جھک گیا۔ اب اس کی جگہ پر ایک مسجد ہے کہ جسے مسجد حنانہ کہتے ہیں اور نجف سے مشرق کی طرف تقریباً تین ہزار ہاتھ کے فاصلہ پر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب جنازہ قبر کی جگہ پر پہنچا تو تابوت از خود زمین پر آگیا۔ پس جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا۔ امام حسنؑ نے باجماعت نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں نماز کے بعد جنازہ وہاں سے ہٹا کر اس جگہ کو کھودا گیا تو اچانک کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد ظاہر ہوئی۔ قبر کے نیچے ایک تختہ بچھا ہوا تھا کہ جس پر ایک تختی تھی جس پر خط سریانی میں دو سطریں لکھی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَفَرَ نُوۡحُ النَّبِیُّ لِعَلِیٍّ وَصِیِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَبۡلَ الطُّوۡفَانِ بِسَبۡعِمِائَةِ عَامٍ

یعنی سہارا اللہ کے نام کا جو رحمٰن رحیم ہے۔ یہ وہ ہے جسے نوحؑ نبی نے علیؑ وصی محمدؐ کے لیے طوفان سے سات سو سال پہلے کھودا ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق لکھا تھا یہ وہ چیز ہے جسے حضرت نوحؑ پیغمبر نے طاہر ومطہر عبد صالح کے لیے ذخیرہ کیا ہے۔ جب چاہا کہ حضرت کو قبر میں داخل کریں تو ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اتار دو اسے پاک و پاکیزہ تربت میں کیونکہ حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔ نیز منادی کی آواز سنی گئی جو کہہ رہا تھا خداوند عالم تمہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ امیرالمومنینؑ کو طلوع صبح سے پہلے غریّین میں دفن کیا اور آپؑ کی قبر میں امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر داخل ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ کی قبر کو بند کرنے کے بعد ایک اینٹ سرہانے کی طرف سے اٹھائی گئی اور قبر کے اندر دیکھا تو قبر میں کچھ نہ پایا۔ اچانک ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ امیرالمومنینؑ خدا کے صالح بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پیغمبرؐ کے پاس بھیج دیا ہے اور اسی طرح خدا انبیاء کے بعد اوصیاء کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی پیغمبر مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں رحلت کرے تو خداوند عالم اس وصی کو نبیؐ سے ملا دیتا ہے۔ صاحب کتاب مشارق الانوار امام حسنؑ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے حسنین علیہما السلام سے فرمایا کہ جب مجھے قبر میں رکھو تو قبر پر مٹی ڈالنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ پھر قبر میں نظر کی تو کیا دیکھا کہ سندس کا ایک پردہ قبر کے اوپر تنا ہوا ہے۔ امام حسنؑ نے سر کی جانب سے اس پردہ کو ہٹا کر قبر میں دیکھا۔ تو رسول خداؐ، آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کو حضرت سے محو گفتگو دیکھا اور امام حسینؑ نے پائنتی کی طرف سے پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ جناب فاطمہ زہراؑ، حواؑ، مریمؑ اور آسیہؑ آپؑ پر نوحہ کر رہی ہیں۔ جب آپؑ کے

دفن سے فارغ ہو چکے تو صعصعہ بن صوحان عبدی نے آپؑ کی قبر مقدس کے قریب کھڑے ہو کر تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنے سر میں ڈالی اور کہا اے امیرالمؤمنینؑ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اے ابوالحسن خوشگوار ہوں آپؑ کے لیے خدا کی کرامتیں۔ بے شک آپؑ کی جائے پیدائش پاکیزہ آپؑ کا صبر قوی اور جہاد عظیم تھا اور جو آپؑ کی آرزو تھی اسے آپؑ نے پالیا۔ آپؑ نے نفع بخش تجارت کی اور اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے۔ اس قسم کے بہت سے کلمات کہے اور بہت گریہ کیا اور دوسروں کو رلایا۔ پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ، محمد و جعفر و عباسؑ و یحییٰ و عون اور حضرتؑ کے باقی شاہزادوں کی طرف رُخ کر کے انہیں تعزیت کہی اور کوفہ کی طرف پلٹ آئے۔ جب صبح ہوئی تو مصلحت کی بنا پر ایک تابوت حضرت کے گھر سے نکالا گیا اور کوفہ کے باہر حضرت امام حسنؑ نے اس تابوت پر نماز پڑھی اور اس تابوت کو ایک اونٹ پر باندھ کر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ منقول ہے کہ عبداللہ بن عباس نے حضرت امیرالمؤمنینؑ کے لیے ایک مرثیہ پڑھا۔ؔ منقول ہے کہ جب حضرت امیرالمؤمنینؑ کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اُس نے کہا: اِنَّ الْاَسَدَ الَّذِیْ کَانَ یَفْتَرِشُ ذِرَاعَیْہِ فِی الْحَرْبِ قَدْ قَضٰی نَحْبَہٗ جو شیر اپنے بازو جنگ کے وقت زمین پر بچھا دیتا تھا۔ وہ اس جہان سے کوچ کر گیا۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا: قل للا رانب ترعی اینما سرحت و للظباء بلا خوف ولا دجل خرگوش اور ہرنوں سے کہہ دو اب جہاں شوق ہو بے خوف و خطر پھریں۔

شیخ کلینی ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے معتبر اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمؤمنینؑ کی شہادت کے دن لوگوں کے گریہ و نالہ کی آواز بلند تھی اور ان پر عظیم دہشت طاری تھی اس دن کی طرح جس دن رسول خداؐ نے رحلت فرمائی تھی۔ اچانک ایک بوڑھا آدمی آنسو بہاتا ہوا تیزی کے ساتھ آیا اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ آج خلافت نبوت ختم ہو گئی۔ پس وہ آیا اور حضرت امیرالمؤمنینؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے امیرالمؤمنینؑ کے بہت سے مناقب بیان کیے۔ لوگ خاموش تھے اور گریہ کر رہے تھے۔ جب اس نے اپنی گفتگو ختم کی تو نظروں سے غائب ہو گیا۔ لوگوں نے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا۔ مؤلف کہتا ہے کہ وہ بوڑھا شخص حضرت خضرؑ تھے اور ان کے کلمات حضرتؑ کی شہادت کے دن بمنزلہ زیارت حضرت امیرالمؤمنینؑ ہیں۔ اس احقر نے انہیں کتاب ہدیہ کے باب زیارات میں نقل کیا ہے اور اس مختصر مقام پر ان کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

ؔ جو اصل کتاب میں موجود ہے۔ ہم نے مرثیہ اور اس کے ترجمہ کا ذکر نہیں کیا۔ (مترجم)

پانچویں فصل

ابنِ ملجم لعین کا امام حسنؑ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا بیان

جب امام حسنؑ اپنے پدر بزرگوار کا جسد مبارک زمین نجف اشرف میں دفن کر چکے اور کوفہ کی طرف لوٹ آئے تو شیعان علیؑ کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے اور چاہا کہ خطبہ پڑھیں لیکن اشک چشم اور طغیان گریہ آپؑ کے گلوگیر ہو گیا اور آپؑ گفتگو نہ کر سکے پس کچھ دیر کے لیے منبر پر بیٹھے رہے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو دوبارہ کھڑے ہوئے اور انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ جن کلمات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؑ نے ستائش و سپاس خدائے پاک کے بعد فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے خلافت ہم اہل بیتؑ کے لیے نیک اور اچھی چیز قرار دی۔ خدا کی قسم حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنی وفات کے بعد صرف چار سو درہم چھوڑے ہیں کہ جن سے آپؑ اپنے اہل وعیال کیلئے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے[1] اور مجھ سے میرے جد بزرگوار رسولِ خداؐ نے حدیث بیان کی کہ بارہ افراد اہل بیتؑ کے جو اس کے چنے ہوئے ہیں امت اور خلافت کے مالک ہوں گے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو قتل نہ ہو یا اسے زہر نہ دیا جائے۔ جب آپؑ نے یہ کلمات ختم کیے تو آپؑ کے حکم سے ابن ملجم کو حاضر کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ تو نے امیرالمومنینؑ کو شہید کیا اور دین میں رخنہ اور شگاف پیدا کیا۔ وہ ملعون کہنے لگا میں نے خدا سے عہد کیا تھا اور اپنے ذمہ لیا تھا کہ تمہارے باپ کو قتل کر دوں لہٰذا میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اب اگر چاہو تو مجھے امان دو تاکہ شام میں جا کر معاویہ کو قتل کروں اور آپؑ کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کر دوں اور دوبارہ آپؑ کے پاس آؤں اس کے بعد چاہو تو مجھے قتل کر دینا اور اگر چاہو تو بخش دینا۔ امام حسنؑ نے فرمایا یہ خیال دل سے نکال دے۔ خدا کی قسم تو اب دنیا کا ٹھنڈا پانی نہیں پی سکے گا۔ جب تک تیری روح جہنم کی آگ سے جا کر نہ ملے اور فرحۃ الغری کی روایت کے مطابق ابن ملجم نے کہا میرے پاس ایک راز ہے میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے کان میں کہوں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا یہ ملعون چاہتا ہے کہ شدت عداوت و بغض کی وجہ سے میرا کان دانتوں سے کاٹے۔ وہ لعین کہنے لگا خدا کی قسم اگر مجھے اجازت مل جاتی تو ان کا کان جڑ سے کھینچ لیتا پس حضرتؑ نے امیرالمومنینؑ کی وصیت کے مطابق ابن ملجم ملعون کو ایک ہی ضربت سے واصل جہنم کیا۔ دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے حکم دیا اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اور ام الہیثم بنت اسود نخعی نے خواہش کی کہ اس کا جثہ پلید اس کے سپرد کیا جائے۔ پس اس نے آگ روشن کی اور اس میں اسے جلا دیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا

---

[1] اسکے بعد امام حسنؑ کے حالات میں اس سے زیادہ طویل خطبہ حضرت کا ذکر ہوگا کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ سات سو درہم چھوڑ گئے ہیں کہ جن سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے

ہے کہ ابن ملجم پلید کو اکیس ماہ رمضان کے دن جو کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی شہادت کا دن تھا جہنم واصل کیا گیا جیسا کہ اس مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب قدیم میں ہے کہ جس رات امیرالمومنینؑ کو دفن کیا گیا۔ اس کی دوسری صبح جناب ام کلثومؑ نے امام حسنؑ کو قسم دی کہ میں چاہتی ہوں میرے باپ کا قاتل ایک گھڑی بھی زندہ نہ رہے لہٰذا ان کلمات کا نتیجہ یہی نکلا کہ جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابن ملجم ملعون کو ماہ رمضان کی ستائیس تاریخ کو جہنم رسید کیا گیا۔ اس کی کوئی سند نہیں۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ابن ملجم کی ہڈیاں ایک گڑھے میں ڈال دی گئی تھیں لوگ اس جگہ سے نالہ و فریاد کی صدا سنتے تھے۔ مؤرخ ابن مسعودی کہتا ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قتل کرنے لگے تو عبداللہ بن جعفر نے خواہش کی کہ اسے میرے سپرد کیا جائے تاکہ میں اس سے اپنے نفس کی تسلی و تشفی حاصل کروں۔ پس اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ایک میخ آگ میں گرم کی اور وہ اس کی آنکھوں میں پھرائی تو وہ ملعون کہنے لگا۔ منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے انسان کو (یا آنکھ کی پتلی کو) خلق کیا ہے تو چاہتا ہے کہ تیزی سے جلانے والی سلائی اپنے چچا کی آنکھوں میں پھیرے۔ پھر لوگوں نے اس ملعون کو پکڑ لیا اور ایک بوریے میں لپیٹ کر اس پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

چھٹی فصل

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی اولاد کے بیان میں

شیخ مفید کے قول کے مطابق حضرت امیر المؤمنینؑ کے ستائیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے چار افراد امام حسنؑ، امام حسینؑ، زینب کبریٰ جن کا لقب عقیلہ تھا اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم علیہم السلام ہیں۔ ان کی والدہ جناب فاطمہ زہرا سیدۃ النساءؑ ہیں۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حالات تو بیان ہوں گے۔ جناب زینبؑ عبداللہ ابن جعفر اپنے چچازاد کے ساتھ بیاہی گئیں اور ان سے آپؑ کے ہاں اولاد ہوئی کہ جن میں سے محمد و عون کربلا میں شہید ہوئے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر جو کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ خوصا بنت حفصہ بن ثقیف تھیں۔ اور وہ عبیداللہ کے سگے بھائی ہیں۔ عبیداللہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ باقی رہیں جناب ام کلثوم تو ان کی شادی کا قصہ عمر کے ساتھ کتب میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر اور ان کے بعد محمد بن جعفر سے ان کی تزویج ہوئی اور ابن شہر آشوب نے ابو محمد نوبختی کی کتاب امامت سے روایت کی ہے کہ ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب سے ہوئی اور چونکہ وہ مخدرہ ابھی کم سن تھیں لہذا رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عمر انتقال کر گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ بنی امیہ اور خاندان سادات کے دوسرے دشمنوں نے اہل بیت عصمت پر جہاں اور ظلم کیے ہیں۔ وہاں ایک سلسلہ مظالم کا یہ کیا کہ اس خاندان کی بعض مستورات کے عقد مخالفین اہل بیتؑ یا کفار سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً یہ کہ رسول کی چار بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے دو عتبہ و عتیبہ ابولہب کے بیٹوں سے اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے بیاہی گئیں اور ایک بیٹی ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی گئی۔ (۲) جناب ام کلثوم بنت امیر المؤمنینؑ و جناب فاطمہؑ عمر بن خطاب سے بیاہی گئیں (۳) جناب سکینہ بنت الحسینؑ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

بنات رسولؐ کے سلسلہ میں تو ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ مسلمانوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ جناب ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے ہوا۔ لیکن اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ افسانہ پہلے افسانہ سے بھی زیادہ بے بنیاد ہے۔ کسی روایت کی صحت و سقم کو دیکھنے سے پہلے اس کے مندرجات کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کو یہ شوق تھا کہ ان کا انتساب خاندان رسالت سے ہو جائے۔ اگر یہ شوق سچا تھا تو انتساب تو پہلے سے ہو گیا تھا۔ ان کی بیٹی رسولؐ کی بیوی تھی وہ رسول کے خسر ہو گئے۔ اگر یہ مصاہرت کچھ فائدہ دے سکتی ہے تو کافی تھی اور پھر کسی خاندان سے نسبت کا فائدہ تب ہوتا ہے جب اسی خاندان کی شرافت و عظمت کوئی شخص تسلیم کرتا ہو۔ حضرت عمر وہ بزرگوار ہیں جن کی کوششوں سے بعد وفات رسول خاندان رسالت ظاہری خلافت و حکومت سے محروم ہو گیا۔ ان کی برکت سے

جناب سیدہؑ اپنے باپ کی میراث سے لاتعلق کردی گئیں۔ ان کی وجہ سے فدک جو باپ نے بطور ہبہ جناب سیدہؑ کو بخش دیا تھا وہ چھین لیا گیا۔ ان کے حکم سے سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں جمع کی گئیں اور گھر کو جلانے کی دھمکی دی گئی۔ جب کہا گیا کہ اس میں فاطمہؑ اور ان کی اولاد موجود ہے تو کہا کہ کوئی بھی ہو میں جلا دوں گا۔ رسولؐ کی بیٹی جس صاحب کے مظالم سے روتی ہوئی اس دنیا سے چلی گئی ہو اور یہ وصیت کر گئی ہو کہ میرے جنازہ میں یہ لوگ شریک نہ ہوں۔ اس کی اولاد سے انہیں شرف حاصل کرنے کا شوق کیسے پیدا ہو گیا تھا۔ آیئے ذرا ان روایات پر بھی غور کر لیتے ہیں۔ کتاب ہدایۃ السعداء صفحہ ۲۵۵ پر لکھا ہے کہ جس ام کلثوم کا عقد عمرؓ سے ہوا اس کی عمر چار سے لے کر پانچ برس تھی۔ شبلی نعمانیؒ نے الفاروق صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ سنہ ۱۷ھ ہجری میں ۴۰ ہزار درہم حق مہر پر نکاح ہوا۔ ادھر تمام مؤرخین متفق ہیں کہ ام کلثوم نے معاملہ فدک میں گواہی دی۔ فدک کا واقعہ سنہ ۱۱ھ کا ہے جس لڑکی کی عمر ۱۷ ہجری میں چار یا پانچ سال ہے وہ گیارہ ہجری میں کیسے پیدا ہو گئی تھی۔ ازدواج رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بیٹیوں اور بیویوں کا حق مہر ہمیشہ مہر سنت ہوتا تھا جس کی مقدار پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ تاریخ خمیس و روضۃ الاحباب ابن اثیر روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ ام کلثوم کے عمرؓ سے دو بچے ہوئے زید اور رقیہ۔ زید جب جوان ہوا تو معاویہ کے زمانہ میں کسی خانہ جنگی میں زخمی ہوا اور چند دن زندہ رہ کر اپنی ماں ام کلثوم کے ساتھ ایک ہی وقت میں انتقال کر گیا۔ ابن عمر اور حسنؑ بن علیؑ نے دونوں پر نماز جنازہ پڑھی۔ اب غور کریں کہ امام حسنؑ نے ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں شہادت پائی تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد تو وہ ام کلثوم زندہ نہیں ہونی چاہیے کہ جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ پڑھا چکے ہیں۔ لیکن جناب ام کلثوم بنت فاطمہؑ و علیؑ تو واقعہ کربلا تک بلکہ اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ جیسا کہ تحریر الشہادتین روضۃ الشہداء روضۃ الاحباب مقتل ابو مخنف نور العینین و دیگر تمام کتب (جن میں واقعہ کربلا درج ہے) میں تحریر ہے۔ لہٰذا وہ ام کلثوم جو زید و رقیہ کی ماں تھی اور جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ نے پڑھائی تھی اگر بنت فاطمہؑ ہوتی تو واقعہ کربلا میں موجود نہ ہوتی بلکہ تاریخ خمیس و استیعاب و اصابہ میں ہے کہ جناب زینبؑ کے انتقال کے بعد ان کے شوہر عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہ بیوہ محمد بن جعفر سے عقد کیا اور سنہ ۸۰ھ میں ام کلثوم کی وفات ہوئی ایس روایت سے معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت علیؑ و فاطمہؑ تو واقعہ کربلا سے بیس سال بعد تک زندہ تھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ام کلثوم سے سنہ ۱۷ھ میں عمرؓ نے عقد کیا اور اس کی عمر چار یا پانچ سال تھی وہ ابوبکرؓ کی بیٹی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر اور استیعاب میں ہے کہ ابوبکرؓ کی ایک لڑکی ان کی وفات کے چھ دن بعد پیدا ہوئی یا وفات کے دن پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا اور ابوبکرؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے ان کی وفات کے بعد حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے حضرت علیؑ کے ہاں پرورش پائی۔ اسی ام کلثوم کی عمر سنہ ۱۷ھ میں چار پانچ سال ہو سکتی ہے۔ اسی ام کلثوم کی خواستگاری عمرؓ نے بی بی عائشہؓ سے کی۔ جیسا کہ کامل ابن اثیر اور

استیعاب میں ہے اور عائشہؓ راضی ہوگئیں۔ ممکن ہے کہ عائشہؓ سے رضا لینے کے بعد عمرؓ نے ضروری سمجھا کہ حضرت علیؑ کی بھی اجازت لے لی جائے کیونکہ وہ حضرتؑ کے زیر تربیت تھی۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی ایسی لڑکی سے عمرؓ کی شادی ہوئی کہ جو حضرت امیرؑ کے گھر اور آپ کی تربیت میں تھی تو وہ ام کلثوم بنت ابی بکر ہے۔ اس کو یار لوگوں نے بنت علیؑ اور بعض نے بنت فاطمہؑ جو لکھا ہے وہ دشمنی و بغض آل محمدؐ کی بنا پر ہے اور انہوں نے تنقیص خاندان رسالتؐ کر کے اپنے پیران طریقت کی مدح و ثنا کا حق ادا کیا ہے اور ہمارے بعض محدثین نے تسامحاً ان روایات کو درایت کے اصول کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے لکھ دیا ہے لیکن جو جید علماء ہیں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے جیسا کہ مراۃ العقول جلد ۳ ص۴۴۹ میں قَالَ الشَّیْخُ الْمُفِیْدُ اِنَّ الْخَبَرَ الْوَارِدَ بِتَزْوِیْجِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِنْتَهٗ مِنْ عُمَرَ لَمْ یَثْبُتْ وَطَرِیْقَهٗ مِنْ زُبَیْرِ بْنِ بَکَّارٍ وَلَمْ یَکُنْ مَوْثُوْقًا بِهٖ وَکَانَ مُتَّهَمًا فِیْمَا یَذْکُرُهٗ مِنْ بُغْضِهٖ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ الخ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو روایت حضرت امیر المومنینؑ کی عمر سے اپنی بیٹی کی تزویج کرنے کے سلسلہ میں وارد ہے۔ وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی زبیر بن بکار ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں بغض جناب امیر المومنینؑ کی وجہ سے وہ جو کچھ (اس قسم کی باتیں) بیان کرتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔ الخ۔ اس سلسلہ میں اگر آپ مزید تحقیق کرنا چاہیں تو جناب مولانا حکیم اظہر صاحب اعلی اللہ مقامہ بانی اصلاح کھجوہ کی کتاب بتر کلثوم فی عقد ام کلثوم پڑھیں۔ مرحوم نے اس موضوع پر یہ بہترین کتاب لکھی ہے۔ جیسا کہ اکثر تاریخوں میں موجود ہے پہلے ان کی شادی عون بن جعفر سے اس کے بعد محمد بن جعفر سے اور آخر میں عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔ (عرض مترجم ختم ہوئی)۔

پانچویں محمد حنؒ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور ان کی والدہ خولہ حنفیہ بنت جعفر بن قیس تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو محمد کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اپنا نام اور کنیت ان کو بخشی تھی۔ محمد عمرؓ کی حکومت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ ان کی عمر پینسٹھ سال بتائی جاتی ہے اور ان کی وفات کی جگہ کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے ایلہ میں دوسرے قول کے مطابق طائف میں اور ایک قول ہے کہ مدینہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور جماعت کیسانیہ انہیں امام سمجھتی ہے اور مہدی آخر الزمان کہتی ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ محمد جبال رضوی میں (جو کہ یمن کے پہاڑ میں) رہتے ہیں اور ایک دن خروج کریں گے اور الحمد للہ کہ اس مذہب کے لوگ ختم ہو چکے ہیں اور محمد عالم و بہادر و صاحب قوت و طاقت تھے منقول ہے کہ ایک وقت امیر المومنینؑ کی خدمت میں کچھ زرہیں پیش کی گئیں کہ جن میں سے ایک قد و قامت انسانی سے کچھ بڑی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس زرہ کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے۔ محمد نے زرہ کا کنارہ جمع کیا اور جس جگہ حضرت امیرؑ نے نشان لگایا تھا۔ ایک ہاتھ سے پکڑی اور جس طرح ریشم کے بٹے ہوئے تاگوں کو توڑا جاتا ہے۔ اس زرہ کے کنارے توڑ دیئے ان کا اور قیس بن سعد بن عبادہ کا واقعہ ان دو رومی

اشخاص کے ساتھ جو سلطان روم کی طرف سے بھیجے گئے تھے مشہور و معروف ہے اور آپ کی شجاعت و دلیری جنگ جمل و صفین کے واقعات سے معلوم ہوتی ہے۔ (۶) اور (۷) عمر اور رقیہ کبریٰ ہیں۔ یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ ہے (۸)۔ (۹)۔ (۱۰) اور (۱۱) عباسؑ جعفر۔ عثمان اور عبداللہ اکبر ہیں۔ یہ چار حضرات کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کے حالات انشاء اللہ مذکور ہوں گے۔ اور ان چار حضرات کی والدہ ام البنین بنت حزام کلابی ہیں۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ امیرالمومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا کہ آپ انساب عرب کے عالم ہیں میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کریں جس سے میرا ایسا بیٹا ہو جو جوانمرد اور فارس عرب ہو (عقیل کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ ام البنین کلابیہ سے شادی کیجیے کہ جن کے آباؤ اجداد سے زیادہ بہادر عرب میں کوئی نہیں تھا پس جناب امیرؑ نے ان سے شادی کی اور ان سے جناب عباسؑ اور تین اور بھائی پیدا ہوئے یہی وجہ تھی کہ شمر بن ذی الجوشن لعنۃ اللہ علیہ جو بنی کلاب میں سے تھا۔ کربلا میں جناب ابوالفضل العباسؑ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لایا اور انہیں بہن کے بیٹوں کے لفظ کیساتھ مخاطب کیا۔ جیسا کہ ذکر ہوگا (۱۲) اور (۱۳) محمد اصغر اور عبداللہ ہیں اور محمد کی کنیت ابوبکر ہے اور یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھیں (۱۴) یحییٰ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ (۱۵) اور (۱۶) ام الحسن اور رملہ ہے ان کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور یہ رملہ رملہ کبریٰ ہیں جو ابوالہیاج عبداللہ بن ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ ام الحسنؑ جعدہ بن ہبیرہ کی بیوی تھیں جو ان کی پھوپھی کا لڑکا تھا۔ اور اس کے بعد جعفر بن عقیل نے ان سے نکاح کیا۔ ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ نفیسہ زینب صغریٰ اور رقیہ صغریٰ ابن شہر آشوب نے ان تینوں کو ام سعید بنت عروہ کی بیٹیاں کہا ہے اور ام الحسن اور رملہ کی والدہ ام شعیب مخزومیہ بیان کی ہیں۔ منقول ہے کہ نفیسہ کی کنیت ام کلثوم صغریٰ تھی اور کثیر بن عبدالمطلب نے ان سے شادی کی اور زینب صغریٰ محمد بن عقیل کے عقد میں آئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ رقیہ صغریٰ کی والدہ ام حبیبہ ہیں اور وہ مسلم بن عقیل کے نکاح میں تھیں اور آپ کی باقی اولاد بیس سے لے کر ستائیس تک اس ترتیب سے ہے ام ہانی۔ ام الکرام۔ جمانہ جن کی کنیت ام جعفر ہے۔ امامہ ام سلمہ۔ میمونہ۔ خدیجہ اور فاطمہ رحمۃ اللہ علیہن اور بعض علماء نے آپ کی اولاد کی تعداد چھتیس تک لکھی ہے۔ اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں ان میں عبداللہ اور عون کو مزید شمار کیا ہے کہ جن کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں۔ اور ہشام بن محمد جو ابن کلبی کے نام سے مشہور ہے اس کی روایت ہے کہ محمد اوسط کی والدہ امامہ بنت زینب بنت (ربیبہ) رسول خدا تھیں اور عثمان اصغر جعفر اصغر۔ عباس اصغر اور عمر اصغر رملہ صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی محیاۃ بنت امرء القیس سے جو آپؑ کی بیوی تھیں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہو گئی اور شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے درمیان ذکر ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا

ایک بیٹا حضرت امیر المومنینؑ سے ان کے شکم میں تھا جس کا نام رسولؐ خدا نے محسن رکھا تھا۔ رسولِ خدا کی وفات کے بعد وہ بچہ شکمِ مادر سے سقط ہو گیا۔ مؤلف کہتا ہے مسعودی نے مروج الذہب میں ابن قتیبہ نے معارف میں اور نورالدین عباس موسوی شامی نے از ہار بستان الناظرین میں محسن کو اولاد امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے اور صاحب مجدی کہتا ہے کہ شیعہ محسن اور اس کو سقط کرنے کی روایت بیان کرتے ہیں اور میں نے بعض اہلِ نسب کی کتب میں محسن کا ذکر تو دیکھا ہے لیکن ان کے سقط کی کوئی ایسی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس پر میں اعتماد کرسکوں۔ خلاصہ یہ کہ امیر المومنین کے بیٹوں میں سے پانچ کی اولاد ہے امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ عباس اور عمر اکبر اور امیر المومنینؑ کی اولاد کی ماؤں کے ذکر سے آپ کی بیویوں کا ذکر بھی فی الجملہ ہو گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے حضرت فاطمہؑ جب تک زندہ تھیں حضرت امیرؑ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ جیسا کہ رسول خداؐ نے جناب خدیجہؑ کی زندگی میں دوسری کوئی عورت نہیں کی۔ جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی امامہ سے شادی کی اور ایک روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ کی وفات کے تین راتوں کے بعد امامہ کی شادی ہوئی اور جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی تو چار بیویاں اور اٹھارہ ام الولد (کنیزیں) آنجناب کی موجود تھیں اور ان چار خواتین کے نام یہ ہیں۔ امامہ۔ اسماء بنت عمیس۔ لیلی تمیمیہ اور ام البنین۔

له تذییل آپ جان چکے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے شاہزادوں میں سے پانچ کی اولاد تھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان بزرگوار دن اور ان کی اولاد کا تذکرہ تو انشاء اللہ بعد ہی میں ہوگا۔ اور باقی تین حضرات محمد حنفیہ حضرت عباس اور عمر اطرف ہیں اور مناسب ہے کہ ہم یہاں ان کی کچھ اولاد کی طرف اشارہ کریں۔

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ

محمد بن حنفیہ کی چوبیس اولادیں تھیں۔ کہ جن میں سے چودہ لڑکے تھے اور ان کی نسل ان کے دو بیٹوں علی و جعفر سے چلی ہے اور جعفر یوم حرہ میں (جب کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کے حکم سے اہل مدینہ کو قتل کیا) شہید ہوئے اور اس کی زیادہ تر اولاد رأس المذری عبداللہ بن جعفر ثانی بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن حنفیہ تک جا پہنچتی ہے۔ اور انہیں میں سے شریف نقیب ابوالحسن احمد بن قاسم بن محمد عویدبن علی بن رأس المذری اور ان کے بیٹے ابو محمد حسن بن احمد سید جلیل القدر سید مرتضیٰ کے جانشین تھے نقابت بغداد کے معاملہ میں اور ان کی نسل میں اہل علم و جلالت فضل موجود تھے۔ لیکن وہ ختم ہو چکے ہیں اور انہیں میں سے جعفر الثالث بن رأس المذری ہیں کہ جن کی نسل ان کے بیٹے زید۔ علی۔ موسیٰ اور عبداللہ سے ہے اور علی بن جعفر ثالث کی اولادیں سے ہے ابو علی محمدی بصرہ میں اور وہ ہیں حسن بن حسین بن عباس بن علی بن جعفر ثالث جو صدیق عمری تھے اور ابو نصر بخاری سے منقول ہے کہ محمدیہ کا صحیح نسب تین اشخاص پر منتہی ہوتا ہے۔ زید الطویل بن جعفر ثالث اسحاق بن عبداللہ رأس المذری کی اولادیں سے ہے۔ سید ثقۃ ابو العباس عقیل بن حسین بن محمد مذکور جو کہ فقیہ و محدث کثیر الروایہ ہیں۔ اور کتاب صلوٰۃ، کتاب مناسک حج اور کتاب امالی ان کی کتابیں ہیں۔ ان سے شیخ عبدالرحمٰن نیشاپوری نے پڑھا ہے اور ان کی اولاد اطراف اصفہان و فارس میں ہے اور رأس المذری کی اولادیں سے ہیں۔ فاضل محدث ہیں اور ان کے بیٹے شریف ابو محمد عبداللہ بن قاسم اور علی بن محمد بن حنفیہ کی اولادیں ابو محمد حسن بن علی مذکور ہے اور وہ شخص عالم و فاضل تھے۔ کیسانیہ نے ان کے حق میں امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس نے اپنے بیٹے علی کے متعلق وصیت کی اور کیسانیہ اسے باپ کے بعد امام سمجھتے ہیں۔ باقی رہے ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ تو وہ کیسانیہ کے امام ہیں ان سے بیعت منتقل ہوئی بنی عباس کی طرف پس اس کا سلسلہ ختم ہو گیا ابو نصر بخاری کہتا ہے کہ محمدیہ قزوین میں رئیس قم میں علماء اور ری میں سادات ہیں۔

جناب ابوالفضل العباسؑ بن امیرالمومنینؑ کی اولاد کا تذکرہ

حضرت عباس بن امیرالمومنینؑ کی اولاد ان کے بیٹے عبیداللہ سے چلی ہے اور عبیداللہ کی نسل ان کے بیٹے

حسن بن عبید اللہ تک منتہی ہوتی ہے اور حسنؑ کی نسل ان کے پانچ بیٹوں سے ہے (۱) عبید اللہ جو حرمین کے قاضی اور مکہ و مدینہ کے امیر تھے (۲) عباس جو خطیب و فصیح و بلیغ تھے (۳) حمزۃ الاکبر (۴) ابراہیم جردقہ (۵) فضل اور فضل بن حسن بن عبید اللہ مرد فصیح و متکلم دین کے معاملہ میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے۔ اور ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی، جعفر عباس اکبر اور محمد اور محمد بن فضل کی اولاد میں سے ابو العباس فضل بن محمد خطیب شاعر ہیں اور ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت عباس کے متعلق کہا ہے (جو اصل کتاب میں لکھا ہے (مترجم)) اور فضل صاحب اولاد ہے اور ابراہیم جردقہ تو وہ فقہاء، ادباء اور زہاد میں سے تھے۔ اور ان کی اولاد تین بیٹوں سے ہے حسن۔ محمد اور علی۔ علی بن جردقہ اسخیاء بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحب عزت و وقار تھے۔ ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی اور ان کے انیس بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عبید اللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابو علی تھی اور وہ اہل بغداد میں سے تھے۔ مصر میں جا کر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں جعفریہ کے نام کی تھیں جن میں فقہ اہل بیت ہے۔ اور انہیں شیعہ بتایا جاتا ہے۔ ان کی وفات مصر میں ۳۱۲ھ میں ہوئی۔ اور حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس جن کی کنیت ابو القاسم ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ شباہت رکھتے تھے۔ اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق مامون نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شبیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں۔ اور انہیں کی اولاد میں سے محمد بن علی بن حمزہ ہیں جو بصرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور انہوں نے امام رضاؑ اور ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی روایت حدیث کی ہے۔ وہ عالم اور شاعر تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ابو عبید اللہ محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ادیب شاعر عالم اور راوی اخبار تھے۔ اپنے باپ اور عبد الصمد بن موسیٰ ہاشمی اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور اپنے استاد کے ساتھ عبد الصمد کی وساطت سے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب خدا کسی مخلوق پر غضب ناک ہوتا ہے اور ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انہیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر ایسی مخلوق پیدا کر دیتا ہے جو خدا کو نہیں پہچانتی اور وہ انہیں عذاب کرتی ہے۔ اور نیز بنی حمزہ میں سے ہے ابو محمد قاسم بن حمزۃ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے۔ اور وہ بہت خوبصورت تھے اور لوگ انہیں صوفی کہا کرتے تھے نیز بنی حمزہ میں سے ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزۃ الاکبر ثقہ جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرے علماء نے تذکرہ کیا ہے۔ ان کی قبر حلہ کے قریب ہے اور ہمارے شیخ و استاد نے نجم الثاقب میں ان لوگوں کے تذکرہ میں کہ جو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں خدمت امام عصر عجل اللہ فرجہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک ملغمہ نقل کیا

ہے جو حمزہ مذکور سے متعلق ہے مناسب ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے۔ (آقا سید مہدی قزوینی کے خدمت امام عصر صلوٰۃ اللہ علیہ میں مشرف ہونے کا واقعہ) اور وہ اس طرح ہے سید معتمد زبدۃ العلماء قدوۃ الاولیاء مرزا صالح خلف الرشید سید المحققین نور مصباح المتہجدین وحید عصر آقا سید مہدی قزوینی طاب ثراہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ میں ہمیشہ جزیرہ کی طرف جو حلہ کے جنوب میں دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے بنی زبید کے قبائل کی ہدایت و ارشاد کے لیے جایا کرتا تھا وہ سب اہل سنت تھے اور والد قدس سرہ کی ہدایت کی برکت سے سب مذہب امامیہ کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اب تک موجود ہیں اور وہ دس ہزار نفوس سے زیادہ ہیں۔ نیز انہوں نے فرمایا جزیرہ میں مزار ہے جو قبر حمزہ بن حضرت کاظمؑ کے نام سے مشہور ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور اس کے بہت سے کرامات بیان کرتے ہیں اور وہ بستی تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے۔ پس میں جزیرہ میں جایا کرتا تھا اور وہاں سے عبور کرتا اور اس قبر کی زیارت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ بات درجہ صحت تک پہنچی ہوئی تھی کہ جناب حمزہ فرزند موسیٰ بن جعفر علیہم السلام رے میں عبدالعظیم حسنی کے پاس دفن ہیں۔ ایک دفعہ حسب عادت میں گیا اور ان بستی والوں کا مہمان ہوا تو اہل بستی نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مرقد مذکور کی زیارت کے لیے جاؤں۔ میں نے انکار کیا اور ان سے کہا کہ میں اس مزار کی زیارت نہیں کر سکتا کہ جسے میں نہیں پہچانتا۔ میرے اس مزار کی زیارت سے اعراض کی وجہ سے لوگوں کی رغبت اس جگہ سے کم ہو گئی۔ پھر میں وہاں سے چلا اور وہاں کے بعض سادات کے پاس میں نے رات بسر کی۔ جب وقت سحر نماز تہجد کے لیے میں اٹھا اور نماز کی تیاری کی اور نماز تہجد پڑھ کر تعقیبات کی صورت میں طلوع فجر کا انتظار کر رہا تھا تو اچانک اس بستی کے ایک سید آئے کہ جن کو میں پہچانتا تھا کہ وہ اچھے اور پرہیزگار انسان ہیں۔ وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے پھر کہنے لگے مولانا کل آپ حمزہ کی بستی کے لوگوں کے پاس مہمان تھے لیکن حمزہ کی زیارت نہیں کی۔ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا کیوں؟ تو میں نے کہا اس لیے کہ میں جسے نہیں پہچانتا اس کی زیارت نہیں کرتا۔ اور حضرت کاظمؑ کے بیٹے حمزہ تو رے میں دفن ہیں۔ تو وہ کہنے لگا اب مشہور لا اصل بہت سی چیزیں مشہور ہیں جن کی بنیاد نہیں۔ اور یہ قبر حضرت حمزہ فرزند حضرت کاظمؑ کی نہیں ہے اگرچہ مشہور ایسا ہی ہے بلکہ یہ قبر ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم علوی عباسی کی ہے جو کہ علماء اجازہ و اہل حدیث و روایت میں سے ہے اور علماء رجال نے اپنی کتب میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے علم و ورع کی تعریف کی ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ سید عوام میں سے ہے اور علم رجال و حدیث پر مطلع نہیں۔ شاید یہ کلام اس نے بعض علماء سے اخذ کیا ہے۔ پھر میں کھڑا ہوا طلوع فجر معلوم کرنے کے لیے اور وہ سید اٹھ کر چلے گئے اور میں اس سے غافل ہو گیا کہ ان سے سوال کروں کہ آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے۔ چونکہ صبح طلوع ہو چکی تھی لہٰذا میں

نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب نماز ادا کر چکا تو تعقیبات پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اور میرے پاس علم رجال کی کچھ کتابیں تھیں۔ میں نے ان میں دیکھا تو معلوم ہوا بات وہی ہے جو اس سید بزرگوار نے کہی۔ پس اہل بستی مجھ سے ملنے کے لیے آئے جن میں وہ سید بھی تھے۔ میں نے کہا کہ آپ میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے قبر حمزہ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ ابویعلی حمزہ بن قاسم علوی کی ہے یہ بات آپ نے کہاں سے لی۔ اور کس سے اخذ کی ہے تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم میں تو اس وقت سے پہلے آپ کے پاس نہیں آیا اور میں نے گزشتہ رات بستی سے باہر بسر کی تھی کسی جگہ کا نام لیا۔ میں نے آپ کے بارے میں سنا تو آج ہی آپ کی زیارت کے لیے آیا۔ میں نے اہل بستی سے کہا کہ اب میرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ میں حمزہ کی زیارت کے لیے واپس جاؤں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو میں نے دیکھا ہے وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے پس میں اور تمام اہل بستی ان کی زیارت کے لیے سوار ہو کر گئے! اور اس وقت یہ مزار اتنا مشہور ہے کہ لوگ دور دور سے سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ شیخ نجاشی نے کتاب رجال میں فرمایا کہ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابویعلی ثقہ جلیل القدر ہیں۔ ہمارے علماء سے بہت سی احادیث کرتے ہیں اور ان کی ایک کتاب ہے۔ جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے اور کلمات علما اور اسانید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جناب زمانہ غیبت صغریٰ کے علماء میں سے تھے اور والد صدوق علی بن بابویہ کے معاصر تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ کی کنیت ابوالفضل ہے وہ خطیب فصیح اور شاعر بلیغ تھے۔ اور ہارون رشید کے ہاں صاحب عزت و احترام تھے۔ ابوالنصر بخاری کہتا ہے کہ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔ خطیب بغدادی کہتا ہے کہ ابوالفضل عباس بن حسن محمد و عبیداللہ اور حمزہ کا بھائی ہے اور وہ اہل مدینہ میں سے تھا ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں آکر قیام کیا اور ہارون کا مصاحب بنا اور اس کے بعد مامون کی صحبت میں رہا وہ شخص عالم و شاعر و فصیح تھا۔ بہت سے علوی اسے اولاد ابوطالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتے ہیں۔ پھر خطیب نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے فضل بن محمد بن فضل سے اس نے کہا کہ میرے چچا عباس نے فرمایا کہ تیری رائے میں تمام چیزوں کے لیے وسعت نہیں لہذا اسے اہم چیزوں کے لیے مہیا رکھ اور تیرا مال تمام لوگوں کو بے نیاز نہیں کر سکتا۔ لہذا اسے اہل حق کے لیے مخصوص کر دے اور تیرا کرم تمام لوگوں کی کفایت نہیں کر سکتا۔ پس اس سے اہل فضل کا قصد کر اور عباس بن حسن مذکور کی چار بیٹوں سے اولاد ہے۔ احمد۔ عبیداللہ۔ علی اور عبداللہ ابوالنصر بخاری کہتا ہے کہ اس کی نسل صرف عبداللہ بن عباس سے چلی ہے اور عبداللہ بن عباس شاعر و فصیح تھا اور مامون کے ہاں مقدم تھا اور مامون اسے شیخ ابن شیخ کہتا تھا۔ یعنی استاد فرزند استاد۔ جب اس کی وفات ہوئی اور مامون کو اطلاع ملی تو کہنے لگا استوی الناس بعدک یا ابن عباس۔ اے عباس کے بیٹے تمہارے بعد سب لوگ ایک جیسے ہیں اور مامون نے اس کی تشییع جنازہ کی اور عبداللہ بن عباس کا ایک حمزہ نامی بیٹا ہے جس کی اولاد ملک شام کے

طبریہ علاقہ میں ہے ان میں سے ایک ابوالطیب محمد بن حمزہ ہے جو کہ صاحب مروت و سخاوت و صلہ رحمی میں معروف تھے وہ بہت زیادہ فضل و جاہ و منزلت رکھتا تھا۔ اور طبریہ میں چشمہ ملک اور کافی مال اس نے جمع کیا تھا۔ طغرین خضر فراعنی کو اس سے حسد و بغض ہوا۔ اس نے اس کے لیے لشکر روانہ کیا اور طبریہ میں اس کے باغ میں اسے شہید کر دیا۔ ماہ صفر ۲۹۱ھ میں شعراء نے اس کے مرثیہ پڑھے اس کی اولاد طبریہ میں ہے جنہیں لوگ بنوالشہید کہتے ہیں اور عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس حرمین کے قاضی القضاۃ تھے اور اس کی اولاد میں سے بنو ہارون بن داؤد بن حسین بن علی بن عبیداللہ مذکور ہیں اور بنو ہارون مذکور دمیاط میں رہتے ہیں اور قاسم بن عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ مذکور بھی اس کی اولاد میں سے ہے جو ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے صحابی تھے اور یہ قاسم مدینہ میں صاحب شان و منزلت تھے اور انہوں نے اولاد علیؑ اور اولاد جعفر میں صلح کی کوشش کی اور یہ صاحب رائے اور اچھی گفتگو کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔

عمر اطرف بن امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد کا تذکرہ

عمر اطرف کی کنیت ابوالقاسم ہے اور عمر بن علی بن الحسینؑ کی شرافت نسبی چونکہ دو طرفی ہے لہذا انہیں عمر اطرف کہتے ہیں ان کی والدہ صہبا ر تغلبیہ تھی اور وہ ام حبیب بنت عبادہ بن ربیعہ بن یحییٰ یمامہ کے قیدیوں میں سے ہے اور ایک قول ہے کہ وہ عین التمر سے خالد بن ولید کے قیدیوں میں سے ہے جسے امیر المومنینؑ نے خرید کیا۔ عمر اور اس کی بہن رقیہ جڑواں پیدا ہوئے اور یہ امیر المومنینؑ کی آخری اولاد ہیں جو دنیا میں آئے وہ صاحب کلام و رائے فصاحت و بلاغت اور صاحب جود و سخا و عفت و پاکدامنی تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گا کہ حجاج چاہتا تھا کہ عمر کو حسنؑ بن حسن کے ساتھ صدقات امیر المومنینؑ میں شریک قرار دے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ عمر نے مقام ینبع میں ستتر یا پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کی اولاد مختلف شہروں میں بہت ہے اور وہ تمام ان کے بیٹے محمد بن عمر کے واسطہ سے اس تک چار پوتوں کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ (۱) عبداللہ (۲) عبیداللہ (۳) عمر ان تینوں کی والدہ خدیجہ دختر امام زین العابدین تھیں (۴) جعفر اس کی والدہ کنیز تھی۔ شیخ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ جعفر کی نسل ختم ہو گئی ہے اور عمر بن محمد بن عمر اطرف کی نسل اس کے دو بیٹوں سے۔ ابوالحمد اسمٰعیل اور ابوالحسن ابراہیم اور عبیداللہ بن محمد بن اطرف کے متعلق صاحب کتاب عمدہ نے کہا ہے کہ وہ بغداد میں قبر النذور والے صاحب ہیں کہ جنہیں زندہ دفن کیا گیا۔

فقیر کہتا ہے کہ صاحب قبر النذور عبیداللہ بن محمد بن عمر اطرف ہیں جیسا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اور حموی نے معجم میں ذکر کیا ہے خطیب نے اپنی سند سے محمد بن موسیٰ بن حماد بربری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں

نے سلیمان بن ابو الشیخ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب قبر النذور عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی ابی طالب ہے۔ وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی قبر تو اس کی اپنی زمین و ملک میں کوفہ کے نزدیک ہے کہ جس کا نام لبیا ہے۔ اور صاحب قبر النذور تو عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں نیز خطیب نے ابو بکر دوری سے اس نے ابو محمد حسن بن محمد طاہر علوی کے بھتیجے سے روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن طالب علیہ السلام کی قبر اس زمین میں ہے جو کوفہ کے قریب لبیٰ نامی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا ذکر امام زین العابدینؑ کی اولاد میں آئے گا اور اس کی نسل علی بن طبیب بن عبید اللہ مذکور سے ہے اور انہیں بنو الطبیب کہتے ہیں اور انہیں میں سے ابو احمد بن محمد بن الطبیب اور وہ سید جلیل اور آل ابو طالبؑ کے بزرگ تھے۔ مصر میں آل ابی طالب ان کی طرف مشورہ اور رائے میں رجوع کرتے تھے۔ اور عبید اللہ بن اطرف کی نسل چار اشخاص سے چلی ہے۔ احمد۔ محمد۔ عیسٰی المبارک اور یحییٰ الصالح اور احمد بن عبید اللہ ابو یعلیٰ حمزہ سماکی نسابہ اور عبد الرحمن بن احمد (جو کہ یمن میں ظاہر ہوا) کے باپ تھے اور محمد بن عبید اللہ قاسم بن محمد کا باپ تھا۔ جس نے طبرستان میں سلطنت قائم کی اور اسے ملک جلیل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ نیز اس کا باپ ابو عبد اللہ جعفر بن محمد ملتان کا بادشاہ تھا۔ کہ جس نے ملتان کی حکومت پر قبضہ کیا اور اس کی بہت اولاد ہوئی اور ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ ملوک امراء علماء اور نسابے تھے اور ان میں سے بہت سے اسماعیلیہ مذہب رکھتے تھے اور ہندی زبان بولتے تھے۔ اور جعفر بادشاہ ملتان کی اولاد میں سے ابو یعقوب اسحاق بن جعفر ہے جو علماء و فضلاء میں سے تھا اور اس کا بیٹا احمد بن اسحاق ملک فارس میں صاحب جلالت و عظمت تھا۔ اور اس کا بیٹا ابو الحسن علی بن احمد بن اسحاق نسابہ تھا اور یہ وہی ہے جسے عضد الدولہ نے ابو احمد موسوی کے معزول کرنے کے بعد نقابت طالبین کا عہدہ دیا اور ابو الحسن مذکور بغداد میں چار سال تک نقیب نقباء طالبین رہا۔ اور اچھے طریقے چھوڑ گیا۔ اور عیسٰی المبارک بن عبد اللہ بن محمد بن اطرف سید شریف اور راوی حدیث ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے۔ ابو طاہر احمد فقیہ نسابہ محدث جو اپنے خاندان میں علم و زہد کے لحاظ سے بزرگ تھا اور وہ جد ہے سید شریف نقیب ابو الحسن علی بن یحییٰ بن محمد بن عیسٰی بن احمد مذکور کا کہ روایت کی ہے شیخ ابو الحسن عمری نے مجدی میں علی بن سہل تمار سے اس نے اپنے خالو محمد بن دہبان سے اس نے نقیب ابو الحسن علی سے اس نے علان کلابی سے وہ کہتا ہے کہ میں ابو جعفر محمد فرزند امام علی نقی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام کا مصاحب تھا۔ جبکہ وہ صغیر السن تھے فما رایت اوقر ولا ازکی ولا اجل منہ پس میں نے ان سے زیادہ باوقار زیادہ ذکی و پاکیزہ اور زیادہ جلیل و باعظمت کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کے والد نقی علیہ السلام انہیں حجاز میں چھوڑ آئے جبکہ وہ بچے تھے۔ جب وہ بڑے ہوئے اور قوت و طاقت ان میں آئی تو سامرہ تشریف لائے اور وہ اپنے بھائی امام ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے اور ابو محمد علیہ السلام ان سے مانوس تھے البتہ اپنے بھائی

جعفر سے منقبض اور گھٹن محسوس کرتے اور یحییٰ الصالح بن عبداللہ بن محمد اطرف جن کی کنیت ابوالحسن تھی انہیں ہارون رشید نے قید کر لیا اور اس کے بعد شہید کر دیا اور ان کی نسل دو افراد سے ہے۔ ایک ابو علی محمد صوفی اور دوسرا ابو علی حسن جو مامون کے لشکر کا نگران اعلیٰ تھا اور ان دونوں کی اولاد بہت زیادہ ہے اور حسن کی اولاد میں سے بنو مرقد ہیں جو کہ نیل اور حلہ میں ساکن ہیں اور وہ نقباء تھے اور محمد صوفی کی اولاد میں سے شیخ ابوالحسن علی بن ابی الغنائم محمد بن علی بن محمد بن محمد ملقطِ بن علی الضریر بن محمد صوفی ہے کہ جس کے زمانہ میں علم نسب اس پر ختم تھا۔ اور اس کا قول حجت ہوتا تھا۔ اور اس نے شیوخ اور بزرگوں سے ملاقات کی ہے اور کتاب مبسوط مجدی شافی۔ اور مشجر تصنیف کی ہے اور وہ بصرہ میں رہتا تھا، پھر وہاں سے موصل کی طرف ۴۲۳ھ میں منتقل ہوا اور وہیں شادی کی اور اولاد ہوئی اور اس کا باپ ابوالغنائم بھی نسابہ تھا روایت کرتا ہے سید جلیل نسابہ فخار بن معد موسوی سید جلال الدین عبدالحمید بن عبداللہ نقی حسینی سے وہ ابن کلثون عباسی نسابہ سے وہ جعفر بن ابو ہاشم بن علی سے وہ اپنے دادا ابوالحسن عمری مشکور سے اور نیز سید جلال الدین عبدالحمید بن نقی شریف ابو تمام محمد بن ہبتہ اللہ ابن عبدالسیع ہاشمی سے وہ ابو عبداللہ جعفر بن ابوالہاشم سے وہ اپنے دادا ابوالحسن عمری مذکور سے روایت کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعض بزرگ صحابہ کے تذکرہ میں

پہلے اصبغ بن نباتہ مجاشعی ہیں کہ جن کی جلالت شان زیادہ ہے۔ وہ عراق کے شہسواروں اور امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے اور خدا ان پر رحم نازل فرمائے۔ عابد و زاہد اور امیر المومنینؑ کے ذخائر میں سے تھے۔ قاضی نور اللہ نے کہا ہے کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کے خواص میں سے ایک تھے اور قدردانی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کتاب کشی میں ابو الجارود سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے اصبغ سے پوچھا کہ امیر المومنینؑ کی قدر و منزلت تمہارے ہاں کتنی ہے وہ کہنے لگے ہمارے خلوص کا خلاصہ آپؑ کے متعلق یہ ہے کہ ہم نے اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں جس کی طرف آپؑ اشارہ کریں اسے اپنی تلوار سے ہم مارنے کے لیے تیار ہیں۔ نیز روایت کی ہے۔ اصبغ سے پوچھا گیا کہ کس لیے امیر المومنینؑ نے تمہارا اور تمہارے جیسے افراد کا نام شرطۃ الخمیس رکھا۔ کہنے لگے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے حضرت سے شرط کی تھی کہ ان کے راستہ میں جہاد کریں گے یہاں تک کہ فتح حاصل کرلیں یا قتل ہو جائیں اور انہوں نے شرط کی اور ضامن ہوئے کہ ہمیں اس مجاہدہ کے عوض جنت میں پہنچائیں مخفی نہ رہے کہ خمیس لشکر کو اس وجہ سے کہتے ہیں چونکہ وہ پانچ گروہ سے مرکب ہوتا ہے کہ جو مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ اور ساقہ ہے۔ پس جن لوگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضرت امیر المومنینؑ کے شرطۃ الخمیس میں سے ہیں۔ اس کا معنی یہ کہ یہ ان لشکریوں میں سے ہیں کہ جن کے اور حضرتؑ کے درمیان شرط مذکور کا معاہدہ ہوا تھا اور اس طرح روایت ہے کہ جن اشخاص نے حضرتؑ سے یہ شرط کی تھی وہ چھ ہزار جوانمرد تھے اور جنگ جمل کے دن عبداللہ بن یحییٰ حضرمی سے حضرتؑ نے کہا تھا کہ تجھے بشارت ہو اے یحییٰ کے بیٹے تم شرطۃ الخمیس میں سے ہو۔ اور نبی اکرمؐ نے مجھے تیرے اور تیرے باپ کے نام کی خبر دی تھی اور خداوند عالم نے زبان رسالتؐ میں تمہیں شرطۃ الخمیس کا نام دیا ہے اور کتاب میزان ذہبی میں مسطور ہے جو کہ اہل سنت سے ہے کہ علماء رجال اہل سنت اصبغ کو شیعہ سمجھتے ہیں۔ اسی لیے اس کی حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اصبغ ایسا شخص تھا جو محبت علی بن ابی طالبؑ میں مفتون تھا۔ عجیب غریب باتیں اس سے سرزد ہوتی تھیں اس لیے اس کی حدیث ترک کر دیتے تھے۔ (انتھٰی)

بہرحال اصبغ نے عہدنامہ مالک اشتر اور امیر المومنینؑ کا اپنے بیٹے محمدؒ کے نام وصیت نامہ لکھنے والی حدیث کو روایت کیا ہے اور اصبغ کی گفتگو حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ابن ملجم کے آپ کو ضربت لگانے کے بعد حضرتؑ کی شہادت کے بیان میں ذکر ہو چکی ہے۔

دوسرے ۔ اویس قرنی سہیل یمن اور آفتاب قرن بہترین تابعین اور حواریین امیرالمومنین میں سے ہیں ۔ اور آٹھ زاہدوں اور پرہیزگاروں میں سے ایک ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور ان سو افراد میں سے آخری ہیں کہ جنھوں نے صفین میں حضرت امیرالمومنینؑ سے بیعت کی تھی کہ ہم اپنی جانیں آپؑ کی ہم رکابی میں قربان کریں گے ۔ اور انہوں نے پے در پے آنجناب کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے ۔ اور منقول ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو میری امت میں سے اس شخص کی کہ جسے اویس قرنی کہتے ہیں ۔ وہ ربیعہ و مضر قبیلہ جتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا ۔ نیز روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اویس قرنی کے حق میں جنت میں جانے کی گواہی دی ۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ قرن کی طرف سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں ۔ پھر آپ اویس قرنی کے متعلق اظہار شوق کرتے اور فرماتے جو اس سے ملاقات کرے میری طرف سے اس کو سلام کہے ۔ اور جان لو کہ موحدین عرفا نے اویس کی بہت تعریف کی ہے اور انہیں سید التابعین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اسے نفس الرحمان اور خیر التابعین کے نام سے یاد کیا ہے اور کبھی کبھی یمن کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے کہ مجھے رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے آتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ اویس اونٹ چراتے اور ان کی اجرت سے اپنی والدہ کو خرچ دیتے ۔ ایک دفعہ اپنی ماں سے اجازت لی کہ مدینہ جا کر حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہو آؤں ۔ ان کی والدہ کہنے لگی اس شرط پر اجازت دیتی ہوں کہ وہاں آدھے دن سے زیادہ نہ ٹھہرنا ۔ اویس نے مدینہ کی طرف مسافرت کی جب رسول خداؐ کے گھر پہنچے تو اتفاقاً آنحضرتؐ گھر پر موجود نہ تھے مجبوراً اویس ایک دو گھنٹے ٹھہرنے کے بعد ملاقات کیے بغیر واپس چلے گئے ۔ جب رسول خداؐ واپس تشریف لائے تو فرمایا یہ نور کیسا ہے جو مجھے اس گھر میں نظر آتا ہے ۔ لوگوں نے بتایا اونٹوں کا ایک چرواہا جس کا نام اویس تھا اس مکان میں آیا تھا اور واپس چلا گیا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا ہمارے مکان میں یہ نور بطور ہدیہ چھوڑ کر واپس گیا ہے اور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں منقول ہے کہ رسول خداؐ کے پرانے کپڑے حضرت امیرالمومنینؑ کے فرمان اور عمر کے کہنے کے مطابق اویس کو بلا کر دیئے گئے ۔ عمر نے دیکھا کہ اویس لباس سے عاری ہے اور گلیم شتر بطور ستر اوڑھے ہوئے ہے ۔ عمر نے اویس کی تعریف کی اور اظہار زہد کرتے ہوئے کہنے لگا ۔ کون ہے جو یہ خلافت مجھ سے ایک روٹی کے بدلے خرید کرے ۔ اویس نے کہا جو شخص عقلمند ہے وہ اس خرید و فروخت پر راضی نہیں ہوگا ۔ اور اگر سچے ہو تو خلافت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ جو چاہے اسے لے لے ۔ عمر نے کہا میرے حق میں دعا کرو ۔ اویس نے کہا میں ہر نماز کے بعد مومنین و مومنات کے لیے دعا کرتا ہوں ۔ اگر تم مومن ہو تو میری دعا تمہیں پہنچ جائے گی ورنہ میں اپنی دعا کیوں ضائع کروں ۔ کہتے ہیں کہ اویس اپنی بعض راتوں کے متعلق کہتے کہ یہ رکوع کی رات ہے اور پوری رات صبح تک رکوع میں گزار دیتے اور کسی رات کہتے یہ سجدہ کی رات اور پوری رات سجدہ میں گزارتے ۔ لوگوں نے کہا یہ کیسی زحمت و تکلیف ہے کہ جس میں تم اپنے آپ کو رکھتے ہو ۔ کہنے لگے کاش ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی رات ہوتی اور میں اسے ایک ہی سجدہ میں گزار دیتا ۔

تئیسویں ۔ حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی یہ حضرت امیرالمؤمنینؑ کے اصحاب اور دوستوں میں سے تھے۔ قاضی نور اللہ نے کہا ہے کہ تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ حارث امیرالمؤمنینؑ کے صحابی تھے اور عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں رہ چکے تھے اور فقیہ تھے۔ انکی حدیث سنن اربعہ میں مذکور ہے اور کتاب میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ حارث کبار علمائے تابعین میں سے تھے اور ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ حارث تشیع میں غالی تھے اور ابوبکر بن ابی داؤد سے نقل کیا ہے جو علمائے اہل سنت میں سے ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا اور سب سے زیادہ حسب نسب کا واقف تھا اور اس نے علم فرائض حضرت امیرؑ سے اخذ کیا ہے اور نسائی نے باوجودیکہ رجال حدیث میں سختی برتتا ہے۔ حارث کی حدیث سنن اربعہ میں ذکر کیا ہے اور اس کو حجت قرار دیا ہے اور حارث کے معاملہ کو تقویت پہنچائی ہے اور شیخ ابو عمرو کی کتاب کشی میں ہے کہ حارث ایک رات حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا۔ رات کے وقت کیا چیز تجھے میرے پاس لائی ہے تو حارث نے کہا خدا کی قسم وہ محبت جو مجھے آپ سے ہے وہ مجھے کھینچ لائی ہے۔ تو اس وقت حضرتؑ نے فرمایا جان لو اے حارث کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ نہیں مرتا مگر یہ کہ جان دیتے وقت وہ مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر اسے رحمت الٰہی کی امید ہو جاتی ہے اور اسی طرح میرا دشمن نہیں مرتا مگر یہ کہ مرتے وقت مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر خجالت کے پسینہ میں غرق ہو جاتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے اور یہ روایت بعض اشعار دیوان معجز نشان حضرت میں بھی مذکور ہے۔

یَا حَارِ ھَمْدَانَ مَنْ یَمُتْ یَرَنِی ۔۔۔ مِنْ مُؤْمِنٍ اَوْ مُنَافِقٍ قُبُلًا

فقیر کہتا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے شیخ بہائی زید بہائہ کا نسب انہیں حارث تک پہنچتا ہے اسی لیے شیخ بہائی کبھی کبھی اپنے آپ کو حارثی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ وہی حارث ہے جنھوں نے حضرت امیرالمؤمنینؑ کو حضرت خضر کے ساتھ نخیلہ میں دیکھا کہ ان پر آسمان سے تازہ کھجوروں کا طبق اترا اور دونوں بزرگواروں نے اس سے کھجوریں کھائیں۔ حضرت خضرؑ تو ان کی گٹھلیاں دور دور پھینکتے تھے اور حضرت امیرالمؤمنینؑ اپنی مٹھی میں جمع کرتے رہے۔ حارث کہتے ہیں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ گٹھلیاں مجھے دے دیجیے۔ آپؑ نے وہ مجھے عطا فرمائیں میں نے انہیں بویا تو اس سے بہترین کھجوریں ہوئیں جن کی مثل میں نے نہیں دیکھی تھی اور یہ روایت بھی ہے کہ حارث نے ایک مرتبہ حضرت امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ آپؑ مجھے عزت بخشیں اور میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس شرط کے ساتھ کہ تم میرے لیے کسی چیز کا تکلف نہ کرو۔ پس آپؑ گھر میں تشریف لائے اور حارث روٹی کے کچھ ٹکڑے لے آئے۔ حضرت کھانے لگے تو حارث نے عرض کیا میرے پاس کچھ درہم ہیں اور نکال کر حضرتؑ کو دکھائے اور عرض کیا اگر آپؑ اجازت دیں تو میں آپؑ کے لیے کچھ خرید لاؤں۔ آپؑ نے فرمایا یہ بھی اس چیز میں سے ہے جو گھر میں ہے یعنی کوئی حرج نہیں اور اس میں تکلف نہیں ہے۔

چوتھے۔ حجر بن عدی الکندی الکوفی اصحاب امیرالمومنینؑ اور ابدال میں سے تھے۔ کتاب کامل بہائی میں ہے کہ ان کا زہد اور کثرت عبادت عرب میں مشہور تھا۔ کہتے ہیں رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ حجر فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ اور صغیر السنی میں کبار میں سے تھے اور مستجاب الدعوۃ تھے اور جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ کی طرف سے لشکر کندہ کی کمان و امارت ان سے متعلق تھی اور نہروان کے دن امیرالمومنینؑ کے لشکر کے سپہ سالار تھے۔ علامہ حلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حجرؒ اصحاب جناب امیرؑ اور ابدال میں سے تھے۔ اور حسن بن داؤد نے ذکر کیا ہے کہ حجرؒ عظیم صحابہ رسولؐ اور اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے۔ معاویہ کے ایک افسر نے انہیں حکم دیا تھا کہ حضرت امیرالمومنین علیؑ پر لعنت کرو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ ان اَمِیْرَ الْوَفْدِ اَمَرَنِیْ اَنْ اَلْعَنَ عَلِیًّا فَالْعَنُوْہُ لَعَنَہُ اللّٰہُ۔ وفد کا امیر مجھے حکم دیتا ہے کہ علیؑ پر لعنت کروں اس پر (امیر وفد) لعنت کرو۔ خدا اس پر لعنت کرے۔ حجر نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ زیاد بن ابیہ کی چغل خوری سے اور معاویہ کے حکم سے ۵۱ھ میں شربت شہادت نوش فرمایا۔

فقیر کہتا ہے حجرؒ کے وہ ساتھی جو ان کے ساتھ قتل کیے گئے ان کے نام یہ ہیں۔ شریک بن شداد حضرمی۔ صیفی بن شبل شیبانی۔ قبیصہ بن ضبیعہ عبسی۔ محرز بن شہاب منقری۔ کدام بن حیان عنزی۔ عبدالرحمٰن بن حسان عنزی۔ ان کی قبور حجر کی قبر شریف سمیت مقام عذرا میں ہیں۔ جو دمشق سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور حجر کی شہادت مسلمانوں کے دلوں میں بڑی عظیم تھی اور معاویہ کو اس کے اس فعل بد پر بہت سرزنش اور توبیخ کی گئی۔ روایت ہے کہ معاویہ بی بی عائشہ کے پاس گیا۔ تو بی بی عائشہ نے اس سے کہا تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا۔ اہل عذرا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر۔ معاویہ کہنے لگا اے امّ المومنین میں نے دیکھا کہ ان کے قتل کرنے میں اُمت کی بھلائی ہے اور ان کے زندہ رہنے میں اُمت کا فساد و خرابی ہے مجبوراً میں نے انہیں قتل کر دیا۔ بی بی عائشہ نے کہا میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد اُمت کے کچھ لوگ مقام عذرا میں قتل کیے جائیں گے کہ جن کی وجہ سے خدا اور اہل آسمان غضب ناک ہوں گے۔ منقول ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی معاویہ کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب اس نے حجر کی شہادت کی خبر سنی تو خدا سے دعا کی کہ خدایا اگر ربیع کی تیرے نزدیک کوئی منزلت ہے تو اس کی جان فوراً قبض کر لے۔ ابھی یہ کلمات اس کی زبان پر تھے کہ وفات پائی۔

پانچویں۔ رُشید ہجری متمسکین حبل اللہ المتین اور امیرالمومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے۔ علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن میثم تمار جو کہ جناب امیرالمومنینؑ کے بزرگ اصحاب میں سے تھے۔ صاحب اسرار تھے۔ بنی اسد کی ایک مجلس کے قریب سے گزرے۔ اچانک حبیب بن مظاہر جو شہداء کربلا میں سے ایک تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر رک گئے اور ایک دوسرے سے کافی باتیں کرتے رہے۔ حبیب بن مظاہر نے کہا میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں ہیں۔ اس کا پیٹ

بڑا ہے اور وہ خربوزے اور خرمے بیچتا ہے اسے گرفتار کریں گے اور محبت اہلبیت رسالت کی وجہ سے سولی پر لٹکائیں گے اور سولی پر ہی اس کا پیٹ چاک کریں گے۔ اس سے ان کا مقصد میثم تھے۔ میثم نے کہا میں بھی ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا چہرہ سرخ ہے اور اس کی دو زلفیں ہیں۔ وہ فرزند رسول کی نصرت کے لیے جائے گا اور اس کو قتل کردیں گے۔ اور اس کا سر کوفہ کے گرد پھرایا جائے گا۔ اور میثم کا مقصد اس سے حبیب بن مظاہر تھے۔ یہ کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اہل مجلس نے جب ان کی باتیں سنیں تو کہنے لگے کہ ہم نے ان دونوں سے زیادہ جھوٹا آدمی نہیں دیکھا۔ ابھی اہل مجلس نے مجلس برخاست نہیں کی تھی کہ رُشید ہجری جو محرم اسرار امیرالمؤمنینؑ میں سے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی تلاش میں وہاں آپہنچے اور اہل مجلس سے ان کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگے کہ کچھ دیر انہوں نے یہاں توقف کیا تھا اور چلے گئے اور یہ باتیں انہوں نے کی تھیں رشید کہنے لگے خدا رحم کرے میثم پر وہ یہ کہنا بھول گئے کہ جو شخص ان کا سر لے کر آئے گا۔ اس کو باقیوں کی نسبت ایک سو درہم زیادہ انعام ملے گا۔ جب رُشید چلے گئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ان دونوں سے بھی زیادہ جھوٹا ہے پس تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں لوگوں نے دیکھا کہ میثم کو عمرو بن حریث کے گھر کے دروازہ کے قریب سولی پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کا سر کوفہ کے گرد پھرایا گیا۔

نیز شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امیرالمؤمنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ نخلستان میں آئے اور کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس درخت سے خرمے اتارے جائیں اور آپ نے وہ خرمے اپنے صحابہ کے ساتھ تناول فرمائے۔ پس رُشید ہجری نے عرض کیا اے امیرالمؤمنینؑ یہ خرمے کتنے اچھے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے رُشید تجھے اس درخت کی لکڑی کے ساتھ سولی پر لٹکایا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد ہمیشہ رشید اس درخت کے پاس آتے اور اسے پانی دیتے۔ ایک دن اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ اسے کاٹ دیا گیا ہے تو کہنے لگے میری موت قریب آچکی ہے۔ چند دن کے بعد ابن زیاد نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا۔ راستہ میں رشید نے دیکھا کہ اس درخت کے دو حصے کیے گئے ہیں۔ کہنے لگے یہ میرے لیے کاٹا گیا ہے پھر دوبارہ ابن زیاد نے انہیں بلایا اور کہنے لگا۔ اپنے امام کی جھوٹی باتوں میں سے کچھ باتیں بیان کرو۔ رشید نے کہا نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ میرے امام جھوٹی باتیں بتلاتے ہیں اور مجھے آپ نے بتایا تھا کہ تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا۔ ابن زیاد کہنے لگا۔ اسے لے جاؤ اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو لیکن زبان رہنے دو تاکہ اس کے امام کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ جب ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور انہیں گھر میں پہنچا دیا گیا تو ابن زیاد لعین کو یہ خبر ملی کہ وہ امور عجیبہ لوگوں کو بتلاتے ہیں تو حکم دیا کہ انہیں سولی پر لٹکایا جائے۔ شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ ابو حسان عجلی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امۃ اللہ، رشید ہجری کی بیٹی سے ملاقات کی اور اس سے کہا مجھے وہ باتیں بتاؤ جو تم نے اپنے پدر بزرگوار سے سنی ہیں وہ کہنے لگی۔ میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے حبیب امیرالمؤمنینؑ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اے رشید تیرا صبر اس وقت کیسا ہوگا جب تجھے ولد الزنا بنی امیہ بلائے گا اور تیرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا۔ میں نے عرض کیا اے امیرالمؤمنینؑ

اس کا انجام تو بہشت ہوگا۔ فرمایا ہاں تو دنیا و آخرت میں میرے ساتھ ہوگا۔ پس رُشید کی بیٹی نے کہا خدا کی قسم عبیداللہ بن زیاد نے میرے باپ کو بلایا۔ اور کہا امیرالمؤمنینؑ سے بیزاری اختیار کرو۔ انہوں نے یہ بات قبول نہ کی تو ابن زیاد نے کہا تیرے امامؑ نے تجھے کیا بتایا تھا کہ تو کس طرح قتل ہوگا۔ تو وہ کہنے لگے میرے امامؑ نے فرمایا تھا کہ تو مجھے ان سے بیزاری کا حکم دے گا۔ پھر میرے ہاتھ پاؤں اور میری زبان کاٹے گا۔ وہ ملعون کہنے لگا میں تیرے امامؑ کا قول جھوٹا ثابت کرتا ہوں اور حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو اور اس کی زبان رہنے دو پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ہمارے گھر انہیں لے آئے میں ان کے پاس گئی اور کہا بابا یہ درد و الم آپ پر کیسے گزر رہا ہے کہنے لگے۔ بیٹی مجھے کوئی درد و تکلیف نہیں مگر اتنی مقدار کہ جیسے کوئی شخص لوگوں کے اژدہام میں ہو اور اسے فشار پہنچے پھر ان کے ہمسائے اور جان پہچان والے لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آئے وہ ان کی مصیبت پر اظہار درد و اندوہ کرتے اور روتے تھے۔ میرے باپ نے کہا گریہ نہ کرو اور دوات و کاغذ لے آؤ تاکہ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جن کی خبر میرے مولا امیرالمؤمنینؑ نے دی تھی کہ بعد میں کیا ہونے والا ہے۔ پس وہ آئندہ کی خبر دیتے اور لوگ لکھتے تھے۔ جب اس ولدالزنا کو بتایا گیا کہ رُشید تو آنے والے واقعات کی خبر لوگوں کو دیتا ہے اور قریب ہے فتنہ برپا کردے تو وہ ملعون کہنے لگا۔ اس کا مولا جھوٹ نہیں کہہ گیا۔ جاؤ اور اس کی زبان کاٹ دو۔ پس اس مخزن اسرار کی زبان کاٹ لی گئی۔ اور اسی رات وہ رحمت خدا سے جا ملے۔ حضرت امیرالمؤمنینؑ اسے رشید البلایا کا نام دیتے تھے۔ آپ نے علم بلایا و منایا (مصائب و واقعات و اموات) انہیں تعلیم کیا تھا۔ اور اکثر وہ لوگوں کے پاس جاتے اور کہتے کہ تیری حالت یوں ہوگی اور تو اس طرح قتل ہوگا۔ اور جو کچھ وہ کہتے ویسے ہی ہوتا۔ اور کتاب بحارالانوار میں کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں زیاد بن ابیہ رشید ہجری کی تلاش میں تھا۔ تو رشید نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا مخفیانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک دن ابواراکہ جو بزرگ شیعوں میں سے تھا اپنے گھر کے دروازہ پر اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ رشید آئے اور اس کے گھر کے اندر چلے گئے۔ ابواراکہ رشید کے اس عمل سے ڈرے اور اٹھ کر ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے رشید ولئے ہو تم پر اس عمل سے مجھے قتل کرانا اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو وہ کہنے لگے کیا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا اس لیے کہ ابن زیاد تمہیں تلاش کر رہا ہے اور تم میرے گھر میں علانیہ اور آشکارا داخل ہوئے ہو اور جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے انہوں نے تمہیں دیکھا ہے وہ کہنے لگے ان میں سے کسی نے بھی مجھے نہیں دیکھا۔ ابواراکہ کہنے لگے تم اس حرکت کے باوجود مجھ سے استہزاء اور تمسخر کرتے ہو پس رشید کو پکڑ کر مضبوط باندھ کر کمرے میں ڈال دیا اور دروازہ بند کر دیا پھر اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا مجھے یوں نظر آیا کہ ایک بوڑھا آدمی میرے گھر میں داخل ہوا ہے کیا تمہیں بھی نظر آیا۔ وہ کہنے لگے ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ ابواراکہ نے احتیاطاً دوبارہ بھی کہا تو ان لوگوں نے وہی جواب دیا۔ ابواراکہ خاموش ہوگیا۔ لیکن ڈر گیا کہ کہیں ان کے علاوہ کسی شخص نے رشید کو دیکھا ہو پس وہ زیاد بن ابیہ کے دربار میں گیا تاکہ وہ دیکھے کہ اگر وہ ملتفت ہو چکے ہیں تو یہ انہیں بتائے کہ رشید اس کے پاس ہے اور اسے ان کے سپرد کر دے پس اس

نے زیاد کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس کے اور زیاد کے درمیان دوستی تھی پس اس اثنا میں کہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ ابوارکہ نے دیکھا کہ اس کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کی مجلس کی طرف آ رہا ہے۔ ابوارکہ کا اسے دیکھتے ہی رنگ اڑ گیا اور وہ متحیر و سرگرداں ہوا۔ اور اس نے اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ رشید خچر سے اترے زیاد کے پاس آئے اور سلام کیا۔ زیاد کھڑا ہو گیا اور ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور ان کا بوسہ لیا اور ان سے حالات پوچھنے لگا۔ کہ آپ کس طرح آئے کس کے ساتھ آئے اور راستہ میں کیسے گزری اور ان کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑی رشید کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے پھر کھڑے ہو گئے اور چلے گئے۔ ابوارکہ نے زیاد سے پوچھا یہ شیخ کون تھے اس نے کہا ہماری ملاقات کے لیے شام سے آئے ہیں۔ ابوارکہ مجلس سے اٹھا اور اپنے گھر آیا اور رشید کو دیکھا کہ اسی حالت میں ہیں جس میں چھوڑ کر گیا تھا۔ تو ان سے کہنے لگا۔ جبکہ تمہارے پاس یہ علم و توانائی ہے جو میں نے مشاہدہ کی ہے تو جو چاہو کرو اور جب چاہو میرے گھر میں آؤ۔

فقیر کہتا ہے کہ ابوارکہ حضرت امیرالمومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے جیسے کہ اصبغ بن نباتہ۔ مالک اشتر۔ کمیل بن زیاد۔ اور آل ابوارکہ رجال شیعہ میں مشہور ہیں۔ اور جو کچھ ابوارکہ نے رشید کے ساتھ کیا وہ ان کی شان کا استخفاف نہیں تھا بلکہ اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔ کیونکہ زیاد سختی سے رشید اور ان جیسے شیعہ حضرات کی تلاش کرتا۔ انہیں تکلیف پہنچاتا اور ان کو قتل کرتا تھا۔ اسی طرح ان لوگوں کی بھی جو ان کی اعانت کرتے یا انہیں پناہ دیتے یا انہیں مہمان رکھتے تھے۔

چھٹے۔ زید بن صوحان عبدی۔ مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ ابدال اور اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔

شیخ ابو عمرو کشی نے روایت کی ہے کہ جب زید کو کاری زخم لگا تو وہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرے۔ حضرت امیرالمومنینؑ ان کی لاش پر آئے اور فرمایا اے زید رَحِمَكَ اللّٰهُ كُنْتَ خَفِيفَ الْمَؤُونَةِ عَظِيمَ الْمَعُونَةِ یعنی تجھ پر خدا کی رحمت ہو کہ تیری مشقت اور تعلقات دنیا تھوڑے تھے اور تیرا تعاون دین میں امداد کرنا زیادہ تھا پس زید نے اپنا سر حضرت کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خدائے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اے امیرالمومنین میں آپ کو خدا کو زیادہ جاننے والا جانتا ہوں۔ خدا کی قسم آپ کی معیت میں آپ کے دشمنوں سے از روئے جہالت میں نے جنگ نہیں کی بلکہ چونکہ میں حدیث غدیر کو جو آپ کے حق میں وارد ہوئی ہے جناب ام سلمہ سے سن چکا تھا اور اس سے میں اس شخص کے انجام کار برائی اور بدی جان چکا تھا۔ جو آپ کا ساتھ چھوڑ دے لہٰذا میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ آپ کا ساتھ چھوڑ دوں اور آپ کو تنہا رہنے دوں جس کے نتیجے میں خدا بھی میرا ساتھ چھوڑ دے۔ فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ زید تابعین کے رئیس اور ان کے زہاد میں سے تھے اور جب عائشہ بصرہ میں پہنچیں، تو انہوں نے زید کو خط لکھا۔ مِنْ عَائِشَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِهَا زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ الْخَاصِّ اَمَّا بَعْدُ فَاِذَا اَتَاكَ كِتَابِي

هٰذَا فَاجْلِسِیْ فِیْ بَیْتِكِ وَاخْذُلِی النَّاسَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ حَتّٰی یَاتِیَكِ اَمْرِیْ یہ خط ہے عائشہ حضرت رسولؐ کی بیوی سے اس کے بیٹے زید بن صوحان خالص الاعتقاد کی طرف تمہیں چاہیے کہ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم گھر میں بیٹھ جاؤ اور کوفہ کے لوگوں کو علی ابن ابی طالبؑ کا ساتھ دینے اور مدد کرنے سے روکو جب تک میرا حکم دوبارہ تمہیں نہ ملے۔ جب زید نے یہ خط پڑھا تو جواب لکھا کہ تم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا ہے کہ جس کے غیر کا میں مامور ہوں اور خود تم نے وہ چیز ترک کر دی ہے کہ جس کی مامور تھیں۔ والسلام

فقیر کہتا ہے کہ زید کی مسجد کوفہ کی مساجد میں سے ایک مسجد شریف ہے اور زید جو نماز شب میں دعا پڑھتے تھے وہ مشہور ہے اور ہم نے مفاتیح میں اس کا ذکر کیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے اس سے فرمایا تھا کہ تمہارے بدن کا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں جائے گا۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں زید کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔

ساتویں ۔ سلیمان بن صُرد خزاعی۔ ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھا۔ رسول خدا نے ان کا نام سلیمان رکھا۔ یہ شخص جلیل و صاحب فضل تھے۔ کوفہ میں سکونت اور خزاعہ میں گھر بنایا۔ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ جنگ صفین میں ملازم رکاب جناب امیرؑ تھے۔ انہیں کے ہاتھ سے حوشب ذی ظلیم مارا گیا تھا اور یہ وہ بزرگ ہیں کہ معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعہ انہیں کے گھر میں جمع ہوئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور حضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن سید الشہداء کے ہمرکاب نہیں ہو سکے اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر شہادت سے محروم رہے۔ اس کے بعد بہت پشیمان ہوئے توبہ کی اور حضرت کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کمر ہمت باندھی اور ۶۵ھ ہجری میں مسیب بن نجبہ فزاری عبداللہ بن سعد بن نفیل عضدی عبداللہ بن وال تمیمی رفاعہ بن شداد بجلی اور کوفہ کے شیعوں کے ایک گروہ کے ساتھ کہ جنہیں توابین کہتے ہیں بنی امیہ سے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ عین وردہ میں جو جزیرہ کے شہروں میں سے ایک ہے لشکر شام سے ٹکراؤ ہوا۔ شامیوں کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی جو کہ ابن زیاد حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاع حمیری کی سرکردگی میں شیعوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے شام سے آیا تھا۔ پس ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان حصین بن نمیر کے تیر سے شہید ہوئے۔ ان کے بعد مسیب مارے گئے۔ جب شیعوں نے یہ کیفیت دیکھی تو جان سے ہاتھ دھو لیے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر جنگ میں مشغول ہوئے۔ اسی حالت میں پانچ سو افراد بصرہ کے شیعوں سے ان کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ انہوں نے استقامت سے کام لیا پے درپے جنگ کرنے لگے اور کہتے تھے خدایا ہماری کوتاہی کو معاف فرما، ہم توبہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن سعد شیعوں کے دوسرے سرکردہ افراد کے ساتھ مارے گئے اور جو رہ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ اب مقابلہ کی طاقت نہیں رہی تو پیچھے ہٹے اور اپنے شہروں ہی واپس چلے گئے اور شیخ ابن نما نے کتاب اثار میں سلیمان کی شہادت کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کے

آخر میں لکھا ہے کہ سلیمان نے خون حسینؑ کا بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کردی اور خلوص کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں توبہ کی اور میں نے یہ دو اشعار کہے ہیں چونکہ وہ ہر عیب نقص سے مبرا ہو کر مرے ہیں۔ (ترجمہ اشعار)

سلیمان نے اپنا وعدہ پورا کیا پس وہ جنت اور رحمت باری کی طرف سدھارے اور وہ قابلِ تعریف

ہیں اپنی جان قربان کرنے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلے میں قابلِ تعریف ہیں۔

اور حدیث مفضل میں جو طویل ہے رجعت کے سلسلہ میں ان کی مدح کی طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں ۔ سہل بن حنیف انصاری عثمان بن حنیف کے بھائی ہیں جن کا ذکر آئے گا۔ سہل اجلاء اصحاب اور امیر المومنینؑ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں جنگ بدر و احد میں حاضر تھے۔ جنگ احد میں جواں مردیاں دکھائیں۔ جنگ صفین میں ملازم رکاب امیر المومنینؑ تھے اور جنگ صفین سے جب حضرتؑ واپس آئے اور سہل نے وفات پائی تو حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر پہاڑ مجھ سے محبت رکھتے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے کیونکہ امتحان اور مصیبت مخصوص ہے محبان اہل بیتؑ کے ساتھ آپ نے انہیں سرخ رنگ کی یمنی چادر میں کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ پچیس تکبیریں کہیں اور فرمایا اگر میں اس پر ستر تکبیر کہوں تو بھی وہ اس کا مستحق ہے اور مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے وہ پیغمبر اسلام کی تمام جنگوں میں حاضر تھے اور جنگِ احد میں جب اکثر صحابہ بھاگ گئے تو وہ ثابت قدم رہے وہ تیر مار کر دشمنوں کو حرم پیغمبرؐ سے دور بھگاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت امیرؑ کے اصحاب کی لڑی میں منسلک ہو گئے۔ جناب امیرؑ نے جنگ جمل کے لیے روانہ ہوتے وقت انہیں مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور جنگِ صفین میں حضرتؑ کی معیت میں جہاد کیا اور فارس کی حکومت کچھ وقت ان کی تحویل میں رہی پھر حضرت نے اس علاقہ کے لوگوں کی ناسازگاری کی وجہ سے انہیں معزول کر دیا اور زیاد کو وہاں کا والی بنایا۔

نویں ۔ صعصعہ بن صوحان عبدی۔ مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے۔ وہ حضرت امیرؑ کے اکابر صحابہ میں سے تھے اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیرؑ کے صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جو جناب امیرؑ کا حق اس طرح پہچانتا جیسے وہ پہچانتے تھے۔

چنانچہ ابن داؤد کہتا ہے کہ یہی بات ان کی علو قدر اور شرف کے لیے کافی ہے اور کتاب استیعاب میں تحریر ہے کہ صعصعہ بن صوحان حضرت رسالتؐ کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن کسی باعث زیارت نہ کر سکے۔ اپنی قوم عبدالقیس کے بزرگ فصیح و خطیب اور متکلم تھے۔ دیندار صاحب فضل تھے وہ اور ان کے بھائی زید حضرت امیرؑ کے اصحاب کے زمرہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے جو عمر کا گورنر تھا۔ ایک لاکھ درہم عمر کے پاس بھیجے عمر نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ اس میں سے کچھ بچ گیا تو عمر کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ دیا اور کہا اے لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مال مسلمانوں کے حقوق سے بچ گیا ہے۔ اس کے متعلق تم لوگ کیا

کہتے ہو۔ صعصعہ کھڑے ہو گئے اور وہ اس وقت نوجوان تھے۔ ابھی ان کی ڈاڑھی نہیں نکلی تھی کہنے لگے اے امیر مشورہ اس چیز میں لیا جاتا ہے کہ جس کے بیان میں قرآن نازل نہ ہوا ہو۔ قرآن نے اس کی جو جگہ معین کی ہے اسے وہاں رکھو۔ عمر نے کہا، تو سچ کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں پھر اس باقیماندہ مال کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ شیخ ابو عمرو کشی نے روایت کی کہ صعصعہ ایک دفعہ بیمار تھے حضرت امیرالمومنینؑ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت ارشاد فرمایا کہ اے صعصعہ میرا تمہاری عیادت کے لئے جانا ہے اس کو تم اپنی قوم پر اپنی بڑائی کا سبب نہ قرار دینا۔ صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں اس کو اپنے لیے فضل و احسان سمجھتا ہوں۔ اسی طرح روایت کی ہے کہ جب معاویہ کوفہ میں آیا تو وہاں کے افراد کہ جن کے لیے امام حسنؑ نے معاویہ سے امان طلب کی تھی اس کی مجلس میں آئے۔ چونکہ صعصعہ بھی اس گروہ سے متعلق تھے لہٰذا وہ بھی اس مجلس میں آئے۔ جب معاویہ کی نظر ان پر پڑی تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم اے صعصعہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میری امان میں رہو۔ صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تیرا نام خلافت کے ساتھ لوں۔ پھر خلافت کے نام سے اس پر سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ معاویہ کہنے لگا اگر تم میری خلافت کے تسلیم کرنے میں سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو۔ صعصعہ مسجد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور منبر پر جا کر حمد الٰہی اور درود رسالت پناہی ادا کرنے کے بعد کہنے لگے اے حاضرین میں ایسے شخص کی طرف سے آ رہا ہوں جو اپنے شر کو آگے رکھتا ہے اور اپنی اچھائی کو پیچھے رکھتا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں پس اس پر لعنت کرو۔ خدا اس پر لعنت کرے۔ اہل مسجد نے آمین کی آواز بلند کی اس وقت صعصعہ معاویہ کے پاس گئے۔ اور جو کچھ منبر پر کہا تھا اسے اس سے خبردار کیا۔ معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم تو نے اس عبارت سے میری لعنت کا ارادہ کیا ہے دوبارہ جا کر صراحت کے ساتھ علیؑ پر لعنت کرو۔ پس صعصعہ دوبارہ آئے اور منبر پر جا کر کہا مجھے معاویہ نے علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے یہ لو میں اس شخص پر لعنت کرتا ہوں جو علیؑ پر لعنت کرے۔ حاضرین مسجد نے دوبارہ آمین کہا۔ جب معاویہ کو معلوم ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ علیؑ پر لعنت نہیں کریں گے۔ حکم دیا کہ صعصعہ کو کوفہ سے نکال دیا جائے۔

دسویں۔ ابوالاسود دئلی بصری جو کہ شعراء اسلام اور حضرت امیرالمومنینؑ کے شیعوں میں سے تھے اور جنگ صفین میں حاضر تھے اور یہ وہی تھے جنہوں نے علم نحو کو حضرت امیر سے اس کی اصل اور قاعدہ اخذ کرنے کے بعد ترتیب دیا تھا یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے۔ زیاد بن ابیہ کے زمانہ میں معاویہ نے ایک دفعہ ان کے لیے ہدیہ بھیجا جس میں کچھ حلوہ بھی تھا یہ اس لیے بھیجا تا کہ یہ محبت امیرالمومنینؑ سے منحرف ہو جائیں۔ ان کی ایک بیٹی تھی جس کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی اس حلوہ سے کچھ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ ابوالاسود نے کہا۔ اے بیٹی یہ حلوہ معاویہ نے ہمارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ ہمیں امیرالمومنینؑ کی محبت سے منحرف کر دے۔ بچی کہنے لگی خدا اس کو قبیح قرار دے کیا وہ ہمیں پاکیزہ و پاک سردار کے بارے

میں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ خوشبودار شہد کے ساتھ ہلاکت سے بھیجنے والے اور کھانے والے کے لیے پھر کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے کھائی ہوئی چیز کی قے کر دی اور یہ شعر کہا:

اے ہند کے بیٹے! کیا خوشبودار شہد کے بدلے ہم تیرے پاس اپنا حسب و نسب اور دین بیچ دیں گے۔ معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ہمارے آقا و مولا امیر المومنینؑ ہیں۔ بہر حال ۶۹ھ میں طاعون سے پچاسی سال کی عمر میں ابوالاسود نے بصرہ میں وفات پائی۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے ابوالاسود کے اشعار حضرت امیر المومنینؑ کے مرثیہ میں بیان کیے ہیں۔ مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے۔ اے آنکھ بہہ اور میری مدد کر پس گریہ کر امیر المومنینؑ پر۔ ابوالاسود شاعر طلیق اللسان اور فوری جواب دینے والے تھے زمخشری نے نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے ابوالاسود سے کہا کہ تم علیؑ کی دوستی میں کیسے ہو۔ کہنے لگے جیسا تو معاویہ کی دوستی میں ہے لیکن میں علیؑ کی دوستی اور محبت سے ثواب اخروی چاہتا ہوں اور تو معاویہ کی دوستی میں مال دنیا کا خواہاں ہے اور میری اور تیری مثال عمرو بن معدی کرب کے شعر کی طرح ہے۔ ہم دو دوست ہیں لیکن ہماری حالت مختلف ہے میں بلندی چاہتا ہوں اور وہ گھی چاہتا ہے میں بنی مالک کے خون کا طالب ہوں اور معلی کو دودھ کی سفیدی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور زمخشری نے یہ شعر بھی انہیں سے روایت کیا ہے۔ اے مجھے آل محمدؐ کی محبت پر ملامت کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو پس تو اپنی ملامت چھوڑ دے یا زیادہ کرے جو شخص ان کی محبت کی رسی کو مضبوطی سے نہیں پکڑے ہوئے تو وہ جان لے کہ اس کی ولادت اچھی نہیں ہوئی۔ (حلال زادہ نہیں)

گیارھویں - عبداللہ بن ابی طلحہ۔ یہ امیر المومنینؑ کے نیک اصحاب میں سے تھے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے لیے رسول خدا نے دعا کی۔ اس وقت جبکہ یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے۔ کیونکہ ان کی والدہ انس ابن مالک کی ماں ہے اور وہ انصار کی عورتوں میں افضل تھیں اور جب رسول اکرمؐ مدینہ میں تشریف لے آئے تو ہر شخص آپ کے لئے کوئی نہ کوئی ہدیہ لے آیا۔ انس کی والدہ نے انس کا ہاتھ پکڑا اور حضورؐ کی خدمت میں لے آئیں اور کہنے لگیں اے رسولؐ خدا میرے پاس کوئی چیز نہیں جو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ حاضر کروں سوائے اس بیٹے کے لہٰذا یہ آپ کی خدمت میں رہیگا اور آپ کی خدمت کرے گا۔ پس انس آنحضرتؐ کا خادم ہو گیا۔ اور انس کی والدہ مالک کے بعد ابوطلحہ کی بیوی ہوگئیں اور ابوطلحہ بہترین اصحاب میں سے تھے۔ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزے رکھتے تھے ان کی کچھ زمین تھی جس میں وہ دن کو کام کرتے۔ خداوند عالم نے انس کی ماں سے ابوطلحہ کو ایک بچہ دیا۔ وہ بچہ بیمار ہو گیا۔ ابوطلحہ رات کو جب گھر آتے تو اس کے متعلق پوچھتے اور اس کو دیکھتے یہاں تک کہ ایک دن وہ بچہ مر گیا۔ ابوطلحہ رات کو جب گھر آئے تو بچہ کی حالت پوچھی بچے کی ماں کہنے لگی آج رات بچہ سکون میں ہے ابوطلحہ خوش ہو گیا۔ پس اس رات بچہ کی ماں سے ہمبستری کی۔ جب صبح ہوئی تو بچہ کی ماں ابوطلحہ سے کہنے لگی اگر کسی قوم کو ایک ہمسایہ کوئی چیز عاریۃً دے اور وہ اس چیز سے فائدہ اٹھائے اور جب وہ عاریۃً دی ہوئی چیز مالک واپس لے تو وہ لوگ رونے لگیں۔ ایسے لوگوں کو کیا کہنا چاہیے۔ اس نے کہا وہ پاگل اور بیوقوف ہیں تو وہ خاتون کہنے لگی پس

آپ غور کریں تاکہ ہم بیوقوف نہ بنیں آپ کا بیٹا وفات پا چکا ہے اور وہ عاریتہً تھا جسے خدا نے لے لیا ہے پس صبر کریں اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اسے جا کر دفن کریں۔ ابو طلحہ نے یہ بات رسول خداؐ کی خدمت میں نقل کی۔ آنجنابؐ کو اس عورت کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ اور دعا کی اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمَا فِی لَیْلَتِھِمَا خدایا انہیں ان کی اس رات میں برکت دے اور وہ اسی رات عبداللہ سے حاملہ ہوئی۔ جب عبداللہ پیدا ہوا تو اسے ایک پارچہ میں لپیٹ کر انس کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسے رسول خداؐ کی خدمت لے جاؤ آنجنابؐ نے اس بچہ کو اٹھایا اور اس کے لیے دعا فرمائی لہٰذا عبداللہ انصار کی اولاد میں افضل قرار پائے۔

بارھویں ۔ عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی۔ قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ کتاب استیعاب میں ہے کہ عبداللہ اپنے باپ کے ساتھ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ وہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے قبیلہ خزاعہ رسول خداؐ کے رازداں تھے اور عبداللہ جنگ حنین و طائف و تبوک میں حاضر تھے۔ ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جنگ صفین میں اپنے بھائی کے ساتھ شہید ہوئے اس دن وہ امیر المومنین کی پیادہ فوج کے سپہ سالار تھے اور آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے اور شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور ان کے پاس دو تلواریں تھیں اور اہل شام پر تلوار سے وار کرتے اور کہتے تھے۔ (ترجمہ اشعار):

توکل کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا سوائے اگلے گروہ کے ساتھ چلنے کے کہ جس طرح اونٹ پانی کے حوضوں کی طرف جاتے ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے اس کا فیصلہ کرتا اور کام کرتا ہے

اسی طرح تیغ زنی کرتے اور مبارز طلبی کرتے یہاں تک کہ معاویہ تک پہنچ گئے اور اسے اس جگہ سے ہٹایا اور اس کے گرد جو اس کے ساتھی تھے انہیں بھی ہٹا دیا۔ اس کے بعد معاویہ کے ساتھیوں نے اتفاق کر کے ان پر سنگ باری کی۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر معاویہ اور عبداللہ بن عامر جو کہ ایک جگہ کھڑے تھے ان کی لاش پر آئے۔ عبداللہ نے اپنے عمامہ سے ان کا چہرہ ڈھانپ دیا اور ان کے لیے طلب رحمت کی معاویہ نے اس ارادہ سے کہ ان کے کان ناک قطع کرے۔ کہا کہ اس کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ۔ عبداللہ نے قسم کھائی کہ جب تک میری جان میرے بدن میں ہے میں کسی کو ان سے متعرض نہیں ہونے دوں گا۔ معاویہ کہنے لگا اس کے منہ سے کپڑا تو ہٹاؤ۔ ہم نے عبداللہ بن عامر کو بخش دیا۔ جب عمامہ ان کے چہرہ سے ہٹایا گیا اور معاویہ کی نگاہ ان کی شوکت و شان پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ خداوندا مجھے اشتر اور اشعث بن قیس پر کامیابی دے کیونکہ اس شخص کی مانند اس لشکر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس کے بعد معاویہ نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کو علیؑ سے اتنی محبت ہے کہ اگر ان کی عورتوں میں قوت و طاقت ہو تو وہ علیؑ کے دشمن سے جنگ کریں چہ جائیکہ ان کے مرد۔ (انتھی)

فقیر کہتا ہے کہ عبداللہ بن بدیل پر جا کر نسب ختم ہوتا ہے۔ شیخ امام سعید قدوۃ المفسرین ترجمان قرآن مجید جناب حسین بن علی بن محمد بن احمد خزاعی کا (جو شیخ ابو الفتوح رازی) کے نام سے مشہور ہیں اور روض الجنان

فی تفسیر القرآن کے مصنف ہیں۔ ان کے دادا محمد بن احمد اور پڑ دادا احمد اور ان کے والد کے چچا عبدالرحمٰن بن احمد بن حسین خزاعی نیشاپوری رَی میں مقیم اور مفید نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے۔ اور ان کا بیٹا ابوالفتوح محمد بن حسین اور بھانجا احمد بن محمد سب کے سب علماء و فضلاء میں سے تھے۔ اور خدا ان پر رحم کرے معدنِ علم اور اصل علم تھے اور ان کا شرف پے در پے اب وجد سے تھا۔ جس طرح نیزے کی لکڑی کے جوڑ ہوتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار ابن شہر آشوب کے اساتذہ میں سے ہیں اور ان کی قبر شریف رَی میں شہزادہ عبدالعظیم کے جوار میں اور امام زادہ حمزہ کے صحن میں ہے۔

تیرھویں۔ عبداللہ بن جعفر طیار۔ مجالس میں ہے کہ یہ پہلے بچے ہیں جو حبشہ کی سرزمین میں اہل اسلام میں سے پیدا ہوئے اور ہجرت نبویؐ کے بعد اپنے والد کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ اور پیغمبر اکرم کے شرف ملازمت سے فائز ہوئے۔ عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد جعفر کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی تو پیغمبر اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے باپ کی تعزیت کی اور دست مبارک میرے اور میرے بھائی کے سر پر پھیرا۔ ہمیں بوسے دیئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور آپ کے محاسن مبارک پر گر رہے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جعفر بہترین ثواب کو پہنچ گئے۔ اب تم ان کی اولاد میں ان کے بہترین جانشین ہو۔ تین دن کے بعد پھر ہمارے گھر تشریف لائے۔ سب پر نوازش فرمائی، دلداری کی، لباس عزا اتروائے اور ہمارے حق میں دعا کی اور ہماری والدہ اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ غم نہ کرو میں ان کا دنیا و آخرت میں ولی ہوں۔ عبداللہ انتہائی درجہ کے کریم ظریف، حلیم اور عفیف و پاکدامن تھے۔ ان کی سخاوت اس درجہ پر تھی۔ کہ انہیں بحر الجود (سخاوت کا سمندر) کہتے تھے۔ منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے انہیں زیادہ سخاوت پر ملامت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک مدت سے میں نے کچھ لوگوں کو اپنے انعام و اکرام کا عادی بنا رکھا ہے۔ اب مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان سے اپنا انعام و احسان روک لوں تو خداوند عالم مجھ سے بھی اپنی بخشش و عطا قطع کر دے۔ انتہیٰ"

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا عبداللہ کے قریب سے گزرے۔ ان کا بچپن تھا وہ کھیل رہے تھے اور مٹی کا ایک گھر بنا رہے تھے آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے۔ کہنے لگے اسے بیچوں گا۔ آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے۔ تو کہنے لگے اس سے تازہ کھجوریں خرید کر کھاؤں گا۔ حضرتؐ نے اس کے حق میں دعا کی کہ خدایا اس کے ہاتھ میں برکت دے اور اس کے سودے کو نفع مند قرار دے پس آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے کوئی چیز نہیں خریدی کہ جس میں نفع نہ ہوا ہو اور اتنا مال جمع کیا کہ ان کی بخشش ضرب المثل ہو گئی اور اہل مدینہ جب کسی سے قرض لیتے تو اس سے وعدہ کرتے کہ عبداللہ بن جعفر کی عطا و بخشش ملے گی تو قرض ادا کریں گے۔ روایت ہے کہ انہیں زیادہ بخشش و سخاوت پر ملامت کی گئی۔ تو عبداللہ نے کہا: (ترجمہ اشعار)

"میں مال کی کمی سے نہیں ڈرتا اور نہ کرم و احسان کرنے پر خدا کا خوف رکھتا ہوں۔ جب میں خرچ کرتا ہوں

تو وہ اس کی جگہ پر اور دیتا ہے۔ میرا رب وسیع نعمتوں والا ہے۔"

فقیر کہتا ہے جو واقعات ان کے جود و سخاوت کے سلسلہ میں منقول ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان کیے جائیں۔ میں نے مروج الذہب میں دیکھا ہے کہ جب عبداللہ بن جعفر کا مال ختم ہو گیا تو جمعہ کے دن مسجد میں جا کر خدا سے مرنے کی دعا کی اور عرض کیا خدایا تو نے مجھے جود و سخا کی عادت ڈالی ہے اور میں نے لوگوں کو بذل و عطا کا عادی بنایا ہے۔ اب اگر مال دنیا مجھ سے منقطع کرنا ہے تو مجھے دنیا میں باقی نہ رکھ۔ پس وہ ہفتہ نہیں گزرا کہ آپ کی وفات ہو گئی اور عمدۃ المطالب میں ہے کہ سنہ ۸۰ھ میں عبداللہ نے مدینہ میں وفات پائی۔ ابان بن عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ایک قول ہے کہ ابوا میں سنہ ۹۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اور ایک قول ہے کہ آپ کے چوبیس بیٹے تھے ان میں سے ایک معاویہ بن عبداللہ بن جعفر تھے جو اپنے باپ کے وصی تھے اور عبداللہ نے ان کا نام معاویہ کی خواہش پر معاویہ رکھا۔ اور وہ عبداللہ بن معاویہ کے باپ ہیں کہ جس نے مروان حمار کے زمانہ میں سنہ ۱۲۵ھ میں خروج کیا تھا۔ اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی پھر جبل پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ پس اسی طرح سنہ ۱۲۹ھ تک یہ معاملہ رہا یہاں تک کہ ابومسلم مروزی نے مکر و حیلہ سے اسے گرفتار کر کے ہرات میں قید رکھا وہ مسلسل قید رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۸۳ھ میں قید خانہ میں وفات پائی اور ہرات میں دفن ہوا۔ وہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ صاحب عمدہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی قبر سنہ ۷۷۶ھ میں دیکھی ہے اور ایک شخص اولاد عبداللہ بن جعفر میں اسحاق عریضی ہے اور وہ قاسم امیر یمن کا باپ تھا اور قاسم جلیل القدر انسان تھا۔ قاسم کی والدہ ام حکیم بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔ لہٰذا قاسم بن اسحاق جناب صادقؑ کی خالہ کا بیٹا ہے اور وہ ابوہاشم جعفری کا باپ ہے اور عبداللہ کی اولاد میں سے ایک علی زینبی ہیں جن کی والدہ جناب زینب بنت علی امیرالمومنینؑ ہیں اور عبداللہ کے دو بیٹے لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلبؑ سے ہیں۔ ایک محمد (ا رئیس) رئیس اور دوسرا اسحاق اشرف۔ محمد (ا رئیس) رئیس ابوالکرام عبداللہ اور ابراہیم اعرابی کا باپ ہے جو اجلاء بنی ہاشم میں سے تھا۔ ابویعلی جعفری کا نسب جو شیخ مفید کا جانشین تھا جس کی وفات سنہ ۴۶۳ھ میں ہوئی ہے یہاں تک پہنچتا ہے اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے محمد اور عون ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور سید الشہداء کے حالات میں ان کا ذکر شہادت اور پانچویں فصل میں عبداللہ کے غلام کی ان سے ان کے بیٹوں کی شہادت کے متعلق گفتگو اور عبداللہ کا اس کو جواب دینا بیان ہو گا۔

چودھویں۔ عبداللہ بن خباب بن الارت، اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے ہیں اور ان کے باپ کو راہ خدا میں تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں۔ اور عبداللہ وہی ہیں کہ جب خوارج نہروان کی طرف جا رہے تھے تو ان کا گزر ایک نخلستان اور چشمہ سے ہوا۔ عبداللہ کو انھوں نے دیکھا کہ اس نے قرآن کو اپنے گلے میں حمائل کیا ہوا ہے اور وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور ان کے پیچھے بھی ان کے ساتھ ہیں جبکہ ان کی بیوی حاملہ تھی۔ عبداللہ سے کہنے لگے تحکیم کے بعد علیؑ کے

متعلق کیا کہتے ہو وہ کہنے لگے۔ علیؑ اللہ کے متعلق زیادہ علم رکھتے ہیں اور وہ اپنے دین کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔
اور وہ زیادہ بالصیرت ہیں۔ وہ کہنے لگے یہ قرآن جو تیرے گلے میں ہے ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم تجھے قتل کردیں۔ پس
اس بیچارے مظلوم کو نہر کے قریب لاکر لٹایا اور گوسفند کی طرح اس کا گلا کاٹا کر اس کا خون پانی میں جانے لگا۔ اور
اس کی بیوی کا پیٹ چاک کیا اور چند اور عورتوں کو بھی قتل کیا اور اتفاقاً اس نخلستان میں کھجوریں گری پڑی تھیں ان
میں سے ایک شخص نے کھجور کا ایک دانہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تو چیخ کر اسے کہنے لگے یہ تو نے کیا کیا ہے۔ اس نے
فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا۔ اور خنزیر کو انہوں نے دیکھا۔ ایک نے ان میں سے اسے مار ڈالا تو کہنے لگے تو
نے زمین میں فساد کیا ہے اور اس کے اس فعل کا برا منایا۔

پندرھویں۔ عبداللہ بن عباس، وہ رسول خداؐ کے اصحاب اور امیرالمومنینؑ کے دوستدار اور آنجنابؑ
کے شاگرد تھے۔ علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا ہے کہ عبداللہ کی جلالت قدر امیرالمومنینؑ کے ساتھ ان کا اخلاص
اس سے زیادہ ہے کہ وہ بیان کیا جا سکے۔ شیخ کشی نے کچھ روایات ذکر کی ہیں جو ان کے قدح وطعن کی متضمن ہیں لیکن
عبداللہ اس سے اجل و ارفع ہیں۔ ہم نے بڑی کتاب میں ان احادیث کو بیان کر کے ان کا جواب دیا ہے قاضی نوراللہ
نے مجالس میں کہا ہے کہ جو روایات کشی میں ہیں ان کے قدح اور مطاعن کا خلاصہ جو سمجھ میں آتا ہے۔ اس کی بازگشت
ابن عباس کے بعض افعال و کردار کی طرف ہے اور مؤلف کتاب کو ان کے ایمان کا اعتقاد ہے۔ باقی رہے وہ جواب
جو شیخ علامہ نے کتاب کبیر میں دیئے ہیں۔ اس حقیر کی نظر قاصر تک نہیں پہنچے بلکہ بعض قابل وثوق علماء سے سنا گیا
ہے کہ بعض غفلتیں جو بادشاہ مغفور سلطان محمد خدابندہ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہیں۔ ان میں کتاب مذکور اور
بعض اسباب اور کتب شیخ علامہ ضائع ہو گئے ہیں اب تک اس کتاب کا نسخہ کسی فاضل روزگار کی نظر سے نہیں گزرا
اور نہ کوئی نام و نشان اس کا مل سکا ہے۔ (انتھی) اور ابن عباس علم فقہ تفسیر و تاویل بلکہ انساب و شعر میں بہت
ممتاز تھے بسبب حضرت امیرالمومنینؑ کی شاگردی اور رسول اکرمؐ کی دعا کے (جو اس کے حق میں آپ نے فرمائی) کیونکہ
ایک دفعہ آنحضرتؐ کے غسل کے لیے اپنی خالہ میمونہ کے گھر جو آنحضرت کی زوجہ تھیں پانی لے آئے تو حضرتؐ نے ان کے
حق میں دعا کی اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِیْلَ خدایا اسے دین کی سمجھ اور تاویل قرآن کا علم عطا کر۔
وہ عالم، فصیح اللسان اور باشعور تھے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے انہیں بھیجا تاکہ خوارج سے مناظرہ کریں اور واقعہ
تحکیم میں اشعث نے ابوموسیٰ کو تحکیم کے لیے انتخاب کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا میں ابوموسیٰ کو اس کام کے لیے پسند نہیں
کرتا۔ ابن عباس کو اس کے لیے اختیار کرو۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ اور جنگ جمل میں بھی جب حضرت امیرؑ کو
اصحاب جمل پر فتح نصیب ہوئی تو ابن عباس کو حمیرا کے پاس بھیجا کہ اسے حکم دیں وہ فوراً بصرہ سے مدینہ کی طرف کوچ کرے اور بعض [illegible] ہم نے کر
حمیرا اس وقت بصرہ کے ایک طرف قصر بنی خلف میں تھی۔ ابن عباس اس کے پاس گئے اور اندر جانے کی اجازت چاہی۔ حمیرا [illegible]

عباس اجازت کے بغیر اندر چلے گئے۔ جب اندر گئے تو دیکھا کہ وہ جگہ فرش سے خالی ہے اور اس عورت نے بھی دو پردوں کے پیچھے اپنے آپکو چھپا رکھا ہے۔ ابن عباس نے مکان میں نظر دوڑائی کمرے کے ایک کونے میں ایک تکیہ کو دیکھا ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا۔ اور اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے کہا۔ اے ابن عباس تو نے سنت میں خطا کی (خلاف قانون کیا) ہمارے گھر میں داخل ہوا اور ہمارے مال پر بیٹھا بغیر ہماری اجازت کے۔ ابن عباس کہنے لگے ہم رسولؐ کے قانون کو تجھ سے بہتر جانتے ہیں اور تجھ سے اولیٰ اور زیادہ حقدار ہیں۔ ہم نے تجھے آداب سنت کی تعلیم دی ہے۔ یہ تیرا گھر نہیں تیرا گھر وہی ہے جس میں تجھے چھوڑ گئے تھے اور تو اس سے باہر نکل آئی ہے اپنے نفس پر ظلم اور نافرانی کرتے ہوئے۔ جب تو اپنے گھر جائے تو ہم تیری اجازت کے بغیر اس میں داخل نہیں ہوں گے اور تیرے فرش پر نہیں بیٹھیں گے۔ اس کے بعد کہا کہ امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ مدینہ واپس جا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ۔ حمیرا کہنے لگی خدا رحمت کرے امیر المومنینؑ پر اور وہ عمر بن خطاب تھا۔ ابن عباس نے کہا خدا کی قسم امیر المومنینؑ تو علیؑ ہیں۔ الخ بہر حال ابن عباس آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ پر زیادہ گریہ کرنے سے وہ نابینا ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے نابینا ہونے کے متعلق اشعار کہے: (ترجمہ)

اگر خدا نے میری دونوں آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میری زبان اور دل میں ان کا نور موجود ہے میرا دل ذہین

اور عقل کامل ہے اور میری زبان میں تلوار جیسا اثر ہے۔

عبید اللہ کا بیت المال بصرہ کا مال لے کر مکہ جانا اور اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنینؑ کا اسے خط لکھنا۔ اور اس کا جسارت آمیز کلمات کے ساتھ جواب دینا۔ اس واقعہ نے محققین کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے قطب راوندی کہتے ہیں۔ وہ عبید اللہ بن عباس ہے نہ کہ عبد اللہ۔ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ عبید اللہ تو آپ کی طرف سے یمن کا عامل تھا۔ اسے بصرہ سے کیا تعلق؟ علاوہ ازیں کسی نے یہ بات اس سے نقل نہیں کی۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ معاملہ میرے لیے مشکل ہے کیونکہ اگر اس نقل کی تکذیب کرتا ہوں تو اس میں راویان اور اکثر کتب کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ سب اس واقعہ کے نقل کرنے میں متفق ہیں اور اگر کہتا ہوں کہ یہ تو عبد اللہ بن عباس ہے تو اس کے حق میں یہ گمان نہیں کر سکتا۔ باوجود اس اخلاص کے جو اسے علیؑ کے ساتھ ان کی زندگی اور وفات کے بعد تھا۔ اگر عبد اللہ بن عباس سے اس واقعہ کو ہٹا دوں تو پھر کس کے سر تھوپوں لہٰذا میں اس مقام میں توقف کرتا ہوں۔ ابن میثم فرماتے ہیں۔ یہ صرف استبعاد ہے۔ ابن عباس کوئی معصوم نہیں تھے۔ اور امیر المومنینؑ نے حق کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کی اگرچہ ان کی عزیز ترین اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ ان معاملات میں اقرباء پر زیادہ سختی کی جائے۔ اور یہ وہی ابن عباس ہیں۔ انتہیٰ

اور ابن عباس ابن زبیر کے خوف سے مکہ سے طائف چلے گئے اور ۶۸ھ یا ۶۹ھ ہجری میں وفات پائی اور محمد ابن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کہا اَلْیَوْمَ مَاتَ رَبَّانِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ آج اس امت کا مرد خدا فوت

ہوا ہے۔ کہتے ہیں جب انہیں تختہ پر لٹایا گیا تو دو سفید رنگ کے پرندے ان کے کفن میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے کہا یہ ان کی فقہ ہے۔

سولھویں۔ عثمان بن حنیف (مصغراً) سہل بن حنیف کے بھائی۔ (پہلے گزر چکا ہے کہ یہ ان سابقین میں سے تھے) اور روایت ہے کہ یہ بصرہ کے ایک جوان کے ہاں مہمان ہوئے کہ جس دعوت میں اغنیاء مدعو تھے اور فقراء مفقود تھے۔ جب یہ خبر امیرالمومنینؑ کو پہنچی تو آپ نے انہیں خط لکھا۔ اما بعد اے ابن حنیف مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل بصرہ کے جوانوں میں سے ایک مرد نے تجھے کھانے کی دعوت دی ہے پس تو جلدی سے وہاں پہنچا ہے تیرے لیے بہترین رنگ کے کھانے اور رنگ برنگے پیالے لائے جاتے تھے اور مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تو اس قوم کی دعوت کو قبول کرے گا۔ جن کے فقیر پر جفا کی جاتی ہے اور غنی کو دعوت دی جاتی ہے اور یہ وہی عثمان ہیں کہ جب طلحہ و زبیر بصرہ میں وارد ہوئے تو ان کے بہت سے لشکر کو قتل کیا اور انہیں گرفتار کر کے بہت مارا پیٹا اور ان کی داڑھی کے بال اکھیڑے اور انہیں بصرہ سے نکال دیا اور جنگ جمل کے بعد حضرت امیرالمومنینؑ نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ کی حکومت سونپی اور عثمان کوفہ میں رہنے لگے اور معاویہ ابن ابوسفیان کے زمانہ تک رہے۔

سترھویں۔ عدی بن حاتم طائی۔ امیرالمومنینؑ کے محبین میں سے تھے اور حضرت کی جنگوں میں آپ کی خدمت میں رہے۔ اور آپ کی نصرت یا وہاں میں تلوار چلائی دس ہجری میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نو ہجری میں لشکر اسلام جبل طی کی طرف گیا۔ اور وہاں کے بت خانہ کو جس کا فلس نام تھا مسمار کیا اور وہاں کے لوگوں کو قید کیا۔ عدی بن حاتم جو قبیلہ کا قائد و سردار تھا شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کی بہن قید ہو گئی۔ اور قیدی مدینہ میں لائے گئے۔ جب رسول خداؐ نے انہیں دیکھا تو حاتم کی لڑکی جو صباحت و فصاحت میں مشہور تھی کھڑی ہو گئی اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَكَ الْوَالِدُ وَغَابَ الْوَافِدُ فَامْنُنْ عَلَيَّ مَنَّ اللّٰہُ بِكَ یعنی میرا باپ مر گیا ہے اور بھائی بھاگ گیا ہے مجھ پر احسان کیجیے خدا آپ پر احسان کرے پہلے اور دوسرے دن حضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے دن جب حضور ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو امیرالمومنینؑ نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اپنی عرض داشت پیش کرو۔ اس عورت نے گزشتہ کلام کا اعادہ کیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ میں نے تجھے معاف کیا جب کوئی امانت دار قافلہ آئے گا۔ مجھے بتانا تاکہ میں تجھے تیرے علاقے کی طرف بھیج دوں۔ لڑکی کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ اپنے بھائی کے پاس شام جاؤں وہ اسی انتظار میں رہی یہاں تک کہ قبیلہ قضاعۃ کا ایک گروہ مدینہ میں آیا۔ تو اس لڑکی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میری قوم کے کچھ لوگ آئے ہیں جو قابل وثوق و اعتماد ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ بھیج دیجیے۔ آپ نے اسے لباس و زاد سفر عنایت فرمایا اور اس جماعت کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ وہ لڑکی شام گئی۔ اپنے بھائی عدی سے ملاقات کی۔ اسے اپنے حالات سنائے۔ اور اس سے کہنے لگی۔

میں تو یہ سمجھ رہی ہوں کہ اس جہان اور اُس جہان میں امن و امان سوائے حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ فوراً بے خوف وخطر حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ عدی نے اسباب سفر مہیا کیا اور مدینہ میں پہنچا جب حضرت رسولؐ اکرم کی محفل میں حاضر ہوا۔ اور اپنا تعارف کرایا تو حضور گھر کی طرف روانہ ہوتے۔ عدی بھی آپ کے پیچھے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی۔ اور اس نے اپنی ضرورت وحاجت کے متعلق بہت سی باتیں کیں۔ حضرت بھی کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ اس عورت کا سوال پورا کر دیا۔ عدی نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بادشاہوں کی روش نہیں کہ وہ ایک بڑھیا کے لیے اپنے کاموں کو اتنی دیر معطل کیے رکھیں بلکہ یہ پیغمبروں کی عادت ہے۔ جب گھر میں پہنچے تو رسول خداؐ نے اس لحاظ سے کہ عدی بڑے باپ کا بیٹا اور محترم تھا۔ اس کے احترام کا خیال کرتے ہوئے ایک گدیلہ جو لیف خرما سے بھرا ہوا تھا۔ اٹھا کر عدی کے لیے بچھایا اور اس کو اس پر بٹھایا۔ جتنی عدی نے معذرت کی آپ نے قبول نہ فرمائی۔ پس آپ نے عدی کو اس تکیہ پر بٹھایا۔ اور خود زمین پر بیٹھے۔ آپ کی کفار کے ساتھ یہ سیرت مبارکہ تھی۔ اور جو شخص ان شیعہ وسنی کتب کی طرف رجوع کرے جو آپ کی سیرت میں لکھی ہوئی ہیں تو وہ اس قسم کے بہت سے واقعات دیکھے گا۔ خلاصہ یہ کہ عدی بن حاتم آنحضرتؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اس حکم کے مطابق د بابہ اقتدی عدی فی الکرمؐ (عدی نے کرم میں اپنے باپ کی اقتدا کی) عدی شخص جواد وسخی تھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک شاعر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو طریف میں نے تیری مدح کہی ہے۔ کہنے لگا ذرا ٹھہر جا۔ میں تجھے اپنے مال کا حساب بتلا دوں تاکہ تو میری عطا و بخشش کے مطابق مدح کرے۔ ورنہ ایک لاکھ درہم ایک ہزار دینار تین غلام اور ایک گھوڑا ہے۔ اب کہہ۔ پس شاعر نے آپ کی مدح کی۔ عدی کوفہ میں رہتے تھے اور جمل وصفین ونہروان میں امیر المومنینؑ کے ہمرکاب تھے اور جنگ جمل میں زخم لگنے سے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی اور ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ کہنے لگا تمہارے بیٹے کہاں گئے انہیں ساتھ نہیں لائے ہو۔ کہنے لگے امیر المومنینؑ کی ہمرکابی میں مارے گئے۔ معاویہ نے کہا علیؑ نے تجھ سے انصاف نہیں کیا۔ تیری اولاد قتل کرا دی اور اپنی اولاد بچا لی۔ عدی کہنے لگے کہ میں نے علیؑ سے انصاف نہیں کیا کہ وہ تو شہید ہو گئے اور میں باقی رہ گیا ؎

دور از حریم کوئے تو بے بہرہ ماندہ ام شرمندہ ماندہ ام کہ چرا زندہ ماندہ ام

معاویہ نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خون عثمان کا ایک قطرہ ابھی باقی ہے۔ وہ اشراف یمن میں سے ایک شریف کے خون کے بغیر ختم نہیں ہو سکتا۔ عدی کہنے لگے خدا کی قسم وہ دل جو تمہارے غضب سے پر تھے ابھی تک ہمارے سینہ میں موجود ہیں اور وہ تلواریں کہ جن کے ساتھ تم سے ہم نے جہاد کیا وہ ہمارے دوش پر باقی ہیں اگر تم مکر وفریب کے دروازے سے ایک بالشت آگے بڑھو گے تو تمہاری برائی کے راستہ میں ہم بھی ایک بالشت بڑھیں گے یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ گردن کا کٹ جانا اور سکرات موت کو برداشت کرنا ہمارے لیے اس سے آسان

ہے کہ علیؑ کے حق میں کوئی غلط بات ہم سنیں اور اے معاویہ تلوار تلوار کی وجہ سے ہی نیام سے نکلتی ہے۔ معاویہ نے مصلحت یہ سمجھی کہ اپنے غضب و غصّہ کو جنبش میں نہ لائے لہٰذا گفتگو کا رخ پھیر دیا اور اپنے منشیوں سے کہا کہ عدی کے کلمات کو لکھ لو یہ پند و حکمت ہیں۔

اٹھارھویں۔ عقیل بن ابو طالبؑ - آپ امیر المومنینؑ کے بھائی ہیں۔ ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائی طالب سے اور جعفر عقیل سے اور امیر المومنینؑ جعفر سے دس دس سال چھوٹے تھے اور ابو طالبؑ اپنی اولاد میں سے عقیل کے ساتھ زیادہ محبت کرتے تھے۔ اسی لیے رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ میں عقیل سے دو محبتیں رکھتا ہوں۔ ایک خود مجھے اس سے محبت ہے اور دوسرے ابو طالبؑ کو اس سے محبت و پیار بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ عرب میں عقیل کی طرح کوئی عالم نسب نہیں تھا۔ مسجد رسولؐ میں ان کے لیے گدیلہ بچھا دیتے تھے۔ وہ آکر اس پر نماز پڑھتے۔ پس لوگ ان کے پاس جمع ہو جاتے اور علم نسب اور ایام عرب کے متعلق ان سے استفادہ کرتے۔ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے اور لوگ ان سے بغض رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کی اچھائی اور برائی سے واقف تھے۔ اور عمدہ جواب دینے میں عقیل مشہور تھے۔ ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کرسیاں بچھوائیں اور اپنے جلیسوں کو حاضر کیا۔ جب عقیل آئے تو معاویہ کہنے لگا۔ میرے اور اپنے بھائی کے لشکر کے متعلق بتایئے۔ فرمایا میں اپنے بھائی کے لشکر کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ان کے شب و روز زمانہ پیغمبرؐ کے شب و روز کی طرح ہیں لیکن پیغمبرؐ ان میں موجود نہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ مگر یہ کہ وہ عبادت و نماز میں مشغول ہے۔ اور جب میں تیرے لشکر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ منافقین میرے استقبال کے لیے آئے ہیں جنھوں نے پیغمبرؐ کے اونٹ کو عقبہ کی رات بھگایا تھا۔ پھر پوچھا اے معاویہ تیرے دائیں طرف یہ کون بیٹھا ہے۔ معاویہ نے کہا عمرو بن عاص۔ عقیل کہنے لگے یہ وہ شخص ہے کہ جس میں چھ آدمیوں نے جھگڑا کیا۔ ہر ایک اس کا دعویدار تھا۔ بالآخر شتر کش قریش عاص بن وائل سب پر غالب آیا اور اس نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ دوسرا کون ہے۔ معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس۔ عقیل نے کہا یہ وہی ہے جو نر اور بند اور نر اونٹ مادہ پر جفتی کرانے کے لیے دیتا تھا۔ اور کون ہے۔ معاویہ نے کہا ابو موسیٰ اشعری۔ کہنے لگے یہ چور ماں کا بیٹا ہے۔ معاویہ نے جب دیکھا کہ اس کے ندیم اور جلیس بے کیف ہو رہے ہیں۔ چاہا کہ وہ مطمئن ہوں۔ پوچھا اے ابو یزید! میرے حق میں آپ کیا کہتے ہیں۔ کہنے لگے یہ نہ پوچھو۔ معاویہ نے کہا نہیں ضرور اس کا جواب بھی دو۔ کہنے لگے حمامہ کو جانتے ہو۔ معاویہ نے کہا حمامہ کون ہے۔ عقیل کہنے لگے میں تجھے بتا چکا۔ یہ کہہ کر چل دیئے۔ معاویہ نے نسابہ کو (انساب کو جاننے والا) بلایا اور اس سے پوچھا کہ حمامہ کون ہے۔ اس نے کہا میرے لیے امان ہے۔ معاویہ نے کہا کہ ہاں اس نے جواب دیا کہ حمامہ تیری دادی ابو سفیان کی ماں تھی۔ زمانہ جاہلیت میں مشہور بدکار عورتوں میں جھنڈے والی تھی۔ معاویہ نے کہا میں تمہارے برابر رہا۔ بلکہ تم سے بھی

بڑھ گیا۔ ایک دن معاویہ نے کہا جبکہ عمرو عاص بھی اس کے پاس بیٹھا تھا اور عقیل آرہے تھے۔ میں تجھے عقیل سے ہنساتا ہوں۔ پس جب عقیل نے سلام کیا تو معاویہ نے کہا۔ مرحبا اے وہ شخص کہ جس کا چچا ابولہب ہے۔ عقیل نے کہا اھلاً وسھلاً۔ جس کی پھوپھی حَمَّالَةُ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ۔ جہنم کا ایندھن اٹھانے والی جس کے گلے میں آگ کی رسی ہے۔ معاویہ نے کہا اے ابویزید آپ کا اپنے چچا ابولہب کے متعلق کیا خیال ہے۔ فرمایا جب جہنم میں جاؤ تو بائیں طرف دیکھ لینا تم اس کو پالو گے۔ وہ تمہاری پھوپھی کو نیچے لٹائے ہوئے ہوگا۔ جو جہنم کا ایندھن اٹھانے والی ہے جہنم میں جماع کرنے والا بہتر ہے یا وہ جس سے جماع کر رہا ہے۔ کہنے لگا خدا کی قسم دونوں ہی بُرے ہیں۔ ۵۰ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔

انیسویں۔ عمرو بن حمق خزاعی۔ خدا کے نیک بندے اور باب مدینہ علم رسالت کے حواری تھے۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد حجر بن عدی کی اعانت اور بنی امیہ کو حضرتؑ پر سب وشتم کرنے سے روکنے میں انہوں نے پوری کوشش کی۔ جب زیاد بن ابیہ نے عمرو کی گرفتاری کا حکم دیا تو عمرو موصل کی طرف بھاگ نکلے اور ایک غار میں جاکر چھپ گئے۔ اس غار میں ایک سانپ تھا جس نے انہیں ڈسا اور وہ شہید ہوئے۔ پس وہ لوگ جو زیاد کی طرف سے ان کی تلاش میں گئے تھے۔ انہوں نے انہیں مردہ پایا۔ ان کا سر جدا کر کے زیاد کے پاس لے آئے۔ زیاد نے وہ سر معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ نے وہ سر نیزہ پر آویزاں کر کے لوگوں کو دکھایا۔ اور یہ پہلا سر تھا جو اسلام میں نیزہ پر نصب کیا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے عمرو کو ان کے انجام کی خبر دی تھی اور جو خط امام حسینؑ نے معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ جس میں معاویہ کے غدر و مکر ظلم و نقض عہد کی تفصیل تھی۔ اس میں یوں تحریر فرمایا۔ کیا تو عمرو بن حمق صحابی رسولؐ، عبد صالح کا قاتل نہیں؟ جس کو عبادت نے نحیف کر دیا تھا۔ اور اس کا جسم کمزور ہو گیا اور رنگ زرد ہو گیا تھا باوجود اس کے کہ تو نے اسے امان دے دی تھی اور اللہ کے عہد و پیمان اور مواثیق دیئے تھے کہ اگر وہ عہد کسی پرندہ سے کیے جائیں تو وہ بھی پہاڑی کی چوٹی سے تیرے پاس اتر آتا۔ اس کے باوجود خدا پر جرأت کرتے اور اس عہد کو خفیف سمجھتے ہوئے تو نے اسے قتل کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے شہید ہونے والوں کے بیان میں زاہر کا ذکر آئے گا۔ جو عمرو بن حمق کے ساتھ تھا اور جس نے اسے دفن کیا تھا۔ راوندی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن حمق نے رسول خداؐ کو پانی پلایا تو آپ نے اس کے لیے دعا کی خدایا اس کو اس کی جوانی سے بہرہ ور قرار دے۔ پس اسی۸۰ سال زندہ رہا لیکن اس کی ڈاڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔

بیسویں۔ قنبر۔ یہ امیرالمومنینؑ کے مخصوص غلام تھے اور روایات میں ان کا بہت ذکر ہے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

اِنِّیْ اِذَا اَبْصَرْتُ شَیْئًا مُنْکَرًا اَوْقَدْتُ نَارِیْ وَدَعَوْتُ قَنْبَرًا

(جب میں کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو آگ کو روشن کرتا ہوں اور قنبر کو بلاتا ہوں اور قنبر کا حضرت کی مدح کرنا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ تو غلام ہے۔

مشہور اور رجال کشی میں مسطور ہے۔ ان کو حجاج ثقفی نے شہید کیا تھا۔ روایت ہے کہ قنبر کو جب گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے تو حجاج نے پوچھا کہ علیؑ کی خدمت میں کیا کرتا تھا۔ قنبر نے کہا آپ کے لیے وضو کا پانی لاتا تھا۔ حجاج نے کہا۔ جب علی وضو سے فارغ ہوتے تو کیا کہتے تھے۔ کہنے لگے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے تھے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(پس جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو انہیں یاد دلائی گئی تھی تو ہم نے ان کے لیے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوئے جو ہم نے انہیں دیا تھا تو اچانک ہم نے انہیں گرفت میں لے لیا۔ وہ حیران سرگرداں ہو گئے۔ پس اس قوم کی نسل کاٹ دی گئی جس قوم نے ظلم کیا۔ اور سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔

حجاج کہنے لگا۔ میرا گمان ہے کہ اس آیت کی تاویل ہم پر کرتے تھے۔ قنبر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ حجاج نے کہا اگر تمہارا سر اڑا دوں تو کیا کرو گے۔ کہنے لگے میں سعادت مند ہو جاؤں گا۔ اور تو شقی ہو جائے گا۔ پس اس ملعون نے حکم دیا اور قنبر کی گردن اڑا دی گئی۔

اکیسویں - کمیل بن زیاد نخعی یمانی - امیرالمومنینؑ کے خاص اور عظیم ترین اصحاب میں سے تھے۔ عرفاء نے انہیں امیرالمومنینؑ کا راز داں سمجھا ہے۔ مشہور دعا جو پندرہ شعبان اور شب جمعہ پڑھی جاتی ہے ان کی طرف منسوب ہے اور وہ مشہور حدیث بہت سی کتب میں پائی جاتی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ اور انہیں صحرا میں لے گئے اور فرمایا اے کمیل یہ دل ظرف ہیں۔ بہترین ظرف وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بات میں کہتا ہوں اس کو محفوظ کر لو کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ الخ شیخ بہائی نے اسے اپنے اربعین کی ایک حدیث قرار دیا ہے۔ نیز حضرت امیرالمومنینؑ کے کلمات ہیں جن میں آپ نے کمیل کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اے کمیل اپنے اہل و عیال کو حکم دو کہ وہ مکارم کا اکتساب کریں اور سوئے ہوئے شخص کی حاجت کے لیے رات کی تاریکی میں کوشش کریں۔ پس قسم ہے اس خدا کی جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ جو شخص بھی کسی دل میں سرور و خوشی رکھ دے تو خداوند عالم اس کے لیے اس سرور سے ایک لطف پیدا کرتا ہے۔ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ لطف اس کی طرف اس طرح آتا ہے جس طرح پانی ڈھلان کی طرف یہاں تک کہ وہ اس مصیبت کو دھکیل دیتا ہے جس طرح اجنبی اونٹوں

کو دھکیلا جاتا ہے۔ کافی مدت تک کمیل حضرت کی طرف سے بیت المال کے خزانچی رہے۔ بالآخر حجاج ثقفی نے انہیں شہید کیا۔ جیسا کہ روایت ہے کہ جب حجاج عراق کا گورنر ہوا۔ تو اس نے چاہا کہ کمیل کو قتل کرے۔ کمیل وہاں سے بھاگ گئے۔ جب حجاج ان کو قابو میں نہ کر سکا تو بیت المال سے کمیل کی قوم اور رشتہ داروں کو جو وظیفہ ملتا تھا۔ وہ بند کر دیا۔ جب یہ خبر کمیل کو پہنچی تو کہنے لگے میری عمر زیادہ نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میں ایک گروہ کی روزی کے منقطع ہونے کا سبب بنوں۔ اٹھے اور حجاج کے پاس آئے۔ وہ ملعون کہنے لگا تیری تلاش میں تھا کہ تجھے کیفر کردار تک پہنچاؤں وہ کہنے لگا جو تیرا جی چاہے کرلے کیونکہ میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے اور عنقریب تیری اور میری بازگشت خداوند عالم کی طرف ہے اور مجھے مولا نے خبر دی ہے کہ تو میرا قاتل ہوگا۔ حجاج کہنے لگا تمہارا شمار قاتلان عثمان میں ہے۔ اس نے حکم دیا اور ان کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۸۳ھ میں ہوا۔ جبکہ ان کی عمر نوے سال تھی۔ ان کی قبر مقام ثوبہ میں ہے۔

بائیسویں۔ مالک بن حارث اشتر نخعی سیف اللہ المسلول علی اعدائہ قدس اللہ روحہ (خدا کی کھچی ہوئی تلوار اس کے دشمنوں کے لیے۔ خدا ان کی روح کو مقدس قرار دے) جلیل القدر اور عظیم المرتبہ تھے۔ ان کا امیرالمومنینؑ کے ساتھ اختصاص بیان سے زیادہ ظاہر ہے۔ امیرالمومنینؑ کا فرمانا کہ مالک میرے لیے اس طرح تھا جیسے میں رسول اللہؐ کے لیے ان کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ امیرالمومنینؑ نے ۳۶ھ میں انہیں مصر کی حکومت سپرد کی۔ اور قبل اس کے کہ وہ مصر کی طرف جاتے حضرت نے اہل مصر کو خط لکھا جس کے کچھ فقرے یہ ہیں:

> اما بعد تحقیق میں تمہاری طرف اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھیج رہا ہوں جو خوف کے دنوں میں نہیں سوتا اور ڈر کی گھڑیوں میں دشمنوں سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ فاسق و فاجر لوگوں کے لیے جلانے والی آگ ہے اور وہ ہے مالک بن حارث جو مذحج قبیلہ سے ہے۔ اس کی بات کو سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو۔ کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

اور جو عہد نامہ حضرت نے مالک بن اشتر کے لیے لکھا آپ کے عہد ناموں میں سب سے زیادہ طویل ہے جو کہ بہت سے لطائف و محاسن اور بےشمار پند و نصائح پر مشتمل ہے جو خصوصی طور پر سلاطین جہان کے لیے ہر دور حکومت میں ایک قانون ہے کہ جس قانون کے مطابق خراج و زکوٰۃ دی جائے اور کوئی ظلم و ستم بندگان خدا اور رعیت پر نہ ہو اور وہ عہد نامہ مشہور ہے۔ اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ جب امیرالمومنینؑ وہ عہد نامہ لکھ چکے تو حکم دیا کہ مالک راستہ پر گامزن ہوں۔ مالک اشتر ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ منقول ہے کہ جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے مقام عریش کے ایک دہقان کو پیغام بھیجا کہ اشتر کو زہر دے دو تو بیس سال کا خراج میں تم سے نہیں لوں گا۔ جب اشتر عریش میں پہنچے تو وہاں کے دہقان (زمیندار) نے پوچھا کہ اشتر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کسے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ بتایا گیا کہ وہ شہد کو زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ وہ دہقان کچھ شہد بطور ہدیہ جناب اشتر

کے پاس لے آیا اور اس شہد کے کچھ اوصاف بیان کیے۔ اشتر نے اس زہر آلود شہد کا شربت پیا۔ ابھی شہد ان کے شکم میں نہیں ٹھہرا تھا کہ دنیا سے رحلت فرمائی ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت قلزم میں ہوئی اور عثمان کے غلام نافع نے انہیں زہر دیا۔ جب اشتر کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ پھولا نہ سماتا تھا۔ اور جب یہ خبر امیر المومنین کو ہوئی تو آپ بہت متاسف ہوئے۔ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حمد اس خدا کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ خدایا میں اس سے تیرے ثواب کی امید رکھتا ہوں کیونکہ اس کی موت مصائب دنیا میں سے ہے۔ خدا مالک پر رحم کرے بے شک اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے راستہ پر چلا اپنے رب سے ملاقات کی باوجودیکہ ہم نے اپنے نفوس کو عادی بنا لیا ہے کہ رسول اللہ کی مصیبت کے بعد ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ عظیم ترین مصیبت ہے۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور گھر تشریف لے گئے۔ قبیلہ نخع کے بزرگ آپ کی خدمت میں آئے۔ حضرت اشتر کی وفات پر محزون و مغموم تھے۔ پھر فرمایا خدا بھلا کرے مالک کا مالک کیا تھا اور اگر وہ پہاڑ تھا تو بہت بڑا پہاڑ اور اگر وہ پتھر تھا تو سخت پتھر تھا خدا کی قسم تیری موت نے ایک دنیا کو ہلا دیا اور اس سے ایک دنیا خوش ہوئی۔ مالک جیسے پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور کیا مالک جیسے شخص کی امید رکھی جا سکتی ہے اور کیا مالک جیسا کوئی ہے اور کیا مالک جیسا بچہ لے کر عورتیں اٹھی ہیں۔ اور (فرمایا) گویا اس کی موت نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا۔ خدا کی قسم اس کی موت نے اہل شام کو عزت دار اور اہل عراق کو ذلیل کر دیا۔ اور فرمایا اس کے بعد میں مالک کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ صاحب معجم البلدان نے بعلبک کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کسی شخص کو بھیجا۔ اس نے مصر کے راستہ میں اشتر سے ملاقات کی اور انہیں زہر آلود شہد پلایا۔ قلزم کے قریب انہوں نے وفات پائی۔ جب معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ ان کا جنازہ وہاں سے مدینہ طیبہ میں منتقل کیا گیا۔ وہاں ان کی قبر مشہور و معروف ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اشتر باوجودیکہ عقل و شجاعت و بزرگی و فضیلت کے زیور سے مزین تھے وہ زیور علم و زہد، فقر و درویشی سے بھی آراستہ تھے۔ مجموعہ ورام بن ابو فراس رحمۃ اللہ میں تحریر ہے کہ ایک دن مالک بازار کوفہ سے گزر رہے تھے اور جس طرح اہل فقر کا شیوہ ہے پرانا کھردرا لباس زیب تن تھا اور وہی کھردرا کپڑا عمامہ کے طور سر پر رکھے ہوئے تھے۔ ایک شخص دکان کے دروازے پر بیٹھا تھا جب اس نے اشتر کو دیکھا کہ وہ اس وضع قطع اور لباس میں جا رہے ہیں تو وہ اس کی نظر میں حقیر نظر آئے اور اس نے سبزی کی ایک شاخ اشتر کے اوپر پھینک دی۔ اشتر حلم و تحمل دکھاتے ہوئے اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور آگے نکل گئے۔ حاضرین میں سے ایک ایسے شخص نے جو اشتر کو پہچانتا تھا جب یہ حالت دیکھی تو اس شخص سے کہا وائے ہو تجھ پر تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ شخص کون تھا کہ جس کی تو نے اہانت کی ہے۔ وہ کہنے لگا مجھے تو

معلوم نہیں۔ اس نے کہا یہ مالک اشتر صاحب امیرالمومنینؑ ہیں۔ پس وہ شخص اس فعل کے تصور سے کانپنے لگا۔ اور مالک کے پیچھے روانہ ہوا تاکہ ان کے پاس جاکر معذرت کرے۔ اس نے دیکھا کہ اشتر مسجد میں جاکر نماز میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اس نے توقف کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے سلام کیا۔ ان کے پاؤں پر گر پڑا اور ان کے پاؤں کے بوسے لینے لگا۔ اشتر ملتفت ہوئے۔ اس کا سر ہاتھوں میں لیا اور کہا یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگا میں اس گناہ کی معذرت چاہتا ہوں جو مجھ سے صادر ہوا ہے کیونکہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ اشتر نے کہا تیرے ذمہ کوئی گناہ نہیں خدا کی قسم میں مسجد میں صرف اسی لیے آیا تھا تاکہ تیرے لیے استغفار اور طلب بخشش کروں۔ (انتہیٰ) مؤلف کہتا ہے دیکھیے کس طرح اس شخص نے حضرت امیرالمومنینؑ سے اخلاق کا اکتساب کیا تھا۔ آپ حضرت علیؑ کے لشکر کے امراء میں سے تھے اور بہت شوکت و دبدبہ رکھتے تھے۔ ان کی شجاعت اس مرتبہ پر تھی کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ مالک اشتر سے زیادہ شجاع عرب و عجم میں ان کے استاد امیرالمومنینؑ کے علاوہ کوئی نہیں تو میرا گمان ہے کہ اس کی قسم صحیح ہے اور ہم اس شخص کے متعلق کیا کہیں کہ جس کی زندگی نے اہل شام کو اور جس کی موت نے اہل عراق کو شکست دی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اشتر میرے لیے اس طرح تھے جیسے میں رسول اللہؐ کے لیے تھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کاش تم میں سے اس جیسے دو شخص بلکہ اس جیسا ایک شخص ہوتا۔ ان کا دبدبہ جو دشمن پر تھا ان اشعار پر غور کرنے سے جو خود انہوں نے کہے ہیں، محسوس ہوتا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

میں اپنا مال و تونگری باقی رکھوں گا، بلندی سے انحراف کروں گا اور اپنے مہمانوں کے ساتھ ترش روئی کے ساتھ پیش آؤں گا۔ اگر میں ہند کے بیٹے پر غارت گری نہ کروں جس کا کوئی دن جانوں کے لوٹنے سے خالی نہ ہو لاغر کمر والے گھوڑے جو ہوؤں کی طرح ہیں۔ سفید رنگ والے شہہ سواروں کو میدان جنگ میں لے جاتے ہیں جو غصہ کے مارے ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان پر لوہا لپٹا ہوا ہے۔ گویا وہ بجلی کی چمک یا کسی ایک سورج کی شعاع ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس جلالت و شجاعت و شدت و شوکت کے باوجود ان کا حسنِ خلق اس مرتبہ پر تھا کہ ایک بازاری آدمی ان کی اہانت کرتا ہے اور ان کے حال میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اگر آپ غور کریں تو ان کے نفس کا خواہش پر غالب آجانا ان کی شجاعت بدنی سے بلند تر ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے اشجع الناس من غلب ہواہ۔ زیادہ بہادر وہ ہے جو اپنی خواہش نفس پر غالب آئے۔

تئیسویں۔ محمد بن ابوبکر بن ابوقحافہ۔ جلیل القدر عظیم المنزلت خواص و حواریین امیرالمومنینؑ میں سے تھے بلکہ بمنزلہ آپ کے فرزند کے تھے۔ چونکہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس پہلے جعفر بن ابی طالبؑ کی بیوی تھیں۔

جعفر کے بعد ابوبکر کی زوجہ ہوئیں اور حجۃ الوداع کے سفر میں محمد کو جنم دیا۔ ابوبکر کے بعد امیرالمومنینؑ کے حرم میں داخل ہوئیں تو لامحالہ محمد نے امیرالمومنینؑ کی گود میں تربیت پائی اور حضرت کے علاوہ انہوں نے کسی باپ کو نہیں پہچانا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ محمد صلب ابوبکر سے میرا بیٹا ہے اور محمد جنگ جمل وصفین میں حاضر تھے۔ اور جنگ صفین کے بعد امیرالمومنینؑ نے حکومت مصر انہیں عطا فرمائی ۳۸ھ میں معاویہ نے عمرو بن عاص معاویہ بن خدیج اور ابواعور سلمی کو ایک گروہ عظیم کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا اور ان لوگوں نے عثمان کے ہواخواہوں کے ساتھ مل کر محمد سے جنگ کی اور انہیں گرفتار کر لیا۔ پس معاویہ بن خدیج نے محمد کا سر پیاس کی حالت میں قلم کیا اور ان کا جسم گدھے کے چمڑے میں رکھ کر جلایا اور محمد کی عمر اس وقت اٹھائیس برس تھی کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ان کی والدہ تک پہنچی تو غم و غصہ کی زیادتی کی وجہ سے ان کے پستان سے خون نکل آیا اور ان کی پدری بہن بی بی عائشہ نے قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی پکی ہوئی چیز نہیں کھاؤں گی اور ہر نماز کے بعد معاویہ عمرو عاص اور ابن خدیج پر لعنت کرتی تھیں۔ جب محمد کی شہادت کی خبر امیرالمومنینؑ کو پہنچی تو آپ بہت محزون و غمگین ہوئے اور محمد کی موت کی خبر ابن عباس کو ان کلمات کے ساتھ بصرہ تحریر کی۔ (ترجمہ)

اما بعد بے شک مصر فتح ہو چکا ہے اور محمد بن ابی بکر خدا اس پر رحم کرے شہید ہو گیا ہے۔ اس کے ثواب کی امید ہم خدا سے رکھتے ہیں جو کہ مخلص بیٹا تھا اور سخت کام کرنے والا تھا۔ اور چمکنے والی تلوار اور دشمن کو دفع کرنے والا رکن اور ستون تھا۔ میں نے لوگوں کو اس سے مل جانے پر ابھارا تھا۔ اور اس کی فریادرسی کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کے ہونے سے پہلے انہیں خلوت وجلوت میں جاتے آتے بلایا تھا۔ ان میں سے کوئی تو کراہت کے ساتھ آتا ہے اور جھوٹے بہانے حیلے بناتا ہے اور کوئی مدد نہ کرتے ہوئے بیٹھے رہتا ہے۔ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے جلدی ان سے چھٹکارا دلائے۔ خدا کی قسم اگر دشمن سے ٹکراؤں میں مجھے شہادت کی امید نہ ہو اور میں نے اپنے نفس کو مرنے کے لیے پورے طور پر تیار نہ کیا ہوا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزاروں اور نہ کبھی میری ان سے ملاقات ہو۔

ابن عباس جب محمد کی شہادت سے مطلع ہوئے تو امیرالمومنینؑ کے پاس تعزیت کے لیے بصرہ سے کوفہ آئے اور حضرت سے تعزیت کی۔ امیرالمومنینؑ کا ایک جاسوس شام سے آیا اور کہنے لگا اے امیرالمومنینؑ معاویہ کو محمد کی شہادت کی جب خبر ملی تو وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو بتایا۔ شام کے لوگ اتنے خوش ہوئے کہ میں نے انہیں اس طرح کبھی کسی موقع پر خوش نہیں دیکھا۔ تو حضرت نے فرمایا ہم اسی قدر مغموم ہیں جتنے وہ خوش ہیں بلکہ ہمارا غم و اندوہ کئی گنا زیادہ ہے اور روایت ہے کہ آپ نے محمد کے حق میں فرمایا کہ میرا پروردہ تھا اور میں اس کا باپ اور اسے اپنا بیٹا سمجھتا تھا اور محمد پدری بھائی ہیں عبداللہ عون۔ اور محمد اولاد جعفر طیار کے اور یحییٰ بن امیرالمومنینؑ کے اور ابن عباس کی خالہ کے بیٹے ہیں اور قاسم فقیہ مدینہ کے

باپ ہیں جو کہ امام جعفر صادقؑ کے نانا تھے۔

چوبیسویں[۲۴] - محمد بن ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس۔ اگرچہ یہ معاویہ کے ماموں کے لڑکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اصحاب انصار و شیعان امیر المومنینؑ میں سے تھے۔ ایک مدت تک معاویہ کی قید میں رہے تھے۔ ایک دفعہ انہیں قید سے نکال کر کہنے لگے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنی گمراہی سے بینائی حاصل کرو۔ اور علیؑ سے دست بردار ہو جاؤ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے تھے اور عائشہ و طلحہ و زبیر نے ان کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے خروج کیا تھا اور علیؑ نے بھی لوگوں کو بھیجا تھا کہ وہ عثمان کو قتل کر دیں اور اب ہم اس خون کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ محمد کہتا ہے کہ تو جانتا ہے کہ میری قرابت تمام لوگوں کی نسبت تجھ سے زیادہ ہے۔ اور میں تجھے باقی لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ معاویہ کہنے لگا ایسا ہی ہے تو محمد نے کہا خدا کی قسم خون عثمان میں تیرے علاوہ کوئی شریک نہیں۔ کیونکہ عثمان نے تجھے گورنر بنایا۔ مہاجر و انصار نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ تجھے معزول کرے لیکن اس نے نہ کیا۔ مجبوراً ان لوگوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور خدا کی قسم ابتدا میں اس کے خون میں طلحہ و زبیر اور عائشہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں تھا۔ اور یہی لوگ تھے جو لوگوں کو اس کے قتل کرنے پر ابھارتے تھے اور ان کے ساتھ عبد الرحمان بن عوف ابن مسعود۔ عمار اور سب انصار شریک تھے۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم جب سے میں نے تجھے پہچانا ہے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں تو ایک ہی عادت کا مالک ہے۔ اسلام نے تجھ میں کوئی کمی و زیادتی نہیں کی اور اس کی نشانی واضح ہے کہ تو مجھے علیؑ کی محبت پر ملامت کرتا ہے حالانکہ علیؑ کے ساتھ ہر روزہ دار عبادت گزار مہاجر و انصار میدان جنگ میں آیا تھا اور تیرے ساتھ منافقین طلقاء اور آزاد کردہ لوگوں کے بیٹے تھے تو نے انھیں ان کے دین میں دھوکہ دیا اور انہوں نے مجھے تیری دنیا سے دھوکہ دیا۔ خدا کی قسم اے معاویہ! تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ تو نے کیا کیا۔ اور نہ ان پر مخفی ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا کو تیری اطاعت میں ناراض کیا ہے۔ خدا کی قسم اللہ اور رسولؐ کے لیے ہمیشہ علیؑ سے محبت رکھوں گا۔ اور ہمیشہ تجھ سے اللہ اور رسولؐ کے لیے بغض رکھوں گا۔ معاویہ نے حکم دیا کہ اسے واپس زندان میں بھیج دیا جائے وہ زندان میں رہے یہاں تک کہ وفات پائی (رحمہ اللہ)۔

ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے محمد بن ابو حذیفہ کو مصر سے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا اور معاویہ نے انہیں قید کر دیا۔ وہ قید خانہ سے بھاگ نکلے۔ قبیلہ خثعم کا ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن عمرو بن غلام تھا وہ ان کی تلاش میں نکلا اور انہیں ایک غار میں پایا اور وہیں شہید کر دیا۔ اور محمد کے باپ ابو حذیفہ اصحاب پیغمبر اکرمؐ میں سے تھے اور جنگ بدر میں جب ان کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تب بھی وہ آپ کے صحابہ میں رہے اور یمامہ کی جنگ کے دن جو مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی وہ شہید ہوئے۔

پچیسویں[۲۵] - میثم بن یحییٰ تمار - امیر المومنینؑ کے خواص منتخب اور حواریین میں سے تھے۔ اور حضرت

نے جتنی میثم میں قابلیت اور استعداد تھی اس کے مطابق انہیں تعلیم دی تھی۔ اور انہیں اسرارِ خفیہ اور اخبارِ غیب پر مطلع فرمایا تھا اور کبھی کبھی ان چیزوں کا میثم سے ترشح ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں وہ واقعہ کافی ہے کہ جناب ابن عباس جو امیرالمومنینؑ کے شاگرد تھے اور جنھوں نے حضرتؑ سے تفسیر قرآن سیکھی تھی اور علم فقہ و تفسیر میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ جنھیں محمد حنفیہ نے اس امت کا ربانی اور مردِ خدا قرار دیا تھا جو رسولؐ خدا اور امیرالمومنینؑ کے چچازاد تھے۔ اس مقام منزلت کے باوجود میثم نے ان سے پکار کر کہا کہ اے ابن عباس تفسیر قرآن میں سے جو چاہو مجھ سے سوال کرو۔ کیونکہ میں نے تنزیل قرآن کی امیرالمومنینؑ کے سامنے قرأت کی اور مجھے آپ نے تاویل قرآن کی تعلیم دی ابن عباس نے پہلوتہی نہیں کی، دوات و کاغذ منگوایا اور ان کے بیانات تحریر کیے۔ اور خداوند ان پر رحم کرے وہ زہاد میں سے تھے۔ اور ان اشخاص میں داخل تھے جن کی کھال کو عبادت و زہد نے ان کے بدن پر خشک کر دیا تھا۔ ابو خالد تمار سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن میں دریا فرات میں کشتی میں جا رہا تھا۔ کہ اچانک ہوا چلنے لگی میثم کشتی سے باہر آگئے۔ اور اس ہوا کی خصوصیات کو دیکھنے کے بعد اہلِ کشتی سے کہنے لگے کشتی کو مضبوطی سے باندھو یہ باد عاصف ہے۔ (سخت آندھی ہے) ابھی ابھی معاویہ مر گیا ہے۔ دوسرے جمعہ شام سے قاصد آیا۔ ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ معاویہ مر گیا ہے۔ اور اس کی جگہ یزید تخت نشین ہوا۔ ہم نے پوچھا کس دن اس نے کہا کہ گزشتہ جمعہ کے دن رشید ہجری کے حالات میں گزر چکا ہے کہ میثم نے حبیب بن مظاہر کو نصرتِ فرزندِ رسولؐ میں شہید ہونے کی خبر دی تھی اور یہ بتایا تھا کہ ان کا سر کوفہ لایا جائے گا۔ اور اس میں اسے پھرائیں گے۔ شیخ شہید محمد بن مکی نے میثم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات امیرالمومنینؑ مجھے اپنے ساتھ لے کر کوفہ سے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد جعفی تک پہنچے وہاں قبلہ رخ ہو کر چار رکعت نماز پڑھی جب سلام پھیرا اور تسبیح پڑھی تو ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلا کر عرض کیا: اِلٰہِیْ کَیْفَ اَدْعُوْكَ وَقَدْ عَصَیْتُكَ وَكَیْفَ لَا اَدْعُوْكَ وَقَدْ عَرَفْتُكَ وَحُبُّكَ فِیْ قَلْبِیْ مَكِیْنٌ مَدَدْتُ اِلَیْكَ یَدًا بِالذُّنُوْبِ مَمْلُوَّۃً وَعَیْنًا بِالرَّجَاءِ مَمْدُوْدَۃً اِلٰہِیْ اَنْتَ مَالِكُ الْعَطَایَا وَاَنَا اَسِیْرُ الْخَطَایَا۔ پھر سجدہ کیا اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور سو مرتبہ العفو العفو پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد سے نکلے میں بھی آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ صحرا میں پہنچے پس آپ نے میرے لیے ایک خط کھینچا اور فرمایا اس خط سے باہر نہ نکلنا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور وہ رات بہت تاریک تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے اپنے مولا کو اس صحرا میں تنہا چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ کے دشمن بہت ہیں پس خدا اور رسولؐ کے سامنے کیا عذر پیش کرے گا۔ خدا کی قسم میں ان کے پیچھے جاؤں گا تاکہ ان سے باخبر رہوں اگرچہ اس میں آپ کے حکم کی مخالفت کروں گا پس آپ کی جستجو میں گیا یہاں تک کہ انہیں اس حالت میں پایا کہ آپ نے اپنا آدھا جسم کنوئیں میں داخل کیا ہوا تھا اور اس کنوئیں سے خطاب فرما رہے تھے۔ جیسے آپ کو میرا احساس ہوا تو فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میثم فرمایا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ خط سے تجاوز نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ کے بارے میں

آپ کے دشمنوں سے ڈرا تو میرا دل بے قابو ہو گیا۔ فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا تھا اس میں سے تو نے کچھ سنا ہے۔ میں نے عرض کیا اے میرے مولا نہیں۔ فرمایا اے میثم
وَفِي الصَّدْرِ لُبَانَاتٌ إِذَا ضَاقَ لَهَا صَدْرِي۔ نَكَتُّ الْأَرْضَ بِالْكَفِّ۔ وَأَبْدَيْتُ لَهَا سِرِّي فَمَهْمَا تُنْبِتِ الْأَرْضُ۔ فَذَاكَ النَّبْتُ مِنْ بَذْرِي۔ اور سینہ میں کئی ایک حاجات ہیں کہ جن کے لیے میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو میں ہاتھ سے زمین کھودتا ہوں اور اس کے سامنے اپنا راز ظاہر کرتا ہوں پس جو کچھ زمین سے اگتا ہے تو یہ سبزی میرے بیج سے ہے۔ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے۔ حضرت امیرالمومنین نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ کہا کہ سالم۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ نے عجمی زبان میں تمہارا نام میثم رکھا تھا۔ وہ کہنے لگے۔ خدا اور رسول وامیرالمومنین سچ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میرے باپ نے میرا یہی نام رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا سالم کو چھوڑو اور جس نام کی رسول خدا نے خبر دی ہے وہی نام رکھو تو انہوں نے میثم نام اور ابو سالم اپنی کنیت رکھی۔ ایک دن حضرت امیرؑ نے ان سے فرمایا میرے بعد تمہیں گرفتار کریں گے اور سولی پر لٹکائیں گے۔ کہ تم پر حربہ لگائیں گے۔ تیسرے دن تمہاری ناک اور منہ سے خون بہے گا اور تمہاری ڈاڑھی اس سے خضاب ہو گی پس اس خضاب کے منتظر رہو اور تمہیں دوسرے نو اشخاص کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب سولی پر لٹکائیں گے۔ اور تمہاری سولی کی لکڑی باقیوں کی نسبت چھوٹی ہو گی حالانکہ قدر و منزلت میں تم ان سے بہتر ہو گے۔ میرے ساتھ چلو تاکہ تمہیں وہ درخت دکھاؤں کہ جس کی لکڑی کے ساتھ تمہیں لٹکایا جائے گا۔ پس وہ درخت آپ نے مجھے دکھایا۔ دوسری روایت ہے کہ حضرت نے اس سے فرمایا اے میثم تمہاری اس وقت کیا حالت ہو گی جب بنی امیہ کا ولدالزنا تمہیں بلائے گا اور تمہیں کہے گا کہ میری بیزاری کا اظہار کرو تو میثم نے کہا خدا کی قسم میں آپ سے بیزاری نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم وہ تجھے قتل کر کے چھوڑے گا اور سولی پر لٹکائے گا۔ میثم کہنے لگے میں صبر کروں گا۔ اور یہ چیز خدا کی راہ میں کم اور آسان ہے۔ حضرت نے فرمایا میثم آخرت میں تم میرے ساتھ میرے درجے میں ہو گے۔

پس حضرت امیرؑ کے بعد ہمیشہ میثم اس درخت کے قریب آتے اور وہاں نماز پڑھتے اور کہتے اے درخت خدا تجھے برکت دے کیونکہ میں تیرے لیے اور تو میرے لیے پیدا ہوا ہے اور عمرو بن حریث سے کہتے جب میں تمہارا ہمسایہ ہو جاؤں تو میری ہمسائیگی کی رو رعایت کرنا عمرو خیال کرتا کہ میثم چاہتے ہیں میرے نزدیک کا کوئی مکان خریدیں لہٰذا کہتا خدا مبارک کرے ابن مسعود کا گھر خریدو گے یا ابن حکم کا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میثم کا مقصد کیا ہے۔ پس جس سال امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مکہ سے کربلا کی طرف گئے تو میثم مکہ میں گئے اور جناب ام سلمہ زوجہ رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ام سلمہؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا کہ میں میثم ہوں۔ ام سلمہ نے کہا میں

نے بہت دفعہ سنا کہ سرکار رسالتؐ رات کو تمہیں یاد کرتے تھے۔ امیر المؤمنینؑ سے تمہاری سفارش فرماتے پس میثم نے امام حسینؑ کے حالات پوچھے تو ام سلمہؑ نے کہا اپنے فلاں باغ میں گئے ہوئے ہیں۔ میثم نے کہا جب واپس آئیں تو میرا ان سے سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ بہت جلدی میں اور آپ بارگاہ ایزدی میں انشاء اللہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے پس ام سلمہؑ نے خوشبو منگائی اور اپنی کنیز سے کہا میثم کی داڑھی پر خوشبو لگاؤ۔ جب کنیز نے ان کی داڑھی کو خوشبو لگائی تو میثم نے کہا آپ نے میری داڑھی پر خوشبو لگائی ہے بہت جلدی یہ داڑھی آپ اہل بیتؑ کی محبت کے راستہ میں خون سے خضاب ہوگی۔ پس ام سلمہ نے کہا امام حسینؑ تمہیں بہت یاد کرتے تھے۔ میثم نے کہا میں بھی انہیں یاد کرتا ہوں اور مجھے جلدی ہے۔ میرے لیے اور ان کے لیے ایک امر مقدر ہو چکا ہے کہ جس تک ہم کو پہنچنا ہے۔ جب باہر نکلے تو عبد اللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہیں تو میثم نے کہا اے عباس کے فرزند جو چاہو تفسیر قرآن سے متعلق مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں نے قرآن امیر المؤمنینؑ سے پڑھا ہے اور اس کی تاویل آپ سے سنی ہے۔ ابن عباس نے دوات اور کاغذ منگایا اور میثم سے پوچھ کر لکھتے رہے یہاں تک کہ میثم نے کہا اے ابن عباس تمہارا کیا حال ہوگا جب مجھے دیکھو گے کہ نو افراد کے ساتھ مجھے سولی پر لٹکایا گیا ہے۔ جب ابن عباس نے یہ سنا تو کاغذ پھاڑ دیا اور کہنے لگے تو کہانت کی باتیں کرتا ہے۔ میثم نے کہا کاغذ نہ پھاڑو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر وہ چیز عمل میں نہ آئے تو اسی وقت کاغذ پھاڑ دینا اور جب حج سے فارغ ہوئے تو کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور حج پر جانے سے پہلے معرّف (مردم شناس کوفہ) سے کہتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے جب بنی امیہ کا حرام زادہ تجھ سے میرا مطالبہ کرے گا۔ اور تو مہلت چاہے گا۔ اور پھر مجھے اس کے پاس لے جائیگا۔ یہاں تک کہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکائیں گے جب عبید اللہ بن زیادہ کوفہ میں آیا تو اس نے معرّف (مردم شناس) کو بلایا اور اس سے میثم کے حالات پوچھے۔ وہ کہنے لگا۔ وہ حج پر گیا ہوا ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم اگر اسے نہیں لاؤ گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ پس اس نے مہلت چاہی اور میثم کے پاس قادسیہ گیا اور وہاں رہا۔ یہاں تک کہ میثم آئے اور وہ انہیں پکڑ کر اس ملعون کے پاس لے گیا جب اس کے دربار میں داخل ہوئے تو حاضرین نے کہا کہ یہ شخص علیؑ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب تھا۔ وہ ملعون کہنے لگا۔ وائے ہو تم پر اس عجمی کا ان کے نزدیک اتنا اعتبار و مرتبہ تھا۔ لوگ کہنے لگے ہاں عبید اللہ نے کہا تیرا پروردگار کہاں ہے۔ میثم نے کہا ستمگاروں کی کمین گاہ میں اور تو ان میں سے ایک ہے۔ ابن زیاد نے کہا تجھ میں اتنی جرأت ہے کہ اس طرح سے بات کرتا ہے۔ ابھی ابوترابؑ سے بیزاری کا اعلان کر۔ میثم نے کہا اگر ایسا نہ کروں تو تم کیا کرو گے۔ تو وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں تجھے قتل کر دوں گا۔ میثم نے کہا میرے مولا نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا۔ اور نو افراد کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازہ پر سولی پر لٹکائے گا۔ ابن زیاد نے کہا میں تیرے مولا کی مخالفت کروں گا تاکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو۔ میثم نے کہا میرے مولا نے جھوٹ نہیں کہا۔ جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ وہ

رسولِ خداؐ سے سنا ہے۔ اور نبی اکرمؐ نے جبریلؑ سے اور جبریلؑ نے خداوندِ عالم سے سنا ہے پس تو کس طرح ان کی مخالفت کر سکتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے کس طریقہ سے قتل کرے گا۔ اور پہلا شخص کہ جسے اسلام میں اس کے منہ میں لگام دی جائے گی وہ میں ہوں۔ پس اس ملعون نے حکم دیا کہ میثم اور مختار کو قید خانہ میں لے جائیں۔ پس میثم نے مختار سے کہا کہ تم قید سے رہائی پاؤ گے اور خروج کرو گے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لو گے اور اس ملعون کو قتل کرو گے۔ جب مختار کو باہر نکالا کہ اسے قتل کریں۔ یزید کی طرف سے قاصد آیا اور خط لایا کہ مختار کو رہا کر دو۔ اسے چھوڑ دیا گیا۔ پس میثم کو منگوایا اور حکم دیا کہ اسے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکا دو۔ اس وقت عمرو سمجھا کہ میثم کا مقصد کیا تھا۔ پس اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو جلائے پس میثم نے اہلِ بیتؑ کے فضائل کی احادیث بیان کرنا شروع کیں اور بنی امیہ پر لعنت کی۔ اور جو واقعات بنی امیہ کے متعلق ہونے والے تھے انہیں بیان کیا۔ جب ابن زیاد سے کہا گیا کہ اس شخص نے تمہیں رسوا کر دیا تو اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کے منہ میں لگام دی جائے اور سولی کی لکڑی پر باندھ دیا تاکہ بات نہ کر سکیں۔ جب تیسرا دن ہوا تو ایک ملعون آیا جس کے ہاتھ میں حربہ تھا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ حربہ تجھ پر لگاؤں گا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو دن کو روزے رکھتا اور راتیں عبادتِ خدا میں بسر کرتا تھا۔ پس اس نے وہ حربہ آپ کی تہیگاہ میں مارا جو ان کے اندر چلا گیا اور دن کے آخر میں ان کے ناک سے خون بہنے لگا اور ان کی ڈاڑھی اور سینہ پر جاری ہوا۔ اور ان کا طائرِ روح ریاضِ جنان کی طرف پرواز کر گیا۔ ان کی شہادت امام حسینؑ کے عراق میں وارد ہونے سے دس دن پہلے ہوئی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب وہ بزرگوار رحمتِ الٰہی سے واصل ہوئے تو رات کے وقت خرما بیچنے والوں میں سے سات آدمی آئے جو میثم کے ہم پیشہ تھے۔ جبکہ پاسبان بیدار تھے لیکن خداوندِ عالم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ میثم کی لاش چرا کر لے گئے اور اسے نہر کے کنارے پر دفن کر کے اوپر پانی پھیر دیا۔ پاسبانوں نے لاکھ تلاش کیا لیکن اس کا نشان انہیں نہ مل سکا۔

چھبیسویں۔ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص۔ جن کا لقب مرقال تھا۔ قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وہی مشہور بہادر ہیں جن کا لقب مرقال تھا اور وہ اس لقب سے اس لیے مشہور تھے کہ ارقال خاص قسم کے دوڑنے کو کہتے ہیں اور وہ میدانِ جنگ میں دشمن کے سر پر تیزی سے دوڑ کر جاتے تھے۔ کلبی اور ابن حیان سے منقول ہے کہ وہ شرفِ صحبت رسولِ خداؐ سے مشرف ہوئے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور جنگِ ایران میں اپنے چچا سعد بن وقاص کے ساتھ قادسیہ میں موجود تھے اور وہاں جوانمردی اور مردانگی کے جوہر دکھائے اور جنگِ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت مآب تھے اور وہاں بھی جہاد کے مراسم بجا لائے اور اعثم کوفی کی فتوح اور کتاب اصابہ میں تحریر ہے کہ جب عثمان کے قتل ہونے اور لوگوں کے

امیرالمومنینؑ سے بیعت کرنے کی خبر مشہور ہوئی تو اہل کوفہ نے بھی یہ خبر سنی اور اس وقت ابوموسٰی اشعری کوفہ کا گورنر تھا۔ کوفہ کے لوگ ابوموسٰی کے پاس آئے اور اس سے کہا تم امیرالمومنین علیؑ کی بیعت کیوں نہیں کرتے۔ تو وہ کہنے لگا میں اس معاملہ میں توقف کرتا ہوں اور دیکھوں گا کہ اس کے بعد کیا حادثہ رونما ہوتا ہے اور کیا خبر آتی ہے۔ ہاشم بن عتبہ نے کہا کیا خبر آئے گی عثمان کو لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور انصار خاص و عام نے امیرالمومنین علیہ السلام کی بیعت کرلی ہے کیا تجھے اس بات کی توقع ہے کہ اگر علیؑ کی بیعت کرلی تو عثمان اس جہان سے واپس آجائیں گے اور تجھے ملامت کریں گے۔ ہاشم نے یہ کہہ کر اپنے دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا ہے اور میرا دایاں ہاتھ امیرالمومنینؑ کا ہے آپ کی میں بیعت کرتا ہوں اور ان کی خلافت پر راضی ہوں۔ جب ہاشم نے بیعت کی تو ابوموسٰی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا۔ وہ بھی اٹھا اور اس نے بیعت کی اور اس کے پیچھے تمام اکابر سرداروں اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے بیعت کی اور اصابہ میں ہے کہ بیعت کرتے وقت ہاشم نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے جن میں ابوموسٰی پر طنز تھا۔

أُبَايِعُ غَيْرَ مُكْتَرِثٍ عَلِيًّا وَلَا أَخْشَى أَمِيْرًا أَشْعَرِيًّا
أُبَايِعُهُ وَأَعْلَمُ أَنْ سَأُرْضِي بِذَاكَ اللّٰهَ حَقًّا وَالنَّبِيَّا

میں کسی کی پرواہ کیے بغیر علیؑ کی بیعت کرتا ہوں اور اشعری امیر سے نہیں ڈرتا۔ میں علیؑ کی بیعت کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس سے خدائے برحق اور نبی اکرمؐ راضی ہیں۔

ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد عتبہ بن ہاشم نے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا اور چند افراد کو قتل کیا اور اچھے آثار دکھائے اور بالآخر انہوں نے بھی شربت شہادت نوش کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے جا ملے۔ فقیر کہتا ہے کہ اس خبر سے معلوم ہوا کہ ہاشم مرقال جنگ صفین میں درجہ شہادت تک پہنچے لہٰذا وہ جو مشہور ہے کہ روز عاشور سید الشہداء کی مدد کے لیے آئے اور کہا اے لوگو جو مجھے نہیں پہچانتا میں خود اسے اپنا تعارف کراتا ہوں کہ میں ہاشم بن عتبہ عمر سعد کے چچا کا بیٹا ہوں ..... الخ وہ خلاف واقعہ ہے۔ واللہ العالم

چوتھا باب

تاریخ ولادت وشہادت سبط اکبر پیغمبر خدا ثانی ائمہ ہدیٰ قرۃ العین محمد مصطفیٰ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور مختصر حالات آپ کی اولاد و احفاد کے

مشہور یہ ہے کہ آپ کی ولادت منگل کی رات پندرہ رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی۔ بعض نے دو ہجری کہا آپ کا اسم گرامی حسنؑ تھا اور توراۃ میں شبّر ہے کیونکہ عبرانی زبان میں شبّر کا معنی حسن ہی ہے۔ جناب ہارونؑ کے بڑے بیٹے کا نام بھی شبّر تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے القاب سید، سبطِ امین، حجت، بر، تقی، زکی، مجتبیٰ اور زاہد وارد ہوئے ہیں۔ ابن بابویہ نے سند ہائے معتبر کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے حضرت امیرؑ سے عرض کیا کہ اس بچہ کا کوئی نام تجویز کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس کے نام رکھنے میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا کہ بچہ کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹو پس وہ زرد کپڑا آپ نے پھینک دیا حضرت کو سفید کپڑے میں لپیٹا گیا۔ ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں دی اور شہزادہ زبان رسولؐ کو چوستا تھا۔ پھر آپ نے امیرالمومنینؑ سے پوچھا اس کا کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے عرض کیا اس کے نام رکھنے میں آپ سے ہم سبقت نہیں کر سکتے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا تو میں بھی اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کرتا۔ پس خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے زمین پر جاؤ اور انہیں میرا اسلام کہو اور تہنیت و مبارک باد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے بیٹے والا رکھو۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضرت کو مبارک باد دی اور عرض کیا خداوند عالم فرماتا ہے اس بچہ کا نام ہارون کے بیٹے والا رکھو۔ حضرت نے فرمایا اس کا کیا نام تھا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام حسنؑ رکھیے۔ لہٰذا آپ کا نام حسنؑ رکھا اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو وحی کی کہ محمدؐ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جا کر تہنیت اور مبارکباد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ جب جبرئیل نازل ہوئے اور مالک علام کا پیغام حضرت خیر الانامؐ کو تہنیت کے بعد پہنچایا تو حضرتؐ نے فرمایا اس لڑکے کا نام کیا تھا۔ جبرئیلؑ نے کہا شبیر۔ حضرتؐ نے فرمایا میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام

حسینؑ رکھ دیجئے کہ حسن کا معنی شبیر ہے لہذا آپ کا نام حسینؑ رکھا۔ شیخ جلیل علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کا رنگ مبارک سرخ وسفید تھا۔ آنکھیں کشادہ اور زیادہ سیاہ تھیں۔ آپ کے رخسار ہموار تھے ابھرے ہوئے نہیں تھے اور آپ کے شکم مبارک کے درمیان میں باریک بالوں کا ایک خط تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی اور سر کے بال بڑے رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی گردن نورانیت اور صفائی میں صیقل شدہ چاندی کی طرح تھی۔ آپ کی ہڈیوں کے سرے سخت درشت تھے اور آپ کے کندھوں کے درمیان والا حصہ کشادہ تھا۔ قد میانہ بلندی کی طرف مائل تھا۔ تمام لوگوں سے زیادہ خوش رو تھے۔ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور آپ کے بال گھونگھر والے تھے۔ آپ کا بدن شریف انتہائی لطیف تھا۔ نیز امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سر سے لے کر سینہ تک تمام لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ شباہت رکھتے تھے اور امام حسینؑ باقی بدن میں آپ سے مشابہ تھے اور ثقۃ الاسلام کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حسین بن خالد سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ بچہ کی مبارکباد کس وقت دینی چاہیے۔ آپ نے فرمایا جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ساتویں دن مبارکباد دینے کے لیے آئے اور خدا کی طرف سے حکم سنایا کہ بچہ کا نام اور کنیت رکھیں۔ اس کا سر منڈوایا جائے۔ اور عقیقہ کریں اور اس کے کان میں سوراخ کریں اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو بھی جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہیں امور کا حکم پہنچایا۔ حضرتؐ نے ان پر عمل کیا اور دونوں کے سر کی بائیں جانب دو گیسو رکھے اور دائیں کان میں سوراخ کیا اور بائیں کان میں اوپر کی طرف اور دوسری روایت ہے کہ وہ دونوں گیسو سر کے وسط میں رکھے گئے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دوسری فصل

امام حسنؑ کے مختصر فضائل اور مکارم اخلاق کا بیان

صاحب کشف الغمہ نے کتاب حلیۃ الاولیاء سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے ایک دن امام حسنؑ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا اور فرمایا جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اسے دوست رکھے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت حسنؑ آئے اور آکر رسولِ خداؐ کی گود میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کا منہ کھولا اور اپنا منہ ان کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے تھے کہ خدایا میں حسنؑ کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ہر اس شخص کو جو اسے دوست رکھے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ اکثر تفاسیر میں وارد ہے کہ پیغمبر اکرمؐ حسنینؑ کو دو سورتوں قل اعوذ کا تعویذ دیتے تھے اس لیے انہیں معوذتین کہتے ہیں اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت رسول اکرمؐ حسنینؑ کا لعابِ دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص خرمے چوستا ہے اور روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسالت پناہؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ حسنینؑ آئے اور آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو انتہائی لطف و نرمی سے انہیں پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ جب دوبارہ سجدہ میں گئے تو بچے دوبارہ سوار ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہر ایک کو اپنے ایک ایک زانو پر بٹھایا اور فرمایا جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ان دونوں فرزندوں سے محبت رکھے۔ نیز آنحضرت سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسنینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں اور فرمایا جنت نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ تو نے مجھے ضعفاء اور مساکین کا مسکن قرار دیا ہے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے پس بہشت نے ناز و ادا کی جیسے دلہن اپنے اوپر ناز و ادا کرتی ہے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ خداؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے دونوں گلہائے رسالت کے رونے کی آواز سنی تو آپ بیتاب ہو کر منبر سے اترے اور جا کر انہیں خاموش کیا اور واپس آئے اور فرمایا میں ان کے رونے سے اتنا بیتاب ہوا کہ گویا مجھ میں عقل ہی باقی نہیں ہے اور یہ احادیث یعنی حسنینؑ سے حضرت رسول اکرمؐ کا محبت کرنا اور انہیں اپنے دوشِ مبارک پر سوار کرنا اور ان سے محبت کرنے کا حکم دینا اور یہ کہنا کہ حسنینؑ جوانانِ جنت کے دو سردار ہیں اور دونوں میرے گلدستے اور میرے باغ کے گل ہیں۔ شیعہ اور سنی کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور امام حسینؑ کے حالات کے سلسلہ میں بھی چند احادیث جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں ذکر ہوں گی۔ کتاب حلیۃ الابونعیم میں منقول ہے کہ حضرت حسنؑ

آتے اور رسول خداؐ کی پشت اور گردن پر سوار ہو جاتے کبھی آپ سجدہ میں ہوتے تو رفق و مہربانی سے اپنی پشت سے اتارتے اور کبھی لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد عرض کرتے اے خدا کے رسول آپ اس بچہ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ ایسی محبت کسی بچے سے نہیں فرماتے تو ارشاد ہوتا یہ بچہ میرا گلدستہ ہے۔ میرا یہ بیٹا سید اور بزرگ ہے امید ہے کہ خداوند عالم اس کی برکت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد سے خبر دی ہے کہ حضرت امام حسنؑ اپنے زمانہ میں عبادت اور زہد میں تمام لوگوں سے زیادہ تھے۔ وہ سب سے افضل تھے۔ جب سفر حج کے لیے جاتے تو پیدل جاتے اور کبھی کبھی ننگے پاؤں سفر کرتے۔ جب موت قبر حشر و نشر اور پل صراط سے گزرنے کو یاد کرتے تو رونے لگتے۔ جب اعمال کا بارگاہ خدا میں پیش ہونا یاد فرماتے تو چیخ مار کر بیہوش ہو جاتے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس سبب سے کہ اپنے آپ کو خداوند عالم کے سامنے کھڑا پاتے۔ آپ کا بند بند لرزنے لگتا اور جب بہشت و دوزخ کو یاد فرماتے تو اس طرح مضطرب ہوتے جیسے کسی کو سانپ یا بچھو ڈس جائے اور وہ مضطرب ہوتا ہے۔ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے اور قرآن مجید میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی تلاوت کرتے تو کہتے لبیک اللھم لبیک اور جب کوئی شخص آپ سے ملاقات کرتا تو دیکھتا کہ آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور آپ تمام لوگوں سے زیادہ سچے اور آپ کی گفتگو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

مناقب شہر آشوب اور روضۃ الواعظین میں روایت ہے کہ امام حسنؑ جب وضو فرماتے تو آپ کے جسم کے جوڑ لرزنے لگتے اور رنگ زرد ہو جاتا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا اس شخص کے لیے سزاوار ہے جو اپنے پروردگار کے دربار میں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو اور اس کے جوڑوں میں رعشہ پیدا ہو اور جب آپ مسجد کی طرف جاتے تو مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہتے اِلٰهِیْ ضَیْفُكَ بِبَابِكَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاكَ الْمُسِیْئُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَكَ یَا كَرِیْمُ۔ یعنی خدایا تیرا مہمان تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔ اے اچھے کام کرنے والے برے کام کرنے والا آیا ہے پس اس قبیح سے درگزر کر جو میرے پاس ہے۔ اے کریم اس کو اچھائی کی وجہ سے جو تیرے پاس ہے۔

نیز شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امام حسنؑ نے پچیس حج پاپیادہ کیے اور دو مرتبہ یا ایک روایت کے مطابق تین مرتبہ اپنا مال راہ خدا میں اس طرح تقسیم کیا کہ آدھا مال اپنے لیے رکھ لیا اور آدھا فقراء و مساکین کو دے دیا۔ آپ کے حلم و بردباری کے سلسلہ میں کامل مبرد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ سوار تھے کہ اہل شام میں سے ایک شخص کا آپ سے آمنا سامنا ہوا اور اس نے لگاتار آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں بہت کچھ برا بھلا اس نے کہا لیکن حضرت نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ شامی گالیاں دینے سے فارغ ہوا تو اس وقت آپ نے اس کی طرف اپنا رخ کیا اور اسے سلام کیا۔ ہنس کر فرمایا۔ میرا خیال ہے تم مسافر ہو اور کچھ باتوں

نے تمہیں اشتباہ میں ڈال دیا ہے اب اگر ہم سے رضامندی کے خواہاں ہو تو ہم تم سے راضی ہونے پر تیار ہیں اگر کوئی چیز مانگو تو تمہیں عطا کریں گے۔ اگر بھوکے ہو تو تمہیں سیر کریں گے اور اگر ننگے ہو تو لباس دیں گے۔ اگر محتاج ہو تو تمہیں بے نیاز کر دیں گے۔ اگر تمہیں نکال دیا گیا ہے تو ہم پناہ دینے کو تیار ہیں۔ اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو اس کو پورا کریں گے اور اگر اپنا ساز و سامان ہمارے گھر میں لے آؤ اور ہمارے ہاں واپس جانے تک مہمان رہو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا کیونکہ ہمارا گھر بہت وسیع ہے اور ہمارے پاس مال و منال کافی ہے۔ جب شامی نے آپ سے یہ کلمات سنے تو رونے لگا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے کہ نبوت و خلافت کو کہاں قرار دے قبل اس کے کہ میں آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کے والد بزرگوار تمام مخلوق سے زیادہ میرے مبغوض تھے اور میں آپ کو زیادہ دشمن سمجھتا تھا۔ اب میرے نزدیک خلق خدا میں زیادہ محبوب ہیں پس وہ اپنا سامان آپ کے گھر لے آیا اور جب تک مدینہ میں رہا آپ کا مہمان رہا اور وہ خاندان رسالت و اہل بیت نبوت کے محب اور معتقد لوگوں میں سے ہو گیا۔ شیخ رضی الدین علی بن یوسف بن مطہر حلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند امیر المومنینؑ میں آپ کو اس خدا کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے آپ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ میری فریاد رسی کیجئے اور مجھے دشمن کے ہاتھ سے نجات دیجئے کیونکہ میرا دشمن وہ ستم گر ہے جو بڑے بوڑھوں کے احترام کا خیال نہیں رکھتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کھاتا۔ حضرت اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے جب یہ سنا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا بتاؤ وہ دشمن تمہارا کون ہے تاکہ اس سے میں تمہارا بدلہ لوں تو وہ کہنے لگا میرا دشمن فقر و فاقہ و پریشان حالی ہے۔ حضرتؑ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر اپنے خادم کو بلایا اور اس سے فرمایا جتنا مال تمہارے پاس موجود ہے وہ لے آؤ۔ وہ خادم پانچ ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا یہ مال اس شخص کو دے دو۔ پھر اس شخص کو آپ نے قسم دی کہ جب یہ دشمن تمہارا رخ کرے اور تم پر ظلم و ستم کرے تو اس کی شکایت میرے پاس لے آنا تاکہ میں اس کو دفع کروں۔ نیز منقول ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے فقر و پریشانی کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں یہ دو اشعار پڑھے:

لَم یَبقَ لِی شَیءٌ یُبَاعُ بِدِرهَمٍ　　یَکفِیکَ مَنظَرُ حَالَتِی عَن مَخبَرِی

اِلَّا بَقَایَا مَاءِ وَجهٍ صُنتُهُ　　اَلَّا یُبَاعَ وَقَد وَجَدتُکَ مُشتَرِی

(میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا جو ایک درہم کے بدلے بیچا جائے اور میری حالت دیکھ کر آپ کو امتحان کرنے اور جستجو کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ سوائے میرے چہرہ کی آبرو کے کہ جسے میں نے بچا رکھا تھا کہ اسے نہ بیچا جائے لیکن آپ کو اس کا خریدار پایا ہے)

امام حسنؑ نے اپنے خزانچی سے بلا کر فرمایا تیرے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے عرض کیا بارہ ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا وہ اس مرد فقیر کو دے دے اور خدا سے حسن ظن رکھ خداوند عالم تدارک کرے گا پس اس نے وہ مال اسے دے دیا اور حضرت

نے اس فقیر کو بلا کر اس سے معذرت چاہی اور فرمایا ہم تیرا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جتنا مال ہمارے پاس تھا: ہم نے دے دیا اور یہ دو اشعار اس کے اشعار کے مقابلے میں فرمائے۔

عَاجَلْتَنَا فَأَتَاكَ وَابِلُ بِرِّنَا ۔۔۔ طَلًّا وَلَوْ أَمْهَلْتَنَا لَمْ تَمْطُرِ

فَخُذِ الْقَلِيلَ وَكُنْ كَأَنَّكَ لَمْ تَبِعْ ۔۔۔ مَا صُنْتَهُ وَكَأَنَّنَا لَمْ نَشْتَرِ

(تو نے جلدی کی تو ہمارے احسان کی تیز بارش کے بجائے بوندا باندی ہوئی اور اگر تو مہلت دیتا تو یہ کم بارش نہ ہوتی۔ پس یہ تھوڑا سا لے لے اور یہ فرض کر کہ جو تو نے محفوظ کر رکھا تھا اسے نہیں بیچا اور نہ ہی ہم نے خریدا ہے)۔

علامہ مجلسیؒ نے بعض معتبر کتب سے نقل کیا ہے جس میں ایک شخص سے روایت ہے جس کا نام نجیح تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے امام حسنؑ کو دیکھا وہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے سامنے ایک کتا کھڑا تھا۔ جب آپ اپنے لیے لقمہ اٹھاتے تو دوسیا لقمہ کتے کی طرف پھینکتے۔ میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول کیا اجازت ہے کہ میں اس کتے کو آپ کے کھانے سے دور کر دوں۔ آپ نے فرمایا اسے رہنے دو کیونکہ مجھے خداوند عالم سے شرم آتی ہے کہ ایک جاندار چیز میرے چہرے کی طرف دیکھے اور میں خود تو کھاؤں لیکن اسے نہ کھلاؤں اور یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے ایک غلام نے خیانت کی کہ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق تھا۔ حضرت نے چاہا کہ اسے تادیب کریں۔ غلام نے کہا والکاظمین الغیظ اور غصہ کو پی جانے والے حضرت نے فرمایا۔ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ اس نے کہا والعافین عن الناس اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے کہا واللہ یحب المحسنین اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا، میں نے تجھے آزاد کیا اور جو کچھ میں تجھے دیا کرتا تھا اس کا دگنا تیرے لیے مقرر کیا ابن شہر آشوب نے محمد بن اسحاق کی کتاب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے بعد کوئی شخص شرافت و عظمت میں امام حسنؑ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اور کبھی کبھی آپ کے لیے گھر کے دروازہ پر فرش بچھا دیا جاتا اور آپ وہاں بیٹھ جاتے اور جو لوگ وہاں سے گزرنا چاہتے آپ کی جلالت و عظمت کی وجہ سے رک جاتے اور وہاں سے عبور نہ کرتے یہاں تک کہ گلی کا راستہ آمد و رفت سے بند ہو جاتا۔ جب آپ یہ محسوس کرتے تو گھر کے اندر چلے جاتے اور لوگ منتشر ہو جاتے اور اپنے اپنے کام پر چلے جاتے اور اسی طرح حج کے راستہ میں جو شخص آپ کو پیدل چلتے ہوئے دیکھتا آپ کی تعظیم میں وہ پیادہ ہو جاتا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں آپ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں کہ جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

قُلْ لِلْمُقِيمِ بِغَيْرِ دَارِ إِقَامَةٍ ۔۔۔ حَانَ الرَّحِيلُ فَوَدِّعِ الْأَحْبَابَا

إِنَّ الَّذِينَ لَقِيتَهُمْ وَصَحِبْتَهُمْ ۔۔۔ صَارُوا جَمِيعًا فِي الْقُبُورِ تُرَابَا

(اس شخص سے کہہ دو جو دار الاقامہ میں نہیں رہتا (دنیا دار قیام نہیں بلکہ آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے) کہ کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس دوست احباب سے وداع کر لو کیونکہ جن سے تو نے ملاقات کی ہے اور جن کے ساتھ رہا

ہے وہ سب قبروں میں جا کر مٹی ہو گئے ہیں۔)

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ام حسنؑ کی ایک بیٹی فوت ہو گئی تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ افراد نے اس کا تعزیت نامہ لکھا تو حضرت نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اما بعد تمہارا خط مجھے ملا جس میں تم نے فلاں لڑکی کی مجھ سے تعزیت کی تھی اس کی مصیبت کا اجر میں خدا سے چاہتا ہوں اور میں نے قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے اور ابتلاء پر صبر کرتا ہوں۔ بیشک مصائب زمانہ نے میری طرف برا رخ کیا ہے اور نوائب دوراں اور مفارقت دوستاں (کہ جن سے میں الفت رکھتا تھا اور وہ بھائی جن سے مجھے محبت تھی اور جن کے دیکھنے سے میں خوش ہوتا تھا اور ان کی نگاہیں مجھے دیکھ کر روشن ہوتیں) نے مجھے آزردہ کیا ہے پس مصائب زمانہ نے انہیں اچانک آ گھیرا اور موت انہیں چھین کر لے گئی اور انہیں مردوں کے لشکر میں شامل کر دیا پس وہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ہیں بغیر اس کے کہ ان کے درمیان کوئی آشنائی ہو اور بغیر اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور بغیر اس کے کہ انہیں ایک دوسرے سے کوئی فائدہ ہو اور ایک دوسرے کی زیارت کریں حالانکہ ان کے گھر ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔ ان کے ابدان کے گھر اپنے ساتھیوں سے خالی ہو گئے ہیں اور دوست و احباب ان سے دور ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کے گھروں جیسے گھر اور ان کے قرارگاہ جیسے کاشانے نہیں دیکھے۔ وہ وحشت انگیز گھروں میں رہتے ہیں اور اپنے مالوف و مانوس گھروں سے دور ہو گئے ہیں اور ان کے دوست دشمنی کے بغیر ان سے جدا ہو گئے ہیں اور انہیں بوسیدہ و کہنہ ہونے کے لیے قبر کے گڑھوں میں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ میری لڑکی ایک کنیز تھی اپنے مالک کی اور اپنے راستے پر گئی جس پر گزشتہ لوگ جا چکے ہیں اور آئندہ جائیں گے۔ والسلام

تیسری فصل

امام حسن مجتبیٰؑ کے بعض حالات کے بارے میں

جو حضرت امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے اور جو معاویہ کے ساتھ حضرت کے صلح کرنے کے اسباب جاننا چاہیے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی عصمت اور جلالت کے ثابت ہو جانے کے بعد جو کچھ ان سے واقع ہو مومنین کو چاہیے کہ وہ اسے تسلیم کریں اور اس کے مطیع و منقاد رہیں اور اس پر شبہ و اعتراض نہ کریں کیونکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ان پر اعتراض کرنا خدا پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ معتبر روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک صحیفہ آسمان سے رسالتمآبؐ کی طرف بھیجا اور اس صحیفہ پر بارہ مہریں تھیں۔ ہر امام اپنی مہر کو توڑتا اور جو کچھ اس کے اندر (نیچے) تحریر ہوتا اس پر عمل کرتا تو کس طرح جائز ہے کہ انسان اپنی ناقص عقل سے اس گروہ پر اعتراض کرے جو زمین پر خداوند عالم کی حجتیں ہیں ان کی کہی ہوئی بات خدا کی کہی ہوئی ہے اور ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ شیخ صدوق اور شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ بلیغ جو معارف ربانی اور حقائق سبحانی پر مشتمل تھا ادا کیا اور فرمایا ہم اللہ کی وہ جماعت ہیں جو غالب ہے۔ ہم ہی عترت رسولؐ جو تمام لوگوں سے آپ کے زیادہ قریبی ہیں۔ ہم ہی اہل بیت رسالت جو گناہوں اور برائیوں سے معصوم اور پاک ہیں اور ہم ہی ان دو بزرگ چیزوں میں سے ایک کہ جنہیں رسولِ خداؐ اپنی جگہ پر امت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ (بے شک میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔)

ہم ہی جنہیں رسولؐ نے کتاب خدا کا جفت قرار دیا ہے۔ علم قرآن کی تنزیل اور تاویل ہمیں دی ہے اور ہم قرآن کے متعلق یقینی بات کہتے ہیں اور ظن و گمان سے اس کی آیات کی تاویل نہیں کرتے لہٰذا ہماری اطاعت کرو کیونکہ ہماری اطاعت خدا کی طرف سے تم پر واجب ہے اور خدا نے ہماری اطاعت اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے مقرون اور ملا کر بیان کی ہے اور فرمایا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول و اولی الامر کی اطاعت کرو) پھر آپ نے فرمایا آج رات دنیا سے ایک ایسا شخص گیا ہے کہ جس پر گزشتہ لوگ کسی عمل خیر میں سبقت نہیں کر سکے اور اس تک بندگان خدا کسی سعادت میں نہیں پہنچ سکتے۔ بتحقیق وہ رسولِ خدا کی معیت میں جہاد کرتا تھا اور اپنی جان ان پر قربان کرتا تھا اور حضرت اپنا علم دے کر اسے جس طرف روانہ کرتے تھے تو جبرئیل ان کے دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف ہوتا تھا اور اس وقت تک نہیں لوٹتا تھا جب تک خداوند عالم اس کے ہاتھ پر فتح و نصرت نہ دیتا اور اس

رات عالم بقا کی طرف اس شخص نے رحلت کی ہے کہ جس رات حضرت عیسیٰؑ آسمان پر گئے تھے اور جس رات یوشع بن نون وصی موسیٰؑ نے دنیا سے کوچ کیا تھا اور وہ سیم و زر میں سے کچھ نہیں چھوڑ گیا، سوائے سات سو درہم کے کہ جو اس کی بخششوں اور عطیوں سے بچ گئے تھے کہ جن سے وہ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا اور لوگوں کی بھی چیخیں نکل گئیں۔ پھر فرمایا میں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں خدا کی طرف دعوت دینے والے کا فرزند ہوں۔ میں سراج منیر کا بیٹا ہوں میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت خداوند عالم نے اپنی کتاب میں واجب قرار دی اور فرمایا ہے:

قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ

کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے ذی القربیٰ کی مودت کے اور جو نیکی کسب کرے تو ہم اس میں اس کے لیے حسن و نیکی بڑھا دیتے ہیں۔

حسنہ کا لفظ جو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے وہ ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور عبیداللہ بن عباس کھڑے ہو گئے اور کہا اے لوگو! یہ تمہارے پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی ہیں ان کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے اسے قبول کیا اور کہنے لگے یہ بات ہمیں بہت محبوب اور پسند ہے کیونکہ ان کا حق ہم پر بہت کچھ واجب ہے اور لوگوں نے ایک دوسرے سے سبقت کر کے آپ کی خلافت کی بیعت کی اور حضرت نے ان سے ایک شرط کی کہ جس سے میں صلح کروں تمہاری اس سے صلح ہو گی اور جس سے میں جنگ کروں گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ لوگوں نے یہ شرط قبول کی۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن اکیس ماہ مبارک رمضان ۴۰ھ کا ہے اور اس وقت آپ کی عمر سینتیس ۳۷ سال تھی۔ پھر امام حسنؑ منبر سے نیچے اترے۔ اپنے عمال اور کارندے اطراف و اکناف میں بھیجے اور حکام و امراء ہر جگہ نصب کیے اور عبداللہ بن عباس کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ شیخ مفید اور دوسرے محدثین عظام کی روایت کے مطابق جب امیر المومنینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی بیعت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اپنے دو جاسوس بھیجے۔ ایک جو بنی القین میں سے تھا اسے بصرہ کی طرف اور دوسرا جو قبیلہ حمیر سے تھا اسے کوفہ روانہ کیا کہ جو کچھ وہاں ہو اسے تحریر کر کے بھیجیں اور امام حسنؑ کی خلافت کے معاملہ کو بگاڑیں۔ جب امام حسنؑ اس امر پر مطلع ہوئے تو جاسوس حمیری کو بلا کر اس کا سر قلم کر دیا اور بصرہ کی طرف خط لکھا کہ جاسوس قینی کو بھی تلاش کر کے قتل کر دیں۔ اور معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ تو جاسوس بھیجتا ہے اور مکر و حیلے کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تو جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی اس کے لیے تیار ہوں۔ جب معاویہ کو خط ملا تو اس نے نامناسب جواب لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا اور پے در پے حضرت اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی یہاں تک کہ معاویہ ایک بھاری لشکر لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا اور چند جاسوس کوفہ کی طرف منافقین اور خارجیوں کے پاس بھیجے جو امام حسنؑ کے اصحاب میں تھے اور امیر المومنینؑ کی تلوار کے خوف سے مجبوراً اطاعت کیے ہوئے تھے مثلاً عمرو حریث، اشعث بن قیس

شبث بن ربیع اور اس قسم کے لوگ جو منافق اور خارجی تھے اور ہر ایک کو معاویہ نے لکھا کہ اگر امام حسنؑ کو قتل کر دو
تو میں دو لاکھ درہم تجھے دوں گا اور اپنی ایک بیٹی کا رشتہ بھی اور شام کا ایک لشکر تمہاری کمان میں دوں گا اور ان حیلوں
سے اکثر منافقین کو اپنی طرف مائل کر لیا اور حضرتؑ سے منحرف کر دیا یہاں تک کہ حضرتؑ اپنے لباس کے نیچے
زرہ پہن کر ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے نماز کے لیے تشریف لاتے۔ ایک نماز کی حالت میں ایک خارجی نے
آپ کی طرف تیر بھی پھینکا۔ چونکہ آپ نے زرہ پہنی ہوئی تھی لہٰذا وہ موثر نہ ہوا۔ ان منافقین نے معاویہ کو پوشیدہ
طور پر خط لکھا اور اس سے اظہار موافقت کیا۔ پس جب امام حسنؑ کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ عراق کی طرف روانہ ہو چکا
ہے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی دعوت دی۔ آپ کے
اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پس عدی بن حاتم منبر کے نیچے سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے
سبحان اللہ! کتنے بُرے ہو تم لوگ کہ تمہارا امام اور تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند تمہیں جہاد کی دعوت دیتا ہے اور تم اسے
قبول نہیں کرتے۔ تمہارے بہادر و شجاع کہاں گئے ہیں۔ کیا تم لوگ غضب خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار
کی پروا نہیں کرتے۔ پس کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عدی کی موافقت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر سچ
کہتے ہو تو نخیلہ کی طرف چلو جو میرے لشکر کا پڑاؤ ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اپنی کہی ہوئی باتوں پر وفا نہیں کرو گے
جیسا کہ تم نے اس سے وفا نہیں کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمہاری باتوں پر کس طرح اعتماد کر سکتا ہوں حالانکہ
میں نے دیکھا ہے کہ تم نے میرے باپ۔ کے ساتھ کیا کیا۔ پس آپ منبر سے نیچے اترے اور سوار ہو کر لشکر گاہ
کی طرف متوجہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو جنہوں نے اظہار اطاعت کیا تھا ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔ پھر
حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے تم لوگوں نے دھوکا دیا ہے جس طرح مجھ سے پہلے امام کو دھوکا دیا تھا۔ میں نہیں
جانتا کہ میرے بعد کس امام کی معیت میں تم جنگ کرو گے کیا اس شخص کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے جو کبھی بھی خدا و
رسولؐ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے تلوار کے خوف سے اظہار ایمان کیا تھا پھر آپ منبر پر سے نیچے تشریف لائے اور
قبیلہ کندہ کے ایک شخص کے ساتھ کہ جس کا نام حکم تھا چار ہزار کا لشکر معاویہ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ
کیا اور حکم دیا کہ مقام انبار پر رک جانا یہاں تک کہ آپ کا فرمان اسے پہنچے۔ جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اطلاع
ملی تو اس نے اپنا قاصد اس کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ اگر میرے پاس آجاؤ تو شام کا ایک علاقہ تمہیں دے
دوں گا اور پانچ ہزار درہم بھی اس کی طرف بھیجے۔ اس ملعون نے جب یہ رقم دیکھی اور حکومت کی بات سنی تو دین
کو دنیا کے ساتھ بیچ کر وہ رقم لے لی اور اپنے رشتہ داروں اور مخصوص لوگوں میں سے دو سو افراد کے ساتھ حضرتؑ
سے منہ موڑ کر معاویہ سے جا ملا جب یہ خبر حضرتؑ کو پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا کہ اس کندی شخص نے مجھ سے مکر
کیا ہے اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے اور میں کئی مرتبہ تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے معاہدہ میں وفا نہیں تم سب لوگ
دنیا کے بندے ہو اب ایک دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بھی ویسا ہی کرے گا پھر آپ نے قبیلہ

مراد کے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا انبار کی طرف جاؤ اور چار ہزار کے لشکر کے ساتھ جا کر انبار میں رہو اور لوگوں کے سامنے اس سے عہد و پیمان لیے کہ وہ دھوکہ اور فریب نہیں دے گا۔ اس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اس کے باوجود جب وہ روانہ ہوا تو امام حسنؑ نے فرمایا وہ بھی جلد ہی دھوکہ دے جائے گا۔ اور ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو قاصد اور خط اس کی طرف بھیجے اور پانچ ہزار درہم روانہ کیے اور لکھا کہ جس علاقہ کی چاہو تمہیں حکومت ملے گی۔ وہ شخص بھی حضرتؑ سے پھر گیا اور معاویہ کی طرف جا پہنچا۔ جب اس کی اطلاع حضرتؑ کو ملی پھر آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم میں وفا نہیں یہ لو وہ مرادی شخص بھی مجھ سے مکر گیا ہے اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے خلاصہ یہ کہ جب آپ مصمم ارادہ کر چکے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے باہر تشریف لے جائیں تو مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو کوفہ پر اپنا نائب مقرر کیا اور نخیلہ کو لشکر گاہ بنایا اور مغیرہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو تیار کرے تاکہ وہ آپ کے لشکر سے آملیں لوگ تیار ہو کر فوج در فوج روانہ ہوئے اور امام حسنؑ نخیلہ سے کوچ کر کے دیر عبدالرحمٰن تک پہنچے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا یہاں تک کہ لشکر جمع ہو گیا جب لشکر کی گنتی کی گئی تو وہ چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے۔ پھر آپ نے عبیداللہ بن عباس کو قیس بن سعد کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر دے کر دیر عبدالرحمٰن سے معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا عبیداللہ

امیر لشکر ہے اور اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے تو قیس بن سعد امیر لشکر ہوگا اور اگر اس کو کوئی عارضہ درپیش ہو تو سعید قیس کا بیٹا امیر ہے پھر آپ نے عبیداللہ کو وصیت فرمائی کہ قیس بن سعد اور سعید بن قیس کے مشورہ سے خارج نہ ہو اور خود آپ وہاں سے تیاری کر کے ساباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں چاہا کہ اپنے اصحاب کا امتحان لیں اور کفر و نفاق اور بیوفائی ان منافقوں کی دنیا کے سامنے واضح کریں پس آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثنا الٰہی بجالائے پھر فرمایا خدا کی قسم یہ خدا کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ جس کی بنا پر میں امید رکھتا ہوں کہ میں مخلوق خدا کے لیے ساری دنیا سے زیادہ خیر خواہ ہوں اور کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں بغض و کینہ نہیں ہے اور کسی کے متعلق میرے دل میں برا ارادہ نہیں ہے، ہاں اے لوگو! مسلمانوں کا اتفاق جو بہتر ہے اسے تم پسند نہیں کرتے اور ان کا افتراق تمہیں پسند ہے، حالانکہ وہ بدتر ہے۔ افتراق ہے اور جس چیز میں میں تمہاری مصلحت سمجھتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم اپنی مصلحت سمجھتے ہو لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا اور جو رائے میں نے تمہارے لیے پسند کی ہے اسے رد نہ کرنا۔ خداوند عالم مجھے اور تمہیں بخشے اور جو چیز اس کی محبت اور خوشی کا باعث ہے اس کی طرف ہدایت کرے۔ یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے اترے جب ان منافقین نے آپ کی یہ باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے حسن (علیہ السلام) کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا اور خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں پس وہ منافق جو باطن میں خوارج

کا مذہب رکھتے تھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کفر واللہ الرجل خدا کی قسم یہ شخص کافر ہو گیا ہے پس وہ حضرت
کے خلاف بھڑک اٹھے اور آپ کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور جو سامان انہیں وہاں ملا وہ لوٹ لیا یہاں تک کہ
وہ مصلیٰ جو آپ کے نیچے تھا اسے کھینچ لیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ آگے بڑھا اور وہ آپ کے کندھے سے
عبا کھینچ کر لے گیا۔ آپ تلوار گلے میں حمائل کیے ہوئے بیٹھے رہے جبکہ آپ کے کندھے پر ردا نہیں تھی پس
آپ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے گرد تھے وہ
دشمنوں کو آپ سے دفع کرتے تھے۔ آپ مدائن کی طرف روانہ ہوئے جب آپ نے چاہا کہ ساباط (وہ مکان
کے درمیان کا چھپا ہوا راستہ) مدائن کی تاریکیوں سے عبور کریں تو اچانک قبیلہ بنی اسد کا ایک ملعون جسے جراح
بن سنان کہتے تھے آگے بڑھا اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگا اے حسنؑ تو کافر ہو گیا ہے جس
طرح تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیلچہ تھا وہ آپ کی ران پر مارا اور ایک قول ہے کہ
زہر آلود خنجر تھا جو آپ کی ران پر مارا جو ہڈی تک چلا گیا آپ نے شدت تکلیف سے اس کی گردن میں باہیں ڈال
دیں اور دونوں زمین پر گر پڑے پس شیعہ اور موالیوں نے اس ظالم کو قتل کر دیا اور آپ کو ایک چارپائی پر اٹھا
کر مدائن میں سعد بن مسعود ثقفی کے گھر لے گئے۔ یہ سعد آپ کی طرف سے اور آپ سے پہلے امیر المومنینؑ
کی طرف سے مدائن کے والی اور مختار کے چچا تھے پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہنے لگا آؤ حسنؑ کو معاویہ
کے سپرد کر دیں شاید معاویہ عراق کی گورنری ہمیں دیدے۔ سعد کہنے لگا وائے ہو تجھ پر خدا تیرے چہرہ اور رائے
کو قبیح قرار دے میں اب ان کی طرف سے اور ان سے پہلے ان کے والد کی طرف سے والی تھا کیا ان کے حق
احسان کو فراموش کر دوں اور فرزند رسول خداؐ کو معاویہ کے قبضہ میں دیدوں۔ شیعہ حضرات نے جب مختار
کی یہ بات سنی تو چاہا کہ اسے قتل کر دیں بالآخر اس کے چچا کی سفارش سے مختار کی تقصیر معاف کی گئی پس سعد ایک
جراح کو لے آئے اور حضرتؑ کے زخم کا علاج کرایا اور آپ کے اصحاب کی بیوفائی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ
اکثر امراء لشکر نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں جلدی عراق کی طرف آؤ جب تم نزدیک آجاؤ گے
تو ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے اور یہ خبریں امام حسنؑ تک پہنچتی رہتی تھیں۔ قیس بن سعد کا خط بھی حضرتؑ
کو ملا جو کہ عبیداللہ بن عباس کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے گیا تھا جس میں یہ فقرے تحریر تھے کہ جب عبیداللہ
حبوبیہ بستی میں علاقہ مسکن کے بالمقابل ہے معاویہ کے لشکر کے سامنے لشکر کا پڑاؤ ڈال چکا تو معاویہ نے اس کی

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار کوئی دیندار شخص نہیں تھا لیکن اس کی زندگی کے باقی واقعات
یہ بتاتے ہیں کہ وہ محب اہل بیتؑ تھا ان میں جمع مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے بنی امیہ نے اس کی
شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے گھڑا ہے خصوصاً جبکہ ائمہ اہل بیتؑ کے ارشادات بھی اس کی مدح میں موجود
ہیں اور قاتلان سید الشہداء سے اس کا بدلہ لینا اظہر من الشمس ہے واللہ اعلم بالصواب مترجم

طرف قاصد بھیجا اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس نے وعدہ کیا کہ اسے دس لاکھ درہم دے گا جن میں سے آدھے فوراً اور نقد ہوں گے اور باقی آدھے اس وقت جب کوفہ میں داخل ہوگا۔ پس اسی رات عبیداللہ اپنے لشکر سے بھاگ گیا اور معاویہ کے لشکر میں چلا گیا جب صبح ہوئی تو لشکر نے اپنے امیر کو خیمہ میں نہ پایا اور قیس بن سعد کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی اس نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اگر یہ خائن اپنے امام سے خیانت کر گیا ہے تو تم خیانت نہ کرنا اور خدا و رسول کے غضب سے ڈرنا اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کرنا ان لوگوں نے ظاہراً تو قبول کیا لیکن ہر رات ان میں سے گروہ در گروہ بھاگ کر لشکر معاویہ میں جا ملتے تھے پس کلیتہً لوگوں کی اندرونی کیفیت اور بیوفائی امام حسنؑ پر ظاہر ہوگئی اور آپ نے معلوم کر لیا کہ اکثر لوگ منافق ہیں اور جو مخصوص شیعہ اور مومن ہیں وہ اتنے کم ہیں کہ وہ شام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور معاویہ نے بھی صلح و سازگاری کے سلسلہ میں آپ کو خط لکھا اور حضرتؑ کے ساتھ نفاق کرنے والوں کے خطوط بھی بھیجے کہ جو انہوں نے معاویہ کو لکھے تھے اور ان میں اطاعت و انقیاد کا اس سے اظہار کیا تھا ساتھ اپنا خط بھی بھیجا اور اس میں لکھا کہ آپ کے اصحاب نے آپ کے والد کا ساتھ نہیں دیا یہ آپ کا ساتھ بھی نہیں دیں گے یہ ان کے خطوط ہیں۔ جو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ امام حسنؑ نے جب وہ خطوط دیکھے تو سمجھے کہ معاویہ مکر کرنا چاہتا ہے مجبوراً آپ نے معاویہ سے صلح کرنے کا اقدام بہت سے شرائط کے ساتھ کیا جو معاویہ نے مقرر کی تھیں اگرچہ امام حسنؑ جانتے تھے کہ اس کی باتیں جھوٹ اور کذب کے علاوہ کچھ نہیں لیکن چارہ کار نہیں تھا کیونکہ جو لوگ آپ کی مدد کے لیے جمع ہوئے تھے سوائے چند افراد کے سب نفاق کی راہ پر چل رہے تھے۔ اگر معاملہ جنگ پر جا پڑتا تو ان چند مومنین و شیعہ حضرات کا خون پہلے ہی حملہ میں بہہ جاتا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ علامہ مجلسیؒ جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ جب معاویہ کا خط امام حسنؑ کے پاس پہنچا اور آپ نے معاویہ اور اپنے منافق ساتھیوں کے خطوط پڑھے اور عبیداللہ کے بھاگ جانے اور اپنے لشکر کے سستی کرنے اور ان کے نفاق پر مطلع ہوئے تو پھر بھی اتمام حجت کے لیے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ مکر و فریب کر رہے ہو لیکن تم پر حجت تمام کرنا چاہتا ہوں کل فلاں مقام پر جمع ہو جانا اور بیعت نہ توڑنا اور عقوبات خداوندی سے ڈرنا پس آپ نے اس جگہ پر دس دن توقف کیا چار ہزار افراد سے زیادہ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے تعجب ہے تم ایسے لوگ ہو کہ جن میں شرم و حیا ہے اور نہ دین ہے۔ وائے ہو تم پر خدا کی قسم معاویہ مجھے قتل کرنے کے سلسلہ میں جن چیزوں کا ضامن بن رہا ہے ان میں وہ تم سے وفا نہیں کرے گا میں چاہتا تھا تمہارے لیے دین حق کو قائم کروں۔ تم نے میری مدد نہیں کی میں خدا کی عبادت اکیلا کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم جب میں امر حکومت معاویہ کے سپرد کر دوں گا تو تم لوگ بنی امیہ کی حکومت میں کبھی خوشی اور سرور نہیں دیکھو گے۔ وہ تم پر قسم قسم کے عذاب وارد کریں گے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری اولاد ان کی اولاد کے دروازے

پر لھڑی ہے وہ ان سے کھانے پینے کی چیزوں کا سوال کرے گی اور وہ نہیں دیں گے خدا کی قسم اگر میرے مددگار ہوتے تو میں امر حکومت معاویہ کے سپرد نہ کرتا کیونکہ میں خدا اور رسولؐ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خلافت بنی امیہ پر حرام ہے پس تف ہے تمہارے لیے اے دنیا کے غلامو! عنقریب تم اپنے اعمال بد کا وبال و عذاب دیکھو گے۔ جب حضرتؑ اپنے اصحاب سے مایوس ہو گئے تو معاویہ کو لکھا میں چاہتا ہوں کہ حق زندہ کروں اور باطل کو مٹا دوں اور کتاب خدا اور سنت رسولؐ جاری کروں لیکن لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا اب چند شرائط پر تجھ سے صلح کرتا ہوں باوجودیکہ میں جانتا ہوں تو ان شرائط کو پورا نہیں کرے گا۔ پس اس پادشاہی پر خوش نہ ہو جو تجھے مل گئی ہے عنقریب تو اس پر پشیمان ہو گا۔ جس طرح دوسرے لوگ جنہوں نے خلافت غصب کی ہے اور پشیمان ہوئے ہیں اور اب پشیمانی ان کے لیے سود مند نہیں پھر آپ نے چچا زاد عبداللہ بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اس سے عہد اور پیمان لے اور صلح نامہ تحریر کرے صلحنامہ اس طرح لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسن بن علیؑ نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ صلح کی کہ وہ اس سے متعرض نہیں ہوں گے بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا، سنت رسول اللہؐ کے مطابق عمل کریگا اور اچھے خلفاء کی سیرت پر عمل کرے گا اور اپنے بعد وہ کسی کو اس امر کے لیے معین نہیں کرے گا اور لوگ دنیا کے جس حصہ میں ہوں گے۔ شام و عراق و حجاز و یمن میں وہ اس کے شر سے محفوظ ہوں گے۔ اصحاب شیعان علی بن ابی طالبؑ معاویہ سے اپنی جان مال عورتوں اور اولاد کے سلسلہ میں مامون ہوں گے اور ان شرائط پر خدا کا عہد و پیمان لیا گیا ہے اور اس پر عہد لیا گیا ہے کہ معاویہ امام حسن بن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور باقی اہل بیتؑ اور رسول خداؐ کے رشتہ داروں کے متعلق کوئی مکر و فریب نہیں کرے گا اور آشکار و پنہاں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ ان میں سے کسی کو زمین کے کسی حصہ میں خوفزدہ نہیں کرے گا۔ یہ کہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم نہیں کرے گا اور نماز کے قنوت میں حضرت اور آپ کے شیعوں کو ناسزا کلمات نہیں کہے گا جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ جب صلح نامہ لکھا گیا تو خدا و رسولؐ کو اس پر گواہ بنایا اور اس پر عبداللہ بن حارث، عمرو بن ابی سلمہ، عبداللہ بن عامر، عبدالرحمٰن بن سمرہ اور دوسرے لوگوں کی گواہی لکھی گئی۔ صلح ہو گئی تو معاویہ کوفہ کی طرف متوجہ ہوا اور جمعہ کے دن نخیلہ میں جا اترا اور وہاں نماز پڑھی اور خطبہ دیا اور اس خطبہ کے آخر میں کہا کہ میں نے تم سے جنگ اس لیے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزے رکھو یا زکوٰۃ ادا کرو بلکہ میں نے تو جنگ اس لیے کی ہے کہ تم پر حکومت کروں اور وہ خدا نے مجھے دے دی ہے اگرچہ تم نہیں چاہتے تھے اور چند شرائط میں نے حسنؑ سے طے کی ہیں جو سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں میں ان میں سے کسی شرط کو پورا نہیں کروں گا پس وہ کوفہ میں داخل ہوا اور چند دن کوفہ میں رہنے کے بعد مسجد میں آیا اور امام حسنؑ سے کہا کہ منبر پر جا کر لوگوں سے کہہ دیں کہ خلافت میرا (معاویہ) حق ہے جب حضرتؑ منبر پر تشریف لے گئے تو حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور رسالتؐ پناہ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگو! بہترین زیرکی اور عقلمندی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور بدترین حماقت فسق و فجور اور خدا کی معصیت ہے۔ اے لوگو! اگر جابلقا اور جابرسا کے درمیان کسی ایسے

شخص کو تلاش کرو کہ جس کا نانا رسولِ خداؐ ہو تو وہ میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ نہیں پاؤ گے۔ خدا نے تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہدایت کی لیکن تم اہلِ بیتِ رسولؐ سے دست بردار ہو گئے۔ تحقیق معاویہ نے مجھ سے ایک ایسے امر میں نزاع اور جھگڑا کیا ہے جو میرے ساتھ مخصوص تھا اور میں اس کا سزاوار ہوں چونکہ میرے مددگار نہیں تھے لہٰذا میں اس سے دست بردار ہو گیا اس امت کی فلاح و بہبود کے لیے اور تمہاری جانوں کی حفاظت کی خاطر۔ تم لوگوں نے مجھ سے بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کر دوں تم صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں تم جنگ کرو گے۔ میں نے امت کی مصلحت اس میں سمجھی ہے کہ اس سے صلح کر لوں اور تمہارے خون کی حفاظت اس بہانے سے بہتر سمجھی ہے۔ غرض تمہاری بھلائی تھی اور جو کچھ میں نے کیا ہے یہ ہے اس شخص کے لیے حجت۔ جو اس امر کا مرتکب ہوگا اور یہ مسلمانوں کے لیے فتنہ ہے اور تھوڑا سا نفع حاصل کرنا ہے۔ پس معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے تقریر کی اور امیر المؤمنینؑ کے حق میں بدگوئی کی۔ امام حسینؑ کھڑے ہوئے تاکہ اس کا جواب دیں۔ امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں بٹھا دیا اور خود کھڑے ہوئے اور فرمایا اے وہ شخص جو علیؑ کا ذکر کرتا ہے اور مجھے برا بھلا کہتا ہے میں حسنؑ ہوں۔ میرا باپ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ تو معاویہ ہے۔ تیرا باپ صخر ہے۔ میری ماں فاطمہؑ ہے اور تیری ماں ہندہ ہے۔ میرا نانا رسولِ خداؐ ہے اور تیرا جد حرب ہے۔ میری جدہ (نانی) خدیجہؑ ہے اور تیری جدہ فتیلہ ہے۔ پس خدا لعنت کرے ہر اس شخص پر جو ہم دونوں میں سے زیادہ گمنام ہو، جس کا حسب نسب پست ہو، جس کا کفر قدیمی ہو جس میں نفاق زیادہ ہو اور جس کا حق اسلام اور اہلِ اسلام پر کمتر ہو پس تمام اہلِ مجلس نے گونج کر کہا آمین۔

روایت ہے کہ جب معاویہ اور امام حسنؑ کے درمیان صلح ہو گئی تو معاویہ نے امام حسینؑ پر زور دیا کہ وہ بیعت کریں تو امام حسنؑ نے معاویہ سے فرمایا کہ ان سے تعرض نہ کر کیونکہ وہ بیعت نہیں کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں اور وہ شہید نہیں ہو سکتے جب تک ان کے سب اہلِ بیت شہید نہ ہوں اور ان کے اہلِ بیت شہید نہیں ہوں گے جب تک اہلِ شام کو قتل نہ کریں۔ پھر قیس بن سعد کو بلایا کہ وہ بیعت کرے اور وہ بہت قوی تنومند اور بلند قامت جوان تھا۔ جب وہ بڑے گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر لگتے۔ پس قیس بن سعد نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ میں معاویہ سے ملاقات نہیں کروں گا مگر یہ کہ میرے اور اس کے درمیان نیزہ اور تلوار ہوں گے۔ معاویہ نے اس کی قسم پوری کرنے کے لیے نیزہ اور تلوار منگوائی اور اسے بلایا۔ وہ چار ہزار افراد کے ساتھ چلا گیا اور معاویہ کا مخالف تھا۔ جب دیکھا کہ امام حسنؑ نے صلح کر لی ہے تو بہت مضطرب ہوئے۔ معاویہ کی مجلس میں آئے۔ امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرتؑ سے پوچھا بیعت کر لوں۔ حضرتؑ نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا امام وہ ہیں اور معاملہ ان کے اختیار میں ہے جتنا کہتے تھے وہ ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا یہاں تک کہ معاویہ کرسی سے اترا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دوسری روایت ہے کہ جب امام حسنؑ نے اس کو حکم دیا تو بیعت کر لی۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو لوگ آپ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور بعض نے اس پر آپ کو ملامت کی تو حضرت نے فرمایا تم پر وائے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے لیے میں نے کیا کام کیا ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ ہمارے شیعوں کے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میری اطاعت تم پر واجب ہے اور میں جوانان جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں رسول خدا کی نص کی رو سے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ موسیٰ کے غضب کا باعث ہوا۔ چونکہ موسیٰ پر اس کی وجہ حکمت مخفی تھی اور جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ خدا کے نزدیک عین حکمت تھا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے خلیفہ کی بیعت نہ ہو مگر ہمارے قائم کہ جن کے پیچھے حضرت عیسیٰ آکر نماز پڑھیں گے (مترجم کہتا ہے کہ روایت ظاہراً درایت کے خلاف ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر امام حسین شہید کیوں ہوتے اور اکثر آئمہ کی زندگی کیوں قید خانوں میں گزرتی۔ یہ تو واضح تھا کہ اگر اہل بیت طہارت میں سے کوئی چاہے جبراً ہی کسی کی بیعت کر لیتا تو پھر اس خلیفہ کو یہ کھٹکا نہ رہتا کہ یہ میری مخالفت کا علم بلند کریں گے۔ ظاہراً یہ الفاظ کلام امام میں داخل کیے گئے ہیں۔ واللہ العالم۔ مترجم)

چوتھی فصل

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

معلوم ہونا چاہیے کہ اس امام مظلوم کی شہادت میں اختلاف ہے۔ بعض ماہ صفر کی سات سنہ ۵۰ھ اور بعض اسی ماہ کی اٹھائیس تاریخ بتلاتے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک کے سلسلہ میں بھی اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے سینتالیس سال تھی جیسا کہ صاحب کشف الغمہ نے ابن خشاب کی روایت سے حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف وفات کے وقت سینتالیس سال تھی۔ حضرت اور ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کے درمیان مدت حمل کا فاصلہ چھ مہینے ہے اور امام حسنؑ اپنے جد بزرگوار رسول خدا کے ساتھ سات سال رہے۔ ان کے بعد جناب امیرالمومنینؑ کے ساتھ تیس سال گزارے۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد دس سال زندگی گزاری۔ قطب راوندی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے اہل بیتؑ سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید ہوں گا۔ رسول خداؐ کی طرح وہ پوچھتے کہ یہ کام کون کرے گا۔ تو فرماتے کہ میری بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس۔ معاویہ مخفی طور پر اس کے پاس زہر بھیجے گا اور اسے حکم دے گا کہ وہ زہر مجھے کھلائے۔ وہ کہتے کہ پھر اسے گھر سے نکال دیجئے اور اپنے سے دور رکھئے تو فرماتے کہ کیسے میں اس کو گھر سے نکال دوں، ابھی تک تو اس سے یہ کام سرزد نہیں ہوا اور اگر اس کو نکال دوں تو اس کے علاوہ مجھے کوئی قتل نہیں کرے گا اور وہ لوگوں کے سامنے عذر پیش کرے گی کہ بے جرم و خطا مجھے گھر سے نکال دیا ہے پس ایک مدت کے بعد معاویہ نے بہت سا مال زہر قاتل کے ساتھ جعدہ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ یہ زہر امام حسنؑ کو کھلا دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کروں گا۔ پس اس خبیثہ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت کو زہر دے۔ ایک دن امام حسنؑ روزہ سے تھے۔ دن سخت گرم تھا اور پیاس نے آپ پر اثر کیا ہوا تھا۔ افطار کے وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ وہ عورت شربت شیر آپ کے لیے لائی۔ اس میں وہ زہر ڈال رکھا تھا۔ وہ حضرت کو دیا۔ جب آپ نے اسے نوش فرمایا اور زہر کو محسوس کیا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور خداوند عالم

کی حمد کی کہ اس جہان فانی سے جہان جاودانی کی طرف لے جا رہا ہے۔ فرمایا اب میری اپنے نانا، باپ، ماں، اور دو چچاؤں جعفرؑ و حمزہؑ سے ملاقات ہوگی۔ پھر آپ نے جعدہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا، اے دشمن خدا تو نے مجھے قتل کیا ہے خدا تجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم میرا نعم البدل تجھے نہیں مل سکے گا اس شخص نے تجھے دھوکا دیا۔ خدا تجھے اور اس کو اپنے عذاب سے رسوا و ذلیل فرمائے۔ پس حضرتؑ دو دن درد و الم میں مبتلا رہے اور اس کے بعد اپنے جد بزرگوار اور پدر عالیمقدار سے جا ملے۔ معاویہ نے اس ملعونہ کے ساتھ اپنے وعدے پورے نہ کیے۔ ایک روایت ہے کہ وہ مال تو دے دیا جس کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کی شادی یزید سے نہ کی اور کہا جس نے حسنؑ سے وفا نہیں کی وہ یزید سے بھی وفا نہیں کرے گی۔ شیخ مفید رضوان اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہو گئی تو حضرتؑ مدینہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ ضبط سے کام لیتے رہے۔ اپنے گھر میں رہے اور اپنے خدا کے حکم کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال گزر گئے۔ معاویہ نے چاہا کہ اب اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے۔ چونکہ یہ بات اس صلح کے خلاف تھی جو اس نے امام حسنؑ سے کی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے اور حشمت و جلال امام حسنؑ اور لوگوں کے آپ کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے بھی معاویہ کو خطرہ تھا۔ پس اس نے یک دلی اور یکجہتی سے پختہ ارادہ کیا کہ حضرتؑ کو قتل کرے۔ اس نے بادشاہ روم سے زہر منگوایا اور ایک لاکھ درہم کے ساتھ وہ زہر جعدہ بنت اشعث بن قیس کے پاس بھیجا اور ضمانت دی کہ اگر جعدہ حضرتؑ کو یہ زہر دے دے اور زہر سے آپ کو شہید کر دے تو اس کو یزید کے نکاح میں لے آئے گا۔ لہٰذا جعدہ نے مال کے لالچ اور اس جھوٹے وعدہ کی بنا پر شربت میں ملا کر آپ کو زہر دے دیا۔ حضرتؑ چالیس دن تک حالت بیماری میں زندہ رہے اور پے در پے وہ زہر آپ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کا سن مبارک اڑتالیسؓ سال تھا اور مدت خلافت و امامت دس سال۔ آپ کے بھائی امام حسینؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اپنی دادی جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ کتاب احتجاج میں روایت ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ نے ہماری گردنیں خم کرا دیں اور ہم شیعوں کو بنی امیہ کا غلام بنا دیا۔ آپ نے فرمایا، کس طرح؟ وہ کہنے لگا چونکہ آپ نے خلافت معاویہ کے سپرد کر دی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر میرے مددگار ہوتے تو میں رات دن اس سے جنگ کرتا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان حکم کرتا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا۔ ان کا امتحان کیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ میرے کام کے نہیں ان کے عہد و پیمان میں وفا نہیں اور ان کی گفتار و کردار پر اعتماد نہیں۔ ان کی زبان میرے ساتھ اور دل بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ حضرتؑ یہ بات کر رہے تھے کہ اچانک آپ کے

حلق سے خون آیا۔ آپ نے طشت منگوا کر زمین پر نیچے رکھا۔ پے در پے آپ کے حلق مبارک سے خون آتا رہا یہاں تک کہ
وہ طشت خون سے پر ہو گیا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا ہے۔ فرمایا معاویہ نے زہر بھیجا تھا جو
مجھے پلا دیا گیا ہے اور وہ میرے جگر تک پہنچ گیا ہے۔ یہ خون جو تم طشت میں دیکھ رہے ہو میرے جگر کے ٹکڑے
ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ علاج کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا دو مرتبہ پہلے مجھے زہر دیا گیا ہے اس کا علاج
کیا ہے۔ یہ تیسری مرتبہ ہے جو کہ قابل علاج و دوا نہیں اور صاحب کفایۃ الاثر سند معتبر کے ساتھ جنادہ بن ابی امیہ سے
روایت کرتا ہے کہ میں امام حسنؑ کی اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے رحلت فرمائی حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ کے
سامنے طشت رکھا ہے اور آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس میں گر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا، مولا آپ اپنا علاج
کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا، اے بندۂ خدا موت کا کس چیز سے علاج کیا جائے۔ میں نے کہا انا للہ و انا الیہ
راجعون تو آپ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ رسول خداؐ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپؐ کے بعد بارہ خلیفہ اور
امام ہوں گے کہ جن میں سے گیارہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں اور وہ سب تلوار یا زہر سے شہید ہوں گے۔ پس
آپ کے قریب سے طشت اٹھا دیا گیا۔ حضرتؑ رونے لگے۔ میں نے عرض کی اے فرزند رسولؐ مجھے وعظ و نصیحت
کیجیے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں اِسْتَعِدَّ لِسَفَرِكَ وَحَصِّلْ زَادَكَ قَبْلَ حُلُوْلِ اَجَلِكَ۔ فرمایا سفر آخرت کے لیے تیار ہو
جاؤ اور اس سفر کا زاد راہ اجل کے آنے سے پہلے حاصل کر لو ـــــ جان لو کہ تم دنیا کو طلب کرتے ہو اور موت
تمہیں تلاش کرتی ہے جو دن ابھی نہیں آیا اس کے غم و اندوہ کا بوجھ اس دن پر نہ ڈالو جس میں تم ہو اور جان لو کہ دنیا
کے حلال میں حساب اور اس کے حرام میں عقاب ہے، اور اس کے مشتبہات کے ارتکاب میں عقاب و سرزنش ہے
پس دنیا کو اپنے نزدیک ایک مردار فرض کرو اور اس سے صرف اتنا لو جو تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ وہ مال حلال
ہے تو تم نے اس میں   اختیار کیا اور اگر حرام ہے تو اس کے بوجھ اور گناہ سے محفوظ رہا کیونکہ جتنا تو لے گا وہ
تو تیرے لیے حلال ہے جس طرح کہ ضرورت کے وقت مردار حلال ہوتا ہے اور اگر عتاب ہوا بھی تو وہ بہت تھوڑا ہو گا
اور دنیا کے لیے اس طرح کام کر گویا تو اس میں ہمیشہ رہے گا اور آخرت کے لیے اس طرح کام کر گویا کل مر جائے گا۔ اگر
تو چاہتا ہے کہ قوم و قبیلہ کے بغیر تو عزت دار رہے اور سلطنت و حکومت کے بغیر تیری عزت ہو تو گناہ کی ذلت
سے نکل کر اطاعت خدا کی عزت کی طرف ہو جا۔ اس قسم کے مواعظ اور باتیں کیں یہاں تک کہ آپ کا سانس رک
گیا اور رنگ مبارک زرد ہو گیا۔ پس امام حسینؑ اسود بن ابوالاسود کے ساتھ دروازے سے آئے اور اپنے بھائی
کو گلے لگایا اور ان کے سر اور پیشانی کے بوسے لیے۔ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ بہت سی راز کی باتیں ایک دوسرے سے
کرتے رہے۔ پھر اسود نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ گویا اسے امام حسنؑ کی وفات کی خبر ہو گئی تھی۔ پس آپ نے
امام حسینؑ کو اپنا وصی قرار دیا اور ان سے اسرار امامت کہے اور ودائع خلافت ان کے سپرد کیے اور آپ کی روح مقدس

نے ریاض قدس کی طرف پرواز کی (یہ واقعہ) جمعرات کے دن آخر ماہ صفر ۵۰ھ کو ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف سینتالیس۴۷ سال تھی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ شیخ طوسی اور دوسرے علماء کی روایت کے مطابق جب امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور دنیا سے کوچ کرنے کے آثار آنجناب پر ظاہر ہوئے تو امام حسینؑ ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے بھائی آپ اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں خود کو آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں دیکھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اپنی اجل سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور میں اپنے بابا اور نانا کے پاس جارہا ہوں۔ تمہاری دوستوں اور بھائیوں کی جدائی پسند نہیں کرتا اور اپنی اس گفتگو سے میں استغفار کرتا ہوں بلکہ میں جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنے نانا رسول خدا اور بابا امیرالمومنینؑ اور والدہ گرامی فاطمہ زہراؑ اور دونوں چچا حمزہ و جعفر صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے ملاقات کروں۔ خدا ہر جانے والے کا بدل ہے اور خدا کا ثواب ہر مصیبت کی تسلی اور وہ ہر فوت ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے اور ہاں بھائی میں نے اپنے جگر کو طشت میں دیکھا ہے مجھے معلوم ہے کہ کس شخص نے یہ سلوک مجھ سے کیا ہے۔ کون اس کا ذمہ دار ہے۔ اگر تمہیں بتا دوں تو کیا کرو گے امام حسینؑ نے عرض کیا میں اسے قتل کردوں گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا پس میں تمہیں نہیں بتاتا یہاں تک کہ میں اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے ملاقات کرلوں لیکن اے بھائی میرا وصیت نامہ اس طرح لکھو کہ یہ وصیت ہے حسنؑ بن علیؑ کی اپنے بھائی حسین بن علیؑ کو میں وصیت کرتا ہوں کہ میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں کہ جس کا خدائی میں کوئی شریک نہیں اور وہ لائق پرستش ہے اور معبود ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے جو معین و مددگار کا محتاج نہیں، تمام چیزوں کو اس نے خلق کیا ہے، ہر چیز کی تقدیر اس نے کی ہے۔ وہ ان سے عبادت کے زیادہ لائق ہے جن کی عبادت کی جاتی ہے اور جن کی تعریف کی جاتی ہے ان سے زیادہ حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ جو اس کی اطاعت کرے وہ کامیاب ہے اور جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے وہ گمراہ ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ ہدایت پاتا ہے پس اے حسینؑ وصیت اور سفارش کرتا ہوں تجھے ان کے حق میں کہ جنہیں اپنے بعد چھوڑے جارہا ہوں اپنے اہل اور اولاد اور تیرے اہل بیت کے حق میں کہ ان میں سے غلطی کرنے والوں سے درگزر کرنا اور نیکوکاروں کی نیکی کو قبول کرنا اور ان کے لیے میرا قائم مقام اور ان پر مہربان باپ ہو کر رہنا اور یہ کہ مجھے رسالت پناہ کے پاس دفن کرنا میں حضرتؐ کے گھر پر ان لوگوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں جو آپ کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ حالانکہ خداوند عالم نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے:۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتَ النَّبِیِّ إِلَّا أَن یُؤْذَنَ لَکُمْ اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں اجازت نہ ملے۔ خدا کی قسم حضرت رسولؐ اکرم نے انہیں اپنی

زندگی میں اجازت نہیں دی تھی کہ وہ اذن کے بغیر آپ کے گھر میں داخل ہوں اور نہ انہیں اجازت دے گئے تھے اپنی وفات کے بعد کے لیے لیکن ہمیں اذن ہے اور اجازت ہے کہ ہم ہر اس چیز میں تصرف کریں جو ہمیں وراثۃً آپ سے ملی ہے۔ پس اے بھائی اگر وہ عورت مانع ہو تو تجھے میں قرابت و رحم کی قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازے پر بالکل خون خرابہ نہ ہو تاکہ میں رسولِ خداؐ سے ملاقات کروں۔ ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کروں۔ ان چیزوں کی شکایت کروں جو آپ کے بعد لوگوں سے میں نے برداشت کی ہیں۔ کافی وغیرہ کی روایت کے مطابق فرمایا پھر میرا جنازہ بقیع کی طرف لے جانا اور میری ماں فاطمہ علیہا السلام کے پاس مجھے دفن کر دینا۔

جب آپ اپنی وصیتوں سے فارغ ہوئے تو دنیا کو الوداع کہہ کر بہشت کو سدھارے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرتؑ نے عالم لقاء کی طرف رحلت کی تو امام حسینؑ نے مجھے، عبداللہ بن جعفر اور میرے بیٹے علی کو بلایا اور حضرتؑ کو غسل دیا اور چاہا کہ روضہ منورہ رسولِ خداؐ کا دروازہ کھول کر آپ کو وہاں لے جائیں تو مروان، آل ابوسفیان اور اولاد عثمان جمع ہوئے اور مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ عثمان مظلوم تو بقیع کی بدترین جگہ میں دفن ہوئے اور حسن رسولِ خداؐ کے ساتھ دفن ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوگا جب تک نیزے اور تلواریں نہ ٹوٹ جائیں اور ترکش تیروں سے خالی نہ ہو جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مکہ کو حرم محترم قرار دیا ہے حسنؑ جو علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند ہیں وہ رسولِ خداؐ اور اس کے گھر کے زیادہ حقدار ہیں ان لوگوں سے جو بغیر اجازت کے وہاں داخل ہوئے اور خدا کی قسم وہ اس سے بھی زیادہ سزاوار ہیں جو گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے تھا جس نے ابوذر کو مدینہ سے نکالا اور عمار و ابن مسعود کے ساتھ جو کچھ کیا اور جس نے مدینہ کے اطراف اور اس کی چراگاہوں کو قرق کر لیا اور رسول خداؐ کے جلا وطن کیے ہوئے اشخاص کو پناہ دی۔ دوسری روایات کے مضامین کے مطابق مروان اپنے خچر پر سوار ہو کر اس عورت کے پاس گیا اور کہا کہ حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو لایا ہے تاکہ اسے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ دفن کرے آؤ اور اس کو روکو۔ پس مروان اپنے خچر سے اتر آیا اور اس کو خچر پر سوار کیا اور رسولِ خداؐ کی قبر کے پاس لے آیا اور وہ چیخ رہا تھا اور بنی امیہ کو ابھارتا تھا کہ حسنؑ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دو۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ ہم انہیں باتوں میں تھے کہ اچانک ہم نے آوازیں سنیں اور کسی کو آتے دیکھا کہ فتنہ و شر کے آثار اس سے ظاہر تھے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو فلاں عورت چالیس سواروں کے ساتھ آ رہی ہے اور لوگوں کو جنگ کرنے پر اکسا رہی ہے۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مجھے بلایا اور کہنے لگی، اے ابن عباس تم مجھ پر جری ہو گئے ہو۔ ہر روز مجھے تکلیف و آزار پہنچاتے ہو اور چاہتے ہو میرے گھر میں اس شخص کو داخل کرو جس کو میں دوست نہیں رکھتی اور نہ اسے چاہتی ہوں۔ میں نے کہا، ہائے افسوس ایک دن اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور ایک دن خچر پر اور چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھائے اور دوستانِ خدا کے ساتھ جنگ کرے اور رسولِ خداؐ

اور ان کے حبیب و دوست کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ پس وہ عورت قبر کے قریب آئی اور اپنے آپ کو خچر سے گرا دیا اور چلانے لگی خدا کی قسم میں حسنؑ کو یہاں دفن نہیں ہونے دوں گی جب تک ایک بال میرے سر پر ہے اور دوسری روایت ہے کہ حضرتؑ کے جنازہ پر تیروں کی بارش کی گئی یہاں تک کہ ستر تیر آپ کے جنازہ سے نکالے گئے۔ پس بنی ہاشم نے چاہا کہ تلواریں نیام سے نکالیں اور جنگ کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا تمہیں میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور ایسا نہ کرنا کہ خون بہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے خطاب کیا کہ میرے بھائی کی وصیت نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ میں کس طرح انہیں رسولِ خدا کے پاس دفن کرتا ہوں اور تمہاری ناک خاک میں رگڑتا ہوں۔ پس حضرتؑ کا جنازہ اٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے چلے اور انہیں ان کی دادی جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے پاس دفن کیا۔ ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ بقیع کی طرف لے چلے اور فتنہ کی آگ بجھ گئی تو مروان نے بھی تشییع جنازہ کی اور امام حسنؑ کے تابوت کو کندھا دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کیا امام حسنؑ کے جنازہ کو تو اٹھا رہا ہے، حالانکہ خدا کی قسم ہمیشہ میرے بھائی کے دل کو ان کی زندگی میں تو خون سے پر کرتا رہا اور ہمیشہ انہیں غیظ و غضب کے گھونٹ پلاتا رہا۔ مروان نے کہا میں یہ معاملہ ایسے شخص سے کرتا تھا جس کا علم و بردباری پہاڑوں کے برابر تھا۔ ابن شہر آشوب روایت کرتے ہیں کہ جس وقت امام حسنؑ کے بدن مبارک کو لحد میں رکھا گیا تو امام حسینؑ نے چند اشعار کہے جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

أَأَدْهُنُ رَأْسِي أَمْ أُطَيِّبُ مَحَاسِنِي ۔۔۔ وَرَأْسُكَ مَعْفُورٌ وَأَنْتَ سَلِيبُ

بُكَائِي طَوِيلٌ وَالدُّمُوعُ غَزِيرَةٌ ۔۔۔ وَأَنْتَ بَعِيدٌ وَالْمَزَارُ قَرِيبُ

کیا میں اپنے سر میں تیل لگاؤں اور داڑھی کو خوشبودار کروں حالانکہ آپ کا سر خاک آلود ہے۔ آپ ہم سے چھین لیے گئے ہیں۔ میرا رونا طویل اور آنسو زیادہ ہیں۔ آپ دور چلے گئے ہیں حالانکہ زیارتگاہ تو نزدیک ہے۔

آپ پر گریہ کرنے اور زیارت کی فضیلت

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب میرے بیٹے حسنؑ کو زہر سے شہید کریں گے تو سات آسمانوں کے فرشتے اس پر گریہ کریں گے اور تمام چیزیں اس پر روئیں گی یہاں تک کہ فضا کے پرندے اور دریا کی مچھلیاں۔ جو شخص حسنؑ پر روئے گا اس کی آنکھ اس دن اندھی نہیں ہوگی جس دن آنکھیں بے نور ہو جائیں گی اور جو شخص اس کی مصیبت پر اندوہناک اور غمگین ہوگا تو اس کا دل اس دن غمناک نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل اندوہناک ہوں گے اور جو شخص بقیع میں اس کی زیارت کرے گا وہ پل صراط پر اس وقت ثابت قدم رہے گا جس وقت لوگوں کے قدم اس پر پھسلیں گے۔

پانچویں فصل

شہادت امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی سرکشی کا بیان

شیعیان علی بن ابی طالبؑ کے قتل کرنے اور ان کے لوٹنے کے سلسلہ میں

مخفی نہ رہے کہ جب تک امام حسنؑ اس جہانِ فانی میں زندہ رہے معاویہ میں یہ جرأت نہ تھی کہ شیعیانِ علیؑ کو اپنی دلی آرزو کے مطابق ہلاک کرے کیونکہ دوست و دشمن کے دل امام حسنؑ کی حشمت و ہیبت سے پُر تھے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی شفقت و محبت تھی اور جو صلح نامہ آپ نے معاویہ سے کیا تھا اس کی بنا پر ہمیشہ لوگ آپ کو ملامت کا نشانہ بناتے اور اپنے حق کے طلب کرنے اور معاویہ سے جہاد کرنے پر اکساتے تھے۔ معاویہ ڈرا ہوا تھا لہٰذا وہ شیعوں کے ساتھ مدارات اور نرمی سے پیش آتا تھا یہاں تک کہ شیعہ اور آپ کے مخصوص محب موالی شام میں جاتے اور معاویہ کو برا بھلا کہتے اور اس کے باوجود بھی اس سے بیت المال میں سے عطیات لے کر صحیح و سالم واپس آجاتے اور معاویہ جو ان باتوں کو برداشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔ یہ اس کے حلم و سخاوت کا کرشمہ نہیں تھا بلکہ یہ اس کی بدی اور شیطنت کا شاخسانہ تھا اور وہ اپنے مصالح اور تدبیر مملکت کے لیے یہ کام کرتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی رہا یہاں تک کہ پچاس ہجری میں امام حسنؑ شہادت کے درجہ رفیعہ پر فائز ہوئے۔ پس معاویہ اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شام سے سفر حج کے لیے نکلا۔ جس دن اس نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگ اس کے استقبال کے لیے گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ تھوڑے لوگ اس کے استقبال کو آئے ہیں اور گروہ انصار میں سے تو بہت ہی کم آئے ہیں۔ کہنے لگا، انصار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے استقبال کے لیے نہیں آئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فقیر و مسکین ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس سواری کے جانور بھی نہیں رہے کہ جن پر وہ سوار ہو کر استقبال کے لیے آتے تو معاویہ نے کہا ان کے پانی کی مشکیں اٹھانے والے اونٹ کہاں ہیں۔ اس سے اس کا مقصد تحقیر و تشنیع انصار تھی کیونکہ نواضح پانی بھرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اس نے کنایۃً یہ کہا کہ انصار کا شمار تو مزدور لوگوں میں ہے نہ کہ بزرگوں میں، یہ بات قیس بن سعد بن عبادہ پر (جو انصار کے سردار بزرگ کا بیٹا تھا) گراں گزری۔ وہ کہنے لگا کہ انصار کے اونٹ جنگ بدر و احد اور رسولِ خدا کی دوسری جنگوں میں ہلاک ہو گئے ہیں جبکہ وہ تجھ پر اور تیرے باپ پر تلواریں لگاتے تھے اور پے در پے جنگیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی تلوار سے اسلام غالب آیا جبکہ تو ایسا نہیں چاہتا تھا اور اس سے کراہت کرتا تھا۔ معاویہ خاموش ہو گیا۔ دوبارہ قیس نے کہا کہ رسول خداؐ نے ہمیں خبر دی تھی کہ ستم گار لوگ ہم پر غالب آجائیں گے۔ معاویہ نے کہا اس خبر کے بعد تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ قیس نے کہا ہم سے فرمایا تھا کہ تم صبر کرنا یہاں تک کہ ان سے ملاقات کریں۔ معاویہ

کہنے لگا پھر آپ سے ملاقات کرنے تک صبر کرو۔ اس گفتگو میں کنایۃً ان کے عقیدہ کا مذاق اڑایا ہے یعنی کتنے سادہ ہیں یہ لوگ جن کا گمان ہے کہ اگلے جہان میں پیغمبرؐ سے ملاقات کریں گے۔ پھر قیس نے کہا اے معاویہ ہمیں آب کش اونٹوں کا طعنہ دیتا ہے حالانکہ خدا کی قسم ہم نے جنگ بدر میں دیکھا کہ تو پانی بھرنے والے اونٹوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ تو چاہتا تھا کہ نور خدا کو بجھا دے۔ تو نے اور تیرے باپ ابوسفیان نے پوری ناپسندیدگی کے باوجود ہماری تلواروں سے ڈر کر اسلام قبول کیا۔ پھر قیس نے امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب کی طرف گفتگو کا رخ موڑا اور آپ کے بہت سے فضائل بیان کیے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جس وقت انصار جمع ہوئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ میرے باپ کی بیعت کریں تو قریش نے ہم سے مخاصمت اور نزاع کی اور رسول خداؐ کی قرابت کے ساتھ احتجاج کیا۔ اس کے بعد انصار اور آل محمدؐ دونوں پر ظلم و ستم کیا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ انصار و قریش عرب و عجم میں علیؑ اور اولادِ علیؑ کے علاوہ خلافت میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ معاویہ اس گفتگو سے غصہ میں آگیا اور کہا، اے پسر سعد تو نے یہ باتیں کس سے سیکھی ہیں کیا تیرے باپ نے تجھے بتایا ہے اور اس سے تو نے یاد کی ہیں۔ قیس نے کہا یہ باتیں میں نے اس سے سنی ہیں جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر ہے۔ اور اس کا حق مجھ پر میرے باپ کے حق سے بہت زیادہ ہے۔ کہنے لگا وہ کون ہے۔ قیس نے کہا، وہ ہیں علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اس امت کے عالم، اس امت کے صدیق اور وہ شخص ہیں جن کے حق میں خداوند عالم نے یہ آیت بھیجی ہے: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ اور بہت سی آیات جو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی تھیں، وہ پڑھیں۔ معاویہ کہنے لگا۔ صدیق امت ابوبکر اور فاروق امت عمر ہے اور جس کے پاس علم کتاب ہے وہ عبداللہ ابن سلام ہے۔ قیس کہنے لگا ایسا نہیں بلکہ ان اسماء اور ناموں کا زیادہ حقدار اور اولیٰ وہ شخص ہے کہ جس کی شان میں خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ط وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ و گواہ رکھتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا گواہ ہے جو اس میں سے ہے اور وہ شخص احق و اولیٰ ہے جسے رسول خداؐ نے غدیر خم کے مقام پر مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ وَاَوْلٰى بِهٖ مِنْ نَفْسِهٖ فَعَلِيٌّ اَوْلٰى بِهٖ مِنْ نَفْسِهٖ اور جسے جنگ تبوک میں فرمایا تھا اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ جب قیس کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو معاویہ نے فرمان جاری کیا کہ منادی لوگوں کو خبر کر دے کہ جو شخص فضائل علیؑ میں گفتگو کرے اور مدح علیؑ میں زبان کھولے اس کی فضیلت بیان کرے اور اس سے بیزاری اختیار نہ کرے تو اس کا مال ضائع اور خون رائیگاں ہے۔

بہرحال پھر معاویہ قریش کے ایک گروہ کے قریب سے گزرا۔ وہ سب لوگ سوائے عبداللہ ابن عباس کے اس کے رعب و حشمت کے کھڑے ہو گئے۔ یہ بات معاویہ کو ناگوار گزری۔ کہنے لگا، اے ابن عباس تجھے میری تعظیم و تکریم سے کس چیز نے روکا۔ جس طرح تیرے ساتھی میری تعظیم کو کھڑے ہوئے کیا وہ بغض و کینہ تیرے دل میں باقی ہے کہ

میں نے صفین میں تجھ سے جنگ کی تھی۔ اے ابن عباس! اس سے تجھے آزردگی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم نے تو عثمان کے خون کا مطالبہ کیا تھا جو کہ ظلم وستم سے مارا گیا تھا۔

ابن عباسؓ نے کہا: "عمر بھی مظلوم مارا گیا تھا اس کے خون کا تو نے مطالبہ کیوں نہ کیا؟"

معاویہ نے کہا: "اسے تو کافر نے قتل کیا تھا۔" ابن عباسؓ نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا؟ کہنے لگا اسے مسلمانوں نے قتل کیا۔ ابن عباس کہنے لگے، اس بات نے تو تیری دلیل کو باطل کر دیا کہ اگر عثمان کو تمام مسلمانوں نے اتفاق و اجماع کر کے قتل کیا ہے تو پھر تو کیا کہہ سکتا ہے۔ معاویہ کہنے لگا، میں نے تمام شہروں کو لکھ دیا ہے کہ لوگ مناقب علیؑ سے زبان بند رکھیں۔ تم بھی اپنی زبان کو روک لو۔ انہوں نے کہا معاویہ کیا تو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ کہا پھر ہمیں تاویل قرآن سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا، ہاں قرآن کی قرأت کرو لیکن اس کا معنی بیان نہ کرو۔ ابن عباس نے کہا کونسی چیز زیادہ ضروری ہے قرآن کا پڑھنا یا اس کے احکام پر عمل کرنا۔ کہنے لگا عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ابن عباس کہنے لگے اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ خدا نے کلمات قرآن سے کیا مراد لی ہے تو اس پر کس طرح عمل کرے گا۔

معاویہ کہنے لگا، قرآن کا معنی اس سے پوچھ لو جو قرآن کی وہ تاویل نہیں کرتا جو تم اور تمہارے اہل بیت کرتے ہو۔ ابن عباس کہنے لگے، قرآن تو اترا ہے میرے اہل بیتؑ پر اور تو کہتا ہے کہ میں اس کا معنی آل ابوسفیان، آل ابی معیط یہود و نصاریٰ و مجوس سے جا کر پوچھوں۔ معاویہ کہنے لگا تو نے مجھے ان گروہوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔ فرمایا، ہاں۔ چونکہ تو لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ خدا کی اطاعت حکم قرآن کے مطابق نہ کریں اور ہمیں ——— حلال و حرام قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ حالانکہ اگر اُمت کے لوگ معنی قرآن نہ پوچھیں اور اس کی مراد کو نہ سمجھیں تو دین میں ہلاک ہو جائیں گے۔ معاویہ کہنے لگا قرآن کی تلاوت کرو اور اس کی تاویل کرو لیکن خدا نے جو کچھ تمہارے حق میں کہا وہ لوگوں کو نہ بتاؤ۔ ابن عباس نے کہا، خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اپنے نور کو بکمال و تمام روشن رکھے اگرچہ کافر اس کو برا سمجھیں۔ معاویہ کہنے لگا، اے ابن عباس اپنی حالت پر رہو اور اس قسم کی باتیں کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھو اور اگر کہنے پر مجبور ہو تو اس طرح کہو کہ واضح نہ ہو اور لوگ نہ سنیں۔ یہ کہہ کر اپنے مکان میں چلا گیا اور ایک لاکھ درہم اور ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار درہم ابن عباس کے لیے بھیجے اور فرمان جاری کیا کہ منادی مدینہ کے گلی کوچہ میں ندا کرے کہ معاویہ کے عہد و امان سے وہ شخص خارج ہے جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے مناقب میں کوئی حدیث بیان کرے اور یہ اعلان نشر کیا کہ ہر خطیب جس منبر پر جائے وہ علیؑ پر لعنت کرے اور علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرے اور حضرتؑ کے اہل بیتؑ پر بھی لعنت کرے۔ خلاصہ

یہ کہ معاویہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد شام کی طرف لوٹ گیا اور اپنی حکومت کی بنیادیں پختہ کرنے لگا۔ اور امیرالمؤمنینؑ کے شیعوں کو تباہ کرنے کی ابتداء شروع کردی اور ایک ہی مضمون کا خط تمام شہروں میں اپنے حکام و عمال کی طرف روانہ کیا کہ اچھی طرح چھان بین کرو جس شخص کے متعلق صحیح ثابت ہو کہ وہ علیؑ کے دوستوں اور اس کے اہل بیت کے جبداروں میں سے ہے اس کا نام بیت المال کے وظائف و عطیات لینے والے دفتر سے مٹا دو اور اسی پر راضی نہ ہوا بلکہ دوبارہ ایک خط لکھا کہ جس شخص کو علیؑ اور اہل بیتؑ کی دوستی و محبت میں متہم سمجھو اگرچہ یہ بات پورے طور پر ثابت نہ ہو پھر بھی اسی تہمت کی بنا پر اسے قتل کردو اور اس کا سر تن سے جدا کردو۔

معاویہ کا یہ حکم منتشر ہوا تو اس کے عمال و حکام شیعوں کو قتل کرنے لگے اور بہت سے لوگوں کو صرف تہمت لگا کر قتل کر دیا۔ ان کے گھر ویران و مسمار کر دیئے۔ اور شیعان علیؑ پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ اگر کوئی شیعہ چاہتا کہ اپنے ہم مسلک سے کوئی بات کرے تو اسے اپنے مکان کے اندر لے جاتا اور پردوں کے پیچھے جا بیٹھتا اور خادم و غلام سے بھی دروازہ بند کر لیتا پھر اسے سخت قسم کی قسمیں کھلاتا کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہے گا۔ پھر ڈرتے ڈرتے حدیث بیان کرتا۔ دوسری طرف بہت سی جھوٹی احادیث اور بہت سے جھوٹ بنا لیے اور امیرالمؤمنینؑ اور ان کے اہل بیت کو بہتان و تہمت کا نشانہ بنایا۔ اور لوگ ان بنائی ہوئی باتوں کو پڑھنے اور پڑھانے لگے۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ریاکار و دنیاپرست فقہا اور قاضی احادیث گھڑنے لگے اور اسے والیوں اور حکام کے قرب کا ذریعہ و وسیلہ بنایا اور اس سبب سے ان کے اموال و عطایا سے بہرہ مند ہوئے اور بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ لوگ ان جعلی اور بناوٹی احادیث کو حق سمجھنے لگے یہاں تک کہ وہ دیندار لوگ جن کے دامن کبھی جھوٹ کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوئے تھے ان روایات کو باور کرنے لگے اور انہیں روایت کرتے۔ یہاں تک کہ کلیتہً حق نے باطل کا لباس پہن لیا اور باطل حق کے لباس میں ظاہر ہوا۔ اور امام حسنؑ کی وفات کے بعد اس فتنہ کو زیادہ فروغ ہوا۔ شیعان علیؑ کے لیے زمین کے کسی حصہ میں امان نہیں تھی اور ان کے جان و مال خطرے میں تھے اور پست و بلند زمین میں وہ پراگندہ تھے۔ اگر کسی کو یہودی یا نصرانی کہا جاتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ اسے شیعہ علیؑ کہا جائے۔ روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص (منقول ہے کہ وہ اصمعی کا دادا تھا) حجاج کے سامنے پیش ہوا اور اس نے فریاد کی۔ اے امیر میرے ماں باپ نے مجھے عاق کر دیا ہے اور میرا نام علی رکھا ہے۔ اور میں ایک فقیر و مسکین آدمی ہوں اور امیر کی بخشش کا محتاج ہوں۔ حجاج ہنسا اور اسے خوش کیا۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ کی تدبیر شوم کی وجہ سے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جو خطیب جس جگہ اور جس شہر میں کسی منبر پر جاتا پہلے علیؑ و اہل بیت علی علیہم السلام پر سبّ و شتم سے زبان کھولتا اور حضرت سے تبرا اور بیزاری

چاہتا۔ اہلِ کوفہ پر باقی شہروں کی نسبت مصیبت زیادہ تھی کیونکہ باقی جگہوں کی نسبت یہاں شیعہ زیادہ تھے اور زیاد بن ابیہ ملعون جو اس وقت کوفہ اور بصرہ کا گورنر تھا شیعان علیؑ کو خواہ وہ مرد ہو کہ عورت۔ بڑا ہو کہ بچہ سب کو اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ کئی سال تک اس کا شمار عمال امیرالمؤمنین میں رہا اور وہ آپ کے شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا اور ان کی منزل وماویٰ چاہے کسی گوشہ وکنار ہی میں کیوں نہ تھی پورے طور پر جانتا تھا۔ پس اس منافق ظالم نے ظلم وستم کا جھنڈا بلند کیا اور سب کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا اور ایک گروہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں کھجوروں کے تنوں کے ساتھ لٹکا دیا اور مسلسل شیعوں کی تلاش میں رہا اور انہیں قتل کرتا رہا یہاں تک کہ مشہور ومعروف شیعہ علیؑ عراق میں ایسا کوئی نہ تھا جو قتل نہ ہوا ہو یا سولی پر نہ لٹکایا گیا ہو یا اسے قید نہ کر دیا گیا ہو۔ یا وہ پراگندہ اور آوارہ وطن نہ ہوا ہو۔ اسی طرح معاویہ نے اپنے دیگر امراء وعمال کو تمام شہروں میں لکھا کہ علیؑ اور اہل بیت علیؑ کے کسی شیعہ کی گواہی قبول نہ کی جائے اور جو عثمان کا شیعہ اس کا محب اور اس کے خاندان کا دوست ہو اور اسی طرح وہ اشخاص جو مناقب وفضائل عثمان کو روایت کریں۔ پس انہیں اپنا مقرب بناؤ، انہیں اپنے نزدیک بٹھاؤ اور ان کی عزت وتکریم کرو اور جو شخص اس کے مناقب میں کوئی حدیث بنائے یا روایت کرے اس کا اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ کا نام مجھے لکھ کر بھیجو تاکہ میں اسے خلعت دوں اور انعام واکرام سے نوازوں۔ پس منافقین اور دنیا پرست لوگوں نے بہت سی احادیث عثمان کی فضیلت میں وضع کیں اور عظیم خلعتیں جائزے اور انعام معاویہ نے ان کے لیے بھیجے۔ پس اس قسم کی روایات کی ہر شہر میں بھرمار ہو گئی۔ لوگ مال و دولت کے لیے احادیث بناتے جو شخص کسی شہر سے آتا اور عثمان کے حق میں کوئی منقبت یا فضیلت کی روایت کرتا اس کا نام لکھ لیتے اور اسے مقرب بارگاہ قرار دیتے۔ جائزے وانعام بخشتے اور جاگیریں اور املاک اسے عطا کرتے۔ ایک مدت تک یہ کیفیت رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں بہت ہو گئی ہیں اور تمام شہروں میں پھیل چکی ہیں۔ اب لوگوں کو ترغیب دلاؤ کہ وہ میری شان میں حدیثیں گھڑیں کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند ہے۔ اور مجھے خوش کرنے والی ہے اور اہل بیت محمدؐ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے اور ان کی حجت کو زیادہ توڑنے والی ہے۔ پس معاویہ کے فضائل میں احادیث گھڑنے لگے۔ ہر دیہات اور شہر میں یہ حدیثیں لکھ کر مکتب میں پڑھانے والوں کو دی جاتیں تاکہ وہ بچوں کو اس طرح تعلیم دیں جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو بھی تعلیم دیں تاکہ معاویہ اور اس کے خاندان کی محبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت سے ایک سال پہلے امام حسینؑ نے حج کا ارادہ کیا اور مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن عباس اور بنی ہاشم کے مرد اور عورتیں نیز آپ کے شیعوں اور موالیوں کا ایک گروہ بھی آپ کے ہم رکاب تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک دن مقام منیٰ میں ایک گروہ کو کہ جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں میں سے جمع کیا

اور ایک خیمہ نصب کیا۔ پھر آپ نے عام لوگوں صحابہ تابعین اور انصار میں سے جو لوگ صلاح وسداد اور نیکی میں مشہور تھے اور ان کی اولادیں سے جن تک دسترس ہو سکی سب کو بلایا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت کھڑے ہو گئے اور خطبہ شروع کیا۔ حمد وثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہیؐ کے بعد فرمایا، معاویہ نے سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ تم لوگ موجود تھے اور اسے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تمہیں خبر ملی ہے اور تم نے سنا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کروں۔ اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا ورنہ میری تکذیب کرنا۔ سنو میں کیا کہتا ہوں اور میری باتوں کو یاد رکھو اور جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمہیں وثوق واعتماد ہو ان سے یہ باتیں بیان کرو اور جو کچھ مجھ سے سنو ان کے سامنے نقل کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں دین خدا مٹ نہ جائے اور حکم حق مجہول نہ ہو جائے حالانکہ خدا اپنے نور کے شعلہ کو روشن رکھے گا اور کافروں کے جگر بند کو آگ میں ڈالے گا۔ جب یہ وصیت کر چکے تو گفتگو شروع کی اور امیر المومنینؑ کی ایک ایک فضیلت کو بیان کیا اور ہر ایک کی طرف اشارہ کیا اور جو جو آیت امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی تھی اس کو قرأت کیے بغیر نہ چھوڑا اور سب نے تصدیق کی پھر فرمایا یہ بات یاد رکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے جبکہ وہ علیؑ کو دشمن رکھتا ہو وہ جھوٹا ہے۔ علیؑ کا دشمن میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے کہ ایک شخص آپ سے محبت رکھتا ہو اور وہ علیؑ کا دشمن ہو۔ آپ نے فرمایا، یہ اس لیے کہ میں اور علیؑ ایک جسم وجاں ہیں۔ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی تن وبدن کو انسان دوست رکھتا ہو اور دشمن بھی لہٰذا جو شخص علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے بھی دوست رکھتا ہے اور جو علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی دشمنی رکھتا ہے اور جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ پس سب حاضرین نے حضرتؑ کی تصدیق کی جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ صحابہ نے کہا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے اور ہم موجود تھے اور تابعین نے کہا، ہم نے بھی ان سے سنا ہے جنہوں نے ہم سے روایت کی ہے اور جن کے قول پر ہمیں اعتماد تھا۔ پھر حضرت نے آخر میں فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ان اشخاص کے سامنے نقل کرو کہ جن پر تمہیں اعتماد ہو۔ پس حضرتؑ نے خطبہ ختم کیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

چھٹی فصل

امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرے اور ان میں سے بعض کے حالات کی تفصیل

معلوم ہونا چاہیے کہ علماء فن خبر اور ارباب تاریخ و سیر نے امام حسنؑ سبطِ اکبر حضرت سید البشر کی اولاد کی تعداد میں بہت سی باتیں کہی ہیں اور بے حد اختلاف کیا ہے۔ واقدی اور قلبی نے پندرہ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں شمار کی ہیں۔ ابن جوزی نے سولہ بیٹے اور چار بیٹیاں بیان کی ہیں۔ ابن شہر آشوب نے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں کہی ہیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں تحریر کی ہیں۔ ہم نے ان کے قول کو مقدم قرار دیا ہے اور بقیہ کو دوسری کتب سے شمار کریں گے۔ شیخ اجل ارشاد میں فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ ہے۔ ۱، ۲، ۳ زید بن حسنؑ اور اس کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین ان تینوں کی ماں ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ خزرجی ہے۔ (۴) حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ ہے۔ ۵، ۶، ۷ عمر بن حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسم اور عبداللہ ان کی ماں ام ولد (کنیز) ہے۔ (۸) عبدالرحمن اس کی ماں بھی ام ولد ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱ حسین اثرم طلحہ و فاطمہ اور ان تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تیمی ہے، اور بقیہ چار بیٹیوں کے نام یہ ہیں ام عبداللہ فاطمہ ام سلمہ اور رقیہ ہر ایک کی الگ الگ ماں ہے۔ اور جو باقی کتب سے جمع کیے ہیں وہ بیس بیٹے اور گیارہ بیٹیاں ہیں۔ (گزشتہ کے علاوہ) مزید علی اکبر، علی اصغر، عبداللہ اکبر، جعفر، احمد، اسماعیل، یعقوب، محمد اکبر، محمد اصغر، حمزہ، ابوبکر، سکینہ، ام الخیر، ام عبدالرحمن اور رملہ ہیں۔ ان میں سے اکثر کے حالات معلوم نہیں ہوئے اور نہ کسی نے لکھے ہیں۔ البتہ جن کے حالات مل سکے ہیں یہ احقر اختصار کے ساتھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرے گا۔

ان میں سے ایک زید بن الحسنؑ ہیں جو کہ امام حسنؑ کے سب سے پہلے بیٹے ہیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ رسول خداؐ کے صدقات کے متولی اور اولاد حسنؑ میں سب سے بڑے تھے جلیل القدر، شریف الطبع پاکیزہ نفس اور زیادہ احسان کرنے والے تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے اور ان کے فضائل میں بہت گفتگو کی ہے۔ لوگ احسانمند ہونے کے لیے اطراف دنیا سے ان کا قصد کرتے تھے اور صاحبان تاریخ و سیر نے بیان کیا ہے کہ جب سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر بیٹھا تو اس نے حاکم مدینہ کو خط لکھا، امابعد جب میرا یہ خط تجھے ملے تو زید کو صدقات رسول خداؐ سے معزول کر دے اور وہ صدقات فلاں بن فلاں اپنی قوم کے مرد کو دیدے اور جس چیز میں وہ تیری مدد طلب کرے اس کی اعانت کر۔ والسلام

حاکم مدینہ نے سلیمان کے حسب الامر زید کو تولیتِ صدقات سے معزول کر دیا۔ اور دوسرے شخص کو متولی

بنایا اور جب خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی تو اس نے حاکم مدینہ کو تحریر کیا: اما بعد زید بن حسنؑ بنی ہاشم کے سن رسیدہ اور شریف بزرگ ہیں۔ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو رسول اللہؐ کے صدقات انہیں واپس کر دو۔ اور جن امور میں وہ تمہاری مدد چاہیں ان کی اعانت کرو۔ پس تولیت صدقات زید کے سپرد ہوئی اور زید بن حسن نوے سال زندہ رہے اور جب دنیا سے گئے تو شعراء کے ایک گروہ نے ان کا مرثیہ کہا اور ان کے آثارِ خیر کا مرثیہ میں ذکر کیا اور قدامہ بن موسیٰ نے آپ کے مرثیہ میں قصیدہ کہا کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

فَاِنْ یَكُ زَیْدٌ غَالَتِ الْاَرْضُ شَخْصَهٗ ۔۔۔ فَقَدْ بَانَ مَعْرُوْفٌ هُنَاكَ وَجُوْدٌ

اگر زمین نے زید کے بدن کو چھپا دیا ہے تو یہاں ان کی نیکی اور سخاوت واضح ہے یہ واضح ہو کہ زید بن حسنؑ کبھی امامت کے دعویدار نہیں شیعہ اور غیر شیعہ میں سے کسی نے یہ نسبت ان کی طرف نہیں دی کیونکہ شیعہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک امامیہ اور دوسرے زیدی امامیہ تو بغیر منصوصہ کے کسی کی امامت کو درست نہیں سمجھتے اور باتفاق علماء اولاد امام حسنؑ میں نص نہیں ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس چیز کا دعویدار ہے۔ باقی رہے زیدی تو وہ حضرت علی و حسن و حسین علیہم السلام کے بعد اس شخص کو امام کہتے ہیں جو امر امامت و خلافت میں جہاد کرے اور زید بن حسنؑ نے بنی امیہ سے کبھی بھی تقیہ کی جانب کو نہیں ترک کیا اور وہ بنی امیہ کے ساتھ رفق و مدارات سے رہے اور ان کے اعمال کے متقلد رہے اور یہ چیز زیدی امامت کے ساتھ منافات اور تضاد رکھتی ہے اور ایک جماعت حشویہ کی ہے۔ وہ بنی امیہ کے علاوہ کسی کو امام نہیں کہتے اور اولاد رسولؐ میں سے کسی کو امام نہیں سمجھتے۔ معتزلہ امامت کو جماعت کے انتخاب اور حکم شوریٰ سے قائم کرتے ہیں اور خوارج اس شخص کو امام نہیں سمجھتے جو امیرالمومنینؑ کا موالی رہا۔ لہٰذا ان گروہوں کا اتفاق ہے کہ زید امام نہیں تھے اور یہ بھی معلوم رہے کہ مشہور یہ ہے کہ زید سفر عراق میں اپنے چچا کے ہمرکاب نہیں تھے۔ الخ۔ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ زید کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ گئے تھے اور باقی اہل بیتؑ کے ساتھ قید ہو کر یزید کے پاس گئے۔ اور اس کے بعد اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور زید کی اولاد کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ زید سو سال ایک قول کے مطابق پچانوے سال اور ایک قول کے مطابق نوے سال زندہ رہے اور مکہ و مدینہ کے درمیان حاجز نامی مقام پر وفات پائی۔ اور حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ وہ شخص جلیل و رئیس صاحب فضل و ورع تھے۔ اور اپنے زمانہ میں اپنے جد بزرگوار امیرالمومنینؑ کے صدقات کے متولی تھے۔ جب حجاج عبدالملک کی طرف سے امیر مدینہ ہوا تو اس نے چاہا کہ عمر بن علی کو ان کے باپ کے صدقات میں حسن کے ساتھ شریک کرے۔ حسن نے قبول نہ کیا اور کہنے لگے یہ خلاف شرط وقف ہے۔ حجاج کہنے لگا چاہے قبول کرو یا نہ کرو۔ میں تولیت صدقات میں اسے تمہارا شریک قرار دوں گا۔ حسن خاموش ہو گئے۔ جب حجاج ان سے بے خبر تھا تو اس کو اطلاع کیے بغیر حسن نے

مدینے سے شام کا سفر کیا اور عبدالملک کے پاس گئے۔ عبدالملک نے ان کے آنے کو مبارک جانا اور انہیں مرحبا کہا اور مجلسی سوالات کے بعد ان سے آنے کا سبب پوچھا۔ حسن نے حجاج کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ عبدالملک نے کہا کہ حجاج کو فیصلہ کا حق نہیں اور وہ اس معاملہ میں تصرف نہیں کر سکتا میں اسے خط لکھوں گا کہ وہ شرط وقف سے تجاوز نہ کرے۔ پھر اس نے حجاج کو خط لکھا اور حسن کو اچھا صلہ دیا اور مراجعت کی اجازت دی۔ حسن بہت سے عطیات لے کر عزت و آبرو کے ساتھ اس کے دربار سے نکلے۔ واضح ہو کہ حسن کربلا میں اپنے چچا امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے اور جب حضرت شہید ہو گئے اور آپ کے اہلِ بیتؑ کو قید کیا گیا۔ حسن بھی گرفتار ہو گئے۔ اسماء بن خارجہ فزاری جو حسن کی والدہ کی طرف سے ان کا رشتہ دار تھا۔ وہ انہیں اہلِ بیتؑ کے قیدیوں میں سے نکال لے گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں خولہ کے بیٹے سے بدی اور سختی نہیں ہونے دوں گا۔ عمر سعد نے حکم دیا کہ ابواحسان کی بہن کے بیٹے حسن کو اس کے سپرد کر دیا جائے اور یہ بات اس لیے کہی۔ چونکہ حسن مثنٰی کی والدہ خولہ قبیلہ فزارہ سے تھیں جیسا کہ ابو حسان کہ جس کا نام اسماء بن خارجہ تھا وہ بھی فزاری اور خولہ کے قبیلہ سے تھا۔ اور بعض اقوال کے مطابق حسن کے بدن پر بہت سے زخم تھے۔ اسماء انہیں اپنے ساتھ کوفے گیا اور ان کے زخموں کا علاج کرایا۔ یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گئے اور وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور حسن مثنٰی سیدالشہداء کے داماد تھے جناب فاطمہؑ ان کے چچا کی بیٹی ان کی بیوی تھی۔ روایت ہے کہ جب حسن نے چاہا کہ امام حسینؑ کی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرے تو سیدالشہداء نے فرمایا میری دو بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ میں جس کو چاہو منتخب کر لو۔ حسن کو حیا دامن گیر ہوئی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں تیرے لیے فاطمہ کو پسند کرتا ہوں۔ جو کہ میری ماں دختر پیغمبرؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ پس حسن نے فاطمہ سے نکاح کیا اور ان سے چند لڑکے پیدا ہوئے کہ جن کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے۔ حسن کو فاطمہ سے بڑی محبت تھی اور فاطمہ بھی ان پر بہت مہربان تھیں۔ حسن کی عمر پینتیس برس تھی جب مدینہ میں وفات پائی اور اپنے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی قرار دیا۔ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ فاطمہ نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کرایا اور ایک سال تک اپنے شوہر کی سوگوار رہیں۔ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو عبادت کرتیں۔ جب ایک سال کی مدت ختم ہوئی۔ تو اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات تاریک ہو جائے تو خیمہ حسن کی قبر سے اکھاڑ لینا۔ جب رات تاریک ہوئی۔ تو کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا ھل وجدوا ما فقدوا کیا پالیا انہوں نے جو مفقود ہوا تھا۔ دوسرے نے اسے جواب دیا۔ بَلْ یَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔ بلکہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ لبیدؔ کا یہ شعر پڑھا:

اِلَی الْحَوْلِ ثُمَّ اسْمُ السَّلَامِ عَلَیْکُمَا　　وَمَنْ یَّبْکِ حَوْلًا کَامِلًا فَقَدِ اعْتَذَرَ

ایک سال تک پھر تم پر سلام ہو اور جو ایک سال مکمل روئے اس نے اپنا عذر پورا کیا۔

اور فاطمہ کے حالات کی تفصیل انشاء اللہ امام حسینؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گی۔ خلاصہ یہ کہ اپنی زندگی میں حسن نے کبھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی نے یہ نسبت ان کی طرف دی ہے۔ جس طرح کہ ان کے بھائی زید کے حالات میں تفصیل آچکی ہے اور عمر، قاسم اور عبداللہ یہ تینوں میدان کربلا میں اپنے چچا کے ہمرکاب تھے۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اپنے چچا کی خدمت میں شہید ہوئے۔ لیکن جو کتب مقاتل و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے وہ قاسم اور عبداللہ کی شہادت ہے اور عمر بن حسن شہید نہیں ہوئے بلکہ انہیں اہل بیتؑ کے ساتھ قید کیا گیا۔ اور مجلس یزید میں ان کا ایک واقعہ ہے جو انشاء اللہ اپنے مقام پر ذکر ہوگا۔ واضح ہو کہ ان تین حضرات اور حسن مثنیٰ کے علاوہ جو امام حسنؑ کے فرزند کربلا میں حاضر تھے اور شہید ہوئے ان کی تعداد تین ہے۔ ایک ابوبکر بن حسن۔ ان کی شہادت بیان ہوگی۔ دوسرے ہیں عبداللہ اصغر۔ ان کی شہادت بھی بیان ہوگی۔ تیسرے ہیں احمد بن حسن۔ چنانچہ بعض مقاتل میں ان کی شہادت کا روز عاشورہ بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور زید بن حسن کے حالات میں مذکور ہے کہ ابوالفرج کہتا ہے کہ زید بھی کربلا میں موجود تھے۔ پس امام حسنؑ کی اولاد کی مجموعی تعداد جو کربلا کے سفر میں امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے آٹھ ہے اور عبدالرحمن بن حسن نے اپنے چچا کے ساتھ سفر حج کے لیے کوچ کیا اور منزل ابواء میں حالت احرام میں دنیا کو الوداع کہا اور حسین بن حسنؑ اگرچہ وہ صاحب شرف و فضل ہیں۔ لیکن ان کا تذکرہ اور واقعات مذکور نہیں۔ اس حسین کا لقب اثرم تھا۔ اثرم اسے کہتے ہیں جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں یا جس کے اگلے چار دانتوں میں سے کوئی ایک گر جائے اور طلحہ بن حسنؑ بزرگ آدمی تھے اور سخاوت و بخشش میں مشہور و معروف تھے اور انہیں طلحۃ الجود کہتے تھے اور وہ ان چھ طلحہ نامی اشخاص میں سے ایک تھے جو جود و سخا اور بخشش میں مشہور تھے۔ اور ہر ایک کا مخصوص لقب تھا۔ امام حسنؑ کی بیٹیوں میں ان چند خواتین کا نام لیتے ہیں کہ جن کی شادی ہوئی ہے۔ پہلی فاطمہ ہیں جو زید کی سگی بہن ہیں اور وہ عبداللہ بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور عبداللہ کے قتل کے بعد زید انہیں مدینہ لے آیا اور دوسری ام عبداللہ ہیں جو امام حسنؑ کی شہزادیوں میں سے جلالت و عظمت شان اور بزرگی میں ممتاز ہیں۔ یہ امام زین العابدینؑ کی زوجہ ہیں اور ان سے چار شہزادے پیدا ہوئے۔ امام محمد باقرؑ، حسن۔ حسین و عبداللہ باہر اور ہم امام باقرؑ کے حالات میں ام عبداللہ کی جلالت مرتبہ کی طرف اشارہ کریں گے۔ تیسری بیٹی ام سلمہ ہے جو بعض علماء نساب کے قول کے مطابق عمر بن زین العابدینؑ کے نکاح میں تھیں۔ چوتھی بیٹی رقیہ ہیں۔ وہ عمرو بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور امام حسنؑ کی بیٹیوں میں سے ان چار کے علاوہ کسی کی شادی نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ واللہ العالم۔

امام حسن علیہ السلام کے پوتوں کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ امام حسنؑ کے بیٹوں میں سے حسین اثرم ۔ عمر ۔ زید اور حسن مثنیٰ کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور حسین و عمر کی اولاد ذکور نہیں ہوئی ۔ اور ان کی نسل منقطع ہوگئی اور امام حسنؑ کے پوتے پڑپوتے صرف زید اور حسن مثنیٰ سے ہوئے ہیں لہٰذا سادات حسنی سب کے سب زید و حسن کے توسط سے امام حسنؑ سے جا ملتے ہیں اور اب میں زید بن حسن کے لڑکوں اور کچھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور جب زید کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے تو انشاء اللہ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر کریں گے ۔

ابوالحسن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم ہے کہ زید کی بیوی لبابہ بنت عبداللہ بن عباس ہیں ۔ لبابہ پہلے ابو الفضل عباس بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں ۔ جب حضرت میدان کربلا میں شہید ہوگئے تو زید نے لبابہ سے شادی کرلی اور زید سے ان کے دو بچے ہوئے پہلے حسن اور دوسری نفیسہ ، جس کی شادی ولید بن عبدالملک سے ہوئی اور اس سے بچہ پیدا ہوا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب زید ولید کے پاس گئے تو اس نے انہیں اپنے تخت پر بٹھایا اور فوراً انہیں تیس ہزار دینار دیئے ۔

حسن بن زید اور ان کی اولاد کا ذکر

حسن بن زید کی کنیت ابو محمد ہے اور منصور دوانقی نے انہیں مدینہ اور رساتیق کی حکومت دی تھی اور علویوں میں سے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بنی عباس کے طریقہ پر سیاہ لباس پہنا ۔ یہ اسی سال زندہ رہے اور منصور ، مہدی ، ہادی اور ہارون رشید کا زمانہ دیکھا ۔ یہ حسن اپنے چچازاد بھائیوں عبداللہ محض اور اس کے بیٹوں سے الگ تھلگ تھے اور جس وقت ابراہیم کو شہید کیا گیا اور ان کا سر منصور کے سامنے آیا تو حسن بن زید وہاں موجود تھے ۔ منصور نے کہا اس سر والے شخص کو پہچانتے ہو حسن نے کہا ۔ ہاں پہچانتا ہوں ۔

فَتًى كَانَ يَحْمِيهِ مِنَ الضَّيْمِ سَيْفُهُ   وَيُنْجِيهِ مِنْ دَارِ الْهَوَانِ اجْتِنَابُهَا

یہ ایسا شخص تھا کہ جس کی تلوار اسے لوگوں کے ظلم سے بچاتی تھی اور ذلت کی جگہ سے اسے ذلت سے اجتناب کرنا نجات دیتا تھا ۔

یہ کہہ کر رونے لگے منصور کہنے لگا ، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مارا جائے لیکن اس نے چاہا کہ وہ میرا سر بدن سے جدا کرے ، میں نے اس کا سر جدا کر دیا ہے ۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہا ہے کہ حسن بن زید اسخیاء میں سے ایک ہے یہ منصور کی طرف

سے پانچ سال مدینہ کا حاکم رہا۔ اس کے بعد منصور اس پر ناراض ہوگیا۔ اور اسے معزول کردیا اور اس کا مال چھین لیا اور اسے بغداد میں قید کردیا۔ اور وہ مسلسل منصور کی قید میں رہا۔ جب منصور مرا اور مہدی خلیفہ ہوا تو مہدی نے اسے نکالا اور جو مال اس سے لیا گیا وہ واپس کیا اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ مقام حاجز میں جو حج کے راستہ میں ایک جگہ ہے اس وقت وفات پائی۔ جبکہ حج کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ خطیب نے اسماعیل بن زید کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میرا باپ صبح کی نماز اول وقت میں جبکہ فضا تاریک ہوتی ہے۔ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن نماز صبح ادا کی اور سوار ہوا کہ اپنی زمین کی طرف جائے جو غابہ میں تھی۔ اچانک اس کے پاس مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر اور اس کا بیٹا عبداللہ بن مصعب آیا اور میرے باپ سے کہا میں نے شعر پڑھا ہے آپ سنیئے۔ میرے باپ نے کہا یہ شعر پڑھنے کا وقت نہیں۔ مصعب نے کہا آپ کو اس قرب اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں جو آپ کو رسول اللہؐ سے ہے کہ میرا شعر سنیں پس اس نے یہ شعر پڑھا:

یَابْنَ بِنْتِ النَّبِيِّ وَابْنَ عَلِيٍّ ‎ ‎ ‎ ‎ اَنْتَ اَنْتَ الْمُجِيْرُ مِنْ ذِي الزَّمَانِ

اے نبیؐ کی بیٹی اور علیؑ کے بیٹے صرف تم ہی اس زمانہ سے پناہ دے سکتے ہو۔ اس کا مقصد اس شعر سے یہ تھا کہ حسن اس کا قرض ادا کردے تو حسن نے اس کا قرض ادا کردیا۔ حسن بن زید کے آٹھ بیٹے تھے۔ پہلا ابو محمد قاسم اور وہ اولاد حسن میں سب سے بڑا تھا اور اس کی ماں ام سلمہ حسین اثرم کی بیٹی تھی اور وہ شخص پارسا اور پرہیزگار تھا اور بنی عباس کی موافقت میں محمد بن عبداللہ نفس زکیہ سے خصومت و نزاع رکھتا تھا۔ اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح تھے۔

پہلا: عبدالرحمٰن بن شجری وہ منسوب ہے شجرہ کی طرف جو مدینہ کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ وہ کئی قبائل کا باپ تھا اور صاحب اولاد و عشیرہ تھا اور اس کی اولاد میں سے داعی صغیر ہے۔ وہ قاسم بن حسن بن علی بن عبدالرحمان شجری ہے۔ اس کا بیٹا محمد ہے جو معزالدولہ دیلمی کے زمانہ میں نقیب تھا اور اس سے کئی ایک واقعات متعلق ہیں۔ جو عمدۃ المطالب میں مذکور ہیں۔ اور داعی کبیر اس کے چچا زاد بھائیوں میں سے تھا۔ جس کا نسب اسماعیل بن حسن بن زید تک جا پہنچتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے حالات بیان ہوں گے۔

دوسرا: محمد بطحانی۔ اور ایک روایت کے مطابق بطحانی (نون کے ساتھ بروزن سبحانی) یہ مدینہ کے ایک محلہ کا نام ہے اور بعض نے اس کو بطحا کی طرف منسوب کیا ہے اور نون کے متعلق کہا ہے کہ یہ یونہی ہے جس طرح اہل صنعاء کو صنعانی کہتے ہیں۔ بہرحال محمد بن قاسم کو بطحا یا بطحان میں زیادہ قیام کی وجہ سے بطحانی کہتے تھے اور وہ فقیہ اور کئی قبائل کا باپ اور صاحب اولاد و عشیرہ تھا اور اس کی نسل میں سے ابوالحسن علی بن حسین اخی سمعی داماد صاحب بن عباد ہے اور وہ اہل علم و فضل و صاحب ادب اور ہمدان میں

رئیس تھا اور جب صاحب بن عباد کی بیٹی سے اس کا لڑکا پیدا ہوا۔ تو صاحب بن عباد خوش ہوا۔ اور کچھ اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا دَائِمًا اَبَدًا قَدْ صَارَ سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِيْ وَلَدًا

اللہ کے لیے دائمی اور ابدی حمد و ثناء ہے کہ رسول خدا کا نواسہ میرا بیٹا ہو گیا ہے ——— نیز اصفہانی سادات جو سادات گلستانہ کے نام سے مشہور ہیں ان کا نسب محمد بطحانی سے جا ملتا ہے۔ کیونکہ سادات گلستانہ کا جد جو کہ صاحب بن عباد کی بیٹی کی اولاد میں سے ایک ہے اس کا نسب اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہ ہے شرفشاہ بن عباد بن ابو الفتوح محمد بن ابو الفضل حسین بن علی بن حسین بن حسن بن قاسم بطحانی اور اس کی اولاد میں سے ہے۔ سید عالم فاضل مصنف جلیل مجد الدین عباد بن احمد بن اسماعیل بن علی بن حسن بن شرفشاہ مذکور جو کہ سلطان اولجایتو محمد بن ارغون کے زمانہ میں اصفہان کا قاضی تھا اور صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں ان لوگوں میں سے جو میں نے بطحانی کی طرف منسوب پائے ہیں۔ ناصر الدین علی بن مہدی بن محمد بن حسین بن زید بن محمد بن احمد بن جعفر بن عبد الرحمان بن محمد بطحانی ہے جو قم کے بازار میں مدرسہ میں دفن ہے جو مدرسہ محلہ سوارانیک میں واقع ہے اور بطحانی کی اولاد میں سے ہے۔ ابو الحسن ناصر بن مہدی بن حمزہ رازی المنشا کا وزیر جو مازندران میں پیدا ہوا اور سید نقیب عز الدین یحییٰ بن محمد نقیب ری قم اور آمل کے قتل ہونے کے بعد بغداد گیا اور اس کے ساتھ نقیب مذکور کا بیٹا محمد بن یحییٰ تھا۔ پس نقابت اس کے سپرد ہوئی اور اس کے بعد نیابت و وزارت بھی اس کے سپرد ہوئی پھر اس نے نقابت محمد بن یحییٰ کو دے دی اور امیر وزارت اس کے اپنے لیے کامل و تمام ہوا اور وہ ان چار وزراء میں سے ایک ہے کہ جن کی وزارت خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ میں کامل ہوئی اور وہ ہمیشہ جلالت تسلط اور نفاذ امر میں باقی رہا یہاں تک کہ معزول ہوا اور ۶۱۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ تیسرا حمزہ چوتھا حسن۔ اور بعض نے اولاد قاسم میں حسن نام کا کوئی شخص شمار نہیں کیا بلکہ قاسم کے تین بیٹوں کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی دو بیٹیوں میں سے ایک تو خدیجہ ہے جو اپنے چچا زاد جناب عبد العظیم حسنی مدفون ری کی زوجہ ہے اور دوسری عبیدہ جو اپنے چچا زاد طاہر بن زید بن حسن بن زید بن حسن کی زوجہ ہے۔

دوسرا: حسن بن زید بن حسن کے بیٹوں میں سے ابو الحسن علی شدید ہے اس کی والدہ ام ولد (کنیز) اور اس کا لقب شدید ہے۔ اس نے منصور کی قید میں وفات پائی۔ اور اس کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا اور اس کی ایک کنیز بھی تھی جس کا نام تھا ہیفاء اور وہ اس سے حاملہ تھی۔ اس کے وضع حمل سے پہلے علی شدید کی وفات ہو گئی۔ جب مدت حمل ختم ہوئی تو ہیفا سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ حسن نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور اس سے حسن کو بہت محبت تھی اور اسے اپنا جانشین کہتا تھا۔ اور جب عبد اللہ حد رشد کو

پہنچا اور اس نے شادی کی تو خداوند عالم نے اسے نو بیٹے عطا فرمائے۔ احمد، قاسم، حسن، عبدالعظیم، محمد، ابراہیم، علی اکبر، علی اصغر اور زید۔ عبدالعظیم کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی قبر رَی میں مشہور و معروف ہے اور وہ علوِ مقام اور جلالت شان میں معروف ہیں۔ وہ اکابر محدثین اعاظم علماء زہاد و عباد میں سے تھے اور حضرت تقی جوادؑ اور نقی ہادیؑ کے صحابہ میں سے تھے اور محقق داماد نے کتاب رواشح میں فرمایا ہے کہ بہت سی احادیث فضیلت اور زیارت حضرت عبدالعظیم میں روایت ہوئی ہیں اور منقول ہے کہ جو اس کی زیارت کرے۔ بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور ابن بابویہ اور ابن قولیہ نے روایت کی ہے کہ اہل ری میں سے ایک شخص حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کہاں تھا۔ اس نے عرض کیا۔ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اگر عبدالعظیم کی قبر کی زیارت کرتا جو تیرے نزدیک ہے تو تو اس شخص کی طرح ہوتا جس نے امام حسینؑ کی زیارت کی ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں اور حقیر نے تحیۃ الزائر اور ہدیۃ الزائرین میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا ہے اور صاحب بن عباد نے ایک مختصر سا رسالہ ان کے حالات میں لکھا ہے۔ اور شیخ مرحوم محدث متبحر نوری نور اللہ مرقدہٗ نے وہ رسالہ مستدرک کے خاتمہ میں نقل فرمایا ہے اور میں نے اس کا خلاصہ مفاتیح میں ذکر کیا ہے اور جناب عبدالعظیم کا ایک بیٹا تھا محمد نام وہ بھی مرد جلیل القدر زہد اور کثرت عبادت میں معروف تھا۔

واضح ہو کہ یہ احقر جس زمانہ میں ارض مقدس غری (نجف اشرف) میں مجاور تھا۔ اور شیخ جلیل علامۂ عصر فریدہ دہر جناب آقا میرزا فتح اللہ جو شریعت اصفہانی کے لقب سے مشہور ہیں دام ظلہ العالی سے جس وقت استفادہ کر رہا تھا تو میں نے آنجناب سے سنا انہوں نے فرمایا کہ علماء نسابہ میں سے ایک شخص نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے منتقلہ۔ اس کتاب میں ان سادات کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے ہیں۔ منجملہ اس کے یہ لکھا ہے کہ محمد بن عبدالعظیم سامرہ کی طرف منتقل ہوئے ہیں اور بلد و دجیل کے علاقہ میں وفات پائی۔ اور چونکہ پورے طور پر ان کے الفاظ مجھے یاد نہیں لہٰذا ان کا خلاصہ میں نے لکھ دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب نے یہ واقعہ کتاب منتقلہ سے نقل کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ قبر جو امام زادہ سید محمد کے نام سے بلد کے قریب سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے اور جلالت شان اور ظہور کرامات میں مشہور ہے۔ یہ انہیں محمد بن عبدالعظیم حسنی کی قبر ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ محمد بن علی ہادی علیہ السلام کی قبر ہے جو کہ جلالت شان میں ممتاز ہیں۔ اور یہی وہ بزرگوار ہیں کہ جن کی وفات پر امام عسکریؑ نے اپنا گریبان چاک کیا اور یہی اعتقاد تھا۔ شیخ مرحوم علامہ نوری طاب ثراہ اور باقی علماء کا بلکہ علماء عصر سابق کا جیسا کہ حموی نے معجم البلدان میں شہر بلد کے متعلق کہا وَقَالَ عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ طَاؤُسٍ بِهَا قَبْرُ اَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَادِي عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْاِتِّفَاقِ: یعنی عبدالکریم ابن طاؤس نے فرمایا ہے کہ اس میں

اتفاق ہے کہ شہر بلد میں جناب ابوجعفر محمد بن علی نقیؑ ہادی کی قبر ہے۔

تیسرا: بیٹا حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کا ابوطاہر زید ہے اور زید کے تین بچے ہیں۔ (۱) طاہر اس کی والدہ اسماء بنت ابراہیم مخزومیہ ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں۔ محمد اور علی اور محمد کی تین بیٹیاں ہیں۔ خدیجہ، نفیسہ اور حسنا اور ان کے بیٹے نہیں ہوئے اور ان تین شہزادیوں کی ماں اہل صنعاء میں سے تھیں۔ اور انہوں نے صنعاء میں سکونت اختیار کی (۲) علی بن زید اور (۳) ام عبداللہ۔

چوتھا: اولاد حسن بن زید بن حسن میں اسحاق ہے اور اسحاق کو کبی کے لقب سے مشہور تھا۔ اور اس کے تین بیٹے ہیں حسن حسین اور ھارون۔ ھارون کا بیٹا تھا جعفر اور جعفر کا بیٹا تھا۔ محمد اور اسے مازندان کے شہر آمل میں رافع بن لیث نے شہید کیا اور کہتے ہیں کہ ان کی قبر زیارت گاہ ہے۔

پانچواں: حسن بن زید حسن علیہ السلام کی اولاد میں ابراہیم ہے۔ ابراہیم نے سادات حسینی کی ایک خاتون سے شادی کی اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اپنے نام پر ابراہیم رکھا۔ اور دوسرا بیٹا پیدا ہوا اس کا نام علی تھا اور امۃ الحمید سے جو کہ ام ولد (کنیز) تھی اور اس کا نسب عمر سے جا ملتا تھا، ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام زید رکھا اور ابراہیم کے دو بیٹے تھے محمد اور حسن اور محمد کے سلمہ بنت عبدالعظیم مدفون رئی سے تین بیٹے تھے اور ان کے نام حسن، عبداللہ اور احمد ہیں۔

چھٹا: اولاد حسن بن زید بن حسین علیہ السلام سے عبداللہ ہے۔ عبداللہ کے پانچ بیٹے تھے۔ اس ترتیب سے علی، محمد، زید اور اسحاق۔ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ زید کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور زید کی ماں کنیز تھی اور زید اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ بہادر تھا۔ اور وہ کوفہ کے باہر ابوسرایا کے ساتھ تھا جب معاملہ اس پر سخت ہو گیا تو اہواز کی طرف چلا گیا اور وہاں گرفتار ہوا اور اسے باندھ کر قتل کیا گیا۔ اور زید کے چار بیٹے تھے۔ محمد، علی، حسین اور عبداللہ۔ ان کی والدہ سادات علویہ میں سے تھیں اور محمد بن زید کے تین بیٹے تھے۔ جن کے نام حسن، علی اور عبداللہ ہیں۔ یہ حجاز میں ساکن رہے۔

ساتواں: حسن بن زید حسن علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ابومحمد اسماعیل ہے۔ اسماعیل حسن بن زید کا آخری بیٹا ہے اور اسے جالب الحجارہ کہتے تھے۔ اس کے تین بیٹے ہیں (۱) حسن (۲) علی اسماعیل کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ علی کے چھ بیٹے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حسین۔ حسن۔ اسماعیل۔ محمد۔ قاسم اور احمد۔ اسماعیل کا تیسرا بیٹا محمد ہے۔ اس کی والدہ سادات حسینی میں سے ہے۔ اس کے چار بیٹے ہیں۔ (۱) احمد اس نے بخارا کا سفر کیا اور وہاں اس کا بیٹا ہوا اور وہیں وہ قتل ہوا (۲) علی اور اس کی نسل نہیں چلی۔ (۳) اسماعیل اس کی والدہ خدیجہ بنت عبداللہ بن اسحاق بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھی۔ اس کا

لقب ابیض البطن تھا۔ اور اس کی بھی کوئی اولاد نہ تھی (۳) زید بن محمد عمری کی روایت ہے کہ اس کی والدہ عبدالرحمن شجری کی اولاد سے تھی اور اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک امیر حسن جس کا لقب داعی کبیر تھا۔ اور دوسرا محمد اس کا بھی اپنے بھائی کے بعد داعی لقب ہوا۔

داعی کبیر امیر حسین بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے حالات

حسن بن زید کو داعی کبیر اور داعی اوّل کہتے ہیں اس کی والدہ عبداللہ بن عبیداللہ اعرج بن حسین اصغر بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی بیٹی ہے۔ ۲۵۰ھ ہجری میں طبرستان میں خروج کیا اور دو سو ستر میں وفات پائی۔ اس کی سلطنت کی مدت بیس سال ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ داعی کبیر نے دو سو باون ۲۵۲ھ ہجری میں سلیمان بن طاہر پر حملہ کیا اور اسے طبرستان سے نکال دیا اور اس علاقہ پر پورا تسلط قائم کرلیا اور وہ لوگوں کے قتل کرنے اور شہروں کے برباد کرنے میں کوئی عیب ملامت نہیں سمجھتا تھا اس کے ایام سلطنت میں بہت سے بڑے لوگ اور اشراف سادات قتل ہوئے۔ ان میں سے دو افراد سادات حسینی کو قتل کیا۔ ایک حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔ اور دوسرے عبیداللہ بن علی بن الحسین بن جعفر بن عبیداللہ بن الحسین الاصغر بن علی بن الحسین بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔ اور یہ دونوں داعی کی طرف سے قزوین و زنجان کے حاکم تھے۔ جس وقت موسیٰ بن بغا زنجان و قزوین کو ان سے چھڑوانے پر اور عمدہ لشکر کے ساتھ اس نے حملہ کیا تو ان میں اس کے مقابلہ میں ہمت نہ رہی۔ مجبوراً طبرستان کی طرف بھاگ گئے۔ داعی نے شکست کھانے اور بھاگ آنے کے جرم میں دونوں کو حاضر کیا اور گہرے پانی میں غرق کیا۔ یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی پھر ان کی لاشیں ایک سرداب میں ڈال دیں اور یہ واقعہ ۲۵۸ھ ہجری میں ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جب یعقوب بن لیث، طبرستان میں آیا اور داعی دیلم کی طرف بھاگ نکلا تو یعقوب نے ان دونوں کی لاشیں سرداب سے نکال کر دفن کر دیں اور داعی کے مقتولین میں ایک عقیقی ہے جو کہ داعی کی خالہ کا بیٹا تھا۔ جس کا نام حسن بن محمد بن جعفر بن عبیداللہ بن الحسین الاصغر بن علی بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ یہ داعی کی طرف سے شہر ساری کا حاکم تھا۔ داعی کی عدم موجودگی کے زمانہ میں اس نے سیاہ لباس پہنا جو کہ عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جب داعی نے قوت پکڑی اور دوبارہ لوٹا تو سید عقیقی کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ اور طبرستان کے کچھ لوگوں کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس سے کینہ و مکر و بغض رکھتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دے۔ پس اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا اور چند دن کے بعد

اپنی موت مشہور کرادی۔ پس اسے ایک تابوت میں ڈال کر مسجد میں لے آئے۔ تاکہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو اچانک وہ لوگ کہ جن سے اس نے ساز باز کر رکھی تھی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے مسجد کے دروازے بند کر دیئے اور داعی بھی ہتھیاروں سے لیس تابوت سے باہر کود پڑا۔ اور تلوار نکال لی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ داعی اگرچہ خونریز اور جری تھا مراتب فضائل میں بلند مقام رکھتا تھا اور علماء و شعراء کے لیے اس کا دربار مجمع رجال تھا۔ اور علماء نسابہ کا اتفاق ہے کہ اس کی اولاد نہیں تھی سوائے اس کے کہ ایک کنیز سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام کریم تھا اور وہ شادی ہونے سے پہلے وفات پا گئی۔

داعی کے بھائی محمد بن زید حسنی کے حالات

محمد بن زید اپنے بھائی حسن کے بعد داعی کے لقب سے ملقب ہوا۔ داعی کبیر کے بہنوئی جو کہ ابو الحسین احمد بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن شجری حسنی ہے نے سلطنت کا علم بلند کیا اور طبرستان کے ملک پر غالب آیا۔ محمد بن زید جرجان سے لشکر لے کر آیا اور ابو الحسن سے جنگ کی اور اسے قتل کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اور دو سو اکہتر ۲۷۱ھ ہجری سے لے کر سترہ سال اور سات مہینے تک طبرستان میں اس کی حکومت برقرار رہی اور اس کی سلطنت اتنی مضبوط ہو گئی کہ رافع بن ہرثمہ نیشاپور میں ایک مدت تک اس کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا اور ابو مسلم محمد اصفہانی کاتب معتزلی اس کا وزیر و دبیر تھا۔ آخر کار محمد بن ہارون سرخسی صاحب اسماعیل بن احمد سامانی نے جرجان میں محمد کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لے کر اس کے بیٹے کے ساتھ جو کہ قید کر لیا تھا مرو بھیجا اور وہاں سے بخارا منتقل کیا گیا اور اس کی لاش گرگان میں محمد بن امام جعفر صادقؑ کی قبر کے پاس جن کا لقب دیباج تھا۔ دفن کر دی اور محمد بن زید علم و فضل میں جوانمرد اور سخاوت و شجاعت میں شخص بزرگ تھا۔ علماء و شعراء اس کے دربار کو ملجا و ماوی سمجھتے تھے اور اس کا دستور تھا کہ وہ سال کے اختتام پر بیت المال کا حساب و کتاب دیکھتا۔ جو کچھ اخراجات سے زائد ہوتا وہ قریش انصار فقہاء فقراء اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیتا اور ایک دمڑی بھی باقی نہ رکھتا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک سال جب اس نے بنی عبد مناف کو عطا کرنے کی ابتداء کی اور بنی ہاشم کے عطیات سے فارغ ہوا تو اس نے عبد مناف کی اولاد کے دوسرے طبقہ کو بلایا۔ ایک شخص عطیہ لینے کی غرض سے کھڑا ہوا محمد بن زید نے پوچھا تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا اولاد عبد مناف سے۔ فرمایا شاید اولاد معاویہ میں سے ہے۔ کہنے لگا۔ ایسا ہی ہے۔ فرمایا، معاویہ کے کس بیٹے سے تیرا نسب ملتا ہے۔ وہ پھر خاموش ہوا۔ فرمایا یزید کی اولاد میں سے ہے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ فرمایا، کیا احمق و بیوقوف شخص ہے کہ تو طمع و آرزو رکھے بخشش و عطا اولاد ابو طالبؑ سے حالانکہ وہ تجھ سے خون کا بدلہ چاہتا

ہے ۔ اگر تجھے اپنے دادا کے کردار کا پتہ نہیں تو تو کتنا جاہل و غافل ہے اور اگر تو ان کے کردار سے واقف ہے تو جان
بوجھ کر تو نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے ۔ سادات علویہ نے جب یہ سنا تو اسے گھور کر دیکھنے لگے اور اس کو قتل
کرنے کا ارادہ کیا۔ محمد بن زید نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اس کے حق میں برا ارادہ نہ کرنا کیونکہ جو اس کو آزار پہنچائے
گا مجھ سے اپنا انجام دیکھے گا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔
خداوند عالم کسی شخص کو دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہیں کرتا۔ اب غور سے سنو میں تمہیں ایک بات
سناتا ہوں جو تمہارے کام آئے گی مجھے میرے باپ زید نے بتایا ہے کہ منصور خلیفہ جن دنوں مکہ معظمہ گیا ہوا
تھا۔ اس کے قیام کے دوران اس کے پاس ایک بہت قیمتی گوہر لایا گیا تاکہ وہ اسے خرید کرے۔ منصور نے غور
سے اسے دیکھا اور کہا کہ اس گوہر کا مالک ہشام بن عبدالملک تھا۔ اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا بیٹا محمد نامی
باقی ہے اور یہ گوہر اس نے بیچنے کے لیے پیش کیا ہے۔ اس وقت منصور نے ربیع حاجب کو بلایا اور اس سے کہا
کہ جب کل صبح کی نماز لوگوں کو مسجد الحرام میں پڑھا لو تو فرمان جاری کرو کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔
اس کے بعد ایک دروازہ کھلا رکھو اور لوگوں کو ایک ایک کر کے اچھی طرح پہچانو اور چھوڑتے جاؤ جب محمد کو
پہچان لو تو اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جب دوسرے دن ربیع نے یہ کام اس طرح کیا۔ محمد سمجھ
گیا کہ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ دہشت زدہ اور حیران ہو کر وہ ہر طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت محمد بن زید
بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ کا اس سے آمنا سامنا ہوا اور اس کے دلی اضطراب کو وہ بھانپ گئے
اور کہنے لگے اے شخص میں تجھے سخت حیرت میں دیکھ رہا ہوں تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا
میں ہوں محمد بن ہشام بن عبدالملک۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا، میں ہوں محمد بن زید بن علی اور
اے پسر عم تو خوف نہ کھا۔ کیونکہ تو زید کا قاتل نہیں اور تیرے قتل ہونے سے زید کے خون کا تدارک نہیں ہو
سکتا۔ اور اب تیری خلاصی اور چھٹکارے کی میں ایک تدبیر کرتا ہوں اگرچہ وہ تجھے ناپسند ہے لیکن پروا نہ کرو۔
یہ کہہ کر اپنی عبا محمد بن ہشام کے سر پر اور چہرہ پر ڈال دی۔ اسے کشاں کشاں لے چلے اور تھپڑ پر تھپڑ مارتے
جا رہے تھے یہاں تک کہ ربیع کے پاس دروازے تک پہنچ گئے اور چیخ کر کہا: اے ابوالفضل یہ خبیث شتربان
ہے، اہل کوفہ میں سے ۔ اس نے ایک اونٹ مجھے آنے جانے کے لیے کرایہ پر دیا اور پھر مجھ سے بھاگ گیا تھا اور
وہ اونٹ کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا ہے اور میرے پاس اس سلسلہ میں دو عادل گواہ موجود ہیں۔
دو ملازم و خادم میرے ساتھ کر دو تاکہ میں اسے قاضی کے پاس لے جاؤں۔ محمد نے دو پاسبان زید کے ساتھ
کر دیئے۔ اور یہ مسجد سے نکل گئے۔ جب کچھ راستہ طے کیا تو محمد نے محمد بن ہشام کی طرف رخ کیا اور کہا اب
اگر میرا حق دے دو تو حارس و قاضی کی زحمت تمہیں نہ دوں گا۔ محمد بن ہشام نے کہا، فرزند رسول خدا میں اطاعت

کروں گا۔ محمد بن زید نے ربیع کے ملازمین سے فرمایا: اب اس نے ذمہ اٹھا لیا ہے اب تم زحمت نہ اٹھاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو محمد بن ہشام نے محمد بن زید کے سر اور منہ کے بوسے لیے اور کہا خداوند عالم بہتر جانتا تھا کہ اس نے رسالت ایسے گھرانے میں قرار دی ہے اور ایک گوہر نکالا اور کہنے لگا اس گوہر کو قبول کرکے مجھے عزت بخشیں۔ فرمایا: اے پسر عم! ہم ایسے خاندان کے لوگ ہیں کہ ہم نیکی کے بدلے کچھ نہیں لیتے۔ میں نے تیرے حق میں زید کے خون سے چشم پوشی کی ہے تو اس گوہر کو میں کیا کروں گا۔ اب اپنے آپ کو چھپاؤ کیونکہ منصور تمہاری تلاش میں کوشش کر رہا ہے۔

جب داعی نے گفتگو یہاں تک پہنچائی تو حکم دیا کہ اس اموی شخص کو بھی عبدالمناف میں سے ایک شخص کے برابر عطیہ دیا جائے اور اپنے لوگوں میں سے چند افراد کو حکم دیا کہ وہ اسے ریّ کے علاقہ تک سلامتی کے ساتھ پہنچائیں اور اس کی تحریر سلامتی لے کر واپس آئیں۔ وہ اموی کھڑا ہوا اور اس نے داعی کے سر کا بوسہ لیا اور چلا گیا۔ اور اس داعی کے کہ جس کا نام محمد بن زید ہے دو بیٹے ہیں۔ ایک زید جس کا لقب رضی ہے اور اس کا بھی ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد تھا اور دوسرا حسن اور اب جبکہ ہم زید بن حسن کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں اب حسن مثنیٰ کی اولاد کو شروع کرتے ہیں۔

حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد

ابو محمد حسن بن حسن کہ جسے حسن مثنیٰ کہتے ہیں اس کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد دس شمار کی گئی ہے۔

(۱) عبداللہ (۲) ابراہیم (۳) حسن مثلث (۴) زینب (۵) ام کلثوم اور یہ پانچ افراد جناب فاطمہ بنت الحسین سے پیدا ہوئے۔ (۶) داؤد (۷) جعفر ان دو کی والدہ اہل روم میں سے ایک کنیز جس کا نام حبیبہ ہے (۸) محمد اس کی والدہ کا نام رملہ ہے (۹) رقیہ (۱۰) فاطمہ۔ ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ حسن کی ایک اور بھی بیٹی تھی جس کا نام قسیمہ تھا۔ حسن کی بیٹیوں میں سے ام کلثوم اور رقیہ کے حالات تو نہیں مل سکے۔ زینب سے عبدالملک بن مروان نے شادی کی اور فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا اور اس سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور ان کے نام اس طرح ثبت ہیں۔ یزید۔ صالح۔ حماد۔ حسین اور زینب۔ اور حسن مثنیٰ کے بیٹے سوائے محمد کے سب صاحب اولاد تھے۔ اب ہم ان کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں اور آخر میں ان سے جو معروف ہیں ان کے مقتل بیان کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

عبداللہ بن حسن بن حسن مجتبیٰؑ کی اولاد کا تذکرہ

ابو محمد عبداللہ بن حسن کو عبداللہ محض اس لیے کہتے ہیں چونکہ اس کا باپ حسن بن حسن ہے اور ماں فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام

ہیں۔ اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا تھا اور وہ بنی ہاشم کا بزرگ تھا اور زیادہ خوبصورت زیادہ کریم اور سب لوگوں سے زیادہ سخی تھا اور قوی النفس وشجاع وبہادر تھا اسے منصور نے قتل کیا۔ جیسا کہ اس باب کے آخر میں انشاء اللہ العزیز ذکر ہوگا۔

پہلا: محمد بن عبداللہ محض کا لقب نفس زکیہ تھا۔ جو احجار زیت مدینہ میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵ھ میں شہید ہوا۔ اور اس کی شہادت کی تفصیل آخر باب میں انشاء اللہ بیان ہوگی اور ان کی گیارہ اولادیں ہیں۔ چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔ عبداللہ، علی، طاہر، ابراہیم، حسن، یحییٰ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم، ام سلمہ۔ نیز ام سلمہ اور عبداللہ کا لقب اشتر تھا۔ اسے ہندوستان کے ملک میں شہید کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ اور علی بن محمد بن عبداللہ محض نے منصور کی قید میں وفات پائی اور طاہر کے صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے۔ اور ابراہیم کا ایک بیٹا محمد نامی تھا اور چند بیٹیاں تھیں کہ جن کی ماں امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک خاتون تھیں۔ محمد کی چند اولادیں ہوئیں لیکن ختم ہو گئیں۔ یہ حسن حسین بن علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں واقعہ فسخ میں موجود تھے۔ ایک گہرا زخم انہیں لگا۔ عباسیوں نے انہیں امان دی۔ جب انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو ان کی گردن اڑادی۔ جیسا کہ بعد میں ان کے حالات تفصیل سے بیان ہوں گے اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی اور یحییٰ بھی لاولد تھے۔ مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی اور فاطمہ بلند مرتبہ خاتون ہیں۔ یہ اپنے چچا زاد حسن بن ابراہیم کے نکاح میں تھیں اور زینب سے محمد بن سفاح نے جس رات زینب کے والد محمد شہید ہوئے شادی کی اور اس کے بعد عیسیٰ بن علی عباسی نے اس سے شادی کی اور آخر میں ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ نے اس سے نکاح کیا جس طرح تذکرہ سبط میں تفصیل سے مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفس زکیہ کی اولاد اور نسل عبداللہ اشتر سے باقی رہی۔

دوسرا: بیٹا عبداللہ محض کا ابراہیم ہے اور اسے قتیل باخمری کہتے ہیں اور ان کی شہادت کی تفصیل آخر باب میں انشاء اللہ بیان ہوگی اور ان کے دس بیٹے تھے اور ان کے نام اس طرح شمار ہوتے ہیں۔ محمد اکبر، طاہر، علی، جعفر، محمد اصغر، احمد اکبر، احمد اصغر، عبداللہ، حسن، اور ابو عبداللہ اور محمد اکبر جو قشاش کے لقب سے معروف ہے۔ لاولد تھا۔ اور اسی طرح طاہر، علی، ابو عبداللہ اور احمد اصغر بھی اور عبداللہ نے مصر میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد تھا جو لاولد فوت ہو گیا۔ اور احمد اکبر کے دو بیٹے ہو کر فوت ہو گئے۔ اور جعفر کا ایک بیٹا زید نامی ہو کر فوت ہو گیا۔ اور محمد اصغر کی والدہ ابراہیم غمر فرزند حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی سات اولادیں تھیں۔ ابراہیم، عبداللہ، ام علی، زینب، فاطمہ، رقیہ اور صفیہ ابراہیم سے اولاد ہو کر ختم ہو گئی۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم قتیل باخمری کی نسل حسن کے علاوہ اور کسی سے باقی نہیں رہی اور وہ شخص وجیہہ

بزرگوار تھا۔ اور اگر ہم اس کے بیٹوں اور پوتوں کا ذکر کرنا چاہیں تو مقصد کتاب سے نکل جائیں خواہشمند حضرات کتب مشجرات اور انساب طالبیین کی طرف رجوع کریں۔

تیسرا بیٹا عبداللہ محض کا ابوالحسن موسیٰ ہے۔ موسیٰ بن عبداللہ کا لقب جون تھا۔ اور یہ لقب اسے ماں سے ملا۔ کیونکہ وہ کالا سیاہ ماں سے پیدا ہوا۔ اور وہ شخص شاعر اور ادیب تھا اور جس وقت منصور نے اس کے باپ عبداللہ کو قید کیا تو اسے بلایا اور حکم دیا کہ اسے ہزار تازیانہ مارا جائے۔ اس کے بعد کہنے لگا۔ تم حجاز میں جاؤ اور اپنے بھائی محمد و ابراہیم کی مجھے اطلاع دو۔ موسیٰ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد و ابراہیم میرے سامنے آئیں اور اپنا پتہ نشان دیں۔ جبکہ تیرے جاسوس میرے ساتھ ہوں گے۔ منصور نے حاکم حجاز کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص موسیٰ سے تعرض نہ کرے اور اسے حجاز روانہ کیا۔ موسیٰ نے حجاز کی راہ لی اور مکہ چلا گیا اور وہیں رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی محمد و ابراہیم شہید ہو گئے اور خلافت مہدی تک پہنچی۔ اسی سال مہدی مکہ کی زیارت کے لیے آیا۔ جس وقت مہدی مشغول طواف تھا۔ موسیٰ نے پکار کر کہا۔ اے امیر مجھے امان دو تو میں موسیٰ بن عبداللہ کو تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ مہدی نے کہا، تجھے اس شرط پر امان دیتا ہوں۔ موسیٰ نے کہا میں ہی موسیٰ بن عبداللہ ہوں۔ مہدی نے کہا، کون تجھے پہچانتا ہے اور کون تیری بات کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا، یہ حسن بن زید موسیٰ بن جعفرؑ حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابی طالب میرے گواہ ہیں۔ پس ان سب حضرات نے گواہی دی کہ یہی موسیٰ جون بن عبداللہ ہے تو مہدی نے اسے امان نامہ لکھ دیا۔ اور موسیٰ رشید کے زمانہ تک اس طرح رہا۔ ایک دن ہارون کے سامنے آیا۔ اور ہارون کے فرش پر اس کا پاؤں پھسلا اور گر گیا تو ہارون ہنسنے لگا۔ موسیٰ نے کہا یہ کمزوری روزہ کی وجہ سے ہے نہ کہ بڑھاپے سے اور عبداللہ بن مصعب زبیری کا اس کی رشید سے شکایت کرنا اور موسیٰ کا اسے قسم کھلانا۔ اور عبداللہ کا اس قسم کی وجہ سے مر جانا۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تفصیل سے لکھا ہے۔

اور موسیٰ نے سویقہ مدینہ میں وفات پائی اور اس کی اولاد و احفاد صاحب ریاست اور امارت تھے اور اس کے پوتوں میں سے تھا۔ موسیٰ بن عبداللہ بن جون کہ جسے موسیٰ ثانی کہتے تھے۔ اس کی ماں امامہ بنت طلحہ فزاری ہے اور اس کی کنیت ابو عمر وہ راوی حدیث ہے۔ اور ۲۵۶ھ میں اس نے وفات پائی۔ مسعودی نے فرمایا ہے کہ سعید حاجب اسے معتز باللہ کے زمانہ میں مدینہ لے گیا اور موسیٰ زہاد و عباد میں سے تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ادریس بن موسیٰ بھی تھا۔ جب ملک عراق کے زبالہ نامی مقام پہنچے تو بنی فزارہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ جمع ہوا تاکہ وہ موسیٰ کو سعید حاجب سے چھین لیں۔ سعید نے موسیٰ کو زہر دیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ پس انہوں نے اس کے بیٹے ادریس کو سعید سے لے لیا۔ اس کی بہت اولاد ہے۔ حجاز

کی امارت ان سے متعلق تھی۔ منجملہ موسیٰ جون کے پوتوں میں سے صالح بن عبداللہ بن جون ہے۔ صالح کی ایک بیٹی تھی جس کا نام دلفاد تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے جن میں سے تین لاولد تھے۔ اس کا ایک بیٹا ابو عبداللہ محمد جو شہید کے لقب سے مشہور تھا۔ صاحب اولاد ہے۔ بغداد میں اس کی قبر مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ ابن معیتہ حسنی نسابہ کہتا ہے کہ وہ محمد بن صالح ہے کہ جسے محمد الفضل کہتے ہیں۔ اس کی قبر بغداد میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ کی قبر ہے یہ درست نہیں۔ صاحب عمدۃ المطالب کہتا ہے کہ محمد بن صالح مرد دلیر و بہادر تھا۔ اچھے شعر کہتا تھا۔ چونکہ لوگوں کو غاصبین حقوق اہل بیتؑ کی بیعت اور اتباع میں دیکھتا تھا لہٰذا ان کے قتل میں دریغ نہ کرتا۔ متوکل عباسی کے زمانہ میں مکہ کے راستہ میں گزرنے والوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا۔ اس گیرودار میں گرفتار ہو گیا، قید ہو کر متوکل کے پاس لایا گیا۔ تو اسے سامرہ میں قید کر دیا گیا اس کی قید کی مدت طویل ہو گئی تو اس نے قید خانہ میں بہت سے اشعار کہے۔ متوکل کی تعریف میں چند قصیدے لکھے اس کی خلاصی اور چھٹکارے کا سبب یہ ہوا کہ ابراہیم بن مدبر نے جو کہ متوکل کا ایک وزیر تھا محمد بن صالح کے کچھ اشعار متوکل کے سامنے ایک گانے والی کو یاد کرائے اور کہا کہ یہ متوکل کے سامنے پڑھنا جب متوکل نے یہ اشعار سُنے تو پوچھا کہ یہ کس نے کہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ محمد بن صالح بن موسیٰ جون نے۔ اس نے ذمہ داری لی کہ موسیٰ پھر خروج نہیں کرے گا۔ متوکل نے اسے رہا کر دیا لیکن وہ دوبارہ حجاز کی طرف نہ جا سکا اور سر من رای (سامرہ) میں عالم بقا کو سدھار گیا۔

ابراہیم کے محمد کے حق میں سفارش کرنے کا سبب یہ تھا کہ محمد بن صالح کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حجاز کے راستہ میں ایک قافلہ پر حملہ کیا۔ انہیں مغلوب و مقہور کیا۔ میں ایک ٹیلے کے اوپر کھڑا ہو گیا تاکہ دیکھوں کہ میرے ساتھی مال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہیں۔ اچانک ایک عورت جو ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی میرے قریب آئی اور کہنے لگی اس لشکر کا رئیس کون ہے۔ میں نے کہا رئیس سے کیا چاہتی ہے۔ وہ کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس لشکر میں اولادِ رسولؐ میں سے ایک شخص موجود ہے۔ مجھے اس سے ایک حاجت ہے۔ میں نے کہا میں حاضر ہوں تم کیا چاہتی ہو۔ اس نے کہا: اے شریف، میں ابراہیم بن مدبر کی بیٹی ہوں۔ اور قافلہ میں میرا بہت سا مال ہے، اونٹ، ریشم اور دوسری چیزیں۔ نیز میرے اس ہودج میں بہت سے جواہر شاہوار ہیں۔ میں آپ کو آپ کے جد رسولِ خداؐ اور والدہ فاطمہ زہراؑ کا واسطہ دیتی ہوں کہ یہ اموال مجھ سے حلال طریقہ سے لیں اور کسی کو میرے ہودج کے قریب نہ آنے دیں۔ اور اس کے علاوہ جتنا مال چاہتے ہیں میں اپنے ذمہ لیتی ہوں کہ تجار حجاز سے قیمتاً لے کر آپ کے سپرد کر دوں گی۔ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لوٹ مار سے ہاتھ کھینچ لو اور جو کچھ لے چکے ہو میرے پاس

لے آؤ۔ جب وہ سب سامان لے آئے تو میں نے کہا یہ سب کچھ میں نے تجھے بخشا اور باقی قافلہ کے مال و اسباب سے چشم پوشی کی اور اس میں سے کم و زیادہ کچھ بھی نہ لیا اور میں چلا گیا۔ جس وقت میں سامرہ میں قید تھا ایک رات زندان بان میرے پاس آیا اور کہنے لگا چند عورتیں اجازت چاہتی ہیں کہ تمہارے پاس آئیں۔ میں نے دل میں کہا میرے عزیزوں اور رشتہ داروں میں سے کوئی ہوں گی۔ لہٰذا میں نے اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ وہ آئیں اور کھانے کی چیزیں اور دوسرے بہت سے ہدیے اپنے ساتھ لائیں اور مجھ سے مہر و شفقت سے پیش آئیں اور زندانبان کو بھی عطیہ دیا تاکہ وہ مجھ سے رفق و نرمی برتے۔ ان میں سے ایک عورت کو میں نے دیکھا جو باقی کی نسبت زیادہ صاحب حشمت تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کہنے لگی کیا مجھے آپ نہیں جانتے۔ میں نے کہا، نہیں۔ کہنے لگی میں ابراہیم بن مدبر کی بیٹی ہوں۔ میں نے آپ کے احسان کو نہیں بھلایا اور آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنا میں نے اپنے ذمہ واجب جانا ہے۔ پھر الوداع کہہ کر چلی گئی اور جب تک میں زندان میں رہا وہ میری دیکھ بھال سے دستبردار نہ ہوئی۔ اور اس نے اپنے باپ کو تیار کیا اور وہ میری نجات کا سبب بنا۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم بن مدبر نے اپنی بیٹی کا نکاح محمد بن صالح سے کر دیا اور محمد بن صالح کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن محمد ہے جو حسن شہید کا باپ ہے اور حجاز میں اس کی کافی اولاد ہے کہ جنہیں صالحیون کہتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں سے ہیں۔ آل ابی الضحاک اور آل ہریم اور یہ عبداللہ بن محمد بن صالح کی اولاد ہیں۔

چوتھا بیٹا عبداللہ محض کا یحییٰ صاحب دیلم ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ بہت جلالت اور بے شمار فضائل کا مالک ہے اور اس نے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام اور ابان بن تغلب اور دوسرے لوگوں سے بہت روایات نقل کی ہیں اور اس سے بھی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور واقعہ فخ میں یہ حسین بن علی کے ساتھ تھا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک مدت تک بیابان کی خاک چھانتا رہا۔ خود کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہارون الرشید کے خوف سے دیلم کے علاقہ میں چلا گیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور ایک بڑے گروہ نے اس کی بیعت کر لی۔ اس کا معاملہ خوب بڑھا۔ یہاں تک کہ ہارون کے دل میں اس کا بہت ڈر پیدا ہو گیا۔ پس ہارون نے فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی کو لکھا کہ یحییٰ بن عبداللہ میری آنکھ کے لیے خار بنا ہوا ہے۔ اس سے میں سو نہیں سکتا۔ جس طرح ہو سکے اس کا معاملہ نپٹاؤ اور میری کفایت کرو اور میرے دل کو اس کی فکر سے نجات دو۔ فضل لشکر تیار کر کے دیلم کی طرف روانہ ہوا اور سوائے رفق و مدارات و نرمی کے اور کوئی راستہ اختیار نہ کیا اور اسے تحذیر و ترغیب اور بیم و رجا کے متواتر خطوط لکھے اور یحییٰ بھی چونکہ فضل کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اور اسے شکست نہیں دے سکتا تھا لہٰذا طالب امان ہوا۔ فضل نے رشید کی طرف سے امان نامے

کراسے بھیجا اور عہد و پیمان کیے۔ بالآخر یحییٰ فضل کے ساتھ ۱۷۶ھ میں رشید کے پاس آیا۔ رشید نے اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ اور اسے دو لاکھ دینار خلعت کے ساتھ دیگر اموال کے علاوہ دیئے اور یحییٰ نے اس مال کے ساتھ حسین بن علی شہید کے قرضے ادا کیے کیونکہ حسین کے ذمہ دو لاکھ دینار قرض تھا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے آجانے کے بعد ہارون ایک مدت تک خاموش رہا۔ لیکن بغض و کینہ کی آگ اس کے دل میں بھڑکتی رہی۔ لہٰذا ایک دفعہ یحییٰ کو بلایا اور اسے سرزنش و عتاب کرنے لگا۔ یحییٰ نے وہ امان نامہ نکالا۔ اور کہا کہ اس امان نامہ کے ہوتے ہوئے یہ بہانہ کیا اور کس طرح تم عہد و پیمان کو توڑ دگے۔ رشید نے وہ امان نامہ لے لیا اور محمد بن حسن قاضی ابو یوسف کے ساتھی کو دیا کہ اسے پڑھو۔ اس نے کہا کہ امان نامہ یحییٰ کی صریح امان ہے اور حیلہ و بہانہ سے صاف ہے۔ اس وقت ابو البختری وہب بن وہب نے ہاتھ بڑھایا اور تحریر لے کر کہنے لگا اس خط میں فلاں فلاں خامی ہے جس کی وجہ سے یہ باطل ہے اور یحییٰ کی امان کے لیے فائدہ مند نہیں اور حکم دیا کہ یحییٰ کا خون بہا دیا جائے اور اس کا خون میری گردن پر رکھ دیجیے۔ رشید نے سرور خادم سے کہا کہ ابو البختری سے کہو کہ یہ امان نامہ اگر باطل ہے تو اس کو پھاڑ ڈالو۔ ابو البختری ملعون نے وہ امان نامہ لیا اور چھری سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انتہائی غصہ اور خشم کے باعث اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ہارون اس سے بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ابو البختری کو ایک کروڑ اور چھ لاکھ درہم دیئے جائیں۔ اور اس کو قاضی مقرر کیا۔ پھر حکم دیا اور یحییٰ کو قید خانہ میں لے گئے۔ کچھ دن اس کو قید خانہ میں رکھ کر دربار میں قاضیوں اور گواہوں کے ساتھ بلایا اور چاہا کہ یہ ظاہر کرے کہ اسے قید خانہ میں کوئی تکلیف و اذیت نہیں دی گئی اور اس کا قتل ہارون کو منظور نہیں اور نہ ہی اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اس وقت یحییٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر ایک نے باتیں کہیں لیکن یحییٰ خاموش رہا اور کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا کہ بولنے کی طاقت نہیں رہی اور اپنی زبان باہر نکالی جو کوئلہ کی طرح سیاہ تھی۔ رشید نے کہا، یہ جھوٹ بولتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔ دوبارہ اسے قید میں بھیجا وہاں کچھ دن کے بعد شہید ہو گیا۔ اور ابو الفرج کی روایت میں ہے کہ ابھی گواہوں کا وہ گروہ مکان کے وسط میں نہیں پہنچا تھا کہ یحییٰ زہر کی شدت اور بوجھ سے زمین پر گرا۔ اس کی شہادت میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر دے کر مارا گیا ہے۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ اسے کھانا نہ دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ بھوک سے وفات پا گیا۔ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ رشید نے حکم دیا کہ اسے زندہ لٹا کر پتھر اور گارے سے اس پر ستون بنا دیا جائے۔ اور اس سے اس نے جان دے دی۔ ابو الفراس نے جس قصیدہ میں بنی عباس کے مثالب و عیوب بیان کیے ہیں۔ اس میں یحییٰ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جہاں وہ کہتا

ہے۔ ترجمہ اشعار

"اے وہ شخص جوان کی برائیوں کا انکار کرتا ہے اور انہیں چھپاتا ہے۔ رشید کا یحییٰ سے غدر اور دھوکا کرنا کیسے چھپ سکتا ہے۔ زبیری نے غلط قسم کا انجام چکھا اور فرزند فاطمہ سے غلط باتیں اور اور تہمتیں دور ہو گئیں۔"

اس شعر میں اشارہ ہے عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر کے رشید سے شکایت کرنے کا کہ یحییٰ بیعت لینا چاہتا ہے اور مجھ سے بھی بیعت کا تقاضا کیا ہے۔ یحییٰ نے اس کو قسم دی قسم کھانے کے بعد عبداللہ کے بدن پر ورم ہو گیا۔ اور وہ سیاہ ہو گیا اور جہنم واصل ہوا اور یحییٰ کے ہاں گیارہ اولادیں ہوئیں۔ چار بیٹیاں اور سات بیٹے اور اس کے پوتے پڑپوتے بہت ہیں۔

اس کے بہت سے پوتوں کو شہید کیا گیا۔ یحییٰ کے بیٹوں میں سے ایک محمد بن یحییٰ ہے کہ جسے بکار زبیری نے مدینہ میں زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر قید کر دیا اور اس نے اس کی قید ہی میں وفات پائی۔ ان کا ایک پوتا محمد بن جعفر بن یحییٰ ہے۔ جس نے مصر کا سفر کیا اور وہاں سے مغرب کے علاقہ میں گیا۔ کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے فرمانبردار ہوئے۔ اس نے ان کے درمیان عدل و انصاف سے حکومت کی اور آخر میں اسے زہر دیا گیا۔ اس سے وہ فوت ہوا۔ کچھ نسل یحییٰ کی اس کے بیٹے محمد سے تھی جو ہمیشہ ہارون کی قید میں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔

پانچواں بیٹا عبداللہ محض کا ابو محمد سلیمان ہے۔ سلیمان بن عبداللہ کی عمر تریپن[۵۳] سال تھی یہ حسین بن علی کے ساتھ میدان فخ میں تھے اور وہیں شہید ہوئے اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک عبداللہ اور دوسرا محمد اور سلیمان کی نسل محمد سے چلی ہے اور محمد بھی جنگ فخ میں موجود تھا اور صاحب عمدہ نے کہا ہے کہ محمد باپ کی شہادت کے بعد مغرب کے علاقہ میں بھاگ گیا، وہاں اس کی اولاد ہوئی۔ اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان ہے جو کہ کوفہ میں آیا اور اس نے روایت حدیث کی اور وہ شخص جلیل القدر اور راوی حدیث تھا اور اولاد سلیمان کے سلسلہ کو بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

چھٹا بیٹا عبداللہ محض کا ابو عبداللہ ادریس ہے۔ ادریس بن عبداللہ کی شہادت میں مؤرخین کی آراء مختلف ہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ ادریس نے حسین بن علی کی خدمت میں مقام فخ پر عباسیوں کے لشکر سے جنگ کی حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے کے بعد جنگ سے پہلوتہی کر کے اپنے غلام راشد کے ساتھ جو پختہ عقل اور عمدہ رائے رکھتا تھا۔ شہر فاس و طنجہ اور مصر کی طرف گیا اور وہاں سے مغرب کے علاقہ کا سفر کیا۔ مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی

اور اسے بڑی سلطنت حاصل ہوئی۔ جب یہ خبر رشید کو پہنچی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ اس کے مقابلے میں لشکر تیار کرنے اور جنگ کرنے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ جو شجاعت اور حشمت ادریس میں تھی اس سے جنگ کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ بالآخر سلیمان بن جریر کو (جو متکلم زیدیہ تھا) اپنی طرف سے غیر رسمی طریقے سے مرکب عطر کی شیشی میں زہر ملا کر بھیجا تاکہ وہ ادریس کو زہر دے۔ سلیمان جب ادریس کے پاس گیا تو ادریس نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اور اس کے آنے کو مبارک قرار دیا کیونکہ وہ ادیب اور زباں داں تھا اور ندیم مجلس کے لیے شائستہ اور شایان تھا۔ سلیمان نے بھاگنے کا راستہ ہموار کرنے کے لیے سواری تیار کی ہوئی تھی۔ اور وہ اس تلاش میں رہتا۔ ایک دن اس نے مجلس کو راشد وغیرہ سے خالی پایا تو وہ عطر مرکب زہر آلود ادریس کو ہدیہ کے طور پر دیا۔ ادریس نے اس میں سے کچھ جسم پر لگایا اور اسے سونگھا۔ سلیمان فوراً باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ ادریس کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ لوٹنے لگا اور جب راشد پہنچا اور یہ کیفیت دیکھی تو آندھی کی طرح اس کے پیچھے گیا اور اس کو پالیا اور اسے تلوار ماری اور کئی زخم اس کے سر اور چہرہ اور انگلیوں پر لگائے اور واپس آ گیا۔ ادریس بن عبداللہ کی وفات ہو گئی۔ جب ادریس نے وفات پائی تو اس کی ایک کنیز بربریہ حاملہ تھی۔ مغرب کے لوگوں نے راشد کی صوابدید پر تاج سلطنت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا جب وضع حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام باپ کے نام پر ادریس رکھا۔ وہ باپ کے فوت ہونے کے چار ماہ بعد پیدا ہوا۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ راشد کا بیٹا تھا اس نے بہانہ بنایا تاکہ یہ ملک اس کے قبضہ میں آ جائے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ داؤد بن قاسم جعفری جو بزرگ علما میں سے ہے اور معرفت انساب میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں ادریس بن عبداللہ کی وفات اور ادریس بن ادریس کی ولادت کے وقت جو اس کے باپ کے فرش پر ہوئی موجود تھا اور میں علاقہ مغرب میں اس کے ساتھ رہا۔ جمال و جلادت (بہادری) جود و سخا اور عمدگی طبع میں میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا اور امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا رحم کرے ادریس بن ادریس کے نسب کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں اس کی سلطنت اور اولاد کے حالات اپنے مقام پر تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی اولاد میں سے بعض افراد مصر میں رہے ہیں اور وہ فواطم کے نام سے مشہور ہیں۔ اور سید شہید قاضی نور اللہ نے مجالس میں ادریس بن عبداللہ کی شہادت کے سلسلہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ہارون نے داؤد نامی شخص کو جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا وہاں بھیجا وہ ادریس کی خدمت میں پہنچا اور مکر و فریب سے اس کے خواص کے زمرہ میں منسلک ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن ادریس نے دانت کے درد کی شکایت کی۔ اس نے انہیں کوئی چیز دی کہ یہ دانت کی دوا ہے۔ ادریس نے سحر کے وقت اسے استعمال کیا اور اسی سے اس کی وفات

ہوئی اور اس کی ایک کنیز حاملہ تھی۔ ارکان حکومت نے تاج حکومت اس کے شکم پر رکھ دیا۔ اور اسلامی دنیا میں اس کے علاوہ کسی شخص کو شکم مادر میں سلطنت کے لیے نہیں موسوم کیا گیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے اس کے حق میں فرمایا تھا: عَلَیْکُمْ بِاِدْرِیْسِ بْنِ اِدْرِیْسَ فَاِنَّهٗ نَجِیْبُ اَهْلِ الْبَیْتِ وَشُجَاعُهُمْ۔ تم پر لازم ہے ادریس بن ادریس کا ساتھ دینا کیونکہ وہ نجیب شریف اہل بیت اور ان کا بہادر شخص ہے۔

ابراہیم بن حسن بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حالات

ابوالحسن ابراہیم عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں۔ زیادہ جود و سخا بلند مرتبہ اور شرافت کی وجہ سے ان کا لقب غمر تھا۔ رسول اللہؐ سے پوری شباہت رکھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ اور ان کے بھائی عبداللہ راویان حدیث میں سے ہیں اور کوفہ میں ان کا صندوق قبر تھا اور ان کا مزار قریب و بعید کے لوگوں کی زیارت گاہ تھا۔ منصور نے انہیں ان کے بھائی عبداللہ اور دوسرے بھائیوں کو گرفتار کر کے کوفہ میں قید رکھا اور پانچ سال برابر انتہائی رنج و تکلیف میں قید کی سختی میں گزارے اور ابراہیم نے ماہ ربیع الاول ۱۴۵ھ میں زندان میں ہی دار جناں کی طرف انتقال کیا اور قیدیوں میں سے وہ پہلے شخص تھے جو شہید ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی مدت عمر انہتر ۶۹ سال تھی۔ ان کے فضائل زیادہ تھے اور محاسن مشہور تھے۔ سفاح اپنی حکومت کے دنوں میں ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ابراہیم کی گیارہ اولادیں تھیں۔ ان کے نام اس طرح گنے گئے ہیں۔ (۱) یعقوب (۲) محمد اکبر (۳) محمد اصغر (۴) اسحاق (۵) علی (۶) اسماعیل (۷) رقیہ (۸) خدیجہ (۹) فاطمہ (۱۰) حسنہ (۱۱) ام اسحاق۔

ابراہیم کی نسل اسماعیل دیباج اور محمد اصغر سے چلی ہے جس کی ماں کنیز تھی اور اس کا عالیہ نام تھا۔ اور محمد کو کمال حسن کی وجہ سے دیباج اصغر کہتے تھے۔ جب اس کو گرفتار کر کے منصور دوانقی کے پاس لے گئے تو منصور نے کہا کہ دیباج اصغر تو ہے۔ کہا: ہاں۔ کہنے لگا خدا کی قسم تجھے اس طرح قتل کروں گا کہ تیرے رشتہ داروں میں سے کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا ہے۔ پھر حکم دیا کہ ایک ستون تیار کریں اور محمد کو اس میں کھڑا کردیں اور اس پر ستون تیار کرایا اور وہ زندہ ہی ستون میں چنے گئے اور وہیں رحمت خدا میں جا پہنچے اور اسماعیل کی کنیت ابوابراہیم اور لقب دیباج اکبر تھا۔ وہ جنگ فخ میں موجود تھا اور ایک مدت تک منصور کی قید میں رہا اور اس کی ایک بیٹی تھی کہ جس کا نام ام اسحاق تھا اور دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام حسن اور دوسرے کا ابراہیم تھا۔ اور حسن بن اسماعیل جنگ فخ کے غازیوں میں سے ہے اور اسے ہارون الرشید نے بائیس سال قید رکھا اور

اس کی اولاد میں سے ہے۔ سید سند نسابہ عالم فاضل جلیل القدر وسیع الروایہ ابو عبداللہ تاج الدین محمد بن ابو جعفر قاسم بن حسین حسنی دیباجی حلی معروف بابن معیہ انساب۔ معرفت الرجال۔ فقہ۔ حساب۔ حدیث وغیرہ میں ان کی تصانیف ہیں۔ ان سے سید سند نسابہ جمال الدین احمد بن علی بن حسین حسنی داودی نے استفادہ کیا ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے فرمایا ہے کہ ان پر علم نسب منتہی تھا۔ ان کے زمانہ میں اور ان کے پاس سندات عالیہ اور سماعات شریفہ ہیں۔ میں نے ان کے بڑھاپے میں ان کو دیکھا تھا اور بارہ سال تقریبًا میں نے ان کی خدمت کی اور ان سے حدیث، نسب، فقہ، حساب، ادب، تاریخ اور شعر وغیرہ پڑھا۔ جیسا کہ ممکن تھا۔ پھر ان کی تصانیف، کچھ ان کے حالات کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ نقیب تاج الدین محمد کے فضائل کو بیان کرنا تفصیل کا محتاج ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ سید جلیل ابن معیہ شیخ شہید کے بھی استاد ہیں۔ شہید ان سے روایت کرتے ہیں اور اپنے ایک اجازہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اِنَّهٗ اُعْجُوْبَةُ الزَّمَانِ فِیْ جَمِیْعِ الْفَضَائِلِ وَالْمَآثِرِ کہ وہ اپنے فضائل اور آثار میں عجیب شخصیت تھے اور اپنے مجموعہ میں ان کے حق میں فرمایا ہے کہ آٹھ ربیع الثانی سنہ ۷۷۶ھ میں ابن معیہ نے حلہ میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ مشہد امیر المومنینؑ میں لے جایا گیا اور اس سید بزرگوار نے مجھے اور میرے دونوں بیٹوں ابو طالب محمد ابو القاسم علی کو اپنی وفات سے پہلے اجازہ روایات دیا۔ فقیر کہتا ہے کہ مُعَیَّہ ابو القاسم علی بن حسن بن حسن بن اسماعیل دیباج کی والدہ ہے اور وہ محمد بن حارثہ بن معاویہ بن اسحاق کی بیٹی بنی عمرو بن عوف سے کوفہ کی رہنے والی ہیں اور اس کا اصلی وطن بغداد ہے اور ابراہیم بن اسماعیل دیباج بن ابراہیم غمر کی ماں کنیز تھی اور اس کا لقب طباطبا تھا۔ ابوالحسن عمری سے منقول ہے کہ جب ابراہیم بچہ تھا اس کے باپ اسماعیل نے چاہا کہ اس کے لیے کپڑا سلوایا جائے تو اس سے کہا اگر چاہو تو تمہارے لیے قمیص بنوائی جائے ورنہ قبا بنا دیں۔ چونکہ اس کی زبان مخارج حروف کے ابھی نکالنے میں صاف نہیں تھی تو اس نے چاہا کہ کہے قبا قبا تو کہا طباطبا۔ لہٰذا یہی لفظ اس کا لقب ہو گیا۔ لیکن اہل سواد کہتے ہیں کہ قبطی زبان میں طباطبا کا معنی ہے سید السادات۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم شخص باوقار اور جلیل القدر تھا۔ اس نے اپنے عقائد امام رضاؑ کی خدمت میں پیش کیے اور انہیں شک و شبہ کے شوائب سے پاک و صاف کیا۔ اس کے گیارہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام اس طرح ہیں۔ (۱) جعفر (۲) ابراہیم (۳) اسماعیل (۴) موسیٰ (۵) ہارون (۶) علی (۷) عبداللہ (۸) محمد (۹) حسن (۱۰) احمد (۱۱) قاسم (۱۲) لبابہ (۱۳) فاطمہ اور عبداللہ ایک والدہ سے ہیں جو کہ جمیلہ بنت موسیٰ بن عیسیٰ بن عبدالرحیم ہے۔ وہ عبداللہ کی اولاد سے ہے۔ احمد نے سنہ ۲۷۰ھ میں مصر میں خروج کیا اور اسے احمد بن طولون نے قتل کیا اور اس کی اولاد ختم ہو گئی اور محمد بن ابراہیم نے جس کی کنیت ابو عبداللہ ہے سنہ ۱۹۹ھ میں

مامون کے زمانہ خلافت میں ابوالسرایا کی مدد سے کوفہ میں خروج کیا اور کوفہ کو اپنی بیعت میں لے لیا اور اس کا معاملہ آگے بڑھا چاہتا تھا کہ اسی سال فوت ہوگیا اور زید بن عزی (نجف اشرف) میں دفن ہوا۔ اور ابوالفرج حضرت باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا، ۱۹۹ھ ماہ جمادی الاول میں اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کوفہ پر متصرف ہوگا اور وہ منبر کوفہ پر خطبہ پڑھے گا۔ خداوند عالم اپنے ملائکہ کے ساتھ اس سے فخر و مباہات کرے گا اور قاسم بن ابراہیم طباطبا کی کنیت ابو محمد ہے اور اسے رسّی کہتے ہیں کیونکہ وہ جبل رس میں رہتا تھا اور وہ سید عفیف النفس زاہد و پرہیزگار اور صاحب تصانیف تھا و دعی الی الرضا من آل محمد علیہم السلام اس نے رضا آل محمدؐ کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ۲۴۶ھ میں وفات پائی اور اس کی اولاد بہت ہے۔ ان میں سے بہت سے رئیس اور بڑے لوگ تھے۔ ان میں کچھ زیدیہ مذہب کے امام تھے۔ مثلاً ابو حمزہ اور ابوالحسن یحیٰی ہادی بن حسین بن قاسم رسّی جو معتضد کے زمانہ میں ۲۸۰ھ میں یمن میں ظاہر ہوئے اور اس کا لقب ہادی الی الحق ہوا۔ اس کی فقہ میں بڑی بڑی ضخیم تصنیفات ہیں جو کہ مذہب ابوحنیفہ کے قریب ہے۔ ۲۹۸ھ میں وفات پائی۔ اس کی اولاد مذہب زیدیہ کے امام اور یمن کے بادشاہ ہیں اور قاسم رسی کی اولاد میں سے ہے زید الاسود بن ابراہیم بن محمد بن الرسی کو جسے عضدالدولہ دیلمی نے بیت المقدس میں بلایا۔ اور اس سے اپنی بہن کی شادی کی اور جب اس کی بہن فوت ہوگئی تو اپنی بیٹی شاہاندخت کی اس سے تزویج کی اور شیراز میں اس کی بہت اولاد ہے جو صاحب وجاہت و ریاست ہیں اور انہیں میں سے شیراز کے نقباء اور قاضی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الحمدللہ اس وقت سادات طباطبا کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور مشرق و مغرب عالم کے ہر شہر اور بستی میں ان کی بہت سی تعداد ہے۔

ابوعلی حسن بن حسن بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد اور واقعہ فخ کی تفصیل اور حسین بن علی کی شہادت کے حالات

حسن بن حسن مثنیٰ کو حسن مثلث کہتے ہیں کیونکہ وہ تیسرے بیٹے ہیں کہ بلاواسطہ جن کا نام حسن ہے۔ اور وہ عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں اور ان کی وفات بھی منصور کی قید میں شہر کوفہ میں ۱۴۵ھ میں ہوئی اور ان کی عمر اڑسٹھ (۶۸ سال) تھی۔ ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب عبداللہ حسن مثلث کے بھائی کو قید کیا گیا تو حسن نے قسم کھائی کہ جب تک عبداللہ قید میں ہے میں نہ اپنے بدن پر تیل اور نہ آنکھوں میں سرمہ لگاؤں گا، نہ اچھے کپڑے پہنوں گا نہ لذیذ غذا کھاؤں گا۔ اسی لیے ابوجعفر منصور انہیں حاد کہتا تھا یعنی زینت کو چھوڑنے والا اور وہ شخص فاضل اللہ والا اور صاحب ورع تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مذہب زیدیہ کی طرف مائل تھا۔ اس کے چھ بیٹے تھے: (۱) طلحہ (۲) عباس (۳) حمزہ (۴) ابراہیم (۵) عبداللہ (۶) علی۔ طلحہ کی تو کوئی اولاد

نہ تھی عباس کی بیوی طلحہ الجواد کی بیٹی عائشہ نامی تھی۔ وہ بنی ہاشم کے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا کہ جسے قید کے لیے لے چلے۔ اس کی ماں نے فریاد کی کہ ذرا رک جاؤ میں اس کی خوشبو سونگھ لوں اور گلے لگالوں تو وہ خبیث کہنے لگا تیری یہ مراد زندگانی دنیا میں پوری نہیں ہوگی۔ عباس نے تین ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ کو قید خانہ میں وفات پائی۔ اس وقت اس کی عمر پینتیس سال تھی۔ وہ صاحب اولاد تھا لیکن وہ ختم ہوگئی۔ اس کی اولاد میں سے علی بن عباس تھا جو بغداد میں آیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی۔ ایک گروہ زیدیہ نے اس کی دعوت قبول کی۔ مہدی عباسی نے اسے قید کر دیا۔ حسین بن علی صاحب فخ کی سفارش نے اسے قید سے نکال دیا لیکن مہدی نے اسے زہر آلود شربت دیا۔ جو اس نے پیا تو پے در پے زہر اس میں اثر کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ جب مدینہ میں آیا تو اس کے بدن کا گوشت زہر کے اثر سے فاسد ہو چکا تھا اور اس کے اعضا بدن ایک دوسرے سے الگ الگ ہو گئے تھے اور تین دن سے زیادہ مدینہ میں نہ رہ سکا کہ وفات پائی۔ حمزہ کی وفات باپ کے زمانہ میں ہو گئی تھی اور ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ عبداللہ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ اس کی ماں ام عبداللہ عامر بن عبداللہ بن بشر بن عامر ملاعب الاسنہ کی بیٹی ہے اسے منصور دوانقی نے اس کے بھائی علی اور چند افراد سادات بنی حسن کے ساتھ گرفتار کیا۔ جب مدینہ سے باہر نکال کر کوفہ کی طرف لے چلے تو ربذہ کے قریب قصر نفیس میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے لوہاروں کو حکم دیا گیا کہ انہیں طوق اور زنجیریں پہنا دیں۔ پس ہر ایک کو طوق و زنجیر پہنائے گئے۔ عبداللہ کی ہتھکڑیوں کے کڑے بہت تنگ تھے اور انہیں بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ عبداللہ کی آہ نکل گئی۔ ان کے بھائی علی نے جب یہ دیکھا تو قسم دی کہ اپنی ہتھکڑی اور بیڑی ان سے بدل دی جائے۔ کیونکہ علی کی ہتھکڑی کے حلقے وسیع تھے پس علی نے اس کی زنجیر لے لی اور اپنی اسے دے دی۔ عبداللہ کی عمر چالیس سال تھی۔ جبکہ قید خانہ میں عید قربان کے دن ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

علی بن حسن عبداللہ کے سگے بھائی کی کنیت ابوالحسن اور لقب علی الخیر اور علی العابد تھا۔ وہ عبادت میں اتنا حضور قلب رکھتا تھا کہ ایک دفعہ مکہ کے راستہ میں وہ نماز میں مشغول تھا کہ ایک سانپ اس کے لباس میں داخل ہو گیا۔ لوگ چیخے چلائے کہ سانپ تیرے لباس میں چلا گیا لیکن وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ سانپ باہر نکل گیا لیکن اس کی حالت میں کوئی اضطراب یا تغیر حال پیدا نہ ہوا۔ روایت ہے کہ ابوجعفر منصور نے بنی حسن کو ایسے قید خانہ میں قید کیا کہ وہ رات اور دن میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور اوقات نماز کا تعین علی بن حسن کی تسبیح اور اوراد سے کرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور رات اور دن کے مقررہ اوراد کی وجہ سے وہ تبدیلی اوقات کو سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ برادر حسن مثلث نے قید خانہ کی سختی اور سختی قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہا کہ آپ ہماری مصیبت دیکھ رہے ہیں۔ خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان

اور مصیبت سے نجات دے۔ علی نے کافی دیر تک کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کہنے لگا اے چچا ہمارے لیے جنت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم بغیر اس مصیبت کے نہیں پہنچ سکتے۔ منصور کے لیے جہنم میں ایک درجہ ہے کہ وہ اس تک بغیر اس ظلم کے نہیں پہنچ سکتا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں ہم ان شدائد پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی ہمیں راحت و آرام حاصل ہو جائے گا کیونکہ ہماری موت قریب ہے اور اگر آپ چاہیں تو قید سے خلاصی و نجات کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور کے لیے جو جہنم میں مقام ہے وہ اس تک نہیں پہنچے گا۔ وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے۔ پس تین دن سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ زندان میں جان دے کر راحت و آرام حاصل کر گئے۔ اور علی بن الحسن نے تو حالت سجدہ میں رحلت فرمائی۔ عبداللہ کو خیال تھا کہ وہ سو گیا ہے لہذا کہا کہ میرے بھتیجے کو بیدار کرو جب اسے حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ تو بیدار نہیں ہوتا۔ لہذا سمجھ گئے کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کی وفات چھبیس ٢٦ محرم ١٤٦ھ میں واقع ہوئی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی۔ بعض سادات بنی حسن جو اس کے ساتھ منصور کی قید میں تھے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب کو بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا گیا تھا اور ہماری بیڑیوں کے حلقے وسیع تھے۔ جب نماز پڑھنا چاہتے تھے یا سونے لگتے تو پاؤں حلقوں سے نکال لیتے اور جب زندانبان آنے لگتے تو ان کے ڈر سے اپنے پاؤں حلقوں میں داخل کر لیتے لیکن علی بن حسن کے پاؤں ہمیشہ حلقوں کے اندر رہتے تھے۔ اس کے چچا عبداللہ نے کہا اے بیٹا! کیا وجہ ہے کہ ہماری طرح تم پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالتے۔ کہنے لگے خدا کی قسم میں اپنے پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالوں گا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں وفات پاؤں اور خدا مجھے اور منصور کو جمع کرے اور پوچھے کہ کس وجہ سے اس نے مجھے قید و بند میں رکھا۔

خلاصہ یہ کہ علی بن حسن کے پانچ بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح مرقوم ہیں (١) محمد (٢) عبداللہ (٣) عبدالرحمٰن (٤) حسن (٥) حسین (٦) رقیہ (٧) فاطمہ (٨) اُمِ کلثوم (٩) ام الحسن۔ ان کی والدہ زینب عبداللہ محض کی بیٹی تھی اور زینب اور اس کے شوہر علی بن الحسن کو ان کی عبادت و صالحیت کی وجہ سے صالح کہتے تھے۔ جب منصور نے اس کے چچاؤں اور چچازاد بھائیوں اور اس کے شوہر کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ پلاس کے لباس پہنتی رہی یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی اور ہمیشہ گریہ کرتی رہی اور کبھی بھی منصور کے لیے بددعا نہیں کی کہ کہیں اس کی تشفی و تسلی کا باعث نہ بنے اور اس کے ثواب میں کمی واقع ہو مگر یہ کہ وہ کہا کرتی تھی یَا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ وَالْحَاکِمَ بَیْنَ عِبَادِہٖ اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ اور محمد و عبداللہ تو باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے۔ البتہ عبدالرحمٰن کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام رقیہ تھا۔ عبدالرحمٰن حسن مکفوف کے لقب سے معروف ہے اور وہ صاحب اولاد تھا اور حسن مثلث کی نسل سوائے

اس کے کسی سے نہیں چلی۔ حسین بن علی صاحب فخ کی جلالت وفضیلت بہت زیادہ ہے اور اس کی مصیبت نے دوستوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور فخ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں حسین اپنے اہل بیت کے ساتھ شہید ہوئے اور ابو نصر سنجاری سے نقل ہوا ہے کہ اس نے جواد علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ واقعہ کربلا کے بعد ہم اہل بیت کے لیے فخ سے بڑی قتل گاہ نہیں دیکھی گئی۔ ابوالفرج نے اپنی سند کے ساتھ ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام فخ سے گزرے۔ وہاں نزول اجلال فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ دوسری رکعت میں پہنچے تو رونے لگے اور آپ کے گریہ کی وجہ سے لوگ بھی رونے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے رونے کا سبب پوچھا۔ وہ کہنے لگے ہم تو آپ کے گریہ کی وجہ سے رو رہے تھے۔ فرمایا میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ جب میں پہلی رکعت میں تھا تو جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص شہید ہو گا کہ جس کے ساتھ شہید ہونے والے کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اور نضر بن قرواش سے بھی روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن محمد علیہ السلام کو کچھ جانور کرایہ پر مدینے سے مکہ تک کے لیے دیئے۔ جب ہم نے بطن مر سے (جو کہ ایک منزل کا نام ہے) کوچ کیا تو حضرت نے فرمایا جب مقام فخ پر ہم پہنچیں تو مجھے بتانا۔ میں نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فخ کون سی جگہ ہے۔ فرمایا، کیوں نہیں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے نیند نہ آ جائے اور ہم اس جگہ سے گزر جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم مقام فخ پر پہنچے تو میں نے حضرت کے محمل کو حرکت دی اور کھنکارا۔ آپ سوئے ہوئے تھے۔ وہ بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا، یہ جگہ فخ ہے۔ فرمایا، میرا اونٹ قطار سے باہر کرو۔ اور اونٹوں کی قطار کو متصل کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور آپ کا اونٹ سڑک سے الگ لے گیا اور اسے بٹھا دیا۔ حضرت محمل سے باہر آئے اور فرمایا کہ پانی کا ظرف لے آؤ۔ جب میں نے آبخورہ آپ کو دیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی۔ پھر آپ سوار ہوئے اور ہم وہاں سے چل دیئے۔ میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ نماز مناسک حج میں داخل ہے۔ فرمایا، نہیں۔ لیکن اس جگہ ایک شخص ہم اہل بیت میں سے شہید ہو گا کہ جن کی ارواح جسموں سے پہلے بہشت میں جائیں گی۔

خلاصہ یہ کہ حسین بن علی شخص جلیل القدر سخی الطبع تھے اور ان کے جود و سخا اور بخشش کے واقعات مشہور ہیں۔ حسن بن ہذیل سے مروی ہے کہ حسین بن علی کا ایک باغ تھا کہ جسے چالیس ہزار دینار پر فروخت کیا اور وہ رقم آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر ڈال دی اور مٹھیاں بھر بھر کر مجھے دینے لگے کہ میں فقراء اہل مدینہ میں جا کر تقسیم کر دوں، وہ رقم فقراء کو بخش دی اور اس میں سے ایک دمڑی بھی اپنے گھر نہ لے گئے۔ یہ

بھی روایت ہے کہ ایک شخص آنجناب کی خدمت میں آیا اور ان سے کسی چیز کا سوال کیا۔ حسین کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس سے کہنے لگے بیٹھے جاؤ تاکہ میں تیرے لیے کچھ تحصیل کروں پھر کسی کو گھر بھیجا کہ میرے کپڑے لے آؤ تاکہ دھونے کے لیے دیئے جائیں۔ جب ان کا لباس لایا گیا تو وہ اس شخص کو دے دیا۔ ان کی شہادت کی کیفیت مختصراً یوں ہے کہ جب موسیٰ ہادی عباسی تخت سلطنت پر بیٹھا تو اسحاق بن عیسیٰ بن علی کو والی مدینہ بنا دیا۔ اسحاق نے بھی ایک شخص کو (جو عمر بن الخطاب کی اولاد میں سے عبدالعزیز بن عبداللہ کے نام سے مشہور تھا) مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ وہ شخص عمری علوئین کے ساتھ سخت برتاؤ اور بدسلوکی کرتا تھا۔ اس نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ علوئین ہر روز اس کے پاس آئیں اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل مقرر کیا تھا۔ ان میں سے حسین بن علی یحییٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن محمد بن عبداللہ محض کو کفیل وضامن قرار دیا کہ علوئین میں سے جس کو وہ عمری چاہے یہ حضرات اس کے پاس لے آئیں گے۔ یہ کیفیت یوں ہی رہی یہاں تک کہ ستر آدمی شیعوں میں سے اپنے شہروں سے حج کے لیے روانہ ہوئے جب وہ مدینہ آئے۔ تو بقیع میں ابن افلح کے گھر ان کا قیام تھا۔ اور وہ ہمیشہ حسین بن علی اور باقی علوئین سے ملاقات کرتے رہتے۔ یہ خبر اس عمری کو ہوئی تو اسے اچھا نہ لگا۔ اور اس سے پہلے بھی عمری حسن بن محمد بن عبداللہ کو ابن جندب ہذلی شاعر اور عمر بن خطاب کے ایک غلام کے ساتھ گرفتار کر چکا تھا۔ اور اس نے مشہور کیا تھا کہ انہوں نے شراب پی ہے اور ان پر حد شراب جاری کی جائے۔ حسن بن محمد کو اسی کوڑے اور ابن اثیر کی روایت ہے کہ دو سو کوڑے اور ابن جندب کو پندرہ اور عمر کے غلام کو سات کوڑے لگائے اور حکم دیا تھا کہ ان کی گردن میں رسی ڈالی جائے اور انہیں ننگی پشت کے ساتھ مدینہ میں پھرایا جائے تاکہ یہ رسوا و ذلیل ہوں۔ خلاصہ یہ کہ جب عمری نے شیعوں کے مدینہ میں آنے کی خبر سنی تو علوئین کی روزانہ کی پیشی میں سختی کر دی اور ابوبکر بن عیسیٰ حولاہے کو ان کا نگران مقرر کیا۔ پس جمعہ کے دن انہیں پیشی کے لیے حاضر کیا گیا اور انہیں اجازت نہ دی کہ وہ اپنے گھروں کو جائیں یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا تو ان کو حکم دیا کہ جا کر وضو کریں اور مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوں۔ نماز کے بعد دوبارہ ابن حائک (جولاہا) نے انہیں جمع کیا اور مقصورہ میں نماز عصر تک انہیں قید رکھا۔ پھر انہیں بلایا تو حسن بن محمد کو نہ پایا۔ یحییٰ اور حسین سے کہا کہ حسن کو حاضر کرو ورنہ تمہیں قید کر دوں گا۔ ان کے اور ابن حائک کے درمیان کافی باتیں ہوئیں بالآخر یحییٰ نے اس کو گالی دی اور باہر چلا آیا۔ ابن حائک نے یہ خبر عمری کو دی اس نے حسین اور یحییٰ کو بلا کر ڈرایا دھمکایا اور اور بہت سی ردوبدل کی باتوں کے بعد عمری نے کہا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ حسن بن محمد کو حاضر کرو ورنہ میں حکم دوں گا کہ سویقہ (بازار) کو خراب کر دیں یا آگ لگا دیں اور حسین کو ہزار تازیانہ لگاؤں گا۔ اور حسن بن محمد کی گردن اڑا دوں گا۔ یحییٰ نے قسم کھائی کہ میں آج رات نہیں سوؤں گا۔ جب تک حسن کو تیرے گھر نہ لے آؤں پس

حسین و یحییٰ عمری کے مکان سے نکلے۔ حسین نے یحییٰ سے کہا کہ خدا کی قسم تم نے قسم کھائی کہ حسین کو عمری کے پاس حاضر کر دو گے۔ یحییٰ نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حسن کو اپنی تلوار کے ساتھ حاضر کروں گا اور عمری کا سر قلم کروں گا۔ حسین نے کہا یہ بات بھی اچھی نہیں کیونکہ ہمارے خروج کی مدت ابھی باقی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حسین نے حسن کو بلایا اور اسے واقعہ سنایا اور کہا اب جہاں چاہو چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اس فاسق کے ہاتھ سے چھپاؤ۔ حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا کہ تمہیں مصیبت و سختی میں مبتلا کر کے خود راحت و آرام میں رہوں بلکہ تمہارے ساتھ جاؤں گا اور اپنا ہاتھ عمری کے ہاتھ میں دوں گا۔ حسین نے فرمایا ہمیں یہ پسند نہیں کہ عمری تجھے تکلیف پہنچائے اور رسولِ خدا قیامت کے دن ہمارے خصم و دشمن ہوں بلکہ ہم اپنی جان تجھ پر فدا کریں گے۔ پس حسین نے کسی کو یحییٰ سلیمان اور ادریس فرزندان عبداللہ محض اور عبداللہ بن حسن بن علی بن علی بن الحسین (جو افطس کے لقب سے مشہور تھا) اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا اور اپنے بھائی حسن کے بیٹے عمر اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم غمر اور عبداللہ فرزند امام جعفر صادقؑ اور اپنے نوجوانوں اور موالیوں کے پاس بھیجا۔ یہاں تک کہ اولاد علی علیہ السلام میں سے بائیس افراد جمع ہوئے اور کچھ موالی اور دس افراد حاجی جمع ہو گئے۔ جب صبح کی نماز کا وقت آیا اور مؤذن منارہ پر گیا تو عبداللہ افطس ننگی تلوار لیے ہوئے منارہ پر گیا اور مؤذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو جب مؤذن نے ننگی تلوار دیکھی تو اس نے حی علی خیر العمل کہا۔ جب عمری نے اذان میں یہ کلمہ سنا تو اسے فتنے کا احساس ہوا اور دہشت زدہ ہو کر چلانے لگا۔ کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور زیادہ وحشت و دہشت کی وجہ سے کہتا تھا مجھے تھوڑا دانہ پانی دو۔ یہ کہہ کر اپنے گھر سے نکلا اور مسلسل تیزی سے بھاگ رہا تھا اور خوف کے مارے گوز کرتا (پادتا) تھا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو علویین کے ہاتھ سے بچا لے گیا۔ پس حسین آگے بڑھے اور صبح کی نماز ادا ہوئی۔ اس وقت حسن بن محمد کو بلایا اور ان گواہوں کو جنہیں عمری نے ان پر مقرر کیا تھا بلا کر کہا کہ یہ حسن حاضر ہے اب عمری کو لے آؤ۔ تاکہ حسن اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ تمام علویین سوائے حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے اس واقعہ میں شریک تھے۔ پھر حسین نماز کے بعد منبر پر گئے اور خطبہ دیا۔ جس میں لوگوں کو جہاد کے لیے ابھارا۔ پس اس وقت حماد بربری (یا خالد بربری) جو بادشاہ کی طرف سے نگہبانی کے لیے ہتھیاروں سمیت رہتا تھا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باب جبریل علیہ السلام میں آ پہنچا۔ اس کی نگاہ یحییٰ پر پڑی کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے حماد نے چاہا کہ پیادہ ہو کر اس سے جنگ کرے کہ یحییٰ نے۔ اسے مہلت نہ دی اور اس کی پیشانی پر اس طرح تلوار کی ضرب لگائی کہ اس کی کھوپڑی اڑ گئی اور وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور مر گیا۔ پس یحییٰ نے اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ لشکریوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی سال عباسیوں

کا ایک گروہ مثل عباس بن محمد بن سلیمان کے بیٹے موسیٰ بن عیسیٰ دوانقی منصور کا چچا زاد بھائی بہت سے ہتھیاروں اور لشکر کے ساتھ سفر حج کے لیے آیا اور موسیٰ ہادی نے محمد بن سلیمان کو جنگ کی کمان دے دی تھی۔ ادھر سے حسین بن علی بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت کے ساتھ تین سو افراد تھے۔ حج کے ارادے سے مدینہ سے نکلے۔ جب مکہ کے قریب زمین فخ میں پہنچے جو کہ مکہ کے قریب ایک وادی ہے تو عباسیوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔ پہلی دفعہ تو عباس نے حسین بن علی کے سامنے امان پیش کی تو حسین نے امان لینے سے انکار کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور صلح کے طریقہ کو چھوڑ کر جنگ شروع کی گئی۔ روز ترویہ کی صبح کے وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہوئے۔ موسیٰ بن عیسیٰ نے لشکر کو درست کیا۔ محمد بن سلیمان کو میمنہ میں اور موسیٰ کو میسرہ اور سلیمان کو قلب لشکر میں جگہ دی۔ پس موسیٰ نے جنگ کی ابتدا کی اور اپنے لشکر کے ساتھ جو میسرہ میں تھا، علویوں پر حملہ کیا انہوں نے بھی عباسیوں پر حملہ کیا۔ موسیٰ نے انہیں دھوکہ دینے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کیا اور وادی کے اندر چلے گئے اور علوی بھی تعاقب میں وادی کے اندر داخل ہو گئے اور یحییٰ غضب ناک شیر کی طرح ان پر حملہ کرتا تھا جبکہ ایک ہی حملہ میں حسین کے اکثر ساتھی شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ سلیمان بن عبداللہ محض بن اسحاق بن ابراہیم عمر شہید ہو گئے اور جنگ کے دوران حسن بن محمد کی آنکھ میں تیر لگا لیکن وہ تیر کی پرواہ کیے بغیر مسلسل جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ محمد بن سلیمان نے چلا کر کہا: اے ماموں کے بیٹے تمہارے لیے امان ہے اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہ ڈالو حسن کہنے لگا خدا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو لیکن میں امان قبول کرتا ہوں۔ پس اپنی تلوار توڑ دی اور ان کے پاس چلا گیا۔ عباس نے اپنے بیٹے سے کہا خدا تجھے قتل کرے اگر تو نے حسن کو قتل نہ کیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ نے بھی اس کے قتل پر اکسایا پس عبداللہ اور ایک روایت ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے حسن کی گردن اڑا دی اور اس کو شہید کر دیا۔ ایک شخص نے روایت کی ہے جو واقعہ فخ میں موجود تھا کہ میں نے حسین بن علی کو دیکھا کہ گھمسان کی جنگ کے دوران زمین پر بیٹھ گئے اور کسی چیز کو زمین میں دفن کر دیا۔ پھر پلٹ کر جنگ میں مشغول ہو گئے میں نے خیال کیا کہ کوئی قیمتی چیز ہو گی کہ وہ نہیں چاہتے کہ ان کی شہادت کے بعد عباسیوں کے ہاتھ لگے، لہٰذا اسے دفن کر دیا ہے۔ میں نے توقف کیا جب جنگ ختم ہوئی تو میں اس دفن شدہ چیز کی تلاش میں نکلا۔ جب مجھے وہ جگہ مل گئی اور میں نے وہاں سے مٹی ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ کا ایک ٹکڑا ہے جو کٹ گیا تھا اور وہ انہوں نے دفن کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ حماد ترکی نے چلا کر کہا۔ جو کہ عباسیوں کے لشکر میں تھا کہ اے قوم مجھے حسین بن علی کی نشاندہی کرا دو تاکہ میں اسے ٹھکانے لگا دوں۔ جب اسے حسین کی نشاندھی کرائی گئی تو اس خبیث نے حسین کی طرف ایک تیر چھوڑا اور انہیں شہید کر دیا۔ پس محمد بن سلیمان نے اسے سو کپڑے اور ایک لاکھ درہم بطور انعام دیے۔ خلاصہ

یہ کہ حسین کے لشکر کو شکست ہوئی اور ان میں سے کچھ لوگ زخمی اور قید ہو گئے۔ پس شہداء کے سر بدن سے الگ کیے گئے۔ اور وہ ایک سو سر سے زیادہ تھے اور ان سروں کو قیدیوں سمیت موسیٰ ہادی کے پاس لے گئے۔ موسیٰ خبیث نے حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ پھر حسین کے سر کو موسیٰ ہادی کے پاس رکھا گیا۔ موسیٰ نے کہا کیا تم طاغوتوں میں سے کسی طاغوت و سرکش کا سر میرے پاس لائے ہو تمہاری کم از کم سزا یہ ہے کہ تمہیں ہر قسم کے انعام اور عطیہ سے محروم کر دیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ حسین کی شہادت کی خبر مدینہ میں جب عمری کو ملی۔ تو اس نے حکم دیا کہ حسین، ان کے خاندان اور عزیزوں کے مکانات جلا دیئے جائیں اور ان کے مال لوٹ لیے جائیں۔ ابو الفرج نے ابراہیم قطان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے ہم نے خروج نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ہم نے اپنے اہل بیت موسیٰ بن جعفرؑ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت نے ہمیں خروج کا حکم دیا اور منقول ہے کہ جب محمد بن سلیمان عباسی کی موت کا وقت آیا تو جو لوگ اس کے پاس تھے وہ اسے تلقین شہادت کرتے تھے اور وہ شہادتین کے بجائے یہ شعر پڑھتا تھا یہاں تک کہ مر گیا مردود:

اَلَا لَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ وَلَمْ اَکُنْ — لَقِیْتُ حُسَیْنًا یَوْمَ فَخٍّ وَلَا حَسَنْ

کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور میں نے فخ کے دن حسین اور حسن سے جنگ نہ کی ہوتی اور واقعہ فخ ۱۶۹ھ میں ہوا۔ اور کافی شعراء نے حسین کا مرثیہ کہا ہے اور آپ کی شہادت کی رات بنو عطفان میں مسلسل ہاتف کی آواز ان کے مرثیہ میں بلند رہی اور وہ کہتا تھا:

اَلَا یَا لِقَوْمٍ لِلسَّوَادِ الْمُصَبِّحِ — وَمَقْتَلِ اَوْلَادِ النَّبِیِّ بِبَلَاحِ
لِیَبْکِ حُسَیْنًا کُلُّ کَهْلٍ وَاَمْرَدٍ — مِنَ الْجِنِّ اِنْ لَمْ یَبْکِ مِنْ اِنْسٍ نُوَّحِ
فَاِنِّیْ لَجِنِّیٌّ وَاِنَّ مُعَرَّسِیْ — لَبِالْبُرْقَةِ السَّوْدَاءِ مِنْ دُوْنِ زَحْزَحِ

ہائے افسوس! اس قوم اور صبح کے وقت جنگ کرنے والے لشکر پر اور اولاد نبیؐ کے بلاح میدان میں شہید ہونے کے لیے حسین کو ہر بوڑھا و جوان جن روئے گا۔ اگر انسانوں میں کوئی نوحہ کرنے والا نہیں اور میں ایک جن ہوں میری قیام گاہ برقۃ السوداء میں ہے زحزح مقام سے اس طرف۔

لوگوں نے یہ اشعار سنے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ کیا بات ہے جب شہادت حسین کی خبر آئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ جنات حسین کا مرثیہ پڑھتے تھے اور طالبیین میں سے جو لوگ حسین بن علی کے ساتھ تھے (وہ یہ ہیں) یحییٰ و سلیمان و ادریس عبداللہ محض کے بیٹے اور علی بن ابراہیم بن حسن اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا

اور حسن بن محمد عبداللہ محض۔ عبداللہ اور عمر اسحاق بن حسن بن علی بن حسین کے دو بیٹے۔ اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ جیسا کہ ابوالفرج نے مدائنی سے نقل کیا ہے۔ اور مسعودی کی روایت ہے کہ شہداء فخ کے لاشے تین دن تک زمین پر پڑے رہے اور انہیں کسی نے دفن نہیں کیا۔ یہاں تک کہ درندوں اور پرندوں نے ان کی لاشوں کو کھالیا۔

جعفر بن حسن مثنیٰ اور اس کی اولاد کے حالات

ابوالحسن جعفر بن حسن بہت تیز گفتار تھا۔ اسے بنی ہاشم کے خطباء میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور وہ بھی منصور کی قید میں رہا لیکن اسے رہا کر دیا اور وہ مدینہ واپس آیا اور جب اس کی عمر ستر سال کو پہنچی تو اس نے مدینہ میں وفات پائی۔ اس کے چار بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں (۱) عبداللہ (۲) قاسم (۳) ابراہیم (۴) حسن (۵) فاطمہ (۶) رقیہ (۷) زینب (۸) ام الحسن (۹) ام الحسین (۱۰) ام القاسم۔ عبداللہ اور قاسم لاولد تھے۔ اور ابراہیم کی ماں رومی کنیز تھی۔ اور اس کے پوتوں میں سے عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم ہے جس کی ماں آمنہ عبداللہ بن حسین اصغر بن علی بن الحسین علیہما السلام کی بیٹی تھی اور عبداللہ نے مامون کی خلافت کے زمانہ میں فارس کا سفر کیا۔ ایک دفعہ وہ ایک درخت کے نیچے سویا ہوا تھا کہ خارجیوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ سوائے ایک بیٹی کے اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس کی لڑکی نے محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر سے شادی کر لی اور اس کے گھر میں ہی اس کی وفات ہوئی اور ابراہیم بن جعفر کی نسل ختم ہو گئی اور حسن بن جعفر وہ شخص ہے جو جنگ فخ میں شریک نہیں ہوا۔ اس کی چند لڑکیاں اور پانچ بیٹے تھے۔ (۱) سلیمان (۲) ابراہیم (۳) محمد (۴) عبداللہ اور (۵) جعفر اور اس کی بیٹیوں میں سے فاطمۃ الکبریٰ ہے جو ام جعفر کے نام سے مشہور تھی اور اس سے عمر بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے شادی کی اور سلیمان و ابراہیم باپ کی زندگی میں وفات پا گئے اور محمد سلیق کے لقب کے ساتھ مشہور تھا اور اس کی ماں ملیکہ داؤد بن حسن بن حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ عائشہ، محمد اور علی۔ علی ابن محمدیہ کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس کی سات اولادیں تھیں اور اس کے پوتے پڑپوتے مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ کچھ راوند میں کچھ سہمدان میں اور بعض قزوین و مراغہ میں ساکن ہوئے۔ ان میں سے راوند کاشان میں سید عالم فاضل کامل ادیب محدث و مصنف ضیاء الدین ابوالرضا فضل اللہ بن علی بن حسین بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن حسن بن علی بن محمد سلیق صاحب کتاب ضوء الشہاب شاگرد ابو علی بن شیخ الطائفہ تھے۔ عبداللہ بن حسن بن جعفر

کے چار بیٹے تھے محمد، جعفر، حسن اور عبداللہ۔ اس کی ماں علویوں میں سے تھی اور محمد کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی اور لقب باغر تھا۔ اور یہ لقب اسے اس لیے ملا کہ اس نے باغر کے ساتھ (جو کہ متوکل عباسی کا غلام تھا اور بہت طاقتور تھا اور اس نے متوکل کو تلوار مار کر قتل کر دیا تھا) کشتی کی اور اسے زیر کر لیا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس سید کا لقب باغر رکھ دیا۔ اس کی کافی اولاد ہے اور محمد کا بھائی عبداللہ امیر جلیل تھا۔ مامون نے اسے کوفہ کی گورنری دی اور ابو نصر بخاری کہتا ہے کہ کاشان اور نیشاپور میں عبداللہ کی بہت سی اولاد ہے اور جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں اور اس کے سب بیٹوں کے نام محمد ہیں اور ہر ایک کی کنیت اس طرح ہے ابو الفضل محمد، ابو الحسن محمد، ابو احمد محمد، ابو جعفر محمد، ابو علی محمد، ابو الحسین محمد، ابو العباس محمد اور اس کی بیٹیوں کے نام فاطمہ، زینب اور ام محمد ہے۔ ابو الفضل محمد نے مستعین کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا اور ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا دھوکہ دے کر اسے گرفتار کر کے سر من رای (سامرہ) کی طرف روانہ کیا اور اسے قید کر دیا۔ اس نے قید میں ہی وفات پائی۔ اس کی اولاد بہت ہوئی اور انہوں نے بغداد میں امامت کی اور ابو الحسن محمد کو ابو قیراط کہتے تھے۔ اس کی بھی کافی اولاد ہوئی اور اس کے پوتوں میں سے ابو الحسن محمد بن جعفر نقیب طالبین بغداد ہے کہ جس کا لقب ابو قیراط تھا اور ابو احمد ابو جعفر اور ابو العباس لاولد تھے البتہ ابو علی اور ابو الحسین صاحب اولاد تھے۔

داؤد بن حسن مثنیٰ اور اس کی اولاد کا تذکرہ

داؤد بن حسن کی کنیت ابو سلیمان ہے۔ وہ اپنے بھائی عبداللہ محض کی طرف سے صدقات امیر المومنین کی تولیت رکھتا تھا۔ اسے بھی منصور نے قید میں ڈالا اس کی والدہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نالہ وزاری کی تو حضرتؑ نے اسے دعا استفتاح جو دعا ام داؤد کے نام سے مشہور ہے تعلیم فرمائی داؤد کی والدہ نے پندرہ رجب کو اسی طرح وہ عمل بجالائی جس طرح حضرتؑ نے اسے تعلیم دیا تھا۔ اور وہ داؤد کی خلاصی کا سبب ہوا۔ وہ مدینہ کی طرف واپس آیا اور ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ داؤد کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ عبداللہ، سلیمان، ملیکہ اور حمادہ اور ان سب کی والدہ ام کلثوم امام زین العابدینؑ کی شہزادی تھیں اور ملیکہ اپنے چچازاد حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے نکاح میں تھی اور عبداللہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد ارزق اور وہ شخص فاضل اور پارسا تھا اور اس کی اولاد ہوئی لیکن ختم ہو گئی۔ اور دوسرے بیٹے کا نام علی تھا۔ اسے ابن محمدیہ کہتے ہیں۔ اس نے مہدی خلیفہ کی قید میں وفات پائی۔ اس کی کئی اولادیں تھیں کہ جن میں ایک سلیمان ہے اور وہ عظیم شخص تھا۔ اور سلیمان بن داؤد کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام محمد ہے اور اس نے ابو السرایا کے

زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا۔ ایک قول ہے کہ وہ مارا گیا اور اس کے متعلقین میں سے آٹھ بچے تھے۔ سلیمان، موسیٰ، داؤد، اسحاق، حسن، فاطمہ، ملیکہ، اور کلثوم اور ان کی آگے کافی اولادیں ہیں۔ اور حسن طاؤس کا دادا ہے۔ جو کہ آلِ طاؤس کا باپ ہے اور مناسب ہے کہ یہاں آل طاؤس کا ذکر کیا جائے۔

طاؤس و آل طاؤس کا ذکر اور بنی طاؤس کے کچھ حالات

طاؤس ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن حسن بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے کہ جسے حسنِ وجہ اور لطف شمائل کی وجہ سے طاؤس کا لقب دیا گیا اور اس کی اولاد عراق میں رہتی تھی اور انہیں میں سے سید عالم زاہد مصنف جلیل القدر، جمال الدین صاحب کرامات نقیب النقباء رضی الدین علی بن موسیٰ ہے (سید ابن طاؤس) اور ان کی والدہ شیخ زاہد امیر ورّام بن ابی فراس کی بیٹی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے کہ ورّام ماں کی طرف سے ان کا جد ہے اور محمد باپ کی طرف سے جد ہے۔ خلاصہ یہ کہ بنی طاؤس علماء کے درمیان افاضل آل طاؤس کا ایک گروہ ہے اور ان میں سے زیادہ مشہور سید اجل رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں اور کتب ادعیہ زیارات و فضائل میں جو ابن طاؤس استعمال ہوتا ہے۔ اس سے آنجناب مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے ان کے بھائی عالم جلیل جمال الدین احمد ہیں۔ جو کہ فقہ اور علم رجال میں یگانہ روزگار تھے اور کتب فقہیہ اور رجالیہ میں ابن طاؤس سے یہ مراد ہوتے ہیں۔ تیسرے جمال الدین احمد کے بیٹے سید نبیل عبدالکریم صاحب کتاب فرحۃ الغری جو حافظہ اور عمدگی فہم میں اجلہ علماء اور یکتائے زمانہ میں سے ہیں۔ چوتھے عبدالکریم کے بیٹے ہیں رضی الدین ابو القاسم علی بن عبدالکریم پانچویں سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد صاحب کتاب زوائد الفوائد جو نام اور کنیت میں اپنے پدر امجد کے ساتھ شریک تھے اور کبھی کبھی ان کے بھائی سید جلال الدین محمد کیلئے بھی ابن طاؤس کا لقب استعمال ہوتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار نے جس کے لیے کتاب کشف المحجہ تصنیف کی تھی اور صاحب ناسخ التواریخ نے آلِ طاؤس کے حالات کے ذیل میں کہا ہے کہ ان کی جلالت قدر درجہ کمال پر تھی۔ خلیفہ ناصر نے چاہا کہ نقابت طالبیین سید رضی الدین کے سپرد کرے انہوں نے اشتغال عبادت و علم کی وجہ سے معذرت چاہی اور ہلاکو خاں کے بغداد پر غلبہ حاصل کرنے اور معتصم کے قتل ہونے پر نقابت طالبیین سید رضی الدین کے پاس آگئی۔ اور چاہا کہ معذرت کریں لیکن خواجہ نصیر الدین نے منع کیا رضی الدین کو خوف لاحق ہوا کہ اگر سرتابی کی تو ہلاکو کے ہاتھوں ذلیل ...... ہو جاؤں گا لہٰذا جبراً و کرہاً نقابت قبول کی۔ ان کی تصانیف قابل استفادہ ہیں۔ مثلاً کتاب مہج الدعوات۔ کتاب تتمات مصباح المتہجد و مہمات صلاح المتعبد، کتاب اللہوف علی قتلی الطفوف اور وہ بزرگوار مستجاب الدعوۃ تھے اور اس امر کی صداقت پر بہت سی خبریں ملتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ اسم اعظم جانتے تھے اور اپنی اولاد سے کہا کہ میں نے کئی مرتبہ استخارہ دیکھا ہے کہ تمہیں بتاؤں لیکن اجازت نہیں ملی اور وہ میری

کتابیں محفوظ و مکتوب ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ان کا مطالعہ کر کے اسے حاصل کرو۔ اور سید جلال الدین احمد کا ایک بیٹا عبد الکریم غیاث الدین ہے۔ یہ سید عالم جلیل القدر خاص و عام کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے اور ان کی ایک کتاب الشمل المنظوم فی اسماء مصنفی العلوم ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کتب خانے میں دس ہزار عمدہ کتابیں تھیں اور نقیب رضی الدین علی بن موسیٰ کے دو بیٹے تھے ایک محمد حسن کا لقب صفی الدین جو مصطفی کے لقب سے مشہور تھے دوسرے علی رضی الدین معروف بہ مرتضیٰ اور صفی الدین شخص با وقار تھے۔ لیکن لاولد وفات پائی اور ان کا سلسلہ ختم ہو گیا اور رضی الدین علی باپ کے بعد نقیب النقباء ہوئے ان کی ایک بیٹی تھی جو شیخ بدر الدین المعروف شیخ المشائخ کے نکاح میں تھی اور ایک بیٹا قوام الدین نامی تھا جو ابھی بچہ تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا۔ اسے سلطان سعید اولجایتو نے بلوایا اور اپنے زانو پر بٹھایا اور بہت شفقت و نوازش اس پر کی اور اسے بچپنے کے عالم میں اپنے باپ کی جگہ نقیب النقباء قرار دیا اور رضی الدین موسیٰ کی ایک بیٹی فخر الدین محمد بن کتیلہ حسینی کے نکاح میں تھی اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسے علی الہادی کہتے ہیں اور وہ لاولد ماں باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ قوام الدین کے دو بیٹے تھے ایک عبد اللہ حسن کی کنیت ابوبکر تھی اور لقب نجم الدین اور دوسرا عمر نجم الدین بغداد، حلہ اور سر من رائی (سامراء) کا نقیب تھا اور باپ کے بعد نقیب النقباء کے لقب سے مشہور ہوا۔ لیکن وہ شخص ضعیف الحال تھا اپنے خاندان کے کچھ اموال و املاک کو اس نے ضائع کیا اور جو کچھ بچ گیا تھا وہ نجم الدین نے تلف کر دیا۔ ۷۷۵ھ میں وفات پائی۔ اس کی جگہ پر اس کا بھائی نقیب ہوا۔ اور ایک شخص عراق کے بنی طاؤس میں سے سید مجد الدین ہے صاحب کتاب البشارۃ کہ جس میں ہونے والے اخبار و آثار بیاں ہوئے ہیں۔ اور مغلوں کا غلبہ اور بنی العباس کی حکومت کا خاتمہ اس میں بیان کیا ہے۔ جب ہلاکو خاں بغداد کے قریب پہنچا تو سید مجد الدین سادات و علماء حلہ کے ایک وفد کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے گئے اور وہ کتاب بادشاہ کو پیش کی ہلاکو نے اس کی بڑی عظمت و توقیر کی اور حلہ، مشہدین (کربلا و نجف) اور ان کے اطراف کے لیے امان نامہ بھیجا اور جب بغداد میں آیا تو اس نے حکم دیا کہ منادی کرائی جائے۔ کہ جو شخص حلہ اور اس کے اطراف کا رہنے والا ہے وہ سلامتی کے ساتھ باہر چلا جائے اور وہ لوگ بغیر کسی تکلیف و ضرر کے واپس چلے گئے۔ لیکن شیخ جلیل حسن بن سلیمان حلی شاگرد شہید اول نے کتاب منتخب البصائر میں کتاب البشارۃ کی نسبت سید علی بن طاؤس کی طرف دی ہے۔ واللہ تعالیٰ ہو العالم۔ عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے مقتل کا بیان ختم ہوا، اور ان کے بیٹے محمد و ابراہیم کے قتل کا بیان بھی ختم ہوا۔

—— جیسا کہ ہم نے امام حسنؑ کی اولاد کو شمار کرتے وقت وعدہ کیا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ جب ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت زوال کا شکار ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کا ایک گروہ کہ جن میں ابو جعفر منصور اور اس کے دو بھائی سفاح اور ابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبد اللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد و ابراہیم اور اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ مقام ابواء میں جمع ہوئے اور انہوں نے اتفاق کیا کہ عبد اللہ محض کے بیٹوں کی بیعت

کریں اور ان میں سے ایک کو خلیفہ بنائیں۔ ان میں سے محمد بن عبداللہ کا انہوں نے انتخاب کیا کیونکہ اسے مہدی کہتے تھے! در خاندانِ رسالتؐ سے ان کے کانوں میں یہ خبر پڑی تھی کہ مہدی آلِ محمدؐ جو پیغمبرؐ کا ہم نام ہو گا وہ زمین کا مالک ہو گا اور مشرق و مغرب عالم کو بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوں گے عدل و انصاف سے پُر کرے گا۔ لہٰذا انہوں نے محمد کی طرف بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے اور اس کی بیعت کر لی۔ پس انہوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادقؑ کو بلایا۔ عبداللہ نے کہا تم لوگ حضرت کو فضول بلا رہے ہو۔ کیونکہ وہ تمہاری رائے کو درست نہیں سمجھیں گے۔ جب آنجناب تشریف لائے۔ عبداللہ نے آپ کے لیے جگہ بنائی اور انہیں اپنے سامنے پاس بٹھایا اور صورت حالات ان کے سامنے بیان کی۔ آپ نے فرمایا، یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر تم محمد کی بیعت اس خیال سے کر رہے ہو کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ خیال غلط ہے اور یہ مہدی نہیں ہے اور یہ وقت اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لیے ہے تاکہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر [illegible] محمد کی بیعت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے [illegible] ہیں بلکہ حسد آپ کو ان کی بیعت سے روک رہا ہے۔ حضرتؑ نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، خدا کی قسم یہ بات حسد کی بنا پر نہیں بلکہ حکومت اس شخص کی اس کے بھائیوں اور ان کی اولاد کی ہوگی نہ کہ تمہاری پھر آپ نے عبداللہ محض کے کندھے پر ہاتھ رکھا [illegible] دونوں بیٹے قتل کر دیے جائیں گے۔ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری [illegible] اور باہر جیسے ہی [illegible] سے فرمایا تو نے زرد چادر والے شخص یعنی منصور کو دیکھا ہے۔ کہنے لگا جی ہاں۔ فرمایا خدا کی قسم وہ عبداللہ کو قتل کرے گا۔ عبدالعزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا؟ فرمایا ہاں! عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا پروردگار کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے ہے لیکن میں دنیا سے نہ گیا جب تک دیکھ نہ لیا کہ وہی ہوا جو حضرت نے خبر دی تھی۔ خلاصہ یہ کہ حضرتؑ کے چلے جانے کے بعد اہل مجلس منتشر ہو گئے۔ عبدالصمد اور منصور حضرتؑ کے پیچھے گئے جب آپ کے قریب پہنچے تو کہا کیا یہ واقعہ ہے جو آپ نے مجلس میں کہا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم! یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں۔ بنی عباس نے حضرت کی بات پلے باندھ لی اور اس دن سے انہوں نے حکومت سے اپنا دل وابستہ کر لیا اور اس معاملہ کی تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انہوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفید نے عنبسہ بن نجاد عابد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے پُر ہو جاتیں۔ پھر فرماتے میری جان اس پر قربان ہو لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ قتل ہو جائے گا۔ مؤلف کتاب کہتا ہے کہ اگرچہ عبداللہ کی گفتگو جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس سے ان کی بُری رائے کا اظہار ہوتا ہے لیکن بہت سی روایات ان کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد بیان ہو گا کہ حضرت صادقؑ

ان کے لیے بہت روئے۔ جب انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے آپ نے انصار کو نفرین کی۔ زیادہ حزن و ملال کی وجہ سے آپ کو بخار آ گیا۔ آپ نے عبداللہ اور ان کے اہل خانہ کو تعزیت نامہ بھیجا اور عبداللہ کو عبد صالح کے لفظ سے تعبیر کیا۔ ان کی سعادت کے لیے دعا فرمائی۔ وہ تعزیت نامہ سید ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں نقل کیا ہے۔ وہاں فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کا یہ خط جو عبداللہ اور ان کے خانوادہ کے لیے ہے دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ معذور ممدوح اور مظلوم تھے اور امام کے حق کو پہچانتے تھے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب میں کوئی روایت ہو کہ ان لوگوں نے حضرتؑ کے راستے سے جدائی اختیار کی ہے تو وہ حدیث تقیہ پر محمول ہے اس وجہ سے کہ کہیں ان کے خروج کی نسبت جو نہی عن المنکر کے لیے تھا آئمہ طاہرینؑ کی طرف نہ دی جائے اور اس بات کی تائید وہ روایت کرتی ہے جیسے خلاد بن عمیر کندی نے روایت کیا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں آل حسن کی کوئی خبر ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے لے گیا۔ خلاد کہتا ہے ہمیں ان کی شہادت کی خبر تو تھی لیکن ہم نے نہ چاہا کہ آپ کو ان کی مصیبت کی خبر دیں۔ ہم نے کہا ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا انہیں عافیت و سلامتی دے آپ نے فرمایا ان کے لیے عافیت کہاں ہو گی یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے۔ آپ نے اتنا گریہ کیا کہ ہم بھی ان کے رونے سے رونے لگے۔ اس وقت فرمایا کہ میرے باپ نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے باپ امام حسینؑ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ اے فاطمہ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے کہ

ما سبقھم الاولون ولم یدرکھم الآخرون کہ گزشتہ لوگ ان سے سبقت نہیں لے سکے اور آنے والے ان کے مقام کو پا نہیں سکیں گے پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ فاطمہ بنت حسینؑ کی اولاد میں سے سوائے ان کے جو قید ہوئے ہیں کوئی بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے۔ پھر سید ابن طاؤس نے چند روایات ان کی حالات میں اور اس سلسلہ میں وارد کی ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی ہی مہدی موعود ہے جو چاہے سید کی کتاب اقبال الاعمال کے اعمال محرم کی طرف رجوع کرے۔ خلاصہ یہ کہ محمد و ابراہیم ہمیشہ خلافت کی آرزو میں زندگی بسر کرتے رہے اور خروج کی تیاری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح کی خلافت قائم ہو گئی تو یہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے لیکن سفاح عبداللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبداللہ نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ دس لاکھ درہم میرے سامنے جمع ہوئے ہوں۔ سفاح نے کہا ابھی آپ دیکھ لیں گے اور حکم دیا کہ دس لاکھ درہم لائے جائیں اور وہ عبداللہ کو دے دیئے۔ ابوالفرج روایت کرتے ہیں کہ جب سفاح مسند خلافت پر بیٹھا تو عبداللہ اور ان کا بھائی حسن مثلث سفاح کے پاس گئے، سفاح نے انہیں عطیہ دیا اور ان کا احترام کیا اور عبداللہ کی زیادہ عزت و تکریم کی لیکن کبھی کبھی وہ عبداللہ سے پوچھتا کہ آپ کے بیٹے محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے

ساتھ کیوں میرے پاس نہیں آتے، تو عبداللہ کہتا ہے کہ ان کا خلیفہ سے مخفی رہنا کسی ایسی بات کے لیے نہیں جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث ہو ہمیشہ سفاح ان سے یہ بات کہتا اور ان کی زندگی کو ناخوشگوار کر دیتا۔ یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا اے عبداللہ! تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے۔ یاد رکھو کہ محمد اور ابراہیم دونوں قتل کر دیے جائیں گے۔ جب عبداللہ نے یہ بات سنی تو حزن و ملال کے عالم میں سفاح کی مجلس سے اپنے گھر واپس آ گئے۔ حسن مثلث نے (عمدۃ المطالب میں حسن کی بجائے ابراہیم عمر ان کے بھائی کا نام ہے) عبداللہ میں آثار حزن دیکھے تو پوچھا اے بھائی آپ کے حزن و ملال کا کیا سبب ہے۔ عبداللہ نے محمد و ابراہیم کے سلسلہ میں سفاح کا مطالبہ بیان کیا۔ حسن نے کہا اب کی مرتبہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہیے کہ ان کے چچا کو ان کے حالات معلوم ہیں تاکہ میں اسے ان باتوں سے خاموش کروں۔ اس دفعہ جب سفاح نے عبداللہ کے بیٹوں کا ذکر چھیڑا تو عبداللہ نے کہا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے۔ سفاح نے توقف کیا یہاں تک کہ عبداللہ اس کے دربار سے چلے گئے۔ تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد و ابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا تو حسن نے کہا، اے امیر تجھ سے اس طرح بات کروں جیسے رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح گفتگو کروں جیسے انسان اپنے چچا زاد بھائی سے کرتا ہے۔ سفاح نے کہا اس طرح بات کرو جیسے چچا زاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر مجھے بتاؤ کہ اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد و ابراہیم منصب خلافت کو پالیں گے تو کیا آپ اور تمام آسمان و زمین کی مخلوق انہیں روک سکتی ہے؟ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا۔ اور اگر خدا نے ان کی تقدیر میں خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین و آسمان اگر اتفاق کریں تو وہ انہیں خلافت نہیں دلا سکتے ہیں۔ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم حسن نے کہا پھر امیر اس بوڑھے آدمی سے کیوں اس سلسلہ میں یہ سب مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان و نعمت کو اس کے لیے بدمزہ بناتا ہے۔ سفاح نے کہا آج کے بعد میں کبھی ان کا نام نہیں لوں گا۔ اور اس کے بعد جب تک زندہ رہا پھر کبھی ان کا نام نہیں لیا اور سفاح نے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ واپس مدینہ چلے جائیں۔ یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ سفاح مر گیا اور کار خلافت منصور کے لیے ہموار ہوا اور منصور نے خبث طینت اور اپنی پستی فطرت کی بنا پر محمد و ابراہیم کے قتل پر پختہ دلی سے ارادہ کر لیا اور (۱۴۰ھ) ایک سو چالیس ہجری میں حج کا سفر کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا۔ جب مدینہ پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور اس سے اس کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا۔ عبداللہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ منصور خبیث نے گالی گلوچ کی چند باتیں عبداللہ کے ساتھ کیں اور حکم دیا اسے مدینہ میں مروان کے گھر پر قید کر دیا جائے اور ریاح بن عثمان کو اس کا زندان بان مقرر کیا اور عبداللہ کے بعد آل ابوطالبؑ میں سے دوسرے لوگ یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ مثل حسن، ابراہیم، ابوبکر جو کہ عبداللہ کے بھائی تھے اور حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ اور سلیمان۔ عبداللہ، علی، عباس جو داؤد بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد و اسحاق جو ابراہیم بن حسن مثنیٰ کے بیٹے تھے اور عباس و علی جو حسن مثلث کے بیٹے تھے اور علی جو محمد نفس زکیہ کے بیٹے تھے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے افراد کہ جن کی طرف اولاد امام حسنؑ کے تذکرہ میں اشارہ ہو چکا ہے خلاصہ یہ کہ ریاح

بن عثمان نے اولادِ حسن کے اس گروہ کو قید و بند میں رکھا اور ان پر انتہائی سختی اور شدت کی اور جن دنوں یہ لوگ قید میں تھے کبھی کبھی ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ وہ اسے نصیحت کریں تاکہ شاید عبداللہ اپنے بیٹوں کی رہائش گاہ کا پتہ بتا دے۔ جب یہ لوگ یہ باتیں عبداللہ سے کہتے اور انہیں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے پر ملامت اور سرزنش کرتے تو عبداللہ فرماتے کہ میری مصیبت اور ابتلا رجناب خلیل الرحمٰن کے ابتلا اور مصیبت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور ان کے لیے بیٹے کا ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے یہ حکم دیتے ہیں کہ میں اپنے بیٹوں کا اتہ پتہ بتاؤں تاکہ یہ انہیں قتل کر دیں حالانکہ ان کو قتل کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تین سال تک وہ مدینہ میں قید رہے۔ جب ایک سو چوالیس ہجری (۱۴۴ھ) آیا۔ تو منصور نے دوبارہ سفر حج کیا جب مکہ سے پلٹا تو مدینہ نہ آیا بلکہ ربذہ چلا گیا۔ جب وہ ربذہ میں پہنچ گیا تو ریاح بن عثمان منصور کی ملاقات کے لیے مدینہ سے وہاں گیا۔ جب منصور نے ریاح کو دیکھا تو کہنے لگا مدینہ واپس جاؤ اور بنی حسن کو جو قید میں ہیں یہاں لے آؤ۔ پس ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان، ابو الازہر کے ساتھ جو کہ بدمذہب اور خبیث آدمی تھا، مدینہ گیا اور بنی حسن کو محمد بن دیباج عبداللہ محض کے مادری بھائی کے ساتھ قید کیا اور ان کے زنجیروں اور طوقوں کو سخت تر کر کے بہت شدت و سختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلا جب وہ انہیں ربذہ کی طرف لیے جا رہا تھا تو حضرت صادقؑ نے پردے کے پیچھے سے دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے چہرہ مبارک پر جاری ہوئے اور آپ نے انصار کو نفرین کی اور فرمایا کہ انصار نے رسول خداؐ سے جن شرائط پر بیعت کی تھی کہ آپ کی اور آپ کی اولاد کی ان چیزوں سے حفاظت و حراست کریں گے۔ جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں اس کے بعد ایک روایت کے مطابق آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور آپ کو بخار ہو گیا اور بیس راتیں آپ کی بخار و اضطراب میں گزریں اور آپ رات دن روتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق خوف محسوس ہونے لگا۔ خلاصہ یہ کہ بنی حسن محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں پہنچے تو انہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک شخص منصور لعین کی طرف سے آیا اور اس نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے۔ محمد دیباج نے اپنی نشاندہی کی وہ شخص محمد کو منصور لعین کے پاس لے گیا۔ راوی کہتا ہے کہ تھوڑی دیر میں تازیانہ لگنے کی آواز بلند ہوئی اور یہ تازیانے محمد کو مارے جا رہے تھے جب محمد واپس لائے گئے تو ہم نے دیکھا کہ محمد کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ جو کہ پگھلائی ہوئی چاندی کی طرح تھا۔ وہ حبشیوں کی مانند ہو گیا تھا۔ اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آ چکی تھی۔ اس وقت محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ کے پاس بٹھا دیا۔ عبداللہ محمد سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اس وقت محمد کو بہت پیاس لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے پانی مانگا لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے یہاں تک کہ عبداللہ نے فرمایا کہ کون ہے جو فرزند رسول خداؐ کو سیراب کرے تو اس وقت ایک خراسانی شخص نے محمد کو پانی پلایا۔ منقول ہے کہ محمد کی قمیض تازیانہ لگنے اور خون جاری ہونے سے ان کی پشت سے چپک گئی تھی اور وہ ان کے جسم سے الگ نہیں ہوتی تھی تو پہلے اس پر روغن زیتون ملا گیا۔ اس وقت ان کی قمیض کھال

کے ساتھ ان کے بدن سے الگ ہوئی اور سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ محمد کو جب منصور لعین کے پاس لے گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ دو جھوٹے فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد دیباج کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی۔ محمد کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ منصور خبیث نے حکم دیا کہ انہیں چار سو کوڑے لگائے جائیں۔ پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا لباس انہیں پہنا کر سختی کے ساتھ ان کے بدن سے اتارا جائے تاکہ ان کی کھال بدن سے اتر جائے اور محمد شکل و صورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اسی لیے اسے دیباج کہتے ہیں اور ان کی ایک آنکھ تازیانے لگنے سے باہر آگئی تھی۔ اس وقت اس کو زنجیروں میں جکڑ کر عبداللہ کے پاس لے آیا اور محمد اس وقت سخت پیاسے تھے اور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ انہیں پانی پلاتا۔ عبداللہ نے فریاد کی کہ اے مسلمانو! کیا یہی تمہاری مسلمانی ہے کہ اولاد رسولؐ پیاس سے مر جائیں اور تم انہیں پانی نہ دو۔ پس منصور نے ربذہ سے کوچ کیا اور وہ خود ایک محمل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے برابر ربیع حاجب کا محمل تھا اور بنو حسن کو بھوکا پیاسا بے لباس زنجیروں میں جکڑ کر برہنہ اونٹوں پر سوار کر کے منصور شیطان کے ہمرکاب کوفہ کی طرف لے چلے۔ جب منصور نے ان کے قریب سے عبور کیا درآنحالیکہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش ریشم و دیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے جب اس لعین کو دیکھا تو فریاد کی اے ابوجعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کے ساتھ جنگ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس بات سے ان کا اشارہ تھا منصور کے دادا عباس کے جنگ بدر میں قید ہونے اور ان کے جد بزرگوار رسول خداؐ کے اس پر رحم کرنے کی طرف جبکہ عباس قید و بند کی وجہ سے نالہ و زاری کرتا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ عباس کے گریہ و نالہ نے مجھے آج رات سونے نہیں دیا اور حکم دیا کہ عباس کو قید و بند سے رہا کر دیا جائے۔ ابوالفرج کی روایت ہے کہ منصور خبیث نے چاہا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف دی جائے لہٰذا حکم دیا کہ محمد کے اونٹ کو عبداللہ کے اونٹ کے آگے رکھا جائے لہٰذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ پشت پر پڑتی اور تازیانے کے نشانات دیکھتے اور جزع فزع کرتے اور بری حالت میں انہیں کوفہ لے گئے اور ہاشمیہ کے قید خانہ میں ایک سرداب میں انہیں قید کر دیا جو کہ انتہائی تاریک تھا اور جس میں رات و دن کی خبر نہیں ہوتی تھی اور جو سادات امام حسنؑ کی اولاد میں سے قید ہوئے تھے وہ سبط کی روایت کے مطابق بیس افراد تھے اور مسعودی نے فرمایا کہ منصور نے سلیمان اور عبداللہ فرزندان داؤد بن حسن کو موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی حضرات قید میں رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور اب بھی ان کی جگہ کوفہ میں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۳۳۲ھ ہے۔ معلوم اور زیارت گاہ ہے اور وہ سب اس جگہ ہیں اور ان کی قبر وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر گرادی گئی تھی جب یہ لوگ قید میں تھے تو قضائے حاجت کے لیے بھی انہیں باہر نہیں نکالتے تھے لہٰذا مجبوراً وہیں قضائے حاجت کرتے اور تدریجاً اس کی بدبو پھیل گئی اور اس وجہ سے ان پر سخت مصیبت تھی، ان کے بعض محب و موالی ان کے لیے خوشبو لے کر گئے تاکہ اس خوشبو کی وجہ سے وہ بدبو دور ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس بدبو اور قید و بند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم آ گئے اور تدریجاً وہ ورم باقی

بدن میں سرایت کرنے لگا یہاں تک کہ ان کے دل تک پہنچتا اور وہ صاحب ورم شخص ہلاک ہو جاتا چونکہ ان کا قید خانہ نہ تاریک ظلمت کدہ تھا تو انہیں اوقات نماز کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا لہٰذا انہوں نے قرآن کے پانچ حصے قرار دیئے تھے اور شب روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور جب ایک پانچواں حصہ ختم ہو جاتا تو پنجگانہ نماز میں سے ایک نماز پڑھ لیتے اور جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو اس کا جسم قید و بند میں ہی پڑا رہتا۔ یہاں تک کہ اس میں بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ گل سڑ جاتا اور جو زندہ ہوتے وہ اسے اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اس کی اذیت برداشت کرتے اور سبط جوزی نے ان کے قید خانے کی تفصیلات خوشبو لانے کے بیان کے علاوہ سب بیان کی ہیں اور ہم بھی حسن مثلث اور ان کی اولاد کے حالات میں اس قید خانہ کی طرف اشارہ کر آئے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث جو علی عابد کے نام سے مشہور تھے وہ عبادت ذکر الٰہی اور شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بنی حسن اوقات نماز کو علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے معلوم کرتے تھے کیونکہ وہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے اور وہ اپنے اوراد کے مطابق کہ جنہیں رات دن میں مقرر کیا ہوا تھا اوقات نماز سمجھ لیتے تھے۔ ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ میرے باپ نے منصور سے اجازت لی اور قید خانہ میں عبداللہ کے پاس گیا۔ عبداللہ نے کہا میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ تھوڑا سا پانی میرے لیے لے آؤ کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ وہ گھر سے پانی کا کاسہ عبداللہ کے لیے لے آئے۔ جب عبداللہ نے پانی کا پیالہ منہ سے لگایا تاکہ اسے پیئے تو ابوالازہر حرامزادہ زندانبان آگیا۔ اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہا ہے۔ اس نطفہ حرام کو غصہ آگیا اور اس طرح پاؤں اس پیالہ پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور ان کے اگلے دانت اس سے گر گئے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی حالت زندان میں یوں ہی رہی کہ تدریجاً بعض ان میں سے فوت ہو گئے اور بعض کو قتل کر دیا گیا اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ رہے یہاں تک کہ محمد و ابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور وہ مارے گئے۔ اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے۔ منصور لعین نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا تو اس وقت انہوں نے بھی زندان میں جان دے دی اور شہید ہوئے۔ سبط ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ کے قتل ہونے سے پہلے منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کو خط لکھا کہ خراسان کے لوگ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ کے خروج کی وجہ سے ہماری بیعت توڑ رہے ہیں۔ منصور نے حکم دیا کہ محمد دیباج کا سر قلم کر دیا جائے اور ان کا سر قلم کر کے خراسان بھیجا تاکہ اہل خراسان کو دھوکہ دیں اور ان کے سامنے قسم کھائیں کہ یہ محمد بن عبداللہ بن فاطمہ بنت رسول خدا کا سر ہے تاکہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال چھوڑ دیں ـــــ اب ہم مقتل محمد بن عبداللہ محض شروع کرتے ہیں۔

ذکر مقتل محمد بن عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماں اور دادیوں میں سے کوئی بھی کنیز نہیں تھی۔ ان کی ماں ہند بنت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرتِ زہد و عبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب دیا گیا اور اس کے گھر والے حدیث نبوی ان المھدی من ولدی اسمہ اسمی (یعنی مہدی میری اولاد میں سے ہے اس کا نام میرا نام ہے) سے استظہار (ظاہری معنی نکالنا) کرتے ہوئے اسے مہدی کہتے تھے۔ اور انہیں مقتول احجار زیت بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ و دانائی شجاعت و سخاوت اور بہت سے فضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ خال تھا انڈے کے برابر کچھ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہے آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین میں سے لہٰذا ان کی لوگوں نے بیعت کر لی اور ہمیشہ ظہور خروج کے منتظر رہے اور ابو جعفر منصور دو مرتبہ محمد کی بیعت کر چکا تھا۔ ایک دفعہ مکہ کی سرزمین پر مسجد الحرام کے اندر اور جب محمد مسجد سے باہر نکلا تو منصور نے اس کی رکاب تھامے رکھی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گیا۔ اور اس کا بہت احترام کرتا تھا۔ کسی شخص نے کہا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کی تم اتنی عزت و حشمت کرتے ہو۔ منصور نے کہا، وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور اہل بیت کا مہدی ہے۔ اور دوسری دفعہ مقام ابواء میں بیعت کی جس طرح کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اور ابوالفرج اور سید ابن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے اہل بیت اس کا انکار کرتے تھے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہے بلکہ وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود ان کے علاوہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت و حکومت مستحکم ہو گئی تو محمد اور ابراہیم مخفیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ جب وہ دو دیہاتی عربوں کی شکل میں پوشیدہ طور پر اپنے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر حکم دو تو ہم ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم دو آدمی اگر قتل ہو جائیں تو بہتر ہے اس سے کہ اہل بیت رسولؐ کا ایک گروہ قتل کر دیا جائے تو عبداللہ نے کہا: ان منعکما ابو جعفر ان تعیشا کریمین فلا یمنعکما ان تموتا کریمین اگر ابو جعفر منصور اس بات پر راضی نہیں کہ تم جوانمردوں کی طرح زندگی بسر کرو تو وہ اس سے تمہیں نہیں روکتا کہ جوانمردوں کی طرح مرو۔ یہ اس سے کنایہ تھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو۔ اگر غلبہ و نصرت حاصل ہوئی تو بہتر اور اگر مارے گئے تو نیک نامی پر دھبہ تو نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد اور ابراہیم چھپے ہوئے تھے تو منصور کو ان کے تلاش کرنے ہی کی دھن تھی اور جاسوس اطراف و اکناف میں پھیلا رکھے تھے تاکہ کسی طرح ان کی رہائش کا پتہ چل جائے۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ نے کہا کہ جب میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخفی تھا ایک دن رضوی پہاڑ پر میرا قیام تھا اپنی ایک کنیز کے ساتھ کہ جس سے میرا ایک دودھ پینے والا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش

میں یہاں پہنچ رہا ہے۔ میں نے فرار کیا اور وہ کنیز بھی میرے بچے کو گود میں لیے ہوئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کی گود سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور منقول ہے کہ جب محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار پڑھے:

(ترجمہ اشعار) جس کے جوتے ٹوٹ گئے ہیں اور وہ ننگے پاؤں ہونے کی شکایت کرتا ہے۔ تیز پتھروں کے کنارے اس کو خون آلود کر رہے ہیں اور اسے خوف نے آبادیوں سے دھکیل دیا ہے اور پس اسے بہت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اسی طرح جو شخص سختیوں کی گرمی و شدت کو ناپسند کرے تو یقیناً موت اس کے لیے باعث راحت و آرام ہوتی ہے۔ اور موت بندوں کے لیے حتمی چیز ہے۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا۔ اور اڑھائی سو افراد کے ساتھ مدینہ میں ماہ رجب میں داخل ہوا اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قید خانے کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور منصور کے زندانبان ریاح بن عثمان کو پکڑ کر قید کر دیا۔ تب محمد منبر پہ گئے اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب و مطاعن اور خبث سیرت منصور کا تذکرہ کیا پس لوگوں نے امام مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ باوجودیکہ منصور کی بیعت ہماری گردن میں ہے محمد کی بیعت کر سکتے ہیں۔ امام مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ منصور کی بیعت جو تم نے کی تھی وہ جبری و قہری تھی پس لوگ دھڑا دھڑ محمد کی بیعت کرنے لگے اور مدینہ مکہ اور یمن پر محمد کا تسلط اور غلبہ ہو گیا۔

منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے صلح و صفائی کے ساتھ ایک خط محمد کو لکھا اور اس کو امان دی۔ محمد نے اس خط کا وافی و شافی جواب دیا اور خط کے آخر میں تحریر کیا کہ تم کونسی امان مجھے دے رہے ہو۔ کیا وہ امان جو تم نے ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی تھی یا وہ امان جس کے ساتھ ابومسلم کو نوازا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ تمہاری امان پر کوئی اعتماد و وثوق نہیں جیسا کہ تم نے ان تین افراد کو امان دے کر اپنے امان نامے پر عمل نہیں کیا ہے۔ دوبارہ ابوجعفر منصور نے اسے خط لکھا اور اس میں کچھ حسب نسب کے سلسلہ میں چوٹیں کیں ـــــ اس مختصر مقام پر ان خطوط کی گنجائش نہیں۔ شائقین حضرات تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔ جب منصور محمد کے صلح و صفائی کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو جو اس کا ولی عہد بھی تھا محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اور دل میں کہا کہ ان دونوں میں سے جو مارا گیا کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ سفاح نے عہد کیا ہوا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہو گا اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج کے ساتھ محمد کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اور منصور نے اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے پہلے اس کو امان دینا شاید وہ جنگ کیے بغیر ہماری اطاعت قبول کرے۔ عیسیٰ نے کوچ کیا جب وہ مقام فید پر پہنچا جو کہ مکہ کے راستے میں ہے تو محمد کے کچھ ساتھیوں کو خط لکھا اور انہیں محمد کی مدد کرنے سے روک دیا اور جب محمد کو معلوم

ہوا کہ عیسیٰ اس کے مقابلہ کے لیے آ رہا ہے تو وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا اور مدینہ کے گرد خندق کھودی اور ماہ مبارک رمضان میں عیسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچا اور انہوں نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ جب منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کو فکر یہ تھی کہ وہ دفتر کہ جس میں ان لوگوں کے نام ہیں۔ جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی اور اس سے خط وکتابت کی تھی اس کو جلا دیا جائے۔ جب ان کے خطوط جلا چکا تو اس وقت کہا کہ اب موت میرے لیے خوشگوار ہے اور اگر اس نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو لوگ ایک عظیم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ وہ دفتر اگر منصور کے لشکر کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ ان لوگوں کے ناموں سے باخبر ہو جاتے کہ جنہوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور انہیں قتل کر دیتے۔ خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور مقام سلع پر جو کہ مدینہ کی ایک پہاڑی ہے کھڑے ہو کر پکار کر کہا اے محمد! تیرے لیے امان ہے محمد نے کہا کہ تمہاری امان میں وفا نہیں اور عزت سے مرجانا ذلت کی موت سے بہتر ہے اور اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہو چکا تھا اور ایک لاکھ آدمیوں میں سے جو اس کی بیعت کر چکے تھے۔ تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی مقدار کے برابر باقی رہ گئے تھے۔ پس محمد اور ان کے ساتھیوں نے غسل کیے اور کافور اپنے جسم پر ملا اور اپنی سواریوں کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین دفعہ ان کو شکست دے دی تو عیسیٰ کے لشکر نے پوری تیاری کی اور ایک ہی دفعہ سب لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا کام تمام کر دیا اور انہیں قتل کر دیا اور حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کر دیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ ان کی بیٹی نے ان کا جسم زمین سے اٹھایا اور انہیں بقیع میں دفن کر دیا۔ پس محمد کا سر نیزہ پر سوار کر کے منصور کے پاس کوفہ میں لے گئے اور اس کے حکم سے ان کا سر کوفہ میں نصب کیا گیا اور باقی شہروں میں بھی پھرایا گیا اور محمد کی وفات ۱۴۵ھ آخر ماہ مبارک رمضان میں ہوئی اور ان کے ظہور سے لے کر شہادت تک کا عرصہ دو ماہ اور سترہ دن ہے۔ ان کی عمر پینتالیس سال تھی اور ان کی قتل گاہ احجار زیت مدینہ ہے۔ جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس ارشاد میں کیا ہے انہ یقتل عند احجار الزیت احجار زیت کے پاس وہ قتل ہوگا۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد شہید ہو گئے اور ان کا لشکر شکست کھا گیا تو ابن خضیر جو محمد کے ساتھیوں میں سے ایک تھا وہ قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان کو قتل کر دیا جو کہ منصور کا زندانبان تھا اور محمد کا دفتر کہ جس میں ان کے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے نام تھے اسے جلا دیا پھر عباسیوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور پے در پے جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب اس کو قتل کر دیا تو اتنے زخم اس کے سر پر لگے ہوئے تھے کہ اسے حرکت نہیں دی جا سکتی تھی اور وہ پکے ہوئے سرخ شدہ گوشت کی طرح تھا کہ جس جگہ ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب معروف بقتیل کے قتل کا بیان

مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ جب محمد بن عبداللہ خروج کا خواہاں ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں
کو بلاد و امصار میں پھیلا دیا تاکہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں۔ ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر کی طرف
بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا۔ روایت تذکرہ سبط کے مطابق وہ زندان میں فوت ہوا۔ اور اپنے دوسرے بیٹے
عبداللہ کو خراسان بھیجا۔ منصور کی فوج نے چاہا کہ اسے گرفتار کر لیں، وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہوا۔
اس نے اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا اسے بھی گرفتار کر لیا گیا اور قید میں رکھا گیا جہاں اس کی وفات ہوئی۔
فقیر کہتا ہے یہ مسعودی کا کلام ہے۔ لیکن دوسری کتب سے منقول ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی
ہمرکابی میں تھے اور عیسٰی بن موسٰی عباسی نے انہیں شہید کیا۔

جیسا کہ پہلے امام حسن کی اولاد کے تذکرہ میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسٰی جزیرہ کے
علاقہ میں گیا اور اس کے ایک بھائی یحیٰی نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھ سے مارا گیا جیسا کہ
پہلے تفصیل وار ذکر آ چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کے علاقہ کا سفر اختیار کیا اور ایک
گروہ نے اس کی بیعت کی اور آخر میں رشید نے کسی کو بھیجا اور اسے دھوکہ سے قتل کرایا۔ اس کے بعد ادریس بن ادریس
باپ کا قائم مقام ہوا اور ان لوگوں نے اپنے شہر کا نام بھی اس کے نام پر رکھا اور وہ کہتے تھے شہر ادریس بن ادریس
اور ادریس کا قتل ہونا بھی مذکور ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ابراہیم نے بصرہ کا سفر کیا اور بصرہ میں خروج
کیا اور بہت سے اہل فارس و اہواز وغیرہ اور بہت سے زیدیہ اور معتزلہ بغداد وغیرہ نے اس کی بیعت کر لی اور طالبین
میں سے عیسٰی بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام بھی اس کے ساتھ تھا۔ منصور نے عیسٰی بن موسٰی اور سعید بن مسلم
کو بہت سا لشکر دے کر ابراہیم کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا اور انہوں نے مقام باخمریٰ میں جو کہ علاقہ طف میں ایک
جگہ ہے کوفہ سے ایک فرسخ دور ابراہیم کو شہید کیا اور ان کے گروہ میں سے جماعت زیدیہ کو بھی جو کہ چار سو یا ایک
قول کی بنا پر پانچ سو افراد تھے قتل کر دیا گیا اور ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جیسا کہ تذکرہ سبط میں مسطور ہے۔
اس طرح ہے کہ ابتداء ماہ شوال اور ایک قول ہے ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور
بے شمار لوگوں نے اس کی بیعت کی اور منصور نے اسی سال شہر بغداد بنانے کی بھی ابتداء کی تھی اور وہ جس وقت بغداد کی تعمیر میں
مشغول تھا اس کو خبر ملی کہ ابراہیم نے بصرہ میں خروج کر دیا ہے اور اہواز و فارس پر اس کا غلبہ ہو گیا ہے اور بہت سے
لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور لوگ دل و جان سے اس کی بیعت کر رہے ہیں اور اس کا مقصد اپنے بھائی کے خون
کا بدلہ لینے اور ابو جعفر منصور کو قتل کرنے کے سوا اور کوئی نہیں جب منصور نے یہ سنا تو دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار

ہو گئی اور اس نے بغداد کی تعمیر سے ہاتھ روک لیا اور دوسری لذتوں کے ساتھ عورتوں سے ہمبستری چھوڑ دی۔ اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش و عشرت و لذت میں مشغول نہیں ہونگا۔ جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس نہ لایا جائے۔ خلاصہ یہ کہ زیادہ خوف اور ہول عظیم منصور کے دل میں پیدا ہوا کیونکہ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی، اور منصور کے پاس دو ہزار سے زیادہ اس وقت فوج نہیں تھی کیونکہ اس کے لشکر اور فوجیں شام افریقہ اور خراسان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس وقت منصور نے عیسیٰ ابن موسیٰ ابن علی بن عبداللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور ادھر سے ابراہیم بھی کوفیوں کے فریب میں آ کر بصرے سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا کیونکہ اہل کوفہ کا ایک گروہ ان کے پاس بصرہ میں گیا اور عرض کی کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے منتظر ہیں۔ آپ ان کی طرف تشریف لائیں وہ اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بصرہ کے لوگوں نے کوفہ جانے سے منع کیا لیکن ان کی بات فائدہ بخش نہ ہوئی اور ابراہیم کوفہ کی طرف چل دیئے۔ سولہ فرسخ کوفہ سے دور تھے کہ طف کے علاقہ میں باخمریٰ نامی مقام پر ابراہیم اور منصور کے لشکر آمنے سامنے ہوئے پس دونوں لشکر دو طرف صف بستہ ہو گئے اور جنگ ہوئی۔ لشکر ابراہیم منصور کی فوج پر فتح یاب ہوا اور انہیں شکست دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق شکست فاش دی اور وہ اس طرح بھاگے کہ ان کا اگلا حصہ کوفہ میں جا پہنچا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو منصور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے خاندان اور خواص کے ساتھ ڈٹا رہا اور انہوں نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی فتح حاصل کر لے اور انہیں وادی عدم کی طرف روانہ کرے کہ اچانک جنگ کے دوران ایک تیر آیا جس کے مارنے والے کا پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آیا ہے وہ ابراہیم کو لگا جس سے ابراہیم زین سے زمین پر آ گرے اور کہہ رہے تھے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اَرَدْنَا اَمْرًا وَّاَرَادَ اللّٰهُ غَيْرَهٗ۔ خدا کا حکم مقدر ہو چکا تھا۔ ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور خدا نے دوسری کا۔

ابوالفرج کی روایت ہے کہ ابراہیم اس وقت قتل ہوئے جب عیسیٰ بھی جنگ کو پشت دکھا کر بھاگ رہا تھا۔ ابراہیم کو گرمی اور حرارت جنگ نے تھکا دیا تھا۔ انہوں نے اپنی قبا کے بٹن کھول دیئے تھے اور اپنے سینہ سے قمیص ہٹائی تاکہ شاید گرمی کا حملہ کچھ کم ہو کہ اچانک تیر شوم غیر معلوم مارنے والے کی طرف سے ان کے گلے میں آ کر لگا تو بے اختیار ہو کر انہوں نے اپنے ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال دیئے اور زیدیہ گروہ جو ان کے ہمرکاب تھا انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور ایک روایت ہے کہ بشیر رحال نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا۔ خلاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا۔ اور انہوں نے وفات پائی۔ عیسیٰ کے بھاگتے ہوئے ساتھی واپس آ گئے اور تنور جنگ بھڑکنے لگا یہاں تک کہ فتح و غلبہ منصور کے لشکر کو حاصل ہوا اور لشکر ابراہیم کے کچھ لوگ مارے گئے اور بشیر رحال بھی مارا گیا۔ اس وقت عیسیٰ کے ساتھیوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا اور عیسیٰ کے پاس لے گئے۔ عیسیٰ نے اپنا سر سجدہ میں رکھ کر

سجدہ شکر ادا کیا اور ابراہیم کا سر منصور کے پاس بھیجا۔
ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابراہیم کی عمر اڑتالیس سال تھی۔
حضرت امیرالمؤمنینؑ نے اپنے اخبارِ غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں باخمریٰ میں قتل ہوگا بعد اس کے کہ غالب آئے گا اور مقہور ہوگا۔ بعد اس کے کہ قاہر و غالب ہوگا نیز اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک اجنبی تیر آ کے لگے گا جس میں اس کی موت ہوگی۔ پس ہلاکت ہو مارنے والے کے لیے اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور پڑ جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کی فوجیں شکست کھا گئیں اور اس کو خبر ملی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور اس نے کہا اَیْنَ قَوْلُ صَادِقِهِمْ اَیْنَ لَعِبُ الْغِلْمَانِ وَالصِّبْیَانِ۔ یعنی بنی ہاشم کے صادق کا قول کہاں گیا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے چھوکرے خلافت کے ساتھ کھیلیں گے۔ منصور کے کلام میں حضرت صادق کے ارشادات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا خلافت بنی عباس کریں گے! اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد و ابراہیم شہید ہوں گے۔ اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس الابواء مقام پر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تھی اور جب حضرت صادقؑ تشریف لائے، تو آپ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا کہ خلافت (حکومت) سفاح و منصور کی ہوگی اور عبداللہ و ابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انہیں قتل کرے گا۔ منصور نے اسی دن سے خلافت سے دل لگا لیا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے حاصل کر لیا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ سوائے سچی بات کے حضرت کچھ نہیں کہتے۔ اب جو اسے اس کے لشکر کی شکست واضح ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا ان کے صادقؑ کی خبر کیا ہوئی اور بہت مضطرب ہوا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر گرے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے اور حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر خود میں رکھ کر منصور کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب میری نگاہ اس سر پر پڑی تو غم و غصہ نے مجھے آگھیرا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کا راستہ بند کر دیا۔ اور میں اتنا تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ گریہ کی وجہ سے میری چیخ نکل جائے لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور میری طرف متوجہ نہ ہو۔ اچانک منصور نے میری طرف منہ پھیرا اور کہا اے ابو محمد یہ ابراہیم کا سر ہے۔ میں نے کہا جی ہاں اے امیر میں پسند کرتا تھا کہ وہ آپ کی اطاعت کر لیتا اور اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ اطاعت کر لیتا اور یہ روز بد نہ دیکھتا۔ لیکن وہ مخالفت کے دروازے سے باہر ہوا وہ چاہتا تھا کہ میرا سر لے لے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اس کا سر میرے پاس لے آئے۔ پھر حکم دیا کہ اس سر کو کوفہ میں نصب کر دیا جائے

تاکہ لوگ اسے دیکھیں۔ پھر ربیع سے کہا کہ یہ سر زندان میں لے جاؤ اور اس کے باپ کو دکھاؤ۔ ربیع وہ سر لے کر زندان میں گیا۔ عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدائے تعالیٰ کی طرف تھی تو ان سے کہنے لگے۔ اے عبداللہ جلدی نماز کو ختم کرو اور تعجیل کرو کیونکہ ایک چیز تمہیں درپیش ہے۔ جب عبداللہ نے سلام پھیرا، نگاہ کی اور اپنے بیٹے ابراہیم کا سر دیکھا تو اسے لے کر سینے سے لگایا اور کہا رحمك الله یا ابا القاسم واھلاً بك وسھلاً لقد لیعهد الله و میثاقه خدا تجھ پر رحم نازل فرمائے اے ابوالقاسم اہلاً وسہلاً بیشک تو نے خدا کے عہد و میثاق کو پورا کر دکھایا اور بیشک تو ان افراد میں سے ہے کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے عہد و میثاق پورا کرتے ہیں۔ ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا تھا۔ فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے ؎

فتی کان تحمیه من الذل نفسه ویکفیه سُوات الذنوب اجتنابها

(ایسا شخص تھا کہ جس کا نفس اسے ذلت سے روکتا تھا اور گناہوں سے اجتناب کرنا اس کی کفایت کرتا تھا)

اس وقت ربیع سے فرمایا کہ منصور سے جا کر کہہ دو کہ ہماری شدت و سختی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور اسی طرح تیرے عیش و عشرت و نعمت کے بھی۔ اور یہ وقت ہمیشہ نہیں رہے گا اور تیری اور ہماری ملاقات قیامت کے دن ہوگی اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان حکم کرے گا۔ ربیع کہتا ہے جب میں نے یہ پیغام منصور کو دیا تو ایسی شکستگی اس میں پیدا ہوئی کہ میں نے اسے کبھی بھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا اور بہت سے شعراء نے محمد و ابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی تائیہ قصیدہ میں جہاں اہل بیت رسالت کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے وہاں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

قبور بکوفان واخری بطیبة واخری بفخ نالها صلواتی

وقبر باخمری لدی الغربات بارض الجوزجان محلها

(ترجمہ) کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں کہ جن کو میرے درود و صلوات پہنچ گئے ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جن کا مقام جوزجان کا علاقہ ہے اور ایک قبر باخمری میں ہے جو خاندان اہل بیت کے ایک فرد کی ہے۔

ابراہیم کا پنجہ قوی اور بازو طاقتور تھا اور فنونِ علم میں اس کا مقام معلوم تھا۔ جب ابراہیم بصرہ میں مخفیانہ زندگی بسر کر رہا تھا تو وہ مفضل بن محمد ضبی کے مکان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مفضل سے کتب مانگیں تاکہ وہ ان سے مانوس رہے۔ مفضل اشعار عرب کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے اسی قصیدوں کا انتخاب کیا اور انہیں ازبر کیا۔ ابراہیم کی شہادت کے بعد مفضل نے ان قصائد کو جمع کیا اور ان کا نام مفضلیات اور اختیار الشعراء رکھا اور

مفصل ابراہیم کی شہادت کے دن ان کا ہمرکاب تھا۔ اور ابراہیم کی بہادری کے بہت سے کارنامے اور کچھ اشعار ابراہیم کے اس نے نقل کیے ہیں۔ اس مختصر مقام پر ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ جب ابراہیم نے خروج کیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کی تو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔ کہتے ہیں واقعہ باخمریٰ ہیں ایک رات اپنے لشکر میں گردش کر رہا تھا تو ان سے غناء و ساز کی آواز سنی تو اس کو غم لاحق ہوا اور فرمایا میں گمان نہیں کرتا۔ جو لشکر ایسے کام کرے وہ کامیاب ہو۔

اہل علم اور ناقلین آثار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی تھی اور ان کی مدد پر لوگوں کو آمادہ کیا تھا۔ مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن حسن، بشیر رحال، سلام بن ابی واصل، ہارون بن سعید فقیہ اور ایک کثیر جماعت وجوہ و اعیان و اصحاب و تابعین ہیں اور ان فقیہ نے اور عباد بن منصور قاضی بصرہ اور مفضل بن محمد اور مسعر بن کدام وغیرہ اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر ابھارتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں نابینا نہ ہوتا تو میں تو ان کی ہمرکابی میں جاتا۔

(مؤلف) فرماتے ہیں کہ ہم گفتگو ایک قصیدہ غرا پر ختم کرتے ہیں جو بعض ادبا نے امام حسن مجتبیٰ کے مرثیہ میں کہا ہے چونکہ وہ قصیدہ کافی طویل تھا اس کے اشعار اور ترجمہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ مترجم)

تمام شد حالات حضرت ثانی الائمہ الہدیٰ سبط اکبر سید الوریٰ جناب حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ اور ان کے بعد مظلوموں کے آقا حضرت ابا عبداللہ الحسین صلوٰت اللہ علیہ کے حالات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

پانچواں باب

ولادت وشہادت مظلوم ہستیوں کے سردار حضرت ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ کی ولادت وشہادت کی تاریخ کا بیان —— اس میں چار مقصد اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلا مقصد : حضرت کی ولادت کا بیان اور آپ کے کچھ فضائل ومناقب اور آپ پر گریہ کرنے کا ثواب اور آپ کی شہادت کے متعلق روایات واخبار۔ اس میں چار فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت کی ولادت باسعادت کے بیان میں مشہور یہ ہے کہ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں تین ماہ شعبان کو ہوئی اور شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ قاسم بن علاء ہمدانی وکیل امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف توقیع شریف آئی کہ ہمارے مولا وآقا جمعرات کے دن تین ماہ شعبان کو پیدا ہوئے پس اس دن روزہ رکھو اور یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ الْمَوْلُوْدِ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ الخ اور ابن شہر آشوب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ولادت ان کے بھائی امام حسنؑ کی ولادت کے دس مہینہ بیس دن بعد واقع ہوئی اور وہ دن منگل یا جمعرات کا تھا اور پانچ ماہ شعبان ۴ھ تھی اور فرماتے ہیں کہ حضرت اور آپ کے بھائی کے درمیان مدت حمل چھ مہینے تھی۔ سید بن طاؤس شیخ ابن نما اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں بھی حضرتؑ کی ولادت پانچ شعبان ذکر فرمائی ہے اور شیخ مفید نے مقنعہ میں شیخ نے تہذیب میں اور شہید نے دروس میں آخر ماہ ربیع الاول ذکر فرمایا ہے اور اسی قول کے ساتھ درست بیٹھتی ہے کافی کی وہ روایت جو حضرت صادقؑ سے ہے کہ حسن وحسین علیہم السلام کے درمیان ایک طہر کا فاصلہ ہے اور ان دونوں بزرگوں کی ولادت کے درمیان کی مدت چھ ماہ اور دس دن تھی۔ (واللہ العالم)

خلاصہ یہ کہ آپ کی ولادت کے دن میں بہت اختلاف ہے۔ باقی رہی آپ کی ولادت کی کیفیت تو شیخ طوسیؒ اور دوسرے اعلام نے سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسول اکرمؐ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا، اے اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لے آ۔ اسماء کہتی ہے کہ میں حضرت کو سفید پارچہ میں لپیٹ کر حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے انہیں لے کر اپنی گود میں لیا اور ان کے دائیں کان میں

اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے چونکہ علیؑ کی نسبت آپ سے وہی ہے جو ھارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اُس کا نام ہارون کے چھوٹے بیٹے والا رکھیں جو کہ شبیر ہے اور چونکہ آپ کی زبان عربی ہے لہٰذا اس کا نام حسینؑ رکھیں۔ پس رسولِ خداؐ نے اسے اٹھایا۔ بوسہ دیا اور رونے لگے اور فرمایا تجھے مصیبت عظیم درپیش ہے خدایا اس کے قتل کرنے والے پر لعنت بھیج۔ پھر فرمایا اے اسماء یہ بات فاطمہؑ کو نہ بتانا۔ جب ساتواں دن ہوا تو حضرت رسولؐ اکرم نے فرمایا، میرے بیٹے کو لے آؤ۔ جب میں لے گئی تو سیاہ و سفید رنگ کا گوسفند اس کے لیے عقیقہ کیا۔ اس کی ایک ران دائی کو دی اور اس کا سر منڈوایا۔ بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور خلوق خوشبو اس کے سر پر ملی پھر اسے اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا اے اباعبداللہؑ کس قدر بوجھل ہے میرے لیے تیرا قتل ہونا۔ پھر بہت روئے۔ اسماء نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیسی خبر ہے جو آپ نے بچہ کی ولادت کے دن بتائی اور آج بھی فرما رہے ہیں اور گریہ بھی کرتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا میں اس فرزند دلبند پر رو رہا ہوں کہ جسے بنی امیہ کا کافر و ظالم گروہ قتل کرے گا۔ خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے اسے ایک شخص قتل کرے گا جو میرے دین میں رخنہ ڈالے گا اور جو خداوند عظیم کا منکر ہوگا۔ پھر عرض کیا خدایا میں تجھ سے اپنے ان دونوں فرزندوں کے حق میں وہ سوال کرتا ہوں جو ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے حق میں کیا تھا۔ خدایا تو ان دونوں کو دوست رکھ اور ہر اس شخص کو دوست رکھ جو ان کا دوست ہو اور لعنت کر ہر اس شخص پر جو ان کا دشمن ہو اتنی لعنت جو آسمان و زمین کو پر کر دے۔ شیخ صدوق اور ابن قولویہ اور دوسرے علماء حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو خداوند عالم نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر جا کر حضرت رسولؐ اکرم کو میری طرف سے اور اپنی طرف سے مبارک باد کہو۔ جب جبریلؑ آ رہے تھے تو ان کا گزر دریا کے ایک جزیرہ میں ایک ملک کے پاس سے ہوا جس کو فطرس کہتے تھے اور وہ حاملین عرش الٰہی میں سے تھا۔ کسی وقت خدا نے اسے کوئی حکم دیا تھا جس میں اس سے کچھ سستی ہو گئی۔ پس خداوند عالم نے اس کے پر و بال توڑ ڈالے اور اسے اس جزیرہ میں پھینک دیا۔ پس فطرس نے سات سو سال وہاں خدا کی عبادت کی اس دن تک جس دن امام حسینؑ پیدا ہوئے اور ایک دوسری روایت ہے کہ خداوند عالم نے اسے اختیار دیا، عذاب دنیا اور آخرت کے درمیان اس نے عذاب دنیا کو اختیار کیا۔ پس خداوند عالم نے اسے اس کی دونوں آنکھوں کی پلکوں پر اس جزیرہ میں معلق کر دیا اور وہاں سے کوئی جانور نہیں گزر سکتا تھا اور مسلسل اس کے نیچے سے دھواں اور بدبو نکلتی رہتی تھی۔ جب اس فرشتہ نے دیکھا کہ جبریلؑ ملائکہ کے ساتھ نیچے اتر رہے ہیں اس نے جبریلؑ سے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ جبریلؑ نے کہا چونکہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نعمت عطا فرمائی ہے لہٰذا مجھے بھیجا ہے کہ میں ان کو جا کر اس کی مبارکباد دوں۔ فطرس نے کہا کہ جبریلؑ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو شاید آنحضرتؐ میرے لیے دعا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ

مجھ سے درگزر فرمائے۔ پس جبرئیلؑ نے اسے اپنے ساتھ لے لیا اور جب جبرئیلؑ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تہنیت پیش کی اور فطرس کی حالت کی تفصیل بیان کی تو حضرت نے فرمایا اس سے کہو کہ وہ اپنے آپ کو مولود مبارک کے ساتھ مس کرے اور ملے اور اپنے مقام کی طرف جائے۔ فطرس نے اپنا جسم امام حسینؑ کے ساتھ ملا۔ اس کے پر وبال اگ آئے اور اوپر کی طرف گیا۔ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ وقت قریب ہے کہ جب آپ کی امت اس مولود کو شہید کرے اور اس کا مجھ پر اس نعمت کی وجہ سے جو اس سے مجھے پہنچی ہے۔ ایک حق ہے کہ جو اس کی زیارت کرے گا میں اس کی زیارت وسلام امام حسینؑ تک پہنچاؤں گا اور دوسری روایت کے مطابق جب فطرس اوپر کی طرف جا رہا تھا تو وہ کہہ رہا تھا کہ مجھ جیسا کون ہے میں تو حسینؑ بن علیؑ و فاطمہؑ و محمد علیہم السلام کا آزاد کردہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت کے وقت جناب فاطمہؑ بیمار تھیں اور آپ کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ رسول خداؐ نے دودھ پلانے والی تلاش کی تو نہ مل سکی۔ پس آپ فاطمہؑ کے حجرہ میں خود تشریف لائے اور اپنا انگوٹھا امام حسینؑ کے منہ میں دیا اور انہوں نے اسے چوسا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی زبان مبارک امام حسینؑ کے منہ میں دی جس طرح مرغ اپنے بچے کو چوگا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ چالیس رات دن خداوند عالم نے حسینؑ کی غذا زبان رسالتؐ قرار دی پس امام حسینؑ کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور اس مضمون کی روایات کثرت سے ہیں اور علل الشرائع میں روایت ہے کہ امام حسینؑ کے دودھ پینے کی حالت اسی طریق پر تھی۔ یہاں تک کہ ان کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور ان کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیا اور شیخ کلینی نے کافی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور دوسری کسی خاتون کا بھی دودھ نہیں پیا۔ انہیں سرکارِ رسالتؐ کی خدمت میں لے جاتے حضرت اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور وہ چوستے رہتے تھے اور یہ انگوٹھا چوسنا ان کے لیے دو تین دن تک کفایت کرتا لہٰذا حسینؑ کا گوشت اور خون رسول خداؐ کے گوشت اور خون سے پیدا ہوا اور کوئی بچہ عیسٰی بن مریم اور حسین بن علی علیہما السلام کے علاوہ چھ ماہ کے اندر شکم مادر سے پیدا نہیں ہوا جو زندہ رہا ہو اور بعض روایات میں جناب عیسٰیؑ کے بجائے حضرت یحییٰؑ کا نام ہے۔ شعر عربی ؎

لِلّٰہِ مُرْتَضِعٌ لَمْ یَرْتَضِعْ اَبَدًا   مِنْ ثَدْیِ اُنْثٰی وَمِنْ طٰہٰ مَرَاضِعُہٗ

اللہ کا مخصوص ہے وہ دودھ پینے والا بچہ جس نے کسی عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیا۔ بلکہ طٰہٰ یعنی رسولؐ سے اس کا دودھ پینا تھا۔

دوسری فصل

فضائل ومناقب ومکارم اخلاق فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سید الشہداءؑ کے متعلق چند احادیث کتاب اربعین مؤذن اور تاریخ خطیب وغیرہ سے منقول ہیں کہ جابر نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب سے پیدا کی ہے اور میری اولاد میرے صلب اور علی بن ابی طالبؑ کے صلب سے پیدا کی ہے۔ یہ درست ہے کہ ہر ماں کی اولاد کو باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن اولاد فاطمہؑ کا میں باپ ہوں۔ مؤلف کہتا ہے کہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ حسنین علیہما السلام پیغمبر اکرمؐ کے دو بیٹے ہیں اور امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں جبکہ امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ میں جلدی کی تو فرمایا کہ حسنؑ کو روکو اور اسے میدان جنگ میں نہ جانے دو کیونکہ مجھے افسوس ہے اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں حسنؑ و حسینؑ شہید ہو جائیں اور نسل رسولؐ ختم ہو۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے اگر کہیں کہ کیا حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے بیٹے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں کیونکہ خداوند عالم نے جو آیت مباہلہ میں فرمایا ہے ابنائنا تو اس سے حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ اور کوئی اس کا مقصود نہیں تھا اور خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیمؑ میں شمار کیا ہے اور اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹی کی اولاد بیٹی کے باپ کی نسل ہے اور اگر کوئی کہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ جناب محمد مصطفےٰ کو ابراہیم بن ماریہ کا باپ سمجھتے ہو یا نہیں جو جواب دو گے تو میں حسنؑ و حسینؑ کے متعلق وہی جواب دوں گا اور اصل میں تو یہ آیت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اسے طریقہ جاہلیت پر فرزند رسولؐ خدا شمار کرتے تھے۔ خدا نے ان کے عقیدہ کے باطل ہونے کے لیے یہ آیت نازل کی تھی کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن یہ مراد نہیں کہ وہ حسنینؑ اور ابراہیمؑ کے بھی پدر بزرگوار نہ ہوں۔ اور کئی ایک اہل سنت کی کتب میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا نے حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جبکہ صحابہ جمع تھے اے قوم جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اور ان دونوں سے اور ان کے باپ اور ماں سے دوستی رکھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔ اور بعض شعراء نے اس حدیث کو نظم کیا ہے۔

أَخَذَ النَّبِيُّ يَدَ الْحُسَيْنِ وَصِنْوِهِ ۔۔۔ يَوْمًا وَقَالَ وَصَحْبُهُ فِي مَجْمَعِ

مَنْ وَدَّنِي يَا قَوْمِ أَوْ هٰذَيْنِ أَوْ ۔۔۔ أَبَوَيْهِمَا فَالْخُلْدُ مَسْكَنُهُ مَعِي

(ترجمہ) نبی اکرمؐ نے حسینؑ اور ان کے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر کہا جبکہ صحابہ جمع تھے جو مجھ سے محبت کرے یا ان دونوں سے یا ان کے ماں باپ سے تو جنت میں اس کا مسکن میرے ساتھ ہے۔

روایت ہے کہ رسول خدا نے حسنینؑ کو اپنی پشت پر سوار کیا حسنؑ کو دائیں طرف اور حسینؑ کو بائیں طرف اور فرمایا تمہاری سواری تمام سواریوں سے بہتر ہے اور تم تمام سواروں سے بہتر ہو اور تمہارا باپ تم سے افضل ہے۔ ابن

شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا کے زمانہ میں ایک گناہ کیا اور خوف کے مارے چھپ گیا۔
ایک دن اس نے حسنینؑ کو تنہا دیکھا اور انہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے حضرت رسولؐ کی خدمت میں لے آیا
اور کہنے لگا یا رسول اللہ اَنَا مُسْتَجِيْرٌ بِاللهِ وَبِهِمَا یعنی پناہ لیتا ہوں اللہ کی اور ان دونوں کی اس گناہ سے جو میں نے
کیا ہے۔ آپ کو ہنسی آئی کہ آپ نے اپنے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ لیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تو آزاد ہے اور حسنینؑ سے
فرمایا کہ میں نے تمہاری سفارش اس کے حق میں قبول کر لی ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ الخ
ابن شہر آشوب نے سلمان فارسی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ امام حسینؑ رسولِ خداؐ کے زانو اقدس پر بیٹھے ہوئے تھے اور
پیغمبر اکرمؐ ان کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے کہ تو سید و سردار ہے۔ سید کا بیٹا ہے اور سادات کا باپ ہے تو امام ہے
امام کا بیٹا ہے اور ائمہ کا باپ ہے اور تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے اور حجتہائے خداوندی کا باپ ہے۔ تیرے صلب سے
نو امام پیدا ہوں گے جن کا نواں قائمِ آلِ محمد علیہم السلام ہے اور شیخ طوسی نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت امامؑ
کچھ دنوں میں باتیں کرنے لگے۔ رسولِ خدا انہیں ایک دن مسجد میں لے گئے اور اپنے پہلو میں کھڑا کر لیا اور نماز کی تکبیر
کہی۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ موافقت کریں صحیح طور پر نہ کہہ سکے آپ نے ان کے لیے دوبارہ تکبیر کہی اور وہ پھر بھی نہ
کہہ سکے پھر حضرت نے تکرار کیا یہاں تک کہ ساتویں دفعہ انہوں نے صحیح تکبیر کہی۔ اسی وجہ سے سات تکبیریں ابتدائے
نماز میں سنت ہو گئیں اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام رسولِ خدا کی خدمت میں
دحیہ کلبی کی شکل میں آئے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک حسنینؑ تشریف لائے اور چونکہ جبریلؑ کے
متعلق یہ گمان تھا کہ دحیہ ہے تو اس کے پاس آئے اور ہدیہ طلب کرنے لگے۔ جبریل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا۔
ایک سیب، ایک بہی دانہ اور ایک انار ان کے لیے اتارا اور انہیں دے دیا۔ جب انہوں نے یہ میوے دیکھے تو خوش
ہوئے اور رسولِ خدا کے پاس لے گئے۔ حضرت نے ان سے لے کر انہیں سونگھا اور شہزادوں کو واپس کر دیا اور فرمایا
اپنے باپ اور ماں کے پاس لے جاؤ اور اگر پہلے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ تو بہتر ہے۔ پس جو کچھ آنحضرتؐ
نے فرمایا تھا۔ اس پر عمل کیا اور اپنے ماں باپ کے پاس رہے یہاں تک کہ رسولِ خدا ان کے پاس گئے اور حضرات خمسہ
نے وہ میوے تناول فرمائے اور جتنا کھاتے تھے وہ دوبارہ اپنی حالتِ اوّل کی طرف پلٹ جاتے تھے اور کوئی چیز
ان میں سے کم نہ ہوتی تھی اور وہ میوے اپنی حالت پر رہے یہاں تک کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی پھر بھی وہ اپنی حالت
پر قائم رہے اور ان میں کوئی تغیر نہ آیا۔ جب جناب فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو انار غائب ہو گیا اور جب امیر المومنینؑ کی
شہادت ہوئی تو بہی دانہ گم ہوا۔ وہ سیب امام حسنؑ کے پاس تھا۔ اور آپ کے بعد امام حسینؑ کے پاس رہا۔ حضرت
امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں جب میرے والد گرامی صحرائے کربلا میں اہلِ جور و جفا میں گھر گئے تو وہ سیب آپ کے ہاتھ
میں تھا اور جب آپ پر پیاس کا غلبہ ہوتا تو اس کو سونگھتے اور اس سے آپ کی پیاس میں کچھ تخفیف ہو جاتی۔ جب آپ
پر پیاس کا زیادہ غلبہ ہوا اور آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو آپ نے اس سیب کو دانتوں سے کاٹا جب آپ

شہید ہو گئے تو جتنا اس سیب کو تلاش کیا گیا وہ نہ مل سکا۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے اپنے باپ کے مرقد مطہر سے اس سیب کی خوشبو آتی ہے۔ جب میں ان کی زیارت کو جاتا ہوں اور جو شخص ہمارے مخلص شیعوں میں سے سحر کے وقت اس مرقد مطہر مرقد کی زیارت کو جائے تو اسے ضریح منور سے اس سیب کی خوشبو آئے گی۔

مفید نیشاپوری کی امالی سے روایت ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس لباس نہیں تھا اور عید بھی نزدیک آگئی تھی۔ پس حسنینؑ نے اپنی والدہ جناب فاطمہؑ سے کہا اے مادر گرامی مدینہ کے بچوں نے عید کے لیے اپنے آپ کو آراستہ اور مزین کیا ہے۔ پس آپ ہماری بھی لباس سے آرائش کیوں نہیں کرتیں۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہی ہیں حضرت فاطمہؑ نے فرمایا اے میری آنکھوں کے نور و روشنی تمہارے لباس درزی کے پاس ہیں جب وہ سی کر لائے گا تو میں تمہیں عید کے دن ان سے آراستہ و مزین کروں گی اور آپ اس بات سے بچوں کے نازک دلوں کو خوش رکھنا چاہتی تھیں۔ جب عید کی رات آئی تو شہزادوں نے پھر اپنی پہلی بات کا اعادہ کیا اور کہنے لگے آج تو عید کی رات ہے پس ہمارے لباس کیا ہوئے۔ جناب فاطمہؑ بچوں کی حالت پر شفقت و ترحم کی بناء پر رونے لگیں اور فرمایا میری آنکھوں کے تارو تم فکر نہ کرو جب بھی درزی کپڑے لے کر آیا تو میں انہیں لے کر ان سے تمہیں مزین و آراستہ کروں گی انشاء اللہ! پس جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو اچانک کسی نے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کون ہے تو آواز بلند ہوئی کہ اے دختر پیغمبر خداؐ دروازہ کھولیے میں خیاط (درزی) ہوں۔ میں حسنینؑ کے لباس لایا ہوں۔ جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں جب میں نے دروازہ کھولا تو میں نے ایک بہت باہیبت شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آرہی تھی اور اس نے ایک باندھی ہوئی گٹھڑی مجھے دے دی اور چلا گیا تو جناب فاطمہؑ گھر میں واپس آئیں اور اس گٹھڑی کو کھول کر دیکھا تو اس میں دو کرتے دو دستانے دو پاجامے دو ردائیں۔ دو عمامے اور دو عدد جوتے تھے۔ جناب فاطمہؑ بہت خوش ہوئیں۔ پھر حسنینؑ کو بیدار کیا اور انہیں وہ لباس پہنائے۔ پس جب عید کا دن ہوا تو پیغمبرؐ ان کے پاس آئے اور حسنینؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور انہیں ان کی والدہ کے پاس لے گئے۔ فرمایا اے فاطمہؑ جو درزی کپڑے لے کر آیا تھا اسے پہچانا۔۔۔؟ عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں نے نہیں پہچانا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کسی درزی کو کپڑے دیئے ہیں۔ خدا و رسول اس بات کو بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہؑ وہ درزی نہیں تھا بلکہ وہ رضوان خازن جنت ہے۔ اور وہ لباس حلل جنت میں سے ہیں یہ خبر مجھے جبرئیلؑ نے پروردگار عالم کی طرف سے دی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے، وہ روایت جو منتخب میں ہے کہ عید کے دن حسنینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لباسوں کا تقاضا کیا۔ جبرئیلؑ ان کے لیے سلے ہوئے سفید کپڑے لے کر آئے۔ لیکن حسنینؑ نے رنگین لباس کی خواہش ظاہر کی۔ رسول خداؐ نے طشت منگوایا اور حضرت جبرئیلؑ پانی ڈالنے لگے۔ حضرت حسن مجتبیٰؑ نے سبز رنگ کی خواہش کی اور سید الشہداءؑ نے سرخ لباس کو پسند کیا۔ جبرئیلؑ رونے لگے اور رسول خداؐ کو دونوں شہزادوں کی شہادت کی خبر دی اور یہ کہ حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے اور ان کا بدن مبارک سبز ہو جائے گا۔ اور حسینؑ اپنے خون میں رنگین ہو کر شہید ہوں گے۔ عیاشی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ

ایک دن امام حسینؑ کچھ مساکین کے قریب سے گزرے جو اپنی عبائیں بچھا کر خشک ٹکڑیاں ان پر رکھ کر کھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت کو دیکھا تو انہیں دعوت دی۔ آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور فرمایا خدا تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور آپ آکر ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ کچھ کھایا۔ پھر ان سے فرمایا جس طرح میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اسی طرح تم لوگ بھی میری دعوت قبول کرو اور انہیں اپنے مکان پر لے آئے اور اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ عزیز مہمانوں کے لیے تیار کیا ہوا ہے وہ حاضر کرو اور ان کی مہمانی کی اور ان پر انعامات و نوازش فرما کر انہیں رخصت کیا اور آپ کے جود و سخا کے متعلق روایت ہے کہ ایک اعرابی مدینہ میں آیا اور پوچھا سب لوگوں میں سے زیادہ کریم کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حسینؑ بن علیؑ پس وہ آپ کو تلاش کرتا ہوا مسجد میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ اس نے چند اشعار آپ کی مدح اور سخاوت میں کہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے قنبر مال حجاز میں سے کچھ باقی ہے۔ عرض کیا جی ہاں چار ہزار دینار۔ فرمایا لے آؤ کیونکہ ایسا شخص حاضر ہوا ہے جو ان میں ہم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے۔ پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اپنی چادر اتار دی اور وہ دینار اس میں لپیٹ کر دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اعرابی کے چہرے سے شرماتے ہوئے مال کی کمی کی وجہ سے ہاتھ نکالا اور وہ مال و زر اس اعرابی کو دیا اور چند اشعار اعرابی سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہے۔ اعرابی وہ زر و مال لے کر بہت رویا تو آپ نے فرمایا اے اعرابی شاید ہماری عطا کو کم سمجھتے ہوئے رو رہا ہے۔ اس نے عرض کیا میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایسے سخی ہاتھ کس طرح خاک میں دفن ہوں گے اور اسی قسم کا واقعہ امام حسنؑ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ بہت سے فضائل ایسے ہیں جو کبھی امام حسنؑ سے روایت ہوتے ہیں اور کبھی امام حسینؑ سے اور یہ بات ان دونوں کے اسماء گرامی کی شباہت کی وجہ سے ہے کہ اگر پورے طور پر ضبط نہ ہوں تو اشتباہ ہو جاتا ہے اور بعض کتب میں عصام بن مصطلق شامی سے منقول ہے کہ میں مدینہ منورہ میں گیا۔ تو جب میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو مجھے ان کی روش اور پاکیزہ منظر نے تعجب میں ڈال دیا پھر مجھے بغض و حسد نے مجبور کیا کہ وہ عداوت اور بغض جو میرے سینے میں ان کے متعلق تھا اسے ظاہر کروں۔ پس میں ان کے قریب گیا اور کہا ابو تراب کا بیٹا تو ہے؟ خلاصہ یہ کہ عصام کہتا ہے میں نے حسینؑ سے کہا ابو تراب کے بیٹے تم ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ کہتا ہے میں نے انکے اور انکے باپ کے سب و شتم میں بہت شدت کی یعنی جتنا مجھ سے ہو سکا میں نے گالیاں دیں اور ناروا باتیں ان سے کیں تو آپ نے میری طرف شفقت و مہربانی کے انداز میں دیکھا اور فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ الخ۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ تک اور یہ آیات اشارہ کرتی ہیں ان مکارم اخلاق کی طرف جن سے

مؤلف کہتا ہے اہل شام آپ کو ابو تراب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے آپ کی تنقیص کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ جب ابو تراب کہتے تھے تو گویا حلی و حلل آنجناب کو پہنا دیتے۔

خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو تادیب فرمائی ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے جتنا ان سے ہو سکے اس پر اکتفا کرو اور زیادہ کی توقع نہ رکھو اور برے شخص کو برا بدلہ نہ دو اور نادان لوگوں سے اعراض و روگردانی کرو۔ اور وسوسہ شیطانی کے وقت خدا سے پناہ مانگو۔ پھر مجھ سے فرمایا خود آسان قرار دے اس معاملہ کو اور خدا سے اپنے لیے اور میرے لیے بخشش طلب کر اب اگر ہم سے مدد چاہتا ہے تو ہم تیری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں اور اگر عطا و بخشش کی خواہش ہے تو ہم تجھے عطا کریں گے۔ اگر ارشاد و ہدایت کا طالب ہے تو تجھے ارشاد و ہدایت کریں گے۔ عصام کہتا ہے کہ میں اپنی گفتگو اور تقصیر پر پشیمان ہوا۔ اور حضرت فراست و دانائی سے میری پشیمانی کو بھانپ گئے تو فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور یہ آیت شریفہ زبان حضرت یوسفؑ سے نکلی تھی کہ آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا ان کو معاف کرتے ہوئے کہ تم پر کوئی ملامت اور عیب نہیں۔ خداوند عالم تمہیں بخش دے گا اور وہ زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر آنجناب نے فرمایا تو اہل شام میں سے ہے۔ میں نے کہا جی ہاں شِنْشِنَةٌ أَعْرِفُهَا مِنْ أَخْزَمٍ اور یہ ایک ضرب المثل ہے کہ جس سے آپ نے تمثیل کیا جس کا مفہوم یہ ہے یہ گالیاں اور ناروا باتیں جو ہمارے متعلق کہی جاتی ہیں۔ یہ عادت ہے اہل شام کی جسے معاویہ نے ان کے درمیان جاری کیا ہے پھر فرمایا حَيَّانَا اللّٰهُ وَإِيَّاكَ۔ خدا ہمیں اور تجھے سلامتی دے۔ جو حاجت رکھتے ہو کشادہ روئی اور انبساط کے ساتھ ہم سے طلب کرو مجھے اس سے بہتر پاؤ گے جو تمہیں میرے متعلق ظن ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ عصام کہتا ہے آپ کے ان اخلاق کریمہ سے ان جسارتوں اور گالیوں کے مقابلہ میں جو مجھ سے سرزد ہوئی تھیں۔ میرے لیے زمین اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ میں پسند کر رہا تھا کہ میں زمین میں غرق ہو جاؤں۔ مجبوراً میں آپ سے آہستہ آہستہ دور ہونے لگا۔ اور میں لوگوں کی اوٹ تلاش کرتا تھا تاکہ حضرت میری طرف نہ دیکھیں لیکن اس مجلس کے بعد میرے نزدیک حضرت اور ان کے والد بزرگوار سے زیادہ کوئی شخص محبوب و دوست نہیں تھا۔ مقتل خوارزمی اور جامع الاخبار سے روایت ہوئی ہے کہ ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں پوری دیت (خونبہا) کا ضامن ہوا ہوں۔ اور اس کے ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے دل میں خیال کیا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور کوئی شخص اہل بیتؑ رسالتؐ سے زیادہ کریم میرے خیال میں نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ اے عرب بھائی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو دیت کا تیسرا حصہ تجھے دوں گا۔ اور اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث مال لے لو گے اور اگر تینوں سوالات کے جواب بتائے تو وہ سارا مال تجھے دے دوں گا۔ اعرابی نے فرمایا اے فرزند رسولؐ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ جیسی ہستی جو صاحب علم و شرف ہے اس فدوی سے جو ایک بدو عرب ہے سوال کرے۔ حضرت نے فرمایا میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا المعروف بقدر المعرفة یعنی نیکی و بخشش کا دروازہ لوگوں کی معرفت کے اندازے کے مطابق ان پر کھولا جائے۔ اعرابی نے عرض کیا آپ جو چاہیں سوال کیجئے اگر معلوم ہوا تو جواب دوں گا۔ ورنہ آپ سے پوچھ لوں گا اور قوت و طاقت صرف خدا

کے لیے ہے۔ حضرت نے فرمایا تمام اعمال سے افضل کون سا عمل ہے۔ عرض کیا اللہ پر ایمان لے آنا۔ فرمایا کون سی چیز لوگوں کو ہلاکتوں سے بچا سکتی ہے۔ عرض کیا اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا۔ فرمایا مرد کی زینت کیا چیز ہے۔ اعرابی نے کہا علم کہ جس کے ساتھ حلم ہو۔ فرمایا اگر اس شرف پر اس کی دسترسی نہ ہو تو عرض کیا پھر مال کہ جس کے ساتھ مروت و جوانمردی ہو۔ فرمایا اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو کہنے لگا۔ فقر و فاقہ جس کے ساتھ صبر و تحمل ہو۔ فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو تو اعرابی نے کہا کہ آسمان سے بجلی گرے اور اس کو جلا دے کیونکہ وہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مستحق نہیں۔ پس آپ ہنسے اور ایک تھیلی جس میں ہزار دینار سرخ تھے اس کی طرف پھینک دی اور اپنی انگوٹھی اسے عطا کی کہ جس کے نگینہ کی قیمت دو ہزار درہم تھی۔ فرمایا اس زر و مال سے تم برائت ذمہ حاصل کرو۔ (یعنی خون بہا ادا کرو) اور یہ انگوٹھی اپنے اخراجات میں صرف کرو۔ اعرابی نے زر و مال اٹھایا اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ، خدا زیادہ علم رکھتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دیتا ہے اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات تھے۔ حضرت امام زین العابدینؑ سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے ہیں تو آپ نے فرمایا آٹے کی بوریاں کھانے کی اور دوسری چیزوں کی اپنی پشت پر لاد کر بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور فقراء و مساکین کے گھروں میں لے جاتے رہے کہ یہ نشانات ظاہر ہو گئے اور آپ کے زہد و عبادت کے متعلق روایت ہے کہ پچیس حج پا پیادہ بجا لائے جبکہ اونٹ اور محمل آپ کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے۔ ایک دن حضرت سے کہا گیا کہ آپ خدا سے کتنا ڈرتے ہیں۔ فرمایا، قیامت کے عذاب سے مامون و محفوظ نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو دنیا میں خدا سے ڈرے اور ابن عبد ربہ نے کتاب الفرید میں روایت کی ہے کہ علیؑ ابن الحسینؑ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد کیوں کم ہے۔ فرمایا کہ تعجب ہے کہ میرے جیسی اولاد آپ سے کیسے ہو گئی کیونکہ میرے والد ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ آپکے پاس فرصت کا وقت کون سا تھا کہ جب آپ عورتوں کے پاس جاتے اور سید شریف زاہد ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسن بن عبدالرحمٰن علوی حسینی اپنی کتاب تعازی میں روایت کرتے ہیں ابو حازم اعرج سے وہ کہتا ہے کہ امام حسنؑ اتنی عزت و تعظیم کرتے تھے امام حسینؑ کی گویا وہ امام حسنؑ سے بڑے ہیں اور ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے امام حسنؑ سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ امام حسینؑ سے مجھے ایسی ہیبت محسوس ہوتی ہے جسطرح امیرالمومنینؑ کی ہیبت تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ امام حسنؑ مجلس میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے جب امام حسینؑ آ جاتے تو امام حسینؑ کے احترام کی وجہ سے اس مجلس کی ہیئت کو بدل دیتے۔ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ امام حسینؑ بچپنے اور صغر سنی اور ابتدائی زمانہ اور استقبال جوانی میں ہی زاہد فی الدنیا تھے۔ امیرالمومنینؑ کے ساتھ ان کی مخصوص غذا کھایا کرتے اور شریک رہتے اور ان کا تنگی و ترشی میں ساتھ دیتے اور آپ کا صبر اور نماز آنجناب کی نماز کے قریب قریب تھی اور خداوند عالم نے امام حسینؑ اور حسنؑ کو قائد اور مقتدا قرار دیا تھا اس امت کا لیکن ان کے ارادہ میں فرق قرار دیا تھا تاکہ لوگ ان دونوں کی اقتدا کریں۔ پس اگر دونوں ایک ہی طرح اور روش میں رہتے تو لوگ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہو جاتے۔ مسروق سے روایت

ہے وہ کہتا ہے کہ میں عرفہ کے دن حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ ستو کے پیالے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھے ہوئے تھے اور قرآن ان کے پہلو میں تھے یعنی روزہ دار تھے اور قرآن پڑھنے میں مشغول تھے، اور منتظر افطار تھے تاکہ اس ستو سے افطار کریں۔ پس میں نے حضرت سے چند مسائل پوچھے اور آپ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے پھر میں ان کی بارگاہ سے نکلا اور امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں آ رہے ہیں اور دسترخوان بچھا ہوا ہے اور اس پر کھانا موجود ہے اور لوگ کھاتے ہیں اور اپنے ساتھ بھی لے جاتے ہیں۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میری حالت غیر ہو گئی۔ حضرت نے مجھے دیکھا کہ میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ پوچھا مسروق کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا و مولا میں روزے سے ہوں! اور ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے فرمایا بتاؤ کیا چیز تجھے نظر آئی ہے۔ میں نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ حضرات یعنی آپ اور آپ کے بھائی میں اختلاف ہو۔ میں امام حسینؑ کی خدمت میں گیا ہوں تو انہیں دیکھا ہے کہ وہ روزے سے ہیں اور افطار کے منتظر ہیں اور آپ کی خدمت میں آیا ہوں اس حالت میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت نے جب یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگا لیا۔ فرمایا اے ابن اشہرش کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے ہم دونوں کو اس اُمت کا مقتدا قرار دیا ہے مجھے تم میں سے افطار کرنے والوں کا مقتدا اور میرے بھائی کو تمہارے روزہ داروں کا مقتدا بنایا ہے تاکہ تم وسعت میں ہو اور تم پر کوئی بوجھ نہ ہو اور روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ صورت و سیرت میں سب لوگوں سے زیادہ سرکارِ رسالتؐ سے شباہت رکھتے تھے اور تاریک راتوں میں آپ کی جبین مبارک اور گردن کے نچلے حصے سے نور ساطع ہوتا تھا اور لوگ اس نور کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے۔ مناقب شہر آشوب اور دوسری کتب میں روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ حسنین شریفین کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا اے رسولِ خداؐ ان دو بیٹوں کو کوئی عطیہ اور میراث عطا فرمائیے۔ فرمایا میں اپنی ہیبت اور سیادت حسنؑ کو اور شجاعت و سخاوت حسینؑ کو عطا کرتا ہوں۔ عرض کیا میں راضی ہوں اور ایک روایت ہے کہ حسنؑ کو ہیبت و علم دیتا ہوں اور حسینؑ کو جود و رحمت۔ اور ابن طاؤس نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ میں امام حسینؑ سے سنا جبکہ وہ بچے تھے۔ آپ فرما رہے تھے خدا کی قسم میرا خون بہانے کے لیے بنی امیہ کے سرکش و باغی لوگ جمع ہوں گے اور ان کا سرکردہ عمر بن سعد ہو گا۔ میں نے کہا کیا رسولِ خداؐ نے آپ کو اس کی خبر دی ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ پس میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کی وہ بات نقل کی تو آپ نے فرمایا اس کا علم میرا علم ہے اور ابن شہر آشوب نے حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عراق کی طرف روانہ ہوا۔ جس منزل پر اترتے اور وہاں سے کوچ کرتے تھے تو حضرت یحییٰ بن زکریا کا ذکر فرماتے اور ایک دن فرمایا دنیا کی پستی اور خواری میں سے یہ بات ہے کہ جناب یحییٰؑ کا سر بنی اسرائیل کی بدکار عورتوں میں سے ایک زناکار عورت کے لیے بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ اور احادیث معتبرہ میں طرق خاصہ و عامہ سے روایت ہے کہ اکثر ایسا ہوتا کہ

جناب فاطمہؑ عالم خواب میں ہوتیں اور امام حسینؑ گہوارے میں تھے تو جبریلؑ آکر گہوارہ جنبانی کرتے اور حسینؑ سے باتیں کرتے اور انہیں خاموش کراتے۔ جب فاطمہؑ بیدار ہوتیں تو دیکھتیں کہ گہوارہ حرکت میں ہے اور کوئی حسینؑ سے باتیں کر رہا ہے۔ لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ جب رسالت مآبؐ سے پوچھتیں تو وہ فرماتے کہ وہ جبرئیلؑ ہیں۔

تیسری فصل

حضرت سید الشہداءؑ پر رونے اور آپ کا مرثیہ پڑھنے اور عزاداری قائم کرنے کے ثواب کا بیان

شیخ جلیل کامل جعفر بن قولویہ کتاب کامل میں ابن خارجہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام حسینؑ کا تذکرہ کیا تو حضرت صادقؑ بہت روئے اور ہم نے بھی گریہ کیا پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں گریہ وزاری کا مقتول ہوں کوئی مومن مجھے یاد نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ روئے گا۔ اور یہی روایت ہے کہ جس دن حضرت صادقؑ کے سامنے امام حسینؑ کا تذکرہ ہوتا تو پھر کوئی شخص شام تک آپ کو تبسم کرتے نہ دیکھتا اور پھر سارا دن آپ محزون اور روتے رہتے اور فرماتے کہ امام حسینؑ ہر مومن کے گریہ کا سبب ہیں اور شیخ طوسی و مفید ابان بن تغلب سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ہماری مظلومیت کی وجہ سے مہموم و مغموم ہو تو اس کا سانس لینا تسبیح ہے اور اس کا درد واندوہ عبادت اور ہمارے اسرار کو دوسرے لوگوں سے چھپانا راہ خدا میں جہاد کرنا ہے پھر فرمایا ضروری ہے کہ حدیث آب زر سے لکھی جائے۔ بہت سے اسناد معتبر کے ساتھ ابوعمارہ منشد یعنی اشعار پڑھنے والے سے روایت ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا چند اشعار امام حسینؑ کے مرثیہ میں پڑھو۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو حضرتؑ رونے لگے۔ میں مرثیہ پڑھتا جاتا تھا اور حضرت گریہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ رونے کی آواز آپ کے گھر سے بلند ہوئی اور دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس طریقہ پر پڑھو جس طرح اپنے ہاں پڑھا کرتے اور نوحہ کرتے ہو۔ جب میں نے پڑھا تو حضرت بہت روئے اور حضرت کی مستورات کے رونے کی آواز بھی پس پردہ سے بلند ہوئی جب میں فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا جو شخص امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر پڑھے اور پچاس افراد کو رلائے تو اس کے لیے جنت واجب ہے اور جو شخص تیس افراد کو رلائے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص بیس افراد کو اور جو دس افراد کو جو پانچ افراد کو اور جو ایک ہی شخص کو رلائے تو جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اور جو مرثیہ پڑھ کر خود روئے تو اس کے لیے بہشت واجب ہے اور جس کو رونا نہ آئے اور وہ تباکی (رونے والے کی شکل بنائے) کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہے اور شیخ کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں ایک گروہ کے ساتھ جو اہل کوفہ تھے حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ جعفر بن عفان وارد ہوا۔ حضرت نے اس کی عزت و تکریم کی اور اسے اپنے سامنے بٹھایا پھر آپ نے فرمایا، اے جعفر! اس نے عرض کیا، لبیک خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اِنَّکَ تَقُوْلُ الشِّعْرَ فِی الْحُسَیْنِ مَرْثِیَۃً تم امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہتے ہو اور عمدہ کہتے ہو۔ عرض کیا، ہاں میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا تو پڑھو جب جعفر نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اور حاضرین مجلس نے گریہ کیا اور حضرت نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کے آنسو محاسن شریف پر جاری ہوئے۔ پھر فرمایا کہ ملائکہ مقربین یہاں موجود تھے اور انہوں نے تمہارا مرثیہ حسینؑ سنا ہے اور ہمارے رونے سے زیادہ روئے ہیں! در تحقیق اس وقت خداوند عالم نے جنت اس کی تمام نعمات کے ساتھ تم پر واجب کردی ہے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ فرمایا اے جعفر تو چاہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ کہوں۔ وہ کہنے لگا ہاں اے میرے سردار۔ فرمایا جو شخص حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہے خود روئے اور دوسروں کو رُلائے تو البتہ خداوند عالم اس کے لیے بہشت واجب کر دیتا ہے۔ اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ حامی حوزہ اسلام سید اجل میر حامد حسین طاب ثراہ کتاب عبقات میں معاہد التنصیص سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن سہل کمیت کا ساتھی کہتا ہے کہ میں اور کمیت ایام تشریق میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے کمیت نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں چند اشعار آپ کی بارگاہ میں عرض کروں۔ فرمایا، یہ دن عظیم اور محترم ہیں۔ کنایہ اس طرف تھا کہ ان ایام شریفہ میں شعر پڑھنے مناسب نہیں ہیں۔ عرض کیا یہ اشعار آپ کے حق میں ہیں۔ فرمایا پڑھو اور آپ نے کسی کو بھیجا۔ اور آپ کے کچھ اہل خانہ بھی حاضر ہوئے تاکہ وہ بھی سنیں پس کمیت نے اپنے اشعار پڑھے اور حاضرین نے بہت گریہ کیا یہاں تک کہ وہ اس شعر تک پہنچا:

یُصِیْبُ بِہِ الرَّامُوْنَ عَنْ قَوْسِ غَیْرِھِمْ ۔۔۔ فَیَا آخِرًا اَسْدٰی لَہُ الْغَیَّ اَوَّلُہٗ

(ترجمہ) اس کو تیر لگانے والے مارتے ہیں دوسرے کے کمان سے پس اے آخری کہ جس کے لیے گمراہی نے اوّل کو درست کیا (یا جس کے لیے اول نے گمراہی کو درست)

حضرت نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْکُمَیْتِ مَا قَدَّمَ وَمَا اَخَّرَ وَمَا اَسَرَّ وَمَا اَعْلَنَ وَاَعْطِہٖ حَتّٰی یَرْضٰی۔ یعنی خدایا کمیت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر اور اس نے چھپ کر کیے ہوں یا ظاہر بظاہر اور اس کو اتنا دے کہ وہ راضی ہو جائے اور شیخ صدوق نے امالی میں ابراہیم بن ابوالمحمود سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ ماہ محرم ایسا مہینہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس میں جنگ حرام سمجھتے تھے اس امت جفا کار نے اسی مہینہ میں ہمارا خون حلال سمجھا۔ ہماری ہتک حرمت کی ہماری خواتین اور بچوں کو اسی مہینہ میں قید کیا۔ ہمارے خیموں میں آگ لگائی، ہمارا مال و اسباب لوٹا۔ اور حرمت رسولؐ کی ہمارے حق میں رعایت نہ کی۔ یاد رکھو کہ شہادت حسینؑ وہ مصیبت ہے کہ جس نے ہماری آنکھیں مجروح کر دیں اور ہمارے آنسو بہائے اور ہمارے عزت دار کو ذلیل کیا اور زمین کربلا نے ہمیں قیامت تک کے لیے کرب و بلا کا وارث بنایا۔ پس حسینؑ جیسے مظلوم پر رونے والوں کو رونا چاہیے۔ کیونکہ آپ پر گریہ کرنا بڑے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے پھر فرمایا کہ جب ماہ محرم ہوتا تو میرے والد کو کوئی شخص ہنستے ہوئے نہ دیکھتا اور حزن و اندوہ ان پر ہمیشہ غالب رہتا۔ دس محرم

تک اور جب دسویں کا دن ہوتا تو آپ کے لیے یہ دن مصیبت، حزن اور گریہ وزاری کا ہوتا اور آپ فرماتے کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس میں حسینؑ شہید ہوئے۔ اور یہ بھی شیخ صدوق نے حضرت سے روایت کی کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنی حاجات میں سعی و کوشش ترک کر دے تو خداوند عالم اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری فرمائے گا۔ اور روز عاشورہ جس کے لیے مصیبت حزن اور گریہ کا دن ہو تو خداوند عالم قیامت کا دن اس کے لیے خوشی و سرور کا قرار دے گا۔ اور اس کی آنکھیں جنت میں ہماری وجہ سے روشن ہوں گی اور جو شخص عاشورہ کے دن کو برکت شمار کرے اور برکت کے لیے اس دن خرچ و خوراک گھر میں ذخیرہ کر کے رکھے تو اس کو اس چیز میں برکت حاصل نہیں ہوگی جس کو اس نے ذخیرہ کیا ہے اور خداوند عالم اسے قیامت کے دن یزید، عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنہم اللہ کے ساتھ اسفل درک جہنم میں محشور کرے گا۔ اور یہ بھی سند معتبر کے ساتھ ریان بن شبیب سے (جو کہ معتصم خلیفہ عباسی کا خالو ہے) روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا، اے ابن شبیب تم روزے سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا، یہ دن وہ ہے جس دن خداوند عالم نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی تھی جبکہ انہوں نے خداوند عالم سے بیٹے کی خواہش کی تھی اور ملائکہ نے زکریا کو محراب عبادت میں پکار کر کہا تھا کہ خدا تجھے یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اس کی دعا قبول ہوگی۔ جس طرح کہ زکریاؑ کی دعا قبول ہوئی تھی پھر فرمایا اے شبیب کے بیٹے محرم وہ مہینہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ گزشتہ زمانے میں اس مہینہ کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے ظلم و جنگ کو حرام سمجھتے تھے۔ پس اس اُمت نے اس مہینہ کی حرمت نہیں پہچانی اور رسولِ خداؐ کے احترام کو نہیں پہچانا۔ اس ماہ میں ذریت رسولِ خداؐ کے ساتھ جنگ کی ان کی مستورات کو قید کیا اور ان کے مال و اسباب لوٹے۔ پس خدا انہیں کبھی نہیں بخشے گا۔ اے شبیب کے بیٹے اگر کسی چیز پر رونا چاہتا ہے تو حسینؑ بن علیؑ پر گریہ کر کیونکہ انہیں گوسفند کی طرح ذبح کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ اہل بیتؑ میں سے اٹھارہ افراد کو شہید کیا ہے کہ جن میں سے کسی ایک کی بھی روئے زمین پر شبیہ و مثال نہ تھی۔ بتحقیق آپ کی شہادت پر سات آسمان اور زمینوں نے گریہ کیا ہے اور چار ہزار فرشتے آپ کی مدد کے لیے آسمان سے اترے جب زمین پر پہنچے تو حضرت شہید ہو چکے تھے پس وہ ہمیشہ آپ کی قبر کے پاس بال پریشاں خاک آلود رہتے ہیں یہاں تک کہ قائم آلِ محمدؐ ظاہر ہوں گے اور وہ فرشتے حضرت کے مددگاروں میں ہوں گے اور جنگ کے وقت ان کی یہ علامت ہوگی یا لثارات الحسین علیہ السلام آؤ۔ اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والو۔ اے پسر شبیب میرے والد نے اپنے باپ دادا سے یہ خبر دی ہے کہ جب میرے جد بزرگوار حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خاک و خون کی بارش ہوئی۔ اے ابن شبیب اگر تم حسینؑ پر گریہ کرو۔ یہاں تک کہ تمہارے آنسو تمہارے چہرے پر جاری ہوں تو خداوند عالم تمہارے چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دے گا۔ چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ جب خدا سے ملاقات کرو اور تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو تو امام حسینؑ کی زیارت کرو۔ اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ بہشت کے غرفہ عالیہ (اوپر والی منزل کا کمرہ) میں

رسولِ خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ رہو تو قاتلان حسینؑ پر لعنت کرو۔ اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ شہدائے کربلا جیسا ثواب حاصل کرو تو جب حضرت کی مصیبت کو یاد کرو تو کہو یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَھُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا اے فرزند شبیب! اگر چاہتے ہو کہ درجات عالیات بہشت میں ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے غم واندوہ میں اندوہناک اور ہماری خوشی میں خوش ہو۔ اور تم پر ہماری ولایت ومحبت لازم ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے محبت کرتا ہے تو خداوند عالم قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ محشور کرے گا۔ ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابی ھارون مکفوف (نابینا) سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت سے مشرف ہوا تو حضرت نے فرمایا میرے لیے مرثیہ پڑھو۔ جب میں نے شروع کیا تو فرمایا یوں نہیں اس طرح پڑھو جس طرح تمہارے ہاں متعارف ہے اور جس طرح امام حسینؑ کی قبر کے پاس پڑھتے ہو۔

اُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَیْنِ فَقُلْ لِاَعْظُمِہِ الزَّکِیَّۃِ اس شعر کا تمتہ آخر باب میں مراثی کے ذکر میں آئے گا۔ حضرت روتے رہے میں خاموش ہو گیا۔ فرمایا اور پڑھو میں نے وہ اشعار آخر تک پڑھے۔ آپ نے فرمایا اور بھی میرے لیے مرثیہ پڑھو میں نے یہ اشعار آخر تک پڑھے۔ آپ نے فرمایا اور بھی میرے لیے مرثیہ پڑھو میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیے:

یَا مَرْیَمُ قُوْمِیْ فَانْدُبِیْ مَوْلَاکِ   وَعَلَی الْحُسَیْنِ فَاسْعِدِیْ بِبُکَاکِ

حضرت گریہ کرتے رہے اور مستورات نے گریہ وشیون بلند کیا جب گریہ سے خاموش ہوئے تو حضرت نے فرمایا، اے ھارون جو حسینؑ کا مرثیہ پڑھے اور دس آدمیوں کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے پھر ایک ایک کم کرتے گئے یہاں تک کہ فرمایا جو مرثیہ پڑھے اور ایک آدمی کو رلائے تو اس کے لیے جنت لازم وواجب ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا جو حسینؑ کو یاد کرے اور ان پر گریہ کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور سند معتبر کے ساتھ عبداللہ بن بکر سے بھی روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا اے فرزند رسولؐ اگر امام حسینؑ کی قبر کو شگاف کریں تو کیا کوئی چیز وہاں انہیں دکھائی دے گی تو آپ نے فرمایا اے فرزند بکر کتنے زیادہ عظیم ہیں تیرے مسائل۔ یہ بات محقق ہے کہ حسین بن علیؑ اپنے باپ ماں اور بھائی کے ساتھ رسول خداؐ کے گھر میں ہیں۔ آنحضرت کے ساتھ کھاتے پیتے اور خوش وخرم رہتے ہیں اور کبھی کبھی عرش کے دائیں جانب جھکتے ہیں اور خداوند عالم سے کہتے ہیں کہ جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اس کو پورا فرما۔ اور وہ اپنے زیارت کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں ان کے ناموں ان کے آباو اجداد کے ناموں اور ان کے رہنے کی جگہوں اور جو کچھ ان کے گھر میں ہے اس کے ساتھ پہچانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ کہ جس طرح تم اپنی اولاد کو پہچانتے ہو اور آنحضرت ان کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ آپ پر گریہ کر رہے ہیں اور ان کے لیے آپ بخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے استغفار کریں اور کہتے ہیں اے مجھ پر رونے والے اگر تجھے معلوم ہو جائیں وہ ثواب جو خدا نے میرے لیے مہیا کر رکھے ہیں تو تیری خوشی غم واندوہ سے زیادہ ہو اور آپ خداوند عالم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ پر رونے والے نے جتنے گناہ کیے ہیں

وہ انہیں معاف کر دے۔ اور سند معتبر کے ساتھ مسمع سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے مجھ سے پوچھا تم جو اہل عراق میں سے ہو کبھی امام حسینؑ کی زیارت کے لیے بھی جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں کیونکہ میں اہل بصرہ میں مشہور و معروف شخص ہوں۔ ہمارے قریب کچھ لوگ رہتے ہیں جو خلیفہ کے تابع ہیں۔ اور ہمارے بہت دشمن ہیں مختلف قبائل اور ناصبی وغیرہ لوگوں میں سے اور ہم مامون نہیں اس سے کہ وہ ہمارے حالات والی و حاکم سے کہیں اور وہ ہمیں ضرر اور تکلیفیں پہنچائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا تو پھر کبھی ان مصائب کا دل میں تصور کرتے ہو۔ جو حضرت پر وارد ہوئے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا حضرت کی مصیبت پر جزع فزع کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں خدا کی قسم میں جزع فزع کرتا ہوں یہاں تک کہ میرے گھر والے اس غم و اندوہ کا اثر مجھ میں محسوس کرتے ہیں۔ اور میں کھانا چھوڑ دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری حالت سے آثار مصیبت ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خدا تیرے رونے پر رحم کرے کیونکہ تیرا ان لوگوں میں شمار ہوگا۔ جو ہمارے لیے جزع فزع کرتے ہیں اور ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں۔ اور ہمارے غم میں اندوہناک ہوتے ہیں۔ اور ہمارے خوف کی وجہ سے خوفناک رہتے ہیں۔ اور امن سے رہتے ہیں اور قریب ہے کہ اپنی موت کے وقت میرے آباؤ اجداد کو تو دیکھے کہ وہ تیرے پاس آئیں اور وہ ملک الموت کو تیرے متعلق سفارش کریں اور تجھے ایسی بشارتیں دیں کہ جن سے تیری آنکھیں روشن ہوں اور تو خوش ہو اور ملک الموت تجھ پر زیادہ مہربان ہو اس مہربان ماں سے جو اپنے بچے سے شفقت و مہربانی کرتی ہے۔ پس حضرت رونے لگے اور میں بھی رویا آخر حدیث تک جو آنکھ کو روشن اور دل کو منور کرتی ہے۔ اور سند معتبر کے ساتھ زرارہ سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ بے شک آسمان چالیس دن تک امام حسینؑ پر سرخی اور کسوف کے ساتھ رویا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور دریا جوش و خروش میں آئے اور ملائکہ نے چالیس دن تک آپ پر گریہ کیا۔ بنی ہاشم کی کسی عورت نے خضاب نہیں کیا تیل اور سرمہ نہیں لگایا اور اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی جب تک عبید اللہ بن زیاد کا سر ہمارے سامنے نہیں لایا گیا۔ اور ہم ہمیشہ حضرت پر روتے رہتے ہیں اور میرے جد بزرگوار علی بن الحسینؑ جب اپنے پدر عالی قدر کو یاد کرتے تو روتے روتے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور جو شخص آپ کو اس حالت میں دیکھتا تو آپ کے رونے سے وہ گریہ کرتا اور جو فرشتے اس امام شہید کی قبر کے پاس ہیں وہ آپ پر روتے ہیں اور ان کے رونے سے فضا میں پرندے اور جو کچھ فضا اور آسمان پر فرشتے ہیں وہ سب گریہ کرتے ہیں۔ ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو آپ نے پانی منگوایا۔ جب پانی پیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اے داؤد خدا لعنت کرے قاتلانِ حسینؑ پر پھر فرمایا جو شخص پانی پیئے اور حضرت کو یاد کرے اور آپ کے قاتلان پر لعنت کرے تو یقیناً خداوند عالم ایک لاکھ نیکیاں اس کے لیے لکھ دیتا ہے۔ اور ایک لاکھ گناہ اس کے اٹھا لیتا ہے اور ایک لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے اور اس طرح ہے جیسے اس نے ایک لاکھ غلام آزاد

کیے ہوں اور قیامت کے دن وہ ٹھنڈے اور خوش و خرم دل کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ شیخ طوسی قدس سرہ نے سند معتبر کے ساتھ معاویہ بن وہب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بوڑھا کمر خمیدہ شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ اے شیخ ہمارے پاس آؤ۔ پس وہ بوڑھا شخص امام صادقؑ کے پاس گیا اس نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور رونے لگا حضرت نے فرمایا اے شیخ تیرے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کیا فرزند رسولؐ سو سال سے میں اس امید سے ہوں کہ آپ خروج کریں اور شیعوں کو مخالفین کے ہاتھ سے نجات دیں اور ہمیشہ میں کہتا ہوں کہ اس سال، اس مہینہ اور اس دن ایسا ہوگا لیکن میں آپ میں وہ حالت نہیں دیکھتا پھر کیوں نہ گریہ کروں۔ پس حضرت اس بوڑھے کی بات پر روئے اور فرمایا، اے شیخ اگر تیری اجل میں تاخیر ہوئی اور ہم نے خروج کیا تو تو ہمارے ساتھ ہوگا اور اگر اس سے پہلے تو دنیا سے چلا گیا تو قیامت کے دن رسولِ خدا کے اہل بیتؑ کے ساتھ ہوگا۔ وہ شخص کہنے لگا جب یہ بات میں نے آپ سے سن لی تو اس کے بعد جو چیز بھی مجھ سے فوت ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آپ نے فرمایا رسولِ خدا فرما گئے ہیں کہ میں دو بزرگ چیزیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہوگے۔ خدا کی کتاب اور میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں۔ جب قیامت کے دن آؤ گے تو ہمارے ساتھ ہو گے۔ پھر آپ نے فرمایا اے شیخ میرا گمان نہیں کہ تم اہل کوفہ میں سے ہو۔ عرض کیا میں اطراف کوفہ کا رہنے والا ہوں آپ نے فرمایا کیا ہمارے جد بزرگوار امام حسینؑ کی قبر کے نزدیک کہیں رہتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تمہارا حضرت کی زیارت کے لیے جانا کیسا ہے کہنے لگا میں جاتا ہوں اور بہت دفعہ جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے شیخ یہ ایسا خون ہے کہ خداوند عالم اس خون کا مطالبہ کرے گا اور اولاد فاطمہؑ پر کوئی مصیبت امام حسینؑ کی مصیبت جیسی نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت اپنے اہل بیتؑ کے اٹھارہ افراد کے ساتھ شہید ہوئے ہیں جنہوں نے دین خدا کے لیے جہاد اور خدا کی راہ میں صبر کیا ہے پس خدا نے انہیں صبر کرنے والوں کی بہترین جزا دی ہے۔ جب قیامت ہوگی تو رسولِ خدا تشریف لائیں گے اور امام حسینؑ ان کے ساتھ ہوں گے۔ اور رسولِ خدا نے اپنا دست مبارک امام حسینؑ کے سر پر رکھا ہوگا۔ اور اس سر سے خون بہہ رہا ہوگا۔ تو آنحضرت عرض کریں گے کہ خدایا میری امت سے سوال کر کہ انہوں نے میرے بیٹے کو کیوں قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہر جزع فزع کرنا اور رونا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے مگر امام حسینؑ پر جزع فزع کرنا اور رونا امر پسندیدہ ہے۔

چوتھی فصل

ان بعض روایات و اخبار کے بیان میں جو اس مظلوم کی شہادت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں

شیخ جعفر بن قولویہ نے سلمان سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا آسمان میں کوئی فرشتہ نہیں جو رسول اکرمؐ کی خدمت میں نہ آیا ہو اور اس نے آنحضرت سے آپ کے بیٹے حسینؑ کی تعزیت نہ کی ہو اور سب نے آنحضرت کو اس ثواب کی خبر دی جو خدا نے شہادت کی وجہ سے آنجناب کو عطا فرمایا ہے اور ہر ایک آپ کے پاس وہ خاک لے کر آیا کہ جس خاک پر اس مظلوم کو ظلم و جور سے شہید کریں گے۔ اور جو فرشتہ بھی آتا تو حضرت فرماتے، خداوندا قاتل حسینؑ کو مخذول کر اس کا ساتھ نہ دے جو اس کی مدد نہ کرے اور اس کو قتل کر جو اسے قتل کرے اور اس کو ذبح کر جو اسے ذبح کرے اور انہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہ کر۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرت کی دعا ان ملاعین کے متعلق قبول ہوئی۔ یزید آنجناب کے قتل کرنے کے بعد دنیا سے لذت نہ حاصل کر سکا۔ خداوند عالم نے اچانک اس کی گرفت کی رات کو مست ہو کر سویا صبح کو اسے مردہ پایا گیا۔ جبکہ بالکل سیاہ ہو چکا تھا اور جنہوں نے یزید کا اتباع آپ کے شہید کرنے میں کیا یا جو اس لشکر میں گئے ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ وہ برص یا دیوانگی میں مبتلا نہ ہوا ہو اور یہ بیماریاں ان کی اولاد میں بھی بطور میراث رہ گئیں۔ اور امام باقرؑ سے بھی روایت ہے کہ بچپن میں جب امام حسینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آنحضرت امیرالمومنینؑ سے فرماتے کہ یا علیؑ حسینؑ کو میرے لیے پکڑے رہو۔ پس حضرت امیر حسینؑ کو تھام لیتے اور رسولؐ اس کے نچلے حصے کے بوسے لیتے اور گریہ کرتے۔ ایک دن اس امام مظلومؑ نے عرض کیا ابا جان آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا، اے فرزند گرامی! کیوں نہ گریہ کروں کہ میں دشمنوں کی تلواروں کی جگہ کا بوسہ لیتا ہوں۔ امام حسینؑ نے عرض کیا بابا جان میں قتل کر دیا جاؤں گا؟ فرمایا، ہاں۔ تم تمہارے بھائی اور تمہارے باپ، خدا کی قسم سب قتل ہوں گے۔ امام حسینؑ نے عرض کیا پھر ہماری قبریں ایک دوسرے سے الگ ہوں گی؟ فرمایا، ہاں بیٹا! امام حسینؑ نے عرض کیا پھر آپ کی امت میں سے کون ہماری زیارت کرے گا؟ تو حضرت نے فرمایا، کہ میری اور تمہارے باپ اور بھائی کی زیارت نہیں کریں گے مگر میری امت کے صدیق۔ اور حضرت صادقؑ سے یہ روایت بھی کی ہے۔ آپ نے فرمایا، ایک دن امام حسینؑ رسول خداؐ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ان سے کھیلتے اور انہیں ہنساتے تھے کہ عائشہ نے کہا، یا رسول اللہ اس بچہ کو کتنا زیادہ آپ پیار کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ اس سے محبت کروں، یہ مجھے کیوں نہ پیارا ہو، حالانکہ یہ بچہ میرے دل کا میوہ ہے اور میری آنکھوں کا نور ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ میری امت اس کو قتل کرے گی۔ پس جو شخص اس کی شہادت کے بعد اس کی زیارت کریگا۔ تو خداوند عالم اس کے لیے میرے حجوں میں سے ایک حج لکھ دے گا۔ عائشہ نے تعجب سے پوچھا آپ کے حجوں میں سے ایک حج۔ حضرت نے فرمایا بلکہ دو حج میرے حجوں میں سے۔ پھر اس نے تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا بلکہ چار حج اور وہ مسلسل تعجب کرتی گئی اور حضرت بڑھاتے گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا میرے حجوں میں سے نوے حج کہ ہر حج کے ساتھ عمرہ بھی ہو۔ شیخ مفید طبرسی ابن قولویہ اور ابن بابویہ رضوان اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ وغیرہ

سے روایت کی ہے کہ ایک دن امیرالمومنینؑ منبر کوفہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ مجھ سے پوچھو جو چاہو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ۔ خدا کی قسم گزشتہ اور آئندہ کے اخبار میں سے جو کچھ پوچھو البتہ میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ پس سعد بن ابی وقاص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیرالمومنینؑ مجھے بتایئے کہ میرے سر اور ڈاڑھی کے کتنے بال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے خلیل اور دوست رسولِ خداؐ نے مجھے بتایا تھا کہ تو مجھ سے یہ سوال کرے گا اور یہ بھی بتایا کہ تیرے سر اور ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ہر بال کی جڑ میں ایک شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے جو میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور اگر تجھے بتاؤں کہ تیرے بالوں کی تعداد کتنی ہے تو تو میری تصدیق نہیں کرے گا لیکن جو بات میں نے کہی ہے اس سے میری گفتگو کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ اور اس وقت عمر بن سعد بچہ تھا۔ اور ابھی ابھی چلنے لگا تھا۔ لعنۃ اللہ علیہ (ارشاد اور احتجاج کی روایت میں سعد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے یہ سوال کیا۔ اور حضرت نے یہی جواب دیا اور آخر میں فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ جو کچھ تو نے پوچھا ہے اس کی دلیل پیش کرنا مشکل ہے۔ تو میں تجھے تیرے بالوں کی تعداد بتاتا لیکن اس کی نشانی وہی تیرا لڑکا ہے الخ) حمیری نے قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ اپنے دو صحابیوں کے ساتھ زمین کربلا میں پہنچے۔ جب اس صحرا میں داخل ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ سامان اتارنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے کیا کہنا، تیرا اے تربت کہ تجھ پر دوستانِ خدا کے خون بہیں گے۔ شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد لعین نے امام حسینؑ سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ بے عقل لوگ رہتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں گا۔ فرمایا وہ بے عقل نہیں بلکہ وہ عالم اور عاقل ہیں۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے بعد تو تھوڑی دیر عراق کی گندم کھا سکے گا۔ شیخ صدوق نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ ایک دن امام حسنؑ کے پاس گئے۔ جب ان کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو رونے لگے۔ فرمایا اے اباعبداللہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں اس بلا و مصیبت کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ جو آپ پر آئے گی۔ امام حسنؑ نے فرمایا مجھ پر جو مصیبت آئے گی وہ تو زہر ہے جو مجھے دیں گے لیکن لا یوم کیومک آپ کے دن کی طرح تو کوئی دن نہیں۔ تیس ہزار افراد آپ کے مقابلہ میں آئیں گے جو اس بات کے دعویدار ہوں گے کہ وہ آپ کے جد کی امت ہیں اور وہ دینِ اسلام رکھتے ہیں اور وہ اتفاق کر لیں گے آپ کے قتل کرنے خون بہانے ہتک حرمت اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے اور آپ کے مال و اسباب لوٹنے پر تو اس وقت بنی امیہ پر لعنت اترے گی اور آسمان خون برسائے گا۔ اور ہر چیز آپ پر گریہ کرے گی۔ یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں آپ پر گریہ کریں گے۔ مؤلف کہتا ہے حق یہ ہے کہ اگر کوئی بالبصیرت غور و تامل کرے تو اسے اس مصیبت سے زیادہ مصیبت نظر نہیں آئے گی کیونکہ ابتدائے دنیا سے لے کر آج تک تواریخ و سیر کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد کوئی واقعہ اتنا عظیم ہم نے نہیں دیکھا کہ اپنے نبیؐ کے فرزند کو اس کے اصحاب اہل بیت کے ساتھ ایک ہی دن میں قتل کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیں اور اس کے خیموں کو جلا دیں۔ اس کا سر اور اس کے ساتھیوں اور اولاد کے سر اس کے عیال و اطفال کے ساتھ شہر بشہر لے جائیں اور یکدم اس ملت و دین کو

ٹھوکر ماردیں کہ جس کی طرف اپنی نسبت دیتے ہیں جبکہ ان کی سلطنت و قوت کا انحصار اسی دین پر ہو نہ کہ کوئی اور دین و
مِلَّت مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ مِنْ مُصِيبَةٍ مَا أَعْظَمَهَا وَأَوْجَعَهَا وَ
أَنْكَاهَا لِلْقُلُوبِ الْمُحِبِّينَ۔ لِلّٰهِ دَرُّ مِهْيَارٍ حَيْثُ قَالَ يُعَظِّمُونَ لَهُ أَعْوَادَ مِنْبَرِهِ ۔ وَتَحْتَ أَرْجُلِهِمْ أَوْلَادُهُ
وَضَعُوا۔ بِأَيِّ حُكْمٍ بَنُوهُ يَتَّبِعُونَكُمْ وَفَخْرُكُمْ أَنَّكُمْ صَحْبٌ لَهُ تَبَعٌ ہم نے اس قسم کا واقعہ اپنے گزشتہ آباؤ اجداد
سے نہیں سنا۔ پس انا للہ ہے اس مصیبت پر کہ کتنی عظیم دردناک اور محبت کرنے والوں کے دلوں کو دکھانے والی ہے
خدا بھلا کرے مہیار کا جس نے کہا ہے اس کے منبر کی لکڑیوں کی اس کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں اور اس کی اولاد کو
پاؤں کے نیچے رکھا ہوا ہے کس قانون کے ماتحت اس کے بیٹے ان کا اتباع کریں حالانکہ ان کا فخر تو بس یہی ہے کہ یہ
اس کے صحابی اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔

دوسرا مقصد

ان چیزوں کا بیان جو سید الشہداءؑ کے متعلق ہیں مدینہ سے چل کر کربلا میں وارد ہونے تک اور حضرت مسلم اور ان کے دو شہزادوں کی شہادت۔ اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

سید الشہداءؑ کے مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان

چونکہ یہ واقعہ ہولناک کتب فریقین میں مختلف طور پر وارد ہوا ہے لہٰذا اس رسالہ میں مختصر طریقہ سے اس پر اکتفاء کیا جائے گا جسے اعاظم علماء نے اپنی معتبر کتب میں ذکر کیا ہے اور حتی الامکان ہم شیخ مفید سید ابن طاؤس۔ ابن نما اور طبری کی روایت سے تجاوز نہیں کریں گے اور ان کی روایت کو باقیوں پر ترجیح دیں گے۔ اور غالباً ابتداء مطلب میں محل اختلاف اور اس کے ناقل کی طرف اشارہ ہوگا۔ اب ہم کہتے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب امام حسنؑ نے ریاض قدس کی طرف رحلت فرمائی۔ تو عراق کے شیعہ حرکت میں آئے اور انہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ ہم معاویہ کی خلافت کا جوا اتار کر آپ کی بیعت کرتے ہیں حضرت نے اس وقت اس چیز کو قرین مصلحت نہ سمجھتے ہوئے اس سے انکار کیا۔ اور انہیں معاویہ کی حکومت کے اختتام تک صبر کرنے کا حکم دیا۔ پس جب معاویہ نے پندرہ رجب ۶۰ھ میں دنیا سے رخت سفر باندھا اور یزید اس کی جگہ پر مسند حکومت پر بیٹھا تو وہ اپنے امر خلافت کی طرف مستعد ہوا اور اس نے ولید بن عقبہ بن ابو سفیان کو جو کہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا کہ ولید میرے لیے بیعت لو۔ ابو عبداللہ الحسین۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے اور ان پر اس معاملہ میں سختی کرو۔ اور ان کا کوئی عذر قبول نہ کرو۔ اور ان میں سے جو بھی بیعت کا انکار کرے اس کا سر تن سے جدا کر کے میری طرف بھیج دو جب یہ خط ولید کو ملا۔ اس نے مروان کو بلایا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ مروان نے کہا ابھی تک یہ لوگ معاویہ کی موت سے باخبر نہیں ہیں فوراً انہیں بلاؤ اور یزید کی بیعت ان سے لے لو اور ان میں سے جو بھی بیعت قبول نہ کرے اسے قتل کر دو۔ پس اسی رات ولید نے ان افراد کو بلایا اور یہ لوگ اس وقت روضہ منورہ حضرت رسول خداؐ میں جمع تھے۔ جب ولید کا پیغام انہیں پہنچا تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ جب میں اپنے گھر واپس چلا گیا تو ولید کی دعوت قبول کروں گا۔ ولید کا پیغام رساں جو کہ عمر بن عثمان تھا۔ واپس چلا گیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا اے ابا عبداللہ ولید کا اس وقت بلانا بے موقعہ ہے اور اس چیز نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ کے دل

میں کیا خیال ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا خیال ہے کہ معاویہ طاغیہ مرگیا ہے اور ولید نے ہمیں یزید کی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ جب یہ لوگ ولید کے دلی راز سے مطلع ہوئے تو عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمان بن ابی بکر نے کہا ہم تو اپنے گھر جاتے ہیں اور اپنے دروازے بند کر لیتے ہیں۔ اور ابن زبیر کہنے لگا میں تو یزید کی بیعت کبھی بھی نہیں کروں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ میں ولید کے پاس جاؤں پس آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تیس افراد اپنے اہل بیت اور موالیوں میں سے بلائے اور انہیں فرمایا کہ اپنے ہتھیار لے لو۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے لیا اور فرمایا تم اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جانا اگر میری آواز بلند ہو تو تم لوگ مکان کے اندر آجانا جب آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ مروان بھی ولید کے پاس بیٹھا ہے۔ پس آپ جا کر بیٹھ گئے تو ولید نے معاویہ کی موت کی خبر آپ سے بیان کی آپ نے کلمہ استرجاع کہا پھر ولید نے یزید کا خط جو بیعت لینے کے سلسلہ میں اس نے لکھا تھا آپ کے سامنے پڑھا آپ نے فرمایا میں گمان نہیں کرتا کہ تم راضی ہو جاؤ کہ میں یزید کی مخفی طور پر بیعت کروں بلکہ تمہاری خواہش مجھ سے یہ ہوگی کہ میں لوگوں کے سامنے آشکارا اس کی بیعت کروں تاکہ انہیں معلوم ہو۔ ولید نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت نے فرمایا آج رات صبح تک تاخیر کرو تاکہ تم اس معاملہ میں اپنی رائے کو دیکھ بھال لو۔ ولید نے کہا، سب بجا ہے خدا آپ کا ساتھ دے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے مجمع میں آپ سے ملاقات ہو۔ مروان نے ولید سے کہا کہ ان سے دستبردار نہ ہو اگر اب تو نے ان سے بیعت نہ لی تو پھر ان تک تیرا ہاتھ نہیں پہنچ سکے گا مگر یہ کہ جانبین سے بہت سا خون بہے اس وقت وہ تیرے قبضہ میں ہیں انہیں جانے نہ دے جب تک بیعت نہ کریں ورنہ ان کی گردن اڑا دے۔ حضرت کو اس پلید کی بات پر غصہ آگیا اور فرمایا: "اے زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت) کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا ہے اور تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے قتل کرنے پر قادر نہیں"۔ پھر آپ نے ولید کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

"اے امیر! ہم اہل بیت نبوتؐ اور معدن رسالتؐ ہیں۔ ملائکہ ہمارے گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں اور خداوند عالم نے پیدائش میں ہمیں مقدم رکھا ہے اور ہمیں پر اس دنیا کو ختم کرے گا۔ اور یزید شخص فاسق، شراب خور اور ناحق لوگوں کو قتل کرنے والا اور علانیہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور مجھ جیسا انسان اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتا۔ اور باقی باتیں جب تم سے ملاقات ہوگی تو کہیں سنیں گے۔"

یہ کہہ کر آپ باہر چلے گئے اور اپنے مددگاروں کی طرف لوٹ آئے ۔ یہ واقعہ ہفتہ کی رات کا ہے جبکہ ماہ رجب کے تین دن باقی تھے۔ جب حضرت باہر چلے گئے تو مروان نے ولید سے کہا، تو نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم اب وہ تیرے ہاتھ کبھی نہ آئیں گے۔ ولید نے کہا، وائے ہو تجھ پر جو رائے تو نے میرے لیے پسند کی ہے وہ میرے دین و دنیا کی ہلاکت کا باعث ہے۔ خدا کی قسم میں راضی نہیں ہوں کہ تمام دنیا میری ملک ہو جائے اور میں خون حسینؑ میں شریک ہوں۔ سبحان اللہ کیا تو راضی ہے کہ میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کر دوں کہ وہ کہتا ہے میں یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ خدا کی

قسم جو شخص خونِ حسینؑ میں شریک ہو۔ قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہو سکے گی۔ مروان نے بظاہر کہا کہ اگر تیری نظر میں یہ بات ہے تو تو نے ٹھیک کیا ہے لیکن دل سے اسے ولید کی رائے پسند نہیں تھی۔ ولید نے اسی رات ابنِ زبیر کی بیعت لینے پر زور دیا اور اس نے انکار کیا یہاں تک کہ وہ رات ہی رات مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا جب ولید اس کے فرار سے باخبر ہوا تو بنی امیہ میں سے ایک شخص کو اسّی سواروں کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا۔ چونکہ وہ غیر متعارف راستہ سے گیا تھا۔ جتنا انہوں نے اسے تلاش کیا اسے نہ پاکر واپس آگئے رجب صبح ہوئی تو امام حسینؑ گھر سے باہر نکلے۔ مدینہ کے ایک کوچہ میں مروان کی آپ سے ملاقات ہوگئی تو وہ کہنے لگا: اے ابا عبداللہ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں آپ میری اطاعت کیجئے اور میری نصیحت قبول کریں حضرت نے فرمایا تیری نصیحت کون سی ہے۔ اس نے کہا میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں۔ کیونکہ یزید کی بیعت آپ کے دین و دنیا کے لئے بہتر ہے حضرت نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَعَلَی الْاِسْلَامِ السَّلَامُ مروان کے کلمات حیرت کا باعث ہوئے کہ حضرتؑ نے کلمہ استرجاع زبان پر جاری کیا اور فرمایا اسلام پر سلام ہو جب امت مبتلا ہو جائے یزید جیسے خلیفہ کے ساتھ اور تحقیق میں نے اپنے بزرگوار رسولِ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلافت آلِ ابوسفیان پر حرام ہے۔ مروان اور حضرت کے درمیان بہت گفتگو ہوئی۔ پس مروان غصہ کی حالت میں حضرت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ہفتہ کے دن کے آخر میں پھر ولید نے کسی کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا اور بیعت کے معاملہ میں تاکید کی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ میں آج رات سوچ لوں اور اسی رات جو کہ اتوار کی رات تھی اور رجب کے ختم ہونے میں دو دن باقی رہ گئے تھے آپ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ نے مدینہ سے نکلنے کا عزم بالجزم کر لیا تو اپنے نانا رسولِ خداؐ، ماں فاطمۃ الزہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کی قبر پر گئے اور ان کو الوداع کیا اور اپنے بیٹے بھائی کے بیٹے اپنے بھائی اور اپنے تمام اہلِ بیتؑ اپنے ساتھ لیے سوائے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ کہ جنہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت جانے کا قصد کر چکے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے برادرِ گرامی! آپ تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہیں اور آپ تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں اور میں ایسا شخص نہیں کہ کسی سے نصیحت میں دریغ کروں اور آپ زیادہ سزاوار ہیں۔ اس سلسلہ میں جو میں مصلحت سمجھتا ہوں وہ عرض کرتا ہوں کیونکہ آپ میرا نفس میرا جسم اور میری جان ہیں اور آج آپ ہی سند اور سید اہلِ بیتؑ ہیں اور آپ وہ ہیں کہ جن کی اطاعت مجھ پر واجب ہے کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو منتخب کیا ہے اور جنت کا سردار مقرر کیا ہے۔ اے بھائی میں آپ کے لیے مصلحت یہ سمجھتا ہوں کہ یزید کی بیعت سے کنارہ کشی کریں اور وہ علاقے اور شہر جو اس کے زیرِ فرمان ہیں ان سے دوری اختیار کریں۔ کسی غیر آباد علاقہ میں چلے جائیے اور اپنے قاصد لوگوں کے پاس بھیجیں انہیں اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر وہ آپ کی بیعت کو اختیار کریں تو حمد خدا کیجئے اور اگر وہ آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کر لیں تو اس سے آپ کے دین میں کوئی کمی نہیں واقع ہوگی۔ اور آپ کی مروت اور فضل میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ آپ کسی شہر میں جائیں اور اس شہر والوں میں اختلاف ہو جائے۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو اور دوسرا آپ کے

مخالف ہو اور معاملہ جنگ و جدال تک جا پہنچے تو اس وقت سب سے پہلے آپ ہی تیر کا ہدف اور شمشیر کا نشانہ ہوں گے۔ اور آپ کا خون جبکہ آپ بہترین مخلوق ہیں اپنی ذات اور ماں باپ کے لحاظ سے ضائع ہو جائے اور اہلِ بیت با شرف کی حرمت پر حرف آئے۔

حضرت نے فرمایا: بھائی پس کہاں کا سفر اختیار کروں۔ محمد نے کہا، مکہ معظمہ تشریف لے جایئے اور وہاں قرار پکڑیں۔ اب اگر اہلِ مکہ آپ سے بے وفائی کا راستہ اختیار کریں تو یمن کے علاقہ میں چلے جایئے کیونکہ اس علاقہ میں رہنے والے آپ کے والد اور جد بزرگوار کے شیعہ ہیں۔ ان کے دل رحیم اور عزم صمیم ہیں۔ اور ان کے شہر کشادہ ہیں اگر وہاں بھی آپ کا معاملہ درست نہ ہو سکے تو پھر پہاڑوں ریگستانوں اور دروں کی طرف متوجہ ہوں اور مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو لوگوں کا انجام کار کہیں ختم ہوتا نظر آئے۔ آپ نے فرمایا، اے بھائی بے شک تم نے نصیحت و مہربانی کی ہے اور مجھے امید ہے کہ تمہاری رائے محکم اور متین ہوگی اور بعض روایات کے مطابق محمد نے اپنی گفتگو قطع کر دی اور بہت روئے اور اس امام مظلوم نے بھی گریہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اے بھائی خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے نصیحت اور خیر خواہی کی ہے اب میں مکہ معظمہ ہی کی طرف جا رہا ہوں اور اس سفر کے لیے تیار ہو چکا ہوں اور بھائیوں کی اولاد اور اپنے پیروکار شیعوں کو اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں اور اگر تم چاہو تو مدینہ میں رہو اور جو سانحہ رونما ہو اس کی مجھے اطلاع دو۔ پھر آپ نے قلم و دوات منگوائے اور وصیت نامہ لکھا۔ اور اس کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور وہ محمد کے ہاتھ میں دیا اور اسی رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق مدینہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت نے اس آیت کی تلاوت کی۔ جو جناب موسیٰؑ کے فرعون کے ڈر سے نکلنے اور مدین کی طرف جانے کے واقعہ کو بیان کرتی ہے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ یعنی باہر نکلے موسیٰؑ شہر سے جبکہ دشمنوں سے متفکر تعاقب تھے۔ پس کہا موسیٰؑ نے پروردگار مجھے نجات دے ظالم گروہ سے اور حضرت متعارف راستہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے اہلِ خاندان نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ متعارف راستہ سے ہٹ کر چلیں جس طرح کہ ابنِ زبیر گیا ہے تاکہ اگر کوئی آپ کی تلاش میں آئے تو آپ کو نہ پا سکے آپ نے فرمایا میں سیدھے راستے سے ادھر ادھر نہیں ہوں گا جب تک خدا میرے اور ان کے درمیان حکم نہ کرے۔

جناب سکینہ سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو کوئی خانوادہ ہم اہلِ بیتؑ رسالتؐ سے زیادہ خطرہ اور خوف و ہراس میں نہیں تھا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ طیبہ سے باہر چلے جائیں تو مخدرات و خواتین بنی عبد المطلبؑ جب آپ کے ارادہ سے مطلع ہوئیں تو وہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نوحہ و زاری کی صدا بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت ان کے درمیان سے گزرے اور انہیں قسم دی کہ وہ گریہ و نوحہ کی آوازوں کو بند کریں اور صبر کریں۔ وہ مصیبت زدہ جگر جلی ہوئی کہنے لگیں تو ہم نوحہ و زاری کس دن کے لیے رکھ چھوڑیں۔ خدا کی قسم یہ وقت ہمارے لیے اس دن کے مانند ہے۔ جس دن رسول خداؐ نے دنیا سے کوچ کیا اور اس دن کی طرح ہے

جس دن فاطمہ رقیہ زینب اور ام کلثوم رسول کی بیٹیوں (پروردہ) نے دنیا سے رحلت کی۔ خدا ہماری جان کو آپؑ کا فدیہ قرار دے۔ اے مومنین کے دلوں کے محبوب اور ان بزرگوں کی یادگار پھر آپ کی ایک پھوپھی آئیں اور انہوں نے نالہ وشیون کیا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں اے نور دیدہ کہ میں نے اسی وقت سنا کہ جنات آپ پر نوحہ کر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ

وَإِنَّ قَتِيْلَ الطَّفِّ مِنْ آلِ هَاشِمٍ   أَذَلَّ رِقَابًا مِنْ قُرَيْشٍ فَذَلَّتِ

یعنی آل ہاشم میں جو شخص مقام طف (کربلا) میں قتل ہوگا۔ اس نے قریش کی گردنوں کو جھکا دیا۔
پس وہ ذلیل ہوگئیں۔

قطب راوندی اور دوسرے اعلام کی روایت کے مطابق جناب ام سلمہ زوجہ طاہرہ حضرت رسولؐ حضرت کے مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت آنجناب کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا، اے بیٹا مجھے عراق کی طرف جا کر دکھ نہ دینا کیونکہ میں نے آپ کے جد بزرگوار سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند دلبند حسینؑ عراق کی اس زمین میں قتل کر دیا جائے گا کہ جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اے مادر گرامی! خدا کی قسم میں اس بات کو جانتا ہوں اور میں ضرور قتل ہوں گا۔ اور میرے لیے جانے کے سوا چارہ کار نہیں اور میں حکم خدا کے مطابق عمل کروں گا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میں کس دن شہید ہونگا۔ اور میں اپنے قاتل کو پہچانتا ہوں اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں کہ جس میں میں دفن ہوں گا۔ میرے اہل بیت اعزہ اور شیعوں میں سے جو لوگ میرے ساتھ قتل ہوں گے ان کو جانتا ہوں۔

اے مادر گرامی! اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ جگہ دکھاؤں کہ جس میں میں قتل اور دفن ہوں گا۔ پھر آپ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔ اعجاز امامت سے باقی زمینیں پست ہوگئیں اور زمین کربلا بلند ہوگئی۔ حضرت ام سلمہؑ نے حضرت کی شہادت کی جگہ دیکھی اور زار و قطار رونے لگیں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے نانی اماں خدا نے یہ مقدر کیا اور چاہا کہ وہ مجھے ظلم و ستم سے شہید ہوتے اور میرے اہل بیت خواتین اور جماعت کو متفرق و پراگندہ اور میرے بچوں کو ذبح ہوتے اور طوق و سلاسل میں اسیر دیکھے جبکہ وہ فریاد کریں اور کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ ہو۔ پھر فرمایا، نانی اماں! خدا کی قسم میں اسی طرح قتل ہونگا۔ میں عراق نہ بھی جاؤں تب بھی یہ مجھے قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت ام سلمہؑ نے کہا کہ میرے پاس کچھ مٹی ہے، جو رسول خدا نے مجھے دی ہے اور اس کو شیشی میں میں نے محفوظ کیا ہوا ہے۔ پس امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور کربلا کی زمین سے ایک مٹھی بھر خاک اٹھا لی اور حضرت ام سلمہؑ کو دے دی۔ اور فرمایا، نانی اماں اس مٹی کو بھی اس خاک کے ساتھ حفاظت سے رکھ لو اور جس وقت یہ دونوں خاک خون ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ مجھے کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا اور سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے (شیخ مفید اور دوسرے علماء سے) کہ جب سید الشہداءؑ مدینہ منورہ سے نکلے تو ملائکہ کی بہت سی فوجیں جنگ کے سامان سے آراستہ ہاتھوں

میں نیزے پکڑے ہوئے جنت کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے راستہ میں آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ کو سلامی دی۔ اور عرض کیا اے اپنے نانا باپ اور بھائی کے بعد تمام مخلوق پر حجت خدا اللہ تعالیٰ نے آپ کے نانا کی بہت سے مقامات پر ہم سے مدد و نصرت کرائی اور اب ہمیں آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری اور ہماری وعدہ گاہ وہ جگہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے میری شہادت اور دفن کے لیے مقرر کیا ہے اور وہ کربلا ہے۔ جب میں اس بقعہ شریفہ پر پہنچ جاؤں تو میرے پاس آنا۔ ملائکہ نے عرض کیا، اے حجت خدا! جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں۔ اگر آپ کو دشمنوں کا خوف ہے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں اور آپ سے ان کے ضرر کو دفع کریں تو آپ نے فرمایا یہ مجھے کوئی ضرر اور تکلیف نہیں دے سکیں گے۔ جب تک میں اپنے مقام شہادت پر پہنچ نہ جاؤں پھر مسلمان جنات کی بے شمار فوجیں ظاہر ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچیں اور آ کر عرض کیا: اے ہمارے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں جو آپ چاہیں اپنے دشمنوں اور دوسرے لوگوں کے متعلق حکم دیجیے تاکہ ہم اطاعت کریں اور اگر آپ فرمائیں تو اس وقت آپ کے تمام دشمنوں کو ہلاک کر دیں بغیر اس کے کہ آپ کو کوئی زحمت ہو۔ اور آپ کوئی کام کریں ہم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی۔ اور فرمایا کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ۔ جو کہ خدا نے میرے جد بزرگوار پر نازل کی ہے۔ یعنی جہاں کہیں ہو گے تمہیں موت پا لے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو اور پھر فرماتا ہے قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ یعنی کہہ دو اے رسولؐ منافقین سے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہو تب بھی نکل آئیں گے وہ لوگ کہ جن کے لیے قتل و شہید ہونا لکھا جا چکا ہے۔ اپنے قتل ہونے اور آرام کرنے کی طرف۔ اب اگر میں توقف کروں اور جہاد کے لیے باہر نہ جاؤں تو گمراہ قوم کا کس کے ذریعے سے امتحان ہوگا۔ اور کس چیز سے اس تباہ ہونے والے گروہ کی آزمائش ہوگی اور کربلا میں میری قبر میں کون جا کے رہے گا جسے خداوند عالم نے زمین بچھانے والے دن سے منتخب کیا ہے اور اس باشرف جگہ کو میرے شیعوں کے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ اور اس بقعہ مقدسہ کی طرف بازگشت اور جانے کو ان کے لیے دنیا و آخرت میں امن کا سبب بنایا ہے لیکن تم عاشورا کے دن میرے پاس آنا کہ جس دن کے آخر میں میں کربلا میں شہید ہوں گا۔ جب کہ میرے اہل بیتؑ میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا کہ جن کو قتل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہوں اور میرا سر یزید پلید کے پاس لے جائیں۔

پس جنات نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ کے حکم کی اطاعت واجب اور آپ کی مخالفت جائز نہیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو اس سے پہلے کہ وہ آپ تک پہنچیں قتل کر دیتے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہماری قدرت ان پر تمہاری قدرت و طاقت سے زیادہ ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی حجت اس کی تمام مخلوق پر تمام کریں اور قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

دوسری فصل

سید الشہداء کا مکہ معظمہ میں ورود اور اہل کوفہ کے متواتر خطوط کا اس امام جن و انس کے پاس آنے کا بیان

پہلے گزر چکا ہے کہ سید الشہداء اتوار کی رات کو جبکہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں دو دن رہتے تھے مدینہ سے نکلے پس جان لو کہ حضرت جمعہ کی رات تین شعبان کو مکہ معظمہ میں وارد ہوئے اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اس آیت سے تمثیل کیا وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ یعنی حضرت موسیٰ شہر مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا مجھے اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کرے جو میرے مقصود تک پہنچائے اور ادھر سے جب ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ بھی مکہ کی طرف چلے گئے ہیں تو ولید نے کسی کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ حاضر ہو کر یزید کی بیعت کرے۔ اس نے جواب دیا کہ جب دوسرے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تو میں متابعت کروں گا۔ چونکہ ولید کو ابن عمر کی بیعت کرنے میں نفع و نقصان نہیں نظر آیا۔ لہٰذا اس نے مصلحت تاخیر میں سمجھی اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ عبداللہ بن عمر نے بھی مکہ کا راستہ لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اہل مکہ اور اس کے اطراف سے عمرہ کے لیے آنے والے لوگوں نے خبر قدوم مسرت لزوم سنی تو وہ آپ کی خدمت میں آنے لگے اور صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عبداللہ بن زبیر نے اس وقت مکہ میں قیام کیا ہوا تھا اور مسلسل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس نماز میں مشغول رہتا اور اکثر دنوں میں بلکہ دو دن میں ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا لیکن حضرت کا مکہ میں رہنا اس کے لیے بوجھ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک آنجناب مکہ میں ہیں اہل حجاز میں سے کوئی شخص بھی اس کی بیعت نہیں کرے گا۔ جب معاویہ کے مرنے کی خبر کوفہ میں پہنچی اور اہل کوفہ اس کی موت سے باخبر ہوئے اور امام حسینؑ اور ابن زبیر کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا اور مکہ کی طرف جانا بھی انہیں معلوم ہوا۔ تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی ادا کرنے کے بعد معاویہ کے مرنے اور یزید کی بیعت کے متعلق انہوں نے گفتگو کی۔ سلیمان نے کہا: اے جماعت شیعہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ معاویہ ستم گار مر چکا ہے اور یزید شراب خوار اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے اور امام حسینؑ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ معظمہ کی طرف چلے گئے ہیں اور تم ان کے اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو۔ اب اگر تم جانتے ہو کہ ان کی مدد اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو گے تو ان کو خط لکھو اور ان کو بلاؤ اور اگر کمزوری اور بزدلی تم پر غالب ہے اور ان کی مدد میں سستی کرنی ہے اور جو خیر خواہی اور اتباع کرنے کی شرط ہے اسے عمل میں نہیں لاتا تو انہیں دھوکا نہ دو اور نہ انہیں ہلاکت و مصیبت میں ڈالو۔ وہ کہنے لگے اگر حضرت ہماری طرف تشریف لائیں تو ہم سب عقیدت کے ہاتھوں سے ان کی بیعت کریں گے اور ان کی مدد و نصرت میں ان کے

دشمنوں کے ساتھ جانفشانی کا مظاہرہ کریں گے۔ پھر ایک خط سلیمان بن صرد مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد بجلی حبیب بن مظاہر اور باقی شیعہ حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھا گیا کہ جس میں حمد وثنا اور معاویہ کے مرنے کی خبر کے بعد درج کیا تھا کہ اے فرزند رسول ہم اس وقت امام و پیشوا نہیں رکھتے لہٰذا ہماری طرف آیئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے تاکہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ قصر الامارہ میں نہایت ذلت کے ساتھ بیٹھا ہے اور وہ خود کو امیر جماعت سمجھتا ہے حالانکہ ہم اسے امیر نہیں سمجھتے اور اس کی امارت کو نہیں چاہتے اور اس کی نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور عید کے دن نماز عید کے لیے ان کے ساتھ نہیں جاتے اور اگر یہ خبر ہمیں مل جائے کہ آپ اس طرف آ رہے ہیں تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے تاکہ وہ اہل شام سے جا ملے۔ والسلام

پس وہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ اس زبدہ اہل بیت عصمت وجلال کی خدمت میں بھیجا اور اس بات پر زور دیا کہ یہ خط بہت جلد حضرت کی خدمت میں جا پہنچائیں۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی سے راستہ طے کرتے ہوئے دس ماہ مبارک رمضان کو مکہ میں پہنچے اور اہل کوفہ کا یہ خط اس امام معظم کی خدمت میں پیش کیا۔ اہل کوفہ نے ان کے بھیجنے کے دو دن بعد قیس بن مسہر صیداوی عبداللہ بن شداد عمارہ بن عبداللہ سلولی کو حضرت کی طرف بہت سے خطوط دے کر کہ تقریباً جن کی تعداد ایک سو پچاس تھی روانہ کیا کہ جن میں ہر ایک خط کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں میں سے دو دو تین تین چار چار افراد کی طرف سے تھا۔ دوبارہ دو دن کے بعد صنادید کوفہ نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو حضرت کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا جس میں یہ مضمون لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں — ان کے شیعوں اور فدویوں کی طرف سے اما بعد: بہت جلد اپنے آپ کو اپنے دوستوں اور ہواخواہوں کے پاس پہنچایئے کیونکہ اس ولایت وملک کے تمام لوگ آپ کے قدوم مسرت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ کسی پر ان کی نگاہ نہیں البتہ جلدی کیجیے اور بڑی تعجیل کے ساتھ اپنے آپ کو ان مشتاق اور سرگردان لوگوں تک پہنچایئے — والسلام

پھر شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن عمر تیمی نے اس مضمون کا خط لکھا:

اما بعد صحرا سرسبز ہیں میوے پکے ہوئے ہیں۔ اب اگر آپ کا ارادہ اس سے متعلق ہے تو ہماری طرف آیئے کہ بہت سے لشکر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں اور رات دن آپ کے قدوم شریف کے انتظار میں بسر کرتے ہیں۔ والسلام

اور پے در پے یہ خطوط حضرت تک پہنچتے رہے یہاں تک کہ ایک دن تو چھ سو خط ان بے وفا لوگوں کے آپ کے ہاں پہنچے اور آپ تامل فرماتے اور ان کا جواب نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خطوط جمع ہو گئے۔

تیسری فصل

حضرت کا سید جلیل مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجنے اور ایک دوسرے قاصد کے ہاتھ اشراف البصرہ کو خط لکھنے کا بیان

جب یونہی اہل کوفہ کے رسل و رسائل (قاصد و خطوط) حد سے زیادہ آئے یہاں تک کہ بارہ ہزار خطوط آپ کے پاس جمع ہو گئے تو مجبوراً آپ نے اس مضمون کا خط ان کے جواب میں تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! - یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے گروہ مسلمین یا مومنین کی طرف۔

امابعد!! معلوم ہونا چاہیے کہ سعید و ہانی آخری شخص ہے جو تمہارے بھیجے ہوئے افراد میں سے پہنچے اور تمہارے خطوط پہنچائے بعد اس کے کہ بہت سے قاصد اور بے شمار خطوط تمہاری طرف سے مجھے مل چکے ہیں اور ان سب کے مضامین سے مطلع ہوا ہوں۔ جن سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں۔ آپ جلدی ہماری طرف آئیں کہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے ہمیں حق و ہدایت پر مجتمع کر دے۔ یہ لو میں تمہاری طرف اپنا بھائی اپنے چچا کا بیٹا اور اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے عقلاء دانا اور اشراف کی رائے اس چیز پر متفق و مجتمع ہے جو ان خطوط میں لکھی ہوئی ہے تو میں بہت جلدی تمہاری طرف آ جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پس مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو لوگوں کے درمیان کتاب خدا کے مطابق حکم کرے اور ان میں عدالت کے ساتھ قیام کرے اور شریعت مقدسہ کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے ـــــ والسلام

پھر آپ نے مسلم بن عقیل اپنے چچا زاد بھائی کو بلایا۔ جو وفور عقل و علم تدبیر و صلاح۔ سداد و شجاعت میں ممتاز تھے اور انہیں اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لیے قیس بن مسہر صیداوی۔ عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمان بن عبداللہ ارحبی کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اور انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری اور مخالفین سے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنے حسن تدبیر اور لطف و مدارات کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہو جائیں تو حقیقت حال میری طرف تحریر کرو۔ پس مسلم آپ سے رخصت ہو کر مکہ سے باہر نکلے۔

سید ابن طاؤس شیخ ابن نما اور دوسرے اعلام نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک خط شیوخ و اشراف بصرہ کو کہ جن میں حنیف بن قیس۔ منذر بن جارود۔ یزید بن مسعود نہشلی اور قیس بن ہثیم بھی تھے اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط ہے حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ کی طرف سے ـــــ امابعد واضح ہو کہ خداوند عالم نے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت و رسالت کے لیے انتخاب کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے

لوگوں کو نصیحت کی اور اپنے پروردگار کا پیغام پہنچایا تو اس وقت خدا نے مکرماً انہیں اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے بعد آپ کے اہل بیت آپ کے مقام کے زیادہ حقدار اور اس کے لیے اولیٰ تھے۔ لیکن ایک گروہ نے ہم پر غلبہ حاصل کیا اور ہمارے حق پر قبضہ کر لیا اور ہم اس وجہ سے کہ فتنہ و فساد کھڑا نہ ہو اور خونریزی نہ ہونے پائے خاموش ہو کر بیٹھ گئے اب یہ خط میں نے تمہاری طرف لکھا ہے اور تمہیں خدا و رسولؐ کی طرف بلاتا ہوں۔ پس یاد رکھو! شریعت نیست و نابود ہو چکی ہے اور سنت رسول خداؐ برطرف ہو گئی ہے تو اگر تم لوگ میری دعوت کو قبول کرو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو تو میں تمہیں گمراہی کے راستہ سے ہٹا کر ہدایت کے راستہ کی طرف لے جاؤں ـــــ والسلام

پھر آپ نے یہ خط اپنے موالیوں میں سے سلیمان نامی شخص کو دیا جس کی کنیت ابو رزین تھی اور فرمایا کہ اسے بہت جلدی صنادید و سرداران بصرہ کے پاس لے جاؤ۔ جب سلیمان حضرت کا خط اشراف بصرہ کے پاس لے گیا اور وہ اس مضمون سے آگاہ ہوئے تو وہ خوش ہوئے اور یزید بن مسعود نہشلی نے بنی تمیم کے لوگ بنی حنظلہ کی جماعت اور بنی سعد کے گروہ کو بلایا۔ جب وہ سب حاضر ہوئے تو کہنے لگا اے بنی تمیم تم میں میری قدر و منزلت کیسی ہے۔ وہ کہنے لگے آپ کے مرتبہ کا کیا کہنا۔ خدا کی قسم آپ ہماری پشت اور پشت پناہ ہیں۔ فخر و شرافت کی چوٹی اور عزت و بلندی کا مرکز اور شرف و منزلت میں سب سے آگے ہیں۔ یزید بن مسعود کہنے لگا میں نے تمہیں جمع کیا تاکہ تم سے ایک مشورہ کروں اور تم سے امداد طلب کروں۔ وہ کہنے لگے۔ ہم کوئی دقیقہ آپ کی نصیحت سے نہیں اٹھا رکھیں گے اور جو مصلحت ہو گی وہ پیش کریں گے اب جو چاہیں آپ کہیں تاکہ ہم سنیں۔ وہ کہنے لگا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ معاویہ مر گیا ہے اور ظلم و جور کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور ظلم و ستم کے ستون گر چکے ہیں اور معاویہ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لے لی تھی اور یہ سمجھا کہ یہ کام یزید کو راس آئے گا۔ اور اس کی حکومت کی بنیادیں محکم ہو جائیں گی حالانکہ بعید ہے کہ فکرِ محال صورت پذیر ہو سوائے خواب و خیال کے ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یزید شراب خوار فاجر امت کے درمیان خلافت کا دعویٰ اور امارت کی آرزو رکھتا ہے۔ حالانکہ وہ حلیہ حلم سے بری اور زینت علم سے عاری ہے۔ خدا کی قسم اس سے جنگ کرنی مشرکین سے جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ ہاں اے جماعت حسینؑ بن علیؑ فرزند رسول خداؐ علاوہ شرافت نسبی اور عمدگی عقل کے ان کی فضیلت شمار میں نہیں آسکتی اور ان کا علم اندازہ سے زیادہ ہے انہیں خلافت کا سلام کرو اور مضبوط ہاتھ سے ان کی بیعت کرو کیونکہ وہ رسول خداؐ سے قرابت رکھتے ہیں اور سنن و احکام کے جاننے والے ہیں۔ چھوٹے پر شفقت اور بڑے سے لطف و کرم سے پیش آتے ہیں اور کتنی زیادہ وہ رعیت کی نگہبانی کرتے ہیں اور اُمت کی امامت و پیشوائی فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم نے انہیں مخلوق کے لیے حجت بنا کر بھیجا ہے اور ان کے موعظہ کو بلیغ قرار دیا ہے۔ ہاں اے لوگو! غور و فکر کرو۔ اندھی تقلید کرتے ہوئے نور حق سے ایک طرف خیمہ نصب نہ کرو اور اپنے آپ کو وادی ضلالت و باطل

میں نہ ڈالو۔ اور صخر بن قیس یعنی احنف نے جنگ جمل میں امیرالمومنین[۴] کی ہمرکابی سے پہلو تہی کی تھی اور تمہیں مدد نہ کرنے کی نحوست سے دوچار کیا تھا۔ اب اس آلودگی کو فرزند رسولِ خدا کی مدد کرکے دھو ڈالو۔ خدا کی قسم جو شخص بھی حضرت کی مدد سے چشم پوشی کرے گا۔ خداوند عالم اسے چاہ مذلت میں ڈال دے گا۔ اور اس کی ذلت اس کی اولاد و خاندان میں سرایت کرے گی اور یہ دیکھو میں نے مبارزہ کی زرہ پہن لی ہے اور جنگ کا خود سر پر رکھ لیا ہے اور یہ بات تمہیں معلوم ہونی چاہیے کہ جو شخص قتل نہ ہو بالآخر وہ جان دے گا اور جو موت سے بھاگے آخر وہ اس کے پنجے میں پھنسے گا۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے مجھے جواب دو اور بہترین جواب دو۔ سب سے پہلے بنو حنظلہ نے پکار کر کہا اے ابو خالد ہم آپ کے ترکش کے تیر ہیں اور آپ کے قبیلہ کے جنگ آزمودہ لوگ ہیں اگر ہمیں کمان پر رکھ کر کھینچو تو ہم نشانہ پر بیٹھیں گے اگر جنگ کرو تو ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے اور اگر آپ دریا میں آگ لگا دیں تو ہم اسے دوبارہ بھڑکائیں گے اور جب کبھی بلا و مصیبت کا طوفان و سیلاب آپ کی طرف رخ کرے تو ہم منہ نہیں پھیریں گے بلکہ اپنی تلواروں سے آپ کی مدد کریں گے اور اپنی جان و بدن کو آپ کی سپر قرار دیں گے۔ اس وقت بنو سعد بن یزید کی آواز بلند ہوئی کہ اے ابو خالد ہم کسی چیز کو آپ کی مخالفت سے زیادہ مبغوض نہیں سمجھتے اور آپ کے حکم سے باہر قدم نہیں نکالیں گے۔ ہمیں صخر بن قیس نے ترک جنگ کا حکم دیا تھا اور ہمارا ہنر چھپا رہا اب ہمیں کچھ مہلت دیجیے تاکہ ایک دوسرے سے مشورہ کرلیں۔ پھر آپ سے صورتِ حال عرض کریں گے۔ ان کے بعد بنو عامر بن تمیم نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے۔ اے ابو خالد! آپ ہی کے آباء و اجداد کی اولاد ہیں اور آپ کے عزیز اور ہم قسم ہیں۔ ہم اس بات پر خوش نہیں ہوتے جس پر آپ غضبناک ہوں! ہم بار سامان نہیں اتاریں گے۔ جہاں سے آپ کوچ و سفر کا ارادہ رکھتے ہوں ہم آپ کی دعوت پر فوراً لبیک کہنے والے اور آپ کے حکم کے مطیع ہیں۔ ابو خالد نے کہا اے بنو سعد اگر تمہاری گفتار تمہارے کردار پر راست آئے تو خداوند عالم ہمیشہ تمہیں محفوظ اور اپنی نصرت سے تمہاری نگہبانی کرے۔ جب ابو خالد اس جماعت کی مکنون خاطر اور پوشیدہ ضمیر پر مطلع ہوئے تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اس طرح خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد تحقیق آپ کا خط مجھے ملا اور میں اس کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ آپ مجھے اپنی اطاعت کی طرف اور اپنی مدد کے لیے بلا رہے ہیں۔ خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم سے خالی نہ رکھے جو اچھائی کا کام کرے اور ایسے رہبر سے جو راہ رشاد کی طرف ہدایت کرے اور آپ خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور روئے زمین پر اس کی امان و امانت ہیں۔ آپ زیتونہ احمدیہ کی شاخ اور اس درخت کی اصل رسولِ خدا[ص] اور آپ فرع ہیں۔ اب نیک فال کے ساتھ آپ ہماری طرف سفر کیجیے کیونکہ میں نے بنو تمیم کی گردنیں آپ کی خدمت کے لیے جھکا دی ہیں اور میں نے آپ کی اطاعت اور تابعت کے لیے اس طرح کا شائق انہیں کردیا ہے۔ جیسے پیاسا اونٹ پانی والی جگہ کا ہوتا ہے اور میں نے آپ کی

اطاعت کا قلادہ بنی سعد کی گردن میں ڈال دیا ہے اور ان کی گردن آپ کی خدمت کے لیے مطیع قرار دی ہے اور نصیحت کے صاف و شفاف پانی کے ساتھ ان کے صحنِ دل کو مدد نہ کرنے اور خدمت سے بیٹھ جانے کی آلائش سے دھویا ہے اور پاک و صاف کر دیا ہے۔ والسلام

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے دہشت کے دن مامون اور پیاس کے دن سیراب کرے۔ باقی رہا احنف بن قیس اس نے بھی حضرت کو اس طریقہ سے خط لکھا:

اما بعد پس آپ صبر کریں۔ بے شک خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو سبکبار نہ بنائیں ———

اس آیت مبارکہ کے ذکر سے اس کا اشارہ تھا اہل کوفہ کی بیوفائی کی طرف اور منذر بن جارود کو جب آپ کا خط ملا تو وہ ڈرا کہ شاید یہ خطوط عبیداللہ بن زیاد کی مکاریوں کا شاخسانہ ہوں اور وہ یہ چاہتا ہو کہ لوگوں کے نظریات اسے معلوم ہوں اور ہر شخص کو اس کے کیفر کردار تک پہنچائے اور منذر کی بیٹی کہ جس کا نام بحریہ تھا وہ بھی عبیداللہ ابن زیاد کے نکاح میں تھی لہذا منذر وہ خط اور قاصد ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب ابن زیاد نے وہ خط پڑھا تو حکم دیا کہ آپ کے قاصد کی گردن اڑا دی جائے۔ بعض کہتے ہیں اسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور یہ قاصد وہی ابو رزین سلیمان تھا جو آپ کا مولیٰ تھا جس کی جلالت شان بہت ہے بلکہ ہمارے استاد نے لُؤلُؤ مرجان میں کئی مراتب سے ان کا رتبہ ہانی بن عروہ سے بلند تر قرار دیا ہے۔ جب ابن زیاد انہیں قتل کر چکا تو وہ منبر پر گیا اور بصرہ کے لوگوں کو تہدید و تخویف بلیغ کی اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوفہ کی طرف چلا گیا۔ خلاصہ یہ کہ جب بصرہ کے لوگ لشکر تیار کر چکے تاکہ کربلا میں جا کر امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کریں تو انہیں اطلاع ملی کہ حضرت شہید ہو گئے ہیں لہذا مجبوراً انہوں نے اپنے سامان سفر کھول دیئے اور آپ کا سوگ منانے لگے۔

چوتھی فصل

جناب مسلم بن عقیل کا کوفہ کی طرف جانا اور ان بزرگوار کی شہادت کی کیفیت کا بیان

گزشتہ فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خطوط کا جواب لکھا اور مسلم بن عقیل کو حکم دیا کہ وہ کوفہ کی طرف سفر کریں اور وہ خط کوفیوں کو پہنچا دیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جناب مسلم آپ کے حکم کے مطابق کوفہ کے لیے تیار ہوئے۔ پس حضرت کو الوداع کہہ کر روانہ ہوئے (اور بعض کلمات کے مطابق مسلم نیمۂ رمضان کو مکہ سے روانہ ہوئے پانچ شوال کو کوفہ پہنچے) اور طی منازل کے بعد مدینہ میں پہنچے۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور حضرت رسالت مآبؐ کی زیارت کی۔ اپنے گھر گئے۔ اپنے اہل و عیال و قبیلہ و عشیرہ سے ملاقات کی اور ان کو وداع کر کے قبیلہ قیس کے دو راستہ شناس افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ راستہ بھول گئے اور جو پانی ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ پیاس کا ان پر غلبہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں (راہ شناس) مر گئے۔ جناب مسلم نے کافی مشقت کے بعد خود کو مضیق نامی بستی کے پانی تک پہنچایا۔ وہاں سے ایک خط اپنے حالات کے متعلق اور استعفاء سفر کوفہ کے سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ کیا اور قیس بن مسہر کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے ان کا استعفاء قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ کوفہ جاؤ۔ جب مسلم کو حضرت کا خط ملا تو وہ تیزی سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ کوفہ پہنچ گئے اور مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے مکان پر جو کہ سالم بن مسیب کا گھر مشہور تھا نزول اجلال فرمایا۔

طبری کی روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے مہمان ہوئے۔ کوفہ کے لوگوں نے جناب مسلم کے آنے کی خبر سن کر اظہار مسرت و خوشحالی کیا اور فوج در فوج حضرت کی خدمت میں آنے لگے۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کا خط ہر گروہ کے سامنے پڑھتے تھے اور وہ لوگ آپ کے خط کے کلمات سن کر گریہ کرتے اور بیعت کرنے لگتے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ان کے درمیان عابس بن ابی شبیب شاکری تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور کہنے لگا: اما بعد میں لوگوں کی بات نہیں بتاتا اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ اور میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ خدا کی قسم میں تو آپ کو اپنے متعلق خبر دیتا ہوں کہ جس چیز پر میں نے اپنے نفس کو پختہ کر لیا ہے خدا کی قسم میں لبیک کہوں گا۔ جب آپ پکاریں تو آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروں گا اور ہمیشہ آپ کی مدد و نصرت میں تیغ زنی کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور اپنی اجرت صرف خدا سے چاہتا ہوں۔ پھر حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے اے عابس بیشک جو آپکے دل میں تھا مختصراً اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حبیب کہنے لگے خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں برحق نہیں ہے میں بھی عابس کی طرح اور اسی جیسا عزم و ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر حنفی (ظاہراً سعید بن عبداللہ حنفی مراد ہیں) کھڑا ہوا اور اس نے بھی ایسی ہی گفتگو کی۔ شیخ مفید اور دوسرے اعلام نے کہا کہ جناب مسلم کے ہاتھ پر اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اس وقت جناب مسلم نے حضرت کی طرف خط لکھا کہ اب اٹھارہ ہزار افراد آپ کی

بعیت کر چکے ہیں اگر اس طرف آپ آئیں تو مناسب ہے۔ جب خبر مسلم اور اہل کوفہ کا ان کی بعیت کرنا کوفہ میں منتشر ہوا تو نعمان بن بشیر نے جو معاویہ اور یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ جناب مسلم سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دو۔ لیکن لوگوں نے اس کے کلام کی پرواہ نہ کی اور اطاعت کے کان سے اسے نہ سنا تو عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ نے (جو بنی امیہ کا ہوا خواہ تھا) جب نعمان کی کمزوری دیکھی تو یزید کو خط لکھا جو جناب مسلم کے کوفہ آنے اور اہل کوفہ کے بعیت کرنے اور نعمان کی شکایت اور اس کے علاوہ کسی صاحب قدرت گورنر کی خواہش پر مشتمل تھا عمر بن سعد اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے خطوط لکھے اور یزید کو حالات کوفہ سے باخبر کیا جب یہ باتیں یزید کے کانوں میں پڑیں تو اس نے سرجون کی صوابدید پر جو معاویہ کے غلاموں میں شمار ہوتا تھا لیکن معاویہ اور یزید کے نزدیک بلند مرتبہ پر پہنچا ہوا تھا اس طرح مصلحت دیکھی کہ بصرہ کی حکومت امارت کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی عبیداللہ بن زیاد لعین کے لیے واگذار کی جائے اور اس قسم کے واقعات کی اصلاح اس سے چاہی جائے۔ پس یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو جو اس وقت بصرہ کا والی تھا اس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ اے ابن زیاد میرے شیعوں نے کوفہ سے مجھے خط لکھا اور آگاہ کیا کہ عقیل کا بیٹا کوفہ میں وارد ہوا ہے اور وہ حسین علیہ السلام کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ جب میرا خط تمہیں ملے فوراً کوفہ کی طرف جاؤ اور جس طرح ہو سکے ابن عقیل کو گرفتار کر کے قید کر دو یا اسے قتل کر دو۔ یا کوفہ سے نکال دو۔ جب یزید کا خط عبیداللہ پلید کو ملا تو اس وقت اس نے کوفہ کے سفر کی تیاری کی اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دوسرے دن مسلم بن عمرو باہلی شریک بن اعور حارثی اور اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب کوفہ کے قریب پہنچا تو ٹھہر گیا یہاں تک کہ فضا پر شب کی تاریکی چھا گئی اس وقت شہر میں داخل ہوا جبکہ سیاہ عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا اور اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا اور کوفہ کے لوگ اس رات امام کے آنے کے منتظر تھے لہٰذا انہوں نے گمان کیا کہ حضرت کوفہ میں تشریف لے آئے ہیں لہٰذا اظہار فرح و سرور کیا اور پے در پے اس کو سلام کر رہے تھے اور مرحبا کہتے تھے لیکن اس ملعون کو تاریکی شب کی وجہ سے نہ پہچانا یہاں تک کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مسلم بن عمرو کو غصہ آ گیا اور اس نے چیخ کر کہا ہٹ جاؤ۔ لوگو یہ تو عبیداللہ ابن زیاد ہے پس وہ لوگ منتشر ہو گئے اور وہ ملعون قصر الامارۃ تک پہنچ کر اس کے اندر داخل ہو گیا اور وہ رات وہیں گزار دی جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ جمع ہو جائیں۔ پھر وہ منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور اہل کوفہ کو تہدید و تخویف (ڈرایا دھمکایا) کی اور بادشاہ کی نافرمانی سے بہت ڈرایا اور یزید کی اطاعت کرنے میں ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس وقت منبر سے نیچے اترا۔ قبائل اور محلوں کے رؤساء اور امراء کو بلایا اور ان سے تاکید کی کہ جس کے متعلق تمہیں گمان ہو کہ وہ یزید کا مخالف اور دلی طور پر اس سے صاف نہیں اس کا نام لکھ کر مجھے دو اور اگر اس معاملہ میں تم لوگوں نے سستی اور کاہلی سے کام لیا تو تمہارا خون میرے لیے حلال ہو گا۔ جب یہ خبر جناب مسلم کو پہنچی تو آپ نے خطرہ محسوس کیا۔ لہٰذا مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر کی طرف منتقل ہو کر چھپ گئے اور طبری و ابوالفرج کی روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے دروازہ پہ پہنچے تو اس کو پیغام بھیجا کہ باہر آؤ۔ مجھے تم سے کام ہے جب ہانی باہر آیا تو جناب مسلم

نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ مجھے پناہ دو اور اپنا مہمان بناؤ۔ ہانی نے انہیں جواب دیا مجھے ایک سخت چیز کا مکلف قرار دے رہے ہیں اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ میرے گھر پر آئے ہیں اور مجھ پر اعتماد کیا ہے تو میں پسند کرتا کہ آپ میرے پاس سے واپس چلے جائیں لیکن اب میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ آپ کو چھوڑ دوں اور اپنے گھر سے نکال دوں۔ اندر تشریف لائیں۔ پس جناب مسلم ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور سابقہ روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے گھر میں آ گئے تو شیعہ پوشیدہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی بیعت کرتے اور جس سے بیعت لیتے اسے قسم دیتے کہ وہ راز فاش نہ کرے اور یہ معاملہ یونہی رہا یہاں تک کہ ابن شہر آشوب کی روایت کے مطابق پچیس ہزار افراد نے آپ کی بیعت کر لی اور ابن زیاد کو معلوم نہیں تھا کہ مسلم کہاں ہیں۔ لہٰذا اس نے جاسوس مقرر کیے ہوئے تھے کہ وہ مسلم کے حالات کو معلوم کریں۔ یہاں تک کہ تدبیر اور حیلوں سے وہ اپنے غلام معقل کی وساطت سے مطلع ہوا کہ آنجناب ہانی کے گھر میں ہیں اور معقل ہر روز مسلم کی خدمت میں جاتا اور شیعوں کے مخفی حالات سے مطلع ہوتا اور ابن زیاد کو خبردار کرتا اور چونکہ ہانی کو ابن زیاد کا کھٹکا تھا اس نے اپنے آپ کو مریض بنا لیا اور بیماری کے بہانے ابن زیاد کی مجلس میں نہیں جاتا تھا۔ ایک دن ابن زیاد نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج کو جو ہانی کا سسر تھا بلایا اور کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ ہانی میرے پاس نہیں آتا۔ وہ کہنے لگا اور تو وجہ ہمیں معلوم نہیں کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہے۔ کہنے لگا ہم نے سنا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور گھر سے باہر آتا ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو میں اس کی عیادت کے لیے جاؤں گا۔ اب تم لوگ ہانی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ میرے دربار میں آئے اور میرے واجب حقوق کو ضائع نہ کرے۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے اور ہانی کے درمیان جو کہ اشراف عرب میں سے ہے کدورت راہ پائے۔ پس یہ لوگ ہانی کے پاس گئے اور اسے کسی نہ کسی طرح ابن زیاد کے مکان کی طرف لے چلے۔ ہانی نے راستہ میں اسماء سے کہا، اے میرے بھتیجے مجھے ابن زیاد سے خوف آتا ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ اسماء نے کہا کہ ڈرو نہیں کیونکہ اس کے دل میں تمہارے متعلق کوئی برا ارادہ نہیں اور وہ اسے تسلی دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس ملعون کے دربار میں لے آئے اور مکر و حیلہ بازی سے اس سردار قبیلہ کو عبیداللہ کے پاس پہنچایا۔ جب عبیداللہ کی نگاہ ہانی پر پڑی تو اس نے کہا کہ اتتک بخائن رجلاہ مراد یہ تھی کہ اپنے پاؤں موت کی طرف چل کر آیا ہے۔ پس عتاب و سرزنش کرنے لگا۔ کہ اے ہانی یہ کیسا فتنہ ہے کہ جو تو نے اپنے گھر میں برپا کر رکھا ہے اور یزید کے ساتھ خیانت برتی ہے اور مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرا رکھا ہے اور اس کے لیے لشکر اور ہتھیار جمع کر رہا ہے اور تو گمان کر رہا ہے کہ یہ باتیں ہم پر مخفی اور پوشیدہ رہ جائیں گی۔ ہانی نے انکار کیا تو ابن زیاد نے معقل کو جو کہ ہانی اور مسلم کے پوشیدہ حالات سے واقف ہو چکا تھا بلایا جب ہانی کی نظر معقل پر پڑی تو وہ سمجھا کہ یہ ملعون ابن زیاد کا جاسوس تھا اور یہ اس لعین کو ان کے اسرار پر مطلع کرتا رہا ہے۔ اب ہانی انکار نہ کر سکا۔ مجبوراً کہنے لگا میں نے مسلم کو نہیں بلایا اور نہ اپنے گھر میں لے کر آیا ہوں بلکہ زبردستی وہ میرے گھر میں آئے اور پناہ مانگی تو مجھے شرم آ گئی کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکال دوں اب مجھے اجازت دو کہ میں جا

کہ انہیں اپنے مکان سے نکال دوں تاکہ جہاں وہ چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد میں تیرے پاس واپس آجاؤں گا اور اگر چاہتے ہو تو کوئی چیز بطور رہن وگروی تمہارے پاس رکھ دوں تاکہ تمہیں اطمینان ہو کہ میں تمہارے پاس واپس آجاؤں گا۔ عبیداللہ بن زیاد کہنے لگا۔ میں تم سے دستبردار نہیں ہونگا۔ جب تک اسے میرے پاس حاضر نہ کرو۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ ابن زیاد انہیں لے آنے پر زور دیتا تھا اور ہانی انکار کرتا تھا جب ان کے درمیان بات کافی بڑھ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے امیر! اسے چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس سے تنہائی میں بات کروں اور ہانی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے قصر الامارہ کے ایک کونے میں لے گیا اور ایسی جگہ بیٹھ گئے کہ جہاں ابن زیاد انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پس مسلم بن عمرو نے کہا اے ہانی! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو قتل نہ کراؤ اور اپنے عشیرہ وقبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو۔ مسلم ابن زیاد اور یزید کے درمیان رابطہ قرابت ورشتہ داری موجود ہے اور یہ لوگ اسے قتل نہیں کریں گے۔ ہانی کہنے لگا خدا کی قسم یہ ننگ وعار میں اپنے لیے پسند نہیں کروں گا کہ اپنے مہمان کو جو فرزند رسولؐ کا بھیجا ہوا ایلچی ہے دشمن کے ہاتھ میں دے دوں حالانکہ میں تندرست وتوانا ہوں۔ اعوان ومددگار بھی بہت سے رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میرا کوئی بھی مددگار نہ ہو پھر بھی میں مسلم کو اس کے ہاتھ میں نہیں دوں گا کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ جب ابن زیاد نے یہ باتیں سنیں تو ہانی کو اپنے پاس بلایا۔ جب ہانی کو اس کے قریب لے گئے تو اس نے ہانی کو دھمکی دی اور کہا خدا کی قسم اگر ابھی تم نے مسلم کو حاضر نہ کیا تو میں حکم دوں گا کہ سر تن سے جدا کر دیں۔ ہانی کہنے لگا تجھ میں یہ قوت وطاقت نہیں ہے کہ تو میری گردن اڑا دے کیونکہ اگر تو اس فکر کے پیچھے گیا تو ابھی تیرا گھر ننگی تلواروں سے گھیر لیں گے اور تجھے قبیلہ مذحج کے ہاتھوں کیف کردار تک پہنچائیں گے اور ہانی کا یہ خیال تھا کہ اس کا قبیلہ اس کے ساتھ ہے اور وہ اس کی حمایت ونصرت میں سستی نہیں کرے گا۔ ابنِ زیاد کہنے لگا تو مجھے ننگی تلواروں سے ڈراتا ہے۔ پس اس نے حکم دیا کہ ہانی کو اس کے قریب لائیں۔ پھر اس لعین نے وہ چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی ہانی کے چہرے اور ناک پر مارنا شروع کر دی کہ جس سے ہانی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے لباس پر خون بہنے لگا اور اس کے چہرے کا گوشت گرنے لگا۔ اتنا مارا کہ وہ چھڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے جرأت کرکے ابن زیاد کی خدمت میں جو اعوان وپاسبان کھڑے تھے ان میں سے ایک کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور اس نے چاہا کہ وہ تلوار ابن زیاد کے مارے۔ اس شخص نے تلوار کی دوسری طرف پکڑ لی اور مانع ہوا کہ ہانی تلوار نہ چلا سکے۔ ابن زیاد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس نے چلا کر غلاموں سے کہا کہ ہانی کو پکڑ لو اور زمین پر کھینچ کر لے جاؤ۔ غلاموں نے ہانی کو پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے ابن زیاد کے گھر کے ایک کمرہ میں ڈال کر اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جب اسماء بن خارجہ اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق حسان بن اسماء نے یہ حالت دیکھی تو اس نے ابنِ زیاد کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا، تو نے ہمیں حکم دیا ہم گئے اور اس شخص کو بہلا کے لے آئے اب تو نے اس سے دھوکا اور غدر کیا اور اس سے یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابن زیاد کو اس بات سے غصہ آگیا اور حکم دیا کہ اس کے سینہ پر مکے لگاؤ۔ اور مکے اور طمانچوں سے مار کر اسے بٹھایا۔ اس وقت محمد بن اشعث ملعون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا امیر ہمیں ادب سکھاتا ہے جو چاہے وہ کرے۔

ہم اس کے فعل پر راضی ہیں۔ پس عمرو بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی قتل ہوگیا ہے۔ عمرو نے قبیلہ مذحج کو جمع کیا اور اس لعین کے قصر الامارہ کا گھیراؤ کیا اور اس نے چلا کر کہا میں ہوں عمرو بن حجاج اور یہ قبیلہ مذحج کے بہادر جمع ہو چکے ہیں کہ ہانی کے خون کا بدلہ لیں۔ ابن زیاد کو ڈر محسوس ہوا اس نے شریح قاضی سے کہا کہ ہانی کے پاس جاؤ اور اسے دیکھ کر لوگوں کو باخبر کردو کہ وہ زندہ ہے اور قتل نہیں ہوا۔ جب شریح ہانی کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے چہرے سے خون بہہ رہا ہے اور کہہ رہا تھا کہ میرا قبیلہ اور رشتہ دار کہاں ہیں۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی قصر میں آجائیں تو وہ ابھی مجھے ابن زیاد سے چھڑا لیں۔ پھر شریح اس کے پاس سے ہوکر باہر نکلا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ ہانی زندہ ہے اور اس کے قتل کی خبر جھوٹی ہے۔ جب اس کے قبیلہ نے جان لیا کہ وہ زندہ ہے۔ تو انہوں نے خدا کی بہت حمد و ثنا کی اور منتشر ہوگئے۔ اور جب ہانی کی خبر مسلم کو پہنچی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں منادی کرائی کہ وہ جنگ کے لیے نکل آئیں۔ بے وفا کوفیوں نے جب منادی کی آواز سنی تو ہانی کے دروازے پر جمع ہوگئے اور مسلم باہر آئے۔ انہوں نے ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ علَم ترتیب دیئے اور تھوڑے سے وقت میں مسجد اور بازار آپ کے ساتھیوں سے پُر ہوگئے۔ ابن زیاد کے لیے معاملہ سخت ہوگیا کیونکہ دارالامارہ میں پچاس افراد سے زیادہ نہیں تھے اور کچھ اس کے مددگار جو باہر تھے انہیں اس تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا تھا پس مسلم کے ساتھیوں نے قصر الامارہ کو گھیر لیا۔ وہ پتھر پھینکتے تھے۔ ابن زیاد اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے تھے۔ ابن زیاد نے جب اہل کوفہ کی شورش دیکھی تو کثیر ابن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا قبیلہ مذحج میں تمہارے دوست بہت ہیں دارالامارہ سے باہر جاؤ اور ان میں سے جو شخص تمہاری اطاعت کرے وہ لوگوں کو یزید کے عقاب اور سخت جنگ کے برے انجام سے ڈرائے اور مسلم کی معاونت میں اسے سست کرے اور محمد بن اشعث کو بھیجا کہ وہ قبیلہ کندہ میں سے اپنے دوستوں کو اکٹھا کرے اور امان کا جھنڈا کھول دے اور منادی کرے کہ جو اس جھنڈے کے نیچے آجائے اس کی جان، مال اور عزت محفوظ ہے اور اسی طرح قعقاع ذہلی، شبث بن ربعی، حجار بن جبیر، شمر ذی الجوشن جیسے بیوفا غداروں کو فریب دینے کے لیے باہر بھیجا۔ پس محمد بن اشعث نے علَم بلند کیا تو کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے اور دوسرے لوگ بھی وساوس شیطانی سے لوگوں کو مسلم کی موافقت سے پشیمان اور نادم کر رہے تھے اور ان کی جمعیت کو افتراق میں بدل رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان غداروں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا اور دارالامارہ کے پچھلے دروازے سے قصر میں داخل ہوگئے۔ جب ابن زیاد نے اپنے پیروکاروں کی کثرت دیکھی تو شبث بن ربعی کے لیے ایک علَم درست کیا اور اسے منافقین کے ایک گروہ کے ساتھ باہر بھیجا اور اشراف کوفہ اور قبائل کے بڑے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ قصر کی چھت سے چلے جائیں اور وہ مسلم کے پیروکاروں کو آوازیں دینے لگے کہ اے لوگو اپنے اوپر رحم کرو اور منتشر ہو جاؤ کیونکہ ابھی شام کے لشکر آرہے ہیں اور تم میں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور اگر اطاعت کرو تو امیر نے عہد کیا ہے کہ وہ تمہارے لیے یزید سے معذرت کرے گا اور تمہیں دُگنے عطیات عطا کرے گا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ منتشر نہ ہوئے تو شام کے لشکر آگئے تو وہ تمہارے مردوں کو قتل کردیں گے اور بے گناہ کو گناہگار کی جگہ مار ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اہل شام میں تقسیم کردیں گے۔ کثیر بن شہاب اور دوسرے بڑے بڑے

لوگ بھی جو ابن زیاد کے ساتھ تھے وہ لوگوں کو ان باتوں سے ساتھ ڈراتے تھے یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آ گیا اور کوفہ کے لوگ ان وحشت آمیز باتوں سے دہشت میں پڑ گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بے وفا کوفیوں کا مسلمؑ بن عقیل کے پاس سے متفرق ہونا: ابومخنف نے یونس بن اسحاق سے اور اس نے عباس جدلی سے روایت کی ہے کہ ہم چار ہزار افراد مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے جنہوں نے ابن زیاد کو دفع کرنے کے لیے خروج کیا تھا۔ ابھی قصر الامارہ تک نہیں پہنچے تھے کہ تین سو باقی رہ گئے یعنی اس طرح لوگ مسلم کے اطراف سے متفرق ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ کوفہ کے لوگ مسلم سے الگ ہوتے گئے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عورتیں آتیں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں گھر لے جاتیں اور مرد اپنے بیٹوں سے کہتے کہ اپنا سر سالم لے جاؤ اور اپنا کام کرو کیونکہ کل جب شام سے لشکر آ گیا تو ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس پے در پے لوگ مسلم کے پاس سے پراگندہ ہو گئے اور جب نماز کا وقت آیا اور مسلم نے مغرب کی نماز مسجد میں پڑھائی تو اس انبوہ کثیر میں سے صرف تیس آدمی باقی رہ گئے تھے۔ مسلم نے جب اہل کوفہ کی اس طرح بے وفائی دیکھی تو چاہا کہ مسجد سے باہر نکلیں۔ ابھی وہ باب کندہ تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کی رفاقت میں دس افراد سے زیادہ باقی نہ رہے اور جب باب کندہ سے قدم باہر رکھا تو کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ رہا اور وہ تنہا رہ گئے۔ پس اس غریب مظلوم نے دیکھا تو ایک شخص بھی نظر نہ آیا جو انہیں کسی جگہ کا راستہ بتلائے یا انہیں اپنے گھر لے جائے۔ یا اگر دشمن ان پر حملہ کرے تو وہ ان کی اعانت کرے۔

پس وہ کوفہ کی گلیوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔ یہاں تک کہ ان کا گزر گروہ کندہ کے بنی بجیلہ کے گھروں سے ہوا۔ جب کچھ راستہ طے کیا تو طوعہ کے گھر کے دروازے پر پہنچے اور وہ اشعث بن قیس کی کنیز تھی کہ جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اور اس نے رشید حضرمی سے نکاح کر لیا تھا اور اس سے اس کا بیٹا تھا۔ چونکہ اس کا بیٹا ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا تو طوعہ اس کے انتظار میں گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔ جب مسلم نے اسے دیکھا تو اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کیا طوعہ نے سلام کا جواب دیا تو مسلم نے فرمایا:

"اے کنیز خدا! مجھے پانی پلاؤ۔"

طوعہ پانی کا جام آپ کے لیے لے آئی۔ جب مسلم نے پانی پی لیا تو وہیں بیٹھ گئے۔ طوعہ پانی کا برتن گھر میں رکھ کر واپس آئی تو حضرت کو دیکھا کہ اس کے دروازے پر بیٹھے ہیں۔ کہنے لگی، اے بندۂ خدا کیا تو نے پانی نہیں پی لیا۔ فرمایا کیوں نہیں۔ کہنے لگی پھر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے گھر جاؤ۔ جناب مسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ طوعہ نے اپنی بات کا اعادہ کیا۔ مسلم پھر بھی خاموش رہے۔ تیسری دفعہ اس خاتون نے کہا سبحان اللہ! اے بندۂ خدا کھڑا ہو جا اور اپنے گھر چلا جا کیونکہ رات کے وقت تیرا میرے دروازے پر ٹھہرنا مناسب نہیں اور میں بھی تیرے لیے حلال اور جائز نہیں قرار دیتی۔ جناب مسلمؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے کنیز خدا میرا اس شہر میں گھر رشتہ دار اور معاون و مددگار کوئی نہیں۔ میں مسافر ہوں اور میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تو مجھ پر احسان کرے اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے اور شاید آج کے بعد میں اس کا بدلہ تجھے دے سکوں۔ اس نے

عرض کیا آپ کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اہل کوفہ نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور مجھے اپنے گھر سے آوارہ وطن کیا ہے اور میری مدد سے دست بردار ہو گئے ہیں اور مجھے تنہا و بیکس چھوڑ دیا ہے۔ طوعہ کہنے لگی آپ مسلم ہیں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگی۔ تشریف لائیے اور گھر کے اندر آ جائیں۔

پس وہ انہیں گھر کے اندر لے گئی اور ایک اچھے کمرے میں ان کے لیے بستر بچھا دیا اور آپ کے لیے کھانا لے آئی۔ مسلم نے کھانا نہ کھایا۔ وہ مومنہ آپ کی خدمت میں مشغول رہی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس کا بیٹا بلال گھر آیا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ماں اس کمرے میں بہت آتی جاتی ہے تو اس کے دل میں آیا کہ کوئی نئی بات ہے لہٰذا اس نے اپنی ماں سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس کی ماں نے چاہا کہ اس سے مخفی رکھے لیکن لڑکے نے اصرار کیا۔ طوعہ نے جناب مسلم کے آنے کی اس کو خبر دی اور اسے قسم دی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرے۔ بلال خاموش ہو کر سو گیا۔

عبیداللہ ابن زیاد نے جب دیکھا کہ مسلم کے ساتھیوں کا شور و غل یکدم ختم ہو گیا ہے تو اس نے دل میں سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ مسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی حیلہ کیا ہو تاکہ اچانک مجھ پر حملہ کر دے اور اپنا کام نکال لے وہ اس سے ڈرتا تھا کہ دارالامارہ کا دروازہ کھولے اور نماز کے لیے مسجد میں جائے لہٰذا اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد کی چھت کے تختے اتار کر روشنی کر کے دیکھیں کہ شاید مسلم اور ان کے ساتھی مسجد کی چھتوں کے نیچے اور مسجد کے کونوں میں چھپے ہوئے نہ ہوں۔ انہوں نے اپنے دستور العمل کے مطابق کیا اور جتنی کوشش کی انہیں مسلم کی خبر نہ معلوم ہو سکی تو انہوں نے ابن زیاد کو بتایا کہ لوگ منتشر ہو چکے ہیں اور مسجد میں کوئی بھی نہیں پھر اس لعین نے حکم دیا کہ باب السدہ کھول دیں اور وہ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور اس کے منادی نے کوفہ میں ندا دی کہ کوفہ کے بڑے لوگوں اور اشراف میں سے جو شخص عشاء کی نماز کے لیے نہ آیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ پھر اس نے نماز پڑھائی اور منبر پر گیا اور حمد و ثنا کے بعد کہا:

> اے لوگو! تم نے دیکھا کہ ابن عقیل سفیہ و جاہل نے کیا اختلاف اور افتراق پیدا کر دیا ہے اور اب وہ بھاگ گیا ہے۔ پس جس گھر میں سے مسلم مل گیا اور اس نے ہمیں اس کی خبر نہیں دی ہو گی تو اس کی جان و مال مباح ہیں اور جو شخص مسلم کو ہمارے پاس لے آئے تو ہم اسے مسلم کی دیت کی قیمت دیں گے اور ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ پھر اس نے حصین بن تمیم (نمیر) کا رخ کیا اور کہنے لگا۔ تیری ماں تیرے ماتم پر بیٹھے اگر تو نے کوفہ کی گلیوں کی حفاظت نہ کی اور مسلم بھاگ گیا۔ میں نے تجھے کوفہ کے گھروں پر مسلط کیا اور شہر کا داروغہ مقرر کیا۔ اپنے کارندوں کو بھیج تاکہ وہ شہر کی گلیوں اور دروازوں کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہو تو گھروں میں جا کر مسلم کو تلاش کریں۔

پھر وہ ملعون منبر سے اترا اور قصر میں چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس ملعون نے دربار لگایا۔ کوفہ کے لوگوں کو آنے کی اجازت دی اور محمد بن اشعث پر نوازش کرتے ہوئے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اس وقت طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے دروازے پر آیا اور

عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو مسلم کی خبر دی۔ وہ ملعون اپنے باپ خبیث کے پاس گیا اور آہستہ سے اسے بتایا۔ ابن زیاد چونکہ محمد بن اشعث کے پہلو میں بیٹھا تھا تو وہ اس مطلب سے آگاہ ہوگیا اور اس نے محمد سے کہا کہ جاؤ اور مسلم کو گرفتار کر لاؤ اور عبیداللہ بن عباس سلمی کو قبیلہ قیس کے ستر افراد کے ساتھ اس کے ہمراہ بھیجا پس جب وہ لشکر طوعہ کے دروازے پر پہنچا اور مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ لشکر ہے اور وہ اس کی تلاش میں آیا ہے تو آپ نے اپنی تلوار اٹھائی اور ان کی طرف بڑھے۔ وہ بے حیا گھر کے اندر گھس آئے۔ آپ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں گھر سے نکال دیا۔ دوبارہ لشکر نے ہجوم کیا اور مسلم نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں باہر نکال دیا۔ کتاب کامل بہائی میں ہے کہ جب گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز مسلم کے کانوں میں پہنچی تو وہ دعا پڑھ رہے تھے انہوں نے دعا جلدی سے آخر تک پہنچائی اور ہتھیار سجائے اور فرمایا اے طوعہ جو نیکی تیرے اوپر لازم تھی وہ تو بجا لائی اور رسول خدا کی شفاعت کا حصہ لے چکی۔ میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا اپنے چچا امیرالمومنین علیہ السلام کو میں نے دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کل تم ہمارے پاس ہو گے۔ مسعودی اور ابوالفرج نے کہا ہے کہ جب مسلم گھر سے باہر نکلے اور کوفیوں کا ہنگامہ اور اجتماع دیکھا اور ملاحظہ فرمایا کہ لوگ چھتوں کے اوپر سے ان پر پتھر مار رہے ہیں اور سرکنڈے کے رستوں کو آگ لگا کر آپ کے بدن پر پھینکتے ہیں تو فرمایا:

أَكُلُّ مَا أَرَىٰ مِنَ الْأَجْلَابِ لِقَتْلِ ابْنِ عَقِيلٍ — يَا نَفْسُ اخْرُجِي إِلَى الْمَوْتِ الَّذِي لَيْسَ لَهُ مَحِيصٌ

(آیا یہ ہنگامہ اور اجتماع فرزند عقیل کے خون بہانے کے لیے ہے تو اے نفس باہر آجا اس موت کے لیے کہ جس سے چارہ اور گریز نہیں۔)

پھر تلوار کھینچ کر گلی میں آگئے اور کوفیوں پر حملہ کیا اور کارزار میں مشغول ہوئے اور رجز پڑھے:

أَقْسَمْتُ لَا أُقْتَلُ إِلَّا حُرًّا — وَإِنْ رَأَيْتُ الْمَوْتَ شَيْئًا نُكْرًا
كُلُّ امْرِئٍ يَوْمًا مُلَاقٍ شَرًّا — أَوْ يُخْلَطُ الْبَارِدُ سُخْنًا مُرًّا
رد شعاع النفس فاستقرا — خاف ان اکذب

(میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف آزاد اور بڑے شخص کو قتل کروں گا اگرچہ میں موت کو ایک اجنبی چیز سمجھتا ہوں ہر شخص کسی دن بری چیز کی ملاقات کرتا یا وہ ٹھنڈے پانی کو گندے کڑوے پانی سے ملاتا ہے نفس کی روشنی پلٹ آئی اور وہ پکا ہو گیا ہے مجھے اس بات کا خوف ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے یا مجھے دھوکہ دیا جائے۔)

جناب مسلم کا مبارزہ کوفیوں کے ساتھ

علامہ مجلسی کتاب جلاء میں فرماتے ہیں کہ جب مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ان کی تلاش کو آ رہے ہیں فرمایا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور اپنی تلوار اٹھا کر گھر سے باہر نکلے۔ جب آپ کی نظر ان لوگوں پر پڑی تو تلوار

سونت کران پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گروہ کو خاک میں ملا دیا جس طرف کا آپ رُخ کرتے ملاعین آپ کے آگے سے بھاگ جاتے۔ یہاں تک کہ چند حملوں میں پنتالیس افراد کو واصل جہنم کیا اور شجاعت وقوت اس شیر بیشہ میدان جنگ کی اس درجہ کی تھی کہ آپ ایک شخص کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اونچی چھت پر پھینک دیتے تھے یہاں تک کہ بکر بن حمران نے ایک ضرب آپ کے رُخ انور پر لگائی کہ جس سے آپکے اوپر والا لب اور دانت گر گئے پھر بھی وہ خدا کا شیر جس طرف کا رُخ کرتا کوئی بھی آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکتا۔ جب وہ ملاعین جنگ کرنے سے عاجز آ گئے تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے، پتھر اور لکڑیاں آپ پر پھینکنے لگے اور سرکنڈ کو آگ لگا کر آپ کے سر پر پھینکتے۔ جب اس سید مظلوم نے اس حالت کو دیکھا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو تلوار سونت کر ان کافروں پر حملہ کیا اور بہت سوں کو ہلاک کیا۔ جب ابن اشعث لعین نے دیکھا کہ آسانی سے انہیں قبضہ میں نہیں لیا جا سکتا کہنے لگا اے مسلم کیوں اپنے آپ کو قتل کر رہے ہو ہم آپ کو امان دیتے ہیں اور آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور وہ آپ کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جناب مسلم نے فرمایا تم کوفیوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اور منافقین بے دین سے وفا نہیں ہو سکتی جب وہ شیر بیشہ شجاعت دشمنوں سے زیادہ جنگ کرنے اور ان مکار بیوفاؤں کے زخم لگانے کی وجہ سے تھک گئے اور ضعف و ناتوانی کا آپ پر غلبہ ہوا تو کچھ دیر کے لیے آپ نے اپنی پشت دیوار سے لگا لی۔ جب ابن اشعث نے دوبارہ امان پیش کی تو مجبوراً آپ نے امان قبول کر لی حالانکہ جانتے تھے کہ ان بے دین لوگوں میں سچائی کا شائبہ بھی نہیں۔ ابن اشعث سے فرمایا کیا میں امان میں ہوں۔ وہ کہنے لگا جی ہاں پھر اس کے ساتھیوں سے خطاب کر کے فرمایا کیا تم نے مجھے امان دے دی ہے۔ وہ کہنے لگے ہاں! تو آپ نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور شہید ہونے کے لیے دل لگایا۔ سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جتنی امان انہوں نے پیش کی۔ آپ نے قبول نہ کی۔ دشمنوں سے لڑنے کا اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے زخم آپ کو لگے اور ایک نامراد آپ کے پیچھے سے آیا اور اس نے آپ کی کمر پر نیزہ مارا اور آپ کو منہ کے بل گرا دیا ان کفار نے ہجوم کر کے آپ کو گرفتار کر لیا۔ انتہیٰ۔

پھر ایک خچر لے آئے اور آپ کو اس پر سوار کر کے ان کو گھیرے میں لے لیا اور آپ کی تلوار چھین لی تو مسلم اس وقت اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور فرمایا یہ پہلا مکر و غدر ہے جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ محمد بن اشعث کہنے لگا مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ مسلم نے فرمایا کہ پھر تمہاری امان کہاں گئی۔ پس آپ نے آہ حسرت دل پُر درد سے کھینچی اور آنسوؤں کا سیلاب آپ کی آنکھوں سے بہنے لگا انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبد اللہ بن عباس سلمی کہنے لگا۔ اے مسلم کیوں رو رہے ہو وہ بڑا مقصد جو تمہاری نظر میں ہے اس کے مقابلہ میں یہ تکلیفیں کچھ زیادہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ میرا گریہ اس سید مظلوم جناب امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے لیے ہے کہ جو ان منافقین غدار کے فریب دینے سے اپنے دوستوں اور گھر کو چھوڑ کر اس طرف آ رہے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان پر کیا گزرے گی پھر آپ ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تمہاری امان پر اعتماد نہیں اور میں قتل ہو جاؤں گا۔ میری خواہش ہے کہ کسی شخص کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیج دو تاکہ وہ کوفیوں

کے مکر اور جھوٹے وعدوں کی بنا پر اپنا گھر بار نہ چھوڑیں اور اپنے چچا زاد بھائی غریب و مظلوم کے حالات سے مطلع ہو جائیں کیونکہ مجھے امید ہے کہ آج یا کل آپ ادھر کو روانہ ہوں گے اور وہ شخص انہیں جاکر کہے کہ آپ کا چچا زاد بھائی مسلم کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کوفیوں کے ہاتھ قید ہو چکا ہوں اور قتل ہونے کا منتظر ہوں اور اہلِ کوفہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ کے باپ موت کی تمنا کرتے تھے تاکہ ان کے نفاق سے نجات پائیں۔ پس ابنِ اشعث مسلم کو ابنِ زیاد کے قصر کے دروازے پر لے گیا اور خود قصر میں داخل ہوا اور مسلم کے حالات اس ولد الزنا کو بتلائے تو ابنِ زیاد نے کہا تجھے امان سے کیا کام تھا میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اس کو امان دو۔ ابنِ اشعث خاموش ہو گیا۔ جب مسلم غریق بحرِ محنت و بلا کو قصر کے دروازے پر کھڑا کیا گیا تو آپ پر پیاس کا بہت غلبہ تھا اور اکثر کوفہ کے بڑے لوگ بھی دار الامارہ کے دروازے پر اذنِ باریابی کے منتظر تھے۔ اس وقت مسلم کی نگاہ ٹھنڈے پانی کی صراحی پر پڑی جو قصر کے دروازے کے پاس رکھی تھی۔ ان منافقین کی طرف دیکھا اور فرمایا، مجھے گھونٹ پانی کا دے دو۔ مسلم بن عمرو ملعون کہنے لگا اے مسلم دیکھا اس صراحی کا پانی کتنا ٹھنڈا ہے۔ لیکن خدا کی قسم تجھے اس میں سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم کا گرم پانی تم جا کر پیو۔ جناب مسلم نے فرمایا، وائے ہو تجھ پر! تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اور اپنے امام یزید کی اطاعت کی ہے جبکہ تو نے نافرمانی کی ہے۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔ حضرت مسلم نے فرمایا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھ کر روئے کس قدر بد زبان سخت دل اور جفا کار ہے۔ بیشک تو زیادہ مستحق ہے۔ شرب حمیم اور خلودِ جحیم کا۔ پس جناب مسلم انتہائی کمزوری اور پیاس کی وجہ سے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ عمرو بن حریث کو جناب مسلم کی حالت پر رحم آیا۔ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ مسلم کے لیے پانی لے آؤ۔ وہ غلام پانی کی صراحی پیالے کے ساتھ جناب مسلم کے پاس لایا اور پیالے میں ڈال کر مسلم کو دیا۔ جب آپ نے چاہا کہ پانی پئیں تو پیالہ آپ کے منہ کے خون سے پُر ہو گیا۔ وہ پانی آپ نے پھینک دیا اور پانی مانگا۔ اس دفعہ بھی وہ پانی خون سے پر ہو گیا۔ تیسری مرتبہ جب پینے لگے تو آپ کے اگلے دانت پیالے میں گر پڑے۔ مسلم نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَوْ کَانَ لِیْ مِنَ الرِّزْقِ الْمَقْسُوْمِ لَشَرِبْتُہٗ حمد ہے خدا کی اگر یہ میرے مقسوم میں ہوتا تو میں پی سکتا یعنی خدایا مقدر میں نہیں ہے کہ میں دنیا کا پانی پیوں۔ اس اثنا میں ابنِ زیاد کا قاصد آیا اور مسلم کو بلایا۔ جب آپ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو آپ نے سلام نہ کیا۔ ابنِ زیاد کے ایک ملازم نے چلا کر مسلم سے کہا تو نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا۔ فرمایا، وائے ہو تجھ پر خاموش رہ خدا کی قسم وہ میرا امیر نہیں ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا کہ چاہے سلام کرو یا نہ کرو میں تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا۔ جناب مسلم نے فرمایا جب تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ذرا مہلت دے تاکہ میں حاضرین میں سے کسی کو وصیت کروں تاکہ وہ میری وصیتوں پر عمل کرے۔ ابنِ زیاد نے کہا تمہیں مہلت ہے وصیت کرو تو جناب مسلم نے اہلِ دربار میں سے عمر بن سعد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تیرے اور میرے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہے۔ میں حاجت رکھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ وہ ملعون ابنِ زیاد کو خوش کرنے

کے لیے آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ عبیداللہ نے کہا اے بے حمیت و بے غیرت! اے عمر مسلم تیرا رشتہ دار ہے کیوں اس کی وصیت قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ سن جو کچھ وہ کہتا ہے۔ جب عمر نے ابن زیاد سے اجازت چاہی تو مسلم کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے ایک طرف لے گیا۔ جناب مسلم نے فرمایا، میری وصیتیں یہ ہیں:

(۱) یہ کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔ میری زرہ اور تلوار بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا۔

(۲) یہ کہ جب مجھے قتل کر دیں میری لاش ابن زیاد سے اجازت لے کر دفن کر دینا۔

(۳) یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھ دو کہ وہ اس طرف نہ آئیں۔ چونکہ میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ حضرت کے ساتھ ہیں لہٰذا میرا خیال ہے کہ اس وجہ سے حضرت کوفہ کی طرف آ رہے ہوں گے۔

پس عمر بن سعد لعین نے مسلم کی تمام وصیتیں ابن زیاد کو بتا دیں۔ عبیداللہ نے کچھ گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اے عمر تو نے خیانت کی ہے جبکہ مسلم کا راز میرے سامنے فاش کر دیا ہے۔ باقی رہا اس کی وصیتوں کا جواب تو وہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے مال سے کوئی سروکار نہیں جو کچھ اس نے کہا ہے ویسا کرو اور جب ہم نے اسے قتل کر دیا تو اس کے بدن کے دفن کرنے میں ہمیں کوئی مضائقہ نہیں اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق ابن زیاد نے کہا کہ مسلم کی لاش کے متعلق ہم تیری سفارش قبول نہیں کریں گے۔ چونکہ میں اسے دفن ہونے کا مستحق نہیں سمجھتا اس لیے کہ اس نے میرے خلاف سرکشی کی ہے اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ باقی رہے حسینؑ تو اگر انہوں نے ہمارا قصد و ارادہ نہ کیا تو ہم بھی ان کا قصد نہیں کریں گے۔ پھر ابن زیاد نے مسلم کی طرف رخ کیا اور کچھ جسارت آمیز کلمات سے انہیں خطاب کیا۔ مسلم بھی پوری قوتِ قلب کے ساتھ اس کا جواب دیتے رہے اور بہت سی باتیں ان کے درمیان ہوئیں۔ آخر میں ابن زیاد علیہ اللعن ولد الزنا نے ناروا باتیں جناب مسلم، امیرالمومنینؑ، امام حسینؑ اور عقیل کے متعلق کیں۔ پھر بکر بن حمران کو بلایا، اس ملعون کے سر پر جناب مسلم نے ایک ضرب لگائی تھی تو اس کو حکم دیا کہ مسلم کو قصر الامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ جناب مسلم نے فرمایا، خدا کی قسم اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت ہوتی تو تو میرے قتل کا حکم نہ دیتا۔ آنجناب کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ لوگ سمجھ لیں کہ عبیداللہ اور اس کا باپ زیاد بن ابیہ حرامزادے ہیں اور ان کا نسب قریش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

پھر بکر بن حمران لعین اس سلالہ اخیار کا ہاتھ پکڑ کر انہیں قصر الامارہ کی چھت پر لے گیا اور اثنائے راہ میں اس مقرب بارگاہ خدا کی زبان حمد و تکبیر و تہلیل و تسبیح و استغفار اور صلوات بر رسول خداؐ کے ساتھ جنبش میں تھی اور خداوند عالم سے مناجات کر رہے تھے اور عرض پرداز تھے کہ بارالہا تو فیصلہ کر ہمارے اور اس گروہ کے درمیان جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ جھوٹ بولا ہے۔ ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ بکر بن حمران علیہ اللعن آپ کو قصر کی چھت پر اس جگہ لے گیا کہ جس کے نیچے جوتے گانٹھنے والے بیٹھتے تھے اور آپ کا سر مبارک بدن سے جدا کر کے اس سر کو زمین پر پھینک دیا۔ اس کے پیچھے ہی بدن شریف

کو بھی چھت سے نیچے پھینکا اور خود ڈرتا اور لرزتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس ملعون نے پوچھا تیرے متغیر الحال اور پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہنے لگا مسلم کے قتل کرنے کے وقت میں نے ایک سیاہ رنگ مہیب شکل والے شخص کو اپنے سامنے دیکھا ہے جو اپنی انگلی دانت سے کاٹ رہا تھا اور مجھے اتنا ڈر اس سے لگا ہے کہ میں آج تک اس طرح کبھی نہیں ڈرا۔ وہ شقی کہنے لگا چونکہ تو ایک خلاف عادت کام کر رہا تھا لہٰذا تجھ پر دہشت چھا گئی ہے اور صورت خیال تیری نظر میں بندھ گئی ہے۔

چہ شد خاموش بزم ایمان! بیاور دندہائی را ز ندان !

گرفتندش سراز پیکر بزودی! بجرم آنکہ مہماند ربودی !

پس ابن زیاد نے ہانی کو قتل کرنے کے لیے بلایا اور محمد بن اشعث اور دوسرے لوگوں نے جتنی بھی اس کی سفارش کی فائدہ مند نہ ہوئی لہٰذا اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جاؤ اور جہاں گوسفند خرید و فروخت کے لیے لائے جاتے ہیں وہاں اس کی گردن اڑا دو۔ پس ہانی کی مشکیں کسے ہوئے دارالامارہ سے باہر لے گئے اور وہ فریاد کر رہا تھا۔ وَا مِذْحِجَاهُ وَلَا مِذْحِجَ لِي الْيَوْمَ يَا مِذْحِجَاهُ وَاَيْنَ مِذْحِجُ یعنی وہ اپنے مذحج قبیلہ کو پکار پکار کر اپنی مدد کے لیے بلا رہے تھے۔

حبیب السیر سے منقول ہے کہ ہانی بن عروہ اشراف کوفہ اور اعیان شیعہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ وہ صحبت رسولؐ سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور جس دن شہید ہوئے نوے سال عمر تھی اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ ہانی کی شخصیت اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ چار ہزار افراد زرہ پوش اس کے ساتھ سوار ہوتے اور آٹھ ہزار پیادے اس کے زیر فرمان تھے اور جب اپنے احلاف یعنی ہم عہد اور ہم قسم لوگوں کو قبیلہ کندہ اور باقی قبائل میں سے وہ بلاتے تو تیس ہزار مرد زرہ پوش اس کے بلاوے پر لبیک کہتے۔ جس وقت اس کو بازار کی طرف قتل کرنے کے لیے لے چلے جتنی اس نے فریاد کی اور سرداران قبیلہ کے نام لے کر انہیں پکارا اور وامذحجاہ کہتے رہے۔ کسی نے انہیں جواب نہ دیا۔ مجبوراً انہوں نے زور لگایا اور اپنے ہاتھ رسیوں سے چھڑا لیے اور کہا کہ کوئی عمود چھری یا پتھر یا ہڈی نہیں کہ جس کے ساتھ میں جنگ اور دفاع کروں۔ ابن زیاد کے معاونین نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ان کی طرف دوڑے اور انہیں گھیر کر مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا اور کہنے لگے گردن آگے کرو۔ وہ فرمانے لگے میں اپنی جان دینے میں سخی نہیں ہوں اور اپنے قتل ہونے میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ پس ابن زیاد کے ایک ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا ان پر تلوار لگائی لیکن وہ اثر نہ کر سکی۔ ہانی نے کہا اِلَى اللّٰهِ الْمَعَادُ اَللّٰهُمَّ اِلٰى رَحْمَتِكَ وَرِضْوَانِكَ یعنی سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔ خدایا مجھے اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف لے جا پھر اس نے دوسرا وار کیا اور انہیں رحمت خدا کی طرف پہنچا دیا اور جب مسلم و ہانی شہید ہو گئے تو عبدالاعلیٰ کلبی کو جو کوفہ کے بہادروں میں سے تھا اور جس نے جناب مسلم کے خروج کے دن مسلم کی مدد کی تھی کثیر بن شہاب نے اسے اور عمارہ بن صلخت ازدی کو

گرفتار کرلیا تھا۔ وہ مسلم کی مدد کا ارادہ رکھتا تھا اور گرفتار ہوگیا تھا۔ ابن زیاد کے حکم سے لے آئے اور ان دونوں کو شہید کردیا اور بعض مقاتل معتبر کی روایت کے مطابق ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کی لاشیں کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھرائی جائیں اور گوسفند بیچنے والوں کے محلہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے۔

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ جناب مسلم کی لاش کناسہ میں سولی پر لٹکائی گئی اور سابقہ روایت کے مطابق جب قبیلہ مذحج نے یہ حالت دیکھی تو ان میں حرکت اور جوش پیدا ہوا اور انہوں نے دونوں کے لاشے سولی سے اتارے اور ان پر نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کردیا۔ پھر ابن زیاد نے مسلم اور ہانی کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے اور ایک خط یزید کو لکھا جس میں مسلمؑ ہانی کے حالات درج کیے جب خط اور سر یزید کے پاس پہنچے تو وہ ملعون خوش ہوا اور حکم دیا کہ مسلم و ہانی کے سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں اس نے عبیداللہ کے خط کا جواب لکھا اور اس کی کارکردگی کی تعریف کی اور اس پر بڑی نوازش شفقت کی اور لکھا کہ میں نے سُنا ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آرہے ہیں لہٰذا راستوں کی حفاظت کرو۔ ان پر کامیاب ہونے کے سلسلے میں بڑی کوشش سے کام لو اور شبہ و گمان کی بناء پر لوگوں کو قتل کردو اور ہر روز جو سانحہ رونما ہو وہ مجھے لکھ بھیجو ــــ والسلام

جناب مسلم نے منگل کے دن آٹھ ماہ ذی الحج کو خروج کیا تھا اور آپ کی شہادت بدھ کے دن نو ذی الحج بروز عرفہ واقع ہوئی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ جناب مسلم کی والدہ ایک کنیز تھی جس کا نام عَلیّہ تھا اور عقیل نے اسے شام میں خرید کیا تھا مؤلف کہتا ہے کہ جناب مسلم کی اولاد کی تعداد مجھے کہیں نہیں مل سکی لیکن جتنے مجھے تاریخ سے مل سکے ان کو میں نے پانچ شمار کیا ہے۔ پہلا بیٹا عبداللہ بن مسلم ہے جو واقعہ کربلا میں علی اکبر کے بعد پہلا شہید ہے اور اس کی والدہ رقیہ امیرالمومنین علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں دوسرا محمد ہے اس کی والدہ کنیز ہے اور وہ عبداللہ کے بعد کربلا میں شہید ہوا ہے اور دو افراد جناب مسلم کی اولاد میں سے قدیم مناقب کی روایت کی بناء پر اور ہیں اور وہ ہیں محمد اور ابراہیم کہ جن کی والدہ اولاد جعفر طیار میں سے ہے ان کی قید اور شہادت پانے کا واقعہ اس کے بعد تفصیل سے آئے گا۔ پانچویں ایک بیٹی ہے بروایت اعثم کوفی گیارہ سال کی اور وہ امام حسینؑ کی شہزادیوں کے ساتھ سفر کربلا میں موجود تھی (اس کا ذکر بھی آگے آئے گا)

واضح ہو کہ جناب مسلم بن عقیل کی فضیلت اور جلالت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس مختصر مقام پر اس کا ذکر ہو اور کافی ہے اس مقام پر وہ حدیث جو باب اول کی پانچویں فصل کے آخر میں بیان ہو چکی ہے اور اس خط کا مطالعہ جو امام حسینؑ نے کوفیوں کے خطوط کے جواب میں لکھا تھا اور آپ کی قبر شریف مسجد کوفہ کے پہلو میں حاضر و بادی قاصی و دانی (قریب و دُور) کے لیے زیارت گاہ اور سید ابن طاؤس نے جناب مسلم کے لیے دو زیارتیں نقل کی ہیں جنہیں احقر نے کتاب ہدیۃ الزائرین میں نقل کردیا ہے اور ہانی رحمۃ اللہ کی قبر جناب مسلم کی قبر کے مدمقابل ہے۔ عبداللہ بن زبیر اسدی نے ہانی و مسلم کا مرثیہ کہا ہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

فَإِنْ كُنْتِ لَا تَدْرِينَ مَا الْمَوْتُ فَانْظُرِي إِلَى هَانِي فِي السُّوقِ وَابْنِ عَقِيلِ

(اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور ابنِ عقیل کو دیکھ لو۔ (مؤلف نے کچھ اشعار جناب مسلم کے مرثیہ میں نقل کیے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

پانچویں فصل

جناب مسلم بن عقیل کے دو چھوٹے بچوں کی شہادت

چونکہ جناب مسلم کی شہادت کا ذکر ہوا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ طفلان مسلم کی شہادت کو بھی بیان کروں اگرچہ ان کی شہادت جناب مسلم کی شہادت کے ایک سال بعد واقع ہوئی ہے۔ شیخ صدوق نے اپنی سند کے ساتھ شیوخ کوفہ میں سے ایک شیخ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہو گئے تو آپ کی لشکر گاہ سے جناب مسلم بن عقیل کے دو بیٹے قید کر لیے گئے اور انہیں ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے اپنے زندانبان کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ان دو بچوں کو زندان میں رکھو اور ان پر سختی کرو۔ عمدہ کھانا اور ٹھنڈا پانی انہیں نہ دینا اور اس شخص نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ بچے زندان کی تاریک و تنگ جگہ میں زندگی بسر کرتے رہے۔ دن کو وہ روزہ رکھتے اور جب رات ہوتی تو دو جَو کی روٹیاں اور ایک پانی کا کوزہ وہ بوڑھا زندان میں لاتا اور یہ بچے اس سے افطار کرتے۔ ایک سال کی مُدت تک ان کی قید نے طول کھینچا۔ اس طویل مدت کے بعد ایک بھائی نے دوسرے سے کہا کہ ہماری قید کی مدت لمبی ہو گئی ہے اور نزدیک ہے کہ ہماری عمر ختم ہو جائے اور ہمارے بدن بوسیدہ ہو جائیں۔ پس جس وقت یہ زندانی بوڑھا آئے تو اس کے سامنے اپنی حالت اور رسولِ خدا کے ساتھ اپنی نسبی قرابت بیان کرو شاید وہ ہمیں کچھ وسعت دے۔ جب رات آئی اور وہ بوڑھا عادت کے مطابق بچوں کے لیے کھانا اور پانی لے آیا تو چھوٹے بھائی نے کہا اے شیخ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں نہیں پہچانتا وہ تو میرے پیغمبر ہیں۔ کہنے لگا اچھا جعفر بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو۔ اس نے کہا جعفر تو وہ ہیں کہ جنہیں خداوند عالم نے دو پر عطا فرمائے تاکہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ سکیں۔ وہ بچہ کہنے لگا علی ابن ابی طالبؑ کو بھی پہچانتے ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں نہیں۔ وہ میرے نبیؐ کے چچازاد اور بھائی ہیں۔ اس وقت اس بچہ نے فرمایا، اے شیخ ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں۔ ہم دونوں مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں اور تیرے ہاتھ میں پھنسے ہوئے ہیں اس قدر سختی ہم پر نہ کرو اور ہمارے حق میں حرمت و عظمت رسولؐ کی کچھ پاسداری کرو۔ جب شیخ نے یہ باتیں سُنیں تو وہ بچوں کے قدموں پر گر گیا اور قدموں کے بوسے لینے لگا اور کہنے لگا میری جان آپ پر فدا ہو اے عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قید خانہ کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہوا ہے جہاں چاہو چلے جانا۔ جب تاریکی شب نے فضا کو

گھیر لیا تو اس بوڑھے نے وہ جَو کی دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ ان بچوں کو دیا اور انہیں راستہ پر لے آیا اور کہنے لگا اے نورِ چشم آپ کے دشمن زیادہ ہیں دشمنوں سے بے خوف نہ رہو پس رات کو چلو اور دن کو چھپ جاؤ۔ یہاں تک کہ خداوند عالم آپ کو کشائش عطا فرمائے پس وہ دونوں بچے اس رات کی تاریکی میں چلتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک بڑھیا کے گھر تک پہنچے دیکھا کہ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی ہے۔ زیادہ تھک جانے کی وجہ سے اس کے دیکھنے کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کے پاس گئے اور فرمایا اے بی بی ہم دو چھوٹے مسافر بچے ہیں اور ہمیں راستہ نہیں ملتا ہم پر احسان کرو اور اس تاریک رات میں ہمیں اپنے گھر میں پناہ دو۔ جب صبح ہوگی تو تمہارے گھر سے نکل جائیں گے اور اپنا راستہ لیں گے۔ وہ عورت کہنے لگی اے دو آنکھوں کے نور تم کون ہو؟ کہ مجھے ایسی خوشبو آتی ہے کہ جس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو میرے گمان تک نہیں پہنچی۔ کہنے لگے ہم تیرے نبیؐ کی عترت و اولاد میں سے ہیں اور ہم ابن زیاد کی قید سے بھاگ آئے ہیں۔ وہ عورت کہنے لگی اے نور چشم میرا ایک داماد ہے فاسق اور خبیث۔ جو واقعہ کربلا میں شریک تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ آج رات کہیں یہاں نہ آجائے اور آپ کو یہاں دیکھے اور کوئی تکلیف پہنچائے۔ کہنے لگے رات تاریک ہے اور امید ہے کہ وہ شخص یہاں نہیں آئے گا اور ہم بھی صبح کو یہاں سے چلے جائیں گے۔ پس وہ عورت ان بچوں کو گھر میں لے آئی اور ان کے لیے کھانا لائی۔ بچوں نے کھانا کھایا اور سو گئے اور دوسری روایت کے مطابق کہنے لگے ہمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہمیں جائے نماز لا دو تاکہ ہم گزشتہ نمازوں کی قضا کر لیں۔ پس کچھ دیر تک وہ بچے نماز پڑھتے رہے اور پھر وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو گئے۔ چھوٹا بچہ بڑے بھائی سے کہنے لگا اے بھائی امید ہے کہ آج کی رات ہماری راحت و امن کی رات ہے آؤ ہم ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو جائیں۔ اور ایک دوسرے کی خوشبو سونگھیں اس سے پہلے کہ ہمیں موت ایک دوسرے سے جدا کر دے۔ پس ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو گئے۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو قضائے کار اس بڑھیا کا داماد اس کے گھر کی طرف آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ عورت کہنے لگی کون ہے؟ اس خبیث نے کہا میں ہوں۔ وہ پوچھنے لگی تو اب تک کہاں تھا۔ اس نے کہا دروازہ کھولو کیونکہ قریب ہے کہ تھکان کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاؤں۔ اس نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا دو بچے عبیداللہ کے زندان سے بھاگ آئے ہیں اور امیر کے منادی نے ندا دی ہے کہ جو ایک کا سر لے آئے تو اس کو ایک ہزار درہم اور جو دونوں کا سر لائے تو اسے دو ہزار درہم عطا ہوں گے۔ اور میں انعام کی طمع میں کوفہ کے علاقہ میں گھومتا رہا اور سوائے تھکان اور خستگی کے ان بچوں کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ اس عورت نے اس کو نصیحت کی کہ اے شخص اس خیال کو چھوڑ دے اور ڈر اس سے کہ پیغمبر اکرمؐ تیرے دشمن ہوں۔ اس بڑھیا کی نصیحتوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کلمات سے وہ سیخ پا ہو گیا اور کہنے لگا تم ان بچوں کی حمایت کرتی ہو شاید تمہارے پاس ان کی کوئی خبر ہے، چلو امیر کے پاس کہ وہ تمہیں بلاتا ہے۔ وہ بڑھیا مسکین کہنے لگی امیر کو مجھ سے کیا کام ہے حالانکہ میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور اس بیابان میں رہتی ہوں وہ ملعون کہنے لگا دروازہ کھولو تاکہ میں اندر آ کر کچھ آرام کر لوں اور پھر

صبح ان بچوں کی تلاش میں جاسکوں۔ اس عورت نے دروازہ کھولا اور کچھ کھانا پانی اس کے لیے لائی۔ جب وہ لعین اپنے کام سے فارغ ہوا تو وہ بستر پر جاکر سوگیا۔ رات کو ایک دفعہ بچوں کے خراٹوں کی آواز اس نے گھر کے اندر سُنی تو مست اونٹ کی طرح اٹھا اور بیل کی طرح آواز نکالتا اور رات کی تاریکی میں ان بچوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے ہاتھ دیوار اور زمین کے ساتھ ملتا تھا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ چھوٹے بچے کے پہلو پر جا پڑا اس مظلوم بچے نے پوچھا تو کون ہے وہ کہنے لگا میں صاحب خانہ ہوں تم کون ہو پس اس بچہ نے اپنے بڑے بھائی کو بیدار کیا کہ اے میرے حبیب اٹھو ہم جس چیز سے ڈرتے تھے اس میں جا پڑے ہیں۔ پھر بچے کہنے لگے اے شیخ اگر ہم سچ سچ بتائیں کہ ہم کون ہیں تو ہمارے لیے امان ہے۔ وہ کہنے لگا، ہاں۔ بچوں نے کہا، خدا و رسولؐ کی امان ہے۔ اس نے کہا، ہاں خدا و رسولؐ امان پر شاہد و وکیل ہیں۔

سخت قسم کی امان اس سے [illegible] کہنے لگے اے شیخ ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ کی عترت ہیں اور ہم عبیداللہ کی قید سے بھاگ آئے ہیں۔ کہنے لگا تم موت سے بھاگ [illegible] اس خدا کی جس نے مجھے تم پر کامیابی دی۔ پس اس ملعون بے رحم نے ان دونوں بچوں کے کندھے مضبوطی سے باندھ دیئے اور وہ مظلوم بچے ساری رات بندھے رہے۔ جب رات ختم ہوئی تو اس ملعون نے اپنے غلام سے کہا کہ ان دو بچوں کو نہر فرات کے کنارے لے جاؤ اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ غلام اپنے سردار کے حکم کے مطابق انہیں فرات کے کنارے لے گیا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عترت رسولؐ ہیں تو اس نے ان کے قتل پر اقدام نہ کیا اور [illegible] لگا کر دوسری طرف چلا گیا۔

اس ملعون نے یہ کام اپنے بیٹے کے ذمہ لگایا۔ اس جوان نے بھی باپ کی مخالفت [illegible] غلام کا راستہ لیا۔ اس خبیث نے جب یہ دیکھا تو ان دو مظلوم بچوں کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچ کر ان کے پاس آیا۔ جب مسلم کے بچوں نے ننگی تلوار دیکھی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور کہنے لگے: اے شیخ ہمیں بازار میں لے جاکر بیچ دے اور ہماری قیمت سے نفع اٹھا اور ہمیں قتل نہ کر تاکہ پیغمبر اکرمؐ تیرے دشمن نہ ہو جائیں۔ کہنے لگا اس کے بغیر چارہ نہیں کہ تمہیں قتل کروں اور تمہارے سر عبیداللہ کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم کا انعام لوں۔ کہنے لگے اے شیخ رسول خداؐ کے ساتھ ہماری قرابت و رشتہ داری کا خیال کر۔ کہنے لگا تمہیں پیغمبرؐ سے کوئی قرابت نہیں۔ کہنے لگے پھر ہمیں زندہ عبیداللہ کے پاس لے چل تاکہ جو کچھ وہ چاہے ہمارے حق میں حکم کرے۔ وہ کہنے لگا۔ میں تمہارا خون بہا کر ہی اس کا تقرب چاہتا ہوں۔ کہنے لگے تو ہماری صغر سنی اور بچپنے پر رحم کر وہ کہنے لگا خدا نے میرے دل میں رحم ہی نہیں قرار دیا۔ بچوں نے کہا۔ جب معاملہ یہی ہے کہ تو ہمیں قتل ہی کر کے دم لے گا۔ تو ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعت نماز پڑھ لیں۔ کہنے لگا جتنا چاہو نماز پڑھ لو اگر وہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکتی ہے۔ پس مسلم کے بچوں نے چار رکعت نماز پڑھی پھر انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا حی یا قیوم یا حلیم۔ یا احکم الحاکمین احکم بیننا و بینہ بالحق۔ اے بہترین حکم کرنے والے ہمارے اور اس کے درمیان حق کا فیصلہ کر۔ اس وقت وہ

ظالم تلوار سونت کر بڑے بھائی کی طرف بڑھا اور مظلوم بچے کی گردن اڑا دی اور اس کا سر توبرے میں رکھ لیا۔ چھوٹے بچے نے جب یہ دیکھا تو اپنے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور وہ کہتا تھا کہ میں اپنے بھائی کے خون سے خضاب کرتا ہوں تاکہ اس حالت میں رسول خداؐ سے ملاقات کروں وہ ملعون کہنے لگا ابھی تجھے بھی تیرے بھائی کے ساتھ ملحق کرتا ہوں پھر اس مظلوم بچے کا سر بھی قلم کرکے توبرہ میں رکھ لیا اور دونوں کے لاشے پانی میں پھینک دیئے اور ان کے سر ابن زیاد کے لیے لے چلا جب دارالامارہ میں پہنچا اور ابن زیاد کے پاس سر رکھے تو وہ ملعون کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جب اس کی نگاہ ان سروں پر پڑی جو چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے تو بے اختیار وہ تین مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹھا پھر ان کے قاتل سے مخاطب ہوا کہ ہلاکت ہو تیرے لیے تو نے انہیں کہاں پایا۔ اس نے کہا ہماری ایک بڑھیا کے ہاں یہ مہمان تھے۔ ابن زیاد کو یہ بات ناگوار گزری وہ کہنے لگا تو نے ان کی مہمانی کے حق کی رعایت نہیں کی وہ کہنے لگا ہاں میں نے رعایت نہیں کی ابن زیاد نے کہا جب تو انہیں قتل کرنے لگا تو انہوں نے تجھے کیا کہا تھا۔ اس ملعون نے ان بچوں کی ایک ایک بات ابن زیاد کے سامنے بیان کی یہاں تک کہ کہنے لگا ان کی آخری بات یہ تھی کہ انہوں نے نماز کے لیے مجھ سے مہلت مانگی اور نماز کے بعد دستِ نیاز بارگاہ الٰہی میں اٹھا کر کہا تھا۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَلِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ بِالْحَقِّ (اے حی و قیوم اے حلیم و بردبار اے بہترین حاکم ہمارے اور اس کے درمیان حق کا حکم فرما) عبیداللہ نے کہا احکم الحاکمین نے تمہارے درمیان حکم فرما دیا ہے۔ کون ہے جو اٹھے اور اس فاسق کو جہنم رسید کرے۔ اہل شام میں سے ایک شخص کہنے لگا اے امیر یہ کام میرے حوالے کیا جائے۔ عبیداللہ کہنے لگا اس فاسق کو اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے اور اس کی گردن اڑا دو لیکن اس کا نجس خون ان کے پاک خون سے ملنے نہ دینا اور اس کا سر فوراً میرے پاس لے آؤ۔ اس شخص نے اسی طرح کیا اور اس ملعون کا سر نیزہ پر نصب کرکے ابن زیاد کے پاس لے آیا اور کوفہ کے بچے اس کے سر کو تیروں و نیزوں کا نشانہ بناتے اور کہتے تھے کہ یہ ذریت رسولؐ کے قاتل کا سر ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان دو بچوں کی شہادت اس کیفیت و تفصیل کے ساتھ میرے نزدیک بعید ہے لیکن چونکہ شیخ صدوق نے جو رئیس المحدثین شیعہ ہیں اور مروج اخبار و علوم ائمہ علیہم السلام ہیں اسے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں ہمارے اَجِلّہ اصحاب میں سے کچھ علماء واقع ہیں لہٰذا ہم نے بھی ان کا اتباع کیا ہے اور اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ العالم (اس واقعہ میں عقلی و نقلی طور پر کوئی بعد نہیں۔ مترجم)

چھٹی فصل

سید الشہداءؑ کے مکہ معظمہ سے کربلا کی طرف متوجہ ہونے کے بیان میں

چونکہ سید الشہداءؑ نے تین شعبان ۶۰ھ کو دشمنوں کے آزار پہنچانے کے خوف سے مکہ معظمہ کو اپنے نور قدم سے منور فرمایا۔ اس مہینہ کے باقی دن اور ماہ رمضان شوال و ذیقعدہ اس محترم شہر میں عبادت خدا میں قیام کر کے گزارے اور اس مدت میں آپ کے کچھ شیعہ اہل حجاز و بصرہ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ جب ماہ ذی الحجہ شروع ہوا تو آپ نے احرام حج باندھ لیا اور جب ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا دن آیا تو عمرو بن سعید بن عاص بہت سے لوگوں کے ساتھ حج کے بہانہ سے مکہ میں آیا۔ اور وہ لوگ یزید کی طرف سے مامور تھے کہ حضرت کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائیں یا آنجناب کو قتل کر دیں جب حضرت ان کے دلی ارادے سے مطلع ہوئے تو آپ نے احرام حج سے عمرہ کی طرف عدول کیا اور طواف خانہ کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے محل ہو گئے اور اسی دن عراق کی طرف متوجہ ہوئے اور ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے عراق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہیں اور جبریلؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں ہے اور جبریلؑ لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور پکار رہے ہیں ھَلُمُّوا اِلٰی بَیْعَةِ اللّٰهِ جلدی آؤ خدا کی بیعت کی طرف سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے جب آپ نے عراق کی طرف جانے کا عزم کیا تو خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہیؐ کے بعد فرمایا کہ موت فرزندان آدم سے اس طرح لزوم رکھتی ہے جس طرح جوان عورتوں کے گلے میں گلوبند ہوتا ہے اور میں بہت مشتاق ہوں اپنے بزرگوں کا جس طرح یعقوبؑ مشتاق تھے دیدار یوسفؑ کے اور میرے لیے مصرع و مقتل کا انتخاب کیا گیا ہے کہ جہاں جانے سے مجھے چارہ کار نہیں گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بدن کے جوڑ بیابان کے بھیڑیئے یعنی لشکر کوفہ اس زمین میں جو نوادیس و کربلا کے درمیان ہے ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں۔

پس وہ مجھ سے اپنی امید کے شکم اور خالی توشہ دان پُر کر رہے ہیں اور کسی شخص کے لیے اس دن سے چھٹکارا نہیں کہ جو قلم قضا نے لکھ دیا ہے اور ہم اہل بیتؑ خدا کے فیصلہ پر راضی ہیں اور اس کی بلا و امتحان پر صبر کرتے ہیں اور خدا ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا فرمائے گا۔ رسول خداؐ کے گوشت کا ٹکڑا ان سے دُور نہیں گرے گا بلکہ ان کے ساتھ خطیرہ قدس میں جا ملے گا یعنی بہشت بریں میں اس سے رسول خدا کی آنکھ روشن ہوگی اور آپ کا وعدہ پورا ہوگا۔ اب جو شخص ہماری راہ میں جان دینے سے نہیں ڈرتا اور لقائے حق کی خواہش میں اپنے نفس سے گریز نہیں کرتا تو وہ میرے ساتھ کوچ کرے میں کل صبح جا رہا ہوں انشاءاللہ تعالیٰ۔

نیز حضرت صادقؑ سے سند معتبر کے ساتھ روایت ہے کہ جس رات سید الشہداءؑ کا ارادہ تھا کہ اس کی صبح کو آپ مکہ سے روانہ ہوں گے محمد بن حنفیہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی اے بھائی اہل کوفہ ایسے لوگ ہیں جنہیں آپ جانتے ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ اور بھائی سے دھوکا اور مکر کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی ایسا

کریں گے۔ پس اگر آپ کی رائے قرار پائے کہ آپ مکہ میں رہیں جو کہ حرم خدا ہے تو آپ عزیز و مکرم ہوں گے اور کوئی شخص آپ سے معترض نہیں ہوگا حضرت نے فرمایا اے بھائی مجھے ڈر ہے کہ یزید مجھے مکہ میں اچانک نہ قتل کر دے۔ اور اس سے اس محترم گھر کی عزت و حرمت ضائع ہو جائے۔ محمد نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر آپ یمن کی طرف چلے جائیں یا بادیہ نشینی اختیار کریں کہ جہاں کسی کی آپ تک دسترس نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا اس سلسلہ میں سوچیں گے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ جب یہ خبر محمد کو پہنچی تو وہ گھبرائے ہوئے آئے اور آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا اے بھائی کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا اس گذارش کے سلسلے میں جو رات میں نے کی تھی کہ آپ اس پر غور کریں گے۔ فرمایا ہاں۔ محمد نے عرض کیا پھر کیا وجہ ہے کہ آپ فوراً مکہ سے چل پڑے۔ آپ نے فرمایا جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پیغمبر اکرمؐ تشریف لائے اور فرمایا حسینؑ جاؤ۔ خدا چاہتا ہے کہ تمہیں اپنی راہ میں مقتول دیکھے۔ محمد نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون تو جب آپ عزم و ارادہ شہادت سے جا رہے ہیں تو پھر ان عورتوں کو اپنے ساتھ کیوں لیے جا رہے ہیں۔ فرمایا خدا چاہتا ہے کہ انہیں قید میں دیکھے۔ پس محمد نے دل بریاں اور دیدہ گریاں کے ساتھ حضرت کو وداع کیا اور واپس چلے گئے۔ روایات معتبرہ کے مطابق عبادلہ میں سے ہر ایک (یعنی عبداللہ بن عباس عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر) بھی آیا اور حضرت کو عراق کی طرف جانے سے منع کیا اور اس سفر کو ترک کرنے پر اصرار کرتے تھے حضرت نے ہر ایک کو جواب دیا اور وہ وداع کر کے پلٹ گئے۔

ابوالفرج اصفہانی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عباس نے امامؑ کا عزم صمیم عراق کی طرف سفر کرنے کا دیکھا تو انہوں نے مکہ میں قیام کرنے اور عراق کا سفر چھوڑ دینے پر بہت تاکید کی اور کچھ اہل کوفہ کی مذمت بھی کی اور کہا کہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا اور آپ کے بھائی کو زخمی کیا اور مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے مکر و فریب کریں گے اور آپ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں گے۔ آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ فرمایا یہ ان کے خطوط ہیں جو میرے پاس ہیں اور یہ مسلم کا خط ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہو گئے ہیں۔ ابن عباس کہنے لگے اب اگر آپ کی رائے شریف اس سفر پر مستقر ہے تو اپنی اولاد اور خواتین کو یہیں رہنے دیں اور ساتھ نہ لے جائیں اور اس دن کو یاد کیجئے جب لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تھا اور اس کی عورتوں اور گھر والوں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو ان کا کیا حال ہوا پس ایسا نہ ہو کہ آپ کو اہل و عیال کے سامنے شہید کر دیں اور وہ آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔ حضرت نے ابن عباس کی نصیحت قبول نہ کی اور اپنے اہل بیت کو اپنے ساتھ کربلا لے گئے۔ اور بعض تمیم ان افراد سے نقل کیا ہے کہ جو کربلا میں آپ کی شہادت کے دن موجود تھے کہ آپ نے خواتین اور اپنی بہنوں کی طرف دیکھا جو حالت جزع و اضطراب میں خیموں سے باہر آ کر شہیدوں کو دیکھتیں اور ان پر جزع و فزع کرتی تھیں اور حضرت کو اس حالت مظلومیت میں دیکھ کر گریہ کرتی تھیں تو آپ کو ابن عباس کی بات یاد آئی اور فرمایا:

للہ درّ ابن عباسٍ فیما اشار علی بہ (خدا بھلا کرے ابن عباس کا اس بات کی وجہ سے جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔)

یہ کہ جب ابن عباس نے دیکھا کہ حضرت کا ارادہ سفر عراق کے لیے مصمم ہو چکا ہے اور کسی طرح آپ اس ارادہ سے منحرف نہیں ہوتے تو انہوں نے اپنی آنکھیں زمین کی طرف کیں اور رونے لگے اور حضرت کو الوداع کہا اور واپس چلے گئے۔

جب حضرت مکہ سے نکلے اور ابن عباس کی عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا اے ابن زبیر حسینؑ چلے گئے اب ملک حجاز تیرے لیے خالی اور کسی مانع کے بغیر رہ گیا اور تو اپنی مراد کو پہنچا اور اس کے لیے یہ اشعار پڑھے۔

يَا لَكِ مِنْ قُبَّرَةٍ بِمَعْمَرِ	خَلَا لَكِ الْجَوُّ فَبِيضِي وَاصْفِرِي
وَنَقِّرِي مَا شِئْتِ أَنْ تُنَقِّرِي	هٰذَا الْحُسَيْنُ خَارِجٌ فَاسْتَبْشِرِي

پس کیا کہنے تیرے اے آباد و سر سبز زمین کی چنڈول فضا تیرے لیے خالی ہو گئی ہے۔ انڈے دے اور سیٹیاں بجا اور دانے چگ لے جنہیں چگنا چاہتی ہے۔ یہ تو حسینؑ تو چلے گئے تجھے بشارت ہو۔

خلاصہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے تو عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے بھائی یحییٰ کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا جو آپ کو جانے سے روکے۔ جب آپ تک پہنچے تو عرض کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ واپس مکہ چلیں حضرت نے قبول نہ کیا اور وہ جانے سے روکتے تھے اور اس سے پہلے کہ معاملہ جنگ و جدال تک پہنچے وہ دست بردار ہو گئے اور واپس چلے گئے اور حضرت آگے چلے گئے۔ جب آپ منزل تنعیم پر پہنچے تو چند اونٹ دیکھے جن پر سامان لدا ہوا تھا جو عامل یمن نے بطور ہدیہ یزید کی طرف بھیجا تھا آپ نے وہ سامان ان سے لے لیا کیونکہ تمام امور مسلمین امام زمانہ سے متعلق ہے اور حضرت اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اس مال میں آپ نے تصرف کیا اور

(مترجم کہتا ہے ابوالفرج کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لیے کہ جو شخص ابتداء پیدائش امام حسینؑ کے حالات کو واقعہ کربلا تک نظر غائر سے دیکھے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ امام حسین علیہ السلام کا کربلا جانا صرف اہل کوفہ کے بلانے پر نہیں تھا بلکہ آپ ایک مشن کے ماتحت گئے اور اس مشن کی تبلیغ و ترویج کے سلسلہ میں جن چیزوں اور اسباب کی ضرورت تھی انھیں ساتھ لیا۔ آپ ــــ نہ کوفہ و عراق کا بادشاہ بننا چاہتے تھے اور نہ یزید کی حکومت سے جنگ کرنے کے خواہاں تھے اگر ایسا ہوتا تو کتنی عجیب سی بات ہے کہ جن باتوں کو محمد حنفیہ، عبداللہ بن عباس اور دوسرے لوگ سمجھ رہے تھے انہیں امام حسینؑ سردار جوانان جنت نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس قسم کی ہی بے سر و پا روایات کی بناء پر خلافت معاویہؓ و یزید جیسی رسوائے عالم کتابیں لکھی گئیں ورنہ بات صاف سی ہے کہ حسینؑ یہ چاہتے تھے کہ اپنی شہادت، اہل بیت کی قید اور دربدری اور مختلف شہروں میں انہیں لے جانے سے واضح کر دیں کہ مسلمانوں میں دو نظریے ہیں۔ جن میں سے ایک نظریہ کی بناء پر یزید تخت خلافت پر بیٹھا ہے اور ایک وہ نظریہ ہے کہ جس کے حامل خاندان رسالت کے افراد ہیں۔ اگر جناب سیدہ، جناب امام حسنؑ اور جناب امیرؑ کی طرح امام حسینؑ شہید ہو جاتے تو سواد اعظم کے چہرہ پر جو اسلام کی نقاب پڑی تھی وہ اسی طرح رہتی حسینؑ نے چاہا کہ سب کچھ قربان کر کے یہ نقاب نوچ لی جائے اور نفاق اپنے صاف خد و خال کے ساتھ بے نقاب ہو جائے۔ مترجم)

شتربانوں سے فرمایا جو ہمارے ساتھ عراق تک جائے اسے پورا کرایہ ادا کیا جائے گا اور ہم اس سے نیکی کریں گے اور جو ہمارے ساتھ نہیں آنا چاہتا ہم اسے مجبور نہیں کرتے یہاں تک کے راستہ کا کرایہ اسے دے دیں گے۔ پس بعض نے آپ کا قول قبول کر لیا اور آپ کے ساتھ چلے گئے اور بعض الگ ہو گئے۔ شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کے مکہ سے چلے جانے کے بعد عبداللہ بن جعفر آپ کے چچا زاد بھائی نے آپ کو اس مضمون کا خط لکھا:

امابعد واضح ہو کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس سفر سے واپس آجائیں کیونکہ اس سفر پر آپ کے جانے سے میں اس لیے ڈرتا ہوں کہ آپ شہید ہو جائیں اور آپ کے اہل بیت تباہ ہو جائیں گے۔ اگر آپ شہید ہو گئے تو اہل زمین کا نور خاموش ہو جائے گا۔ کیونکہ آج آپ ہی پشت پناہ مومنینؑ ہیں اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے پیشوا و مقتدا ہیں لہٰذا آپ اس سفر میں جلدی نہ کریں اور میں خط کے پیچھے خود بھی آرہا ہوں۔

عبداللہ نے وہ خط اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور خود جناب عبداللہ عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اس سے خواہش کی تاکہ وہ سید الشہداء کے لیے امان نامہ لکھ دے اور آپ سے خواہش کرے کہ وہ اس سفر سے واپس آجائیں۔ عمرو نے حضرت کے لیے امان نامہ لکھا اور صلہ و نیکی کا وعدہ کیا تاکہ آپ واپس آجائیں اور اس نے یہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کیا اور جناب عبداللہ بن جعفر بھی یحییٰ کے ہمراہ تشریف لے گئے اس کے آنے سے قبل آپ اپنے بیٹوں کو بھی بھیج چکے تھے۔ جب یہ لوگ حضرت کے پاس پہنچے اور وہ خط آنجناب کو دیا اور واپس لوٹنے پر اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے کہ جس کی اطاعت و امتثال کے لیے میں جا رہا ہوں وہ پوچھنے لگے کہ وہ خواب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، ذاب تک میں نے کسی سے وہ بیان کیا ہے اور نہ اس کے بعد کسی سے بیان کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں جا پہنچوں۔ پس جب عبداللہ مایوس ہو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد سے فرمایا کہ تم آپ (حسینؑ) کے ساتھ رہو اور سفر و جہاد میں حضرت کے ہم رکاب رہنا اور خود یحییٰ بن سعید کے ساتھ بڑی حسرت و یاس سے واپس چلے گئے اور حضرت عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ بڑی تیزی سے سفر طے کر رہے تھے یہاں تک کہ ذات عرق میں قیام کیا۔ ابن سید کی روایت کے مطابق وہاں بشیر بن غالب سے ملاقات کی جو عراق کی طرف سے آرہا تھا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو نے اہل عراق کو کیسا پایا ہے۔ وہ کہنے لگا ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ بے شک خداوند عالم بجا لائے گا جو چاہے گا اور وہ ہر چیز میں جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کے (کوفہ) آنے کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے حصین بن نمیر کو بہت زیادہ لشکر کے ساتھ آپ کا راستہ روکنے کے لیے قادسیہ بھیجا اور قادسیہ سے لے کر خفان اور قطقطانیہ

تک کے فاصلوں کو اپنے لشکر ضلالت اثر سے پُر کر دیا اور لوگوں کو بتا دیا کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں تاکہ وہ باخبر رہیں پس حضرت ذات عرق سے چل کر مقام حاجر میں پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی اور ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی کو اپنا قاصد بنا کر کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ابھی تک جناب مسلم کی شہادت کی خبر آپ تک نہیں پہنچی تھی اور آپ نے اہل کوفہ کو اس مضمون کا خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــ یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کا اپنے بھائیوں کی طرف مومنین اور مسلمین میں سے آپ نے حمد و سلام کے بعد تحریر فرمایا کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھے مل گیا ہے جس میں تحریر تھا کہ تم لوگ ہماری نصرت کرنے اور ہمارے دشمنوں سے ہمارا حق لینے میں متفق ہو گئے ہو میں خداوند عالم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم پر اپنے احسان کو مکمل کرے اور تمہیں حسن نیت اور خوبی کردار پر ابرار و نیک لوگوں والی بہترین جزا عطا فرمائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہاری طرف مکہ معظمہ منگل کے دن آٹھ ذی الحج کو آ رہا ہوں جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچ جائے تو کمر اتباع باندھ لو اور ہماری نصرت و مدد کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ میں انہیں دنوں تم لوگوں تک پہنچ رہا ہوں والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ـــــ اس خط کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ جناب مسلم اپنی شہادت سے ستائیس دن پہلے

(مترجم کہتا ہے کہ آپ کے خط کا ترجمہ تحریر کرنے سے پہلے چند باتیں عرض کرتا ہوں ۔ یہ یاد رہے کہ تاریخ ائمہ بلکہ تاریخ اسلام بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کی نگرانی میں لکھی گئی اور جو سلوک ان حکومتوں کا اہل بیت عصمت سے تھا وہ معلوم اور اکثر لوگ وہی مذہب، وہی نظریہ رکھتے ہیں جو ان کے وقت کے بادشاہ کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مورخین حضرات جہاں موقعہ دیکھتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی مٹانکا لگا دیتے ہیں ۔ مثلاً کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یمن کی طرف سے کوئی سامان آ رہا تھا تو امام حسینؑ نے اسے چھین لیا ۔ یہ بات مجھے صحیح نہیں معلوم ہوتی اگرچہ روئے زمین کے مالک ہیں اور تمام جن وانس کے نفوس و اموال پر زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں لیکن ان کی اور ان کے خاندان کی سیرت مستمرہ کے یہ روایت خلاف ہے کیونکہ پوری تاریخ ائمہ میں اس قسم کا دوسرا واقعہ نہیں ۔ (۲) پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عمرو بن سعید مکہ میں اس مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ امام حسینؑ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائے یا قتل کر دے ۔ پھر یہ کہ اس نے اپنے بھائی یحییٰ کو لشکر دے کر امام مظلوم کو جبراً روکنے کی کوشش کی ۔ اب جناب عبداللہ کے کہنے پر وہ امان نامہ لکھنے پر کس طرح تیار ہو گیا مجھے یہ روایت بھی مشکوک نظر آتی ہے ۔ واللہ العالم (۳) جس روایت کو ہم یہاں لکھ رہے ہیں اس میں عبداللہ بن یقطر کو امام حسینؑ کا رضاعی بھائی ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ اسی کتاب میں یہ آ چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا اور یہ بھی کوئی روایت نہیں کہ اپنی اولاد کے علاوہ جناب سیدہؑ نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ عبداللہ امام حسینؑ کے کیسے رضاعی بھائی ہو گئے ۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کے دوسرے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ عبداللہ نے دودھ پیا ہو ۔ واللہ اعلم ۔ مترجم)

حضرت کو خط لکھ چکے تھے جس میں اہلِ کوفہ کی اطاعت و انقیاد کا ذکر تھا اور اہلِ کوفہ میں سے کچھ لوگ بھی آپ کو تحریر کر چکے تھے کہ ایک لاکھ تلواریں آپ کی نصرت کے لیے تیار ہیں۔ اپنے آپ کو اپنے شیعوں تک پہنچائیں۔ جب حضرت کا قاصد روانہ ہوا اور قادسیہ میں پہنچا تو حصین بن تمیم نے اسے گرفتار کر لیا اور سید کی روایت کے مطابق چاہا کہ اس کی تلاشی لے قیس نے خط کو نکالا اور اس کے پرزے پرزے کر دیئے۔ حصین نے اسے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ عبید اللہ کے پاس پہنچا تو اس لعین نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا میں ایک شیعۂ علیؑ و اولادِ علیؑ ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تو نے خط کے پرزے کیوں کیے ہیں۔ وہ کہنے لگا اس لیے تاکہ تجھے اس کے مضمون کی خبر نہ لگے۔ عبید اللہ نے کہا وہ خط کس کا تھا اور کس کی طرف تھا۔ وہ کہنے لگا وہ خط امام حسینؑ کی طرف سے اہلِ کوفہ کے ایک گروہ کی طرف تھا کہ میں جن کے نام نہیں جانتا۔ ابن زیاد سیخ پا ہو گیا اور کہنے لگا میں تجھ سے دست بردار نہیں ہونگا جب تک تو ان کے نام نہ بتلائے یا یہ کہ منبر پر جا کر حسینؑ ان کے باپ اور ان کے بھائی کو برا بھلا نہ کہے ورنہ میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ وہ کہنے لگا میں ان کے نام تو کبھی بھی نہیں بتاؤں گا البتہ دوسری بات کروں گا پس وہ منبر کے اوپر گیا اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور صلوات رسالت مآبؐ پر اور بہت درود امیر المومنینؑ، امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام پر بھیجا اور ابن زیاد اس کے باپ اور بنی امیہ کے سرکشوں پر لعنت کی پھر اس نے کہا کہ اے اہلِ کوفہ میں امام حسینؑ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور انہیں فلاں جگہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ جو شخص ان کی مدد کرنا چاہتا ہے وہ ان کے پاس جائے۔ ابن زیاد نے جب یہ دیکھا تو حکم دیا کہ اسے قصر کے اوپر سے پھینکا جائے اور وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوا اور دوسری روایت ہے کہ جب وہ قصر الامارہ سے نیچے آیا اور اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس میں کچھ رمق باقی تھی کہ اسے عبد الملک بن عمیر لخمی نے شہید کر دیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ قیس بن مسہر صیداوی اسدی شخص شریف، بہادر اور اہلبیتؑ کی محبت میں قدم راسخ رکھتا تھا اور اس کے بعد آئے گا کہ جب اس کی شہادت کی خبر امام حسینؑ کو ملی تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ان میں سے بعض تو اپنا وعدہ پورا کر چکے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور کمیت بن زید اسدی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسے شیخ بنی الصیداؔ سے تعبیر کیا ہے اپنے اس شعر میں وَشَیْخُ بَنِی الصَّیْدَا اَرِقْدُ فَاطَّبَنَّهُمْ اور بنی صیداء کا سردار ان میں مر گیا۔ اور شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے مقام حاجر سے عراق کی طرف کوچ کیا اور عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے کہ جس کے قریب عبد اللہ بن مطیع عدوی نے گھر بنایا ہوا تھا۔ جب عبد اللہ کی نگاہ حضرت پر پڑی تو وہ آپ کے استقبال کے لیے آیا اور اس نے حضرت کو سواری سے اتارا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ اس علاقہ میں کیوں تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا جب معاویہ مر گیا جیسا کہ تجھے بھی خبر ملی ہے تو اہلِ عراق نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے۔ ابن مطیع نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو معرضِ تلف میں نہ ڈالیے اور اسلام قریش اور عرب کی حرمت و عزت کو برطرف نہ کیجیے کیونکہ سب کی حرمت و احترام آپ سے وابستہ ہے خدا کی قسم اگر آپ بنی امیہ سے حکومت چھیننے کا ارادہ کریں گے تو

وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور آپ کے شہید ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کے قتل کرنے کی پرواہ نہیں کریں گے اور کسی سے نہیں ڈریں گے پس ہرگز کوفہ نہ جائیے اور بنی اُمیہ سے تعرض نہ کیجئے۔ حضرت نے اس کی باتوں کی طرف التفات نہ کیا اور جس چیز کے لیے خدا کی طرف سے مامور تھے اس سے سستی اور غفلت نہ برتی اور یہ آیت تلاوت فرمائی لَن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ہمیں ہرگز کوئی چیز نہیں پہنچے گی مگر جو خدا نے لکھ دی ہے اور اس کو چھوڑ کر آگے بڑھے اور ابن زیاد نے واقصہ سے لے کر جو کوفہ کا راستہ تھا، شام اور بصرہ تک کے راستہ کو بند کر رکھا تھا کوئی اطلاع باہر نہیں جا سکتی تھی اور کوئی شخص نہ اندر آسکتا تھا اور نہ باہر جا سکتا تھا۔ امام حسینؑ اسی وجہ سے بظاہر کوفہ کے حالات سے واقف نہیں تھے اور مسلسل سفر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ راستہ میں ایک گروہ سے ملے اور ان سے حالات معلوم کیے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں کوئی خبر نہیں سوائے اس کے کہ راستے بند ہیں اور ہم آجا نہیں سکتے اور قبیلہ فزارہ اور بجیلہ کا ایک گروہ روایت کرتا ہے کہ ہم مکہ معظمہ سے واپسی میں زہیر بن قین کے ساتھی تھے اور قیام کے موقعہ پر ہم امام حسینؑ کے قیام گاہوں پر پہنچتے لیکن ان سے دور رہتے کیونکہ ہم آپ کے ساتھ چلنا ناپسند اور مبغوض سمجھتے تھے لہٰذا جب امام حسینؑ روانہ ہوتے تو زہیر قیام کرتے اور جب حضرت قیام کرتے تو زہیر چل پڑتے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ حضرت نے ایک طرف قیام کیا اور مجبوراً ہم نے دوسری طرف پڑاؤ ڈالا اور ہم بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک امام حسینؑ کی طرف سے قاصد آیا۔ سلام کیا اور زہیر سے کہا کہ ابا عبداللہ الحسینؑ تجھے بلا رہے ہیں ہم نے انتہائی دہشت کے عالم میں وہ لقمے جو ہمارے ہاتھوں میں تھے پھینک دیئے اور ہم متحیر تھے اس طرح کہ گویا ہم اپنی جگہ پر خشک ہو گئے تھے اور حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ زہیر کی بیوی نے جس کا نام دلہم تھا زہیر سے کہا سبحان اللہ فرزند رسول خداؐ تم کو بلا رہے ہیں اور تم جانے میں تامل کر رہے ہو اٹھ کر جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ زہیر حضرت کی خدمت میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں خوش و خرم چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئے اور اُن کے حکم سے اُن کا خیمہ اکھاڑ کر امام حسینؑ کے خیموں کے ساتھ نصب کیا گیا اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری زوجیت کی قید سے آزاد ہے اپنے خاندان میں چلی جا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تجھے کوئی تکلیف ہو اور سید کی روایت کے مطابق بیوی سے کہا کہ میں نے عزم کیا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ رہوں اور اپنی جان ان پر قربان کروں اور اسے اپنے ایک چچازاد بھائی کے سپرد کیا کہ وہ اسے اس کے خاندان میں پہنچا دے۔ زہیر کی بیوی روتی ہوئی آنکھوں اور جلتے ہوئے دل کے ساتھ اسے الوداع کہا اور کہا کہ خدا آپ کو توفیق خیر دے میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ مجھے قیامت کے دن حسینؑ کے نانا کے پاس یاد کرنا پھر زہیر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا کہ جو چاہتا ہے میرے ساتھ چلے اور جو ساتھ دینا نہیں چاہتا تو اس سے میری آخری ملاقات ہے۔ ان کو الوداع کہہ کے حضرت کے ساتھ جا ملے۔ اور بعض ارباب مقاتل کا کہنا ہے کہ زہیر کے چچازاد بھائی سلمان بن مضارب بن قیس نے بھی اس سے موافقت کی اور کربلا میں روز عاشورہ زہیر کے بعد شہید ہوا۔ شیخ مفید نے عبداللہ بن سلمان اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے وہ

کہتے ہیں کہ جب ہم اعمال حج سے فارغ ہوئے تو تیزی سے ہم نے مراجعت کی اور اس سرعت و شتابی سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ راستہ میں ہی امام حسینؑ سے جا ملیں تاکہ دیکھیں کہ آنجناب کے معاملہ کا انجام کیا ہوتا ہے پس تیزی سے قدم بڑھاتے اور راستہ طے کرتے رہے یہاں تک کہ مقام زرود پر جو ثعلبیہ کے نزدیک ایک جگہ ہے حضرت سے جا ملے جب ہم نے چاہا کہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جب اس نے حضرت کے لشکر کو دیکھا تو اپنا راستہ بدل لیا اور شاہراہ سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت تھوڑی دیر رُکے تاکہ اس سے ملاقات کریں جب آپ اس سے ناامید ہوئے تو وہاں سے آگے بڑھے ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بہتر یہ ہے کہ اس شخص کے پاس جائیں اور اس سے حالات معلوم کریں کیونکہ وہ کوفہ کے حالات سے باخبر ہے پس ہم اس تک پہنچے اور اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو اس نے کہا بنی اسد میں سے ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں پس ہم نے اس سے اس کا نام پوچھا اور اس سے اپنا تعارف کرایا پھر ہم نے کوفہ کے تازہ حالات اس سے دریافت کیے وہ کہنے لگا کوفہ کی تازہ خبر یہ ہے کہ میں کوفہ سے نہیں نکلا ہوں۔ جب تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو گئے ہیں اور ان کے پیر پکڑ کر انہیں بازاروں میں گھسیٹ رہے ہیں پھر ہم اس شخص کو چھوڑ کر امام حسینؑ سے جا ملے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ رات کے وقت مقام ثعلبیہ میں پہنچے۔ حضرت نے وہاں قیام کیا جب اس زبدہ اہل بیت عصمت و جلال نے وہاں نزول و اجلال فرمایا تو ہم اس بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم نے کہا ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپ فرمائیں تو آشکار کریں ورنہ علیحدگی میں عرض کریں۔ حضرت نے ایک نگاہ ہم پر ڈالی اور پھر اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا میں اپنے ان اصحاب سے کوئی چیز نہیں چھپاتا تم آشکارا بیان کرو تو ہم نے وہ خبر وحشت اثر جو مرد اسدی سے مسلم و ہانی کی شہادت کے سلسلہ میں سُنی تھی حضرت کی خدمت میں عرض کی آنجناب وہ خبر سن کر اندوہناک ہوئے اور بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا خدایا مسلم و ہانی پر رحمت نازل فرما۔ پھر ہم نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر اہل کوفہ آپ کے مخالف نہ ہو جائیں تو موافقت بھی نہیں کریں گے لہٰذا ہم التماس کرتے ہیں کہ آپ اس سفر کو چھوڑ کر واپس چلیں آپ نے اولادِ عقیل کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا تم مصلحت سمجھتے ہو واپس جانے میں؟ مسلم تو شہید ہو گئے ہیں وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے خون کا بدلہ نہ لیں یا وہ شربت شہادت جو اس غریق سعادت نے پیا ہے ہم نہ چکھ لیں۔ پھر حضرت نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ ان کے بعد زندگانی دنیا میں کوئی خیر و برکت اور مزہ نہیں۔ جب ہم نے جان لیا کہ آپ جانے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم نے عرض کیا خداوند عالم خیر و خوبی آپ کو نصیب کرے۔ حضرت نے ہمارے حق میں دعا فرمائی پھر آپ کے اصحاب کہنے لگے کہ آپ کا معاملہ مسلم بن عقیل سے بہتر ہے اگر آپ کوفہ میں گئے تو لوگ آپ کی طرف زیادہ تیزی سے آئیں گے۔ حضرت خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا کیونکہ انجام کار آپ کو معلوم تھا۔ اور سید کی روایت کے مطابق جب حضرت نے مسلم کی شہادت

کی خبر سُنی تو گریہ کیا اور فرمایا خدا مسلم پر رحمت کرے البتہ وہ جنت و رضوان کی طرف گیا ہے اور جو کچھ اس پر لازم تھا اس نے اس پر عمل کیا اور جو ہمارے اوپر لازم ہے وہ ابھی باقی ہے پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جو بیوفائی دنیا زہد دنیا اور امر آخرت کی ترغیب اور فضیلت شہادت کے متعلق تھے کہ جن میں اشارہ تھا کہ آپ شہادت کے لیے تیار اور شربت ناگوار موت اپنے خدا کی رضا کے لیے گوارا سمجھتے ہیں اور بعض تواریخ سے منقول ہے کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کی ایک گیارہ سالہ لڑکی امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے ساتھ رات دن رہتی تھی جب امام حسینؑ نے شہادت مسلم کی خبر سُنی تو خیام ذوی الاحترام میں تشریف لے گئے اور اس بچی کو اپنے پاس بلایا اور زیادہ شفقت و نوازش اور عادت سے بیشتر اس سے مراعات برتیں مسلم کی بیٹی کے ذہن میں اس صورت حال سے ایک تصور پیدا ہوا عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ مجھ سے بن باپ والوں کا لطف و کرم اور یتیموں جیسی شفقت فرماتے ہیں کیا میرے باپ مسلم شہید ہو گئے ہیں۔ آپ بے قابو ہو گئے اور رونے لگے اور فرمایا تم غم نہ کھاؤ اگر مسلم نہیں رہے تو میں تمہارا باپ ہوں اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں ہیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔ مسلم کی بیٹی فریاد کرنے اور زار و قطار رونے لگی اور مسلم کے بیٹوں نے عمامے سر سے پھینک دیئے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے اور باقی اہل بیت علیہم السلام نے اس مصیبت میں اُن کا ساتھ دیا اور امام حسینؑ مسلم کی شہادت سے بہت شکستہ دل ہو گئے۔ شیخ کلینی قدس سرہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت منزل ثعلبیہ میں پہنچے تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا آپ نے فرمایا کس شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا اہل کوفہ میں سے ہوں۔ فرمایا کہ اگر تو مدینہ میں میرے پاس آتا تو میں تجھے اپنے گھر میں جبریلؑ کے پاؤں کے نشان دکھاتا کہ وہ کس راستے سے آتا اور کس طرح میرے نانا تک وحی پہنچاتا تھا تو کیا چشمہ آب حیات علم و عرفان تو ہمارے گھر میں اور ہمارے پاس ہو اور باقی سب لوگ علوم الٰہی کو جانتے ہوں اور ہم نہ جان سکیں یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی اور سید ابن طاؤس نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عین دوپہر کے وقت منزل ثعلبیہ میں پہنچے اور اس وقت قیلولہ فرمایا۔ آپ نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی ہاتف ندا دے رہا تھا کہ تم تیزی سے جا رہے ہو اور موت تمہیں تیزی سے جنت کی طرف لے جا رہی ہے۔ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام (علی اکبر) نے عرض کیا، اے بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اس خدا کی قسم کہ بندگانِ خدا کی بازگشت جس کی طرف ہے ہم یقیناً حق پر ہیں تو علی اکبر نے عرض کیا اے بابا جبکہ ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا اے میری جان خدا تجھے جزائے خیر دے۔ پس حضرت نے وہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ میں سے ایک شخص کہ جسے ابوہرہ ازدی کہتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا اور کہنے لگا، اے فرزند رسولؐ کس وجہ سے آپ حرم خدا اور اپنے جد بزرگوار کے حرم کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے ابوہرہ بنی اُمیہ نے میرا مال چھین لیا میں نے صبر کیا۔ میری ہتک حرمت کی میں نے صبر کیا جب انہوں

نے چاہا کہ میرا خون بہائیں تو میں ان سے نکل آیا۔ خدا کی قسم یہ باغی وطاغی (سرکش) گروہ مجھے شہید کر کے رہے گا اور خداوند قہار ذلت وخواری وننگ وعار کا لباس انہیں پہنائے گا اور ان پر انتقام کی تلوار کھینچے گا اور ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں قوم سبا سے زیادہ ذلیل وخوار کرے گا کہ جن پر ایک عورت کی حکمرانی تھی وہ شخص ان کے اموال چھیننے اور ان کا خون بہانے کا فرمان جاری کرے گا۔ اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے یاروانصار نوجوانوں کو حکم دیا تو انہوں نے بہت سا پانی اپنے ساتھ لے لیا اور سامان وغیرہ بار کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ منزل زبالہ تک پہنچے تو عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر آنجناب کو ملی۔ جب اس وحشت ناک خبر کو سنا تو اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ایک خط نکالا اور ان کے سامنے پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ "واضح ہو کہ ہمیں مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کی خبر شہادت ملی اور بتحقیق ہمارے دوست ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اس کے لیے کوئی حرج نہیں"۔

پس وہ لوگ جو طمع مال وغنیمت اور راحت وعزت دنیا کے لیے آنجناب کے ہمرکاب ہو گئے تھے وہ یہ خبر سن کر منتشر ہو گئے اور آپ کے اہل بیت اعزاء واقربا اور وہ گروہ جو از روئے ایمان ویقین اس سردار اہل ایقان کی ملازمت اختیار کر چکے تھے وہ باقی رہ گئے جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ پانی لے لیں۔ انہوں نے بہت زیادہ پانی لے لیا اور چل پڑے یہاں تک کہ بطن عقبہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور وہاں بنی عکرمہ کے ایک بوڑھے شخص سے ملاقات کی اس بوڑھے شخص نے حضرت سے پوچھا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس شخص نے عرض کیا اے فرزند رسول میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں۔ خدا کی قسم آپ نیزوں کی نوک اور تیز تلواروں کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ اے مرد ضعیف جو خبر تم بتا رہے ہو وہ مجھ سے مخفی نہیں لیکن خدا کی قسم یہ لوگ مجھ سے دستبردار نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرا خون دل میرے اندر سے نکال لیں گے اور جب مجھے شہید کر لیں گے تو خداوند عالم ان پر اس شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں تمام امتوں سے زیادہ ذلیل کرے گا۔ پھر آپ وہاں سے کوچ کر کے روانہ ہوئے۔

ساتویں فصل

حضرت کی حربن یزید ریاحی علیہ الرحمۃ سے ملاقات

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے بطن عقبہ سے کوچ کیا اور منزل شراف میں نزول اجلال فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو اپنے جوانوں کو حکم دیا تو انہوں نے بہت سا پانی لے لیا اور آدھے دن تک چلتے رہے۔ اس اثناء میں حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے بھی تکبیر کہی اور پوچھا کہ تیرے تکبیر کہنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ دور سے خرمے کے درخت نظر آرہے ہیں۔ کچھ اصحاب کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے تو اس جگہ کبھی خرمے کے درخت نہیں دیکھے۔ حضرت نے فرمایا اچھی طرح دیکھو کہ تمہیں کیا نظر آتا ہے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں تو گھوڑوں کی گردنیں نظر آتی ہیں۔ آنجناب نے فرمایا بخدا میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں جب معلوم کر لیا کہ لشکر کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو اپنی بائیں جانب اس پہاڑ کی طرف مڑے جو وہاں تھا اور اسے ذوحُسم کہتے تھے اس بنا پر کہ اگر جنگ کی ضرورت پیش آئے تو وہ پہاڑ پناہ گزیں ہو اور اس کی طرف پشت کر کے جنگ کی جائے پس وہاں جا کر خیمے نصب کر دیئے اور اتر گئے۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ حربن یزید تمیمی ایک ہزار سواروں کے ساتھ وہاں پہنچا اور سخت گرمی میں وہ اس خیر البشر کے بیٹے کے لشکر کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے۔ آنجناب بھی اپنے یاروانصار کے ساتھ تلواریں حمائل کیں اور انکے سامنے صف باندھ لی۔ لیکن جب اس منبع کرم وسخاوت نے اس لشکر ضلالت میں پیاس کے آثار دیکھے تو اپنے اصحاب اور جوانوں کو حکم دیا کہ اس فوج کو اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلا دو۔

پس انہوں نے انہیں پانی پلایا اور طشت پُر کر کے ان کے چوپاؤں کے پاس لے جاتے اور توقف کرتے یہاں تک کہ تین چار اور پانچ دفعہ وہ چوپائے اپنی عادت کے مطابق سر اٹھاتے اور نیچے کرتے جب وہ بالکل سیراب ہو جاتے تو دوسرے کو سیراب کرتے یہاں تک کہ تمام لشکر اور ان کے رہواروں کو سیراب کیا۔

"در آن وادی کہ بود سے آب نایاب سوار و اسپ او گردید سیراب"

علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں حر کے لشکر کا آخری فرد تھا جو وہاں پہنچا اور پیاس نے مجھ پر اور میرے گھوڑے پر بہت غلبہ کیا ہوا تھا جب حضرت سید الشہداء نے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ انخ الراویہ۔ میں آپ کی مراد کو نہ سمجھ سکا تو آپ نے فرمایا اے بھتیجے انخ الجمل اس اونٹ کو بٹھاؤ کہ جس پر پانی لدا ہوا ہے۔ پس میں نے اونٹ کو بٹھایا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پانی پی لو جب میں نے چاہا کہ پانی پیوں تو مشک کے دہانے سے پانی بہہ جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا مشک کے دہانے کو الٹ دو۔ میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں خود جناب بنفس نفیس کھڑے ہوئے اور مشک کے دہانے کو الٹایا اور مجھے سیراب کیا پس اس دوران میں حر آپ کی موافقت اور عدم مخالفت میں رہا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے چادر باندھی، جوتے پہنے اور ردا کندھے پر ڈالے ہوئے باہر تشریف

لائے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا اے لوگو میں خود بخود تمہاری طرف نہیں آیا بلکہ تمہارے متواتر و متوالی و پے در پے قاصد اور خطوط آئے کہ ضرور ہمارے پاس آیئے ہمارا کوئی امام اور پیشوا نہیں ہے تاکہ شاید خداوند عالم ہمیں آپ کی وجہ سے حق و ہدایت پر جمع کر دے لہٰذا میں اپنا ساز و سامان باندھ کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اب اگر تم اپنے عہد و پیمان پر باقی ہو تو اپنے پیمان کو تازہ کرو اور میرے دل کو مطمئن کرو اور اگر تم اپنی بات سے پھر گئے ہو اور اپنے عہد و پیمان کو توڑ چکے ہو اور میرے آنے کو پسند نہیں کرتے تو میں اپنی جگہ کی طرف پلٹ جاتا ہوں۔ پس وہ بے وفا خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت نے مؤذن سے فرمایا کہ اقامت کہو اور حر سے فرمایا تم اپنے لشکر کو نماز پڑھاؤ۔ حر نے کہا میں آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ پس حضرت آگے ہوئے اور دونوں لشکروں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد ہر لشکر اپنی جگہ کو پلٹ گیا اور ہوا اتنی گرم تھی کہ ہر سپاہی اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اس کے ہی سائے کے نیچے بیٹھا تھا۔ پھر جب عصر کا وقت آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ اور منادی نے نماز عصر کی ندا دی۔ پھر آگے کھڑے ہوئے اور اس طرح نماز عصر ادا کی اور نماز کے سلام کے بعد آپ نے اس لشکر کی طرف رُخِ انور کیا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! اگر خدا سے ڈرو اور اہل حق کو ان کا حق دو تو خدا تم سے زیادہ خوش ہوگا اور ہم اہل بیت نبوت و رسالت ہیں اور اس گروہ سے زیادہ مستحق ہیں کہ جو ناحق ریاست کا دعویٰ کرتے اور تمہارے درمیان ظلم و جور کا سلوک کرتے ہیں اور اگر تم لوگ ضلالت و جہالت میں راسخ ہو چکے ہو اور تمہاری رائے اس بات سے بدل چکی ہے جو تم نے مجھے لکھی تھی تو کوئی حرج نہیں میں واپس چلا جاتا ہوں۔ حر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ان خطوط اور قاصدوں کے متعلق بالکل بے خبر ہوں۔ حضرت نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ تھیلے لے آؤ کہ جن میں خطوط ہیں۔ پس وہ اہل کوفہ کے خطوط سے بھرے ہوئے تھیلے لے آیا اور وہ خطوط باہر بکھیر دیئے۔ حر نے عرض کیا میں ان اشخاص میں سے نہیں ہوں کہ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں۔ ہم تو مامور ہیں کہ جب آپ سے ملاقات ہو تو آپ سے الگ نہ ہوں یہاں تک کہ کوفہ میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں۔ آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا تیری موت اس بات سے بہت پہلے ہے اور آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ پھر آپ نے مستورات کو سوار کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا چلو ہم واپس جاتے ہیں۔ جب چاہا کہ واپس ہوں تو حر نے اپنے لشکر کے ساتھ آپ کا راستہ روک لیا اور واپس جانے میں مانع ہوا۔ حضرت نے حر سے خطاب کیا ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ مَا تُرِیْدُ تیری ماں تیری عزاداری میں بیٹھے ہم سے کیا چاہتا ہے۔ حر کہنے لگا اگر کوئی اور شخص آپ کے علاوہ میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی ماں کا نام لیتا اور اسے اسی قسم کا جواب دیتا لیکن آپ کی والدہ گرامی کے متعلق سوائے تعظیم و تکریم کے کوئی بات زبان پر نہیں لا سکتا۔ حضرت نے فرمایا، اب کیا چاہتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں۔ آپ نے فرمایا تیری یہ بات نہیں مانوں گا۔ حر کہنے لگا میں بھی آپ سے دستبردار نہیں ہوں گا اور اس قسم کی طویل باتیں ان میں ہوئیں یہاں

تک کہ حر نے کہا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں آپ سے جنگ کروں بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ لے جاؤں۔ اب اگر آپ کوفہ نہیں جاتے اور وہاں جانے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ آپ کو واپس مدینہ لے جائے یہاں تک کہ میں اس سلسلہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں تاکہ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ مجھے آپ جیسی بزرگ ہستی سے جنگ نہ کرنی پڑے۔ حضرت نے قادسیہ اور عذیب سے راستہ بدل لیا اور بائیں طرف میلان رکھتے ہوئے چل پڑے۔ حر بھی اپنے لشکر کے ساتھ ہمراہ چلا اور حضرت ایک طرف جا رہے تھے یہاں تک کہ عذیب ہجانات میں پہنچے۔ اچانک وہاں چار آدمی دیکھے جو کوفہ کی طرف سے اونٹوں پر سوار ہو کر آ رہے تھے اور انہوں نے نافع بن ہلال کے گھوڑے کو جس کا نام کامل تھا آگے کیا ہوا تھا اور ان کا دلیل (راہ شناس) طرماح بن عدی تھا اور یہ لوگ امام کی خدمت میں جا پہنچے۔ حر نے کہا کہ یہ لوگ اہل کوفہ میں سے ہیں میں انہیں گرفتار کر کے اپنے پاس رکھتا ہوں یا واپس کوفہ بھیج دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ میرے یار و انصار ہیں اور بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی میں اسی طرح حمایت و حفاظت کروں گا جس طرح اپنی جان کی کرتا ہوں اگر تم اس قرارداد پہ باقی ہو تو فبہا ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔

پس حر ان لوگوں سے متعرض ہونے سے رک گیا۔ حضرت نے ان سے اہل کوفہ کے حالات پوچھے تو مجمع بن عبداللہ جو ان تازہ آنے والوں میں سے ایک تھا کہنے لگا جو اشراف اور بڑے لوگ ہیں انہوں نے بڑی بڑی رشوتیں لے لی ہیں اور اپنی جیبیں پر کر لی ہیں پس ان کا تو آپ پر ظلم و عداوت کرنے پر اتفاق ہو گیا ہے اور باقی رہے عام لوگ تو ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ آپ نے فرمایا، میرے قاصد قیس بن مسہر کے متعلق تمہاری کیا معلومات ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر لعنت کرے۔ اس نے آپ پر اور آپ کے والد بزرگوار پر درود بھیجا۔ ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور لوگوں کو آپ کی نصرت و مدد کی دعوت دی اور انہیں آپ کے آنے کی خبر دی۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے اسے قصر الامارہ کی چھت پر سے پھینک دیا گیا۔ امام علیہ السلام نے جب یہ خبر سنی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے اختیار بہنے لگے اور فرمایا:

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلَهُمُ الْجَنَّةَ نُزُلًا وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي مُسْتَقَرِّ رَحْمَتِكَ وَغَائِبِ مَذْخُورِ ثَوَابِكَ

پس بعض وہ ہیں جو اپنا وعدہ پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ خدایا ہماری اور ان کی رہنے کی جگہ جنت قرار دے اور ہمیں اور انہیں رحمت کی جائے استقرار اور ذخیرہ شدہ اپنے پوشیدہ ثواب کی جگہ میں جمع کر دے۔

پھر طرماح حضرت کے قریب آیا اور عرض کیا میں آپ کے ہمرکاب لوگوں میں کثرت نہیں دیکھتا اگر یہی حر کے سوار آپ پر حملہ

کریں تو یہ بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔ میں کوفہ سے نکلنے سے ایک دن پہلے شہر کی پشت سے گزرا تو وہاں میں نے اتنا لشکر دیکھا کہ میری ان دو آنکھوں نے اتنی کثرت کبھی ایک زمین میں جمع شدہ نہیں دیکھی تو میں نے اجتماع کا سبب پوچھا تو مجھے بتایا گیا یہ لشکر تیار کر رہے ہیں تاکہ اسے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جائے۔ لہٰذا اے فرزندِ رسولؐ میں آپ کو قسم دیتا ہوں اگر ہو سکے تو آپ کوفہ کے ایک بالشت برابر نزدیک نہ ہوں اور اگر آپ کو کسی پناہ گاہ کی ضرورت ہو کہ جہاں خدا آپ کو لشکر کے ہجوم سے محفوظ رکھے تو قدم رنجہ فرمائیں میں آپ کو اجا پہاڑ میں جا کر اتارتا ہوں کہ جہاں قبیلہ طی کے کچھ خاندان آباد ہیں اور اجا اور پہاڑ سلمیٰ سے بیس ہزار تیغ زن افراد قبیلہ طی کے آپ کے پاس حاضر کروں گا جو آپ کے روبرو تلوار چلائیں خدا کی قسم جس وقت بھی سلاطین غسان یا حمیر اور نعمان بن منذر بلکہ عرب و عجم کے لشکر ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہم قبیلہ طی کے اسی اجا پہاڑ سے پناہ لیتے ہیں اور کسی سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ حضرت نے فرمایا تمہیں اور تمہاری قوم کو خدا جزائے خیر دے اے طرماح ہمارے اور اس قوم کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم میں واپس جانے کی قدرت نہیں اور معلوم ہمارے آئندہ حالات کیسے ہوں گے اور طرماح بن عدی اس وقت اپنے اہل و عیال کے لیے خوراک وغیرہ کا سامان لیے جا رہا تھا۔ پس حضرت سے اجازت لی کہ یہ سامان میں پہنچا کر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ایسا ہی کیا لیکن جب عذیب ہجانات میں پہنچا تو سماعہ بن بدر سے ملاقات کی اس نے طرماح کو شہادتِ امامؑ کی خبر دی اور طرماح واپس چلا گیا۔ خلاصہ یہ کہ آپ عذیب ہجانات سے چلتے ہوئے قصر بنی مقاتل میں پہنچے اور وہاں نزول اجلال فرمایا۔ اچانک آپ کی نظر ایک خیمہ پر پڑی۔ پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے۔ بتایا گیا کہ یہ عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ آپ نے فرمایا اُسے میرے پاس بلاؤ۔ جب آپ کا قاصد اس کے پاس گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بلایا تو اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خدا کی قسم میں کوفہ سے باہر نہیں نکلا مگر اس وجہ سے کہ مبادا حسینؑ کوفہ میں داخل ہوں اور میں وہاں موجود ہوں۔ خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ نہ وہ مجھے دیکھیں اور نہ میں انہیں دیکھوں۔ آپ کا قاصد واپس آیا اور اس کی باتیں حضرت کے سامنے بیان کیں تو حضرت خود اٹھ کر عبیداللہ کے پاس گئے اور اس کو سلام کیا اور اس کے قریب بیٹھ گئے اور اس کو اپنی نصرت و مدد کی طرف بلایا۔ عبیداللہ نے وہی پہلی گفتگو کی اور آپ کی دعوت قبول کرنے سے معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا اگر ہماری مدد نہیں کرنا چاہتا تو خدا سے ڈر اور میرے ساتھ جنگ کرنے کے درپے نہ ہو۔ خدا کی قسم جس نے ہمارے استغاثہ اور مظلومیت کی آواز سنی اور ہماری مدد نہ کی تو خدا اسے ضرور ہلاک کرے گا۔ وہ شخص کہنے لگا انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی منزل کی طرف پلٹ آئے اور جب رات کا آخری پہر ہوا تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی لے لو اور وہاں سے کوچ کیا۔ پس قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔ عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ ہم نے ایک گھنٹہ سفر کیا حضرت کو گھوڑے کی پشت پر نیند آگئی جب بیدار ہوئے تو کہہ رہے تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور ان کلمات کا دو یا تین مرتبہ آپ نے اعادہ کیا۔ آپ کے

فرزند علی بن الحسین علیہ السلام (علی اکبر) نے حضرت کی طرف رُخ کیا اور ان کلمات کے کہنے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اے جانِ پدر مجھے نیند آ گئی تھی اور عالمِ خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص سواری پر سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ ہماری موت کی خبر دے رہا ہے۔ شہزادے علی بن الحسینؑ نے عرض کیا اے بابا خدا آپ کو روزِ بد نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں یقیناً ہم حق پر ہیں تو عرض کیا جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ جب صبح ہوئی تو اترے اور صبح کی نماز پڑھی اور بہت جلدی سوار ہوئے تو حضرت اپنے لشکر کو بائیں طرف موڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ حر کے لشکر سے الگ ہو جائیں اور وہ آ کر مانع ہوتے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت کے لشکر کو کوفہ لے جائیں اور وہ ادھر جانے سے انکار کرتے تھے اسی کشمکش میں تھے یہاں تک کہ حدودِ نینوا کی زمین کربلا میں پہنچ گئے۔ اس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا کہ جس نے کمان اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور تیزی سے آ رہا تھا۔ دونوں لشکر اس سوار کے انتظار میں رک گئے۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے حضرت کو سلام نہ کیا اور حر کے پاس جا کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا اور حر کو ایک خط دیا جو ابنِ زیاد ملعون نے اسے لکھا تھا جب حر نے خط کو کھولا تو اس میں لکھا تھا:

> اما بعد! جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ پر معاملہ تنگ کر دو اور انہیں ایسے بیابان میں اتارو کہ جہاں آبادی اور پانی نایاب ہو۔ اور میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے اور آ کر اس کی اطلاع مجھے دے۔

پس حر نے وہ خط حضرت اور آپ کے اصحاب کو سنایا اور اسی جگہ کہ جو زمین بے آب و غیر آباد تھی آپ کو وہیں اترنے کا حکم دیا۔ حضرت نے فرمایا، ہمیں اجازت دو کہ ان نزدیک کی بستیوں میں جو کہ نینوا غاضریہ یا کوئی اور بستیاں ہیں جہاں پانی اور آبادی ہے اتر جائیں۔ حر نے کہا، خدا کی قسم میں ابنِ زیاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس قاصد کی وجہ سے کہ جسے اس نے مقرر کیا اور اسے میرے اوپر نگاہ بان قرار دیا ہے۔ زہیر بن قین نے کہا اے فرزندِ رسولؐ آپ اجازت دیجیے کہ ہم ان سے جنگ کریں کیونکہ ان سے جنگ کرنا کہیں زیادہ آسان ہے ان بے شمار لشکروں کے مقابلہ میں جو بعد میں آئیں گے۔ آپ نے فرمایا، میں ناپسند کرتا ہوں کہ جنگ کی ابتدا کروں۔ پس وہیں اتر پڑے اور اہلِ بیتِ رسالتؐ کے لیے خیام برپا کیے۔ یہ واقعہ جمعرات دوسری محرم الحرام کا ہے۔

سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ ابنِ زیاد کا خط اور قاصد عذیب ہجانات میں حر کے پاس پہنچا تھا اور جب حر نے اس خط کی بنا پر امام حسینؑ کے لیے معاملہ سخت و تنگ کر دیا تو حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور آپ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ جو حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل تھا پڑھا۔ پھر فرمایا کہ ہمارا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو دنیا نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے اور زندگی کے آخری گھونٹ رہ گئے ہیں۔ لوگ حق سے

دست بردار اور باطل پر جمع ہو گئے ہیں جو شخص خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے دنیا سے منہ پھیر لینا چاہیے وہ لقائے پروردگار کا مشتاق ہو جائے کیونکہ راہ حق میں شہادت سعادت ابدی کا باعث ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا جبکہ مومنین پر ان کا غلبہ ہو مشقت و سختی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پس زہیر بن قین کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم نے آپ کے ارشادات سنے۔ اے فرزند رسولؐ ہم آپ کے مقام و منزلت کے لحاظ سے یوں ہیں کہ اگر دنیا ہمارے لیے باقی و دائمی ہو تب بھی آپ کے ساتھ شہید ہونے کو اس پر ترجیح دیں گے۔ پھر نافع بن ہلال کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم ہم خدا کی راہ میں قتل ہونے کو ناپسند نہیں سمجھتے اور اپنے راستہ پر ثابت قدم اور با بصیرت ہیں۔ ہم آپ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی کریں گے۔ پھر بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ یہ تو خدا کا احسان و منت ہے کہ ہم آپ کے سامنے جہاد کریں اور ہمارے اعضاء و جوارح آپ کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ پھر آپ کے نانا جان قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں۔

تیسرا مقصد—— امام حسین علیہ آلاف التحیۃ والثناء کا کربلا میں ورود اور ان واقعات کا بیان جو حضرت کی شہادت تک رونما ہوئے۔ اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

امام حسینؑ کا زمین کربلا میں ورود اور وہ واقعات جو نویں تک واقع ہوئے

واضح ہو کہ حضرتؑ کے کربلا میں وارد ہونے کے دن میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کربلا میں دوسری تاریخ محرم الحرام ۶۱ھ کو وارد ہوئے جب آپ اس زمین میں پہنچے تو پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ عرض کیا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں۔ جب حضرتؑ نے کربلا کا نام سنا تو کہا اللھم انی اعوذ بك من الكرب والبلاء اے اللہ میں تکلیف و مصیبت کے آنے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ کرب و بلا اور مشقت و عنا کی جگہ ہے اتر آؤ کیونکہ یہ ہمارے خیموں کا محل و مقام ہے اور یہ زمین ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے اور اسی جگہ ہماری قبریں بنیں گی۔ مجھے ان امور کی میرے نانا رسول خداؐ نے خبر دی تھی پس آپ وہیں اتر گئے اور حر اپنے ساتھیوں سمیت دوسری طرف اترا اور جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد ملعون چار ہزار سوار کے ساتھ کربلا میں آیا اور امام مظلومؑ کے لشکر کے سامنے اترا۔

ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو کربلا کی طرف روانہ کرنے سے پہلے رے کی حکومت کا پروانہ دیا تھا اور رے کا اسے حاکم بنا دیا تھا۔ جب ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسینؑ عراق کی طرف آرہے ہیں اس نے عمر بن سعد کی طرف قاصد بھیجا کہ پہلے حسینؑ سے جنگ کرنے جاؤ اور انہیں قتل کرنے کے بعد رے کا سفر اختیار کرو۔ عمر بن سعد ابن زیاد کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر مجھے اس سے معاف کر دیں۔ وہ کہنے لگا میں معاف کرتا ہوں اور رے کی حکومت بھی تجھ سے واپس لیتا ہوں۔ اب عمر بن سعد متردد ہوا امام حسینؑ سے جنگ کرنے یا ملک رے سے دستبردار ہونے میں، لہٰذا اس نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے تاکہ میں اپنے معاملہ میں سوچ بچار کر لوں۔ وہ ایک رات کی مہلت لے کر اپنے معاملہ میں غور و فکر کرتا رہا۔ بالآخر شقاوت و بدبختی اس پر غالب آئی اور اس نے سید الشہداء کے ساتھ جنگ کرنے کو ملک رے کی تمنا پر ترجیح دیا۔ دوسرے دن ابن زیاد کے پاس گیا اور امام علیہ السلام کے قتل کرنے کی ذمہ داری اٹھائی۔ پس ابن زیاد نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

سبط ابن جوزی نے بھی قریب قریب یہی کچھ لکھا ہے۔ اس کے بعد محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ کا معجزہ ظاہر ہوا کیونکہ حضرت عمر بن سعد کی جوانی کے زمانے میں جب اس سے ملتے تو فرماتے وائے ہو تجھ پر اے پسر سعد تیرا کیا حال ہو گا اس دن جب تو متردد ہو گا جنت و جہنم کے درمیان اور تو جہنم کو ترجیح دیگا۔

خلاصہ یہ کہ جب عمر بن سعد کربلا میں آیا تو عروہ بن قیس احمسی کو بلایا اور چاہا کہ اسے پیغام دے کر حضرتؑ کی خدمت میں بھیجے اور آنجناب سے پوچھے کہ آپ اس طرف کیوں تشریف لائے ہیں اور آپ کا کیا ارادہ ہے۔ چونکہ عروہ ان اشخاص میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا لہٰذا اسے شرم محسوس ہوئی کہ وہ آپ کی خدمت میں جائے اور اس قسم کی گفتگو کرے۔ وہ کہنے لگا مجھے معاف کرو اور یہ پیغام کسی اور کے ذریعہ بھیجو۔ پھر ابن سعد نے رؤسائے لشکر میں سے جس

کسی سے کہا وہ اسی وجہ سے انکار کرتا چونکہ ان میں سے اکثر نے حضرت کو خطوط لکھے تھے اور آپ کو عراق کی طرف بلایا تھا۔ پس کثیر بن عبداللہ جو ملعون، بہادر، بیباک، بے شرم اور دھوکے سے قتل کرنے والا تھا کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا میں یہ پیغام لے کر جاتا ہوں اور اگر چاہو تو اچانک انہیں قتل کردوں۔ عمر سعد کہنے لگا میں یہ نہیں چاہتا بلکہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں اس علاقہ میں آئے ہیں۔ پس وہ لعین حضرت کے لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ابو ثمامہ صائدی کی جب اس پلید پر نگاہ پڑی تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا یہ جو شخص آرہا ہے یہ اہل زمین میں سے بدترین اور زیادہ خونریزی کرنے والا ملعون ہے۔ یہ کہہ کر کثیر کے پاس جا پہنچے اور کہا اگر حسینؑ کے پاس جانا چاہتے ہو تو اپنی تلوار رکھ دو اور پھر حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں اپنی تلوار نہیں رکھوں گا میں تو پیغام رساں ہوں۔ اگر پیغام سننے کے لیے تیار ہو تو پیغام دوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا تو پھر میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا۔ یہانتک کہ تو پیغام سنا کر واپس جائے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ تم میری تلوار پر ہاتھ رکھو۔ فرمایا اچھا مجھے بتا دو جو پیغام تمہارے پاس ہے تاکہ وہ میں حضرت کی خدمت میں عرض کردوں لیکن میں یہ نہیں ہونے دوں گا کہ تیرے جیسا فاسق و فاجر دھوکہ سے قتل کرنے والا شخص اسی حالت میں آپ کی خدمت میں جائے۔ پس کچھ دیر تک ایک دوسرے کو گالیاں دیتے رہے اور وہ خبیث عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور صورت حال نقل کی۔ عمر نے قرہ بن قیس حنظلی کو پیغام دے کر بھیجا۔ جب قرہ قریب پہنچا تو حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس شخص کو جانتے ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا کہ ہاں یہ شخص قبیلہ حنظلہ سے ہے اور ہمارا عزیز ہے۔ ہمیں یہ گمان نہیں تھا کہ یہ عمر سعد کے لشکر میں داخل ہوگا۔ پس وہ شخص حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے سلام کیا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے اس طرف آنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں نے مجھے بہت سے خطوط لکھے ہیں اور اصرار کرکے بلایا ہے۔ اب اگر میرے آنے کو تم لوگ پسند نہیں کرتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ پس حبیب نے قرہ کی طرف دیکھا اور کہا وائے ہو تجھ پر اے قرہ! اس امام حق سے رخ پھیر کر ظالموں کی طرف جاتے ہو۔ آؤ اور اس امام کی مدد کرو کہ جس کے بزرگوں کی برکت سے تم نے ہدایت حاصل کی ہے وہ بے سعادت کہنے لگا کہ ابن سعد کا پیغام لے جاؤں اور اس کے بعد سوچوں گا اور دیکھوں گا کہ نصیحت کا تقاضا کیا ہے۔

پس وہ عمر بن سعد کے پاس گیا اور امام کا جواب نقل کیا۔ عمر کہنے لگا مجھے امید ہے کہ خدا مجھے ان سے جنگ جدال کرنے سے نجات دے گا۔ پھر ابن زیاد کی طرف خط لکھا اور اس میں حقیقت حال درج کرکے ابن زیاد کی طرف بھیجا۔ حسان بن فائد عبسی کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا جب یہ خط اس کے پاس پہنچا اور اس لعین نے خط کھول کر پڑھا تو کہنے لگا، اَلْآنَ اِذْ عَلِقَتْ مَخَالِبُنَا بِهٖ يَرْجُو النَّجَاةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ یعنی اب جبکہ ہمارے پنجے اس میں گڑ گئے ہیں نجات چاہتا ہے۔ حالانکہ اب نجات پانے کا کوئی راستہ نہیں۔ پس عمر کے خط کا جواب لکھا کہ تمہارا خط ملا اور ہم اس کے مضمون پر آگاہ ہوئے تم فوراً حسینؑ کے سامنے یہ چیز رکھو کہ پہلے وہ اور ان کے ساتھی یزید کی بیعت کرلیں پھر میں دیکھوں گا کہ میری رائے ان کے متعلق کس چیز پر برقرار ہوتی ہے ——— والسلام

جب عمر کے خط کا جواب اس کے پاس آیا تو جو کچھ ابن زیاد نے لکھا تھا وہ حضرت کی خدمت میں پیش نہ کیا چونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت یزید کی بیعت پر راضی نہیں ہوں گے۔ ابن زیاد نے اس خط کے بعد ایک اور خط عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ اے پسر سعد حسینؑ اور ان کے ساتھیوں اور فرات کے پانی کے درمیان حائل ہو جا اور ان پر سختی کر اور اس کی اجازت نہ دے کہ ایک قطرہ پانی کا وہ پی سکیں جس طرح کہ عثمان بن عفان تقی وزکی اور پانی کے درمیان حائل ہوئے تھے۔ جس دن کہ اس کا محاصرہ کیا تھا۔

جب یہ خط ابن سعد کے پاس پہنچا تو اس نے اسی وقت عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کیا اور حضرت پر پانی بند کر دیا اور یہ بندش آب کا واقعہ آپ کی شہادت سے تین دن پہلے کا ہے اور جس دن عمر سعد کربلا میں آیا پے در پے ابن زیاد اس کے لیے فوجیں بھیجتا رہا یہانتک کہ سید کی روائیت کے مطابق چھ محرم تک بیس ہزار سوار اس ملعون کے پاس جمع ہو گئے اور بعض روایات کے مطابق پے در پے لشکر آتے رہے یہانتک کہ تدریجاً تیس ہزار سوار عمر کے پاس جمع ہو گئے اور ابن زیاد نے پسر سعد کو لکھا کہ میں نے لشکر کے سلسلہ میں تیرے لیے کوئی عذر نہیں کیا۔ اب مردوں کا سا کام کر اور جو واقعہ رونما ہو صبح و شام مجھے اس سے باخبر رکھو۔ پس جب حضرت نے لشکروں کی آمد آپ سے جنگ کرنے کے لیے دیکھی تو عمر بن سعد کو پیغام بھیجا کہ مجھے تجھ سے کام ہے اور میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں۔ پس رات کے وقت ملاقات کی اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر عمر سعد اپنے لشکر کی طرف پلٹ گیا اور عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا:

اے امیر، خداوند عالم نے ہمارے حسینؑ سے نزاع کی آگ کو خاموش کر دیا ہے۔ اور امت کے معاملہ کی اصلاح ہو گئی ہے۔ امام حسینؑ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ اس جگہ کی طرف پلٹ جائیں جہاں سے آئے ہیں یا کسی ایک سرحد پر قیام کریں اور اچھائی برائی میں ان کا حکم ایک عام مسلمان جیسا ہو یا یہ کہ وہ امیر یزید کے پاس چلے جائیں اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں تاکہ جو کچھ وہ چاہے کرے۔ یقیناً آپ اس بات پر راضی ہوں گے اور امت کے لیے مصلحت بھی اسی میں ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اہل سیر و تواریخ نے عقبہ بن سمعان جناب رباب زوجہ امام حسینؑ کے غلام سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک رہا اور میں آپ سے کبھی جدا نہیں ہوا یہانتک کہ آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور جو بات آپ نے جہاں کہیں فرمائی ہے اگرچہ ایک کلمہ ہو چاہے مدینہ میں یا مکہ میں عراق کے راستہ میں یا اپنی شہادت کے دن میں ہر گفتگو کے وقت حاضر تھا اور میں نے یہ سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر رکھ دوں گا۔ حالانکہ حضرت نے یہ کہیں نہیں فرمایا۔ فقیر کہتا ہے پس ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ عمر سعد نے خط میں اپنی طرف سے لکھ دیا تھا تاکہ شاید صلح ہو جائے اور معاملہ جنگ و جدال تک نہ پہنچے کیونکہ عمر سعد ابتدا سے ہی آپ سے جنگ کو ناپسند کرتا اور اس کی طرف مائل نہیں تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا تو کہنے لگا یہ خط اپنی قوم کے لیے ناصح اور مہربان شخص کا ہے اسے قبول کر لینا چاہیے۔ شمر ملعون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیر کیا یہ بات آپ حسینؑ سے قبول کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے آپ کو آپ کے سپرد نہ کرے اور چلا جائے تو اس کے امر میں قوت پیدا ہو جائے گی۔ اور آپ کمزور ہوتے جائیں گے پھر اس نے مخالفت کی تو آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے لیکن اس وقت وہ آپ کے پنجے میں پھنسا ہوا ہے اور اس کے معاملہ میں آپ کی جو رائے ہو وہ پوری ہو سکتی ہے لہٰذا حکم کریں کہ وہ آپ کی اطاعت اور حکم کو قبول کرے۔ پس جو آپ چاہیں اس کے اور اس کے اصحاب کے حق میں (ان کو سزا دیں یا معاف کر دیں) اس پر عمل کریں۔ ابن زیاد نے اس ولد الحرام کی رائے کو پسند کیا اور کہنے لگا میں اس سلسلہ میں عمر سعد کو خط لکھتا ہوں اور تجھے وہ خط دے کر اس کے پاس بھیجتا ہوں کہ عمر سعد وہ خط حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے سامنے پیش کرے اگر وہ میری اطاعت کو قبول کر لیں تو انہیں صحیح و سالم میرے پاس بھیج دے ورنہ ان سے جنگ کرے اور اگر ابن سعد حسینؑ سے جنگ کرنے سے انکار کرے تو تم امیر لشکر ہو اور عمر کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ پس اس نے اس مضمون کا خط لکھا:

> اے پسر سعد میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ تو حسینؑ کے ساتھ رفق و مدارات اور نرمی برتے اور اس سے جنگ کرنے میں تسامح اور ٹال مٹول کرے اور میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کی سلامتی کی تمنا اور امید رکھے اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گناہ و غلطی کا عذر پیش کرے اور اس کی میرے پاس سفارش کرے یاد رکھو اگر حسینؑ اور اس کے ساتھی میرے حکم کے مطیع و منقاد ہو جائیں تو انہیں باسلامت میری طرف بھیج دے اور اگر وہ انکار کریں تو اپنے لشکر کے ساتھ انہیں گھیر لے اور ان سے جنگ کر یہاں تک کہ وہ مارے جائیں اور ان کا مثلہ (اعضاء بدن ناک کان وغیرہ کاٹنا) کر کیونکہ وہ اسی چیز کے مستحق ہیں اور جب حسینؑ مارا جائے تو اس کے سینہ اور پشت کو گھوڑوں سے پامال کر کیونکہ (معاذاللہ) وہ سرکش اور ظالم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ گھوڑوں کے سموں سے مُردوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ چونکہ میری زبان پر یہ بات آچکی ہے کہ جب اسے قتل کروں گا تو اس کی لاش پر گھوڑے دوڑاؤں گا لہٰذا یہ حکم نافذ کیا جائے پس اگر تو نے ان تمام امور پر اقدام کیا کہ جن کا میں نے تجھے حکم دیا ہے تو تجھے وہ بدلہ دوں گا جو سنا جائے گا اور اس کی پذیرائی ہو گی ورنہ عطیہ سے محروم اور لشکر کی امارت سے معزول ہو اور شمر لشکر کا امیر منصوب ہے —— والسلام

یہ خط شمر کو دے کر کربلا کی طرف روانہ کیا۔

دوسری فصل

نویں کے دن اور دسویں کی رات کے واقعات

جب جمعرات کا دن نویں محرم الحرام کی تاریخ آئی تو شمر ملعون امام مظلوم کے متعلق ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں وارد ہوا اور وہ خط ابن سعد کو دیا۔ جب وہ پلید اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوا تو شمر سے خطاب کیا اور کہنے لگا مالک ویلک تجھے کیا ہو گیا تو ہلاک ہو جائے خدا تجھے آبادیوں سے دور پھینکے اور برا ہو اس چیز کا جو تو لایا ہے۔ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ابن زیاد کو اس چیز سے جو میں نے اسے لکھی تھی برگشتہ کیا ہے اور تو نے اس معاملہ کو خراب کر دیا ہے جس کی اصلاح کی مجھے امید تھی خدا کی قسم حسینؑ وہ شخص نہیں جو اپنے آپ کو حوالے کر دے اور یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لے کیونکہ اس کے باپ علیؑ کا دل اس کے پہلو میں ہے۔ شمر کہنے لگا اب امیر کے حکم کو کیا کرنا ہے یا تو اس کے فرمان کو قبول کرو اور اس کے دشمن سے جنگ کرو ورنہ اپنے کام سے دستبردار ہو جاؤ اور لشکر کی کمان میرے ہاتھ میں دے دو۔ عمر سعد کہنے لگا لا ولا کرامۃ لک ایسا نہیں ہو گا اور نہ تیرے لیے کوئی عزت ہے۔ میں یہ کام خود انجام دوں گا تو اسی طرح پیادوں کی کمان کر اور میں امیر لشکر رہوں گا۔ یہ کہہ کر جناب سید الشہداءؑ سے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ شمر نے جب یہ دیکھا کہ ابن سعد جنگ کرنے کے لیے تیار ہے تو امامؑ کے لشکر کے پاس آیا اور آواز دی کہاں ہیں میری بہن کے بیٹے عبداللہ، جعفر، عثمان اور عباس علیہم السلام کیونکہ ان چار شہزادوں کی والدہ جناب ام البنین بنت حزام قبیلہ بنی کلاب سے تھیں۔ شمر بن ذی الجوشن ملعون بھی اسی قبیلہ میں سے تھا۔ جناب امام حسینؑ نے اس ملعون کی صدا سن کر اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ اس کو جواب دو اگرچہ فاسق ہے لیکن تم سے قرابت و رشتہ داری رکھتا ہے۔ پس ان سعادتمندوں نے اس شقی سے کہا کیا بات ہے۔ کہنے لگا اے میری بہن کے بیٹے تم امان میں ہو اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ مل کر جنگ نہ کرو اور اپنے بھائی سے کنارہ کش ہو جاؤ اور امیر یزید کی اطاعت قبول کر لو۔ جناب عباسؑ نے اسے جھڑک کر کہا کہ تیرے ہاتھ کٹ جائیں اور تیری اس امان پر لعنت ہو جو تو ہمارے لیے لایا ہے۔ اے دشمن خدا کیا ہمیں تو یہ کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور مولا و آقا حسینؑ ابن فاطمہؑ سے دست بردار ہو جائیں اور ملاعین و اولاد ملاعین کی اطاعت قبول کریں کیا ہمیں تو امان دیتا ہے اور فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ شمر یہ کلمات سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے لشکر گاہ کی طرف واپس چلا گیا۔ پس ابن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ اے خدا کے لشکر و سوار ہو جاؤ اور جنت کی تمہیں بشارت ہو پس اس کے خبیث لشکری سوار ہوئے اور اصحاب الشہداء کی طرف رخ کیا درانحالیکہ امام حسینؑ خیمہ کے دروازے پر تلوار کو ہاتھ میں لیے ہوئے سر زانوئے اندوہ پر رکھ کر سو گئے تھے۔ یہ واقعہ نویں محرم الحرام کے عصر کے وقت کا ہے۔ شیخ کلینی نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ نویں کا دن وہ ہے کہ جس میں جناب امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا کربلا میں محاصرہ ہو گیا اور اہل شام کے لشکر نے حضرت سے

جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا اور ابن مرجانہ اور عمر سعد کثرت سپاہ اور زیادتی لشکر کی وجہ سے جوان کے لیے جمع ہو گیا تھا خوشحال تھے اور امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو انہوں نے کمزور ضعیف جانا اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت کا کوئی معین و مددگار نہیں آئے گا اور اہل عراق ان کی مدد نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ جب جناب زینبؑ نے لشکر کے شور و غل کی آواز سنی تو بھائی کے پاس تیزی سے آئیں اور عرض کیا، بھائی کیا آپ صدائے لشکر نہیں سن رہے جو کہ نزدیک آگیا ہے۔ پس حضرت نے سر زانو سے اٹھایا اور بہن سے فرمایا اے بہن میں نے ابھی رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تم ہمارے پاس آ رہے ہو۔ جب جناب زینبؑ نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا اور واویلا کی آواز بلند کی۔ حضرت نے فرمایا، اے بہن ویل اور عذاب تمہارے لیے نہیں خاموش ہو جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ پس جناب عباسؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بھائی لشکر آپ کی طرف آ رہا ہے۔ حضرت کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے بھائی عباسؑ میری جان تجھ پر فدا ہو سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا بات ہے کہ تم ہماری طرف آ رہے ہو۔ جناب عباسؑ بیس سوارں کے ساتھ کہ جن میں زہیر و حبیب بھی تھے ان ملاعین کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مقصد اس حرکت و غوغا سے کیا ہے۔ وہ کہنے لگے امیر کا حکم آیا ہے کہ تمہارے سامنے یہ بات پیش کریں کہ اس کے زیر فرمان ہو جاؤ اور اس کی اطاعت لازم سمجھو ورنہ ہم تم سے جنگ و جدال کریں گے۔ جناب عباسؑ نے فرمایا جلدی نہ کرو میں واپس جا کر تمہاری بات اپنے بھائی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ وہ رُک گئے جناب عباسؑ بڑی تیزی کے ساتھ اس امام انامؑ کے پاس آئے اور اس لشکر کی بات آپ سے عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے مہلت طلب کرو کہ وہ اس رات صبر کریں اور جنگ کل پر چھوڑ دیں تاکہ آج رات میں کچھ نماز، دعا و استغفار کر لوں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ میں نماز تلاوت قرآن دعا اور استغفار کو پسند کرتا ہوں اور ادھر جناب عباسؑ کے ساتھی لشکر کے مدمقابل کھڑے تھے اور انہیں وعظ و نصیحت کر رہے تھے یہاں تک کہ جناب عباس واپس آئے اور ان سے اس رات کی مہلت مانگی۔ سید فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے چاہا کہ مہلت نہ دے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا خدا کی قسم اگر یہ اہل ترک و دیلم ہوتے اور ہم سے ایسی چیز کی خواہش کرتے تو بھی ہم ان کی بات قبول کر لیتے۔ چہ جائیکہ یہ تو اہل بیت پیغمبر ہیں اور طبری کی روایت ہے کہ قیس بن اشعث نے کہا کہ ان کی خواہش کو قبول کرو اور انہیں مہلت دے دو اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ کل صبح یہ لوگ تم سے جنگ کریں گے لیکن بیعت نہیں کریں گے۔ عمر سعد کہنے لگا اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جائے تو خدا کی قسم یہ معاملہ میں کل پر نہ چھوڑوں۔ پس ان منافقین نے اس رات کی مہلت دے دی اور عمر سعد نے جناب عباسؑ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور اسے حضرت کے لیے پیغام دیا کہ آج رات کی ہم تمہیں مہلت دیتے ہیں اس کی صبح کو اگر تم لوگ فرمانبردار ہو گئے تو تمہیں ابن زیاد کے پاس بھیج دیں گے ورنہ ہم تم سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اس معاملہ کا فیصلہ کرنا تلوار کے ذمہ ہو گا۔ اس وقت دونوں لشکر اپنی آرام گاہ کی طرف پلٹ گئے۔

شب عاشور کے واقعات

جب دسویں کی رات قریب آئی تو حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بیمار تھا اس کے باوجود میں قریب ہوا اور کان لگائے تاکہ (سنوں) کہ میرے بابا کیا کہتے ہیں میں نے سنا کہ وہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔ اُثْنِیْ عَلَی اللّٰہِ اَحْسَنَ الثَّنَاءِ میں اللہ کی بہترین تعریف کرتا ہوں اور اس کی حمد کرتا ہوں اس کی تنگی و وسعت میں اے میرے پروردگار میں تیرا سپاس گزار ہوں۔ اس چیز پر کہ تو نے ہمیں شرف نبوت کے ساتھ مکرم کیا اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی اور دین کی مشکلات ہمیں بتائیں اور ہمیں سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والا دل عطا کیا ہے۔ پس ہمیں اپنے شکر گزاروں میں قرار دے۔ پھر فرمایا بیشک میں اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر کسی کے اصحاب اور نہ اپنے اہل بیت سے بہتر کسی کے اہل بیت کو جانتا ہوں خداوند عالم تمہیں جزائے خیر دے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس گروہ کے حق میں دوسرا گمان رکھتا تھا اور انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار سمجھتا تھا۔ اب وہ خیال برعکس ہو گیا ہے لہذا میں اپنی بیعت تم سے اٹھا لیتا ہوں اور تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ جہاں چاہو چلے جاؤ اور اس وقت پردہ شب تمہیں گھیرے ہوئے ہے۔ رات کو اپنی سواری قرار دو اور جدھر چاہو چلے جاؤ کیونکہ یہ گروہ مجھے چاہتا ہے۔ جب یہ مجھے پالیں گے تو میرے علاوہ کسی کی تلاش میں نہیں جائیں گے جب آپ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو آپ کے بھائی بیٹے بھتیجے اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد نے عرض کیا ہم یہ کام کس لیے کریں تاکہ آپ کے بعد زندہ رہ جائیں خدا ہمیں کبھی یہ دن نہ دکھائے کہ ہم یہ ناشائستہ حرکت کریں اور پہلا شخص جس نے اس گفتگو کو شروع کیا وہ عباس بن علی علیہ السلام تھے۔ ان کے بعد باقی حضرات نے ان کا اتباع کیا اور اس قسم کی گفتگو کی پھر آپ نے اولاد عقیل کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ مسلم بن عقیل کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے اس سے مزید مصیبت نہ اٹھاؤ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگے سبحان اللہ لوگ ہم سے کیا کہیں گے اور ہم انہیں کیا جواب دیں گے۔ کیا ہم یہ کہیں کہ ہم اپنے بزرگ سردار اور چچازاد بھائی سے دست بردار ہو گئے ہیں اور اسے اپنے دشمنوں میں چھوڑ آئے ہیں بغیر اس کے کہ تیر نیزہ اور تلوار اس کی مدد میں ہم نے چلائے ہوں۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی یہ غلط کام نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اپنے اہل و عیال آپ کی راہ میں قربان کریں گے اور آپ کے دشمن سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہم پر بھی وہی گزرے جو آپ پر گزرے خدا قبیح و بدنما قرار دے۔ اس زندگی کو جو ہم آپ کے بعد چاہیں۔ اس وقت مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، اے فرزند رسولؐ کیا ہم وہ اشخاص بن جائیں جو آپ کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیں پھر کونسی دلیل و حجت کے ساتھ ہم خدا کے ہاں آپ کے حق کے ادا کرنے کے سلسلہ میں عذر پیش کریں۔ خدا کی قسم میں آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہوں گا جب تک اپنا نیزہ آپ کے دشمنوں کے سینے میں نہ چبھو دوں اور جب تک قبضہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے دشمنوں سے تیغ زنی کروں گا اور اگر

میرے ہتھیار جنگ نہ ہے تو پتھروں کے ساتھ ان سے جنگ کروں گا۔ خدا کی قسم ہم آپ کی مدد سے دستبردار نہیں ہوں گے جب تک علم خدا میں نہ آجائے کہ ہم نے حق حرمت رسول کا لحاظ رکھا ہے خدا کی قسم میں آپ کی نصرت میں اس مقام پر ہوں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر مجھے زندہ کریں گے اور پھر قتل کر کے مجھے جلا دیں گے اور میری راکھ ہوا میں بکھیر دیں گے اور یہ سلوک ستر مرتبہ کیا جائے تو بھی ہرگز میں آپ سے جدا نہیں ہونگا جب تک میں آپ کی راہ میں موت سے ہمکنار نہ ہوں اور اب کس طرح یہ خدمت انجام نہ دوں جب کہ صرف ایک ہی دفعہ شہادت پانی ہے اور اس کے بعد کرامت جاودانی اور سعادت ابدی ہے پھر زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کیا خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں یہاں تک کہ ہزار دفعہ مجھے زندہ کریں اور قتل کر دیں اور اس کے مقابلہ میں خداوند عالم آپ سے اور آپ کے اہل بیتؑ کے جوانوں سے شہادت کو دور کر دے اور ہر ایک صحابی نے اس طرح ایک دوسرے کی مانند حضرت سے گفتگو کی اور ہر ایک کی زبان یہ تھی:

شاہا من ار بعرش رسانم سریر فضل   مملوک این جنابم و محتاج این درم
گر برکنم دل از تو و بردارم از تو مہر   این مہر بر کہ افگنم آن دل کجا برم

پس حضرت نے سب کے لیے دعائے خیر کی اور علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اس وقت حضرت نے انہیں جنت میں ان کے مکانات دکھائے اور انہوں نے اپنے حور و قصور و نعیم کا مشاہدہ کیا اور ان کا یقین زیادہ ہوا اسی وجہ سے وہ نیزہ اور تلوار اور تیر کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے اور تقدیم شہادت میں تعجیل کرتے تھے۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ اسی وقت محمد بن بشیر حضرمی کو یہ خبر ملی کہ تیرے بیٹے کو ملک رے کی سرحد پر گرفتار کر لیا گیا ہے تو وہ کہنے لگا اس کی اور اپنی جان کا بدلہ جان پیدا کرنے والے سے لوں گا اور میں دوست نہیں رکھتا کہ وہ اسے قید کریں اور میں اس کے بعد زندہ و سلامت رہوں۔ جب حضرت نے اس کی گفتگو سنی تو فرمایا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے میں اپنی بیعت تم سے اٹھا لیتا ہوں جاؤ اور اپنے بیٹے کو قید سے آزاد کراؤ۔ محمد کہنے لگا مجھے درندے زندہ چیر پھاڑ کھائیں۔ اگر میں آپ کی خدمت سے دور ہوں۔ پس آپ نے فرمایا یہ پارچات یمانی اپنے دوسرے بیٹے کو دو تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اپنے بھائی کو چھڑوانے کی کوئی سبیل نکالے یعنی ان کو اپنے بھائی کا فدیہ قرار دے پس پانچ بردیمانی اس کو دیے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے اصحاب سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے خیمہ کی طرف چلے گئے اور جناب علی ابن حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں اس رات جس کی صبح میرے باپ شہید ہوئے بیماری کی حالت میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی جناب زینبؑ میری تیمارداری کر رہی تھیں اچانک میں نے دیکھا کہ میرے والد الگ ہو کر اپنے خیمہ میں چلے گئے اور حضرت کے ساتھ ابوذر کے آزاد کردہ غلام جون بھی تھے اور وہ حضرت کی تلوار کو صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

يَا دَهْرُ أُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيلِ   كَمْ لَكَ بِالْإِشْرَاقِ وَالْأَصِيلِ

مِنْ صَاحِبٍ وَطَالِبٍ قَتِيلٖ وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيلٖ
وَإِنَّمَا الْأَمْرُ إِلَى الْجَلِيلٖ وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيلٖ

اے زمانہ تُف ہے تجھ پر تو کیسا ساتھی ہے تیرے صبح و شام کے وقت کتنے ساتھی طلب گارؔ اور قتل ہوتے والے ہیں اور زمانہ کسی کے بدلے پر قناعت نہیں کرتا اور معاملہ تو خدائے جلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ میرے ہی راستہ پر جانے والا ہے۔

جب میں نے یہ اشعار محنت آثار حضرت سے سنے تو میں سمجھ گیا کہ مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ آنجناب شہادت کے لیے تیار ہیں اس وجہ سے گریہ میرے گلوگیر ہو گیا لیکن میں نے صبر کیا اور اظہار جزع و فزع نہ کیا البتہ میری پھوپھی جناب زینب ؑ نے یہ فقرے سنے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں کیونکہ عورتوں میں رقت قلبی اور جزع و فزع کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے پس وہ کھڑی ہو گئیں اور بے تاب ہو کر حضرت کے پاس گئیں اور کہا وا ثکلاہ کاش میں مر گئی ہوتی اور میری یہ زندگی ختم ہو گئی ہوتی یہ اب وہ وقت ہے کہ میری ماں فاطمہ ؑ میرے باپ علی ؑ اور میرے بھائی حسن ؑ دنیا سے چل بسے اب تم ہی اے بھائی گزرے ہوئے بزرگوں کے جانشین اور باقی رہنے والوں کے فریاد رس ہو۔ حضرت نے اس مخدومہ کی طرف دیکھا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے عرب کی اس ضرب المثل کو بطور تمثیل پیش کیا لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ یعنی اگر شکاری قطا پرندہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دے تو وہ اپنے آشیانہ میں آرام سے سوئے۔ زینب علیہا السلام نے کہا یَا وَيْلَتَاهُ ہائے افسوس یہ چیز میرے دل کو زیادہ مجروح کرتی ہے کہ چارہ کار تم سے منقطع ہو گیا ہے اور مجبوراً شربت ناگوار موت پی رہے ہو اور ہمیں غریب و بیکس و تنہا اہل نفاق و شقاق کے درمیان چھوڑ رہے ہو۔ پس اس خاتون نے اپنا منہ پیٹ لیا اور اپنا گریبان چاک کر دیا اور منہ کے بل گر کر بیہوش ہو گئیں۔ پس حضرت اٹھ کر ان مخدومہ کے پاس گئے اور انہیں ان الفاظ میں تسلی دی۔ فرمایا اے بہن خدا سے ڈرو اور صبر و تحمل سے کام لو اور جان لو کہ اہل زمین مر جائیں گے اہل آسمان باقی نہیں رہیں گے اور ذات خداوندی کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ وہ خدا کہ جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جو انہیں اٹھائے گا اور زندہ کرے گا اور وہ فرد و یگانہ ہے نانا ؐ بابا ؑ ماں ؑ اور بھائی ؑ مجھ سے بہتر تھے اور وہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے اور مجھ پر اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ رسول ؐ خدا کی تائید و اقتدا کرے۔ اس قسم کی باتوں سے جناب زینب ؑ کو تسلی دی۔ اس کے بعد فرمایا اے بہن میں تجھے قسم دیتا ہوں اور ضرور میری قسم پر عمل کرنا۔ جب میں شہید ہو جاؤں تو میری موت پر گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہرہ کو ناخنوں سے نہ نوچنا اور میری شہادت پر فریاد نہ کرنا۔ پھر جناب سجاد ؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میری پھوپھی کو میرے پاس بٹھا دیا۔ انتہیٰ۔

روایت ہے کہ حضرت امام حسین ؑ نے اس رات حکم دیا اور اہل حرم کے خیمے ایک دوسرے سے متصل کر کے نصب کیے گئے اور ان کے اردگرد خندق کھودی گئی اور اسے لکڑیوں سے پر کیا گیا تاکہ جنگ ایک ہی طرف سے

ہو اور حضرت علی اکبرؑ کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ روانہ کیا اور وہ چند مشکیں پانی کی خوف وخطر کے عالم میں لے آئے۔ پھر آپ نے اہل بیتؑ اور اصحاب سے فرمایا کہ یہ پانی پی لو کہ یہ تمہارا آخری توشہ و زادِ راہ ہے اور وضو کر لو اور غسل کر لو اور اپنے کپڑے دھو لو کیونکہ وہی تمہارے کفن ہوں گے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ سات محرم سے پانی بند کر دیا گیا تھا اور کم از کم پانچ سو افراد جیسے پہلے گزر چکا ہے یا چار ہزار افراد جیسے حضرت عباسؑ کی شہادت کے سلسلہ میں بیان ہوگا نہر فرات پر تعینات تھے کہ ایک قطرہ آب خیام حسینؑ میں نہ جانے پائے۔ ان کے ہوتے ہوئے بیس مشکیں کس طرح لائی گئیں۔ آئندہ واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بچے پیاسے تھے اور بچوں کی پیاس کا خیال نہ رکھتے ہوئے امام مظلوم اپنے سپاہیوں کو کہیں کہ تم وضو کر لو اور کپڑے دھو لو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ العالم۔

اور تمام رات عبادت دعا، تلاوت قرآن، تضرع وزاری اور مناجات میں بسر کی اور تلاوت وعبادت کی صدا اس لشکر سعادت اثر فرزند خیر البشر سے بلند ہوئی۔

شعر

فَبَاتُوْا وَلَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ مَا بَيْنَ رَاكِعٍ وَسَاجِدٍ وَقَائِمٍ وَقَاعِدٍ

وَبَاتُوْا فَمِنْهُمْ ذَاكِرٌ وَمُسَبِّحٌ وَدَاعٍ وَمِنْهُمْ رُكَّعٌ وَسُجُوْدٌ

انہوں نے رات گزاری اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھاہٹ کی طرح تھی کچھ رکوع میں کچھ سجدہ میں کچھ قیام وقعود میں تھے۔ کوئی ذکر کرتا، کوئی تسبیح پڑھتا اور کوئی دعا کرتا تھا اور روایت ہے کہ اس رات بتیس آدمی لشکر عمر بد اختر سے حضرت کے لشکر میں شریک ہوئے اور آپ کی ملازمت کی سعادت حاصل کی اور سحر کے وقت اس امام مطہر نے سفر آخرت کی تیاری کے لیے فرمایا کہ آپ کے لیے کسی برتن میں خضاب بنایا جائے کہ جس میں کافی مشک ہو اور ایک خاص خیمے میں جا کر آپ خضاب لگانے میں مشغول ہوئے اور اس وقت بریر بن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری اس خیمہ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے تھے کہ جب حضرت فارغ ہوں تو وہ حضرات خضاب لگائیں۔ بریر نے اس وقت عبدالرحمٰن سے مزاح کیا تو عبدالرحمٰن نے کہا اے بریر یہ مذاق کرنے کا وقت ہے؟ بریر کہنے لگے میری قوم جانتی ہے کہ میں جوانی اور بڑھاپے میں کبھی بھی لہو ولعب کی طرف مائل نہیں تھا اور اس وقت اس لیے خوش ہو رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں شہید ہو جاؤں گا اور شہادت کے بعد حور العین سے بغل گیر ہوں گا اور نعیم آخرت سے متنعم ہوں گا۔

تیسری فصل

روز عاشورا کا واقعہ اور عالم ایجاد وجہان کون وفساد کی سب سے بڑی مصیبت کا بیان

جب دسویں کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کے دن کی سفیدی نمودار ہوئی تو حضرت سید الشہداء نے نماز صبح ادا کی اور اس کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ تم سب شہید ہو جاؤ گے اور علی بن الحسینؑ کے علاوہ کوئی زندہ نہیں رہے گا اور آپ کے لشکر کی مجموعی تعداد بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھی اور ایک روایت ہے بیاسی پیادے تھے۔ جو روایت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے اس کے مطابق پینتالیس افراد سوار اور ایک سو پیادے تھے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں بھی اسی تعداد کا انتخاب کیا ہے اور ابن سعد کے لشکر کی مجموعی تعداد چھ ہزار اور بعض مقاتل کی بناء پر بیس یا بائیس ہزار اور ایک روایت تیس ہزار کی وارد ہوئی ہے اور ارباب مقاتل کے اقوال حضرت اور عمر سعد کے لشکر کے سلسلہ میں بہت مختلف ہیں۔ پس حضرت نے اپنے لشکر کی صفیں اس طرح مرتب کیں کہ زہیر بن قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مظاہر کو اصحاب کے میسرہ پر مقرر کیا اور علم لشکر اپنے بھائی جناب عباس کو دیا اور بعض کلمات کے مطابق بیس افراد زہیر کے ساتھ میمنہ میں اور بیس ہی افراد حبیب کے ساتھ میسرہ میں کھڑے کیے اور خود بنفس نفیس باقی لشکر کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑے ہوئے اور خیمے پس پشت قرار دیئے اور حکم دیا کہ لکڑیاں وغیرہ اس خندق میں ڈالدی جائیں جو خیام کے گرد کھودی گئی تھی اور ان میں آگ لگا دی جائے تاکہ وہ ان کفار کو خیام پر حملہ کرنے سے روکے۔ ادھر سے عمر سعد نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج کے سپرد کیا اور شمر بن ذی الجوشن کو میسرہ پر مقرر کیا اور عروہ بن قیس کو سواروں پر اور شبث بن ربعی کو پیادہ فوج کی کمان دی اور جنگ کا علم اپنے غلام درید کو دیا اور ایک روایت ہے کہ امام حسینؑ نے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ کُلِّ کَرْبٍ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فِیْ کُلِّ شِدَّۃٍ وَاَنْتَ لِیْ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِیْ ثِقَۃٌ وَعُدَّۃٌ کَمْ مِنْ ھَمٍّ یَضْعُفُ فِیْہِ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِیْہِ الْحِیْلَۃُ وَتَخْذُلُ فِیْہِ الصَّدِیْقُ وَیَشْمَتُ فِیْہِ الْعَدُوُّ اَنْزَلْتُہٗ بِکَ وَشَکَوْتُہٗ اِلَیْکَ رَغْبَۃً مِنِّیْ اِلَیْکَ عَمَّنْ سِوَاکَ فَفَرَّجْتَہٗ عَنِّیْ وَکَشَفْتَہٗ وَاَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ نِعْمَۃٍ وَصَاحِبُ کُلِّ حَسَنَۃٍ وَمُنْتَھٰی کُلِّ رَغْبَۃٍ اس وقت اس طرف سے پسر سعد کے لشکر نے جنبش کی اور امام حسینؑ کے لشکر کے گرد چکر لگایا۔ جس طرف سے آئے تو اس خندق اور آگ کو دیکھتے۔ پس شمر ملعون نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے حسینؑ قیامت آنے سے پہلے آپ نے آگ کی طرف جلدی کی ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ بات کہنے والا کون ہے؟ گویا شمر ہے بتایا گیا کہ ہاں اس کے علاوہ دوسرا نہیں۔ فرمایا اے اس عورت کے بیٹے جو بکریاں چراتی تھی تو آگ میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس ملعون کو تیر لگائیں لیکن حضرت راضی نہ ہوئے اور انہیں منع کیا۔ عرض کیا مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اسے اپنے تیر کا نشانہ بناؤں کیونکہ وہ فاسق دشمن خدا ہے اور بڑے ستمگروں میں سے ہے اور خدا نے مجھے اس پر قدرت دی ہے۔ حضرت نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ اس جماعت کے ساتھ جنگ میں پہل کی جائے۔ اس وقت امام حسینؑ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہو کر اتنی بلند آواز سے

پکارا کہ ان میں سے اکثر لوگ آپ کی آواز سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے لوگو! اپنے نفس کی خواہش کی طرف جلدی نہ کرو اور کان دھر کر میری بات کو سنو تاکہ جو مناسب ہے وہ وعظ و نصیحت تمہیں کر لوں اور اپنا عذر تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ پھر اگر میرے ساتھ تم نے انصاف کیا تو سعادت حاصل کرو گے اور اگر انصاف سے باہر جاتے ہو تو اپنی بکھری ہوئی آراء کو جمع کرو اور اس معاملہ کے نشیب و فراز میں نظر تامل سے دیکھو تاکہ معاملہ تم پر مخفی و پوشیدہ نہ رہے۔ پھر مجھ پر حملہ کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میرا ولی وہ خدا ہے کہ جس نے قرآن نازل فرمایا ہے اور وہی نیک لوگوں کے امور کا متولی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت کی بہنوں نے یہ فقرے سنے تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ رونے لگیں اور آپ کی بیٹیاں بھی رو رہی تھیں۔ جب ان کی آواز گریہ بلند ہوئی تو حضرت نے ان کے پاس اپنے بھائی عباس بن علیؑ اور اپنے بیٹے علی اکبر کو بھیجا اور انہیں فرمایا کہ عورتوں کو خاموش کرو۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اس کے بعد وہ روئیں گی۔ جب خواتین عصمت خاموش ہو گئیں تو حضرت نے خدا کی حمد و ثناء کی کہ جس کا وہ سزاوار ہے پھر رسولؐ خدا ملائکہ اور خدا کے رسولوں پر درود بھیجا اور کبھی کوئی خطیب آپ سے پہلے اور آپ کے بعد نہیں سنا گیا جو آپ کی طرح فصیح و بلیغ ہو۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم خوب غور کر لو اور دیکھ لو کہ میں کون ہوں اور میری نسبت کس طرف ہے۔ پھر اپنے آپے میں آؤ اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو اور نگاہ کرو کہ آیا تمہارے لیے مجھے قتل کرنا اور میرا ہتک حرمت کرنا جائز ہے۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کی دختر نیک اختر کا بیٹا نہیں ہوں کیا میں وصی پیغمبرؐ اور نبیؐ کے چچا زاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جو کہ پہلا مومن تھا کہ جس نے رسولؐ خدا کی ان امور میں جو وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے تھے تصدیق کی۔ کیا حمزہ سید الشہداء میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا جعفر جو دو پروں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں۔ کیا یہ حدیث تم تک نہیں پہنچی کہ پیغمبرؐ خدا نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں پس اگر میری بات کی تصدیق کرو تو حق کو پہنچو گے۔ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدا جھوٹے شخص کو دشمن رکھتا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا باوجود اس کے اگر میری تکذیب کرتے ہو تب بھی تمہارے درمیان ایسے افراد موجود ہیں جو ان باتوں سے واقف ہیں اگر ان سے پوچھو تو وہ لوگ تمہیں بتائیں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، اور انس بن مالک سے پوچھ لو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کلام میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے حق میں رسولؐ خدا سے سنا تھا کیا یہ بات تمہارے لیے کافی نہیں کہ وہ میرا خون بہانے سے تمہیں روکے۔ شمر نے حضرت سے کہا کہ شک و ریب کے راستے سے اور صراط مستقیم سے خارج ہو کر میں نے خدا کی عبادت کی ہو اگر مجھے معلوم ہوا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب حبیب نے شمر کی بات سنی تو فرمایا اے شمر میں تجھے یونہی دیکھتا ہوں تو نے شک و ریب کے ستر طریقے سے خدا کی عبادت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے امام حسینؑ سے سچی بات کہی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں البتہ تو نہیں جانتا کیونکہ خدا نے تیرے دل کو خشم کی مہر سے مختوم اور غضب کے پردہ سے مستور قرار دیا ہے۔

دوبارہ حضرت امام حسینؑ نے لشکر کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ جو بات میں نے تم سے کہی ہے اگر اس میں تمہیں شک و شبہ ہے تو کیا اس بات میں بھی تمہیں شک ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی بھی رسولؐ کی بیٹی کا فرزند نہیں نہ تم میں سے اور نہ تمہارے غیر میں سے تم پر وائے ہو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا مطالبہ کرتے ہو یا میں نے تمہارا مال تلف کیا ہے یا میں نے زخم لگا کر تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو کسی نے بھی حضرت کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے پکار کر کہا اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھا تھا کہ ہمارے درختوں کے پھل پک چکے ہیں اور ہمارے باغات سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ہماری طرف آئیں تو آپ کی مدد کے لیے لشکر آراستہ ہیں۔ اس وقت قیس بن اشعث نے بات شروع کی اور کہنے لگا کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اپنے بنی عم یزید اور ابن زیاد کا حکم قبول کریں تاکہ آپ کی دلی خواہش کے علاوہ آپ کو کچھ نظر نہ آئے۔ حضرت نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں کبھی بھی ذلت کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ تم سے بھاگ کر جاؤں گا جس طرح کہ غلام بھاگ جاتے ہیں اور فرمایا کہ عِبَادَ اللّٰہِ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ

"اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے رب سے اس سے پناہ مانگتا ہوں جو حساب و کتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اس وقت آپ اپنی سواری سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ اس سواری کو باندھ دو۔ ابوجعفر طبری نے علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی سے اس نے کثیر بن عبداللہ شعبی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ عاشورہ کے دن ہم امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے ان کے مقابلہ میں آئے تو ہماری طرف زہیر بن قین اس حالت میں آئے کہ وہ بڑی دم والے گھوڑے پر سوار اور ہتھیاروں میں غرق تھے۔ پس فرمایا اے اہل کوفہ میں تمہیں عذاب خدا سے ڈرانے کے لیے آیا ہوں کیونکہ ہر مسلمان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور ہم اب تک ایک دین اور ایک ملت پر ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جب تک ہمارے درمیان تلوار نہیں چلتی اور جب ہمارے درمیان تلوار چل گئی تو ہماری برادری ختم ہو جائے گی۔ ہم ایک امت و گروہ اور تم دوسری امت و گروہ ہو جاؤ گے اے لوگو! تمہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے رسولؐ کی ذریت کی وجہ سے امتحان لیا ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اب میں تمہیں ان کی نصرت کی طرف اور طاغی ابن طاغی عبیداللہ ابن زیاد کا ساتھ نہ دینے کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ تم لوگوں نے اس باپ بیٹے سے برائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا انہوں نے تمہاری آنکھیں نکال لیں اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تمہارا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹنا) اور تمہیں کھجور کے درختوں کے ساتھ سولی پر لٹکایا تمہارے اشراف اور قاریوں کو مثلاً حجر بن عدی اور ان کے ساتھی

اور ہانی بن عروہ اور ان جیسے افراد کو قتل کیا ابن سعد کے لشکر نے جب یہ باتیں سنیں تو زہیر کو برا بھلا کہنے اور ابن زیاد کی مدح وستائش کرنے لگے اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تیرے آقا حسینؑ اور جوان کے ساتھ ہیں سب کو قتل نہ کر دیں یا ان کو گرفتار کر کے زندہ امیر عبیداللہ ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں۔ جناب زہیر انہیں دوبارہ وعظ ونصیحت کرنے لگے اور فرمایا، اے خدا کے بندو اولاد فاطمہؑ مودت ونصرت کے زیادہ حقدار ہیں سمیّہ کے بیٹے کی بہ نسبت اگر ان کی مدد نہیں کرتے تو میں تمہیں خدا کی پناہ میں دے جاتا ہوں اس سے کہ تم انہیں قتل کرو حسینؑ کو یزید بن معاویہ کے ساتھ چھوڑ دو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید حسینؑ کو قتل کرنے کے بغیر بھی تم پر خوش ہو جائے گا۔ اس دوران شمر ملعون نے زہیر کی طرف تیر پھینکا اور کہنے لگا خاموش ہو جاؤ خدا تمہاری آواز کو خاموش کرے تو نے اتنی باتیں کی ہیں کہ ہمیں تھکا دیا ہے۔ زہیر نے کہا اے اس کے بیٹے جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا میں تجھ سے بات نہیں کرتا۔ کیونکہ تو انسان نہیں بلکہ جانور ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ گمان نہیں کہ تجھے کتاب خدا کی دو محکم آیتیں بھی معلوم ہوں پس تجھے روز قیامت کی خواری وذلت اور دردناک عذاب کی بشارت ہو شمر کہنے لگا خدا تجھے اور تیرے صاحب کو بھی ابھی قتل کرے گا، زہیر نے کہا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم حضرت کی معیت میں قتل ہونا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں تجھ جیسے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ دنیا میں رہوں۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور بلند آواز سے فرمایا اے بندگان خدا تمہیں یہ اکھڑ جنایت کار اور اس جیسے افراد دھوکہ نہ دیں۔ خدا کی قسم پیغمبرؐ کی شفاعت اس قوم کو نصیب نہیں ہوگی جو اس کی ذریت واہل بیتؑ کا خون بہائے اور ان کے مددگاروں کو قتل کرے۔

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے زہیر کو پکار کر کہا ابو عبداللہ الحسینؑ فرما رہے ہیں کہ واپس آجاؤ مجھے اپنی جان کی قسم ہے اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور انہیں خدا کی طرف بلانے کے لیے تبلیغ کی تھی تو تم نے بھی نصیحت وابلاغ کیا ہے۔ کاش کہ نصیحت وابلاغ فائدہ دیتا اور سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں جب عمر سعد کے ساتھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو آنجناب نے بریر بن حضیر کو ان کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں وعظ ونصیحت کریں۔ بریر اس لشکر کے سامنے آئے اور ان کے سامنے وعظ کیا لیکن ان بدبختوں اور روسیاہوں نے ان کی گفتگو کی طرف کان نہ دھرے اور ان کے مواعظ سے فائدہ نہ اٹھایا۔ پھر خود آنجناب اپنے ناقہ پر اور ایک قول ہے کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان کے سامنے تشریف لا کر انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا تو وہ خاموش ہو گئے پس حضرت حمد وثنائے الٰہی بجا لائے اور رسالت پناہؐ ملائکہ اور باقی انبیاء ومرسلین پر درود بلیغ بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا ہلاکت وغم واندوہ ہو تمہارے لیے اے قوم غدار وبیوفا وجفا کار جبکہ تم نے ہمیں اپنی ہدایت کے لیے بلایا اور ہم نے تمہاری دعوت قبول کی اور تیزی سے تمہاری طرف آئے تو تم نے ہمارے مقابل وہ تلواریں کھینچ لیں جو ہماری مدد کے لیے تمہارے ہاتھ میں تھیں اور ہمارے سامنے وہ آگ روشن کی جو ہمارے اور اپنے دشمن کے لیے تیار کی تھی پس تم اپنے دوستوں سے کینہ ومکر کرنے کے لیے اپنے دشمنوں کے ہم دست ہو گئے

ہو۔ بغیر اس کے کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف عام اور ظاہر ہو اور بغیر اس کے کہ تمہیں ان سے رحمت و شفقت کی طمع اور امید ہو تمہارے لئے برکت ہو تم ہم سے کیوں دست بردار ہو گئے ہو حالانکہ تلواریں نیام میں پڑی تھیں اور دل مطمئن و آرام سے تھے اور آراء محکم اور پختہ تھیں۔

لیکن تم لوگوں نے جلدی کی اور فتنہ کی آگ بھڑکانے کے لیے ٹڈیوں کی طرح تم جمع ہو گئے ہو اور جنگ کی آگ میں اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح پھینک دیا ہے جس طرح پروانے آگ پر مرتے ہیں پس تم رحمت خدا سے دور رہو گے۔ اے امت سے عناد رکھنے والے اور جمعیت کے مقابلہ میں شاذ و نادر اور ان سے الگ ہونے والے اے قرآن کو چھوڑنے اور اس میں تحریف کرنے والے اور گناہگار گروہ اور وساوس شیطانی کی پیروی کرنے اور شریعت و سنت نبوی کو مٹانے والے کیا تم ظالموں سے تعاون کرتے ہو اور ہماری مدد سے دست بردار ہوتے ہو۔ ہاں خدا کی قسم غدر و مکر ہمیشہ سے تم میں تھا اور تمہاری جڑوں میں وہ رچا بسا ہوا ہے اور تمہاری شاخیں اس سے قوت حاصل کرتی ہیں تم دیکھنے والے کے حلق کے لیے نجس ترین میوہ ہو اور غاصب کیلئے چھوٹا سا لقمہ ہو اب آگاہ رہو کہ حرامزادہ حرامزادے کا بیٹا یعنی ابن زیاد نے مجھے مختار قرار دیا ہے دو چیزوں کے درمیان یا تو تلوار کھینچ کر میدان جنگ میں جہاد کروں اور یا ذلت کا لباس پہن لوں۔ حالانکہ ہم سے ذلت دور ہے خدا راضی نہیں اور رسولؐ نے حکم نہیں دیا اور مومنین وطہارت کے دامنوں میں پلنے والے صاحبان حمیت و ارباب غیرت کمینے لوگوں جیسی ذلت کو شہادت پر ترجیح نہیں دیتے اب میں تم پر حجت تمام کر چکا ہوں۔ اعوان کی قلت اور مددگاروں کی کمی کے باوجود میں تم سے جنگ کروں گا اپنی گفتگو کے ساتھ فروہ بن مسیک مرادی کے اشعار پڑھے (ہم نے اشعار چھوڑ دیئے ہیں۔ مترجم) اس وقت فرمایا خدا کی قسم تم میرے بعد اس سے زیادہ دیر زندہ نہ رہو گے۔ جتنی دیر میں پیادہ شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ زمانہ موت کی چکی تمہارے سر پر پھیرے گا۔ اور تم چکی کے پاٹ کی طرح اضطراب میں رہو گے یہ معاہدہ میرے ساتھ میرے باپ کی وساطت سے میرے نانا کی طرف سے ہے اب اپنی رائے کو مجتمع کرو اور اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہم دست ہو جاؤ۔ اور آپس میں مشورہ کر لو تاکہ معاملہ تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میری طرف قصد کرو اور مجھے مہلت نہ دو میں بھی اس خدا پر توکل رکھتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ کہ جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ذی روح کی جان ہے اور میرا پروردگار صراط مستقیم اور عدالت کے راستے پر استوار ہے ہر شخص کو اس کے کام کے مطابق جزا دیتا ہے پھر آپ نے انہیں نفرین کی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے پروردگار آسمان کی بارش اس گروہ سے روک لے اور ان پر اس قسم کا قحط بھیج جیسا کہ یوسفؑ کے زمانہ میں اہل مصر کی آزمائش کے لئے بھیجا تھا اور ان پر قبیلہ ثقیف کے چھوکرے کو مسلط کر دے جو انہیں موت کے تلخ پیالے پلائے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے اور ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں تو ہمارا پروردگار ہے ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں اور تیری طرف لوٹتے

ہیں اور سب کی بازگشت تیری طرف ہے پھر آپ ناقہ سے اُترے اور رسولِ خداؐ کا مرتجز گھوڑا طلب کیا۔ اور اس پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی درستی میں مصروف ہوئے۔ طبری نے سعد بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ کوفہ کے بوڑھے آدمی ایک ٹیلے پر کھڑے تھے اور سید الشہداءؑ کے لئے گریہ کرتے اور کہتے تھے اللھم انزل نصرک یعنی خدایا اپنی نصرت امام حسینؑ پر نازل فرما میں نے کہا اے خدا کے دشمنوں ٹیلے سے اتر کر ان کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ سعید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب سید الشہداءؑ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تو آپ نے یمنی جبہ پہنا ہوا تھا۔ اور جب آپ اپنی صفِ لشکر کی طرف مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے کہ جسے عمر طہوی کہتے تھے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا جو آپ کے کندھے کے درمیان لگا اور آپ کے جبہ کیساتھ لٹک گیا۔ جب آپ اپنے لشکر میں پہنچے میں نے آپ کی طرف نگاہ کی تو وہ سو افراد کے قریب تھے کہ جن میں اولادِ علیؑ میں سے پانچ افراد اور بنی ہاشم میں سے سولہ آدمی ایک مرد بنی سلیم کا اور ایک بنی کنانہ کا جو ان کا حلیف و ہم قسم تھا۔ اور ابن عمیر بن زیاد انتہی۔

بعض مقاتل میں ہے کہ جب آپ نے یہ خطبہ دیا تو فرمایا کہ عمر بن سعد کو بلاؤ تاکہ وہ میرے پاس آئے اگرچہ ابن سعد کے لئے حضرت کی ملاقات گراں تھی تاہم وہ ناپسندیدگی کے باوجود امام کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ تو مجھے اس گمان پر قتل کرنا چاہتا ہے کہ ابن زیاد حرامزادہ حرامزادے کا بیٹا تجھے رَیّ اور جرجان کی سلطنت و حکومت دے گا۔ خدا کی قسم تو اپنے مقصد کو نہیں پہنچے گا اور ان علاقوں کی حکومت کی مبارکباد اور تہنیت کا دن تجھے نصیب نہیں ہوگا۔ یہ بات ایک عہد ہے جو مجھ تک پہنچا ہے اور وہ سچا ہے جو کچھ چاہے کرے، تجھے دنیا و آخرت کا کوئی نفع و حصہ نہیں ملے گا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر کوفہ میں نیزہ پر نصب ہے اور بچے اسے پتھر مار رہے ہیں اور اسے اپنا ہدف و نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان کلمات سے عمر سعد علیہ اللعنۃ سیخ پا ہو گیا اور حضرت سے منہ پھیر لیا اور اپنی فوج سے چلا کر کہنے لگا کہ کب تک منتظر رہو گے یہ سستی اور تاخیر ایک طرف پھینک دو اور سخت قسم کا حملہ کرو اور ان کے ساتھی ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس وقت امام حسینؑ رسولِ خداؐ کے گھوڑے مرتجز پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر کی صف کے سامنے کھڑے ہوئے اور جنگ کے لئے دل کو آمادہ کیا اور فریاد و استغاثہ بلند کی اور فرمایا کوئی فریاد رس ہے جو اللہ کے لئے ہماری مدد کرے کیا کوئی دفاع کرنے والا ہے جو اس گروہ کے شر کو حرمِ رسولِ خداؐ سے پلٹائے۔

حر بن یزید کا متنبہ ہونا اور امام شہیدؑ کی طرف رجوع کرنا

حر بن یزید نے جب لشکر کا جنگ کرنے کے لئے مصمم ارادہ دیکھا اور امام حسینؑ کی استغاثہ کی آواز سُنی جب آپ فرما رہے تھے اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا لِوَجْهِ اللهِ اَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی خدا کے لئے فریاد رسی کرنے والا اور حرم رسولؐ سے دشمنوں کو رد کنے والا ہے۔ اس کریم سعد نے حر کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ لہٰذا دل میں کچھ سوچ کر عمر بن سعد کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے عمر کیا تو اس شخص سے جنگ کرے گا۔ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ ہو گی کہ جس کا آسان ترین نقشہ یہ ہے کہ سر بدن سے اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہو کر گریں گے۔ حر نے کہا کیا ایسا نہیں کر سکتے ہو کہ یہ کام صلح کے ساتھ انجام پذیر ہو جائے۔ عمر کہنے لگا، اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر عبیداللہ بن زیاد صلح سے انکار کرتا ہے اور اس پر راضی نہیں ہوتا حر آزردہ خاطر ہو کر اس طرف سے واپس آیا اور ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ قرۃ بن قیس جو اس کی قوم میں سے ایک شخص تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ حر نے اس سے کہا اے قرۃ تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ پانی نہیں پلایا۔ کہا کیا اس کو پانی نہیں پلانا قرۃ کہتا ہے کہ جب حر نے یہ بات کہی تو خدا کی قسم میرا گمان یہ تھا کہ حر چاہتا ہے کہ میدان جنگ سے کنارہ کشی کرے اور جنگ نہ کرے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ میں اس کے اس ارادہ پر باخبر ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس نے مجھے اپنے دلی ارادہ کی خبر دی ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ مل کر حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ حر اپنی جگہ سے ایک طرف ہوا اور آہستہ آہستہ امام حسینؑ کی لشکر گاہ کے قریب ہوتا گیا۔ مہاجر بن اوس نے اس سے کہا اے حر تمہارا کیا ارادہ ہے کیا حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حر نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کو کپکپی لگی ہوئی تھی اور اس کا جسم کانپ رہا تھا مہاجر نے اس سعید نیک اختر سے کہا تیرے معاملہ نے تو مجھے شک و شبہ میں ڈال دیا ہے کیونکہ خدا کی قسم میں نے کسی جنگ میں تیری یہ حالت نہیں دیکھی اگر لوگ مجھ سے پوچھتے کہ اہل کوفہ میں زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے تو میں تجھ سے تجاوز نہ کرتا اور تیرے علاوہ کسی کا نام نہ لیتا یہ لرزہ اور کپکپی جو تجھ میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ کیسی ہے حر نے کہا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت و جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں اور آگ میں جلا دیا جاؤں پس اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور امام حسینؑ سے جا ملا۔ جب کہ ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور کہتا تھا خدایا میں تیری بارگاہ کی طرف توجہ و انابہ و رجوع کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی اولاد کے دل خوف زدہ کئے اور ڈرائے ہیں۔ ابو جعفر طبری نے نقل کیا ہے کہ جب حر امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی طرف روانہ ہوا تو لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ جنگ کے ارادہ سے جا رہے ہیں۔ لیکن جب وہ نزدیک پہنچے تو اپنی ڈھال الٹ دی۔ وہ سمجھے کہ امان کے طالب ہیں اور جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ پس حر قریب آئے اور سلام کیا۔ پس حر نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ اے فرزند رسولؐ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو آگے راستہ پر نہیں جانے دیا اور واپس جانے کا آپ کا راستہ روکا تھا۔ اور آپ کو راہ دبے راہ پھرا[1] رہا یہاں تک کہ اس مصیبت انگیز

---

[1] مؤلف نے فارسی کے کچھ اشعار یہاں نقل کئے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

زمین میں لے آیا اور مجھے ہرگز یہ خیال نہیں تھا کہ قوم آپ سے یہ سلوک کرے گی اور آپ کی بات کو ٹھکرا دے گی
خدا کی قسم اگر اس چیز کا مجھے علم ہوتا تو جو کچھ میں نے کیا ہے یہ نہ کرتا اب جو کچھ میں کر چکا ہوں اس پر پشیمان ہوں
اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیا آپ میری توبہ کو بارگاہِ خدا میں قابل قبول سمجھتے ہیں اس دریا رحمتِ الٰہی نے حر
ریاحی کے جواب میں فرمایا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرتا ہے۔ اب گھوڑے سے اُتر آ اور آرام کر۔ عرض کیا اگر میں آپ کی
راہ میں سوار ہو کر جنگ کروں تو اس سے بہتر ہے کہ میں پیادہ ہو جاؤں۔ بالآخر مجھے پیادہ ہی ہونا ہے۔ حضرت نے فرمایا
خدا تجھ پر رحمت نازل کرے جو جی چاہے کر۔ اس وقت حر بارگاہِ امامؑ سے باہر نکلے اور لشکر کوفہ سے خطاب کیا اور
کہا اے کوفہ کے لوگو تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھ کر تم پر گریہ کریں اس مردِ صالح کو تم نے دعوت دی اور اپنے
پاس بلایا جب اس نے تمہاری التماس کو قبول کیا تو تم اس کی مدد سے دستبردار ہو گئے اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا
حالانکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اس کی راہ میں جہاد کرو گے اور اپنی جان قربان کرو گے پس تم لوگ غدر و مکر کے دروازے
سے باہر آئے اور اس کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے اب اس کا گریبان پکڑ لیا ہے اور ہر طرف سے گھیر لیا ہے
تاکہ اسے خدا کی وسیع و عریض زمین میں کہیں نہ جانے دو۔ اب وہ قیدی کی طرح تمہارے ہاتھوں میں گرفتار ہے اور وہ
جلب نفع اور دفع ضرر نہیں کر سکتا اور اسے اس کی مستورات بچوں اور اہلِ بیت پر فرات کے جاری پانی کو ممنوع
قرار دیا ہے۔ جسے یہود و نصاریٰ پیتے ہیں اور کتے اور خنزیر جس پر لوٹتے پوٹتے ہیں اور آلِ نبیؐ پیاس کی تکلیف
سے بیحال ہے۔ کتنے برے لوگ ہو تم پیغمبرؐ کے بعد آلِ پیغمبرؐ کے حق میں اور خدا تمہیں اس دن سیراب نہ کرے کہ جس
دن لوگ پیاسے ہوں گے۔ جب حر نے اپنی گفتگو یہاں تک پہنچائی تو ایک گروہ نے ان پر تیر برسائے اور وہ واپس
آ گئے اور امام علیہ السلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اس وقت عمر سعد نے چیخ کر کہا اے درید اپنا علم آگے لے آ۔
جب وہ علم اس کے نزدیک لایا تو عمر لعین نے چلہ کمان میں تیر جوڑ کر سید الشہداء کے لشکر کی طرف رہا کیا اور کہنے
لگا اے لوگو! گواہ رہنا کہ پہلا شخص جس نے حسینؑ کے لشکر کی طرف تیر پھینکا، وہ میں ہوں۔ سید ابن طاؤسؒ نے
روایت کی ہے کہ ابن سعد کے حضرت کی طرف تیر پھینکنے کے بعد اس کے لشکر نے بھی امام حسینؑ کے لشکر پر تیر باری
کی اور بارش کی طرح امام کے لشکر پر تیر برسے پس حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کھڑے ہو
جاؤ اور موت کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ اس سے چارہ کار نہیں خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ بے شک یہ تیر
تمہاری طرف اس قوم کے قاصد اور ایلچی ہیں۔ پس وہ سعادت مند جنگ کرنے میں مشغول ہوئے اور ایک گھنٹہ تک
اس لشکر سے جنگ کی اور حملے پر حملے ہوئے یہاں تک کہ حضرت کے لشکر سے ایک جماعت بروایت محمد بن ابی طالب
موسوی پچاس افراد کھیت رہے۔ اور انہوں نے شہد شہادت نوش کیا مؤلف کہتا ہے چونکہ اصحاب حسینؑ ہم پر
بہت حقوق رکھتے ہیں کیونکہ وہ (خدا کا ان پر سلام ہو) اَلسَّابِقُوْنَ اِلَی الْمَکَارِمِ وَالْعُلٰی وَالْحَائِزُوْنَ غَدًا

حِیَاضَ الْکَوْثَرِ۔ لَوْ لَا صَوَارِمُھُمْ وَوَقْعُ نِبَالِھِمْ لَمْ یَسْمَعِ الْآذَانُ صَوْتَ مُکَبِّرٍ وہ مکارمِ اخلاق اور بلندیوں کی طرف سبقت کر چکے ہیں اور کل قیامت کے دن کوثر کے حوضوں پر ان کا قبضہ ہوگا اور اگر ان کی تلواریں اور نیزے نہ چلتے تو کسی کے کان تکبیر کی آواز نہ سنتے اور کعب بن جابر جو کہ ان کا دشمن ہے ان کے حق میں کہتا ہے (اشعار کا ترجمہ) پس میری آنکھ نے ان جیسا شخص ان کے زمانے میں اور اس سے پہلے جب کہ میں جوان تھا ان سے زیادہ تیغ زنی کرنے والا میدان جنگ میں نہیں دیکھا اور یاد رکھو جو شخص اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ تلوار چلاتا ہی ہے انہوں نے نیزہ چلانے اور تیغ زنی پر صبر کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے حملہ میں شہید ہوئے اور میں ان کے ناموں پر مطلع ہوا ہوں ان کا تذکرہ کروں اور وہ حضرات اس ترتیب سے کہ جو مناقب ابن شہر آشوب میں ہے یہ بزرگوار ہیں۔ نعیم بن عجلان وہ نعمان بن عجلان کے بھائی ہیں جو کہ امیرالمومنینؑ کے صحابی ہیں اور آپ کی طرف سے بحرین و عمان کے گورنر تھے۔ اور کہتے ہیں یہ دونوں اپنے تیسرے بھائی نضر سمیت شجاع اور شاعر تھے اور جنگ صفین میں حضرت کے ہمرکاب تھے۔ عمران بن کعب بن حارث اشجعی کہ جس کا ذکر رجال شیخ میں موجود ہے۔ حنظلہ[3] بن عمرو شیبانی قاسط بن زہیر اور ان کا بھائی مقسط[5] اور رجال شیخ میں ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ کنانہ بن عتیق تغلبی جو کوفہ کے بہادروں قاریوں اور عبادت گذار اشخاص میں شمار ہوتا تھا۔ عمرو بن ضبیعہ بن قیس تیمی یہ شاہسوار اور شجاع تھا۔ کہتے ہیں یہ پہلے عمر سعد کے ساتھ تھا اور بعد میں انصار حسینؑ میں داخل ہوا ضرغامہ بن مالک تغلبی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نماز ظہر کے بعد میدان جنگ میں گئے اور شہید ہوئے۔ عامر[9] بن مسلم عبدی اور ان کا غلام سالم یہ بصرہ کے شیعوں میں سے تھے یہ سیف بن مالک وادہم بن امیہ کے ساتھ یزید بن ثبیط اور اس کے بیٹوں کے ہمراہ امام حسینؑ کی مدد کے لئے آئے تھے اور پہلے حملہ میں شہید ہوئے۔ عامر، زہیر بن سلیم اور عثمان بن امیرالمومنینؑ۔ حر، زہیر بن قیس عمرو صیداوی اور بشر حضرمی کے متعلق فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضوان اللہ علیہم نے بنی امیہ کو خطاب کیا اور ان کے افعال پر طنز کرتے ہوئے فرمایا (ترجمہ اشعار) عامر کو واپس پلٹا دو اور زہیر کو لوٹاؤ اور عثمان کو پس پلٹا دو ہمارے قرضوں کو حر کو ابن قیس کو پلٹاؤ اور اس قوم کو جو صفین میں تھے۔ اور قتل کئے گئے کہاں ہے عمرو اور کہاں ہے بشر اور وہ مقتول جو ریگ گرم پر پڑے تھے، اور دفن نہیں ہوئے۔ سیف[11] بن عبداللہ بن مالک عبدی بعض کہتے ہیں کہ وہ نماز ظہر کے بعد میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ عبدالرحمن[12] بن عبداللہ ارحبی ہمدانی اور یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جنہیں اہل کوفہ نے قیس بن مسہر کے ساتھ امام حسینؑ کی طرف بہت سے خطوط دے کر مکہ بھیجا تھا بارہ تاریخ ماہ مبارک رمضان کو یہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے تھے۔ حباب[13] بن عامر تیمی جو کوفہ کے شیعوں میں سے تھے۔ اور انہوں نے مسلم کی بیعت کی تھی اور جب کوفیوں نے مسلم پر جفا کی تو حباب خدمت حسینؑ میں حاضر ہونے کے لئے چلے اور راستہ میں حضرت سے آملے۔ عمرو[14] جندعی ابن شہر آشوب نے انہیں پہلے

حملہ میں شہید ہونے والوں میں شمار کیا ہے لیکن بعض مورخین نے کہا ہے کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور ان کے سر پر سخت قسم کی چوٹ لگی تھی۔ ان کی قوم انہیں معرکۂ جنگ سے اٹھا کر لے گئی تھی۔ ایک سال تک بیمار اور صاحب فراش رہے اور دوسرے سال کی ابتدا میں وفات پائی اور اسی قول کی تائید کرتا ہے وہ جملہ جو شہداء کی زیارت میں ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُرْتَثِّ مَعَہٗ عَمْرُوْ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْجُنْدَعِیْ۔ سلام ہو اس پر کہ جس کی وجہ سے عمرو بن عبداللہ جندعی کو میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گئے حلاس بن عمرو ازدی راسبی اور ان کا بھائی نعمانؓ بن عمرو اہل کوفہ اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھا بلکہ خود حُلاس کوفہ میں حضرت کے لشکر کے افسروں میں داخل تھا۔ سوّارؓ بن ابی عمیر نہمی پہلے حملہ میں زخمی ہوئے اور مقتولین میں ہوئے تھے۔ انہیں قید کر کے عمر سعد کے پاس لے گئے عمر نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اس کی قوم نے سفارش کی لہٰذا قتل نہ کیا۔ لیکن چھ ماہ تک قید اور زخمی رہے اس کے بعد وفات پائی۔ جیسا کہ موقع بن ثمامہ بھی زخمی ہوئے پڑے تھے۔ ان کی قوم انہیں کوفہ کی طرف اٹھا کر لے گئی اور اُسے چھپا دیا۔ ابن زیاد کو خبر ہوئی تو اس نے کسی کو بھیجا کہ اسے قتل کر دیا جائے اس کی قوم بنی اسد نے اس کی سفارش کی تو اسے قتل تو نہ کیا البتہ اسے آہنی قید میں مقید کر کے مقام دروازہ کی طرف بھیجا۔ مُوَقَّع زخموں کی تکلیف سے ایک سال بیمار پڑا رہا۔ پھر وہیں زارہ میں ہی وفات پائی اور اس کی طرف کمیت اسدی نے اس مصرعہ میں اشارہ کیا ہے وَاِنَّ اَبَا مُوْسٰی اَسِیْرٌ مُکَبَّلٌ بے شک ابو موسیٰ (موقع کی کنیت ہے) بیڑیوں میں قید ہے بہرحال زیارت شہداء میں ہے سلام ہو زخمی قیدی سوار بن ابو عمیر نہمی پر۔ عمارؓ بن ابی سلامۃ دالانی ہمدانی امیرالمومنینؑ کے صحابی اور آپ کی خدمت میں جہاد کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں بلکہ بعض مورخین کہتے ہیں کہ انہوں نے زمانۂ رسالتؐ بھی دیکھا ہے۔ زاہرؓ عمرو بن حمق کے دوست اور ساتھی محمد بن سنان زاہری کے دادا سنہ ۶۰ھ میں حج سے مشرف ہوئے اور امام حسینؑ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور روز عاشورا تک سید الشہداء کی خدمت میں رہے اور پہلے ہی حملہ میں شہید ہوئے۔ قاضی نعمان مصری سے مروی ہے کہ جب عمرو بن حمق معاویہ کے خوف سے جزیرہ کی طرف بھاگ گئے تو امیرالمومنینؑ کے صحابیوں میں سے ایک شخص زاہر نامی ان کے ساتھ تھا جب عمرو کو سانپ ڈس گیا تو آپ کے بدن پر ورم آ گیا۔ زاہر سے فرمایا کہ میرے حبیب رسول اللہؐ نے مجھے بتایا تھا کہ میرے خون میں جن و انس شریک ہوں گے۔ میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس اثناء میں کچھ گھوڑے سوار ظاہر ہوئے جو ان کی تلاش میں تھے تو عمرو نے زاہر سے فرمایا کہ تم چھپ جاؤ کیونکہ یہ لوگ صرف میری تلاش میں ہیں مجھے یہ پالیں گے اور قتل کر کے میرا سر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ جب یہ چلے جائیں تو تم اپنی جگہ سے ظاہر ہو کر میرے بدن کو زمین سے اٹھا کر دفن کر دینا۔ زاہر کہنے لگا جب تک میرے ترکش میں تیر ہیں۔ میں ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ قتل ہو جاؤں۔

عمرو کہنے لگے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ خداوندعالم میرے معاملہ میں تمہیں نفع پہنچائے گا۔ زاہر نے ویسا کیا جس طرح عمرو نے اس سے فرمایا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ کربلا میں شہید ہوا۔ جبلہ[20] بن علی شیبانی کوفہ کے بہادروں میں سے تھا۔ مسعود[21] بن حجاج تیمی اور اس کا بیٹا عبدالرحمٰن مشہور بہادر تھے۔ یہ ابن سعد کے ساتھ آئے تھے جن دنوں میں ابھی جنگ نہیں چھڑی تھی امام حسینؑ کی خدمت میں سلام کرنے کے لئے آئے۔ تو سعادت ان کے شامل حال ہوئی اور حضرت کی خدمت میں رہ گئے۔ یہاں تک کہ حملہ میں شہید ہوئے۔ زہیر[22] بن بشر خثعمی۔ عمار[23] بن حسان بن شریح طائی مخلص شیعوں میں سے تھے اور امام حسینؑ کے ساتھ مکہ سے کربلا تک آئے اور اس کے والد حسان امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے اور جنگ صفین میں آپ کی ہمرکابی میں شہید ہوئے اور رجال میں عمار کا نام عامر لکھا ہے اور ان کی نسل میں سے ہے عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عامر (جو کربلا میں شہید ہوئے) بن حسان اور عبداللہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کی کئی کتابیں کہ جن میں سے ایک کتاب قضایا امیرالمومنین علیہ السلام ہے۔ اسے اپنے باپ ابوالجعد احمد بن عامر سے روایت کرتا ہے اور نجاشی نے عبداللہ بن احمد مذکور سے روایت کی ہے اس نے کہا میرا باپ ۱۵۷ھ میں پیدا ہوا۔ اور ہمارے بزرگ نے حضرت رضا سے ملاقات ۱۹۴ھ میں کی اور حضرت رضاؑ نے ۲۰۲ھ میں طوس میں منگل کے دن ۱۸ جمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔ اور میں نے ملاقات کی حضرت ابوالحسن اور ابومحمد علیہ السلام سے اور میرا باپ ان دونوں حضرات کا موذن تھا۔ ا ھ

پس معلوم ہوا کہ یہ شیعوں کا جلیل القدر گھرانہ ہے۔ قدس اللہ ارواحہم۔ مسلم[24] بن کثیر ازدی کوفی تابعی یہ حضرت امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور حضرت کی ہمرکابی میں کسی جنگ میں ان کے پاؤں پر زخم لگا تھا اور امام حسینؑ کی خدمت میں کوفہ سے کربلا میں آکر مشرف ہوئے دسویں کے دن پہلے حملہ میں شہید ہوئے اور نافع ان کا دوست نماز ظہر کے بعد شہید ہوا۔ زہیر[25] بن سلیم ازدی یہ بزرگوار ان سعادتمندوں میں سے ایک ہیں جو دسویں کی رات آکر امام حسینؑ سیدالشہداء کے لشکر سے ملحق ہوئے ہیں۔ عبداللہ اور عبیداللہ یزید بن ثبیط عبدی بصری کے فرزند ابوجعفر طبری نے روایت کی ہے کہ بصرہ کے شیعوں کی ایک جماعت قبیلہ عبدالقیس کی ایک خاتون کے گھر جمع ہوئی جس کا نام ماریہ بنت منقذ تھا اور وہ شیعہ تھی اور اس کے گھر میں ہی شیعہ حضرات جمع ہوتے تھے اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اور اس کو یہ اطلاع ملی تھی کہ امام حسینؑ عراق کی طرف آرہے ہیں۔ ابن زیاد نے بھی راستے بند کر دیئے اور بصرہ پر اپنے عامل کو لکھا کہ دیدبانوں کے لئے جگہیں بنائی جائیں اور انہیں اس میں بٹھا دیا جائے کہ وہ راستوں کی حفاظت کریں۔ تاکہ حضرت تک کوئی شخص پہنچ نہ سکے پس یزید بن ثبیط جو قبیلہ عبدالقیس کے ان شیعوں میں سے تھا جو اس مومنہ کے گھر میں جمع ہوتے اس نے عزم بالجزم کیا کہ حضرت سے جاملے

اور اس کے دس بیٹے تھے پس اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ جائے گا۔ ان دس میں سے دو باپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے پھر اس گروہ سے کہا کہ جو اس خاتون کے گھر میں جمع ہوئے تھے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں امام حسینؑ کے پاس جاؤں اور ابھی جا رہا ہوں وہ شیعہ کہنے لگے کہ ہم ابن زیاد کے ساتھیوں سے تمہارے متعلق خوف رکھتے ہیں فرمایا خدا کی قسم جب اونٹ یا ہمارے قدم شاہراہ پر پہنچ گئے پھر معاملہ میرے لئے آسان ہے۔ اور کسی قسم کی مجھے وحشت نہیں کہ ابن زیاد کے ساتھی میری تلاش میں نکلیں پھر وہ بصرہ سے نکلے اور غیر معروف راستہ سے چل کر ابطح میں امام حسینؑ کے قریب پہنچے۔ وہاں اتر کر اپنی جگہ درست کی اور سامان ٹھیک کیا اور پھر حضرت کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب امام حسینؑ کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ تشریف لائے تاکہ اسے اس کی قیام گاہ میں جا کر ملیں جب وہاں پہنچے تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ تو آپ کی قیام گاہ پر گیا ہے۔ حضرت وہیں اس کے انتظار میں بیٹھ گئے ادھر اس شخص نے جب حضرت کو اپنی منزل میں نہ پایا اور حالات پوچھے اور اس سے کہا گیا کہ آنجناب تو تیرے پاس تشریف لے گئے ہیں تو یزید واپس آیا اور دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اللہ کے فضل سے انہیں خوش ہونا چاہیئے۔ پس سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور بتایا کہ وہ بصرہ سے آپ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوا ہے۔ حضرت نے اس کے حق میں دعائے خیر کی پس وہ حضرت کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ کربلا میں اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے ساتھ شہید ہوا بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یزید بصرہ سے چلا، تو عامر اس کا مولا (ساتھی) سالم سیف بن مالک اور ادہم بن امیہ بھی اس کے ساتھ تھے اور یہ لوگ بھی کربلا میں شہید ہوئے، یزید اور اس کے دونوں بیٹوں کا مرثیہ اس کے بیٹے عامر بن یزید نے کہا ہے۔

انہیں افراد میں سے جو پہلے حملہ میں شہید ہوئے۔ جندب[28] بن حجر کندی خولانی ہیں۔ جو امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں اور جنادہ[29] بن کعب انصاری ہیں جو مکہ سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں تھے۔ اور ان کا بیٹا عمرو بن جنادہ باپ کی شہادت کے بعد اپنی ماں کی اجازت سے جہاد کے لئے گیا اور شہید ہوا۔ اور سالم[30] بن عمرو اور قاسم[31] بن حبیب ازدی اور بکر[32] بن حی تیمی اور جوین[33] بن مالک تیمی اور امیہ[34] بن سعد طائی۔ اور عبداللہ[35] بن بشر جو کہ مشہور بہادروں میں سے تھا۔ اور بشر[36] بن عمرو اور حجاج[37] بن بدر بصری جو کہ عمرو کا خط بصرہ سے امام حسینؑ کی خدمت میں لایا تھا اور اس کا ساتھی قعنب بن عمرو نمری بصری اور عائذ[38] بن مجمع بن عبداللہ عائذی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دس غلام امام حسینؑ کے اور دو غلام امیرالمومنینؑ کے تھے (یہ سب پہلے حملے میں شہید ہوئے) مؤلف کہتا ہے کہ ان غلاموں میں سے بعض کے نام یہ ہیں اسلم بن عمرو

جیسے مؤلف نے ذکر کیا ہے شاعر نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ وہ اس سعادت سے کیوں محروم رہا اور حور و قصور سے بہرہ ور نہ ہو سکا (مترجم)

ان کا باپ ترکی تھا اور یہ خود امام حسینؑ کے منشی تھے اور قارب بن عبداللہ دئلی کہ جس کی ماں امام حسینؑ کی کنیز تھی۔ اور منجح بن سہم امام حسینؑ کا غلام تھا۔ اور آپ کی اولاد کے ساتھ کربلا میں آیا اور شہید ہوا۔ اور سعد بن حرث امیرالمومنینؑ کا غلام تھا اور نصر بن ابو نیزر یہ بھی حضرت کا غلام تھا۔ اور اس نصر کا باپ وہی تھا جو امیرالمومنینؑ کے نخلستان میں کام کرتا تھا اور حرث بن نبہان جناب حمزہ کا غلام اور ان کے علاوہ۔ خلاصہ یہ کہ جب اس حملہ میں سیدالشہداءؑ کے اصحاب میں سے کافی لوگ شہید ہو گئے تو ان کی شہادت نے سیدالشہداء پر بہت اثر کیا اور حضرت نے از روئے تأسف اپنا دستِ مبارک اپنے محاسن مقدس پر پھیر کر فرمایا کہ خدا کا غضب یہودیوں پر اس وقت شدت اختیار کر گیا۔ جب انہوں نے خدا کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ پر غضب خدا کی شدت اس وقت ہوئی جب وہ تین خداؤں کے قائل ہوئے اور مجوسیوں پر خدا کا غضب اس وقت شدید ہوا جب انہوں نے سورج اور چاند کی پرستش کی اور شدید وخت ہے غضب خدا اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبیؐ کے بیٹے کے خون بہانے پر اتفاق کر لیا ہے۔ خدا کی قسم میں اس گروہ کی وہ بات کبھی بھی قبول نہیں کروں گا جو ان کے دلوں میں ہے یہاں تک کہ میں بارگاہِ خدا میں اپنے خون سے خضاب لگا کر جاؤں گا۔

اصحاب امام حسینؑ کا مبارزہ عمر سعد لعین کے لشکر کے ساتھ

مخفی نہ رہے کہ لشکر کوفہ کے بڑے لوگوں کی ایک جماعت دل سے راضی نہیں تھی کہ وہ امام حسینؑ سے جنگ کریں اور اپنے آپ کو دونوں جہاں میں مطرود و مردود بنائیں۔ لہذا معاملہ ٹال مٹول میں رہا اور جنگ میں تساہل سے کام لیا جاتا رہا اس دوران قاصد اور خطوط کی آمد و رفت بھی رہی اور دسویں کے دن بھی تقریباً چاشت کے وقت تک معاملہ اسی طرح رہا اس وقت لوگوں پر پورے طور پر واضح و روشن ہو گیا کہ فرزند رسولؐ ذلت کا لباس کبھی نہیں پہنیں گے اور عبیداللہ بن زیاد بھی حضرت سے دستبردار نہیں ہوگا۔ لہذا دونوں طرف سے جنگ کا مصمم ارادہ ہوا سب سے پہلے ابن سعد کی فوج سے جو شخص میدانِ جنگ میں آیا وہ یسار زیاد بن ابیہ کا غلام اور سالم ابن زیاد کا غلام دونوں مل کر میدان میں آئے اور امام حسینؑ کے اصحاب میں سے عبداللہ بن عمیر کلبی ان کے مقابلہ کے لئے باہر نکلے وہ کہنے لگے تو کون ہے اس نے جواب دیا میں عبداللہ بن عمیر ہوں وہ کہنے لگے ہم تمہیں نہیں پہچانتے تم واپس چلے جاؤ اور زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر کو ہماری طرف بھیجو اور یسار سالم سے آگے تھا عبداللہ نے اس سے کہا اے زانیہ کے بیٹے کیا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے کہ جسے تو چاہے انتخاب کرے یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار مار کر زمین پر گرا لیا۔ سالم غلام ابن زیاد نے جب یہ دیکھا تو دوڑا تاکہ یسار کی

مدد کرے اصحاب امام حسینؑ نے عبداللہ کو پکار کر کہا کہ اپنے آپ کو بچاؤ دشمن آپہنچا عبداللہ چونکہ اپنے مقتول کی طرف مشغول تھے وہ یہ بات نہ سن سکے۔ لہٰذا سالم نے پہنچ کر عبداللہ کے تلوار ماری عبداللہ نے بایاں بازو سپر کے طور پر اپنے سر کو بچانے کے لئے رکھا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن عبداللہ نے اس زخم کی پرواہ کئے بغیر زخم خوردہ شیر کی طرح باگ موڑ دی اور سالم کو تلوار کے وار سے یسار کے ساتھ دارالبوار کی طرف روانہ کیا اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے ؎

اِنْ تُنْكِرُوْنِیْ فَاَنَا بْنُ كَلْبٍ حَسْبِیْ بِبَیْتِیْ فِیْ عُلَیْمٍ حَسْبِیْ

اِنِّیْ امْرَاءٌ ذُوْ مِرَّةٍ وَعَصْبٍ وَلَسْتُ بِالْخَوَّارِ عِنْدَ النَّكْبِ

پھر عمرو بن حجاج نے اپنے دستہ کو حکم دیا کہ وہ امام حسینؑ کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کرے۔ اصحاب حسینؑ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے زانو زمین پر ٹیک دیئے اور نیزے ان کی طرف سیدھے کر لئے۔ دشمن کے گھوڑے جب وہاں پہنچے تو وہ ان کے نیزوں کے ڈر سے پشت پھیر کر دوڑے۔ پھر اصحاب حسینؑ نے ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے بعض گر پڑے اور بعض کودتے پھاندتے نکل گئے۔ اس وقت قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص کہ جسے عبداللہ بن حوزہ کہتے تھے وہ امام حسینؑ کے لشکر کی طرف رُخ کر کے امام مظلومؑ کے مدمقابل کھڑے ہو کر کہنے لگا اے حسینؑ اے حسینؑ، حضرت نے فرمایا کیا کہتا ہے وہ خبیث کہنے لگا۔ آپ کو آگ کی بشارت ہو آپ نے فرمایا یہ بات ہرگز نہیں بلکہ میں تو مہربان مالک اور شفاعت کرنے والے کے پاس جانے والا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا حوزہ تمیمی کا بیٹا ہے۔ حضرت نے اپنے خدائے کریم کو پکارا اور عرض کیا بارِ الٰہا اسے جہنم کی آگ کی طرف کھینچ لے اسی وقت ابن حوزہ کا گھوڑا مچلنے لگا اور اُسے اپنی پشت سے گرا دیا اور اس کا بایاں پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور دایاں پاؤں اوپر کی طرف تھا۔ مسلم بن عوسجہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور اس کا دایاں پاؤں تلوار مار کر اس کے نجس بدن سے الگ کر دیا۔ اس کا گھوڑا دوڑنے لگا اور اس کا سر پتھروں، ڈھیلوں اور درختوں سے ٹکراتا رہا یہاں تک کہ وہ ناری ہلاک ہوا اور خداوند عالم نے اس کی روح جہنم کی طرف بھیج دی۔
پھر میدانِ کارزار گرم ہوا اور دونوں طرف سے ایک گروہ قتل ہوا۔

حُر بن یزید ریاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارزت

اس وقت حُر بن یزید نے عمر و سعد کے ساتھیوں پر شیر غضب ناک کی طرح حملہ کیا اور عنترہ کے اشعار تمثّل کیا۔

مَا زِلْتُ اَرْمِیْهِمْ بِثُغْرَةِ نَحْرِهٖ وَلَبَانِهٖ حَتّٰی تَسَرْبَلَ بِالدَّمِ

اور یہ رجز بھی پڑھے۔

اِنِّیْ اَنَا الْحُرُّ وَمَأْوَی الضَّیْفِ ۔۔۔ اَضْرِبُ فِیْ اَعْنَاقِکُمْ بِالسَّیْفِ

عَنْ خَیْرِ مَنْ حَلَّ بِاَرْضِ الْخَیْفِ ۔۔۔ اَضْرِبُکُمْ وَلَا اَرٰی مِنْ حَیْفٍ

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حر کے گھوڑے کے کانوں اور ابرو پر زخم لگے ہوئے تھے اور ان سے خون جاری تھا۔ حصین بن تمیم نے یزید بن سفیان کی طرف دیکھ کر کہا اے یزید یہ وہی حُر ہے کہ جس کے قتل کرنے کی تو آرزو رکھتا تھا۔ اب اس کے مقابلہ میں جا۔ کہنے لگا ہاں ٹھیک ہے اور وہ حر کی طرف لپکا اور کہنے لگا، اے حُر مقابلہ کا خیال ہے حر نے کہا کہ کیوں نہیں پس آپس میں جنگ کرنے لگے۔ حصین کہتا ہے کہ خدا کی قسم! ایسے معلوم ہوا جیسے یزید کی جان حر کے ہاتھ میں تھی۔ اسے مہلت دیئے بغیر قتل کر دیا پس وہ تابڑ توڑ حملے کرتا رہا یہاں تک کہ عمرو سعد نے حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اصحاب حسینؑ پر تیر باری کرو پس عمر سعد کے لشکر نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑے ہلاک ہو گئے اور سوار پیادہ ہو گئے۔ ابو مخنف نے ایوب بن شرح حیوانی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے حر کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اور ان کے گھوڑے کے شکم پر تیر مارا وہ لرزنے اور مضطرب ہونے لگا اور گر گیا مؤلف کہتا ہے کہ گویا حسان بن ثابت نے اسی مقام پر یہ شعر کہا ہے

وَیَقُوْلُ لِلطَّرْفِ اصْطَبِرْ لِشَبَا الْقَنَا ۔۔۔ فَهَدَمْتُ رُکْنَ الْمَجْدِ اِنْ لَمْ تُعْقَرِ

کس قدر مناسب ہے کہ اس مقام پر یہ حدیث حضرت صادقؑ سے نقل کی جائے آپ نے فرمایا اَلْحُرُّ حُرٌّ عَلٰی جَمِیْعِ اَحْوَالِهٖ اِنْ نَابَتْهُ نَائِبَةٌ صَبَرَ لَهَا وَاِنْ تَدَاکَّتْ عَلَیْهَا الْمَصَائِبُ لَمْ تَکْسِرْهُ وَاِنْ اُسِرَ وَقُهِرَ وَاسْتُبْدِلَ بِالْیُسْرِ عُسْرًا۔ شریف و آزاد مرد آزاد ہوتا ہے اپنے تمام حالات میں اگر کوئی آفت اس پر پڑے تو وہ صبر کرتا ہے اور اگر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو اس کو توڑ نہیں سکتے اگرچہ وہ قید و مغلوب ہو جائے اور آسانی کے بجائے تنگی میں مبتلا ہو۔ راوی کہتا ہے کہ پس حر اپنے گھوڑے سے شیر کی طرح کود پڑا اور شمشیر ان کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

اِنْ تَعْقِرُوْا بِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحُرِّ ۔۔۔ اَشْجَعُ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ هِزَبْرٍ

اگر تم نے میرے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے ہیں تو پرواہ نہیں میں حر کا بیٹا اور شیرِ نر سے زیادہ بہادر ہوں پس میں نے اس جیسا کوئی بہادر نہیں دیکھا جو سروں کو قلم کرتا اور لشکر کو ہلاک کرتا تھا اہل سیر و تاریخ کہتے ہیں کہ حر اور زہیر نے اتفاق کر لیا کہ دونوں مل کر لشکر پر حملہ کریں اور سخت قسم کی جنگ کریں اور دونوں میں سے جو گرفتار ہو جائے دوسرا حملہ کر کے اسے چھڑائے اور اسی طرح ایک گھنٹہ تک جنگ کرتے رہے اور حر یہ رجز

پڑھتے تھے ؎

آلَیتُ لَا اُقتَلُ حَتّٰی اَقتُلا ! وَلَن اُصَابَ الیَومِ اِلَّا مُقبِلاً
اَضرِبُھُم بِالسَّیفِ ضَرباً مِفصَلاً لَا نَاکِلاً عَنھُم وَ لَا مُھَلِّلاً

یعنی میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہوں گا۔ جب تک قتل نہ کروں۔ آج زخم نہیں کھاؤں گا مگر آگے کی طرف میں انہیں کاٹنے والی تلوار سے ماروں گا نہ پیچھے ہٹوں گا۔ نہ روگردانی کروں گا۔ اور حر کے ہاتھ میں ایسی تلوار تھی کہ جس کی دھار سے موت ظاہر تھی گویا ابن معتز نے اس کے متعلق کہا ہے ولی صارم

وَلِیْ صَارِمٌ فِیہِ المَنَایَا کَوَامِنٌ فَمَا یُنتَضیٰ اِلَّا لِسَفکِ دِمَاءٍ
تَرَیٰ فَوقَ مَتنَیہِ الفِرِندَ کَاَنَّہٗ بَقِیَّۃُ غَیمٍ رَقَّ دُونَ سَمَاءٍ

یعنی میری کاٹنے والی تلوار ہے کہ جس میں موتیں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ نیام سے نہیں نکالی جاتی مگر خون بہانے کے لئے اس کی کمر کے اوپر اس کا جوہر تجھے نظر آئے گا گویا وہ بادل کا بچا ہوا ٹکڑا ہے جو آسمان کے نیچے رہ جائے پھر عمر سعد کے ایک گروہ نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ امام حسینؑ حر کے پاس آئے اور ابھی ان کے بدن سے خون بہہ رہا تھا پس آپ نے فرمایا کیا کہنا تو واقعاً آزاد و شریف ہے جس طرح تیرا یہ نام رکھا گیا ہے تو دنیا و آخرت میں آزاد ہے پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

لَنِعمَ الحُرُّ حُرُّ بَنِی رِیَاحٍ ونعم الحر عند مختلف الرماح
وَنِعمَ الحُرُّ اِذ نَادیٰ حُسَیناً فَجَادَ بِنَفسِہٖ عِندَ الصَّبَاحِ (القَفَاحِ)

بنی ریاح کا حر بہترین شریف انسان ہے جو چلنے والے نیزوں کے وقت بہترین ہے اور حر بہترین شخص ہے کہ جس نے حسینؑ کو پکارا اور اپنی جان صبح کے وقت یا پکارنے کے وقت قربان کر دی۔

شہادت بریر بن خضیر رضی اللہ عنہ

بریر بن خضیر رحمہ اللہ میدان میں آئے۔ وہ زاہد و عابد شخص تھے اور انہیں ابو القراء کہتے تھے۔ اشراف اہل کوفہ اور قبیلہ ہمدان میں سے تھے اور وہ ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی کوفی تابعی کے ماموں ہیں کہ جن کے حق میں کہتے ہیں کہ انہوں نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہے اور ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ عابد و زاہد کوئی نہ تھا اور حدیث میں ان سے زیادہ قابل وثوق خاصہ و عامہ کے نزدیک کوئی شخص نہیں اور وہ علی بن حسین کے نزدیک قابل وثوق لوگوں میں سے تھے۔ بہر حال جب جناب بریر میدان میں آئے تو ادھر سے یزید بن معقل ان کی طرف

آیا اور آپس میں انہوں نے طے پایا کہ مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں۔ کہ جو شخص باطل پر ہے وہ دوسرے کے ہاتھ سے مارا جائے یہ کہہ کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے یزید نے بریر پر تلوار لگائی مگر انہیں اس سے کوئی نقصان نہ ہوا لیکن جب بریر نے اس کو ضرب لگائی تو وہ اس کے خود کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی اس کے سر کو چیر کر دماغ تک پہنچی اور یزید پلید زمین پر گر پڑا اس طرح جیسے کوئی شخص اونچی جگہ سے زمین پر گرتا ہے رضی بن منقذ عبدی نے جب یہ دیکھا تو اس نے بریر پر حملہ کیا اور وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوئے اور ایک گھنٹے تک لڑتے رہے بالآخر بریر نے اس کو زمین پر چت کر دیا۔ اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رضی نے اپنے لشکر سے فریاد کی تاکہ وہ اُسے چھڑائے۔ کعب بن جابر نے حملہ کیا۔ اور اپنا نیزہ بریر کی پشت پر گھونپ دیا۔ بریر نے جب نیزہ کا احساس کیا تو جس طرح وہ رضی کے سینہ پر بیٹھے تھے اس کے منہ پر گرے اور اس کے چہرہ کو دانتوں سے کاٹنے لگے اور اس کی ناک کاٹ لی اور دوسری طرف چونکہ جابر کے لئے کوئی مانع نہیں تھا لہٰذا اس نے اپنے نیزہ کو اتنا دبایا کہ وہ ان کی پشت میں در آیا اور بریر کو رضی کے اوپر سے گرا کر اتنی تلواریں لگائیں کہ وہ شہید ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ رضی لعین زمین سے اپنی قبا جھاڑتے ہوئے اٹھا اور کعب سے کہا کہ اے بھائی تو نے مجھ پر احسان کیا ہے جب تک زندہ ہوں میں اس احسان کو نہیں بھولوں گا۔ جب کعب بن جابر واپس گیا تو اس کی بیوی یا اس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا تو نے سیّد القراء کو قتل کیا ہے تو نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ خدا کی قسم میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

شہادت وہب علیہ الرحمۃ

وہب بن عبداللہ بن حباب کلبی اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ لشکرِ حسینی میں حاضر تھا اپنی ماں کی تشویق پر جہاد کے لئے تیار ہوا۔ گھوڑا میدان میں دوڑایا اور یہ رجز پڑھے۔

اِنْ تُنْكِرُونِي فَاَنَا بْنُ الْكَلْبِ ۔ سَوْفَ تَرَوْنِي وَ تَرَوْنَ ضَرْبِي وَحَمْلَتِي وَصَوْلَتِي فِي الْحَرْبِ ۔

اُدْرِكُ ثَارِي بَعْدَ ثَارِ صَحْبِي ۔ وَاَدْفَعُ الْكَرْبَ اَمَامَ الْكَرْبِ ۔ لَيْسَ جِهَادِي فِي الْوَغىٰ بِاللَّعْبِ ۔

اے وہب کی ماں میں تیری طرف سے ضامن ہوتا ہوں ان میں کبھی نیزہ اور کبھی تلوار چلانے کا یہ ایسے نوجوان کی ضرب ہے جو اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے۔ پس انیس سوار اور بارہ پیادوں کو قتل کیا اور کچھ دیر تک جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے۔ اس وقت ان کی ماں نے خیمہ کا ستون لیا اور میدان میں چلی گئی اور کہا اے وہب میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ جتنا ہو سکے جنگ کرو اور حرم رسولؐ خدا سے دشمنوں کو دفع کرو۔ وہب نے چاہا کہ اسے واپس کرے۔ وہب کی ماں نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی میں واپس نہیں جاؤں گا۔ جب تک تیرے ساتھ اپنے خون میں نہ نہالوں جناب امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا اہل بیت کی طرف سے خدا تمہیں جزائے خیر دے عورتوں کے خیام

کی طرف پلٹ جاؤ۔ خدا تم پر رحمت کرے پس وہ خاتون خیام کی طرف واپس گئی اور وہ کلبی نوجوان جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہب کی بیوی اس کی شہادت کے بعد بے تاب ہو کر اپنے شوہر کی طرف دوڑی اور اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ شمر ملعون نے اپنے غلام سے کہا اور اس نے اس کے سر پر گرز مار کر اسے اس کے شوہر کے ساتھ ملحق کر دیا۔ یہ پہلی عورت تھی جو لشکر سید الشہداؑ میں شہید کر دی گئی۔ اس کے بعد عمرو بن خالد ازدی اسدی صیداوی عازم میدان ہوئے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ اے ابا عبداللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے جو شہید ہو گئے ہیں ان سے جا ملوں۔ اور مجھے یہ پسند نہیں کہ زندہ رہ کر آپ کو تنہا شہید ہوتے دیکھوں۔ اب مجھے اجازت دیجئے آپ نے اجازت دی اور فرمایا ہم بھی تھوڑی دیر میں تم سے آملتے ہیں۔ وہ سعادت مند میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھے۔ اِلَیْکِ یَا نَفْسُ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۔ فَاَبْشِرِیْ بِالرَّوْحِ وَالرَّیْحَانِ ۔ اَلْیَوْمَ تُجْزِیْنَ بِالْاِحْسَانِ ۔

تجھے اے نفس خدائے رحمٰن کی طرف سے روح و ریحان کی بشارت ہو آج تجھے نیکی کا بدلہ ملے گا۔ پس جنگ کر کے شہید ہوئے پھر ان کا بیٹا خالد بن عمرو میدان میں نکلا۔ اور وہ کہتا تھا۔ صَبْرًا عَلَی الْمَوْتِ بَنِیْ قَحْطَانِ ۔ کَیْ مَا تَکُوْنُوْا فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ ۔ یَا اَبَتَا قَدْ صِرْتَ فِی الْجِنَانِ ۔ فِیْ قَصْرِ دُرٍّ حَسَنِ الْبُنْیَانِ ۔ اے بنی قحطان موت پر صبر کرو تاکہ خدائے رحمٰن کی رضا میں داخل ہو جاؤ۔ اے بابا آپ تو جنت میں جا پہنچے ایسے قصر و محل میں جو موتی سے بنا ہے اور اس کی بنیادیں بہترین ہیں پس وہ جہاد کر کے شہید ہوا تو سعید بن حنظلہ تمیمی میدان میں گیا اور وہ امام حسینؑ کے لشکر کے اونچے افراد میں سے تھے۔ انہوں نے رجز پڑھے اور کہا۔ صَبْرًا عَلَی الْاَسْیَافِ وَالْاَسِنَّۃِ ۔ صَبْرًا عَلَیْھَا لِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ ۔ وَحُوْرٍ عِیْنٍ نَاعِمَاتٍ ھُنَّۃٍ ۔ لِمَنْ یُرِیْدُ الْفَوْزَ لَا بِالظَّنَّۃِ ۔ یَا نَفْسُ لِلرَّاحَۃِ فَاجْھَدَنَّۃٌ وَفِیْ طِلَابِ الْخَیْرِ فَارْغَبَنَّۃٌ تلواروں اور نیزوں پر جنت میں داخل ہونے اور حور العین کے لئے جو نرم و نازک اور خوشگوار ہیں صبر کرو یہ اس شخص کے لئے ہے جو کامیابی چاہتا ہے نہ بدگمان کے لئے اے نفس آرام و راحت کے لئے کوشش کر اور نیکی کو طلب کرنے میں رغبت کر۔ پس انہوں نے حملہ کیا اور سخت جنگ کر کے شہید ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

پس عمیر بن عبداللہ مذحجی میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھے۔ قَدْ عَلِمَتْ سَعْدٌ وَحَیٌّ مَذْحِجٍ ۔ اِنِّیْ لَدَی الْھَیْجَاءِ لَیْثٌ مُحْرِجٌ ۔ اَعْلُوْ بِسَیْفِیْ ھَامَۃَ الْمُدَجِّجِ ۔ وَاَتْرُکُ الْقِرْنَ لَدَی التَّعَرُّجِ ۔ فَرِیْسَۃَ الضَّبْعِ الْاَزَلِّ الْاَعْرَجِ ۔ سعد اور قبیلہ مذحج جانتا ہے کہ میں جنگ کے وقت وہ شیر ہوں جو میدان سے منہ نہیں موڑتا میں اپنی تلوار کے ساتھ مسلح مرد میدان کی کھوپڑی پر غالب آ جاتا ہوں اور میں اپنے مدمقابل کو جنگ کے وقت اس بجو کا شکار قرار دیتا ہوں جو لنگڑا کر چلتا ہے۔ پس جنگ کی اور بہت سے ملاعین کو قتل کیا اور مسلم ضبابی اور عبداللہ بجلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

نافع بن ہلال کا مبارزہ اور مسلم بن عوسجہ کی شہادت

اصحاب سید الشہداء میں سے نافع بن ہلال بجلی جنگ کے لئے باہر نکلے اور ان کلمات کے ساتھ رجز پڑھے۔ اَنَا ابْنُ هِلَالِ الْجَمَلِي اَنَا عَلٰى دِيْنِ عَلِي میں ہلال کا بیٹا قبیلہ جمل سے ہوں۔ اور دین علی پر قائم ہوں۔ مزاحم بن حریث ان کے مقابلہ پر آیا اور کہنے لگا اَنَا عَلٰى دِيْنِ عُثْمَانَ میں عثمان کے دین پر ہوں۔ نافع نے کہا تو شیطان کے دین پر ہے۔ یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور دنیا کو اس کے نجس وجود سے پاک کر دیا۔ عمرو بن حجاج نے جب یہ بہادری دیکھی تو اپنے لشکر کو پکار کر کہا اے بے وقوف لوگو تمہیں معلوم ہے کہ کن لوگوں سے جنگ کر رہے ہو یہ لوگ اہل مصر کے شہسوار ہیں پستان شجاعت سے انہوں نے دودھ پیا ہے اور یہ لوگ مرنا چاہتے ہیں کوئی شخص اکیلا ان کے مقابلہ میں نہ جائے۔ ورنہ اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کرے گا۔ اس گروہ کی تعداد تھوڑی ہے اور یہ جلدی ختم ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم اگر تم سب اٹھ کھڑے ہو اور ان پر پتھر پھینکنا شروع کر دو تو وہ سب قتل ہو جائیں گے۔ عمر سعد نے کہا کہ یہ بات وہی ہے جو تم نے کی ہے۔ پس اس نے لشکر کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ وہ منادی کرے کہ کسی شخص کے لئے یہ اجازت نہیں کہ وہ اکیلا مبارزت کرے پس عمرو بن حجاج نے فرات کے کنارہ سے اپنی فوج کے ساتھ اصحاب امام حسینؑ کے میمنہ پر حملہ کیا اس کے بعد ان کلمات کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کو قتل کرنے کے لئے اکسایا۔ اَهْلَ الْكُوْفَةِ اِلْزَمُوْا طَاعَتَكُمْ وَجَمَاعَتَكُمْ وَلَا تَرْتَابُوْا فِيْ قَتْلِ مَنْ مَرَقَ مِنَ الدِّيْنِ وَخَالَفَ الْاِمَامَ۔ اپنی جماعت کو لازم پکڑو اور اس شخص کے قتل کرنے میں شک نہ کرو جو دین سے نکل گیا ہو اور امام کی جس نے مخالفت کی ہو۔ خداوند عالم عمرو بن حجاج لعین کے منہ کو جہنم کی آگ سے پر کرے ان کلمات کے بدلے جو کہ امام حسینؑ پر بہت گراں گذرے اور آپ پر ان کا بہت اثر ہوا۔ پس کچھ دیر تک دونوں لشکر جنگ کرتے رہے اور اس گیرودار جنگ میں مسلم بن عوسجہ اسدی علیہ الرحمہ بے حال ہو کر زخموں کی زیادتی کی بنا پر زمین پر گر گئے اور عمر سعد کے لشکر نے حملہ سے ہاتھ روک لیا اور اپنی لشکر گاہ کی طرف پلٹ گیا جب غبار جنگ بیٹھ گیا۔ تو مسلم کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا گیا۔ امام حسینؑ ان کے پاس آئے جب کہ مسلم ابھی زندہ تھے تو اس کو خطاب کر کے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے اے مسلم پھر آپ نے یہ تلاوت کی۔ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ یعنی پس ان میں سے بعض اپنا وعدہ پورا کر چکے اور بعض اس کے انتظار میں ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی حبیب بن مظاہر جو خدمت حضرت میں حاضر تھے مسلم کے قریب آئے اور کہنے لگے اے مسلم میرے لئے گراں ہے یہ رنج و تکلیف جس میں آپ ہیں اب آپ کو بہشت کی بشارت ہو مسلم نے کمزور آواز میں کہا خدا تمہیں اچھائی کی بشارت دے حبیب نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گا۔ تو میں دوست رکھتا کہ آپ مجھے وصیت کرتے جو جاہتے

تاکہ میں اس کو انجام دینے میں اہتمام کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ابھی میں بھی قتل ہو جاؤں گا اور آپ سے آملوں گا۔ مسلم نے کہا میں اس مرد کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ اور اشارہ کیا امام حسینؑ کی طرف اور کہا کہ جب تک تمہارے بدن میں جان ہے ان کی مدد کرنا اور ان کی نصرت سے دستبردار نہ ہونا۔ حبیب نے کہا پروردگار کعبہ کی قسم اس کے علاوہ کچھ نہیں کروں گا۔ اور اس وصیت پر عمل کر کے تمہاری آنکھوں کو روشن کروں گا پس مسلم نے دنیا کو الوداع کہا جب کہ ان کا بدن ان کے ہاتھوں پر تھا جو انہیں اٹھا کر مقتولین کے پاس رکھنے کے لئے لا رہے تھے پس ان کی کنیز کی آواز ان کے گریہ و ندبہ میں بلند ہوئی کہ یَا ابْنَ عَوْسَجَاهُ یَا سَیِّدَاهُ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عوسجا زمانہ کے مشہور بہادروں میں سے تھے جیسا کہ شبث بن ربعی نے ان کی شجاعت آذربائیجان میں دیکھی تھی اور اس نے اس کا ذکر کیا اور جس وقت مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو مسلم بن عوسجہ اموال قبض کرنے ہتھیار خریدنے اور بیعت لینے میں ان کے وکیل تھے۔ اس کے علاوہ وہ بہت بڑے عابد و زاہد تھے اور ہمیشہ مسجد کوفہ کے ایک ستون کے پاس عبادت و نماز میں مشغول رہتے تھے جیسا کہ دینوری کی اخبار الطوال سے معلوم ہوتا ہے اور انہیں ارباب تاریخ امام حسینؑ کا پہلا صحابی قرار دیتے تھے۔ اور ان کی گفتگو شب عاشور کی آپ سن چکے ہیں۔ انہوں نے کربلا میں بڑا سخت حملہ کیا اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنِّیْ فَاِنِّیْ ذُوْ لِبَدٍ۔ مِنْ فَرْعِ قَوْمٍ مِنْ ذُرَیٰ بَنِیْ اَسَدٍ۔ فَمَنْ بَغَانَا حَائِدٌ عَنِ الرَّشَدِ۔ وَکَافِرٌ بِدِیْنِ جَبَّارٍ صَمَدٍ۔ اگر میرے متعلق پوچھتے ہو تو میں شیر ہوں اس قوم کی شاخ کا جو بنی اسد کی چوٹی کے لوگ ہیں پس جو ہم سے بغاوت کرے وہ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے اور وہ خدائے جبار بے نیاز کے دین کا منکر ہے۔ اس بزرگوار کی کنیت ابوحجل ہے جیسا کہ کمیت اسدی نے اپنے اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اِنَّ اَبَا حَجْلٍ قَتِیْلٌ مُحَجَّلٌ حجل کا معنی ہے شہد کی مکھیوں کا سردار اور محجل کا معنی ہے زمین پر پڑا ہوا یعنی ابوحجل مقتول ہو کر زمین پر پڑا تھا۔ بہرحال دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ سے میسرہ امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ آپ کے جاں نثاروں نے ثبات قدمی سے جنگ کی۔ اور دونوں طرف کے لشکر کے نیزے اور تلواریں چلنے لگیں۔ عمر بن سعد کی فوج نے امام حسینؑ اور ان کی فوج کو ہر طرف سے گھیر لیا اور حضرت کے اصحاب نے اس لشکر کے ساتھ گھمسان کی لڑائی کی اور پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور آپ کی فوج کے سارے شہسوار بتیس افراد تھے جو شعلہ جوالہ کی طرح حملہ کرتے اور ابن سعد لعین کی فوج کو دائیں بائیں سے منتشر کر دیتے تھے۔ عروہ بن قیس جو پسر سعد کی فوج کا ایک افسر تھا جب اس نے لشکر امامؑ کی یہ شجاعت اور جوانمردی دیکھی تو عمر سعد کے پاس کسی کو بھیج کر پیغام دیا کہ اے پسر سعد تو دیکھتا نہیں کہ میری فوج نے اس چھوٹے سے گروہ سے کتنی زحمت و تکلیف اٹھائی ہے تیر اندازوں کو حکم دے کہ انہیں اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں ابن سعد نے تیر اندازوں کو تیر بارانی کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اصحاب حسینؑ نے دوپہر تک سخت قسم کی جنگ کی حصین بن تمیم جو تیر اندازوں

کا سردار تھا جب اس نے اصحاب حسینی کا صبر دیکھا تو اپنے لشکر کو حکم دیا جو پانچ سو تیر انداز تھے کہ حضرت کے اصحاب پر تیر برسائیں ان منافقین نے اپنے امیر کے حکم پر لشکر امامؑ کو ہدف و نشانہ تیر و سہام بنایا ان کے گھوڑوں اور جسموں کو زخمی کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اصحاب پر صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے خیموں کو ایک دوسرے سے متصل اور انہیں اپنے پیچھے اور دائیں بائیں قرار دیا تھا۔ عمر سعد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو کچھ فوج کو بھیجا کہ ان کے خیموں کو گرا دیں تاکہ ان کا احاطہ کر سکیں۔ تین چار افراد اصحاب حسینؑ میں سے خیموں میں گئے جب وہ ظالم ان خیموں کو خراب کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ ان پر حملہ کرتے اور جو سامنے آتا اسے قتل کر دیتے یا اس کی طرف تیر پھینکتے اور اسے زخمی کر دیتے عمر سعد نے جب یہ دیکھا تو چلا کر بولا کہ خیموں کو آگ لگا دو۔ لیکن ان کے اندر نہ جاؤ پس آگ لے آئے اور خیمہ کو آگ لگا دی۔ سید الشہداء نے فرمایا آگ لگانے دو۔ جب آگ لگا دیں گے تو پھر ادھر سے گذر کر تمہاری طرف نہیں آ سکیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن علیہ اللعن نے امام حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اور جو نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا وہ خیمہ میں لگا کر پکارا کہ آگ لے آؤ تاکہ میں خیمہ کو خیمہ والوں سمیت جلا دوں۔ راوی کہتا ہے کہ عورتوں کی چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی اور وہ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ امام حسینؑ نے شمر سے پکار کر کہا اے ذی الجوشن کے بیٹے تو آگ منگوا رہا ہے کہ خیمہ کو میرے اہلبیت سمیت جلائے۔ خداوند عالم تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے شمر سے کہا سبحان اللہ یہ بہت بری بات ہے کہ تو اپنے میں دو باتیں جمع کرے ایک یہ کہ انہیں وہ سزا دے جو خدا دیتا ہے جو کہ آگ سے جلانا ہے اور دوسرا یہ کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کرے امیر کو راضی کرنے کے لئے صرف مردوں کا قتل کرنا ہی کافی ہے۔ شمر نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں یہ نہیں بتاتا کہ میں کون ہوں اور میں اس سے ڈرا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ سے میری چغلی کھائے گا۔ پس اس کے پاس شبث بن ربعی آیا اور کہنے لگا میں نے تیری گفتگو سے بدتر گفتگو نہیں سنی اور تیرے موقف سے زیادہ برا موقف نہیں دیکھا کیا تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تو عورتوں کو ڈراتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ شمر کو شرم آگئی اور چاہتا تھا کہ واپس چلا جائے کہ زہیر بن قین نے اپنے اصحاب میں سے دس افراد کے ساتھ شمر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں خیموں سے ہٹا دیا اور ابو عزہ ضبابی کو قتل کر دیا جو شمر کا ساتھی تھا۔ عمر و سعد کے لشکر نے جب یہ دیکھا تو ان پر ہجوم کیا اور چونکہ لشکر حسینؑ کم تعداد میں تھا۔ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی قتل ہو جاتا تو ظاہر و واضح ہو جاتا اور عمر سعد کے لشکر سے اگر سو افراد بھی قتل ہوتے تو تعداد کی زیادتی کی وجہ سے معلوم نہ ہوتا بہر حال جنگ بڑی سخت ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ اور زخمی ہوئے یہاں تک کہ زوال کا وقت آگیا۔

ابوثمامہ کا امام حسینؑ کی خدمت میں نماز کا تذکرہ کرنا اور شہادت حبیب بن مظاہر

ابوثمامہ صیداوی نے کہ جن کا نام شریف عمرو بن عبداللہ ہے جب دیکھا کہ زوال کا وقت آگیا ہے تو امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اباعبداللہ میری جان آپ پر قربان ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لشکر آپ سے جنگ کرنے کے لئے قریب آچکا ہے لیکن آپ اس وقت تک شہید نہیں ہوں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں اور اپنے خون میں نہ لوٹوں البتہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ظہر کی نماز آپ کی اقتداء میں پڑھ لوں اور پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا تو نے نماز کو یاد کیا۔ خدا تجھے نماز گذاروں اور ذکر کرنے والوں میں سے قرار دے۔ بے شک یہ نماز کا اول وقت ہے پھر فرمایا اس قوم سے خواہش کرو کہ وہ جنگ سے رُک جائیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ حصین بن تمیم نے جب یہ بات سنی تو پکار کر کہا کہ تمہاری نماز بارگاہِ خدا میں قابلِ قبول نہیں۔ حبیب بن مظاہر نے فرمایا اے گدھے! یا شرابخوار! خلاف فرزند رسولؐ کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہو جائے گی۔ حصین نے حبیب پر حملہ کیا اور حبیب نے شیر کی طرح اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار ماری جو اس کے گھوڑے کے منہ پر لگی۔ اور حصین لعین زین سے زمین پر گر پڑا۔ پس اس کے ساتھیوں نے جلدی کی اور حبیب کے چنگل سے اسے چھڑا لے گئے۔ اور حبیب نے رجز پڑھے اور کہا۔ ترجمہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم ہماری تعداد میں ہوتے یا تم سے آدھے ہوتے تو تم کندھے پھیر کر جاتے اے بری قوم حسب و نسب کے لحاظ سے اور یہ بھی فرماتے ہیں میں حبیب ہوں۔ اور میرے والد مظاہر تھے میں جنگ کا شہسوار ہوں جب جنگ بھڑک جائے تم تعداد و تیاری میں زیادہ ہو لیکن ہم زیادہ وفادار اور زیادہ صابر ہیں ہم حجت کے لحاظ سے اونچے اور اظہر ہیں حق یہ ہے کہ ہم زیادہ متقی اور زیادہ عذر پیش کرنے والے ہیں۔[1]

بہرحال بڑی سخت جنگ کی یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق باسٹھ افراد کو ہلاک کیا۔ پس بنی تمیم کے ایک شخص نے کہ جسے بُدیل بن صریم کہتے تھے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی اور بنی تمیم کے ایک دوسرے شخص نے آپ کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا آپ اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کو سر پہ تلوار مار کر شہید کر دیا پس وُہ تمیمی شخص گھوڑے سے اترا اور اس نے ان کا سر تن سے جدا کر لیا۔ حصین کہنے لگا میں تیرے ساتھ اس کے قتل کرنے میں شریک ہوں اس کا سر مجھے دے کہ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر گھوڑے کو جولان دوں گا۔ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کے قتل میں شریک تھا پھر تو لے کر عبیداللہ کے پاس جا کے انعام وصول کرنا پس اس ملعون نے حبیب کا سر لے کر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کے لشکر میں پھرایا اور پھر اسے واپس کر دیا جب لشکر کوفہ کی طرف واپس گیا تو وہ تمیمی شخص حبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر قصر الامارہ کی طرف ابن زیادہ کے پاس

---

[1] (مؤلف نے کچھ فارسی کے اشعار تحریر کئے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

لے جا رہا تھا تو قاسم بن حبیب نے جو ان دنوں نوخیز اور قریب بلوغ تھا اپنے باپ کے سر کو دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ شخص دارالامارہ میں جاتا تو یہ ساتھ جاتا اور جب وہ باہر آتا تو یہ ساتھ آتا وہ سوار اس بات سے شک میں پڑا اور اس نے کہا اے لڑکے تجھے کیا ہوا ہے کہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور مجھ سے الگ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا کچھ نہیں وہ شخص کہنے لگا یہ بات بلا وجہ نہیں ہو سکتی مجھے بتا بچے نے کہا کہ یہ میرے باپ کا سر ہے جو تیرے پاس ہے کیا مجھے دیتا ہے کہ میں اسے دفن کردوں کہنے لگا امیر راضی نہیں ہوتا کہ وہ دفن ہو اور میں بھی اچھے قسم کا انعام اس کے قتل کی وجہ سے لینا چاہتا ہوں۔ بچے نے کہا لیکن خدا تجھے اس کی بدترین جزا دے گا۔ خدا کی قسم تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو تجھ سے کہیں بہتر تھا یہ کہہ کر رونے لگا۔ اور ہمیشہ انتقام کی فکر میں رہا یہاں تک کہ مصعب بن زبیر کے زمانہ میں اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا ابو مخنف نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب حبیب شہید ہوئے تو ان کی شہادت سے امام مظلوم میں شکستگی پیدا ہوئی یعنی آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس اور حمایت کرنے والے صحابیوں کا حساب اللہ پر چھوڑتا ہوں اور بعض مقاتل میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے حبیب خدا تمہارا بھلا کرے تم صاحب فضل انسان تھے ایک ہی رات میں قرآن ختم کرتے تھے مخفی نہ رہے کہ حبیب حاملین علوم اہل بیتؑ اور امیرالمومنینؑ کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ جب ایک دفعہ میثم تمار سے ان کی ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے سے کافی دیر باتیں کرتے رہے تو حبیب نے کہا میں ایک گنجے شیخ کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کا پیٹ بڑا ہے اور وہ خربوزے دارالرزق کے قریب بیچتا ہے اسے پکڑ لیں گے اور اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھنے کی وجہ سے سولی پر لٹکائیں گے اور سولی پر اس کا شکم چاک کریں گے۔ ان کی مراد میثم سے تھی اور ایسا ہی ہوا جس طرح حبیب نے خبر دی تھی اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حبیب ان ستر افراد میں سے ہیں جنہوں نے امام مظلومؑ کی مدد کی اور جو لوہے کے پہاڑوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور کئی ہزار تیروں اور تلواروں کے مدمقابل سینہ سپر رہے۔ اور وہ کافر انہیں امان دیتے اور بہت سے مال کا وعدہ کرتے تھے لیکن یہ انکار کرتے۔ اور کہتے کہ ہماری آنکھوں میں حرکت موجود ہو اور امام مظلومؑ شہید ہو جائیں تو خدا کے ہاں ہمارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ ان سب نے اپنی جانیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیں اور سب حضرت کے گرد شہید ہوئے رحمۃ اللہ و برکاتہ علیہم اجمعین۔ حضرت مسلم علیہ الرحمہ کے حالات ہیں۔ عابس کی گفتگو کے بعد حبیب کے ارشادات بیان ہو چکے ہیں اور کمیت اسدی نے اپنے اس شعر میں حبیب کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سوی عصبة فیھم حبیب معفر　　　قضی نحبه والکاهلی مرمل

سوائے اس گروہ کے کہ جن میں خاک آلودہ چہرہ والا حبیب تھا کہ جس نے اپنا عہد پورا کیا اور کاہلی جو خاک و خون میں غلطاں تھا اس کی مراد کاہلی سے انس بن حرب اسدی کاہلی ہے جو کہ صحابہ کبار میں سے ہے اور اہل سنت نے

اس کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے رسولؐ خدا سے سنا جب کہ سید الشہداءؑ آپ کے پہلو میں تھے کہ آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا عراق کی سرزمین پر شہید ہو گا۔ اور جو شخص وہ زمانہ پائے تو اس کی مدد کرے پس انس باقی رہے یہاں تک کہ کربلا میں سید الشہداء کی مدد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ مؤلف کہتا ہے کہ بعض نے حبیب بن مظاہر مسلم بن عوسجہ۔ ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو بھی صحابہ رسولؐ خدا قرار دیا ہے اور ابی فراس کے قصیدہ کی شرح میں ہے کہ عاشورہ کے دن جابر بن عروہ غفاری نے جو بہت بوڑھے تھے اور پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں جنگ بدر و حنین میں حاضر ہو چکے تھے اپنی کمر کو عمامہ سے محکم و پختہ طریقہ سے باندھا اور اپنے ابرو (جو کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر پڑے تھے) اوپر کئے اور انہیں ایک رومال سے باندھ دیا۔ حضرت امام حسینؑ دیکھ رہے تھے فرمایا کہ شکر اللّٰہ سعیك یا شیخ اے بزرگ خدا تمہاری سعی و کوشش کی قدر کرے پھر انہوں نے حملہ کیا اور پے درپے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ ساٹھ آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَرِضْوَانُہ

شہادت سعید بن عبداللہ حنفی علیہ رحمۃ اللہ

روایت ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ سے فرمایا کہ میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ میں ظہر کی نماز پڑھ لوں یہ دونوں بزرگوار آپ کے حکم کے مطابق آگے کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ کو تیر و سنان کا نشانہ قرار دیا۔ پس آپ نے آدھے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی اور آدھے دشمن سے مقابلہ کرتے رہے اور روایت ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی حضرت کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو تیروں کا نشانہ بنایا اور حضرت جہاں کہیں دائیں بائیں جاتے تو وہ بھی حضرت کے آگے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ زمین پر گر گئے اور اس حالت میں عرض کیا خدایا لعنت کر اس گروہ عاد و ثمود جیسی پر اے میرے پروردگار میرا اسلام اپنے پیغمبرؐ تک پہنچا دے اور جو تکلیف اور زخم مجھے لگے ہیں یہ بھی (ان کی خبر ان تک) پہنچا دے کیونکہ میں نے اس کام میں تیرے پیغمبرؐ کی ذریت کی نصرت و مدد کا ارادہ کیا ہے یہ کہہ کر جان دے دی اور ان کے بدن میں تلوار و نیزہ کے علاوہ تیرہ تیر لگے ہوئے تھے۔ شیخ ابن نما نے فرمایا ہے کہ حضرت اور آپ کے اصحاب نے نماز فرادیٰ اور ایماء و اشارہ سے پڑھی تھی مؤلف کہتا ہے کہ سعید بن عبداللہ کوفہ کے سرکردہ شیعوں میں سے مرد بہادر اور عبادت گذار تھے اور پہلے آپ جان چکے ہیں کہ یہ بزرگوار اور ہانی سبیعی کو اہل کوفہ نے کچھ خطوط دے کر امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا تھا تاکہ حضرت کو مکہ سے تیار کر کے کوفہ لے آئیں اور یہ دونوں افراد آخری تھے کہ جنہیں اہل کوفہ نے حضرت کی طرف بھیجا تھا اور ان کے وہ فقرے جو دسویں کی رات انہوں نے کہے جب کہ حضرت سید الشہداءؑ نے واپس چلے جانے کی اجازت دی تھی۔ کتب مقاتل میں منضبط ہیں اور اس زیارت میں جو شہداء کے ناموں پر مشتمل ہے ان کا ذکر ہے اور اس سعید کے حق میں اور حر کے زہیر بن قین سے مواسات کرنے کے متعلق عبداللہ

بن عمرو بدی کندی کہتا ہے اشعار کا ترجمہ تم سعید بن عبداللہ کو کبھی نہ بھولنا اور نہ حر کو جب اس نے زہیر سے مغلوب ہونے کی صورت میں مواسات کی اگر سخت پہاڑ ان کی جگہ پر ہوتے تو سہل زمین میں وہ پراگندہ ہو جاتے اور سخت زمین میں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے بس یاد کرو اس کھڑے ہوئے کو جس کا چہرہ تیروں کے سامنے تھا اور اس آگے بڑھنے والے کو جس کا سینہ نیزوں سے ملاقات کرتا تھا۔

شہادت زہیر بن قین رضی اللہ عنہ

راوی کہتا ہے کہ زہیر بن قین نے سخت جنگ کی اور یہ رجز پڑھتے میں زہیر قین کا بیٹا ہوں میں تلوار کے ساتھ تمہیں حسینؑ سے دور دھکیلوں گا۔ حسینؑ رسولؐ کے دو نواسوں میں سے ایک ہے میں تمہیں تلوار ماروں گا۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتا پھر آگ برسانے والی بجلی کی طرح اپنے آپ کو ان اشرار پر پھینک دیا اور بہت سے بہادروں کو ہلاک کیا اور محمد بن ابوطالب کی روایت کے مطابق ایک سو بیس افراد منافقین کو جہنم واصل کیا اس وقت کثیر بن عبداللہ شعبی نے مہاجرین اوس تمیمی کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کیا اور زہیر کے قدم اکھاڑ دیے۔ جب زہیر زمین پر گرے تو حضرت نے فرمایا خداوند عالم تجھے اپنی بارگاہ کے قریب رکھے اور تیرے قتل کرنے والوں پر لعنت بھیجے۔ جس طرح اس نے گمراہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اور انہیں بندر و خنزیر کی شکل میں مسخ کرے۔ مؤلف کہتا ہے کہ زہیر بن قین کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور اس مقام پر یہ بات کافی ہے کہ امام حسینؑ نے عاشورہ کے دن اپنے لشکر کا میمنہ انہیں سپرد کیا۔ اور نماز پڑھتے وقت انہیں سعید بن عبداللہ کے ساتھ فرمایا کہ تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اور میری حفاظت کرو اور زہیر کا قوم سے احتجاج بیان ہو چکا ہے اور ان کی جوانمردی اور بہادری جناب حرؑ کے ساتھ مل کر بیان ہو چکی ہے۔

نافع بن ہلال بن نافع بن جمل رحمہ اللہ کی شہادت

نافع بن ہلال جو امام حسینؑ کے لشکر میں سے ایک بہادر تھے ان کے پاس زہر سے بجھے ہوئے تیر تھے اور انہوں نے اپنا نام تیر کے پھل پر لکھا ہوا تھا وہ تیر دشمن پر پھینکتے اور کہتے جاتے تھے (اشعار کا ترجمہ) میں یہ تیر مار رہا ہوں کہ جن کے پھلوں پر نشان لگے ہیں یہ زہر آلود ہیں کہ جن کے لگتے ہی دشمن زمین پر گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کمزور تیر بھی اپنی جگہ کو پُر کر دیں گے اور نفس کو ڈرنا فائدہ نہیں دیتا یہ پے در پے ان تیروں کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئے۔ اس وقت قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھا اور جہاد شروع کیا جب کہ کہہ رہے تھے میں یمنی و جملی قبیلہ کا نوجوان ہوں۔ میں حسینؑ بن علیؑ کے دین پر ہوں اگر میں آج قتل ہوا تو یہ میری خواہش و

آرزو ہے پس یہی میری رائے ہے۔ روایت ہے کہ ستر افراد پسرِ سعد کے لشکر کے علاوہ ان کے کہ جنہیں زخمی کیا تھا قتل
کر دیئے۔ پھر لشکر نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بازو توڑ دیئے اور انہیں قید کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون
نے انہیں گرفتار کیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی تھے اور وہ نافع کو عمر سعد کے پاس لے جا رہے تھے جب کہ
ان کے چہرے سے خون جاری تھا جب عمر سعد نے انہیں دیکھا تو کہنے لگا وائے ہو تجھ پر اے نافع تجھے کس چیز نے اپنے نفس کے
خلاف ابھارا ہے کہ تو نے اس پر رحم نہیں کیا اور اپنے آپ کو اس حالت میں مبتلا کیا ہے نافع نے کہا خدا جانتا ہے میرا مقصد
کیا تھا اور میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا کہ تم سے جنگ کرنے میں میں نے کوتاہی کی ہو اگر میرے ہاتھ اور بازو سلامت
ہوتے تو مجھے قید نہ کرتے شمر نے ابن سعد سے کہا خدا تیری اصلاح کرے اسے قتل کر دے ابن سعد کہنے لگا تو اُسے لے کر
آیا ہے اگر چاہتا ہے تو اسے قتل کر دے پس شمر نے انہیں قتل کرنے کے لئے اپنی تلوار نکالی تو نافع نے کہا خدا کی
قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے لئے یہ بڑی بُری چیز ہوتی کہ تو خدا سے ملاقات ہمارے خون بہا کے کرے پس حمد ہے اس
خدا کی جس نے ہماری اموات اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھ میں قرار دی ہیں پس شمر ملعون نے انہیں شہید کر دیا واضح ہو کہ
بعض کتب میں ان کے بجائے ہلال بن نافع کا ذکر ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ لفظ نافع ان کتب میں ابتداء سے گر گیا ہے
اور اس کا سبب لفظ نافع کی تکرار ہے یہ بزرگوار بہت بہادر بابصیرت شریف اور بلند مرتبہ تھے۔ اور پہلے آپ کو معلوم ہو
چکا ہے کہ یہ طرماح کے ساتھ چھپتے چھپاتے سید الشہداءؑ کی مدد کے لئے کوفہ سے نکلے تھے اور راستہ میں مجمع بن عبداللہ اور کچھ
دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت سے آکر ملے تھے اور نافع نے گھوڑے کو جس کا کامل نام تھا اپنے آگے آگے لا رہے تھے۔ طبری نے
نقل کیا ہے کہ کربلا میں جب سید الشہداءؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند ہو گیا اور ان پر پیاس کی زیادہ شدت ہوئی تو سید
الشہداءؑ نے جناب عباس کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیں دے کر بھیجا تاکہ پانی لے آئیں۔ نافع بن ہلال
نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے آگے چل پڑے۔ عمرو بن حجاج نے جو گھاٹ پر متعین تھا۔ آواز دی کہ کون ہے فرمایا میں نافع بن
ہلال ہوں عمرو نے کہا مرحبا اے بھائی کس لئے آئے ہو کہا کہ ہم یہ پانی پینے آئے ہیں کہ جس سے تم لوگوں نے ہم کو روک رکھا
ہے وہ کہنے لگا پیو تمہارے لئے مقدر ہو کہنے لگے خدا کی قسم میں نہیں پیوں گا جب کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کی یہ جماعت
پیاسی ہے اسی اثنا میں باقی اصحاب بھی نظر آئے تو عمرو بن حجاج نے کہا یہ ممکن نہیں کہ یہ لوگ پانی پئیں کیونکہ ہمیں اس
جگہ پانی بند کرنے کے لئے معین کیا گیا ہے نافع نے پیدل ساتھیوں سے کہا کہ ان کی پرواہ کئے بغیر تم مشکیں پُر کرو عمرو
بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا جناب ابوالفضل العباسؑ اور نافع بن ہلال نے انہیں منتشر کر دیا اور ان
پیادوں کے پاس آئے اور انہیں فرمایا کہ تم پانی لے جاؤ یہ ان کی حمایت کرتے رہے یہاں تک کہ یہ لوگ پانی کی مشکیں
امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے[1] اور یہ نافع بن ہلال وہی بزرگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی گفتگو میں سید الشہداءؑ سے عرض کیا تھا کہ بیشک ہم اپنی بصیرت کی بنا

---

[1] پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ پانی لانے والی روایات غلط معلوم ہوتی ہیں۔ مترجم

پر اس سے محبت و ولایت رکھتے ہیں جو آپ کا دوست و ولی ہے۔ اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں جو آپ کا دشمن ہے۔

عبداللہ اور عبدالرحمان غفاریان رحمہا اللہ کی شہادت

اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں سے بہت سے مارے گئے ہیں اور ان میں یہ طاقت نہیں کہ دشمن کو روک سکیں تو عبداللہ اور عبدالرحمٰن عروہ غفاری کے بیٹے جو کوفہ کے بہادروں اور اشراف میں سے تھے امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے ابا عبداللہ آپ پر سلام ہو دشمن ہم پر غالب آچکے ہیں اور ہم اتنے کم ہو گئے ہیں کہ دشمن کو نہیں روک سکتے لہٰذا ہم سے تجاوز کر کے آپ تک پہنچ گئے ہیں بس ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کو آپ سے دفع کریں۔ اور آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا مرحبا قریب ہو جاؤ وہ قریب آئے اور آپ کے نزدیک ہو کر انہوں نے جنگ کی، اور عبدالرحمٰن کہتا ہے قَدْ عَلِمَتْ حَقًّا بَنُوْ غِفَارٍ۔ وَخِنْدِفٍ بَعْدَ بَنِیْ نِزَارٍ۔ لَنَضْرِبَنَّ مَعْشَرَ الْفُجَّارِ۔ بِکُلِّ عَضْبٍ صَارِمٍ بَتَّارٍ۔ یَا قَوْمِ ذُوْدُوْا عَنْ بَنِی الْاَحْرَارِ۔ بِالْمَشْرَفِیِّ وَالْقَنَا الْخَطَّارِ۔ بنی غفار خندف بنی نزار جانتے ہیں کہ ہم فاجر لوگوں کو مارتے ہیں کاٹنے والی تیز تلوار سے اے قوم شریفوں کی اولاد سے تلوار و نیزہ کے ساتھ دشمن کو دور کرو پس جنگ کر کے شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ دو جابری جوان آگے بڑھے سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبداللہ بن سریع اور یہ دونوں شخص چچازاد اور مادری بھائی تھے آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے تم کیوں روتے ہو۔ خدا کی قسم میں اُمید رکھتا ہوں کہ ایک لحظہ کے بعد تمہاری آنکھیں روشن ہوں گی۔ عرض کیا خدا ہمیں آپ پر قربان کرے خدا کی قسم ہم اپنی جان کے لئے نہیں روتے بلکہ آپ کی حالت پر گریہ کرتے ہیں۔ کہ دشمنوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور ان کو روکا نہیں جا سکتا آپ نے فرمایا خدا تمہیں اس غم واندوہ کی جزا دے جو تمہیں ہمارے حال پر ہے اور مجھ سے جو مواسات تم نے کی ہے اس کی بہترین جزا دے پس انہوں نے حضرت کو الوداع کہا اور میدان میں آئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے۔

شہادت حنظلہ بن اسعد شبامی

حنظلہ بن اسعد سردانگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آگے بڑھا اور امامؑ کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا اور آپ کی حفاظت و حراست میں اپنی جان کو تیر و نیزہ و تلوار کے لئے سپر بنایا اور جو وار تلوار و نیزہ کا امامؑ کے قصد سے ہوتا یہ اپنے چہرہ اور جان پر برداشت کرتا اور یہ پکارتا کہ اے قوم میں ڈرتا ہوں کہ تم لشکر احزاب والے عذاب کا سبب نہ بن جاؤ اور مجھے خوف ہے کہ تمہیں وہ عذاب نصیب ہو کر جو گذشتہ قوموں پر واقع ہوا۔ قوم نوح و عاد و ثمود والا اور وہ لوگ جنہوں

نے ان کے بعد گذشتہ امتوں کا راستہ اختیار کیا اور خدا کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا اے قوم مجھے تمہارے متعلق قیامت کے عذاب کا ڈر ہے جب میدان محشر سے جہنم کا رُخ کرو گے اور تمہیں عذاب خدا سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اے قوم حسینؑ کو شہید نہ کرو ورنہ خدا تمہیں اپنے عذاب سے ہلاک و فنا کر دے گا۔ اور یقیناً بے بہرہ و نا امید ہے وہ شخص جو خدا پر افترا باندھے اور ان کلمات سے اشارہ کیا ان نصیحتوں کی طرف جو مومن آل فرعون نے آل فرعون کو کی تھیں۔ اور بعض کتب مقاتل کے مطابق حضرت نے فرمایا اے حنظلہ بن اسعد خدا تجھ پر رحمت نازل کرے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ مستحق عذاب ہو چکے ہیں اس وقت سے جب سے ان باتوں سے کہ جن کے ذریعہ تو نے انہیں حق کی دعوت دی ہے سرتابی کی ہے۔ اور یہ تیرے خلاف ہوئے ہیں اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا ہے اب ان کا کیا حال ہوگا جب کہ انہوں نے تیرے نیک اور پارسا بھائیوں کو قتل کر دیا ہے حنظلہ کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہوں فرمایا کیوں نہیں جلدی کرو اور جاؤ ان نعمتوں کی طرف جو تمہارے لئے مہیا کی گئی ہیں وہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سے بہتر ہیں اور اس سلطنت کی طرف جاؤ جو پرانی نہیں ہوگی اور زوال پذیر نہیں۔ پس اس سعید اختر نے حضرت کو الوداع کہا۔ اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ وَعَرَّفَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ فِي جَنَّتِهٖ۔ سلام ہو آپ پر اور رحمت نازل ہو آپ اور آپ کے اہل بیتؑ پر اور اپنی جنت میں ہمارے اور آپ کے درمیان تعارف کرائے آپ نے فرمایا آمین آمین۔ پس اس بزرگوار نے منافقین سے جنگ کرنے میں پیش قدمی کی اور دلیرانہ جنگ کی اور شدائد کے تحمل میں صبر کیا یہاں تک کہ ان پر حملہ ہوا اور انہیں ان کے لائق بھائیوں کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ حنظلہ بن اسعد بزرگ شیعوں اور شجاع و فصیح لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں شبامی اس لئے کہتے ہیں چونکہ وہ شبام نامی جگہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور بنو شبام قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے۔

شہادت شوذب و عابس رضی اللہ عنہما

عابس بن ابی شبیب شاکری ہمدانی نے جب سعادتِ شہادت کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھی شوذب کی طرف دیکھا جو شاکر کا غلام اور متقدمین شیعوں میں سے حافظ حدیث و حامل حدیث اور بلند مقام کا مالک تھا بلکہ منقول ہے کہ اس کی مجلس ہوتی تھی جس میں شیعہ حضرات اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ ان سے اخذ حدیث کرتے تھے اور وہ بزرگ (خدا ان پر رحمت کرے) شیعوں میں بزرگ شمار ہوتے تھے خلاصہ یہ کہ عابس نے ان سے کہا اے شوذب آج تمہارا کیا خیال ہے شوذب کہنے لگے تو جاننا چاہتا ہے کہ میرا کیا خیال ہے میرا ارادہ ہے کہ تیرے ساتھ فرزند رسولؐ کے ہمرکاب ہو کر مبارزہ کروں اور شہید ہو جاؤں۔ عابس نے کہا میرا گمان بھی تیرے متعلق یہی تھا اب حضرت کی خدمت میں جا تا کہ تجھے

بھی دوسرے لوگوں کی طرح شہداء کی فہرست میں داخل کریں۔ یقین کرو کہ آج کے بعد پھر کوئی ایسا دن ہاتھ نہیں آئے گا کیونکہ آج کا دن وہ ہے کہ انسان تحت الثریٰ سے فرق ثریا پر قدم رکھ سکتا ہے۔ اور یہی ایک دن عمل و تکلیف کا ہے اور اس کے بعد مزدوری ملنے کا اور جنت میں جانے کا دن ہے پس شوذب امامؑ کی خدمت میں آئے اور سلام وداع عرض کیا پس میدان میں جاکر جنگ کرکے شہید ہوئے رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہ۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد عابس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد عرض کیا اے اباعبداللہؑ کوئی پیدا ہونے والا چاہے نزدیک کا ہو یا دور کا رشتہ دار ہو یا بیگانہ روئے زمین پر جس نے قدم رکھا ہے وہ میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز و محبوب نہیں اگر مجھ میں قدرت ہوتی کہ یہ ظلم و قتل آپ سے دور کرسکوں کسی ایسی چیز کے ذریعہ جو میرے خون اور جان سے زیادہ عزیز ہو تو میں اس میں سستی و کاہلی نہ کرتا اور اس کو انجام دیتا اور حضرت کو سلام کیا اور کہا گواہ رہیے کہ میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دین پر ہوں پھر تلوار سونتے ہوئے شیر نر کی طرح میدان میں آیا جب کہ اس کی پیشانی پر ایک ضربت کا نشان تھا۔ ربیع بن تمیم جو لشکر عمر سعد کا ایک شخص ہے کہتا ہے کہ جب عابس کو میں نے میدان میں آتے ہوئے دیکھا اور اسے پہچانا اور میں اسے پہلے سے جانتا اور اس کی شجاعت و جوانمردی کئی جنگوں میں دیکھ چکا اور اس سے زیادہ بہادر میں نے نہیں دیکھا تھا تو اس وقت میں نے لشکر کو پکار کر کہا اے لوگو ھذا اسد الاسود ھذا ابن ابی شبیب یہ شیروں کا شیر ابن ابی شبیب ہے کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ جائے ورنہ اس کے چنگل سے رہائی نہ پائے گا پس عابس شعلہ جوالہ کی طرح میدان میں جولان کرتا اور پے درپے پکارتا کوئی مرد ہے کوئی شخص اس کے مقابلہ کی جرأت نہ کرسکا یہ بات عمر سعد کو ناگوار گذری لہذا پکار کر کہا کہ عابس پر پتھر برساؤ۔ لشکر نے ہر طرف سے پتھر مارنے شروع کردیئے۔ عابس نے یہ دیکھا تو زرہ اپنے بدن سے اور خود سر سے اتار پھینکا اور لشکر پر حملہ کیا۔[1] ربیع کہتا ہے کہ عابس جس طرف حملہ کرتا تو دو دو سو سے زیادہ افراد اسکے سامنے بھاگتے ہوئے نظر آتے اور ایک دوسرے پر جاگرتے اسی طرح وہ جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا اور پتھر تلوار اور نیزے کے زیادہ زخموں کی وجہ سے اسے شہید کردیا اور اس کا سر قلم کیا گیا میں نے بہادروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ عمر سعد کہنے لگا یہ جھگڑا ختم کرو کسی شخص نے اکیلے اسے ختم نہیں کیا بلکہ تم سب نے مل کر ہی اسے قتل کیا ہے۔ مؤلف کہتا ہے منقول ہے کہ عابس شیعہ جوانمردوں میں سے تھا اور رئیس شجاع خطیب عابد اور تہجد گزار تھا۔ اور اس کی گفتگو جناب مسلم بن عقیل سے جب آپ کوفہ میں وارد ہوئے پہلے گذر چکی ہے۔ اور طبری نے نقل کیا ہے کہ مسلم نے امام حسینؑ کی خدمت میں جب اہل کوفہ ان کی بیعت کرچکے تو خط لکھا۔ اس میں حضرت سے خواہش کی کہ آپ کوفہ تشریف لائیے اور یہ خط عابس امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے تھے۔

---

[1] یہاں پر مؤلف نے فارسی و عربی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو ترک کردیئے گئے ہیں۔ مترجم

شہادت ابو الشعثا بہدلی کندی علیہ الرحمۃ

راوی کہتا ہے کہ یزید بن زیاد بہدلی کہ جسے ابو الشعثا کہتے تھے بہادر اور تیر انداز تھے امام حسینؑ کے سامنے زانو ٹیک کر بیٹھ گئے اور دشمن کی طرف سو تیر پھینکے کہ جن میں سے صرف پانچ تیر خالی گئے جو تیر پھینکتے تو کہتے کہ میں بہدلہ اور شاہسوارں کا بیٹا ہوں سید الشہداء فرماتے خدایا اس کا تیر نشانہ پر لگے اور اس کو عوض میں جنت عطا فرما اور ان کا رجز اس دن یہ تھا میں یزید ہوں اور میرا باپ مہاصر ہے میں شیر بیشہ سے زیادہ بہادر ہوں یارب میں حسینؑ کا ناصر اور ابن سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں۔ پس جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے فیروز آبادی نے کہا ہے کہ یزید بن مہاصر محدثین میں سے ہے۔

اصحاب حسینیؑ میں سے ایک جماعت کی شہادت

روایت ہے کہ عمرو بن خالد صیداوی۔ جابر بن حارث سلمانی۔ سعد مولیٰ عمرو بن خالد اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے ابتداء میں جنگ کی اور تلواریں سونتے ہوئے لشکر عمر سعد پر حملہ کیا۔ جب لشکر دشمن کے درمیان میں آگئے تو لشکر نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور انہیں لشکر سید الشہداءؑ سے الگ کر دیا۔ جناب عباس بن امیر المومنین علیہ السلام نے لشکر پر حملہ کیا اور انہیں چھڑا لیا۔ اور میدان سے نکل کر باہر لائے جب کہ یہ لوگ زخمی ہو چکے تھے دوبارہ جب لشکر نے ان کا رخ کیا تو انہوں نے حملہ کیا اور جنگ کی یہاں تک کہ ایک ہی جگہ یہ سب شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ مہران کابلی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کربلا میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بے جگری سے جنگ کر رہا ہے۔ جس جماعت پر حملہ کرتا ہے اسے منتشر اور پراگندہ کر دیتا ہے حملہ سے فارغ ہوتا تو امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا بشارت ہو اے فرزند احمد آپ کو رشد و ہدایت نصیب رہے کہ جنت الفردوس میں آپ بلند مقام پر فائز ہوں میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے تو لوگوں نے بتایا ابو عمرہ حنظلی پس عامر بن نہشل تیمی نے اسے شہید کیا اور اس کا سر قلم کر لیا مؤلف کہتا ہے کہ اس ابو عمرہ کا نام زیاد بن عریب ہے۔ اور اس کا باپ صحابہ میں سے تھا اور یہ خود بھی زیارت رسول خدا سے مشرف ہوا اور مرد شجاع عابد و زاہد تہجد گزار عبادت و کثرت نماز میں مشہور تھا۔ رضوان اللہ علیہ

شہادت جون رضی اللہ عنہ

جون رضی اللہ عنہ ابوذر غفاری کے غلام لشکر سید الشہداءؑ میں موجود تھے اور یہ سعادت مند سیاہ غلام تھے ان میں شہادت کی آرزو پیدا ہوئی۔ امامؑ سے رخصت طلب کی آنجناب نے فرمایا تم نے عافیت و آرام حاصل کرنے کے لئے ہمارا ساتھ دیا تھا۔

پس اب اپنے آپ کو ہماری راہ میں مبتلا نہ کرو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ اپنی سلامتی کا راستہ تلاش کرو۔ عرض کیا اے فرزندِ رسولؐ میں راحت و وسعت کے دنوں میں تو آپ کا کاسہ لیس رہا لیکن جب کہ آپ کی سختی و شدت کا دن ہے تو آپ سے دستبردار ہو جاؤں۔ خدا کی قسم میرا جسم متعفن ہے میرا حسب و نسب پست ہے اور رنگ سیاہ ہے پس مجھے جنت سے محروم نہ رکھیے تاکہ میری بو اچھی ہو جائے اور جسم میرا باشرف اور چہرہ سفید ہو جائے خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ جب تک سیاہ خون کو آپ کے پاک و پاکیزہ خون سے مخلوط نہ کر لوں یہ کہہ کر اجازت طلب کی اور میدان کی طرف گئے اور یہ رجز پڑھا۔ سیاہ رنگ کے شخص کی ضربت کفار کو کیسی دکھائی دیتی ہے جو ضرب تلوار کی ہے اولادِ محمدؐ کی حفاظت میں میں زبان و ہاتھ سے دشمنوں کو ان سے دور کرتا ہوں اور اس سے میں جنت کی امید قیامت کے دن رکھتا ہوں۔ پچیس آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ بعض مقاتل میں ہے کہ امام حسینؑ تشریف لائے اور اس کی لاش پر کھڑے ہو کر دعا کی خدایا جون کے چہرہ کو سفید کر دے اور اس کی بو کو خوشبو بنا دے اور اسے نیک لوگوں کے ساتھ محشور کر اس کے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے درمیان شناسائی اور دوستی قرار دے۔ روایت ہے جب لوگ شہداء کو دفن کرنے کے لئے آئے تو دس دن کے بعد جون کے جسم کو اس حالت میں پایا کہ بوئے مشک اس سے اٹھ رہی تھی رضوان اللہ علیہ۔

حجاج بن مسروق

امام حسینؑ کے مؤذن میدانِ جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھتے آگے بڑھے حسینؑ جو کہ ہادی و مہدی ہیں آج آپ اپنے جد بزرگوار نبیؐ سے ملاقات کریں گے پھر اپنے سخی باپ علیؑ سے ملیں گے۔ وہ جسے ہم وصی کے طور پر پہچانتے ہیں۔

نوخیز جوان کی شہادت جس کا باپ شہید ہو چکا تھا قدس سرہٗ

ایک نوجوان لشکرِ حسینؑ میں تھا کہ جس کے باپ کو کوفیوں نے معرکہ جنگ میں قتل کر دیا تھا اس کی ماں بھی ساتھ تھی ماں نے اس سے کہا میرے بیٹے جاؤ اور فرزندِ رسولؐ کے روبرو جنگ کرو۔ لہذا اس جوان نے ماں کی تحریک پر میدان میں جانے کا قصد کیا۔ سید الشہداءؑ نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اس بچہ کا باپ تو شہید ہو چکا ہے اب شاید اس کی شہادت اس کی والدہ کے لئے ناپسند ہو۔ اس بچے نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میری ماں نے ہی مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے پس وہ میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھا۔ اَمِیْرِیْ حُسَیْنٌ وَنِعْمَ الْاَمِیْرُ۔ سُرُوْرُ فُؤَادِ الْبَشِیْرِ النَّذِیْرِ۔ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَالِدَاہُ۔ فَھَلْ تَعْلَمُوْنَ لَہٗ مِنْ نَظِیْرٍ۔ لَہٗ طَلْعَۃٌ مِثْلُ شَمْسِ الضُّحٰی۔ لَہٗ غُرَّۃٌ مِثْلُ بَدْرٍ مُنِیْرٍ۔ میرا امیر حسینؑ اور بہترین امیر ہے جو بشیر و نذیر رسولؐ کے دل کا سرور ہے۔ علیؑ و فاطمہؑ اس کے والدین ہیں کیا تمہیں اس کی نظیر و مثل کا علم ہے اس کا چہرہ شمس الضحیٰ اور پیشانی بدرِ منیر کی طرح ہے بالآخر وہ جنگ

کرکے اس جہان فانی سے رخصت ہُوا۔ کوفیوں نے اس کا سر قلم کرکے لشکر گاہ حسینؑ کی طرف پھینک دیا۔ ماں نے بیٹے کا سر اٹھایا۔ سینہ سے لگایا اور کہا احسنت بہت اچھے میرے بیٹے اے میرے دل کی خوشی اے میری آنکھوں کے نور پھر وہ سر پورے غصے میں دشمن کی فوج کے ایک شخص کے دے مارا جس سے وہ قتل ہوا اس کے بعد عمود خیمہ لیا اوران پر حملہ کردیا اور یہ کہتی تھی میں اپنے آقاؑ کی ایک بڑھیا کمزور کنیز ہوں۔ میں خالی ہاتھ کہنہ جسم اور نحیف و نزار ہوں۔ فاطمہؑ شریفہ کی اولاد کی حمایت کرتے ہوئے تمہیں سخت ضربت کے ساتھ ماروں گی۔ پس اس نے دشمن کے دو آدمی قتل کردیئے امام حسینؑ نے حکم دیا کہ میدان سے پلٹ آئے اور اس کے حق میں دعا بھی فرمائی۔

شہادت غلام ترکی

کہا گیا ہے کہ سید الشہداءؑ کا ایک ترکی غلام تھا جو نہایت نیک و شریف اور قاری قرآن تھا۔ عاشورہ کے دن اس باوفا غلام نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔ سمندر میں میری نیزہ بازی اور تلوار زنی سے آگ لگ جاتی ہے اور فضا میرے تیروں سے پُر ہو جاتی ہے جب میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں چمکے تو حسد کرنے والے پست خیال کا دل پھٹ جاتا ہے پس حملہ کیا اور بہت سے ناریوں کو فی النار کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان روسیاہوں میں سے ستر آدمیوں کو ہلاک کیا اور بالآخر تیغ ظلم و عدوان سے زخمی ہو کر زمین پر گرا امام حسینؑ اس کے سرہانے آئے اور اس پر گریہ کیا اور چہرۂ انور اس کے رخ پر رکھ دیا اس غلام نے آنکھیں کھول کر حضرتؑ کی طرف نگاہ کی متبسم ہُوا اور اس کا طائر روح جنت کی طرف پرواز کر گیا۔

شہادت عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری خزرجی

عمرو بن قرظہ نے جوانمردی کے قدم آگے بڑھائے اور سید الشہداءؑ سے اجازت طلب کی میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا لشکر انصار جانتا ہے کہ میں اپنی عزت کی حمایت و حفاظت کرتا ہوں میری ضرب ایسے جوان کی ضرب ہو گی جو پیچھے نہیں ہٹتا اور لڑنے والا ہے۔ میری جان اور گھر بار حسینؑ پر قربان ہو۔ پورے شوق و رغبت سے جنگ کی اور ابن زیاد کے لشکر کے ایک گروہ کو جہنم میں پہنچایا جو تیر و تلوار امام حسینؑ کی طرف آتے انہیں اپنے اوپر لیتا۔ جب تک زندہ رہا کسی تکلیف کو امام حسینؑ تک نہ پہنچنے دیا۔ یہاں تک کہ زخموں کی شدت کی وجہ سے نڈھال ہو گیا۔ پس حضرتؑ کی طرف دیکھا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ فرمایا بے شک تم مجھ سے پہلے جنت میں جاؤ گے رسول خداؐ کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ پس عاشقوں کی طرح دشمنوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ شربت شہادت نوش کیا اور سرائے جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ قرظہ عمروؒ کے والد صحابہ کبار

اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور بڑے بہادر تھے اور ۲۴ھ میں ابوموسیٰ کے ساتھ رے کا علاقہ فتح کیا اور جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ نے انصار کا علم انہیں دیا۔ انہوں نے ۵۰ھ میں وفات پائی۔ عمرو کے علاوہ ان کا ایک بیٹا علی نامی عمر سعد کے لشکر میں کربلا میں تھا اس کا بھائی عمرو جب شہید ہو گیا تو اس ملعون نے امام حسینؑ کو پکار کر کہا یَا حُسَیْنُ یَا کَذَّابَ بْنَ الْکَذَّابِ اَضْلَلْتَ اَخِیْ وَغَرَرْتَهٗ حَتّٰی قَتَلْتَهٗ۔ اے حسینؑ تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا۔ حضرت نے فرمایا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اسے ہدایت کی ہے اور تجھے گمراہ رکھا ہے اس ملعون نے کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں مگر یہ کہ تیرے پاس پہنچنے سے پہلے میں ہلاک ہو جاؤں پس اس شیطان نے آپ پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال نے اسے نیزہ لگایا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ عمر سعد کے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے نجات دلائی پھر اس نے علاج کرایا اور ٹھیک ہو گیا۔ عمرو بن قرظہ وہ بزرگوار ہیں۔ کہ جنہیں امام حسینؑ نے عمر سعد کے پاس بھیجا تھا۔ اور اس سے یہ خواہش کی تھی کہ رات کے وقت آپ سے آکر ملے۔ کہتے ہیں جب ملاقات ہوئی تو حضرت نے اسے اپنی مدد و نصرت کی دعوت دی عمر نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ گھر میرا تباہ کر دیں گے۔ حضرت نے فرمایا میں تیرے لئے مکان بنا دوں گا۔ عمر نے کہا میری جائیداد لے لیں گے۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے بہتر جاگیر حجاز میں تجھے دے دوں گا۔ عمر نے قبول نہ کیا۔ عمرو بن قرظہ نے دسویں کے دن عمر سعد پر تعریض کرتے ہوئے کہا دُوْنَ حُسَیْنٍ مُهْجَتِیْ وَدَارِیْ مقصد یہ تھا کہ عمر سعد نے اس خیال سے کہ اس کا خانہ خراب نہ ہو حسینؑ سے اعراض کر لیا اور کہا میرا گھر منہدم ہو جائے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میری جان اور گھر حسینؑ پر فدا ہو۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمیؒ کی شہادت

سوید بن عمرو نے جنگ کا ارادہ کیا وہ شریف النسب انسان اور زاہد و نمازی تھے۔ شیر بیشہ کی طرح حملہ کیا۔ اور زخموں پر بہت صبر کیا اتنے زخمی ہوئے کہ ان کے اعضاء و جوارح سست ہو گئے اور مقتولین کے درمیان گر پڑے اسی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ یہ آواز سنی کہ حسینؑ شہید ہو گئے اب بے تاب ہو گئے ان کے پاس ایک چھری تھی اسے نکالا۔ اور بڑی شفقت کے ساتھ کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے ان کا قاتل عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقا تھا۔ سوید بزرگوار اصحاب میں سے آخری شہید ہیں۔ رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہم اجمعین وَاَشْرَكْنَا مَعَهُمُ اللّٰهُ الْحَقُّ آمین۔ ارباب مقاتل کہتے ہیں کہ اصحاب حسینؑ کا یہ معمول تھا کہ جو کوئی ان میں سے میدان جنگ کا ارادہ کرتا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ حضرت انہیں جواب دیتے اور فرماتے ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرماتے۔ پس ان میں سے بعض نے اپنا عہد و وعدہ پورا کیا اور

ان میں سے کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

عاشورہ کے دن جوانانِ بنی ہاشم کی شہادت کا بیان

جب اصحابِ حسینؑ سب شہید ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تو جوانانِ بنی ہاشم کی باری آئی پس امیرالمومنینؑ کے فرزندان اولادِ جعفر و عقیل اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بیٹے میدانِ جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے اور ایک دوسرے کو وداع کرنے لگے اور کیا خوب کہا گیا ہے۔

لَوْ کُنْتَ سَاعَۃَ بَیْنَنَا مَا بَیْنَنَا   وَشَہِدْتَ کَیْفَ نُکَرِّرُ التَّوْدِیْعَا
اَیْقَنْتَ اَنَّ مِنَ الدُّمُوْعِ مُحَدِّثًا   وَعَلِمْتَ اَنَّ مِنَ الْحَدِیْثِ دُمُوْعَا

اگر ہماری جدائی کے وقت تو ہمارے درمیان ہوتا اور تو دیکھتا کہ کس طرح بار بار ایک دوسرے سے وداع ہوتے تھے تو تجھے یقین ہو جاتا کہ آنسو بولتے ہیں اور تجھے علم ہوتا کہ بات کی ایک قسم آنسو ہیں۔

جنابِ ابوالحسن علی بن الحسینؑ اکبر سلام اللہ علیہ (علی اکبر)

آپ کی والدہ لیلیٰ ابو مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی تھیں اور عروہ بن مسعود اسلام کے چار بڑے سرداروں میں سے ایک اور بڑے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ اور ان کو مثل صاحب لٰیس اور عیسیٰ بن مریم سے زیادہ شباہت رکھنے والا کہتے تھے جناب علی اکبر علیہ السلام بہت خوبصورت تھے۔ اور سیرت و صورت میں حضرت رسالت مآبؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتے تھے۔ شجاعت علی مرتضیٰؑ سے لی تھی اور تمام محامد و محاسن کے ساتھ معروف تھے۔ جیسا کہ ابوالفرج نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن معاویہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کہنے لگا کہ خلافت کے لائق سب سے زیادہ کون شخص ہے۔ لوگ کہنے لگے ہم تو تیرے علاوہ کسی کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے۔ معاویہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ خلافت کے لائق علی بن الحسینؑ ہے کہ جس کا نانا رسولِ خداؐ ہے جو شجاعتِ بنی ہاشم سخاوتِ بنی امیہ اور حُسنِ منظر و افتخار ثقیف کا مجموعہ ہے خلاصہ یہ کہ یہ جوان رعنا عازم میدانِ جنگ ہوا اور اپنے پدر بزرگوار سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے انہیں میدانِ کارزار کی اجازت دی۔ جناب علی اکبر جب میدان کی طرف روانہ ہوئے تو اس مہربان باپ نے ایک مایوسانہ نگاہ اس جوان کی طرف کی اور رونے لگے اور اپنی ریش مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا اے میرے پروردگار اس قوم پر گواہ رہنا۔ اب ان کی طرف مبارزت کے لیے وہ جوان جا رہا ہے جو خلقت و خلق و گفتار میں تیرے نبیؐ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جب ہم تیرے نبیؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اس جوان کے چہرہ پر نظر کرتے ندایا ان

سے زمین کی برکتیں روک لے اور انہیں متفرق و پراگندہ کر دے اور انہیں مختلف راستوں پر ڈال دے اور ان کے والیوں کو ان سے کبھی راضی نہ رکھ اس وقت آپ نے ابن سعد ملعون کو پکار کر کہا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ خداوند عالم تیرے رحم کو قطع کرے اور تیرے معاملہ کو تیرے لئے مبارک نہ قرار دے اور میرے بعد تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر قتل کر دے کیونکہ تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور رسولؐ خدا سے میری قرابت کا خیال نہیں رکھا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ ادھر شہزادہ علی اکبر خورشید تاباں کی طرح افق میدان پر طلوع ہوئے اور کچھ عرصہ میدان کو اپنے نور طلعت کی شعاع سے جو کہ جمال پیغمبرؐ کی خبر دیتا تھا منور کیا۔

ذَکَرُوْا بِطَلْعَتِهٖ النَّبِیَّ فَهَلَّلُوْا — لَمَّا بَدَا بَیْنَ الصُّفُوْفِ وَکَبَّرُوْا
فَاُفْتِنَ فِیْهِ النَّاظِرُوْنَ فَاُصْبُعٌ — یُوْمِیْ اِلَیْهِ بِهَا وَعَیْنٌ تَنْظُرُ

اس کے جمال رخ کو دیکھ کر ان لوگوں کو نبیؐ یاد آگئے پس انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا جب وہ صفوں کے درمیان ظاہر ہوا اور تکبیر کہی۔ پس دیکھنے والے اس کے جمال پر فریفتہ ہو گئے اور انگلی کا اشارہ اس کی طرف ہونے لگا اور آنکھ دیکھنے لگی۔ پس شہزادے نے حملہ کیا اور ان کے قوت بازو نے (جو حیدر صفدر کی شجاعت کی یاد دلاتی تھی) اس لشکر میں اثر دکھایا اور یہ رجز پڑھا۔ اَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ۔ نَحْنُ وَبَیْتِ اللّٰہِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ۔ اَضْرِبُکُمْ بِالسَّیْفِ حَتّٰی یَنْثَنِیْ۔ ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِیٍّ عَلَوِیٍّ۔ وَلَا یَزَالُ الْیَوْمَ اَحْمِیْ عَنْ اَبِیْ۔ تَاللّٰہِ لَا یَحْکُمُ فِیْنَا ابْنُ الدَّعِیْ۔ میں علی بن الحسین بن علی ہوں۔ کعبہ کی قسم ہم نبیؐ سے زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ میں تمہیں تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ وہ ٹیڑھی ہو جائے گی۔ یہ جوان ہاشمی علوی کی ضرب ہو گی اور آج میں اپنے باپ کی حمایت کرتا ہی رہوں گا۔ خدا کی قسم ہم میں حرامزادے کا حکم نہیں چلے گا آپ یونہی حملہ کرتے اور ان بدبختوں کو اپنی آتشبار تلوار کی خوراک بناتے اور جس طرف رُخ کرتے تو ایک گروہ کو خاکِ ہلاکت پر گراتے آپ نے اتنے افراد ان میں سے قتل کئے کہ ان کے شور و غوغا کی صدا بلند ہوئی اور بعض نے روایت کی ہے کہ ایک سو بیس ملاعین کو قتل کیا تو اس وقت آفتاب کی گرمی پیاس کی شدت زخموں کی کثرت اور ہتھیاروں کی سنگینی نے آپ کو تھکا دیا۔ علی اکبر میدان سے واپس اپنے باپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے اور ہتھیاروں کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ مجھے ایک گھونٹ پانی آپ پلا دیں۔ تاکہ آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اس سے قوت حاصل کروں۔ حضرت نے سیلاب اشک اپنی آنکھوں سے بہایا اور فرمایا وَاغَوْثَاهُ ہائے بیٹا تھوڑی دیر اور جنگ کرو پھر بہت جلدی اپنے نانا رسولؐ خدا سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں ایسا پانی پلائیں گے کہ جس کے بعد کبھی پیاسے نہیں ہو گے اور دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا بیٹا اپنی زبان نکالو پھر علی اکبر کی زبان

اپنے منہ میں داخل کی اور اسے چوسا اور اپنی انگوٹھی انہیں دی اور فرمایا اس کو اپنے منہ میں رکھو اور دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے واپس جاؤ کیونکہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ رات ہونے سے پہلے تمہیں نانا کوثر کے لبریز پیالے سے سیراب کریں گے کہ جس کے بعد کبھی پیاسے نہیں ہو گے۔ پس علی اکبر میدان کی طرف پلٹے اور یہ رجز پڑھا۔

اَلْحَرْبُ قَدْ بَانَتْ لَهَا الْحَقَائِقُ　　وَظَهَرَتْ مِنْ بَعْدِهَا مَصَادِقُ
وَاللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ لَا نُفَارِقُ　　جُمُوْعَكُمْ اَوْ تُغْمَدَ الْبَوَارِقُ

جنگ کے حقائق اور اس کے بعد اس کے مصادیق ظاہر ہوئے عرش کے مالک خدا کی قسم ہم تمہاری جماعتوں سے پلٹیں گے نہیں جب تک چمکنے والی تلواریں نیام میں نہ چلی جائیں۔ پس آپ ان کفار پر ٹوٹ پڑے اور دائیں بائیں کسی کو مارتے کسی کو قتل کرتے یہاں تک کہ اسی افراد جہنم واصل کیے اس وقت مرۃ بن منقذ عبدی ملعون نے موقع پا کر آپ کے سر پہ تلوار چلائی جس سے آپ کے فرقِ مبارک میں شگاف پڑ گیا۔ اور آپ بے حال ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق جب مرۃ بن منقذ نے علی اکبر کو دیکھا کہ وہ حملہ کر رہے ہیں۔ اور رجز پڑھ رہے ہیں تو وہ کہنے لگا سب عرب کے گناہ میرے ذمے ہوں اگر اس جوان کا گذر میرے پاس سے ہو اور میں اس کے باپ کو اس کا سوگوار نہ کروں پس　　　　حملہ کرتے کرتے شہزادے کا گذر اس ملعون کے قریب سے ہوا مرۃ لعین نے آپ کے نیزہ مارا اور انہیں بے حال کر دیا۔ پہلی روایت کے مطابق باقی سواروں نے بھی شہزادے پہ تلواریں چلائیں یہاں تک کہ آپ کی قوت جواب دے گئی اپنے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور گھوڑے کی باگ چھوڑ دی گھوڑا آپ کو لشکرِ اعداء میں ادھر سے ادھر لے جاتا اور جس بے رحم کے قریب سے گذرتا وہ شہزادے پر وار کرتا یہاں تک کہ آپ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ابو الفرج کہتا ہے کہ آپ حملہ پر حملہ کر رہے تھے یہاں تک کہ ایک تیر آپ کے حلق پر لگا اور اس کے پار ہو گیا اور آپ اپنے خون میں لوٹنے لگے۔ اب تک شہزادہ صبر سے کام لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب آیا کہ بہشت عنبر سرشت کی طرف رُوح پرواز کرے تو آواز دی اے بابا علیک منی السلام آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ ہیں میرے نانا رسولِ خدا جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں آنے میں جلدی کرو۔ اور دوسری روایت کی بنا پر آواز دی بابا یہ ہیں نانا رسولِ خدا جنہوں نے مجھے کوثر کا لبریز پیالہ پلایا ہے کہ جس کے بعد میں کبھی پیاسا نہیں ہونگا۔ اور وہ فرما رہے ہیں جلدی جلدی آؤ کیونکہ آپ کے لئے بھی کوثر کا پیالہ لئے ہوئے ہیں۔ تاکہ آپ بھی ابھی آ کر پئیں پس حضرت سید الشہداءؑ اس کشتہ تیغ ستم و جفا کے سرہانے آئے اور سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق اپنا رخسار شہزادے کے رخسار پر رکھ دیا اور فرمایا خدا قتل کرے اس جماعت کو جس نے تجھے قتل کیا انہیں کس چیز نے جری کر دیا ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ سے نہیں ڈرتے اور انہوں نے حرمتِ رسولؐ کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ پس آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا بیٹا عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا تیرے بعد دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے شیخ مفید فرماتے ہیں اس وقت جناب زینبؑ خیمہ سے باہر نکلیں اور آپ حالتِ اضطراب میں علی اکبر کی لاش کی

طرف آ رہی تھیں اور اپنے بھتیجے پر گریہ کر رہی تھیں جب لاش کے قریب پہنچیں تو اپنے آپ کو لاش پر گرا دیا حضرت نے اپنی بہن کا سر بیٹے کی لاش سے اٹھایا اور انہیں خیمہ میں واپس لائے اور ہاشمی جوانوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا اپنے بھائی کی لاش اٹھالاؤ۔ پس وہ شہزادے کی لاش اٹھالائے اور لا کر اس خیمہ میں رکھ دی کہ جس کے سامنے وہ جنگ کرتے تھے۔ مؤلف کہتا ہے کہ حضرت علی اکبر کے متعلق دو اختلاف ہیں یہ کہ وہ کب شہید ہوئے۔ شیخ مفید سید ابن طاؤس طبری اور ابن کثیر اور ابوالفرج وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے شہید علی اکبر ہیں اور ان کی تائید کرتی ہے شہداء کی مشہور زیارت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلَ قَتِیْلٍ مِنْ نَسْلِ خَیْرِ سَلِیْلٍ۔ سلام ہو آپ پر اے بہترین نسل کے پہلے شہید۔ لیکن بعض ارباب مقاتل نے اہل بیت میں سے پہلا شہید عبداللہ بن مسلم کو قرار دیا ہے اور علی اکبر کی شہادت تمام شہداء کے آخر میں بیان کی ہے اور دوسرا اختلاف ان کے سن شریف میں ہے کہ آیا شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ انیس سال تھی۔ یا پچیس سال اور آپ حضرت سید سجادؑ سے چھوٹے تھے یا بڑے۔ اور علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے ہم نے دوسری جگہ اس اختلاف اور اپنے نقطۂ نظر کو بیان کیا ہے بہرحال جتنی مدت اس دنیا میں رہے اپنی زندگی عبادت و ریاضت مساکین کو کھانا کھلانے اور مہمانوں کی عزت و تکریم کرنے وسعت اخلاق اور توسعہ ارزاق میں گذاری یہاں تک کہ ان کی مدح میں کہا گیا کہ روئے زمین پر ان کی مثل چشم فلک نے نہیں دیکھی۔ الخ اور ان کی زیارت میں پڑھا جاتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ وَالشَّهِیْدُ الْمُکَرَّمُ وَالسَّیِّدُ الْمُقَدَّمُ الَّذِیْ عَاشَ سَعِیْدًا وَمَاتَ شَهِیْدًا وَذَهَبَ فَقِیْدًا فَلَمْ تَتَمَتَّعْ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَمْ تَتَشَاغَلْ اِلَّا بِالْمَتْجَرِ لَرَابِحِ عمل صالح کے علاوہ دنیا کی لذت حاصل نہیں کی اور نفع مند تجارت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوئے اور کس طرح ایسا نہ ہو وہ نوجوان جو رسول خداؐ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ اور جس نے جنت کے جوانوں کے دو سرداروں سے آداب سیکھے ہوں اسی طرح اس بات کی اس زیارت مروجہ کی عبارت خبر دیتی ہے جو معتبر ہے۔ السلام علیك یا بن الحسن والحسین اے حسنؑ و حسینؑ کے بیٹے آپ پر سلام ہو اور یہ کہ آیا آپ کی والدہ میدانِ کربلا میں موجود تھیں یا نہیں۔ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجود نہیں تھیں اور کتب معتبرہ میں اس سلسلہ میں مجھے کوئی چیز نہیں مل سکی باقی رہی وہ بات جو مشہور ہے کہ علی اکبر کے میدان کی طرف جانے کے بعد حضرت امام حسینؑ ان کی والدہ لیلیٰ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اٹھو تنہائی میں جا کر دعا کرو اپنے بیٹے کے لئے کیونکہ میں نے اپنے نانا سے سنا تھا کہ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ الخ ہمارے شیخ واستاد (علامہ میرزا حسین نوری) کی فرمائش کے مطابق یہ سب غلط ہے۔

شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیل

محمد بن ابوطالب فرماتے ہیں کہ پہلا شخص امام حسینؑ کے اہل بیت میں سے جو مبارزہ کے لئے باہر آیا۔ وہ عبداللہ بن

مسلم نے رجز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے آج میں مسلم سے جا ملوں گا۔ جو میرے باپ ہیں اور ان جوانمردوں سے جا ملوں گا جو دینِ نبیؐ پر باقی رہے اور وہ اس گروہ میں سے نہیں تھے جو جھوٹا مشہور ہے بلکہ یہ تو بہترین اور کریم النسب ہاشمی سادات کے صاحب نسب لوگ تھے۔ انہوں نے جنگ کی اور اٹھانوے افراد کو تین حملوں میں واصل جہنم کیا آخر کار عمرو بن صبیح ملعون نے آپ کو شہید کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کی والدہ جناب رقیہ امیرالمومنینؑ کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ مفید اور طبری نے روایت کی ہے۔ کہ عمرو بن صبیح نے عبداللہ کی طرف تیر پھینکا عبداللہ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔ جب تیر آیا تو اس نے ان کی ہتھیلی کو پیشانی کے ساتھ جوڑ دیا۔ عبداللہ اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دے سکے۔ پھر ایک دوسرے ملعون نے آپ کے قلب مبارک پر نیزہ لگایا۔ اور انہیں شہید کر دیا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ مختار نے زید بن رقاد کو گرفتار کرنے کے لئے ایک گروہ بھیجا۔ یہ زید کہا کرتا تھا کہ میں نے اہل بیت امام حسینؑ میں سے ایک نوجوان کو تیر مارا تھا۔ جب کہ اس کا ہاتھ پیشانی کے اوپر تھا۔ اور جب میں نے اسے تیر مارا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا خدایا اس گروہ نے ہمیں ذلیل و قلیل سمجھا ہے۔ خدایا انہیں اسی طرح قتل کر جیسے انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے اس کا نام عبداللہ بن مسلم تھا۔ پس اس کو ایک اور تیر لگایا گیا میں اس کے پاس گیا دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے۔ میں نے اس کے دل پر تیر لگایا تھا۔ میں نے اس کے دل پر سے تیر کھینچا اور چاہا کہ اس کی پیشانی والا تیر نکالوں وہ باہر نہ نکلا پس میں پے در پے ہلاتا رہا یہاں تک کہ باہر نکال لیا۔ جب دیکھا تو اس کا پھل پیشانی میں رہ گیا تھا۔ اور تیر باہر نکل آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ مختار کے آدمی اس کو گرفتار کرنے کے لئے آئے زید بن رقاد تلوار لئے ہوئے ان کی طرف نکلا ابن کامل جو لشکر مختار کا سردار تھا کہنے لگا نیزہ اور تلوار نہ مارنا بلکہ اس پر تیر اور پتھر برساؤ پس اتنے تیر اور پتھر اس ملعون پر برسائے گئے کہ وہ زمین پر گرا اور اس کا نحس بدن آگ میں ڈال دیا گیا جب کہ ابھی زندہ تھا اور مرا نہیں تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد آل ابوطالبؑ نے مل کر حملہ کیا جب امام حسینؑ نے دیکھا تو پکار کر کہا صَبْرًا عَلَى الْمَوْتِ يَا بَنِي عُمُومَتِي۔ اے میرے چچا زاد بھائیو! موت پر صبر کرو ابھی میدان سے واپس نہیں پلٹے تھے کہ محمد بن مسلم زمین پر گرے اور شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہ اور ان کا قاتل ابومرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جُہنی تھا۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر کی شہادت

محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ مبارزہ کے لئے نکلے اور یہ رجز پڑھا۔ میں دشمنوں کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں جس قوم کے افعال ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور وہ قوم اندھی ہے۔ انہوں نے قرآنی احکام اور محکم تنزیل و تبیان کو بدل دیا ہے اور سرکشی کے ساتھ کفر کا مظاہرہ کیا ہے۔ پس آپ نے دس افراد کو ہلاک کیا اور عامر بن نہشل تیمی نے انہیں شہید کیا۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کی ماں خوصا بنت حفص بکر بن وائل قبیلہ سے تھیں اور سلیمان بن قتہ نے اپنے مرثیہ میں ان کی شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔ نبیؐ کا ہم نام ان میں پھنس گیا انہوں نے کاٹنے والی صیقل شدہ تلوار سونتی۔ پس جب میں رونے لگوں تو اے میری آنکھ تو سخاوت کر ایسے آنسو سے جو ہر بہنے والی جگہ پر بہیں۔

عون بن عبداللہ بن جعفر کی شہادت

طبری کہتا ہے کہ لوگوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پس عبداللہ بن قطبہ طائی نبہانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مناقب میں ہے کہ عون مبارزہ کے لئے نکلا اور جنگ شروع کی اور یہ رجز پڑھا۔ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں جعفر کا بیٹا ہوں جو سچا شہید ہے جنت میں زیادہ روشن چہرہ والا۔ جو جنت میں سبز پروں کے ساتھ اڑتا ہے اور میدانِ محشر میں یہ شرف کافی ہے پس جنگ کے تین سواروں اور اٹھارہ پیادوں کو زندگی کی سواری سے پیادہ کیا۔ بالآخر عبداللہ بن قطبہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کی والدہ جناب زینب عقیلہ دختر نیک اختر امیرالمومنینؑ و فاطمہ بنت رسولِ خداؐ تھیں۔ اور سلیمان بن قتہ نے اپنے قول میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اگر رونا چاہتی ہو تو ان کے بھائی عون پر گریہ کرو جو مصیبتوں میں چھوڑ کر جانے والا نہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ذوی القربیٰ ہی مصیبت میں پھنسے پس طویل مصائب پر گریہ کرو۔

اس زیارت میں ہے کہ جس کے ساتھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمۃ اللہ نے زیارت کی۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَوْنَ بْنَ عَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بْنَ النَّاشِئِ فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْمُقْتَدِيْ بِاَخْلَاقِ رَسُوْلِ اللهِ وَالذَّابِّ عَنْ حَرِيْمِهٖ رَسُوْلِ اللهِ صَبِيًّا وَالزَّائِدِ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مُبَاشِرًا لِلْحُتُوْفِ مُجَاهِدًا بِالسُّيُوْفِ قَبْلَ اَنْ يَقْوٰى جِسْمُهٗ وَيَشْتَدَّ عَظْمُهٗ وَيَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (الی ان قال) فَتَقَرَّبْتَ وَالْمَنَايَا دَانِيَةٌ وَزَحَفْتَ وَالنَّفْسُ مُطْمَئِنَّةٌ طَيِّبَةٌ تَلْقٰى بِوَجْهِكَ بَوَادِرَ السِّهَامِ وَتُبَاشِرُ بِمُهْجَتِكَ حَدَّ الْحُسَامِ حَتّٰى وَفَدْتَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى بِاَحْسَنِ عَمَلٍ الخ۔ اے رسولؐ کی گود میں پلنے والے کے بیٹے جو رسول اللہ کے اخلاق کی اقتداء کرتا تھا۔ بچپن میں حرم رسولؐ سے دشمنوں کو دور کرنے اور روکنے والے موتوں کے ساتھ کھیلنے والے تلواروں سے جہاد کرنے والے جسم کے قوی ہونے اور ہڈی کے مضبوط ہونے اور بلوغ سے پہلے شہید ہو جانے والے تم پر سلام ہو (یہاں تک کہ کہا) پس تو آگے بڑھا جب کہ موت قریب تھی تو میدان کی طرف اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا۔ جب کہ نفس مطمئن اور خوش تھا۔ آنے والے تیر تو اپنے چہرہ پر لیتا تھا اور تلوار کی دھار کو سر پر روکتا تھا۔ یہاں تک کہ تو بہترین عمل لے کر بارگاہِ خدا میں حاضر ہوا الخ۔

اہلِ بیت میں سے شہید ہونے والے ایک عبدالرحمٰن بن عقیل ہیں۔

جو میدان میں گئے اور رجز پڑھا کہ میرا باپ عقیل ہے بنی ہاشم میں میرے مقام کو پہچانو اور بنی ہاشم میرے بھائی ہیں جن کے بوڑھے بچے اور اپنے ہم پلہ لوگوں کے سردار ہیں یہ حسینؑ بلند بنیاد والے ہیں۔ جو جوانوں کے ساتھ ساتھ بوڑھوں کے بھی سردار ہیں۔

پس سترہ افراد شہسواران لشکر میں سے قتل کئے اس وقت عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھوں درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے۔ طبری کہتا ہے کہ مختار نے بیابان سے دو ایسے افراد کو گرفتار کیا جو عبدالرحمٰن بن عقیل کے خون بہانے اور ان کے لباس اتارنے میں شریک تھے ان کے سر قلم کرنے کے بعد ان کو آگ میں جلا دیا۔

اور ایک جعفر بن عقیل ہیں جو کہ مبارزہ کے لئے نکلے اور رجز پڑھا۔ میں ابطحی وطالبی نوخیز ہوں ہاشم کی اس جماعت میں سے جو غالب سے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہم چوٹی کے لوگوں کے سردار ہیں۔ یہ حسینؑ پاکیزہ سے پاکیزہ تر ہیں پس دو افراد اور ایک قول ہے کہ پندرہ سواروں کو قتل کیا اور بشر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ایک عبداللہ اکبر بن عقیل رضی اللہ عنہ ہیں۔

کہ جنہیں عثمان بن خالد اور قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے مل کر شہید کیا۔ اور محمد بن مسلم بن عقیل ان کو ابو مرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی نے شہید کیا۔ اور محمد بن ابوسعید بن عقیل رحمہ اللہ کو لقیط بن یاسر جہنی نے تیر کے زخم سے شہید کیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے شہادت علی اکبرؑ کے بعد عبداللہ بن مسلم کی شہادت بیان کی ہے پس روایات معتبرہ کی بنا پر اولاد عقیل میں سے جتنے شہید ہوئے ہیں۔ جناب مسلم سمیت ان کی تعداد سات ہے اور سلیمان بن قتہ نے بھی ان کی تعداد سات بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ امام حسینؑ کے مرثیہ میں کہتا ہے اے آنکھ آنسو بہا اور چیخ کر رو پس ندبہ کر اگر آلِ رسولؐ پر رونا چاہتی ہے چھ تو سب کے سب صلب علیؑ سے تھے جو شہید ہوئے اور سات عقیل کے۔

شہادت جناب قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام

قاسم بن حسنؑ نے عزم جہاد کے ساتھ معرکہ جنگ میں قدم رکھا۔ جب سید الشہداءؑ کی نگاہ اپنے بھتیجے پر پڑی کہ وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان کی طرف جا رہا ہے تو آپ بے تاب ہو کر آگے بڑھے اور قاسم کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور ان کو گلے لگایا اور دونوں اتنا روئے کہ روایت میں وارد ہے قَدْ غُشِیَ عَلَیْهِمَا دونوں بیہوش ہو گئے۔ پس قاسم نے گڑگڑا کر جنگ کی اجازت چاہی آپ نے عذر فرمایا اور تیار نہ ہوئے تو قاسم رونے لگے اور اپنے چچا کے ہاتھ اور پاؤں کے اتنے بوسے لئے کہ حضرت نے اجازت دے ہی دی۔ پس جناب قاسم میدان میں آئے جب کہ ان کے آنسو رخسارو

پر جاری تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفیٰ کے نواسے تھے یہ حسینؑ ایسے لوگوں کے درمیان جنہیں بارش کا پانی نصیب نہ ہوگا گروی رکھے ہوئے قیدی کی طرح ہوگئے ہیں۔ پس گھمسان کی جنگ کی اور اس صغرسنی اور بچپنے کے باوجود پینتیس ناریوں کو فی النار کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں عمر سعد کے لشکر میں تھا میں نے ایک بچے کو میدان میں آتے دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا اور قمیص اس نے پہن رکھی تھی اور اس کے پاؤں میں جوتا تھا اور اس کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اور میں نہیں بھولتا وہ بائیں جوتے کا تسمہ تھا عمرو بن سعد ازدی کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لڑکے پر حملہ کروں گا اور اسے قتل کر کے چھوڑوں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ کیسا ارادہ ہے جو تو نے کیا ہے یہ گروہ جس نے اس کو گھیر رکھا ہے۔ یہی اس کا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہے۔ اب تیرے لئے ضروری نہیں کہ تو اس کے خون میں شریک ہو وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں اس ارادہ سے باز نہیں آؤں گا پس اس نے گھوڑا دوڑایا اور منہ نہ موڑا یہاں تک کہ شہزادہ مظلوم کے سر پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کا سر کھل گیا پس قاسم منہ کے بل زمین پر گرے اور فریاد کی یا عماہ اے چچا جب قاسم کی آواز حسینؑ کے کانوں تک پہنچی تو آپ اس تیزی کے ساتھ نکلے جیسے عقاب بلندی سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے شیر غضبناک کی طرح فوج پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ عمرو ملعون قاسم کے قاتل کے پاس پہنچے اور تلوار اس کے حوالے کرنی چاہی اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا آپ نے اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا۔ پس اس ملعون نے بہت بڑی چیخ ماری کہ لشکر کوفہ حرکت میں آگیا اور لشکر نے حملہ کیا تاکہ شاید وہ عمرو کو آپ کے چنگل سے چھڑا سکیں۔ جب لشکر نے ہجوم کیا تو اس ملعون کا بدن گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوگیا اور وہ قتل ہوگیا۔ پس جب غبار جنگ چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ قاسم کے سرہانے بیٹھے ہیں اور وہ نوجوان جان کنی کی حالت میں ہے اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور اس کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرنے کے لئے تیار ہے۔ حضرت فرما رہے ہیں کہ خدا کی قسم تیرے چچا کے لئے دشوار ہے کہ تو اس کو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے اور اگر جواب دے بھی تو تیری مدد نہ کر سکے اور اگر مدد کرے بھی تو اس کا تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے خدا کی رحمت سے وہ گروہ دور رہے جس نے تجھے قتل کیا ہے یہ وہ دن ہے کہ جس میں اس کے دشمن زیادہ اور مددگار تھوڑے ہیں اس وقت قاسم کو زمین سے اٹھایا اور اس کا سینہ اپنے سینہ کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے جب کہ قاسم کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے پس اس کو لے جا کر اپنے بیٹے علی اکبر کے ساتھ اہل بیتؑ کے مقتولین کے پاس لٹا دیا اس وقت فرمایا خدایا تو جانتا ہے کہ اس جماعت نے ہمیں دعوت دی۔ کہ وہ ہماری مدد کریں گے اب ہماری مدد سے دستبردار ہو کر ہمارے دشمن کے مددگار ہوگئے ہیں اے داور فریادرس اس قوم کو نیست و نابود کر دے اور انہیں ہلاک و پراگندہ کر دے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور اپنی مغفرت و بخشش کو ان کے شامل حال نہ کر اس وقت فرمایا اے میرے چچازاد بھائیو اور اے میرے اہل بیتؑ صبر و شکیبائی اختیار کرو اور جان لو کہ اس کے بعد ذلت و خواری کا دن نہیں دیکھو گے اور مخفی نہ رہے کہ کربلا میں قاسم کی دامادی کا قصہ اور

ان کی فاطمہ بنت الحسین سے شادی ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ کتب معتبرہ میں نظر نہیں آیا۔ علاوہ اس کے امام حسینؑ کی دو ہی بیٹیاں تھیں جیسا کہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ ایک سکینہ کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ سید الشہداءؑ نے اس کی عبداللہ سے نسبت کی تھی اور زفاف اور رخصتی سے پہلے عبداللہ شہید ہوگئے۔ اور دوسری فاطمہ جو حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں جو کربلا میں حاضر ہوا تھا جیسا کہ امام حسنؑ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہوچکا ہے اور اگر غیر معتبر اخبار کا سہارا لیا جائے اور کہا جائے کہ امام حسینؑ کی ایک اور فاطمہ بیٹی تھی تو کہیں گے کہ وہ تو پھر فاطمہ صغریٰ تھی جو مدینہ میں رہی اس کا نکاح تو قاسم بن حسن سے نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالے العالم۔

شیخ اجل محدث متتبع ماہر ثقۃ الاسلام آقائے حاج میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہٗ کتاب لُؤلُؤ والمرجان میں فرماتے ہیں تمام کتب معتمدہ گذشتہ جو فن حدیث انساب اور سیر میں تالیف کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق سید الشہداءؑ کی کوئی بیٹی نہیں مل سکتی جو قابل تزویج ہو تاکہ صحت وسقم سے قطع نظر کرتے ہوئے اس واقعہ کا وقوع ممکن ہو۔ باقی رہا معاملہ زبیدہ شہربانو اور قاسم ثانی کاری کا علاقہ اور اس کے نواح میں جو کہ عوام کی زبان پر جاری ہے تو وہ خیالات واہیہ میں سے ہے کہ جسے کتاب رموز حمزہ اور اس قسم کی بناوٹی کتابوں کی پشت پر لکھنا چاہیئے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے کے شواہد بہت زیادہ ہیں اور تمام علماء انساب متفق ہیں کہ قاسم بن حسنؑ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی انتہی کلامہ رفع مقامہ۔ بعض ارباب مقاتل کہتے ہیں کہ قاسم کے بعد

عبداللہ بن حسنؑ علیہ السلام

میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھے اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں حیدر کا بیٹا ہوں جو بیشہ کا شیر تھا جو دشمنوں پر باد صرصر تھا میں تمہیں تلوار سے اس طرح ناپوں گا جیسے پیمانہ ناپتا ہے۔ انہوں نے حملہ کیا اور چودہ افراد کو خاک میں ملایا پس ہانی بن ثبیت حضرمی نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کردیا تو اس ملعون کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ اور ابوالفرج کہتا ہے کہ ابوجعفر باقرؑ نے فرمایا کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے عبداللہ کو شہید کیا مؤلف کہتا ہے کہ ہم عبداللہ کی شہادت امام حسینؑ کے ضمن میں انشاءاللہ بیان کریں گے۔

ابوبکر بن حسن علیہ السلام

کہ جن کی والدہ کنیز تھیں اور جناب قاسم کے پدری مادری بھائی تھے۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے انہیں شہید کیا اور حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ عقبہ غنوی نے انہیں شہید کیا اور سلیمان قتہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس شعر میں کہ قبیلہ غنوی میں ہمارے خون کا ایک قطرہ ہے اور دوسرا قبیلہ اسد میں جو شمار ہوتا ہے اور بیان ہوتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں نے بعض شجرات میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام

طلف میں شہید ہوئے اور ان کی کوئی اولاد نہیں اور امام حسینؑ نے ان کی نسبت اپنی بیٹی سکینہ کے ساتھ کی تھی اور ان کا خون بنی نخعی میں ہے۔

اولاد امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت

جناب ابوالفضل العباسؑ نے جب دیکھا کہ ان کے اہل بیت میں سے اکثر شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے اپنے بھائیوں عبداللہ جعفر اور عثمان فرزندان امیرالمومنینؑ جو ان کی والدہ ام البنین سے تھے کی طرف رخ کیا اور فرمایا میری جان تم پر قربان ہو آگے بڑھو اور اپنے آقا کی حمایت کرو۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے شہید ہو جاؤ پس وہ سب آگے بڑھے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں اپنے چہروں اور گردنوں کے ساتھ دشمن سے بچاتے رہے۔ پس ہانی بن ثبیت حضرمی نے حملہ کیا عبداللہ بن علیؑ پر اور انہیں شہید کر دیا پھر جعفر بن علیؑ پر حملہ کیا انہیں بھی شہید کیا۔ اور یزید اصبحی نے عثمان بن علیؑ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ پھر ان کی طرف گیا اور ان کا سر قلم کر دیا۔ اور عباس بن علیؑ باقی رہ گئے جو حسینؑ علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے ان کے سامنے جنگ کرتے تھے اور جدھر آپ جھکتے وہ جھک جاتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے سلام اللہ علیہ مؤلف کہتا ہے کہ یہ چند سطور جو اولاد امیر المومنینؑ کی شہادت کے سلسلہ میں میں نے نقل کی ہیں یہ ابو حنیفہ دینوری کی کتاب سے نقل کی ہیں جو ایک ہزار سال پہلے لکھی گئی ہے لیکن دوسرے مقاتل میں ہے کہ عبداللہ آگے بڑھے اور یہ رجز پڑھا۔ میں بہادر صاحب فضل کا بیٹا ہوں اور وہ علیؑ تھے بڑے کارناموں والے جو رسولؐ کا انتقام لینے والی تلوار تھے ہر اس دن جس میں ہولناکیاں ظاہر ہوتی تھیں۔ پس سخت جنگ کی یہاں تک کہ ہانی بن ثبیت نے انہیں شہید کیا اس سے قبل دو دو وار ان میں رد و بدل کے ہوئے ابوالفرج کہتا ہے کہ اس وقت ان کا سن پچیس[۲۵] برس تھا۔

جعفر بن علی علیہ السلام

عبداللہ کے بعد میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ میں بلندیوں کا مالک جعفر ہوں اور بہترین بخشنے والے علیؑ کا بیٹا ہوں۔ میرا حسب میرے چچا جعفر اور خالو جیسا ہے۔ میں سخی حسینؑ صاحب فضل کی حمایت کرتا ہوں۔ ہانی بن ثبیت نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا اور ابن شہر آشوب نے فرمایا ہے کہ خولی اصبحی نے آپ کی طرف تیر پھینکا اور وہ ان کی آنکھ کے اوپر لگا اور ابوالفرج نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خولی نے جعفر کو شہید کیا ہے۔

عثمان بن علی علیہ السلام

اس کے بعد مبارزہ کے لئے نکلے اور کہا میں صاحب مفاخر عثمان ہوں میرے والد واضح کارکردگیوں کے مالک

علیؑ ہیں یہ حسینؑ بہترین لوگوں کے سردار ہیں اور چھوٹے بڑوں کے آقا ہیں اور جنگ شروع کی یہاں تک کہ خولی اصبحی نے ان کے پہلو میں تیر مارا اور انہیں گھوڑے سے زمین پر گرا دیا پھر بنی وارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ان کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اور منقول ہے کہ اس دن ان کا سن مبارک اکیس سال تھا اور جس دن پیدا ہوئے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر ان کا نام رکھ رہا ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ عثمان بن مظعون جلیل القدر صحابہ کبار اور خواص حضرت رسولِ خداؐ میں سے تھے اور حضرت انہیں بہت دوست رکھتے تھے اور وہ بہت صاحب جلالت اور عابد زاہد تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتیں عبادت میں گذارتے اور ان کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے۔ ذی الحجہ ۲ھ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے اور روایت ہے کہ ان کی وفات کے بعد رسولِ خداؐ نے ان کا بوسہ لیا اور جب ابراہیم آنحضرتؐ کے فرزند کی وفات ہوئی تو فرمایا کہ اپنے سلف صالح عثمان بن مظعون سے جا ملو اور سید سمہودی نے تاریخ مدینہ میں کہا ہے کہ رسولِ خداؐ کی سب بیٹیاں (دیگر زوجہ) عثمان بن مظعون کے پاس دفن ہوئیں کیونکہ آنحضرت نے عثمان بن مظعون کی وفات کے وقت ان کی قبر کے اوپر ایک پتھر علامت کے طور پر رکھ دیا تھا اور فرمایا اس پتھر کو میں اپنے بھائیؑ کی قبر کی علامت قرار دیتا ہوں اور میری اولاد میں سے جس کی وفات ہو گی اسے یہیں دفن کروں گا۔

ابو بکر بن علی علیہ السلام کی شہادت

ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا (بعض نے محمد اصغر یا عبداللہ کہا ہے) ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہیں۔ مناقب میں کہا گیا ہے کہ یہ مبارزہ کے لئے نکلے اور یہ رجز پڑھا۔ میرے باپ طویل مفاخر کے مالک علیؑ ہیں جو بہترین کریم زیادہ صاحب فضل ہاشم کی اولاد ہیں یہ نبی مرسلؐ کے بیٹے حسینؑ ہیں ہم ان کی صیقل شدہ تلوار کے ساتھ حمایت کرتے ہیں۔ ان پر میری جان قربان ہو جو معزز بھائی ہیں اور پے در پے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ زجر بن بدر یا ایک قول کی بناء پر عقبہ بن غنوی نے انہیں شہید کیا۔ اور مدائنی سے نقل ہوا ہے کہ ان کی لاش نہر سے ملی اور معلوم نہ ہو سکا کہ کس شخص نے انہیں قتل کیا ہے۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسینؑ کے روبرو عاشورہ کے دن جنگ کی اور مخالفین کے لشکر میں سے سترہ افراد کو قتل کیا اور اٹھارہ زخم ان کے جسم پر لگے زمین پر گر گئے۔ اسماء بن خارجہ جو ان کی والدہ کا رشتہ دار تھا انہیں کوفہ لے گیا اور ان کے زخموں کا علاج کرایا یہاں تک کہ صحت مند ہو گئے اور انہیں مدینہ بھیج دیا۔

آلِ حسینؑ میں سے ایک بچہ کی شہادت

ارباب مقاتل نے کہا ہے کہ امام حسینؑ کے خیموں میں سے ایک بچہ باہر آیا کہ جس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے اور

وہ وحشت و دہشت سے دائیں بائیں دیکھتا اور وُہ اس واقعہ ہولناک سے اتنا خوف زدہ تھا کہ اس کے گوشوارے اس کے سر اور بدن کی حرکت کی وجہ سے لرزتے تھے اس اثنا میں ایک سنگدل نے کہ جسے ہانی بن ثبیت کہتے تھے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا اور کہتے ہیں کہ اس بچے کی شہادت کے وقت شہر بانو مدہوشی میں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اور ان میں بولنے اور حرکت کرنے کی سکت نہ رہی لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ شہر بانو والدہ امام زین العابدینؑ کے علاوہ تھیں کیونکہ وہ مخدرہ تو اپنے بیٹے کی ولادت کے وقت وفات پا گئی تھیں۔ اور ابو جعفر طبری نے اس بچے کی شہادت بمسوط طریقہ پر درج کی ہے ہم ان کی عبارت بجنسہ درج کرتے ہیں (ترجمہ پیش ہے مترجم) ابو جعفر طبری نے ہشام کلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے ابو ہذیل نے قبیلہ سکون کے ایک شخص سے اس نے ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ میں نے حضرموت کی ایک محفل میں خالد بن عبداللہ کے زمانہ میں اسے بیٹھے دیکھا جب کہ وہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں ان اشخاص میں سے ہوں جو قتل حسینؑ میں موجود تھے کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں دس افراد میں سے ایک تھا اور کھڑا ہوا تھا جب کہ ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے گھوڑے جولان لگا رہے تھے اور ایک دوسرے سے منتشر ہو رہے تھے۔ اچانک آل حسینؑ میں سے ایک بچہ نکلا۔ ان خیموں کی ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس نے قمیص پہن رکھی تھی اور وہ خوف زدہ ہو کر دائیں بائیں دیکھتا تھا گویا میں اس کے کانوں میں موتی دیکھ رہا ہوں جو حرکت کرتے تھے۔ جب کہ وہ دائیں بائیں دیکھتا اچانک ایک شخص آیا جو گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ جب وُہ اس کے قریب پہنچا تو اپنے گھوڑے سے جھکا اور بچہ کا قصد کیا اور اسے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ ہشام کہتا ہے کہ سکونی نے کہا ہے اصل میں ہانی بن ثبیت نے ہی بچے کو قتل کیا تھا۔ جب اس کو اس پر ملامت کی گئی تو وہ کنایۃً اپنے متعلق یہ واقعہ بیان کرتا۔

حضرت ابو الفضل عباسؑ کی شہادت

حضرت عباسؑ جو اولادِ ام البنین میں سب سے بڑے اور امیر المومنینؑ کے چوتھے فرزند تھے جن کی کنیت ابو الفضل اور لقب سقا تھا۔ وہ امام حسینؑ کے علمبردار تھے ان کا جمال دل آرام اور طلعت زیبا ایسی تھی کہ انہیں قمر بنی ہاشم کہتے تھے وہ اتنے جسیم و بلند و بالا تھے کہ قوی و فربہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے قدم زمین پر خط کھینچتے۔ ان کے پدری مادری تین بھائی تھے کہ جن میں سے کوئی بھی صاحب اولاد نہ تھا۔ ابو الفضلؑ نے انہیں پہلے میدان میں بھیجا تا کہ ان کی لاشیں آنکھ سے دیکھیں اور ان کے مصائب کا ثواب حاصل کریں ان کی شہادت کے بعد جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بعض ارباب مقاتل کہتے ہیں جب عباسؑ نے اپنے بھائی کی تنہائی دیکھی تو بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے بھائی کیا آپ مجھے رخصت دیتے ہیں تا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کروں۔ حضرت ان کی یہ جاں سوز بات سن کر رونے

گئے اور بہت زیادہ روئے پھر فرمایا اے بھائی تم میرے علمدار ہو اگر تم نہ رہے تو پھر کوئی بھی میرے ساتھ نہ ہوگا۔ ابوالفضل علیہ السلام نے عرض کی میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور زندگانی دنیا سے سیر ہو گیا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس منافقین کے گروہ سے اپنے خون کا بدلہ لوں۔ حضرت نے فرمایا جب تم سفر آخرت کا ارادہ کر چکے ہو تو ان چھوٹے بچوں کے لئے تھوڑا سا پانی لے آؤ۔ پس حضرت عباسؑ چلے اور لشکر کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور نصیحت و وعظ کا علم پھیلایا اور جتنا ہو سکا پند و نصیحت کی لیکن آپ کے کلمات نے ان سنگدلوں کے دل پر کچھ اثر نہ کیا مجبوراً عباسؑ اپنے بھائی کی خدمت میں واپس آئے اور جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا جب بچوں نے یہ معلوم کیا تو وہ رونے لگے اور اَلعَطَشُ اَلعَطَشُ کی آواز بلند ہوئی جناب عباس بے تاب ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں لیا اور مشک اٹھا کر فرات کی طرف روانہ ہوئے کہ شاید پانی مل سکے۔ پس چار ہزار کا لشکر جو فرات کے گھاٹ پر مقرر تھا۔ انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور تیر کمانوں پر چڑھا دیئے اور آپ کی طرف پھینکنے لگے جناب عباس کہ جو نہایت بہادر تھے۔ شیر بیشہ کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ رجز پڑھا۔

لَا اَرْهَبُ الْمَوْتَ اِذِ الْمَوْتُ رَقَا ۔۔۔ حَتّٰى اُوَارِيْ فِي الْمَصَالِيْتِ لِقَا
نَفْسِيْ لِنَفْسِ الْمُصْطَفَى الطُّهْرِ وِقَا ۔۔۔ اِنِّيْ اَنَا الْعَبَّاسُ اَغْدُوْ بِالسِّقَا
وَلَا اَخَافُ الشَّرَّ يَوْمَ الْمُلْتَقٰى

میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت پہنچے یہاں تک کہ میں مسلح تیار فوج میں اپنے آپ کو چھپا دوں۔ میرا نفس مصطفیٰ کے پاکیزہ نفس پر قربان ہے میں عباسؑ ہوں جو پانی لے کر جاؤں گا۔ اور میں مصیبت سے جنگ کے دن نہیں ڈرتا اور وہ جس طرف سے حملہ کرتے آپ لشکر کو متفرق کر دیتے۔ یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق اسی افراد کو قتل کیا۔ پس آپ گھاٹ میں اُترے اور فرات کے پانی تک پہنچے چونکہ جنگ کی زحمت اور پیاس کی شدت کی وجہ سے آپ کا جگر کباب ہو چکا تھا چاہا کہ اپنے خشک لبوں تک پانی پہنچائیں ہاتھ بڑھا کر پانی چلو میں اٹھایا تو سید الشہداءؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی پیاس یاد آ گئی لہٰذا پانی چلو سے گرا دیا۔[1]

مشک پانی سے پُر کی اور دائیں کندھے پر رکھ کر گھاٹ سے باہر نکلے تاکہ اپنے آپ کو اپنے بھائی کی لشکر گاہ تک پہنچائیں اور بچوں کو پیاس کی زحمت سے نجات دیں۔ جب لشکر نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ کا راستہ روک لیا اور ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ حضرت شیر غضب ناک کی طرح ان منافقین پر حملہ کرتے تھے اور راستہ طے کر رہے تھے اچانک نوفل ازرق اور ایک روایت کی بناء پر زید بن ورقاء کمین گاہ سے کھجور کے درخت کے پیچھے سے آیا اور حکم بن طفیل اس کا معین و مددگار بنا اور اسے اکسایا۔ پس اس نے آپ پر تلوار کا وار کیا کہ جس سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا آپ نے جلدی سے مشک بائیں کندھے پر رکھ لی اور بائیں ہاتھ سے لڑنے لگے اور یہ رجز پڑھا (ترجمہ) خدا کی قسم اگر تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ لیا ہے تب بھی میں ہمیشہ اپنے امام صادق الیقین نبیؐ طاہر امین کے فرزند کی حمایت کرتا رہوں گا۔ پس آپ نے جنگ کی یہاں

---

[1] یہ مؤرخین کی رائے ہے ورنہ بعید نہیں کہ صرف اس فوج کو دکھانا مقصود ہو کہ پانی اب کس کے قبضہ میں ہے مترجم

یہاں تک کہ آپ پر ضعف طاری ہوا۔ دوبارہ حکیم بن طفیل لعین نے کھجور کے درخت کو کمین گاہ بنا کر حملہ کیا اور آپ کا بایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ لیا۔ تو جناب عباس نے یہ رجز پڑھا۔ اے نفس کفار سے نہ ڈر رحمت جبار کی اور نبی سید مختار کے ساتھ رہنے کی تجھے خوشخبری ہو۔ انہوں نے اپنی سرکشی کی بنا پر میرا بایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اے رب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر دے۔ اب مشک اپنے دانتوں سے پکڑ لی اور ہمت کی کہ شاید پانی ان پیاسوں کے لبوں تک پہنچ جائے اچانک مشک پر تیر لگا اور پانی بہہ گیا اور دوسرا تیر آپ کے سینہ پر لگا اور آپ گھوڑے سے گر گئے۔ پس آپ نے آواز دی اے بھائی میری مدد کو پہنچیے اور مقاتل کی روایت کی بناء پر ایک ملعون نے لوہے کا گرز آپ کے سر پہ مارا جس سے آپ کے طائر روح نے ریاض جنت کی طرف پرواز کی۔ جب امام حسینؑ نے بھائی کی آواز سنی تو اپنے آپ کو ان تک پہنچایا اور اپنے بھائی کو فرات کے کنارے اس حالت میں دیکھا کہ آپ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ تو رو کر فرمایا اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر و چارہ جوئی ختم ہو گئی۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) اے بدترین قوم تم نے زیادتی کی بناء پر دینِ نبی محمدؐ کی مخالفت کی کیا انہوں نے تمہیں ہمارے متعلق بہترین وصیت نہیں کی تھی اور کیا ہم نبی اکرمؐ کی نسل نہیں ہیں۔ کیا فاطمہ زہراؑ صرف میری ماں نہیں کیا احمد مجتبیٰؐ سب مخلوق سے بہترین نہیں تھے تم پر لعنت ہو اور تم رسوا ہو جاؤ اس ظلم کی وجہ سے پس عنقریب جلتی ہوئی آگ کی گرمی سے جلائے جاؤ گے۔ ایک حدیث میں سید سجادؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا خدا رحمت نازل کرے میرے چچا عباس پر جنہوں نے اپنے بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دی۔ اور اپنی جان ان پر قربان کر دی۔ یہاں تک کہ ان کی مدد میں ان کے دونوں ہاتھ قلم ہو گئے اور خداوند عالم نے انہیں ان کے دو ہاتھوں کے بدلے دو پر عنایت کئے۔ کہ جن کے ذریعہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں اور جناب عباسؑ کے لئے خدا کی بارگاہ میں ایک منزلت و مقام ہے کہ قیامت کے دن جس کی وجہ سے تمام شہداء ان پر رشک کریں گے اور ان کے مقام کی آرزو رکھیں گے منقول ہے کہ جناب عباسؑ کی عمر شہادت کے دن چونتیس ۳۴ سال تھی اور جناب ام البنین حضرت عباسؑ کی والدہ ان پر اور ان کے بھائیوں پر ماتم کے لئے مدینہ سے باہر جنت البقیع میں جاتیں اور ان کے ماتم میں ایسے بین کرتیں کہ جو بھی وہاں سے گزرتا تو وہ رونے لگتا۔ دوستوں کے رونے پر تو تعجب نہیں مروان بن حکم جو بدترین دشمن خاندانِ نبوتؐ تھا جب وہ جناب ام البنین کے قریب سے گذرتا تو ان مخدومہ کے رونے سے رونے لگتا[1]

حضرت اباعبداللہ الحسینؑ کا مبارزہ اور اس مظلوم کی شہادت

بعض ارباب مقاتل نے نقل کیا ہے کہ جب سید الشہداءؑ نے اپنے بہتر ۷۲ ساتھیوں اور اہل بیتؑ کے افراد کو شہید اور زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو عازم جہاد ہوئے اور خواتین عصمت کو الوداع کہنے کے لئے خیمے کا رخ کیا اور عصمت کی پردہ دار

---

[1] جناب ام البنین کے اور دوسرے شعراء کے کچھ اشعار مؤلف نے ذکر کئے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

بیبیوں کو آواز دی۔ اے سکینہ اے فاطمہ اے زینب اے ام کلثوم علیکن منی السلام میرا تم پر سلام ہو۔ پس سکینہ نے عرض کیا یَا اَبَتَاهُ اَسْتَسْلَمْتَ لِلْمَوْتِ اے بابا کیا موت کے لیے آپ تیار ہو گئے ہیں۔ فرمایا وہ کس طرح موت کے لئے تیار نہ ہو کہ جس کا کوئی یار و مددگار باقی نہ رہا ہو عرض کیا پھر ہمیں نانا کے روضہ پر واپس پہنچا دیں۔ آپ نے جواب میں یہ ضرب المثل کہی۔ هَيْهَاتَ لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ شکاری قطا پرندہ سے دستبردار ہو جائے تو وہ اپنے آشیانے میں آرام سے سوتا یہ کنایہ تھا کہ یہ لشکر مجھے نہیں چھوڑتا کہ میں تمہیں کسی جگہ لے جاؤں۔ آپ نے ان بیبیوں کو خاموش کیا کہتے ہیں کہ حضرت نے جناب ام کلثوم کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بہن میں تمہیں اچھائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور خود اس قوم کی طرف جا رہا ہوں مؤلف کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے تمام مصائب دل کو بریاں اور آنکھوں کو گریاں کرتے ہیں لیکن شاید وداع کی مصیبت کا اثر زیادہ ہو خصوصاً جس وقت آپ کے اور آپ سے وابستہ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے جو آپ کی اولاد کی مانند تھے آپ کے گرد جمع ہوئے اور رونے لگے اور اس کی وہ روایت شاہد ہے کہ جب آپ قصر بنی مقاتل میں پہنچے اور عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ دیکھا تو حجاج بن مسروق کو اس کے پاس بھیج کر اسے بلایا وہ نہ آیا تو حضرت خود اس کے پاس تشریف لے گئے عبیداللہ بن حر سے منقول ہے کہ حسینؑ میرے پاس تشریف لائے تو آپ کی ریش مبارک کوے کے پروں کی مانند سیاہ تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت انسان نہیں دیکھا تھا اور نہ آپ کی طرح کسی کو دیکھا جو آنکھوں کو پُر نور کرے۔ یعنی باوقار ہو اور مجھے کسی پر اتنی رقت اور رحم نہیں آیا جتنا حضرت پر آیا — جب میں نے دیکھا کہ آپ چل رہے تھے اور بچے ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ انتہی۔ اور اس کی مؤید وہ حکایت ہے کہ مرزا یحییٰ ابہری نے عالم خواب میں دیکھا کہ علامہ مجلسی صحن مطہر سید الشہداء[3] کے پائنتی کی طرف طاق العفاد میں بیٹھے مشغول درس ہیں۔ پھر وعظ فرمانا شروع کیا جب مصائب پڑھنے لگے تو کوئی آیا اور اس نے کہا کہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا فرما رہی ہیں۔ اُذْكُرِ الْمَصَائِبَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلٰى وِدَاعِ وَلَدِيَ الشَّهِيْدِ۔ ان مصائب کو بیان کرو جو میرے شہید بیٹے کے خیام سے رخصت پر مشتمل ہیں۔ مجلسی نے مصیبت وداع بیان کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ بہت روئے کہ میں نے ایسا گریہ اپنی عمر میں نہیں دیکھا تھا فقیر کہتا ہے کہ اسی بشرہ نومیہ (عالم خواب کی خوشخبری) میں امام حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے دوستوں اور ماننے والوں سے کہو کہ ہماری عزاداری کے قائم کرنے میں اہتمام کریں۔ بہرحال امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے دن اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کو بلایا اور ایک لپیٹی ہوئی کتاب دی اور وصیت کی اور جناب امام علی بن الحسینؑ اس وقت بیمار تھے اور جناب فاطمہ نے پھر وہ کتاب علی بن الحسینؑ کو دی اور بعد میں وہ کتاب ہم تک پہنچی اور کتاب اثبات الوصیۃ میں ہے کہ امام حسینؑ علی بن الحسینؑ کے پاس گئے وہ بیمار تھے پس انہیں اسم اعظم اور مواریث انبیاءؑ کی وصیت کی اور انہیں آگاہ کیا کہ وہ علوم و صحف مصاحف اور ہتھیار جو مواریث نبوتؐ میں سے ہیں جناب ام سلمہ کے پاس ہیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ جب امام زین العابدینؑ واپس آئیں تو ان کے سپرد کر دیں۔ اور دعوات راوندی میں امام زین العابدینؑ

سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے گلے سے لگایا جس دن آپ شہید ہوئے جب کہ خون کے فوارے آپؑ کے جسم سے پھوٹ رہے تھے۔ اور مجھ سے فرمایا اے بیٹا یاد کر لو مجھ سے وہ دعا جو مجھے جناب فاطمہؑ نے تعلیم کی تھی اور انہیں رسولِ خداؐ نے تعلیم فرمائی تھی۔ اور آپ کے پاس جبرئیلؑ لائے تھے جو حاجت و مہم و اندوہ و سخت مصیبت کے لیے ہے۔ جو انسانؑ پر نازل ہو اور امر عظیم و دشوار کے واسطے ہے اور فرمایا کہو۔ بِحَقِّ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ وَبِحَقِّ طٰهٰ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ یَا مَنْ یَقْدِرُ عَلٰی حَوَائِجِ السَّائِلِیْنَ یَا مَنْ یَعْلَمُ مَا فِی الضَّمِیْرِ یَا مُنَفِّسَ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ یَا مُفَرِّجَ عَنِ الْمَغْمُوْمِیْنَ یَا رَاحِمَ الشَّیْخِ الْکَبِیْرِ یَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِیْرِ یَا مَنْ لَا یَحْتَاجُ اِلَی التَّفْسِیْرِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَافْعَلْ بِیْ کَذَا وَکَذَا۔ اور کافی میں روایت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی وفات کے رات امام محمد باقرؑ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا اے بیٹا میں تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے کی تھی۔ جب کہ شہادت کا وقت قریب آیا تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اے بیٹا اس پر ظلم کرنے سے بچو کہ جس کا خدا کے علاوہ کوئی ناصر و مددگار نہ ہو۔ راوی کہتا ہے پس سید الشہداؑ بنفس نفیس عازم جنگ ہوئے۔ امام زین العابدینؑ نے جب اپنے باپ کو تنہا دیکھا باوجودیکہ وہ ضعف و ناتوانی کی وجہ سے تلوار اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب ام کلثومؑ نے پیچھے سے آواز دی۔ اے نورِ چشم واپس آجاؤ۔ جناب سجادؑ نے فرمایا پھوپھی جان مجھے چھوڑ دیں اور جانے دیں تاکہ میں فرزند رسول کے روبرو جہاد کروں حضرت سید الشہداؑ نے ام کلثوم سے فرمایا کہ اسے روکو کہیں یہ شہید نہ ہو جائے اور زمین آلِ محمدؐ سے خالی ہو جائے۔ بہرحال امام حسینؑ نے اس حالت میں بھی امت کی محبت سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور یہی چاہتے رہے کہ شاید چند افراد راہ ہدایت اختیار کر لیں اور ان گمراہیوں سے پلٹ آئیں لہذا آپ نے آواز دی کیا کوئی ہے جو دشمنوں کے شر کو حرم رسولِ خداؐ سے ہٹائے آیا کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے آیا کوئی فریاد رس ہے جو خدا کے ثواب کی امید رکھتا ہو ہماری فریاد رسی کرے آیا کوئی یاور و مددگار و معین ہے جو ہماری مدد کرے خواتین عصمت نے جب آپ کی آواز سنی تو آپ کی مظلومیت کی وجہ سے بہ آواز بلند گریہ وزاری کی۔

شیرخوار بچے کی شہادت کا بیان

پس حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرا چھوٹا بچہ میرے حوالہ کرو تاکہ میں اس سے رخصت ہو لوں۔ پس وہ معصوم بچہ آپ نے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گئے تاکہ اس کا بوسہ لیں کہ حرملہ بن کاہل اسدی لعین نے تیر مارا جو بچے کے گلے پر لگا اور اسے شہید کر دیا اور اسی مصیبت کی طرف شاعر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے اور جھکنے والا جو اپنے بچے کا بوسہ لینے کیلئے جھکا لیکن اس سے پہلے اس کی گردن کا بوسہ تیر نے لے لیا پھر آپ نے وہ بچہ اپنی بہن کے سپرد کیا۔ جناب زینبؑ نے بچے لے لیا اور امام حسینؑ نے اپنی دو ہتھیلیاں خون کے نیچے رکھ لیں جب پر

ہوگئیں تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور فرمایا جو مصیبت بھی مجھ پر نازل ہو وہ آسان ہے کیونکہ خدا اس کا دیکھنے والا اور نگران ہے۔ اور سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر میرے قتل پر مُصر ہے تو آپ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھ لیا اور لشکر کے درمیان آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہ صلعم فیصل و حاکم ہیں۔ اے قوم آخر کس وجہ سے تم میرا خون حلال سمجھتے ہو کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں کیا تمہیں میرے نانا کا یہ ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ ھٰذانِ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اسی دوران جب آپ قوم سے احتجاج کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر فرمایا۔ یَا قَوْمِ اِنْ لَمْ تَرْحَمُوْنِیْ فَارْحَمُوْا ھٰذَا الطِّفْلَ اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچے پر تو رحم کرو پس ان میں سے ایک شخص نے اس بچے کی طرف تیر پھینکا اور اسے ذبح کر دیا۔ امام مظلوم رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو حکم کر ہمارے اس قوم کے درمیان جنہوں نے ہمیں بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ پس فضا سے ایک آواز آئی کہ اے حسینؑ اس بچہ کو چھوڑ دو (اس کی پرواہ نہ کرو) کیونکہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دائی موجود ہے۔ اور کتاب احتجاج میں مسطور ہے کہ حضرت گھوڑے سے نیچے اُترے اور تلوار کے نیام سے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور اس بچے کو اس میں دفن کر دیا۔ اور طبری نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ تیر آکر اس بچے کے گلے پر لگا جو آپ کی گود میں تھا اور حضرت ان کا خون ان کے جسم پر ملتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہ جس نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کرے گی اب وہ ہمیں قتل کرنے لگی پس آپ کے حکم سے ایک یمنی چادر لائی گئی اس کو چاک کر کے آپ نے پہن لیا اور تلوار لے کر جنگ کے لئے باہر نکلے۔ انتہی

خلاصہ یہ کہ جب آپ اپنے بچے کی شہادت سے فارغ ہو چکے تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان منافقین کی طرف رخ کیا۔ اور فرمایا (اشعار کا ترجمہ) یہ قوم کافر و منکر ہو گئی اور قدیم زمانہ سے انہوں نے جن و انس کے پروردگار کے ثواب سے روگردانی کی اس قوم نے اپنے غصہ کی بناء پر علیؑ اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا (جو کہ حسن خیر تھا۔ شریف و کریم ماں باپ کا بیٹا اور کہنے لگے لشکر جمع کرو اور لے چلو۔ لوگوں کو حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے اٹھو پھر آپ اس قوم کے مد مقابل کھڑے ہوئے جب کہ ننگی تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکے تھے اور یکسر اپنا دل شہادت اور ملاقات خداوندی پر تیار کر چکے تھے اور یہ اشعار آپ نے پڑھے (ترجمہ) میں پاکیزہ صفات علیؑ کا بیٹا ہوں جو آلِ ہاشم میں سے ہے اور یہ بات میرے فخر کے لئے کافی ہے جب میں فخر کروں اور میرے نانا رسولِ خداؐ ہیں جو تمام لوگوں سے زیادہ مکرم ہیں اور ہم مخلوق خدا میں خدا کا روشن چراغ ہیں اور فاطمہؑ جو اولادِ احمدؐ میں سے ہیں میری ماں ہیں اور میرا چچا دو پروں والا جعفر ہے اور ہمارے حق میں اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی ہے اور ہم میں ہدایت اور وحی اچھے طریقے سے مذکور ہوتی

ہم سب لوگوں کے لئے اللہ کی امان ہیں یہ بات ہم خلوت وجلوت میں لوگوں سے کہتے ہیں اور ہم حوض کوثر کے مالک ہیں جس سے ہم اپنے دوستوں کو رسول اللہؐ کے کاسے سے سیراب کریں گے۔ یہ وہ بات ہے کہ جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور ہمارے شیعہ و پیروکار بہترین شیعہ ہیں۔ اور ہمارا دشمن قیامت کے دن گھاٹے اور خسارہ میں ہوگا۔ پھر آپ نے مبارزہ طلب کیا۔ اور جو آپ کے مقابلہ میں آیا وہ ہلاک ہوا۔ یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے بہادر و شجاع جہنم کی طرف بھیجے۔ اب کسی میں حضرت کے مدمقابل ہو کر میدان میں آنے کی جرأت باقی نہ رہی پس آپ نے میمنہ پر حملہ کیا اور فرمایا اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِّنْ رُکُوْبِ الْعَارِ وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ۔ موت عار سے بہتر ہے اور عار جہنم میں جانے سے پھر میسرہ پر حملہ کیا اور فرمایا میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ پیچھے نہیں مڑوں گا۔ اپنے بابا کے اہل وعیال کی حفاظت کروں گا اور دین نبیؐ پر دنیا سے چلا جاؤں گا۔ بعض راوی کہتے ہیں خدا کی قسم ہم نے ایسا مرد میدان کبھی نہیں دیکھا کہ بہت سے لشکروں نے اسے گھیر رکھا ہو اور اس کے یار و انصار سب قتل کر دیئے ہوں۔ اور اس کے اہل بیتؑ کا محاصرہ اور ان کی بیخ کنی کر رہے ہوں اور وہ امام حسینؑ سے زیادہ شجاع اور مضبوط دل ہو۔ کیونکہ یہ تمام مصائب آپ میں جمع تھے باوجود پیاس زیادہ گرمی اور بے شمار زخموں کے اضطراب و اضطرار کی گرد آپ کے دامن وقار پر نہیں بیٹھی اور کسی قسم کا تزلزل آپ کے وجود میں نہیں آیا۔ اس حالت میں جہاد کر رہے تھے اور جب بہادر مرد آپ پر حملہ کرتے تو آپ ان پر حملہ آور ہوتے اور یہ لوگ ان بھیڑوں کی طرح بھاگتے جو کسی بھیڑیئے کو دیکھ لیں۔ وہ شیر خدا کے فرزند کے سامنے سے بھاگتے تھے دوبارہ وہ لشکر جمع ہو جاتا کہ جن کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ پشت سے پشت ملا لیتے اور آپ سے جنگ کرنے آتے تو پھر حضرت اس لشکر کثیر پر حملہ کرتے تو وہ ٹڈی دل کی طرح منتشر ہو جاتے اور کچھ دیر کے لئے آپ کے ارد گرد کی جگہ خالی ہو جاتی پھر آپ قلب لشکر سے اپنے مرکز کی طرف پلٹ آتے اور کلمہ مبارکہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی تلاوت کرتے۔

مؤلف کہتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں یہاں (جیمز کارکرن) ہندو ہندوستانی کی گفتگو شجاعت حسینؑ کے متعلق نقل کروں ہمارے مرحوم استاد نے لؤلؤ مرجان میں اس شخص سے نقل کیا ہے کہ اس نے اُردو زبان میں جو کہ وہاں کی متعارف زبان ہے تاریخ چین ایک کتاب لکھی ہے کہ جو چھپ چکی ہے اس کی دوسری جلد ص۱۱ میں چونکہ کسی مناسبت سے شجاعت کا ذکر کیا ہے یہ کلام جو اس کی عبارت کا بعینہٖ ترجمہ ہے وہاں مذکور ہے اگرچہ رستم کی شجاعت و بہادری زمانہ میں مشہور ہے لیکن ایسے جوانمرد بھی گذرے ہیں کہ جن کے مقابلہ میں رستم کا نام لینا قابل ذکر نہیں جیسا کہ حسین بن علیؑ ہیں کہ جن کی شجاعت تمام بہادروں کی شجاعت سے رتبہ میں بڑھی ہوئی ہے کیونکہ جو شخص کربلا میں گرم ریت پر بھوک اور پیاس کی حالت میں جوانمردی و شجاعت دکھائے تو ایسے شخص کے مقابلہ میں رستم کا نام وہی لے گا جو تاریخ سے واقف نہیں کس کے قلم میں یہ طاقت ہے کہ حسینؑ کے حالات لکھے اور کس کی زبان میں یہ قوت ہے کہ وہ بہتر افراد کی ثابت قدمی جو انہوں نے تیس ہزار کی شامی خونخوار فوج کے مقابلہ میں دکھائی اور ہر ایک کی شہادت جس طرح کہ ہوئی ہے اسے بیان

کرے اور تاریک خیالی میں اس قدر رسائی کہاں ہے کہ وہ ان کے دلوں کی حالت کی تصویر کشی کرے کہ اس وقت سے لے کر جبکہ عمر سعد دس ہزار کی فوج لے آیا اور انہیں گھیر لیا۔ اس وقت تک جب شمر نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا ان پر کیا گذری ہوگی۔ مثل مشہور ہے کہ درد لے یک دو باشد یعنی اکیلے آدمی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا جب تک دوسرا اس کا مددگار نہ ہو[1]
اس سے زیادہ مبالغہ نہیں ہو سکتا کہ کہا

جائے کہ فلاں شخص کو دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا مگر حسینؑ کو ان کے بہتر ساتھیوں کے ساتھ آٹھ قسم کے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا۔ باوجود اس کے آپ نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ آپ کے چاروں طرف دس ہزار فوج تھی کہ جن کے نیزوں تیروں کی بارش مثل تاریک آندھیوں کے کی ہو رہی تھی۔ پانچواں دشمن عرب کی گرمی تھی کہ جس کی نظیر زیر فلک ممکن نہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عرب کی گرمی عرب کے علاوہ اور کسی ملک میں نہیں پائی جا سکتی۔ چھٹا دشمن میدان کربلا کی گرم ریت تھی جو کہ حرارت آفتاب میں شعلہ زن اور تنور گرم کی خاکستر کی طرح جلا رہی تھی۔ اور آگ برسا رہی تھی بلکہ اس کو دریائے قہار کہا جا سکتا ہے کہ جس کے حباب بنی فاطمہؑ کے پاؤں کے آبلے بن چکے تھے۔ واقعی دو اور دشمن بھی تھے جو باقی دشمنوں سے زیادہ ظالم تھے ایک پیاس اور دوسری بھوک جو دغا باز ساتھی کی طرح ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہیں ہوتے تھے ان دو دشمنوں کی خواہش و آرزو اس وقت کم ہوئی جب زبانیں پیاس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ پس جن اشخاص نے ان معرکوں میں ہزارہا کفار کا مقابلہ کیا ہو، شجاعت ان پر ختم ہے۔ ختم ہوا کلام اس بت پرست ہندو کا جو کہ خال مشکیں دلربا کی طرح ہے سفید کاغذ پر اور اس کی تعریف کے لئے مناسب ہے کہ کہا جائے۔ بخال ہندویش بخشم سمرقند و بخارا را۔ رجع الکلام الی سیاقہ الاول ابن شہر آشوب وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے ایک ہزار نو سو پچاس افراد کو جہنم رسید کیا۔ علاوہ ان کے جنہیں زخمی و مجروح کیا تھا۔ اس وقت ابن سعد لعین سمجھا کہ صحن عالم میں کسی میں یہ قوت و طاقت نہیں کہ امام حسینؑ کے مقابلہ میں ٹھہر سکے اگر معاملہ اسی طرح رہا تو حضرت سارے لشکر کو اپنی تلوار کی غذا بنائیں گے لہذا اپنے لشکر کو پکار کر کہا وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس کے ساتھ جنگ کر رہے ہو۔ اور کس شجاع کے ساتھ مشغول رزم ہو یہ انزع البطین غالب کل غالب علی بن ابی طالبؑ کا فرزند ہے یہ اس باپ کا بیٹا ہے کہ جس نے شجاعان عرب اور زمانہ کے دلیروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ سب متفق ہو کر ہر طرف سے اس پر حملہ کرو۔ وَاَعْیَاهُمْ اَنْ یَّنَالُوْهُ مُبَارَزَةً فَصَوَّبُوا الرَّاْیَ لَمَّا صَعَّدُوا الْفِکْرَا اَنْ وَجَّهُوْا نَحْوَهٗ فِی الْحَرْبِ اَرْبَعَةً اَلسَّیْفَ وَالسَّهْمَ وَالْخَطِّیَّ وَالْحَجَرَا۔ آپ نے انہیں عاجز کر دیا کہ وہ آپ سے مبارزہ کر سکیں۔ لہذا انہوں نے اس رائے کو درست سمجھا جب کہ فکر دوڑائی کہ جنگ میں چار چیزیں آپ کے خلاف استعمال کیں۔

تلوار، تیر، نیزے اور پتھر پس اس بے شمار لشکر نے ہر طرف سے آپ پر حملہ کیا اور وہ تیر انداز کہ جن کی چار ہزار تعداد تھی۔ انہوں نے اپنے تیر کمانوں میں جوڑے اور حضرت کی طرف چھوڑے پس اس غریب کے گرد گھیرا ڈال دیا اور آپ، اور آپ کے خیموں کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور کچھ لوگ سرادق عصمت اور خیام شرافت کی طرف بڑھے جب آپ نے یہ دیکھا تو پکار

---

[1] ظاہرا عبارت یوں ہونی چاہیے کہ ایک دو کا علاج تو ہو سکتا ہے لیکن ہزاروں کا نہیں۔ مترجم

کہا اے ابوسفیان کے شیعو اگر دین سے دستبردار ہوگئے ہو۔ اور روز قیامت و معاد سے نہیں ڈرتے تو دنیا میں آزاد مرد اور باغیرت تو رہو اور اپنے حسب و نسب کی طرف لوٹو کیونکہ تم عرب ہو یعنی عرب میں غیرت و حمیت ہوتی ہے۔ شمر بے حیا نے حضرت کی طرف منہ کر کے کہا اے فرزند فاطمہ کیا کہتے ہو فرمایا کہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کرو۔ عورتوں کی کیا تقصیر ہے پس اپنے سرکشوں کو منع کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ میرے حرم سے متعرض نہ ہوں۔ شمر نے چیخ کر کہا کہ اے لشکر اس مرد کے خیموں سے دور رہو۔ کیونکہ وہ کفو کریم ہے۔ اور اس کے قتل کرنے کے لئے تیار رہو جو کہ ہمارا مقصود ہے۔ پس سپاہیوں نے آپ پر حملہ کیا اور آنجناب غضب ناک شیر کی طرح ان کی طرف بڑھے اور اس گروہ کثیر کو اس طرح زمین پر گرانے لگے۔ جیسے باد خزاں پتوں کو گراتی ہے اور جس طرف آپ رُخ کرتے لشکر پشت پھیر کر بھاگتا پس آپ نے پیاس کی زیادتی کی وجہ سے فرات کا رُخ کیا۔ کوفیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اگر حضرت نے پانی پی لیا تو اس سے دس گنا زیادہ قتل کریں گے۔ لہٰذا گھاٹ کے رستے میں صف بستہ ہو گئے۔ اور پانی کا راستہ بند کر دیا۔ جب آپ فرات کا ارادہ کرتے تو وہ آپ پر حملہ کر دیتے اور انہیں پلٹا دیتے۔ اعور سلمی اور عمرو بن حجاج نے چار ہزار کمانداروں کو جو گھاٹ کے نگہبان تھے پکار کر کہا کہ حسینؑ کو گھاٹ پر جانے کا راستہ نہ دو۔ حضرت نے غضب ناک شیر کی طرح ان پر حملہ کیا اور لشکر کی صفوں کو توڑ کر گھاٹ کا راستہ دشمن سے لے لیا اور گھوڑا فرات میں ڈال دیا۔ آپ بہت زیادہ پیاسے تھے آپ کا گھوڑا بھی حد سے زیادہ پیاسا تھا۔ اس نے اپنا سر پانی پر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا میں بھی پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو نہیں پیئے گا گویا گھوڑا آپ کی گفتگو سمجھ گیا اس نے اپنا سر پانی سے اٹھا لیا یعنی میں پانی پینے میں آپ پر سبقت نہیں کروں گا۔ پس آپ نے فرمایا پانی پی لے میں بھی پینے لگا ہوں آپ نے ہاتھ بڑھایا اور پانی کا چلو بھرا تا کہ وہ جانور پانی پی لے کہ اچانک ایک سوار نے پکار کر کہا اے حسینؑ تو پانی پی رہا ہے اور لشکر تیرے خیموں میں داخل ہو رہا ہے اور تیری ہتک حرمت کر رہا ہے جب اس معدن حمیت و غیرت نے یہ کلام اس ملعون سے سنا تو پانی چلو سے پھینک دیا۔ اور تیزی کے ساتھ گھاٹ سے باہر آئے اور لشکر پر حملہ کیا یہاں تک کہ خیموں تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص خیام سے متعرض نہیں ہوا تھا اور یہ خبر جس نے دی اس نے مکر و فریب کیا تھا۔ پس آپ نے دوبارہ اہل بیتؑ کو الوداع کہا اور سب اہل بیتؑ بحال آشفتہ باجگر سوختہ باخاطر خستہ اور دلہائے شکستہ حضرت کے گرد جمع ہو گئے اور کسی مخلوق کے تصور میں نہیں آسکتا کہ ان کی کیا حالت تھی اور کوئی شخص ان کی صورت حال بیان اور اسے تحریر نہیں کر سکتا۔

من از تحریر این غم ناتوانم ✽ کہ تصویرش زدہ آتش بجانم
ترا طاقت نباشد از شنیدن ✽ شنیدن کے بود مانند دیدن

خلاصہ یہ کہ ان سے رخصت ہوئے اور انہیں صبر و تحمل کی وصیت کی اور حکم دیا کہ اسیری کی چادر سر پہ رکھ لیں۔

اور مصیبت و بلا کے لشکر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں اور فرمایا تمہیں معلوم رہے کہ خداوند عالم تمہارا حافظ و نگہبان ہے وہ تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا۔ اور تمہارا انجام بالخیر ہوگا۔ وہ تمہارے دشمنوں کو عذاب و بلا کے انواع مختلفہ میں مبتلا کریگا اور تمہیں قسم قسم کے نعیم و کرم سے اجر و عوض دے گا۔ پس حرف شکایت زبان پر نہ آئے اور ایسی بات نہ کرنا۔ جو تمہارے مرتبہ اور شان سے گری ہوئی ہو یہ فرمانے کے بعد آپ نے میدان کا رخ کیا شاعر اس مقام پر کہتا ہے۔

آمد بخیمگاہ وداع حرم نمود ٭ بر کودکان نمود بحسرت ہمی نگاہ

ایں را نشاند در بر و بر رخ فشاند اشک ٭ آزا گذاشت بر دل و از دل کشیدہ آہ

در اہلبیت شور قیامت بپا نمود ٭ وز خیمگاہ گشت رواں سوئے حربگاہ

او سوئی رزمگاہ شد و در قفائی او ٭ فریاد و اہا خاہ شد و بانگ وا آباہ

پس آپ نے عنان مرکب میدان کی طرف موڑ دی اور صف لشکر پر حملہ کیا کسی کو مارا کسی کو گرایا اور باوجود لب تشنہ ہونے کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ان منافقین کے سر برگ خزاں کی طرح زمین پر گر رہے تھے اور آپ شمشیر آبدار کے ساتھ ان اشرار کا خون زمین پر گرا رہے تھے۔ لشکر نے ہر طرف سے آپ پر تیروں کی بارش کردی اور حضرت ان تیروں کو حق کی راہ میں اپنے چہرہ گردن اور سینہ مبارک پر لیتے تھے۔ آپ کی زرہ کے سوراخوں پر اتنے تیر لگے کہ آپ کا سینہ مبارک سی کی پشت کی طرح ہو گیا اور امام باقرؑ سے منقولہ روایت کی بنا پر تین سو بیس زخم آپ کو لگے اور اس سے زیادہ بھی روایت ہے اور یہ تمام زخم آپ کے جسم کے اگلے حصے میں تھے اس وقت آپ نے زخموں کی کثرت پیاس کی شدت اور ضعف و خستگی کی زیادتی کی وجہ سے توقف کیا تاکہ کچھ دیر ستالیں۔ اچانک ایک ظالم نے آپ کی طرف پتھر پھینکا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا اور اس سے آپ کے چہرہ پر خون بہنے لگا۔ آپ نے دامن عبا اٹھایا تاکہ خون آنکھ اور چہرہ سے صاف کریں اچانک تین بھالوں والا تیر جو زہر آلود بھی تھا آپ کے سینہ مبارک پر لگا اور ایک قول ہے۔ کہ آپ کے دل پر لگا اور دوسری طرف اس نے سر نکالا اور حضرت نے اس وقت فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ نے اس حالت میں سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کی خدایا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر جس کے علاوہ کوئی فرزند رسول نہیں اور وہ تیر آپ نے پشت کی جانب سے نکالا اور اس زہر آلود تیر کی جگہ سے پرنالے کی طرح خون بہنے لگا آپ نے اس زخم کے نیچے ہاتھ رکھ دیا اور جب ہاتھ خون سے پر ہو گیا تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا اور اس مقدس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کر نہیں آیا دوبارہ آپ نے اپنی ہتھیلی خون سے پر کی اور اپنے سر چہرہ اور ریش مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا سر و چہرۂ خون آلود اور اپنے خون کے خضاب کے ساتھ میں اپنے نانا رسول خدا کا دیدار کروں گا اور اپنے قاتلوں کے نام انہیں جا کر بتاؤں گا۔ یہاں فارسی کے کچھ اشعار

مؤلف نے معراج المحبۃ سے نقل کئے ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ہم چھوڑ رہے ہیں ان اشعار کا آخری شعر ہے کہ حسینؑ اس وقت یہ کہتے تھے۔ تَرَکْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِی هَوَاكَ ۔ وَاَیْتَمْتُ الْعِیَالَ لِکَیْ اَرَاكَ ۔ وَلَوْ قَطَّعْتَنِیْ فِی الْحُبِّ اِرْبًا ۔ لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰی سِوَاكَ ۔ میں نے سب مخلوق کو تیری محبت میں چھوڑ دیا ہے بچوں کو اس لئے یتیم کیا ہے کہ تیری بارگاہ نصیب ہو اگر اپنی محبت میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو دل تیرے علاوہ کسی طرف بھی مائل نہیں ہو گا۔ اس وقت کمزوری اور ناتوانی کا آپ پر غلبہ تھا اور آپ جنگ کرنے سے رک گئے۔ اب جو کوئی آپ کے قصد و ارادہ سے نزدیک آتا تو خوف کے مارے یا شرم و حیا سے ایک طرف ہو کر واپس چلا جاتا یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شخص کہ جس کا نام مالک بن یسر (بشر) تھا حضرت کی طرف چلا اور ناروا باتیں اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ اور تلوار کا ایک وار آپ کے سر پر لگایا جو ٹوپی آپ کے سر مبارک پر تھی وہ کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر پر جا لگی اور اتنا خون بہنے لگا کہ وہ ٹوپی خون سے پُر ہو گئی۔ حضرت نے اس کے حق میں نفرین کی کہ اس ہاتھ سے نہ کھائے گا نہ پئے گا اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا۔ پس وہ خون سے اتار پھینکی اور ایک رومال منگوایا اور اس سے سر کا زخم باندھ لیا۔ اور دوسری ٹوپی سر پر رکھ لی اس پر عمامہ باندھ دیا مالک بن یسر نے اس خون آلود ٹوپی کو جو ریشم سے بنی ہوئی تھی اٹھا لیا اور واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر لے گیا اور چاہا کہ اس سے خون صاف کرے اور دھوئے اس کی بیوی ام عبداللہ بنت حر البدی کو جب معلوم ہوا تو اس نے فریاد کی کہ میرے گھر میں فرزند رسولؐ کا لباس لوٹ کر لے آیا ہے میرے گھر سے نکل جا۔ خداوند عالم تیری قبر کو جہنم کی آگ سے بھر دے پھر وہ ملعون ہمیشہ فقیر و بدحال رہا اور امام حسینؑ کی بد دعا سے اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے۔ گرمیوں میں خشک لکڑی کی طرح ہو جاتے اور سردیوں میں اس سے خون ٹپکتا رہتا اس حال خسران مآل میں رہا یہاں تک کہ واصل جہنم ہوا سید اور مفید کی روایت کی بنا پر لشکر ایک لحظہ کے لئے تو حضرت سے جنگ کرنے سے رک گیا پھر آپ کی طرف رخ کیا اور آپ کا احاطہ کر لیا۔

عبداللہ بن حسن علیہ السلام

اس وقت یہ شہزادہ جو کہ بچہ تھا خیمہ میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنے عم نامدار کو اس حالت زار میں دیکھا تو بیتاب ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے خیمہ سے باہر دوڑا تاکہ خود کو اپنے چچا کے پاس پہنچائے جناب زینبؑ اس کے پیچھے خیمہ سے نکلیں اور اسے پکڑ لیا۔ ادھر سے امامؑ نے بھی پکار کر کہا کہ بہن عبداللہ کو میدان بلا انگیز میں نہ آنے دو کہ وہ اپنے آپ کو بے رحم ظالموں کے تیر و نیزہ کا نشانہ نہ بنائے جناب زینبؑ نے جتنا اس کو روکنا چاہا کوئی فائدہ نہ ہوا اور عبداللہ نے واپس خیمہ میں جانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔ اور اپنے آپ کو اپنی پھوپھی سے چھڑا لیا اور جلدی سے اپنے آپ کو چچا تک پہنچا دیا۔ اس وقت ابجر بن کعب ملعون اپنی

تلوار سونتے ہوا تھا کہ امام حسینؑ کو مارے، وہ شہزادہ آن پہنچا اور اس ظالم سے فرمایا اے بدکار عورت کے بیٹے تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے جب اس نے تلوار کھینچی تو شہزادے نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ تلوار سے اس کا ہاتھ کٹ گیا اور اس کے کٹنے کی آواز سنائی دی اور وہ چمڑے کے ساتھ لٹکا رہا اس بچہ نے فریاد کی کہ اے بابا اے چچا حضرتؑ نے بچے کو پکڑ کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اے بیٹا جو مصیبت تجھ پر آئی ہے اس پر صبر کر اور اسے خیر و خوبی میں شمار کر ابھی ابھی تجھے خداوند عالم تیرے آباؤ اجداد کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ پس حرملہ نے اس بچہ کی طرف تیر پھینکا اور اسے چچا کی گود ہی میں شہید کر دیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اس وقت سنا کہ امام حسینؑ بددعا کر رہے تھے۔ خدایا ان سے آسمان کی بارش اور زمین کی برکتیں روک لے الخ

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ پیدل فوج نے دائیں بائیں سے حملہ کیا اور حضرتؑ کے اشخاص جو باقی رہ گئے تھے انہیں قتل کر دیا اور آپؑ کے پاس تین یا چار افراد کے علاوہ باقی کوئی زندہ نہ رہا۔ سید بن طاؤس اور دوسرے علماؒ نے فرمایا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کرتہ لا دو کہ جس میں کوئی رغبت و خواہش نہ کرے میں اسے اپنے لباس کے نیچے پہن لوں تاکہ جب میں شہید ہو جاؤں اور ظالم میرا لباس اتاریں تو اس قمیض کو میرے تن سے کوئی نہ اتارے پس آپؑ کے لئے کئی کرتے لائے گئے لیکن چونکہ وہ تنگ تھے آپؑ نے زیب تن نہ فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ اہل ذلت کا لباس ہے ان سے کشادہ اور کھلا ہوا کرتہ لے آؤ۔ پس آپؑ کے لئے ایک کھلی سی قمیص لائی گئی جسے آپؑ نے پہن لیا اور سید کی روایت کی بنا پر پرانی قمیص لائی گئی۔ حضرتؑ نے اسے کئی جگہ سے چاک کیا تاکہ وہ بے قیمت ہو جائے اور اسے اپنے لباس کے نیچے پہن لیا پس جب حضرتؑ شہید ہو گئے تو اس پرانے لباس کو بھی آپؑ کے بدن سے اتار لیا گیا۔

لباس کہنہ بپوشید زیر پیراہنش — کہ تا برون نکنند خصم بدمنش ز تنش

لباس کہنہ چہ حاجت کہ زیر سم ستور — تنے نماند کہ پوشند جامہ یا کفنش

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب حضرت کے تین افراد باقی رہ گئے تو آپ نے اس قوم کی طرف دیکھا اور دفاع میں مشغول ہوئے اور وہ تین افراد آپ کی حمایت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں بھی شہید ہو گئے اور حضرت تنہا رہ گئے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے جو آپ کے سر اور بدن پر لگے تھے آپ بوجھل ہو گئے۔ اس کے باوجود بھی آپ تلوار سونتے ہوئے اس قوم کو دائیں بائیں سے منتشر کرتے تھے۔ شمر ملعون نے کہ ہر شر و بدی جس کے خمیر میں تھی جب یہ کیفیت دیکھی تو شہسواروں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ تم پیادوں کے پیچھے صفیں باندھ لو اور کمانداروں سے کہا کہ حضرتؑ پر تیر برساؤ پس تیر اندازوں نے آپ کو تیروں کا نشانہ بنایا اور آپ پر تیر برسائے کہ وہ تیر آپ کے بدن مبارک پر خار پشت (سیہی) کی پشت کی طرح نظر آتے تھے اس وقت آپ نے جنگ روک دی اور لشکر بھی آپ کے مقابل ٹھہر گیا آپ کی بہن جناب زینبؑ نے جب یہ حالت دیکھی تو خیمہ کے دروازے پر تشریف لائیں اور عمر سعد

کو پکار کر کہا وَيْحَكَ يَا عُمَرُ أَيُقْتَلُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَأَنْتَ تَنْظُرُ إِلَيْهِ۔ اے عمر وائے ہو تجھ پر حسینؑ شہید ہو رہے ہیں۔ اور تو دیکھ رہا ہے عمر سعد ملعون نے کوئی جواب نہ دیا اور طبری کی روایت ہے کہ اس کے آنسو اس کے چہرہ اور نحس داڑھی پر جاری تھے اور اس نے اس مخدرہ سے منہ پھیر لیا۔ پس جناب زینبؑ نے لشکر کی طرف دیکھ کر فرمایا وائے ہو تم پر آیا تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے جب زخموں کی کثرت سے آپ کا جسم شکستہ ہو گیا اور آپ میں جنگ کرنے کی طاقت باقی نہ رہی اور خار پشت سیہی کی طرح آپ کا بدن تیروں سے پُر ہو گیا تو اس وقت صالح بن وہب مزنی لعین نے وقت کو غنیمت سمجھا اور حضرت کے قریب آکر پوری قوت سے آپ کے پہلو میں نیزہ مارا کہ جس سے آپ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے اور آپ دائیں رخسار کے بل زمین پر گرے اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پس آپ اٹھ کھڑے ہوئے جب گھوڑے کی زین ہیکل وحی و تنزیل سے خالی ہوئی اور عرش ملک جلیل زمین پر گر پڑا تو پیدل جنگ شروع کر دی کہ جس میں شہسواروں کو بٹھا دیا اور کندھے خوف کے مارے لرزنے لگے اور شہسواران عرب کی عقلوں کو حیران اور عقل کے پرندوں کو سروں سے اڑا دیا جناب زینبؑ نے کہ جن کی پوری توجہ اپنے بھائی کی طرف تھی جب یہ عالم دیکھا تو خیمہ سے باہر کی طرف دوڑیں اور فریاد کی وَاأَخَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَاأَهْلَبَيْتَاهُ کاش آسمان خراب ہو جاتا اور زمین پر گر پڑتا کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور بیابانوں میں بکھر جاتے۔

راوی کہتا ہے کہ شمر نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا کیوں کھڑے ہو اور کس بات کا انتظار کر رہے ہو پس سب نے ہر طرف سے آپ پر حملہ کر دیا۔ حصین بن تمیم لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا ابو ایوب غنوی ملعون نے آپ کے حلق پر تیر لگایا اور زرعہ بن شریک لعین نے آپ کی دائیں ہتھیلی پر وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ ایک اور ظالم نے آپ کی پشت پر زخم لگایا۔ کہ جس سے آپ منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور آپ پر اتنا ضعف اور کمزوری چھا گئی تھی کہ آپ بڑی زحمت و مشقت سے اٹھتے اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے پھر منہ کے بل گر جاتے یہاں تک کہ سنان ملعون نے آپ کے گلوئے مبارک پر نیزہ مارا پھر اسے وہاں سے نکال کر آپ کے سینہ کی ہڈیوں میں لگایا اس پر اکتفا نہ کیا کمان لے کر اس سے آپ کی گردن پر تیر مارا کہ جس سے آپ گر پڑے۔ اور ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ وہ تیر آپ کے سینہ پر لگا۔ جس سے آپ زمین پر جا پڑے اور اپنا مقدس خون ہتھیلیوں میں لے کر اپنے سر پر ڈالتے اور چند مرتبہ ایسا کیا پس عمر سعد ملعون نے اس شخص سے کہا جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہ گھوڑے سے اتر کر حسینؑ کے پاس جاؤ۔ اور انہیں راحت دو یعنی قتل کر دو خولی بن یزید ملعون نے جب یہ سنا تو اس نے آپ کے شہید کرنے کی طرف سبقت کی اور دوڑا جب گھوڑے سے اتر کر چاہا کہ آپ کے سر مبارک کو قلم کرے تو اس کو رعشہ اور کپکپی شروع ہو گئی۔ اور وہ آپ کو شہید نہ کر سکا شمر ملعون نے اس سے کہا کہ خدا تیرے بازو ٹکڑے ٹکڑے کرے کیوں کانپتا ہے پس اس ملعون کافر

لاذہب نے آپ کا سر جدا کیا اور سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ سنان بن انس لعنۃ اللہ اترا اور حضرت کے پاس آیا اور تلوار آپ کے حلقوم مبارک پر مارنے لگا اور کہتا تھا خدا کی قسم میں تیرا سر جدا کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ تو فرزندِ رسولؐ ہے اور ماں باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہے پس آپ کا سر مقدس جدا کر دیا اور طبری کی روایت میں ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے وقت جو بھی آپ کے پاس آتا تو سنان اس پر حملہ کرتا اور اسے دور کر دیتا اس لئے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور آپ کو شہید کرے یہاں تک کہ اس لعین نے خود حضرت کا سر قلم کیا اور خولی کے سپرد کیا۔

فَاجِعَةٌ اِنْ اَرَدْتُ اَكْتُبُهَا مُجْمَلَةً ذِكْرَةً لِمُدَّكِرٍ
جَرَتْ دُمُوْعِيْ وَحَالَ حَائِلُهَا مَا بَيْنَ لَحْظِ الْجُفُوْنِ وَ الزُّبُرِ

پس اس وقت سیاہ و تاریک غبار بہت زیادہ فضا میں پیدا ہوا اور سرخ آندھی چلنے لگی فضا اتنی تیرہ و تاریک ہو گئی کہ ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتا تھا لوگ منتظر عذاب اور مترقب عتاب تھے۔ یہاں تک کہ ایک گھنٹے کے بعد فضا روشن ہوئی اور تاریکی جاتی رہی ابن قولویہ قمی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا جس وقت حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے تو فوج یزید نے ایک شخص کو دیکھا جو چیختا چلاتا پھرتا تھا لوگوں نے کہا اے شخص بس کر یہ سب نالہ و فریاد کس لئے کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں کس طرح چیخ و پکار نہ کروں جب کہ میں رسولؐ خدا کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی تمہاری لشکر گاہ کی طرف دیکھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خدا سے بد دعا اور نفرین نہ کریں کہ جس سے تمام اہل زمین ہلاک ہو جائیں اور میں بھی ان کے درمیان ہلاک ہو جاؤں بعض اہل لشکر کہنے لگے یہ شخص دیوانہ ہے اور بے وقوفوں کی طرح بات کرتا ہے اور ایک گروہ کہ جنہیں توابین کہتے ہیں وہ اس کلام سے متنبہ ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور سمیہ کے بیٹے کو خوش کرنے کے لئے جوانانِ جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔ انہوں نے توبہ کی اور ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور ان سے وہ کچھ ہوا جو واقع ہوا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں وہ چیخ و پکار کرنے والا کون شخص تھا آپ نے فرمایا ہم اسے جبرئیلؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھتے۔[1]

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید الشہداؑ ہفتہ کے دن دسویں محرم اکسٹھ ۶۱ھ اسی دن نماز ظہر کے بعد مظلوم اور پیاسے مصائب پر صبر کر کے شہید ہوئے جس طرح کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور اس وقت آپ کا سن مبارک اٹھاون ۵۸ سال تھا۔ سات سال اپنے نانا رسولِ خداؐ کے ساتھ اور سینتیس ۳۷ سال اپنے والد امیر المومنینؑ کے ساتھ اور سینتالیس ۴۷ سال اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ گزارے اور اپنے بھائی کے بعد آپ کی مدت امامت گیارہ سال تھی آپ

---

[1] (مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کا آخری حصہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ واضح ہے کہ توابین کی وہ جماعت ہے جو کوفہ میں رہ گئے تھے اور امام مظلوم کی مدد کے لئے نہ آئے اور نہ وہ لشکر یزید میں شریک ہوئے وہ ملاعین جو لشکر یزید میں شریک تھے ان سب کو مختار نے فی النار والسقر کیا تھا)۔

جب شہید ہوئے تو خضاب آپ کے عارض سے ظاہر تھا بہت سی روایات آپ کی زیارت کی فضیلت میں بلکہ اس کے وجوب میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا امام حسینؑ کی زیارت ہر اس شخص پر واجب ہے۔ جو آپ کی امامت کا اعتقاد و اقرار رکھتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کی زیارت سو حج مقبول اور سو عمرۂ مقبول کے برابر ہے اور روایات آپ کی زیارت کی فضیلت میں بہت ہیں ہم نے ان میں سے کچھ روایات مناسک الزائر میں نقل کی ہیں۔ انتہی۔

چوتھی فصل

اُن واقعات کے بیان میں جو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد زمین کربلا میں واقع ہوئے

جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہو چکے تو آپ کا گھوڑا آپ کے خون میں غلطاں اور سر و پیشانی کو اس خون سے رنگین کر کے بلند آواز سے ہنہناتا اور فریاد کرتا ہوا خیام کی طرف آیا جب حضرت کے خیمے کے پاس پہنچا تو اس نے اتنی چیخ و پکار کی اور اپنا سر زمین پر پٹخا کر جان دیدی۔ امامؑ کی شہزادیوں نے جب اس حیوان کی آواز سنی تو خیمہ سے باہر دوڑیں دیکھا کہ حضرت کا گھوڑا سوار کے بغیر خون میں نہایا ہوا آرہا ہے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ آنجناب شہید ہو گئے ہیں۔ اس وقت خیام اہل بیت سے شور و غل کی آواز واحسیناہ واماماہ کی فریاد بلند ہوئی عرب شاعر کہتا ہے۔

دماح جواد السبط نحو نسائه — یتوح دیعی الظامی المترملا

فخرجن بنیات الرسول حواسرا — فعاین مهر السبط والسرج قد خلا

فادمین بالطلم الخدود لفقده — واسکبن دمع حرة لیس یصطلی

شاعر عجم کہتا ہے۔

بناگہ رفت معراج آن شاہ — کہ بازیں نگوں شد سوئے خرگاہ

پر و بالش پر از خون دیدہ گریاں — تن عاشق کشش آماج پیکاں

بر دیش صیحہ زد دخت پیمبر — کہ چوں شد شہسوار روز محشر

کجا افگندیش چون نست عالش — چہ با او کرد خصم بد سگالش

بر آن آدم وش پیکر ہمیہ — ہمی گفت: الظلیم الظلیم!!

بسوئے میدان شد آنجا تو محشر — کہ جویا گردد از حال برادر!

ندانم چون بدی حالش در آنحال — نداند کس بجز دانائے احوال

راوی کہتا ہے ام کلثوم نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور ندبہ و فریاد کرنے لگی وامحمداہ واجداہ وانبیاہ وابا القاسماہ واعلیاہ واجعفراہ واحمزتاہ واحسناہ ھذا حسینؑ بالعراء صریع بکربلا مجزوز الراس من القفا مسلوب العمامۃ والرداء۔ حسینؑ کھلے میدان میں پڑے ہیں ان کا سر پس گردن سے جدا ہوا ہے ان کا عمامہ اور ردا چھین لی گئی ہے اتنا ندبہ و گریہ کیا کہ وہ بیہوش ہو گئیں۔ اور باقی اہلبیت کی حالت بھی ایسی تھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کے اہل بیت کی اس وقت کیا حالت تھی کسی میں اس کے تصور اور تحریر و تقریر کی طاقت نہیں زیارت ناحیہ مقدسہ مرویہ میں سب تیز کی

نے تیرا گھوڑا خیام کی طرف ہنہناتا اور گریہ کرتا ہوا آیا جب مخدراتِ عصمت نے گھوڑے کو ذلت کی حالت میں دیکھا اور نگاہ کی کہ اس کی زین جھکی ہوئی ہے وہ پردوں سے باہر آ گئیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ رخساروں پر طمانچے مار رہی تھیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے اور واویلا کر رہی تھیں۔ اور عزت کے بعد وہ حرمت سے محروم ہو چکی تھیں۔ اور تیری قتل گاہ کی طرف جلدی سے پہنچیں جب کہ شمر تیرے سینے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی تلوار آپ کے گلے پر رکھے ہوئے آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ آپ کو اپنی ہندی تلوار سے ذبح کر رہا تھا آپ کے حواس ساکن اور سانس رک گئے تھے پھر آپ کا سر مبارک نیزہ پر بلند کر دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب آپ کو شہید کر چکے تو آپ کا لباس مبارک لوٹنے کے طمع میں آپ کے بدن مبارک کے پاس جمع ہوئے آپ کا پیراہن تو اسحاق بن حیوۃ (حویہ) ملعون لے گیا۔ اس نے اسے پہنا تو برص کی بیماری اسے ہو گئی۔ اور اس کے سر و ڈاڑھی کے بال گر گئے اور اس پیراہن میں ایک سو دس سے زیادہ تیر اور نیزہ اور تلوار کے سوراخ تھے اور آپ کا عمامہ اخنس بن مرثد اور دوسری روایت کے مطابق جابر بن یزید ازدی لے گیا اس نے سر پر باندھا تو دیوانہ یا مجذوم ہو گیا اور آپ کے نعلین مبارک اسود بن خالد لعین نے اٹھائے اور آپ کی انگوٹھی بجدل بن سلیم لعین انگلی کے ساتھ کاٹ کر لے گیا۔ مختار نے اس فعل بد کی سزا میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے خون میں لوٹتا رہا۔ یہاں تک کہ جہنم رسید ہوا اور آپ کا قطیفہ خز (ریشمی چادر) قیس بن اشعث خبیث نے لیا اور اسی لئے اسے قیس القطیفہ کہتے ہیں اور روایت ہے کہ وہ ملعون مجذوم (کوڑھ کا مرض) ہو گیا تھا اور اس کے گھر والوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اسے مزبلہ پر پھینک دیا تھا۔ اور ابھی زندہ تھا کہ کتوں نے اس کا گوشت نوچ لیا اور آپ کی زرہ عمر سعد لعین نے لی تھی۔ جب مختار نے اس ملعون کو قتل کیا تو وہ زرہ اس کے قاتل ابو عمرہ کو بخش دی۔ اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس دو زرہیں تھیں کیونکہ آپ کی دوسری زرہ مالک بن نسیر (بشیر) لے گیا اور دیوانہ ہو گیا اور آپ کی تلوار جمیع بن خلق اودی نے لی اور ایک قول ہے کہ اسود بن حنظلہ تمیمی نے ایک روایت کی بنا پر فلانس نہشلی نے اٹھائی اور یہ تلوار ذوالفقار کے علاوہ تھی۔ کیونکہ ذوالفقار ذخائر نبوت و امامت میں سے تھی۔ مؤلف کہتا ہے کہ مقاتل میں باقی شہداء کے لباس اور اسلحہ کے لوٹنے کا ذکر نہیں ہے لیکن جو کچھ نظر آتا ہے وہ یہ کہ کوفہ کے کمینے لوگوں نے کوئی چیز کسی پر باقی نہیں چھوڑی اور جو کچھ ان کے اجسام پر تھا وہ لے گئے۔ ابن نما کہتا ہے کہ حکیم بن طفیل نے حضرت عباسؑ کا لباس اور اسلحہ لوٹا تھا اور اس زیارت میں جو حضرت صادقؑ سے شہداء کے متعلق مروی ہے کہ تمہارے لباس ابن سمیہ کے لئے اور جگر کھانے والی کے بیٹے کے لئے انہوں نے اتار لئے اور عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا قاتل اس تیر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ جو اس مظلوم کی پیشانی پر لگا تھا اور بڑی مشکل سے اس تیر کو نکالا تو کس طرح تصور ہو سکتا ہے کہ جو ایک تیر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اپنے مقتول کے لباس و ہتھیار کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ اور حدیث معتبرہ میں جو زید سے اور انہوں نے علی بن الحسینؑ سے

روایت کی ہے اس کی تصریح ہوئی ہے جہاں آپ فرماتے ہیں کہ میں کس طرح جزع فزع نہ کروں حالانکہ میں نے اپنے سید و آقا اپنے بھائیوں اور چچا کے بیٹوں اور خاندان کے افراد کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا جو گرم ریت پر وسیع میدان میں پڑے تھے جن کے لباس اتار لیے گئے اور نہ انہیں کفن دیا گیا اور نہ انہیں دفن کیا گیا۔

پانچویں فصل

خیام محترم کو لشکر کا تاراج کرنا اور لوٹنا

قَالَ الرَّاوِیْ تَسَابَقَ الْقَوْمُ عَلٰی نَهْبِ بُیُوْتِ اٰلِ الرَّسُوْلِ وَقُرَّةِ عَیْنِ الْبَتُوْلِ۔ جب لشکر امام حسینؑ کا کام تمام ہو چکا تو وہ خیام مطہر اور سرادق اہل بیت عصمت کی طرف بڑھے اور ادھر جانے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے جب خیام تک پہنچے تو ان کو تاراج کرنے اور لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ جتنا اسباب وسامان تھا وہ سب لے گئے ان کے لباس چھینے اور زیور اور پارچات میں سے کوئی چیز باقی نہ رہنے دی گھوڑے اونٹ اور چوپائے جو انہیں نظر آئے سب لے گئے اور اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنا مناسب نہیں بہرحال خواتین گریہ وزاری کرتی رہیں اور ان سنگدلوں میں سے کسی کا دل ان شکستہ دلوں کے لئے نہ پسیجا سوائے بکر بن وائل قبیلہ کی ایک عورت کے جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر عمر سعد میں تھی جب اس نے دیکھا کہ وہ بے دین نبی کی شہزادیوں سے تعرض کر رہے ہیں اور ان کے لباس تک لوٹ رہے ہیں۔ تو اس کا دل ان بیکسوں کے لئے جلا۔ اس نے تلوار لی اور خیموں کی طرف آئی اور کہنے لگی یَا اٰلَ بَکْرِ بْنِ وَائِلٍ اَتُسْلَبُ بَنَاتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اے آل بکر بن وائل کیا یہ مردانگی اور غیرت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو اور رسولؐ کی بیٹیاں لوٹی جا رہی ہیں اور تم ان کی مدد نہیں کرتے۔ پس اس نے حمایت اہل بیتؑ میں لشکر کا رخ کیا اور کہنے لگی لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰهِ یَا لَثَارَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حکم صرف خدا کا ہے اور رسولؐ کے خون کا بدلہ لینے والو جب اس کے شوہر نے یہ دیکھا اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اس کی جگہ پر لے گیا۔

راوی کہتا ہے پھر بیبیوں کو خیموں سے باہر نکال کر ان خیموں میں آگ لگا دی بس وہ بیبیاں سر ننگے لٹی ہوئی ننگے پاؤں روتی ہوئی قید ہو کر چل رہی تھیں۔ صاحب معراج المحبۃ اسکنہ اللہ فی دار السلام نے کیا خوب کہا ہے۔

چو کار شاہ لشکر بر سر آمد — سوئے خرگہ سپہ غارت گر آمد
بدست آں گروہ بے مروت — بیغما رفت میراث نبوت
ہر آنچیزے کہ بد در خرگہ شاہ — فتاد اندر کف آں قوم گمراہ
زدند آتش ہمہ آنخیمہ گہ را — سوزانید دود شں مہر مہ را
بجز گر شد محیط آں شعلہ نار — ہمی شد تا بخیمہ شاہ بیمار
بتول دو بین شد در تلاطم — نمودے دست و پائے خویشتن گم
گہی در خیمہ و گاہی برون شد — دل از آں غصہ اش در شئے خون شد

من از تحریر ایں غم ناتوانم | کہ شورش زدہ آتش بجانم
مگر آں عارف پاکیزہ تیرد | درایں معنی بگفت آں شعر نیکو
اگر وردم یکی بودے چہ بودے | دگر غم اندکی بودے چہ بودے

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ہم شمر بن ذی الجوشن لعین کے ساتھ خیموں کے اندر سے گزر رہے تھے یہاں تک کہ ہم علی بن الحسینؑ تک پہنچے ہم نے دیکھا کہ وہ شدت مرض میں غم و بیماری و ناتوانی کے بستر پر سویا ہوا ہے شمر کے ساتھ پیادہ فوج کا ایک دستہ تھا وہ کہنے لگا کیا اس بیمار کو بھی قتل کر دیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کتنے بے رحم لوگ ہو کہ اس ناتوان بچے کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس مرض میں وہ مبتلا ہے یہ تمہارے مقصد کے لئے کافی ہے اور یہ اسے قتل کرے گا۔ اس طرح میں نے ان کے شر کو حضرت سے دور کیا پس ان بے رحموں نے وہ چمڑا جو آنحضرت کے نیچے تھا کھینچ لیا اور لے گئے۔ اور انہیں زمین پر گرا دیا اس وقت عمر سعد آ پہنچا خواتین عصمت اس کے پاس جمع ہو گئیں اور اس کے سامنے چیخ و پکار کرنے لگیں۔ اور بہت زیادہ روئیں۔ اس شقی کو ان پر رحم آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ اب کوئی ان کے خیموں میں داخل نہ ہو اور اس بیمار سے کوئی تعرض کرے جب بیبیوں نے اس کی رقت کو محسوس کیا تو اس سے استدعا کی کہ تم حکم کرو جو کچھ یہ لوگ ہم سے لوٹ کر لے گئے ہیں وہ واپس کر دیں تاکہ ہم اپنا پردہ کر سکیں ابن سعد نے لشکر سے کہا کہ جس نے جو کچھ لوٹا ہے وہ انہیں واپس کر دے خدا کی قسم کسی شخص نے اس کا کہا نہیں مانا۔ اور کوئی چیز واپس نہیں کی پھر عمر سعد نے ایک گروہ کو مقرر کیا کہ وہ خیموں کی حفاظت کرے تاکہ کوئی بی بی خیمہ سے باہر نہ جائے اور لشکر بھی ان سے تعرض نہ کرے پھر وہ اپنے خیمہ کی طرف آیا اور کہنے لگا مَنْ یَنْتَدِبُ لِلْحُسَیْنِ کون ہے۔ جو تیار ہو اور حسینؑ کے بدن پر گھوڑا دوڑائے اور اس بدن شریف پر گھوڑے دوڑائے اور آپ کے سینہ پشت اور پہلو کی ہڈیاں توڑ ڈالے یہ ملاعین جب کوفہ میں پہنچے تو ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہوئے اُسید بن مالک نے جو ان حرامزادوں میں سے ایک تھا۔ چاہا کہ اپنی خدمت کا اظہار کرے تاکہ زیادہ انعام حاصل کر سکے اس نے یہ شعر فخر کے طور پر پڑھا۔

نَحْنُ رَضَضْنَا الصَّدْرَ بَعْدَ الظَّهْرِ | بِکُلِّ یَعْبُوْبٍ شَدِیْدِ الْاَسْرِ

ہم نے پشت کے بعد سینہ روندا ہر عمدہ تیز رفتار گھوڑے سے ابن زیاد کہنے لگا یہ لوگ کون ہیں جنہوں نے امیر کی بڑی اچھی خدمت کی ہے ہم نے حسینؑ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے سینے کی ہڈیوں کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے آٹے کی طرح پیس دیا ہے۔ ابن زیاد نے ان کو کوئی وقعت نہ دی اور تھوڑا سا انعام دیا ابو عمر و زاہد حدیث بیان کرنے والا کہتا ہے کہ ہم نے جب ان دس افراد کے حسب و نسب میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب حرامزادے تھے اور ان کو مختار نے گرفتار کیا اور حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں میخوں سے زمین میں گاڑ دیئے جائیں۔ اور پھر فرمان جاری کیا کہ ان کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں یہاں تک کہ یہ ملاعین فی النار والسقر ہوئے۔ اور گھوڑوں کے سموں کے نیچے پس گئے اور مٹ گئے لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اَخْزَاهُمْ۔

تنبیہ و تتمیم واضح ہو کہ علماء اخبار اور مورخین آثار نے شہداء کربلا کی تعداد میں اختلاف کیا ہے اور ہم اس سے پہلے سید الشہداءؑ کے لشکر کی تعداد کے سلسلہ میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور بنی ہاشم میں سے شہید ہونے والے افراد میں بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض نے ستائیس لکھے ہیں ابو الفرج کہتا ہے کہ جن کی شہادت اولاد ابو طالبؑ میں سے معلوم ہو چکی ہے وہ بائیس افراد تھے اور شیخ ابن نما نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سترہ افراد فاطمہ بنت اسد کی اولاد میں سے صحراء کربلا میں شہید ہوئے اور ریان بن شبیب سے پہلے آپ جان چکے ہیں کہ سید الشہداءؑ کے ساتھ اہل بیت میں سے ایسے اٹھارہ افراد شہید ہوئے ہیں کہ روئے زمین میں جن کی نظیر نہیں۔ اور جو زیارت سید ابن طاؤس کی روایت کی بناء پر ناحیہ مقدسہ سے خارج ہوئی ہے اس میں امام حسینؑ کی اولاد میں سے عبد اللہ و جعفر مذکور ہیں اور امیر المومنینؑ کی اولاد میں سے عبد اللہ عباس جعفر عثمان اور محمد ہیں۔ اور امام حسنؑ کے فرزند ابو بکر۔ عبد اللہ۔ قاسم ہیں اور عبد اللہ بن جعفر کے بیٹے عون و محمد ہیں اور عقیل کے فرزند جعفر۔ عبد الرحمٰن۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل اور عبد اللہ اور عبد اللہؑ ابو عبد اللہ دو مسلم کے بیٹے ہیں۔ اور یہ سید الشہداء کے ساتھ مل کر اٹھارہ افراد اور چونسٹھ افراد باقی شہداء کربلا کے اس زیارت میں نام ہیں۔ اور شیخ طوسی نے مصباح میں عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں روز عاشورا اپنے آقا حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضرت کا رنگ متغیر ہے اور آثار حزن و اندوہ آپ کے چہرہ سے ظاہر ہیں اور مروارید کی طرح آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا اے فرزند رسول خدا آپ کی آنکھوں کو رلانے آپ کے رونے کا سبب کیا ہے فرمایا کیا تم اس سے غافل ہو کہ آج کون سا دن ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ہی کے دن حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے میں نے عرض کیا آج کے روزے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا فاقہ کرو نیت روزہ کے بغیر اور دن کے وقت افطار کرو لیکن نہ خوشی کرو۔ اور نہ تمام دن روزہ رکھو اور عصر سے ایک گھنٹہ بعد پانی سے افطار کرو کیونکہ اس وقت آل رسولؐ سے جنگ ختم ہوئی تھی اور تیس افراد ان میں سے اور ان کے آزاد کردہ غلاموں میں سے زمین پر پڑے تھے کہ جن کی شہادت رسول خداؐ کے لیے گراں تھی اگر آپ اس دن زندہ ہوتے تو وہ صاحب تعزیت قرار پاتے۔ پس حضرت اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ الخ اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت میں سے اٹھارہ افراد کربلا میں شہید ہوئے کیونکہ ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ دس افراد امام حسینؑ کے غلام اور دو جناب امیر المومنینؑ کے کربلا میں شہید ہوئے پس یہ حضرات اٹھارہ آل رسولؐ کے افراد کو ملا کر تیس بنتے ہیں بہر حال شہداء طالبین کی تعداد میں اختلاف ہے اور جو میری نظر میں زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ سید الشہداءؑ کے ساتھ اٹھارہ افراد آل پیغمبرؐ میں سے شہید ہوئے جیسا کہ عیون اور امالی کی معتبر حدیث میں ہے کہ حضرت رضاؑ نے ریان سے فرمایا اور یہ زحر بن قیس کے قول کے بھی مطابق ہے جو اس معرکہ اور رزمگاہ میں موجود تھا اور اس کی گفتگو آگے بیان ہو گی اور یہ موافق ہے اس روایت

کے بھی جو سیّد سجادؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ بھائیوں اور اہل بیت کے سترہ افراد کو مقتول اور زمین پر پڑے ہوئے دیکھا اور صاحب کامل بہائی کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے سترہ افراد بیان کئے ہیں۔ انہوں نے شیر خوار بچے کو شمار نہیں کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ قول بھی اسی کی طرف راجع ہے اور معویہ بن وہب کی روایت جس کا ابتداء باب میں بیان آیا ہے اسی مطلب پر محمول کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو العالم۔

چوتھا مقصد

شہادت امام حسینؑ کے بعد کے واقعات اہل بیت کے کربلا سے روانہ ہونے سے لے کر مدینہ منورہ میں وارد ہونے تک کا بیان بعض مرثیوں کا ذکر اور حضرت کی اولاد کی تعداد۔ اس میں بارہ فصول ہیں۔

پہلی فصل

شہداء کے سروں کا کربلا سے کوفہ کی طرف جانے کا بیان

جب عمر سعد لعین شہادت امام حسینؑ سے فارغ ہو چکا تو پہلے سر مبارک حضرت کا خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے سپرد کیا اور بروز عاشورا ہی انہیں عبیداللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ خولی سر مبارک کو لے گیا۔ اور بڑی تیزی سے اپنے آپ کو رات کے وقت کوفہ پہنچا دیا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی اور ابن زیاد کی ملاقات ممکن نہیں تھی۔ لہذا اپنے گھر گیا۔ طبری اور شیخ ابن نما نے خولی کی بیوی نوار سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ خولی ملعون حضرت کا سر مبارک لے آیا اور اسے تھال کے نیچے رکھ دیا۔ اور بستر پر آکر لیٹ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا خبر لایا ہے۔ کہنے لگا میں ایک زمانہ کے اخراجات لے کر آیا ہوں۔ میرے پاس سر حسینؑ ہے جو لایا ہوں۔ میں نے کہا وائے ہو تم پر لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو حسینؑ فرزند رسولؐ کا سر لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم تیرا اور میرا سر ایک تکیہ پر جمع نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر میں بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور میں اس تھال کے پاس گئی کہ جس کے نیچے سر رکھا تھا بیٹھ گئی۔ پس خدا کی قسم میں مسلسل دیکھتی رہی۔ کہ نور ایک عمود کی طرح وہاں سے لے کر آسمان تک کھنچا ہوا تھا اور سفید پرندے میں نے دیکھے جو اس کے اردگرد اڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور خولی سر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ صاحبان مقاتل معتبرہ نے عاشورا کی شام کے حالات اہل بیتؑ کے متعلق کچھ بھی تحریر نہیں کئے کہ وہ کس حالت میں رہے اور ان پر کیا گذری۔ تا کہ ہم بھی یہاں کچھ بیان کرتے ہاں بعض شعراء نے اس مقام پر کچھ اشعار کہے ہیں کہ جن میں سے بعض کا ذکر مناسب ہے صاحب معراج المحبتہ نے کہا ہے۔ شعر

چہ از میدانِ گردوں چترِ خورشید | نگوں چوں رایت عباس گردید
بتولِ دوّمین ام المصائب | چہ خود را دید بے سالار و صاحب
بر ایتام برادر مادری کرد! | بنات النعش را جمع آوری کرد
شفا بخش مریضاں شاہ بیمار | غم قتل پدر بودش پرستار

شدندی داغداران پیمبر — دروں خیمہ سوزیدہ زاخگر
بپاشد از جفا و جور اُمت — قیامت بر شفیعاں دست اُمت
شبی بگذشت بر آلِ پیمبر — کہ زہرا بود در جنت مکدر
شبی بگذشت بر خستہ رسولاں — کہ از تصویر آن عقل است حیران
زجاں و حکایتھائے جاں! — زبانِ صدچہ من بریدہ ولال!
زانگشت و زانگشتر کہ بودش — بود دو راز ادب گفت وشنیدش

(مؤلف نے نیر تبریزی کے جناب زینب کے زبانی اشعار اور محتشم کے اشعار بیان کئے ہیں ہم صرف محتشم کے اشعار ذکر کر رہے ہیں۔ مترجم)

گاہے با توئے بہشت بیا حال ما ببیں — مارا بعد ہزار بلا مبتلا ببیں
بنگر بحال زار جوانان ہاشمی — مردانش شہید و زنان در عزا ببیں

خلاصہ یہ کہ جب عمر سعد نے سرِ امامؑ خولی کے سپرد کیا تو حکم دیا کہ باقی سروں کو جو کہ بہتر تھے خاک و خون سے صاف کیا جائے اور شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ساتھ ابن زیاد ملعون کے پاس روانہ کئے اور ایک روایت ہے کہ سرہائے شہداء قبائل کندہ ہوازن بنی تیم بنی اسد اور مذحج کے لوگوں اور باقی قبائل میں تقسیم کر دیئے تاکہ وہ ابن زیاد کے پاس لے جائیں اور اس کا قرب حاصل کریں۔ اور خود وہ ملعون اُس دن وہیں رہا۔ رات بھی وہیں بسر کی اور گیارہویں کے دن زوال تک کربلا میں رہا اور اپنے مقتول سپاہیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور سب کو دفن کیا جب دن ڈھل گیا تو عمر سعد لعین کے حکم سے رسول زادیوں کو کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ بے مقنع و چادر بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا اور سید سجادؑ کی گردن میں طوق ڈالا اور انہیں ترک و روم کے قیدیوں کی طرح لے چلے جب انہیں مقتل گاہ سے گزارا گیا اور خواتین کی نگاہ امام حسینؑ کے جسم مبارک اور باقی شہداء پر پڑی تو انہوں نے اپنے منہ پیٹ لئے نالہ و فریاد سے آواز بلند کی اور ندبہ کیا[1] ———— شیخ ابن قولویہ قمی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے زائدہ سے فرمایا عاشورا کے دن جو مصیبت ہمیں پہنچی سو پہنچی، مصائب عظیم میں سے اور میرے والد اور ان کے ساتھی اولاد بھائی اور اہل بیت میں سے شہید ہو گئے تو حرم محترم اور خواتین مکرم حضرت کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف لے چلے تو میں نے اپنے باپ اور باقی اہلبیتؑ کو دیکھا کہ خاک و خون میں غلطاں اُن کے لاشے زمین پر پڑے ہیں اور کوئی شخص ان کے دفن کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میری روح جسم سے پرواز کر رہی ہے میری پھوپھی جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو پوچھا اے ماں باپ اور بھائیوں کی یادگار یہ کیسی حالت ہے جس میں تجھے دیکھ رہی ہوں تم چاہتے ہو کہ اپنی جان دے دو۔ میں نے کہا اے پھوپھی میں جزع

---

[1] یہاں کچھ اشعار فارسی موجود ہیں مترجم

واضطراب کیوں نہ کروں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سردار و آقا بھائی و چچا اور چچازاد اہل خاندان خون آلودہ اس بیابان میں پڑے ہیں اور ان کے بدن عریاں و بے کفن ہیں اور کوئی شخص ان کو دفن کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ کوئی ادھر متوجہ ہوتا ہے۔ گویا انہیں مسلمان نہیں سمجھتے میری پھوپھی نے کہا جو کچھ دیکھ رہے ہو۔ اس سے دلگیر نہ ہو اور گھبراؤ نہیں خدا کی قسم یہ تو رسولؐ خدا کی طرف سے ایک عہد و پیمان تھا آپ کے دادا باپ اور چچا کی طرف اور رسولؐ خدا نے ہر ایک کے مصائب سے انہیں خبردار کیا تھا اور خداوند عالم نے اس امت کے ایک گروہ سے پیمان لیا ہے کہ جنہیں فراعنہ زمین نہیں پہچانتے۔ لیکن اہل آسمان کے نزدیک وہ مشہور و معروف ہیں کہ وہ آ کر ان اعضاء متفرقہ اور خون میں گرم شدہ جسموں کو دفن کریں گے جو زمین طف میں تیرے باپ سید الشہداؑ کی قبر کی علامت نصب کریں گے کہ جس کا اثر کبھی نہیں مٹے گا اور ایام و لیالی سے محو نہیں ہو گا۔ یعنی لوگ اطراف و اکناف سے ان کی قبر مطہر کی زیارت کے لئے آئیں گے اور ان کی زیارت کریں گے اور جتنا سلاطین کافر اور ان کے معاونین ظالم اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کریں گے وہ زیادہ ظاہر ہو گی اور اس کی رفعت و بلندی اور بڑھے گی اور اس حدیث کا بقیہ حصہ دوسری جگہ سے لیا جائے چونکہ بناء اختصار پر ہے۔ بعض مؤرخین نے سید ابن طاؤسؒ کی عبارت جو خیموں کو آگ لگنے اور اہل بیتؑ کے عاشورا کے دن مقتل گاہ میں آنے کے متعلق منقول ہے۔ اسے گیارہویں کے دن نقل کیا ہے اس کا ذکر بھی مناسب ہے جب ابن سعد ملعون نے چاہا کہ خواتین عصمت کو کوفہ کی طرف لے جائیں تو حکم دیا کہ خیموں سے انہیں نکال کر خیام محترم کو آگ لگا دیں پس انہوں نے اہل بیتؑ کے خیموں میں آگ لگا دی اور ان سے شعلے نکلنے لگے اولاد رسولؐ دہشت کے عالم میں پا برہنہ خیموں سے باہر دوڑیں اور لشکر کو قسم دی کہ ہمیں امام حسینؑ کی مقتل گاہ سے گزاریں پس مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے جب ان کی نگاہ اجسام طاہرہ شہداء پر پڑی تو فریاد و نالہ کیا اور اپنے سر و چہرہ پر طمانچے مارنے لگے (یہاں کافی اشعار فارسی کے لکھے ہیں) راوی کہتا ہے خدا کی قسم میں زینب دختر علی علیہا السلام کو نہیں بھولوں گا جو اپنے بھائی پر ندبہ کر رہی تھیں۔ اور محزون آواز اور مغموم دل سے پکار رہی تھیں کہ یَا مُحَمَّدَاہُ صَلّٰی عَلَیْکَ مَلِیْکُ السَّمَاءِ اے محمد مصطفیؐ آپ پر آسمان کے فرشتوں نے درود یا نماز پڑھی تھی اور یہ آپ کا حسینؑ ہے جس کا جسم ٹکڑے ہو چکا ہے اور وہ اپنے خون میں غلطاں ہے یہ آپ کی بیٹیاں ہیں کہ جنہیں قید کر لیا گیا ہے یا محمداہ یہ آپ کا حسینؑ ہے جسے زنا زادے کی اولاد نے قتل کیا ہے اور اس کا جسم زمین پر پڑا ہے اور باد صبا اس پر خاک ڈال رہی ہے وَاحُزْنَاہُ وَاکَرْبَاہُ آج کا دن اس دن کی مانند ہے جس دن میرے نانا رسولؐ نے وفات پائی تھی۔ اے اصحاب محمدؐ یہ دیکھو ذریت رسولؐ کو قیدیوں کی طرح لئے جا رہے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق فرماتی ہیں یہ آپ کا حسینؑ ہے جسے پس گردن سے شہید کیا گیا ہے اور اس کا عمامہ و ردا چھین کر لے گئے ہیں میرا باپ فدا و قربان ہو اس پر جس کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ میرا باپ قربان ہو اس پر کہ جس کے لشکر کو پیر کے دن لوٹا گیا۔ میرا باپ قربان ہو اس پر جو غم و غصہ کی حالت میں دنیا سے گیا میرا باپ فدا ہو اس پر جو پیاسا شہید ہوا۔ میرا باپ قربان ہو اس پر جس کی ریش مبارک خون آلود اور اس سے خون ٹپک

رہا ہے میرا باپ اس پر فدا جس کا نانا محمد مصطفیٰ ہے میرا باپ قربان اس مسافر پر جو کسی ایسے سفر پر نہیں گیا کہ جس سے واپس آنے کی اُمید ہو اور وہ ایسا زخمی نہیں کہ جس کے زخموں کا علاج ہو سکے۔ خلاصہ یہ کہ جناب زینبؑ نے اس قسم کے کلمات کے ساتھ اپنے بھائی کا ندبہ کیا کہ دوست و دشمن آپ کے گریہ و نالہ سے رونے لگے اور جناب سکینہ باپ کے ٹکڑے ٹکڑے جسم سے لپٹ گئیں اور نالہ و زاری سے سنگ خارہ کے دل کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھیں وہ نالہ و گریہ کرتی تھیں صاحب معراج المحبۃ کے اشعار ہیں ؎

ہمی گفت اے شہ باشوکت و فر   ترا سر رفت و مارا افسر از سر

دمے برخیز و حال کو دکان بین !   اسیر و دستگیر کوفیاں بین

روایت ہے کہ وہ مخدرہ اپنے باپ کے لاشے کو نہیں چھوڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ عرب کے بدوؤں کا ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے اسے باپ کے لاشے سے جدا کیا مصباح کفعمی میں ہے کہ جناب سکینہ فرماتی ہیں جب میرے بابا شہید ہو گئے تو میں نے ان کے بدن کو آغوش میں لیا مجھ پر اغماء و بے ہوشی کی حالت طاری ہوئی تو میں نے اس حالت میں اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

شِيْعَتِيْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِيْ   اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ اَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِيْ

میرے شیعو جب میٹھا پانی پیو تو مجھے یاد کرنا یا کسی مسافر و شہید کی خبر سنو تو مجھ پر بلند آواز سے گریہ کرنا۔ پس اہل بیتؑ کو مقتل گاہ سے جدا کیا اور انہیں بے پالان اونٹوں پر سوار کیا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان ہوا ہے اور انہیں کوفہ کی طرف لے چلے۔

دوسری فصل

اجسادِ طاہرہ کا دفن ہونا

جب عمر سعد کربلا سے کوفہ کی طرف چلا گیا تو بنی اسد کا ایک گروہ جو غاضریہ کے علاقہ میں رہتا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن سعد کا لشکر کربلا سے چلا گیا ہے تو وہ حضرت اور آپ کے ساتھیوں کی قتل گاہ میں آئے اور انہوں نے شہدا کی لاشوں پر نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا اس طرح سے کہ امام حسینؑ کو اسی جگہ جواب مشہور ہے دفن کیا اور علی بن الحسینؑ کو باپ کی پائنتی کی طرف سپرد خاک کیا اور باقی شہداء و اصحاب کے لیے جو آپ کے گرد شہید ہوئے پائنتی کی طرف ایک گڑھا کھودا اور انہیں اس میں دفن کیا۔ اور حضرت عباسؑ کو غاضریہ کے راستہ میں اسی جگہ جہاں آپ کا مرقد مطہر ہے دفن کیا اور ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ بہت سے شہداء کی قبریں تر بنی ہوئی تھیں اور سفید پرندے ان کا طواف کر رہے تھے اور شیخ مفید نے بھی کتاب ارشاد میں ایک جگہ شہداء اہل بیتؑ کے نام شمار کئے ہیں اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ سب مشہد امام حسینؑ میں پائنتی کی طرف مدفون ہیں سوائے جناب عباسؑ کے جنہیں مُسَنَّاۃ میں جو غاضریہ کے راستہ میں ہے ان کی قتل گاہ والی جگہ پر دفن کیا تھا اور ان کی قبر ظاہر بظاہر موجود ہے۔ لیکن باقی شہداء کی قبریں کہ جن کے نام ذکر کئے ہیں ان کا نشان معلوم نہیں بلکہ زائر امام حسینؑ کی پائنتی کی طرف اشارہ کر کے انہیں سلام کرتا ہے اور علی بن الحسینؑ (علی اکبر) بھی انہیں کے ساتھ ہیں اور کہا گیا ہے کہ حضرت باقی شہداء کی نسبت اپنے باپ کے زیادہ قریب ہیں اور باقی رہے آپ کے اصحاب جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے تو وہ حضرت کے اردگرد دفن ہیں ہم تحقیق و تفصیل کے ساتھ ان قبروں کو معین نہیں کر سکتے کہ ہر ایک کہاں دفن ہے مگر اس میں شک نہیں کہ حائر حسینی ان کے گرد اور ان پر محیط ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ وَاَسْكَنَهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ۔

مؤلف کہتا ہے کہ شیخ مفید کی فرمائش دفن شہداء کے متعلق بطور اغلب ہے۔ لہٰذا اس سے یہ منافات نہیں رکھتا کہ حبیب بن مظاہر اور حر بن یزید کی قبر علیحدہ علیحدہ اور مدفن جداگانہ ہو۔

صاحب کتاب کامل بھائی نے نقل کیا ہے کہ عمر سعد شہادت کے دن سے لے کر دوسرے دن کے زوال تک کربلا میں رہا اور کچھ بوڑھے اور قابلِ اعتماد لوگوں کو امام زین العابدینؑ اور امیرالمومنینؑ کی بیٹیوں اور باقی مستورات پر متعین کیا اور وہ کل بیس عورتیں تھیں اور امام زین العابدینؑ اس وقت بائیس سال کے تھے اور امام محمد باقرؑ چار سال کے اور دونوں کربلا میں موجود تھے اور خداوند عالم نے ان کی حفاظت فرمائی جب عمر سعد کربلا سے چلا گیا تو بنی اسد کا ایک گروہ کوچ کرکے جا رہا تھا جب وہ کربلا میں پہنچے اور یہ حالت دیکھی تو انہوں نے امام حسینؑ کو تنہا دفن کیا اور علی بن حسینؑ کو ان کی پائنتی کی طرف اور حضرت عباسؑ کو فرات کے کنارے جہاں آپ شہید ہوئے تھے اور باقی شہداء کے لئے ایک بڑی قبر کھود کر اس میں دفن کیا اور حر بن یزید کو ان کے رشتہ داروں نے جہاں وہ شہید ہوئے تھے وہیں دفن کیا۔ اور باقی شہداء کی قبریں معین نہیں ہیں کہ ہر ایک کی قبر کون سی ہے مگر یہ کہ حائر تمام پر محیط ہے انتہی شیخ شہید نے امام حسینؑ کی زیارت کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جب زائر امام حسینؑ کی زیارت کرے تو آپ کے بیٹے علی بن الحسینؑ اور باقی شہداء کی زیارت کرے اور آپ کے بھائی عباسؑ اور حر بن یزید کی زیارت کرے الخ اور یہ کلام ظاہر بلکہ صریح ہے کہ شیخ شہید کے زمانہ میں حر کی قبر اس جگہ مشہور تھی اور اس شیخ جلیل کی نگاہ میں قابل اعتبار تھی اور یہی مقدار اس مقام پر ہمارے لئے کافی ہے۔

وصل۔ مخفی نہ رہے کہ احادیث صحیحہ کی بناء پر جو علماء امامیہ کے پاس موجود ہیں بلکہ اصول مذہب کے موافق امام کو امام کے علاوہ کوئی شخص غسل دفن اور کفن نہیں دیتا لہٰذا اگرچہ ظاہراً بنی اسد کے ایک گروہ نے حضرت سیدالشہداءؑ کو دفن کیا تھا لیکن فی الواقع امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت کو دفن کیا جیسا کہ امام رضاؑ نے واقفیہ کے احتجاج میں تصریح فرمائی تھی بلکہ بصائر الدرجات کی حدیث شریف سے جو حضرت جوادؑ سے مروی ہے مستفاد ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اسی طرح امیرالمومنینؑ امام حسنؑ اور حضرت سید العابدینؑ جبرئیلؑ اور وہ فرشتے بھی جو شب قدر زمین پر نازل ہوتے ہیں حضرت کے دفن میں موجود تھے اور مناقب میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا کو عالم خواب میں امام حسینؑ سید الشہداء کی شہادت کے بعد غبار آلود اور پا برہنہ اور گریہ کی حالت میں دیکھا اور آپؐ نے پیراہن کے کنارے اوپر کو اٹھائے اور اپنے دل کے ساتھ لگائے ہوئے تھے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو اپنے دامن میں لئے ہوتا ہے اور آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔ خدا کو ان اعمال سے غافل نہ سمجھو جو ظالم بجا لاتے ہیں۔ اور فرمایا میں کربلا گیا تھا اور میں نے حسینؑ کا خون اس زمین سے جمع کیا ہے اور وہ خون میرے دامن میں موجود ہے اور اب میں جا رہا ہوں تاکہ اس کو قتل کرنے والے

لوگوں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مخاصمہ کروں اور سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے امِ سلمہ کی خدمت میں حاضری دی۔ جب کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس لئے رو رہی ہیں فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر آثارِ خاک تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے غبار آلودہ ہیں فرمایا میں حسینؑ کے پاس تھا جب کہ وہ قتل ہو رہا تھا اور میں اس کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صبح کے وقت امِ سلمہ رو رہی تھیں ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا میں نے رسولِ خداؐ کو کبھی خواب میں نہیں دیکھا۔ مگر گذشتہ رات کہ آپ کو باصورت متغیر اور حالتِ اندوہ و غم میں دیکھا ہے میں نے اس حالت کا سبب آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ میں آج رات حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کی قبریں کھودتا رہا ہوں اور جامع ترمذی اور فضائل سمعانی سے منقول ہے کہ امِ سلمہ نے رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے سر پہ خاک ڈالی ہوئی ہے تو عرض کیا کہ آپ کی یہ کیسی حالت ہے۔ فرمایا میں کربلا سے آ رہا ہوں اور دوسری جگہ پر ہے کہ آنحضرت گرد آلود تھے۔ اور فرمایا میں حسینؑ کو دفن کرنے سے فارغ ہوا ہوں۔ اور مشہور ہے کہ اجسادِ طاہرہ تین دن تک دفن کے بغیر زمین پر پڑے رہے۔ بعض کتب میں منقول ہے کہ عاشورا کے ایک دن بعد دفن ہوئے لیکن یہ قول بعید ہے۔ کیونکہ عمر سعد گیارہویں کو کربلا میں اپنے لشکر کے خبیث ابدان کو دفن کرنے کے لئے موجود رہا اور اہل غاضریہ عمر سعد کے خوف سے عاشورا کی رات فرات کے کنارہ سے کوچ کر گئے تھے اور حالات دیکھتے ہوئے وہ اتنی جلدی واپسی کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اور مستقل محمد بن ابو طالبؒ سے امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ معرکۂ کربلا میں حاضر ہوئے۔ کہ جنہوں نے شہداء کو دفن کیا انہیں جون کا لاشہ دس دن کے بعد ملا کہ جس سے بہترین خوشبو مشک و عنبر کی بلند ہو رہی تھی اور اس خبر کی وہ چیز مؤید ہے جو سبط کے تذکرہ میں ہے کہ زہیر حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی زوجہ نے زہیر کے غلام سے کہا کہ جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ وہ غلام کربلا میں گیا تو دیکھا کہ حسینؑ کا جسم برہنہ پڑا ہوا ہے تو اس نے دل میں کہا کہ اپنے آقا کو تو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو کفن کے بغیر چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا پس وہ کفن تو اس نے امام حسینؑ کو پہنایا اور اپنے آقا زہیر کو دوسرا کفن دیا۔ اور امالی شیخ طوسی   دیزج کی خبر سے معلوم ہوتا ہے جو متوکل کے حکم سے امام حسینؑ کی قبر کو خراب کرنے کے لئے آیا تھا کہ بنی اسد بوریا کا ایک ٹکڑا لائے تھے اور انہوں نے قبر کے اندر وہ بوریا بچھا دیا تھا اور آپ کے جسمِ طاہر کو اس بوریا پر رکھ کر دفن کیا تھا۔

تیسری فصل

اہلِ بیت علیہم السلام کی کوفہ میں آمد

جب ابنِ زیاد کو یہ خبر ملی کہ اہلِ بیتؑ کوفہ کے قریب آ پہنچے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ شہداء کے سر جو ابن سعد نے پہلے بھیج دیئے تھے واپس لے جائیں اور اہل بیتؑ کے آگے آگے نیزوں پر نصب کرکے اہل بیتؑ کے ساتھ شہر میں لے آئیں اور کوچہ و بازار میں پھرائیں تاکہ قہر و غلبہ تسلطِ یزید لعین لوگوں کو معلوم ہو اور لوگوں کے ہول و ہیبت میں زیادتی ہو اور کوفہ کے لوگوں کو جب اہل بیتؑ کے ورود کی خبر معلوم ہوئی تو وہ کوفہ سے باہر نکل آئے مرحوم محتشم یہاں فرماتے ہیں۔ شعر

چوں بیکسان آلِ نبیؐ دربدر شدند — در شہر کوفہ نالہ کناں نوحہ گر شدند
سرہائے سروراں ہمہ بر نیزہ و سناں — در پیش روئے اہل حرم جلوہ گر شدند
از نالہ ہائے پردگیاں ساکنان عرش — جمع از پئے نظارہ بہر رہ گذر شدند
بی شرم امتے کہ نترسید از خدا — بر عترت پیمبر خود پردہ در شدند
دست از جفا نداشتہ بر زخم اہلبیت — ہر دم نمک فشاں بجفائے دگر شدند

مُسلم بنا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی تعمیر پر مقرر کیا تھا۔ جب میں کام میں مشغول تھا۔ تو اچانک میں نے بہت شور و غل محلات کوفہ کی طرف سے سنا۔ پس میں نے اس خادم سے کہا جو میرے پاس تھا کہ کوفہ میں یہ فتنہ و فساد کیسا ہے وہ کہنے لگا ابھی اس خارجی کا سر لائیں گے جس نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اور یہ شور و غل اس کو دیکھنے کے لئے ہے میں نے اس سے پوچھا یہ خارجی کون تھا وہ کہنے لگا حسینؑ بن علیؑ جب میں نے یہ سُنا تو اپنے آپ پر قابو پائے رکھا۔ جب وہ خادم وہاں سے باہر چلا گیا تو میں نے اس زور سے اپنا منہ پیٹا کہ یہ ڈر ہوا کہ کہیں میری دونوں آنکھیں اندھی نہ ہو جائیں اس وقت میں نے اپنا منہ دھویا جن پر گارا لگا ہوا تھا اور قصر الامارہ کی پشت سے باہر نکلا۔ جب میں کناسہ میں پہنچا تو میں وہاں کھڑا ہوا تھا اور دوسرے لوگ بھی قیدیوں اور کٹے ہوئے سروں کے آنے کے منتظر تھے کہ اچانک میں نے دیکھا چالیس محمل و ہودج ظاہر ہوئے جو چالیس اونٹوں پر تھے کہ جن میں خواتین و حرم سید الشہداءؑ اور اولاد فاطمہؑ تھیں اور اچانک میں نے دیکھا کہ علیؑ بن حسینؑ ایک برہنہ اونٹ پر سوار ہیں اور زنجیروں کی سختی کی وجہ سے آپ کی گردن کی رگوں سے خون جاری ہے

اور آپ اذرہِ رنج و اندوہ و حزن چند اشعار پڑھ رہے تھے۔ کہ جن کا خلاصہ مضمون یہ تھا اے امت بدکار خدا تمہیں خیر و برکت نہ دے اس لئے کہ تم نے ہمارے بارے میں ہمارے نانا کے حق کی رعایت نہ کی اور قیامت کے دن جب ہم اور تم ان کے پاس جائیں گے تو انہیں کیا جواب دو گے۔ ہمیں ننگے اونٹوں کی پشت پر تم نے سوار کر رکھا ہے اور قیدیوں کی طرح لئے جا رہے ہو۔ گویا ہم کبھی تمہارے دین کے کام نہیں آئے اور ہمیں بُرا بھلا کہتے ہو اور تالیاں بجاتے ہو اور ہمیں قتل کر کے خوشی مناتے ہو وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسولِ خدا اور سید انبیاء میرے نانا ہیں اے واقعہ کربلا تو نے ہمارے دلوں میں ایسا غم و اندوہ ڈال دیا ہے۔ جس سے کبھی تسکین نہیں ہوگی۔ مسلم کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اہل بیتؑ کے بچوں پر رقت و اظہار ہمدردی و مہربانی کرتے اور روٹیاں خرمے ان کے پاس لاتے اور بچوں کو دیتے لے لیتے تو جناب ام کلثوم وہ روٹیوں کے ٹکڑے اور کھجوریں ان بچوں کے ہاتھوں اور منہ سے چھین کر پھینکتیں پس آپ نے اہلِ کوفہ سے پکار کر کہا۔ یَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ اِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ اے اہل کوفہ یہ چیزیں دینے سے باز رہو کیونکہ صدقہ ہم سب اہل بیت کے لئے حرام ہے کوفہ کی عورتیں ان حالات کو دیکھ کر زار و قطار روتی تھیں۔ اُمّ کلثوم نے اپنا سر محمل سے باہر نکالا فرمایا اے اہلِ کوفہ تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں قیامت کے دن خدا تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ ابھی آپ یہ گفتگو کر رہی تھیں کہ شور و غل کی آواز بلند ہوئی اور شہداء کے سروں کو نیزوں پر نصب کر کے لے آئے اور تمام سروں کے آگے امام حسینؑ کا سر لا رہے تھے اور وہ سر تابندہ و درخشندہ تھا جو رسولِ خدا کے ساتھ سب سے زیادہ شباہت رکھتا تھا اور آپ کی ریش مبارک مشک کے مہرہ کی طرح سیاہ تھی اور آپ کے بالوں کی جڑیں سفید تھیں کیونکہ خضاب حضرت کے عارض سے الگ ہو چکا تھا۔ اور آپ کی پیشانی آفتاب کی مانند چمکتی تھی اور آپ کی ریش مبارک کو ہوا دائیں بائیں ہلاتی تھی۔ جناب زینبؑ کی نگاہ جب اس سر مبارک پر پڑی تو اپنی پیشانی چوب محمل پر اس طرح ماری کہ خون آپ کے مقنع کے نیچے سے جاری ہوا اور سوزِ دل سے اس سر کو خطاب کر کے چند اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا

يَا هِلَالًا لَمَّا اسْتَتَمَّ كَمَالًا غَالَهُ خَسْفُهُ فَاَبْدَىٰ غُرُوْبًا

اے چاند ابھی تو کامل نہیں ہوا تھا کہ تجھے گہن لگ گیا پس تو غروب ہو گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ محامل و ہودج کا تذکرہ مسلم جصاص کی روایت کے علاوہ کسی اور روایت میں نہیں ہے اور اس خبر کو اگرچہ علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے لیکن اس کا ماخذ منتخب طریحی اور کتاب نور العین ہے اور دونوں کتابوں کی حالت اہلِ فن حدیث پر مخفی نہیں اور سر پھوڑنے کی نسبت جناب زینبؑ کی طرف دینا اور یہ معروف اشعار بھی بعید ہیں کہ اس مخدرہ سے صادر ہوئے ہوں جو کہ عقیلہ ہاشمیین عالمہ غیر معلمہ فہیمہ اور صاحب مقام رضا و تسلیم تھیں اور مقاتل معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے اونٹوں پر سوار تھیں جن پر پالان اور کجاوے نہیں تھے بلکہ جب وہ [illegible] [illegible]۔ داخل ہوئے تو

موافق روایت حذلم بن ستیر کہ جسے شیخین نے نقل کیا ہے وہ اس حالت میں تھے کہ سپاہیوں کے درمیان محصور تھے۔ چونکہ کوفہ کے لوگوں سے خوف فتنہ و شورش تھا کیونکہ کوفہ میں بہت سے شیعہ تھے اور جو عورتیں شہر سے باہر گئی ہوئی تھیں انہوں نے گریبان چاک کئے ہوئے تھے اور بال پریشان تھے اور گریہ وزاری کر رہی تھیں۔ حذلم کی روایت بعد میں بیان ہوگی بہرحال جب اولاد احمد مختارؐ جگر گوشہ ہائے حیدر کرار کو کفار قیدیوں کی طرح شہداء کے سروں کے ساتھ کوفہ میں لے کر آئے تو کوفہ کی عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں تاکہ ان کا نظارہ کریں جب ان کا گذر ہوا تو ایک عورت نے مکان کی چھت سے آواز دی کہ تم کون سے ملک و قبیلہ کے قیدی ہو۔ جواب دیا کہ ہم آل محمدؐ کے قیدی ہیں۔ جب اس عورت نے یہ سنا تو وہ چھت سے اتر آئی اور جتنی چادریں اور مقنع اس کے پاس تھیں وہ انہیں دیئے ان بیبیوں نے لے کر اوڑھ لیے مؤلف کہتا ہے کہ شیخ عالم جلیل القدر مرحوم الحاج ملا احمد نراقی عطر اللہ مرقدہٗ نے کتاب سیف الامۃ میں کتاب۔ ارمیای پیغمبرؑ سے نقل کیا ہے کہ اس میں سید الشہداءؑ کے متعلق اخبار کی چوتھی فصل میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہو گیا اور کیسا حادثہ پیش آیا کہ جس سے بہترین سونے کا رنگ سیاہ ہو گیا اور عرش الٰہی کی بنا کے پتھر پراگندہ ہو گئے اور بیت المعمور کے فرزند کہ جنہیں پہلے سونے سے زینت دی گئی تھی اور جو تمام مخلوقات سے زیادہ نجیب تھے وہ کوزہ بنانے والوں کے کوملے کی طرح ہو گئے تھے جب کہ جانور اپنے پستان ننگے کر کے اپنے بچوں کو دودھ پلا رہے تھے۔ بے چارے بے رحم اور سخت دل امت کے درمیان خشک لکڑی کی طرح بیابان میں گرفتار ہو گئے تھے اور پیاس کی وجہ سے شیرخوار بچے کی زبان تالو سے لگ گئی تھی اور صبح کے وقت جب بچے کھانا مانگتے تھے چونکہ ان کے بڑوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ لہذا کوئی نہیں تھا جو انہیں کھانا دیتا اور جو نعمت کے دسترخوان پر ہوتے تھے وہ راستہ میں ہلاک ہو گئے۔ پس افسوس ہے ان کی غریبی و مسافرت پر میرے پیارے برطرف کر دیئے گئے اور ان کا برطرف ہونا قوم سدوم کے برطرف ہونے سے زیادہ عظیم تھا کیونکہ اگرچہ وہ برطرف ہوئے تھے لیکن کسی نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ لیکن یہ تو باوجود اس کے کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کی راہ سے مقدس اور برف سے زیادہ سفید تھے اور دودھ سے زیادہ خالص اور یاقوت سے زیادہ درخشاں پھر بھی ان کے چہرے زمانہ کی مصیبتوں کی سختی کی وجہ سے متغیر ہو چکے تھے کہ کوچہ اور گلیوں میں پہچانے نہیں جاتے تھے کیونکہ ان کی کھال ان کی ہڈیوں سے چپک گئی تھی۔ فقیر کہتا ہے کہ کتاب آسمانی کے اس فقرے سے جو ظاہراً کوفہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس عورت کے سوال کرنے کا راز معلوم ہوا کہ تم کس جگہ کے قیدی ہو۔ واللہ العالم

شیخ مفید اور شیخ طوسی نے حذلم بن ستیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں (۶۱ھ) اکسٹھ ہجری کے ماہ محرم میں کوفہ میں وارد ہوا اور یہ وہ وقت تھا جب علیؑ ابن الحسینؑ کو خواتین عصمت کے ساتھ کوفہ میں لا رہے تھے۔ اور ابن زیاد کے لشکر نے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا اور کوفہ کے لوگ تماشہ کے لئے اپنے گھروں سے باہر آگئے تھے۔

جب اہلِ بیتؑ کو ان اونٹوں پر جن پر کجاوے نہیں تھے اور ان کے سر برہنہ تھے لے آئے تو کوفہ کی عورتوں پر ان کی حالتِ زار سے رقت طاری ہوئی اور وہ گریہ و زاری کرنے لگیں تو اس وقت میں نے علیؑ ابن الحسینؑ کو دیکھا جو علالت و بیماری کی وجہ سے رنجور و کمزور ہو چکے تھے۔ اور ان کی گردن میں طوق ڈالا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اور آپ نحیف آواز میں فرماتے کہ یہ عورتیں تو ہم پر رو رہی ہیں پس ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔ اور اس وقت جناب زینب سلام اللہ علیہا نے خطبہ شروع کیا۔ خدا کی قسم میں نے کوئی باحیا رخاتون جناب زینب دخترِ امیر المومنینؑ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھی گویا وہ باپ کی زبان سے بول رہی تھیں اور امیر المومنینؑ کے کلمات ان کی زبان سے نکل رہے تھے اس اژدہام اور اجتماع میں کہ جہاں ہر طرف سے آواز بلند تھی جب لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ تو فوراً سانس سینوں میں رک گئے اور اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی اس وقت اس مخدومہ نے خطبہ شروع کیا اور خدائے پاک کی تعریف اور خواجہ لولاک پر درود کے بعد فرمایا اے اہلِ کوفہ اے اہلِ مکر و فریب اور وقت پر ساتھ نہ دینے والو کیا تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو کبھی تمہاری آنکھیں آنسو بہانے سے نہ رکیں اور تمہارے نالے ختم نہ ہوں تمہاری مثال تو بس اس عورت کی سی ہے جو اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد اس کے تاگے کھول دے۔ کیونکہ تم نے بھی ایمان کی رسی بٹی اور پھر اسے کھول دیا اور کفر کی طرف پلٹ گئے۔ تم میں کوئی اچھی خصلت و عادت نہیں مگر یہ کہ تم لاف زنی کرنے اور خود پسند دشمنی کرنے والے اور دروغ گو اور لونڈیوں کی طرح چاپلوسی کرنے والے اور دشمنوں کی طرح چشمک و غمازی کرنے والے ہو۔ تمہاری مثال اس گھاس جیسی ہے جو مزبلہ پر اگی ہوئی ہو یا وہ چونا جو قبر کے اوپر لگا ہو۔ پس برا توشہ ہے جو تمہارے نفوس نے تمہاری آخرت کے لئے ذخیرہ کیا ہے اور جس نے غضبِ خدا تمہارے اوپر لازم قرار دیا ہے اور تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں جگہ دی ہے ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر روتے ہو خدا کی قسم تم رونے کے مستحق ہو پس زیادہ گریہ کرو اور تھوڑے ہنسو کیونکہ تم نے اپنے صحن خانہ کو عیب و ننگ ابدی کے ساتھ ملوث کیا ہے کہ جس کی آلائش کسی پانی سے نہیں دھوئی جا سکتی اور کس طرح اس ننگ و عار کو دھو سکتے ہو۔ اور جگر گوشہ خاتم النبیینؐ اور جوانانِ جنت کے سردار کے قتل کرنے کی کس چیز سے تلافی کرو گے جو تمہارے نیک لوگوں کی پناہ گاہ تمہارے مصائب و بلیات کے لئے مفزع و ماویٰ اور تمہارے راستوں کی علامت اور تمہارے جادوں کو روشن کرنے والا اور تمہاری حجتوں اور دلیلوں کا زعیم اور متکلم تھا کہ ہر حادثہ میں تم اس سے پناہ لیتے اور شریعت کے احکام اس سے سیکھتے تھے یاد رکھو کہ بہت بڑا گناہ تم نے محشر کے لئے ذخیرہ کیا ہے پس تمہارے لئے ہلاکت ہو اور تم عذاب خدا میں منہ کے بل گرو اور اپنی سعی و کوشش میں ناامید ہو جاؤ اور تمہارے ہاتھ کٹ جائیں اور تمہارے عہد و پیمان خسارہ و زیاں کا سبب بنیں۔ تم غضبِ خدا کی طرف لوٹے ہو اور ذلت و رسوائی نے تمہیں گھیرا ہوا ہے تم پر وائے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ کس جگر رسولؐ کو تم نے پارہ پارہ کیا ہے اور ان کا کون سا

خون تم نے بہایا ہے اور ان کی کون سی عصمت مآب بیبیوں کو تم نے بے پردہ کیا ہے تم سخت اور مصیبت عجیب لائے ہو قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور تمہارے اس قبیح اور نامناسب کام نے آسمان و زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے کیا تمہیں تعجب ہوا ہے کہ ان برے کاموں کے آثار سے آسمان خون رویا ہے۔ حالانکہ بعد میں اس کے آثار تم پر ظاہر ہوں گے وہ ان سے زیادہ عظیم اور زیادہ رسوا کرنے والے ہوں گے پس اس مہلت پر جو تمہیں مل گئی ہے۔ خوش دل اور مغرور نہ رہو کیونکہ خدا بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا اور اُسے یہ خوف نہیں ہے کہ انتقام کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور خدا گناہگاروں کی کمین میں ہے۔ راوی کہتا ہے پس وہ مخدرہ خاموش ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ کوفہ کے لوگ یہ باتیں سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور وہ رو رہے تھے اور اپنے ہاتھوں کو کاٹتے تھے میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ اس کے آنسو اس کے چہرہ اور بالوں پر دوڑ رہے تھے وہ کہہ رہا تھا۔

كُهُولُهُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَنَسْلُهُمْ إِذَا عُدَّ نَسْلٌ لَا يَخِيبُ وَلَا يَخْزَى

ان کے بڑے بہترین ہیں اور ان کی نسل جب نسلیں شمار کی جائیں تو نا امید اور رسوا نہ ہوگی اور صاحب احتجاج کی روایت کے مطابق اس وقت علی بن الحسینؑ نے فرمایا اے پھوپھی آپ خاموش ہو جائیں۔ حمد ہے خدا کی کہ آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں اور ایسی دانا ہیں کہ جس نے درس گاہ کی تکلیف نہیں اٹھائی اور آپ کو معلوم ہے کہ مصیبت کے بعد جزع و فزع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور گریہ و نالہ کی وجہ سے دنیا سے گیا ہوا پلٹ کے نہیں آتا اور فاطمہ بنت الحسینؑ اور ام کلثوم کے دو خطبے بھی منقول ہیں۔ لیکن اس مقام پر گنجائش نقل نہیں۔ سید ابن طاؤس نے یہ خطبہ نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ لوگوں کی آواز گریہ و زاری بلند ہوئی اور عورتوں نے اپنے بال پریشان کئے اور سر میں خاک ڈالی اور چہرے نوچ لئے اور منہ پر طمانچے مارے اور ویل و ثبور کے الفاظ سے ندبہ و بین کئے اور مرد اپنی داڑھیوں کو نوچتے تھے۔ اور اتنا روئے کہ کسی جگہ نہیں دیکھا گیا کہ عورتیں اور مرد اس طرح روئے ہوں۔ پس سید سجادؑ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ اور آپ نے خطبہ پڑھنا شروع کیا پس آپ نے تعریف کی خدائے یکتا کی اور درود بھیجا محمد مصطفیٰؐ پر اس کے بعد فرمایا۔ اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا جان لے کہ میں علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جو فرات کے کنارے ذبح ہوا بغیر اس کے کہ اس سے کسی خون کا مطالبہ رکھتے ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک حرمت کی گئی ہے اور اس کا مال لوٹ لیا گیا ہے اور اس کے اہل و عیال قید کر لئے گئے ہیں میں اس کا بیٹا ہوں جسے ہر طرف سے گھیر کر قتل کیا گیا ہے اور یہی بات میرے فخر کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم بھول چکے ہو کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھے تھے جب انہوں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا تو تم مکر و فریب کے راستہ پر چلے گئے کیا تمہیں یہ یاد نہیں آتا کہ تم نے

میرے باپ کے ساتھ عہد و پیمان کئے تھے اور ان کی طرف بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے پھر انہیں قتل کیا اور وقت آنے پر ان کا ساتھ نہیں دیا۔ پس ہلاکت ہو تمہارے لئے ان اعمال کی وجہ سے جو آخرت کی طرف بھیج چکے ہو کتنی بری رائے ہے جو تم نے اپنے لئے پسند کی ہے کس آنکھ سے تم رسولؐ خدا کی طرف دیکھو گے۔ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا تھا اور میری ہتک حرمت کی تھی۔ تم میری امت میں سے نہیں ہو جب سید سجادؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ہر ناحیہ و جانب سے گریہ زاری کی آواز بلند ہوئی۔ آپ نے دوبارہ گفتگو شروع کی اور فرمایا خدا رحم کرے اس شخص پر جو میری نصیحت کو قبول اور میری وصیت کو راہ خدا و رسولؐ و اہل بیتؑ میں یاد رکھے کیونکہ ہمارے لئے رسولؐ خدا میں متابعت شائستہ اور بہترین جائے اقتدا ہے سب لوگ کہنے لگے اے فرزند رسولؐ ہم سب آپ کے فرمان کو قبول کرتے اور آپ کے عہد و پیمان کی نگہبانی کرتے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ سے کبھی بھی روگردانی نہیں کریں گے اور جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم خدمت کے لئے تیار ہیں جس سے آپ چاہیں جنگ کریں گے اور صلح کریں گے ہر اس کے ساتھ جس سے آپ صلح کریں گے یہاں تک کہ ہم یزید کو پکڑ لائیں گے اور جنہوں نے آپ پر ظلم اور ہم پر ستم کیا ہے اس سے قصاص لیں گے اور خون کا مطالبہ کریں گے آپ نے فرمایا ہیہات چھوڑو۔ ان باتوں کو اے حیلہ بازو کہ تم نے سوائے دغا و فریب کے کوئی صفت نہیں اپنائی میں تمہارے دھوکہ میں نہیں آتا کیا پھر ارادہ کر لیا ہے کہ مجھ سے وہی سلوک کرو جو میرے باپ دادا سے کیا ہے حاشا و کلا خدا کی قسم ابھی تک وہ زخم جو میرے باپ کی شہادت کی وجہ سے ہمارے قلب و جگر پر لگے ہیں درست نہیں ہوئے ابھی تو کل کی بات ہے کہ میرے باپ اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ شہید ہوئے ابھی تو رسولؐ خدا اور میرے باپ اور بھائیوں کے مصائب مجھے فراموش نہیں ہوئے اور ان کا حزن و ملال و اندوہ مجھے دامن گیر ہے اور اس کی تلخی میرے منہ اور سینہ میں تکلیف دے رہی ہے اور اس کا غم و غصہ میرے سینہ میں جاری و ساری ہے۔ میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ ہمارا ساتھ دو اور نہ ہمارے خلاف کچھ کرو اور فرمایا (شعر کا ترجمہ) کوئی حرج نہیں اگر حسینؑ شہید ہو گئے ان کے باپ تو حسینؑ سے بہتر و مکرم تر تھے پس اے اہل کوفہ اس مصیبت پر خوش نہ ہو جو حسینؑ پر بہت بڑی مصیبت آئی ہے جو فرات کے کنارے شہید ہوئے میری روح ان پر قربان اور جس نے انہیں قتل کیا اس کی جزا اور بدلہ جہنم کی آگ ہے اس کے بعد فرمایا ہم سراسر راضی ہیں کہ نہ کسی دن ہمارا ساتھ دو اور نہ ہمارے خلاف کچھ کرو۔

چوتھی فصل

اہلبیت علیہم السلام کا دربار ابن زیاد میں داخل ہونا

جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں اہل بیتؑ کی آمد سے آگاہ ہوا تو کوفہ کے خاص و عام کے لئے اذن عام دیا لہذا اس کا دربار شہریوں اور دیہاتیوں سے پر ہوگیا اس وقت اس نے حکم دیا کہ سر سیدالشہداؑ دربار میں حاضر کیا جائے پس وہ سر مقدس اس کے پاس رکھا گیا کہ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اس نے تبسم کیا اور اس کے ہاتھ میں ایک قضیب تھی کہ جسے بعض نے لکڑی کی چھڑی اور بعض نے پتلی تلوار سمجھا ہے اس قضیب کا سر امام حسینؑ کے اگلے دانتوں پر لگاتا اور کہتا کہ حسینؑ کے دانت تو خوبصورت تھے۔ زید بن ارقم جو صحابی رسولؐ تھے اور بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس وقت وہ اس منحوس دربار میں موجود تھے۔ جب یہ عالم دیکھا تو کہا اے پسر زیاد اپنی قضیب ان مبارک لبوں سے اٹھالے مجھے اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں کہ میں نے بار بار رسولِ خدا کو دیکھا کہ وہ ان لبوں کے بوسے لیتے تھے کہ جن پر تو نے قضیب رکھی ہوئی ہے یہ کہہ کر وہ بہت روئے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو رلائے اے دشمن خدا کیا تجھے اس بات پر رونا آتا ہے کہ خدا نے ہمیں فتح و نصرت دی ہے اگر یہ نہ ہوتا کہ تو بیر فرتوت ہوگیا ہے اور تیری عقل زائل ہو چکی ہے تو میں حکم دیتا کہ تیرا سر اڑا دیں۔ زید نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر کو چلے گئے۔ اس وقت سیدالشہداؑ کے اہل و عیال روم کے قیدیوں کی طرح اس مجلس شوم میں پیش کئے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس دربار میں جناب زینبؑ امام حسینؑ کی بہن اجنبی طور پر داخل ہوئیں اور آپ نے پست ترین لباس پہنا ہوا تھا قصرالامارہ کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئیں اور کنیزوں نے آپ کے اطراف کا احاطہ کرلیا اور آپ کو اپنے گھیرے کے اندر چھپا لیا۔ ابن زیاد نطفہ حرام کہنے لگا کہ یہ عورت کون تھی۔ جو ایک طرف جا کر بیٹھی ہے کسی نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ اس نے یہ سوال دہرایا اور جواب نہ ملا۔ تیسری دفعہ ایک کنیز نے کہا یہ جناب زینبؑ جناب فاطمۃ الزہراؑ بنت رسولؐ خدا ہیں۔ جب ابن زیاد لعین نے یہ بات سنی تو اس مخدومہ کی طرف نحس رخ کیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کے لئے کہ جس نے تمہیں رسوا کیا ہے اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہمیں عزت بخشی۔ اور ہمیں ہر رجس و آلائش سے پاک و پاکیزہ قرار دیا رسوا تو فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ فاجر بولتا ہے۔ اور وہ الحمدللہ ہم نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے لوگ ہیں۔ ابن زیاد کہنے لگا کیسا دیکھا تو نے وہ کام اپنے بھائی اور اس کے خاندان کے

متعلق جناب زینبؑ نے فرمایا میں نے خدا سے نیکی اور اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا کیونکہ آلِ رسولؐ ایک گروہ تھا کہ خداوند عالم نے جن کے قربِ عمل اور رفعت مقام کی بناء پر اُن کی شہادت مقرر کی تھی لہٰذا جو کچھ خدا نے ان کے لیے پسند فرمایا تھا انہوں نے اس کی طرف اقدام کیا اور وہ اپنے ابدی آرام کے مقام کی طرف بڑھے لیکن وہ وقت بہت قریب ہے کہ جب خدا تجھے اور انہیں پوچھ گچھ کے لئے کھڑا کرے اور وہ تیرے ساتھ احتجاج اور مخاصمت کریں، تو اس وقت دیکھنا کہ غالب کون ہے اور کامیابی کس کے لئے ہے تیری ماں تیرے غم میں بیٹھ کر روئے اے مرجانہ کے بیٹے۔ ابن زیاد یہ فقرے سُن کر سیخ پا ہو گیا گویا قصد قتل اس مخدومہ کا کیا۔ عمرو بن حریث نے جو دربار میں حاضر تھا اس کا خیال معلوم کیا کہ وہ جناب زینبؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا اے امیر وہ عورت ہے اور عورتوں کی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا پس ابن زیاد خبیث کہنے لگا خدا نے تیرے سرکش بھائی اور متمرد اہلِ خانہ کے قتل سے میرے دل کو شفا دی ہے۔ جناب زینبؑ کو رقت طاری ہوئی اور وہ رو پڑیں اور فرمایا تو نے ہمارے بڑے کو قتل کیا اور ہماری جڑ اور شاخ کو کاٹ دیا اور بنیاد کو اکھاڑا۔ اگر تیری شفا اسی میں تھی تو پھر تجھے شفا مل ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا یہ عورت سجاعہ ہے۔ یعنی گفتگو سجع اور قافیہ سے کرتی ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اس کا باپ بھی سجاع اور شاعر تھا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میری حالت اور مجھے فرصت سجع نہیں ہے اور ابن نما کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جسے اپنے ائمہؑ کو قتل کر کے شفا ملتی ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اُس جہاں میں انتقام لیں گے۔ اس وقت اس ملعون نے سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ بتایا گیا کہ علیؑ فرزند حسینؑ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کیا یہ وہ علی نہیں ہے کہ جسے خدا نے قتل کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا ایک بھائی کہ اس کا نام علیؑ ابن الحسینؑ تھا اسے تیرے لشکر نے قتل کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا بلکہ اُسے خدا نے قتل کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ موتِھا۔ خدا نفوس کو اس وقت مارتا ہے جب اس کی موت کا وقت آتا ہے۔ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا تجھ میں یہ جرأت ہے کہ مجھے جواب دے اور میری بات کو رد کرے جاؤ اسے لے جا کر قتل کر دو جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جب حضرت کے قتل کا حکم سُنا تو مضطربانہ آنجناب سے لپٹ گئیں اور فرمایا اے پسر زیاد تیرے لئے یہ سب خون کافی ہیں جو تو ہمارے بہا چکا ہے اور آپ نے سید سجادؑ کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

اور فرمایا خدا کی قسم میں اس سے جدا نہیں ہوں گی اگر اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اس کے ساتھ قتل کر دے۔

ابن زیاد کچھ دیر تک جناب زینبؑ اور امام زین العابدینؑ کی طرف دیکھتا رہا اور کہنے لگا علاقہ رحم و پیوند رشتہ داری عجیب ہے خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ زینبؑ واقعاً و حقیقتاً کہہ رہی ہے اور وہ پسند کرتی ہے کہ اس کے ساتھ قتل ہو جائے۔ علیؑ سے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ وہ جس بیماری میں مبتلا ہے وہی اس کے لئے کافی ہے

سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق سید سجادؑ نے فرمایا اے پھوپھی جان آپ خاموش رہیں میں خود ہی اسے جواب دوں گا۔ ابن زیاد سے فرمایا کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت و بزرگی ہے اور منقول ہے کہ جناب رباب امراء القیس کی بیٹی نے جو کہ امام حسینؑ کی زوجہ محترمہ ہیں ابن زیاد کے دربار میں سرِ حسینؑ کو اٹھایا اسے سینہ سے لگایا اس کا بوسہ لیا اور ندبہ شروع کیا اور کہا اشعار کا خلاصہ یہ ہے۔

واحسیناہ میں حسینؑ کو فراموش نہیں کروں گی اور یہ بات بھی نہیں بھولوں گی کہ دشمنوں نے اپنے نیزے آپ کے بدن پر لگائے اور یہ بھی نہیں بھولوں گی کہ اس کی لاش کربلا میں چھوڑ دی ہے اور دفن نہیں کی اور اس جملہ میں کہ خدا کربلا کے دو اطراف کو سیراب نہ کرے حضرت کی پیاس کی طرف اشارہ کیا اور حق یہ ہے کہ جناب رباب نے حضرت کو فراموش نہیں کیا جیسا کہ آخری فصل میں معلوم ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے حکم دیا اور علی بن الحسینؑ کو اہلبیتؑ کے ساتھ باہر لے گئے اور مسجد جامع کے ایک نزدیکی مکان میں ٹھہرا دیا۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہمیں کوئی عورت سوائے کنیزوں اور لونڈیوں کے دیکھنے نہ آئے کیونکہ کنیزیں قیدی رہی ہیں اور ہم بھی قیدی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مناسب ہے کہ یہاں ابو قیس بن اسلت اوسی کے اشعار ذکر کروں۔

وَ يُكْرِمُهَا جَارَاتُهَا فَيَزُرْنَهَا   وَتَعْتَلُّ عَنْ اِتْيَانِهِنَّ فَتُعْذَرُ

وَلَيْسَ لَهَا اَنْ تَسْتَهِيْنَ بِجَارِهٖ   وَلٰكِنَّهَا مِنْهُنَّ تَحْيٰى وَ تَخْفُرُ

اور اس کی ہمسایہ عورتیں اس کی عزت کرتی تھیں اور اس کی زیارت کو آتی تھیں اور وہ ان کے آنے سے عذر پیش کرتی پس اسے معذور سمجھا جاتا اور یہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ اپنی پڑوسی عورت کو ذلیل و حقیر سمجھتی تھی بلکہ اسے شرم و حیا آتی تھی پھر ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ سرِ مطہر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔

عبداللہ بن عفیف ازدی کی شہادت

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ پس ابن زیاد اپنے دربار سے اٹھا اور مسجد میں جا کر منبر پر گیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کے لئے کہ جس نے حق اور اہلِ حق کو غلبہ دیا اور نصرت کی امیرالمومنین یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کی اور قتل کیا۔ دروغ گو بن دروغ گو اور اس کے گروہ کو اس وقت عبداللہ بن عفیف ازدی نے جو امیرالمومنینؑ کے بزرگ شیعوں میں سے تھے اور زاہد و عابد تھے اور ان کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں اور دائیں صفین میں نابینا ہو گئی تھی اور ہمیشہ مسجد اعظم میں رہا کرتے تھے۔ اور اپنے اوقات نماز و روزہ میں صرف کرتے تھے۔ جب یہ کلمات کفر آمیز ابن زیاد کے سنے تو اس کو ڈانٹا کہ اے دشمن خدا جھوٹا تو اور تیرا باپ زیاد بن امیہ تھا اور جھوٹا یزید ہے کہ جس نے تجھے حکومت دے رکھی ہے اور جھوٹا اس کا باپ ہے اے مرجانہ کے بیٹے اولادِ نبیؐ کو قتل کرتا ہے اور منبر پر بیٹھ کر یہ باتیں کرتا ہے ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا

اس شخص کو گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ ابن زیاد کے ملازمین اٹھے اور انہیں گرفتار کر لیا۔ عبداللہ نے ازد قبیلہ کو پکارا کہ میری مدد کو آؤ۔ سات سو آدمی قبیلہ ازد کے جمع ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ کو ابن زیاد کے ملازمین سے چھڑوا لیا۔ چونکہ ابن زیاد میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی لہذا اس نے رات تک صبر کیا اس وقت حکم دیا اور اس کے ملازم عبداللہ کو گھر سے نکال لائے اور ان کی گردن اڑا دی۔ اور اس نے حکم دیا کہ شور دار زمین میں انہیں سولی پر لٹکا دیں۔ جب ابن زیاد لعین پر رات گذار چکا تو دوسرے دن اس نے حکم دیا کہ سر مبارک امام کو فہ کے تمام گلی کوچوں اور تمام قبائل میں پھرایا جائے۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جس وقت اس سر مبارک کو پھرا رہے تھے میں اپنے چوبارے میں بیٹھا ہوا تھا اور ان ملاعین نے اس سر کو نیزہ پر چڑھایا ہوا تھا۔ جب میرے قریب پہنچا تو میں نے سنا کہ سر مبارک اس آیت کی تلاوت فرما رہا ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ خدا کی قسم میرے بال میرے بدن پر کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا اے فرزند رسولؐ آپ کے سر مقدس کا معاملہ خدا کی قسم واقعہ کہف و رقیم سے زیادہ عجیب ہے روایت ہے کہ قتل حسینؑ کے شکرانہ کے طور پر کوفہ میں چار مسجدیں بنائی گئیں ایک کو مسجد اشعث دوسری جریر تیسری کو سماک اور چوتھی کو مسجد شبعث بن ربعی لعنہم اللہ کہتے تھے اور وہ ان کے بنانے پر خوش تھے۔

پانچویں فصل

ابن زیاد کا شہادت امام حسینؑ کی تفصیلات کے متعلق یزید بن معاویہ اور عمرو بن سعید والی مدینہ کو خط لکھنا

عبیداللہ بن زیاد جب قتل اور لوٹ مار سے فارغ ہوا اور اہل بیتؑ کو قید خانہ میں بھیج چکا تو اس نے یزید کو خط لکھا اور اس میں صورتِ حالات لکھے اور اس سے اجازت چاہی کہ کٹے ہوئے سروں اور مصیبت زدہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور ایک دوسرا خط امیر مدینہ عمرو بن سعید بن العاص کو لکھا اور اس دل سوز واقعہ کو اس میں بھی تحریر کیا اور شیخ مفید یزید والے خط سے معترض نہیں ہوئے بلکہ فرمایا ہے کہ جب سر مقدس حضرت کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرا چکے تو ابن زیاد نے اس کو باقی سروں کے ساتھ زحر بن قیس کے ہمراہ یزید کے پاس بھیج دیا اس کے بعد اس نے عبدالملک سلمی کو مدینہ کی طرف بھیجا اور اس سے کہا کہ بہت جلدی مسافت طے کرو اور عمرو بن سعید کو قتل حسینؑ کی بشارت جا کر دو عبدالملک کہتا ہے کہ میں اپنی سواری پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اطراف مدینہ میں ایک قریشی نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا کہ اتنی جلدی میں کدھر سے آرہے ہو اور کیا خبر لائے ہو میں نے کہا خبر امیر کے پاس بیان ہوگی وہ شخص کہنے لگا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خدا کی قسم حسینؑ شہید ہو چکے ہیں۔ پس میں مدینہ میں داخل ہوا اور عمرو بن سعید کے پاس گیا۔ عمرو نے پوچھا کیا خبر ہے میں نے کہا خوشی کی خبر ہے اے امیر حسینؑ شہید ہو گئے۔ وہ لعین کہنے لگا باہر جاؤ اور مدینہ میں منادی کرا دو کہ حسینؑ قتل ہوئے وہ کہتا ہے کہ میں باہر نکلا اور قتل حسینؑ کی منادی کی بنی ہاشم کی عورتوں نے جب یہ ندا سنی تو اس طرح نالہ و فریاد بلند کیا کہ میں نے آج تک اس قسم کا شور و غل و شیون و ماتم نہیں سنا تھا۔ جیسا شور بنی ہاشم کی عورتیں اپنے گھروں سے شہادت امام حسینؑ کے لیے کر رہی تھیں اس وقت میں عمرو بن سعید کے پاس گیا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ میرے سامنے متبسم ہوا اور عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا۔

عَجَّتْ نِسَاءُ بَنِیْ زِیَادٍ عَجَّۃً كَعَجِیْجِ نِسْوَتِنَا غَدَاۃَ الْاَرْنَبِ

بنی زیاد کی عورتوں نے چیخ و پکار بلند کی جیسے ہماری عورتوں نے ارنب کے دن چیخ و پکار کی تھی اس وقت عمرو لعین کہنے لگا یہ نالہ و شیون جو بنی ہاشم کے گھروں سے بلند ہے اس نالہ و شیون کے بدلے میں ہے جو قتل عثمان کے وقت بنی امیہ کے گھروں سے بلند ہوا تھا پھر وہ لعین مسجد میں گیا اور منبر پر جا کر لوگوں کو شہادت حسینؑ سے باخبر

کیا اور بعض روایات کے مطابق عمرو لعین نے چند ایسے کلمات کہے جن میں خون عثمان کی طرف تلویح و اشارہ اور اس کا تذکرہ تھا اور اس کا مقصد یہ بتانا تھا کہ بنی ہاشم قتل عثمان کا سبب ہوئے اور اسے قتل کیا لہذا حسینؑ بھی قصاص عثمان میں قتل ہوئے اس وقت مصلحت کی بنا پر کہا خدا کی قسم میں دوست رکھتا تھا کہ حسینؑ زندہ رہتے اور کبھی کبھی ہمیں برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے اور ہم ان کا نام مدح و ثنا کے ساتھ لیتے اور وہ ہم سے قطع رحمی کرتے اور ہم ان سے صلہ رحمی کرتے جیسا کہ ان کی اور ہماری عادت یہی ہے لیکن کیا کیا جائے اس شخص کے ساتھ جو ہمارے سامنے تلوار کھینچے اور ہمارے قتل کا ارادہ کرے۔ سوائے اس کے کہ ہم اس سے دفاع کریں اور اسے قتل کر دیں۔ پس عبداللہ بن سائب جو اس مجلس میں موجود تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اگر فاطمہؑ زندہ ہوتیں اور اپنے فرزند کا سر دیکھتیں تو ان کی آنکھیں گریہ کرتیں اور دل جلتا۔ عمرو کہنے لگا ہم تیری نسبت فاطمہؑ کے زیادہ قریبی ہیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو وہ اسی طرح کرتیں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ لیکن اس کے قتل کرنے والے کو جو اپنے نفس کا بچاؤ کرے ملامت نہ کرتیں۔ اس وقت جناب عبداللہ بن جعفر کا ایک غلام ان کے بچوں کی شہادت کی خبر عبداللہ کے پاس لے گیا۔ عبداللہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بس کچھ ان کے غلام اور دوسرے لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے تعزیت کرنے لگے تو ان کا ایک غلام ابو السلاس کہنے لگا۔ هٰذَا مَا لَقِيْنَا مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ یعنی یہ مصیبت ہمیں حسینؑ بن علیؑ کے سبب سے پہنچی ہے۔ جب عبداللہ نے یہ فقرہ سنا تو انہیں غصہ آیا اور اس کی جوتے سے مرمت کی اور کہا اے بدبودار کنیز کے بیٹے کیا حسینؑ کے متعلق یہ بات کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں پسند کرتا تھا کہ میں ان کے ساتھ ہوتا اور ان سے جدا نہ ہوتا یہاں تک کہ ان کے ہم رکاب ہو کر قتل ہو جاتا خدا کی قسم جو چیز میرے بیٹوں کی موت کو آسان بنا رہی ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے میرے بھائی اور چچا زاد کے ساتھ مواسات کی ہے اور وہ ان کے راستہ میں شہید ہوئے ہیں یہ کہہ کر آپ نے اہل مجلس کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ سخت اور دشوار ہے میرے لئے امام حسینؑ کی شہادت لیکن الحمدللہ اگر میں خود حاضر نہیں تھا کہ ان کے ساتھ مواسات کرتا تو میری نیابت میں میرے بیٹے ان کے ہم رکاب رہ کر سعادت شہادت حاصل کر چکے ہیں۔ راوی کہتا ہے جب ام لقمان دختر عقیل نے واقعہ کربلا اور شہادت حسینؑ کی خبر سنی تو اپنی بہنوں ام ہانی اسماء رملہ اور زینب کے ساتھ سر برہنہ دوڑیں اور اپنے مقتولین پر گریہ کرنے لگیں اور یہ اشعار پڑھے ۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

بِعِتْرَتِيْ وَبِاَهْلِيْ بَعْدَ مُفْتَقَدِيْ ۔۔۔ مِنْهُمْ اُسَارٰى وَقَتْلٰى ضُرِّجُوْا بِدَمِ

مَا كَانَ هٰذَا جَزَائِيْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ ۔۔۔ اَنْ تَخْلُفُوْنِيْ بِسُوْءٍ فِيْ ذَوِيْ رَحِمِيْ

تم کیا جواب دو گے جب نبی اکرمؐ تم سے پوچھیں گے تم نے میری عترت و اہل بیتؑ کے ساتھ میرے جانے کے بعد کیا سلوک کیا حالانکہ تم آخری امت ہو۔ ان میں سے بعض قید ہو گئے اور بعض خون میں غلطاں ہیں۔ میں نے جو نصیحت تمہیں کی تھی اس کا یہ بدلہ نہ تھا کہ تم میرے ۔۔۔ رشتہ داروں سے میرے بعد بری نیابت کرو۔

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو اسماء بنت عقیل اہلبیتؑ کی خواتین کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلیں یہاں تک کہ روضہ رسولؐ تک پہنچیں پس اپنے آپ کو قبر رسولؐ پر گرا دیا اور چیخ ماری اور مہاجر و انصار کی طرف رخ کر کے کہا کیا جواب دو گے۔ جب نبی اکرمؐ نے تم سے قیامت کے دن پوچھا اور سچی بات ہی قابل سماعت ہے کہ تم نے میری عترت کا ساتھ نہیں دیا تم غائب تھے اور حق صاحب امر کے پاس جمع ہوتا ہے۔ تم نے انہیں ظالموں کے ہاتھ چھوڑ دیا۔ پس آج کے دن بارگاہ خدا میں تم میں سے کسی کی شفاعت نہیں کی جائے گی۔ راوی کہتا ہے میں نے کوئی دن نہیں دیکھا کہ جس دن عورتیں اور مرد اس دن سے زیادہ روئے ہوں جب وہ دن ختم ہوا تو آدھی رات کے وقت اہل مدینہ نے کسی ہاتف کی آواز سنی لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی جو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اے حسینؑ کو جہالت کی بناء پر قتل کرنے والو تمہیں سخت عذاب و سزا کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان تمہیں بددعا دیتے ہیں۔ نبیؐ و مرسل و شہداء اور تم پر ابن داؤدؑ و موسیٰؑ اور صاحب انجیل کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔

چھٹی فصل

ابن زیاد کے خط کا جواب یزید کی طرف سے آنا اور اس کا قیدیوں اور شہداء کے سر کو منگوانا

جب ابن زیاد کا خط یزید کے پاس پہنچا اور وہ اس کے مضمون پر مطلع ہوا تو جواب میں لکھا کہ سروں کو ان کے اموال و اثقال سمیت شام کی طرف بھیج دو۔ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں روایت کرتا ہے کہ جب سید الشہداءؑ شہید ہو گئے اور آپ کے اہل بیتؑ کو قید کیا گیا اور کوفہ میں انہیں ابن زیاد کے پاس لے آئے تو اس نے انہیں قید کر دیا۔ جن دنوں وہ قید خانے میں تھے ایک دن انہوں نے دیکھا کہ قید خانے میں ایک پتھر آ کر گرا کہ جس کے ساتھ ایک کاغذ بندھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ فلاں دن یزید بن معاویہ کے پاس تمہارے متعلق قاصد بھیجا گیا ہے۔ اور فلاں دن وہاں پہنچے گا اور فلاں دن واپس آئے گا۔ پس اگر تکبیر کی آواز بلند ہو تو سمجھ لینا کہ تمہارے قتل کا حکم آیا ہے اور یقیناً تم قتل کر دیئے جاؤ گے اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنو تو پھر انشاء اللہ تمہارے لئے امان نامہ آیا ہے۔ پس قاصد کے آنے سے دو یا تین دن پہلے دوبارہ پتھر زندان میں آ کر گرا کہ جس کے ساتھ ایک خط اور ایک تلوار بندھی ہوئی تھی۔ جس خط میں تحریر تھا۔ کہ وصیت کر لو اور اگر عہد سفارش یا کوئی حاجت کسی سے رکھتے ہو اس کو عمل میں لے آؤ جب تک کہ تمہیں فرصت ہے کیونکہ فلاں دن قاصد آ جائے گا۔ پس قاصد آیا تو تکبیر کی آواز نہ سنی گئی۔

یزید کی طرف سے خط آیا کہ قیدیوں کو اس کے پاس بھیج دیا جائے جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اس ملعون نے محفز بن ثعلبہ عائذی کو شمر کے ساتھ بلایا جو کہ سروں کا اٹھانے والا تھا اور شیخ مفید کی روایت ہے کہ حضرت کا سر باقی سروں کے ساتھ زحر بن قیس کے سپرد کیا اور ابو بردہ ازدی اور طارق بن ابو ظبیان کو لشکر کوفہ کے ایک گروہ کے ساتھ زحر کے ہمراہ کیا بہر حال سروں کو روانہ کرنے کے بعد اہل بیتؑ کے سفر کی تیاری کی اور اس کے حکم سے سید سجادؑ کو زنجیروں میں جکڑا گیا اور مخدرات عصمت کو قیدیوں کی طرح اونٹوں پر سوار کیا اور محفز بن ثعلبہ کو شمر کے ساتھ ان پر معین کیا اور کہنے لگا جلدی کرو اور زحر بن قیس کے ساتھ جا ملو۔ پس انہوں نے سفر کرنے میں جلدی کی اور زحر بن قیس سے جا ملے۔

مقریزی نے کتاب خطط و آثار میں کہا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو روانہ کیا اور علی ابن الحسینؑ کی گردن اور

ہاتھوں میں زنجیریں پہنائیں اور انہیں اونٹوں پر سوار کیا اور کامل بہائی میں ہے کہ امامؑ اور مخدرات اہل بیتؑ اپنی ہی سواریوں پر شام کی طرف گئے کیونکہ باقی اموال تو لوٹ لئے تھے لیکن جانوران کے پاس رہنے دیئے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے مخفر بن ثعلبہ کو ان پر مسلط کیا تھا اور بھاری طوق امام زین العابدینؑ کی گردن میں ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ آپ کے ہاتھ بھی گردن کے ساتھ باندھ دیئے تھے اور امامؑ سارے راستے میں حمد و ثنائے الٰہی۔ تلاوتِ قرآن اور استغفار میں مشغول رہے اور کبھی کسی کے ساتھ کوئی بات نہیں کی سوائے اہل بیت علیہم السلام کی خواتین کے انتہی۔

خلاصہ یہ کہ ان منافقین نے شہداء کے سر نیزوں پر نصب کئے اور انہیں اہل بیت رسولؐ خدا کے آگے آگے لے چلے اور انہیں شہر بشہر اور منزل بمنزل۔ شماتت و ذلت کے ساتھ لے گئے اور ہر بستی و قبیلہ میں انہیں لے جاتے تھے۔ تاکہ شیعانِ علیؑ کو عبرت ہو۔ اور وہ آلِ علیؑ کی خلافت سے مایوس ہو جائیں اور یزید کی اطاعت کے لئے دل سے تیار ہو جائیں اور اگر کوئی خاتون یا بچہ شہیدوں پر گریہ کرتا تو وہ نیزہ بردار جوان جو گرد احاطہ کئے ہوئے تھے۔ چوب نیزہ ان کے سروں پر مارتے اور ان بے کس و ستم دیدہ بی بیوں کو تکلیف پہنچاتے یہاں تک کہ دمشق لے گئے۔ جیسا کہ سید ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں مصابیح الانور کتاب سے نقل کرتے ہوئے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے باپ حضرت باقرؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد علیؑ ابن الحسینؑ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح یزید کے پاس لے گئے تھے تو فرمایا کہ مجھے ایسے اونٹ پہ سوار کیا جو لنگڑا تھا جس پر پالان نہیں تھا اور سید الشہداءؑ کا سر ایک بلند نیزہ پر تھا اور ہماری خواتین میرے پیچھے پیچھے تھیں پالان والی سواریوں پر وَالْفَارِطَةُ خَلْفَنَا وَحَوْلَنَا۔ اور فارطہ ہمارے پیچھے اور ہمارے گرداگرد تھے فارطہ اس گروہ کو کہتے ہیں جو قوم سے آگے آگے جاتا ہے تاکہ وہ پانی وغیرہ کا انتظام کرے۔ یا مراد وہ جماعت ہے جو ظلم و ستم میں حد سے گذری ہوئی تھی جو بھی معنی ہو مراد یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ ہمارے پیچھے اور گرداگرد نیزے لئے ہوئے تھے۔ جب ہم میں سے کوئی گریہ کرتا تو وہ اس کے سر میں نیزہ چبھوتے تھے یہاں تک کہ ہم دمشق میں داخل ہوئے جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو ایک منادی نے ندا کی یَا اَهْلَ الشَّامِ هٰؤُلَاءِ سَبَایَا اَهْلِ الْبَیْتِ الْمَلْعُوْنِ (نعوذ باللہ) یہ اہل بیتؑ کے قیدی ہیں (جنہیں نبی امیہ برا کہتے تھے) تذکرہ و غیرہ سے منقول ہے کہ ان کفار کی عادت تھی۔ جو کہ سروں اور قیدیوں کے ساتھ تھے کہ وہ تمام منازل میں سر مقدس کو صندوق سے باہر نکالتے اور اسے نیزوں پر نصب کرتے اور کوچ کرتے وقت دوبارہ صندوق میں رکھ لیتے۔ اور اٹھاتے اور زیادہ تر منازل میں شراب پینے میں مشغول رہتے اور ان میں مخفر بن ثعلبہ زحر بن قیس شمر و خولی اور دیگر ملاعین داخل تھے۔ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا۔

مؤلفؒ کہتا ہے کہ ارباب مقاتل معروفہ معتبرہ نے منازل و مسافرت اہل بیتؑ کی ترتیب کوفہ سے شام تک،

مرتبا نقل نہیں کی صرف بعض منازل کے واقعات لکھے ہیں۔ البتہ علیحدہ علیحدہ واقعات کتب معتبرہ میں منضبط ہیں۔ البتہ وہ کتاب، جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اس میں منازل کے نام درج ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سرہائے شہداء اور اہلبیت کو حصاصہ کی مشرقی جانب سے لے چلے اور انہیں تکریت سے گزار کر پھر بری رستے سے لے جا کر انہیں اعمی سے اس سے دیر اعور سے اس کے بعد صلیتا سے اور اس کے بعد وادی نخلہ سے گذارا۔ پھر وادی نخلہ میں جنات کی عورتوں کی آواز تھی جو نوحہ کر رہی تھیں اور امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ وادی نخلہ کے بعد ارمینا کے راستہ پہ ہو گئے اور چلتے چلتے لبیا میں پہنچے اور اس کے لوگ شہر سے باہر نکل آئے اور انہوں نے گریہ وزاری کی اور امام حسینؑ ان کے والد گرامی اور جد نامدار صلوات اللہ علیہم پر صلوات بھیجی اور آپ کے قاتلین پر تبرا کیا۔ اور لشکر کو وہاں سے نکال دیا۔ پس کہیل سے عبور کر کے جہینہ اور جہینہ سے عامل موصل کو لکھا کہ ہمارا استقبال کرو کیونکہ سر حسینؑ ہمارے ساتھ ہے عامل موصل کے حکم سے شہر کو آراستہ کیا گیا اور وہ عامل بہت سے لوگوں کے ساتھ چھ میل تک ان کے استقبال کے لئے گیا بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا خبر ہے کہنے لگے کہ ایک خارجی کا سر یزید کے پاس لئے جا رہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا اے قوم یہ کسی خارجی کا سر نہیں بلکہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا تو چار ہزار افراد قبیلہ اوس و خزرج کے تیار ہوئے تاکہ لشکر کے ساتھ جنگ کریں اور سر مبارک لے کر دفن کر دیں۔ لشکر یزید نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ موصل میں داخل نہ ہوا اور تل اعفر سے عبور کیا پھر جبل سنجار میں گئے اور وہاں سے نصیبین میں وارد ہوئے وہاں سے عین الورد اور اس سے گذر کر دعوات کی طرف گئے اور اس میں داخل ہونے سے پہلے دعوات کے عامل کو خط لکھا کہ وہ ان کا استقبال کرے وہاں کے عامل نے ان کا استقبال کیا اور انہیں بڑی عزت کے ساتھ شہر میں لے گیا اور سر مبارک کو ظہر سے لے کر عصر تک رحبہ میں نصب کئے رکھا اور وہاں کے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ خوشی مناتا اور دوسرا گریہ وزاری کرتا تھا پس وہ رات لشکر یزید نے شراب نوشی میں گذار دی اور دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے اور قنسرین کی طرف گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں راستہ نہ دیا اور ان سے بیزاری اختیار کی اور انہیں لعن طعن کیا اور پتھروں کا نشانہ بنایا۔ لہذا وہاں سے چل کر معرۃ النعمان میں جا پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کی آؤ بھگت کی اور ان کے لئے کھانا پینا حاضر کیا ایک دن یہ وہاں رہے اور وہاں سے شیزر کی طرف گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں گھسنے نہ دیا۔ پس وہاں سے کفر طاب کی طرف گئے وہاں کے باسیوں نے بھی انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور لشکر یزید پہ پیاس کا غلبہ تھا جتنا خولی نے ان سے التماس کیا کہ ہمیں پانی دو۔ وہ کہنے لگے ہم تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے جس طرح تم نے حسینؑ اور ان کے اصحاب کو تشنہ لب شہید کیا ہے تو وہاں سے سیبور میں گئے وہاں سے ایک گروہ نے اہلبیت[۱۴] کی حمایت میں لشکر سے جنگ کی جناب ام کلثوم نے اس شہر کے لوگوں کے حق میں دعا کی کہ ان کا پانی خوشگوار اور اجناس کے نرخ ارزاں ہوں اور ظالموں کی دسترس سے محفوظ رہیں پھر وہاں سے حماۃ کی طرف گئے اور وہاں کے

لوگوں نے دروازے بند کر لئے اور انہیں آنے نہ دیا لہذا وہاں سے حمص کو گئے اور حمص سے بعلبک گئے اہل بعلبک خوشحال ہوئے اور انہوں نے دف و ساز بجائے جناب ام کلثوم نے ان پر سیبور کے برعکس بددعا و نفرین کی پھر وہاں سے صومعہ راہب سے عبور کیا اور وہاں سے شام کی طرف گئے۔

یہ مختصر واقعات تھے جو اس کتاب میں ہیں جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اس کتاب میں کامل بہائی روضۃ الاحباب اور روضۃ الشہداء وغیرہ میں بہت سے قضایا متعدد واقعات اور بہت سے کرامات اہلبیتؑ اور سر مقدس کے ان میں سے غالب منازل کے متعلق نقل ہوئے ہیں چونکہ تفصیل سے درج کرنا اس مختصر کتاب کے منافی ہے لہذا ہم یہاں چند واقعات پر قناعت کرتے ہیں۔ اگرچہ ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ آپ کے مناقب میں سے وہ ہیں جو ان مشاہد سے ظاہر ہوئے جنہیں مشہد الراس کہتے ہیں اور وہ کربلا سے لے کر عسقلان تک ان کے درمیان اور موصل نصیبین حماۃ حمص اور دمشق وغیرہ میں ہیں اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر منزل میں مشہد الراس تھا اور وہاں اس سر مقدس سے کرامت ظاہر ہوئی ہے بہر حال ان واقعات و کرامات میں سے وہ کرامت ہے جو فاضل کاشفی کی روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب لشکر یزید موصل کے پاس پہنچا اور وہاں اطلاع دی گئی تو اہل موصل راضی نہ ہوئے کہ سرہائے شہداء اور اہلبیتؑ شہر میں وارد ہوں۔ شہر سے ایک فرسخ دور ان کے لئے سامان خورد و نوش بھیجا گیا اور انہوں نے وہاں قیام کیا اور سر مقدس کو ایک پتھر پر رکھ دیا خون کا ایک قطرہ حلقوم مبارک سے اس پتھر پر گرا اس کے بعد ہر سال عاشوراء کے دن تازہ خون اس پتھر سے نکلتا تھا اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں جمع ہو کر عزاداری قائم کرتے تھے اور یہ کیفیت عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک رہی۔ یہاں تک کہ اس لعین نے حکم دیا تو اس پتھر کو اکھاڑ دیا گیا۔ لوگوں نے اس پتھر والی جگہ پر ایک گنبد بنایا اور اس کا نام مشہد النقطہ رکھا اور دوسرا حران کا واقعہ ہے جو کہ کئی ایک کتابوں میں ہے اور کتاب سابق میں بھی تحریر ہے کہ جب شہداء کے سروں کو قیدیوں سمیت شہر حران میں لے گئے لوگ دیکھنے کے لئے باہر آئے اس شہر کے ایک یہودی یحییٰ نامی نے دیکھا کہ سر مقدس کے لب حرکت کر رہے ہیں وہ قریب آیا تو اس نے سنا کہ آپ اس آیت کو تلاوت فرما رہے ہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس بازگشت کی طرف لوٹتے ہیں اسے اس بات سے تعجب ہوا۔ اس نے داستان پوچھی جب اسے بتایا گیا تو اس پر رقت و ترحم کی کیفیت طاری ہوئی اس نے اپنا عمامہ ٹکڑے کر کے خواتین علویات میں تقسیم کیا اور اس کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا ہزار دینار سمیت وہ سید سجادؑ کی خدمت میں ہدیہ کیا قیدیوں کے موکلین نے اسے روکا تو اس نے تلوار سونت لی اور ان میں سے پانچ افراد کو قتل کر کے اسلام قبول کرنے کے بعد شہید ہوا اور اس نے مذہب اسلام کی حقانیت کی تصدیق کی اس کی قبر حران کے دروازہ کے پاس ہے، اور یحییٰ شہید کی قبر مشہور ہے اس کے پاس دعا ہوتی ہے اور یحییٰ کے واقعہ کی طرح زریر کا واقعہ ہے جو عسقلان میں ہوا اس نے دیکھا کہ شہر آراستہ ہو گیا ہے جب اس نے حالات معلوم کئے اور مطلع ہوا تو وہ امام علیؑ بن الحسینؑ اور

خواتین عصمت کے لئے لباس لے کر آیا اور موکلین نے اسے زخمی کر دیا اور یہ بھی بعض کتب میں منقول ہے کہ جب شہر حماۃ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اہلبیتؑ کی حمایت کی جب جناب ام کلثوم کو ان کی حمایت کا علم ہوا تو فرمایا اس شہر کا کیا نام ہے بتایا گیا کہ حماۃ فرمایا خدا اس کی ہر ظالم کے شر سے حمایت کرے اور ایک واقعہ سقط جنین کا ہے جو حلب کے نزدیک ہوا۔ حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ جوشن حلب شہر کی مغربی طرف ایک پہاڑ ہے کہ جہاں سے سرخ تانبا نکلتا ہے اور وہاں اس کی کان ہے لیکن وہ کان اس وقت سے بیکار ہو چکی ہے۔ جب سے اہل بیت حسینؑ بن علیؑ علیہم السلام کو وہاں سے گذارا گیا کیونکہ ان کے درمیان امام حسینؑ کی ایک زوجہ حاملہ تھیں ان کا بچہ وہاں سقط ہو گیا۔ پس انہوں نے انہیں برا بھلا کہا اور کھانا پانی دینے سے انکار کر دیا۔ پس اس مخدرہ نے انہیں بددعا دی۔ اب تک جو شخص اس کان میں کام کرتا ہے اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اس پہاڑ کے قبلہ کی جانب اس سقط کا مشہد مشہد السقط اور مشہد الدکۃ کے نام سے مشہور ہے اور اس سقط شدہ بچے کا نام محسنؑ بن حسینؑ ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ میں اس مشہد کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں اور وہ حلب کے قریب ہے اور وہاں کے لوگ اسے محسنؑ سے تعبیر کرتے تھے بڑی اونچی عمارت ہے اور وہ مشہد بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔ لیکن اس وقت حلب کی جنگ کی وجہ سے وہ خراب پڑا ہوا ہے۔ اور صاحب نسمۃ السحر نے ابن طی سے نقل کیا ہے کہ اس نے تاریخ حلب میں کہا ہے کہ سیف الدولہ نے حلب سے باہر والے مشہد کی تعمیر کرائی چونکہ اس نے حلب میں اپنے مناظر سے ایک رات دیکھا کہ اس جگہ سے نور ساطع ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ سوار ہوا اور وہاں جا کر حکم دیا کہ اس جگہ کو کھودا جائے تو وہاں سے ایک پتھر ملا جس پر لکھا تھا کہ یہ محسنؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابی طالب ہے پس اس نے علویین و سادات کو جمع کیا اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان میں سے بعض نے بتایا کہ جب اہلبیتؑ کو قید کر کے یزید کے زمانہ میں حلب سے گذارا گیا تو امام حسینؑ کی ایک زوجہ نے یہاں بچہ سقط کر دیا پس سیف الدولہ نے اسے تعمیر کرایا۔ فقیر کہتا ہے کہ اس مقام شریف میں شیعہ حضرات کی قبور ہیں۔ ابن شہر آشوب ابن منیر اور سید عالم فاضل ثقہ جلیل ابو المکارم ابن زہرہ کا مقبرہ وہیں ہے بلکہ بنی زہرہ جو حلب میں ایک شریف خاندان تھا ان کی تربت وہاں مشہور ہے۔ ایک وہ واقعہ ہے جو دیر راہب میں واقع ہوا اکثر مؤرخین شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر نے دیر راہب کے قریب قیام کیا سر امام حسینؑ کو صندوق میں رکھا اور قطب راوندی کی روایت کے مطابق اسے نیزہ پر نصب کیا اور اس کے گرداگرد بیٹھ کر اس کی نگرانی کرنے لگے رات کا کچھ حصہ انہوں نے شراب خوری میں گذارا اور خوشی مناتے رہے پھر دستر خوان بچھا کر کھانا کھانے لگے تو اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ دیر کی دیوار سے نکلا۔ اور اس نے لوہے کے قلم سے یہ شعر دیر کی دیوار پر خون سے لکھا۔

أترجو أمة قتلت حسيناً شفاعة جده يوم الحساب؟

کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو قتل کیا ہے قیامت کے دن اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے وہ لوگ بہت ڈرے ان میں سے بعض اٹھے تاکہ اس ہاتھ اور قلم کو پکڑلیں تو وہ غائب ہو گیا۔ جب واپس آکر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ تو دوبارہ وہ ہاتھ قلم سمیت ظاہر ہوا اور اس نے یہ شعر لکھا۔

فَلَا وَاللّٰہِ لَیْسَ لَھُمْ شَفِیْعٌ وَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی الْعَذَابِ

نہیں خدا کی قسم ان کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں اور وہ قیامت کے دن عذاب میں ہوں گے۔ دوبارہ انہوں نے چاہا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں پھر وہ گم ہو گیا جب وہ اپنے کام میں پھر مشغول ہوئے تو وہ ہاتھ باہر آیا اور اس نے یہ شعر لکھا۔

وَقَدْ قَتَلُوا الْحُسَیْنَ بِحُکْمِ جَوْرٍ وَخَالَفَ حُکْمُھُمْ حُکْمَ الْکِتَابِ

انہوں نے ظلم کے حکم سے حسینؑ کو قتل کیا اور ان کا یہ حکم کتاب خدا کے حکم کے مخالف ہے وہ کھانا حضرت کے سر کے نگہبانوں کے لئے ناخوشگوار رہا اور وہ خوف و بیم میں سو گئے آدھی رات کے وقت راہب کے کان میں آواز گونجی جب اس نے کان لگا کر سنا تو ذکر تسبیح و تقدیس الٰہی اسے سنائی دیا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا سر دیر کے دریچے سے باہر نکالا تو اس نے دیکھا کہ جو صندوق دیر کے پاس رکھا ہوا ہے اس سے بہت زیادہ نور آسمان کی طرف ساطع ہے اور فرشتے فوج در فوج آسمان سے نیچے اتر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْکَ راہب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور اسے جزع شدید اور فزع ہولناک عارض ہوا۔ وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ تاریکی شب زائل ہوئی۔ اور سفیدی صبح نمودار ہوئی پس وہ اپنے گرجے سے باہر نکلا اور لشکر کے درمیان آیا اور پوچھا کہ رئیس لشکر کون ہے لوگوں نے بتایا کہ خولی اصبحی علیہ اللعنۃ وہ خولی کے پاس آیا اور کہنے لگا اس صندوق میں کیا ہے۔ اس نے کہا ایک خارجی کا سر ہے جس نے عراق کے علاقہ میں خروج کیا تھا اور عبیداللہ بن زیاد نے اسے قتل کر دیا اس نے کہا کہ اس کا نام کیا ہے خولی نے کہا حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب اس نے پوچھا اس کی ماں کا کیا نام تھا تو انہوں نے کہا فاطمہ زہراؑ دختر محمد مصطفیٰؐ راہب نے کہا تمہارے لئے اس کام کی وجہ سے ہلاکت ہو۔ جو تم نے کیا ہے۔ بے شک ہمارے احبار و علماء نے سچ کہا تھا۔ وہ کہتے تھے جب یہ شخص قتل ہو گا تو آسمان سے خون برسے گا اور یہ چیز پیغمبر یا وصی پیغمبر کے بغیر نہیں ہوتی اب میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ ایک گھنٹے کے لئے مجھے یہ سر دے دو پھر واپس لے لینا وہ کہنے لگا ہم اس سر کو باہر نہیں نکالیں گے مگر یزید بن معاویہ کے پاس آکر اس سے انعام حاصل کریں۔ راہب نے کہا تیرا انعام کتنا ہے وہ کہنے لگا دس ہزار درہم کی تھیلی وہ راہب کہنے لگا یہ تو میں بھی دے سکتا ہوں خولی نے کہا لے آؤ راہب تھیلی لے آیا کہ جس میں دس ہزار درہم تھے۔ پس خولی ملعون نے وہ مبلغات وصول کیے اور ان کی صرافی کرنے کے بعد انہیں دو تھیلیوں میں رکھ کر دونوں کو

سر بمہر کیا اور اپنے خزانچی کے سپرد کردیں۔ اور وہ سر مطہر ایک گھنٹے کے لئے اس راہب کے سپرد کردیا۔

پس راہب وہ سر مبارک اپنے گرجے کے اندر لے گیا اور اسے گلاب کے ساتھ دھویا اور مشک و کافور سے معطر کیا اور اپنے سجادے پر رکھ دیا اور نالہ و گریہ کرنے لگا اور سرِ انور سے عرض کیا خدا کی قسم اے ابا عبداللہؑ میرے لئے گراں ہے کہ میں کربلا میں موجود نہیں تھا تاکہ اپنی جان آپ پر قربان کرتا۔ اے ابا عبداللہؑ جب اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کریں تو گواہی دینا کہ میں نے کلمہ شہادت پڑھا ہے اور آپ کے سامنے اسلام لایا ہوں پھر اس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ پس راہب نے سرِ مقدس واپس کردیا اور اس واقعہ کے بعد گرجا سے نکلا اور پہاڑوں میں رہنے لگا اور عبادت میں زندگی گذار کر اس نے وفات پائی۔ پس لشکر نے کوچ کیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے تو اس خوف سے کہ کہیں یزید ان سے وہ درہم چھین نہ لے لہٰذا اکٹھے ہوئے تاکہ انہیں آپس میں تقسیم کریں۔ خولی نے کہا کہ وہ دونوں تھیلیاں لائی جائیں جب ان کی مہریں توڑ کر دیکھیں تو وہ درہم کوئلے ہو چکے تھے اور ہر ایک طرف لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور دوسری طرف وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ لکھا ہوا تھا خولی کہنے لگا اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور خود کہنے لگا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ یعنی دنیا و آخرت میں خسارہ کیا اور کہا کہ وہ کوئلے بردی نہر میں ڈال دیئے جائیں جو کہ دمشق کی ایک نہر تھی۔

ساتویں فصل

اہل بیت رسولِ خدا کا سروں کے ساتھ شام میں داخل ہونا

شیخ کفعمی شیخ بہائی اور دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ ماہِ صفر کی پہلی تاریخ کو سر مقدس امام حسینؑ دمشق لے آئے اور وہ بنی امیہ کی عید کا دن تھا کہ جس میں اہل ایمان کے حزن و ملال تازہ ہوئے میں نے کہا ہے اور یہ حق ہے کہ کہا جائے۔

كَانَتْ مَاتِمُ بِالْعِرَاقِ تَعُدُّهَا أُمَوِيَّةٌ بِالشَّامِ مِنْ أَعْيَادِهَا

عراق میں تو ماتم برپا تھا اور شام میں بنی امیہ اسے اپنی عید سمجھتے تھے۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ اہلبیت رسالتؑ کو سر مطہر سید الشہداؑ کے ساتھ کوفہ سے لے کر شام تک پھرایا گیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے تو جناب ام کلثوم شمر کے پاس گئیں اور اس سے فرمایا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے۔ وہ لعین کہنے لگا کہ تمہاری کیا حاجت ہے فرمایا یہ شام کا شہر ہے جب ہمیں شہر میں داخل کرو تو ایسے دروازے سے لے جانا جہاں دیکھنے والے تماشائی کم مقدار میں ہوں تاکہ ہم پر کم نظریں پڑیں اور شہداء کے سر محملوں کے درمیان سے نکال کر آگے کر دیئے جائیں تاکہ لوگ ان کی طرف دیکھیں اور ہماری طرف ان کی نگاہیں تھوڑی پڑیں کیونکہ ہم لوگوں کے زیادہ دیکھنے کی وجہ سے رسوا ہو گئے ہیں۔ شمر لعین چونکہ ہر شقاوت کا مجموعہ تھا جب اس نے بی بی کی یہ خواہش معلوم کر لی۔ تو ان کی مراد کے خلاف اس نے کمر باندھ لی اس نے حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو نیزوں پر سوار کر کے محملوں اور بیبیوں کے اونٹوں کے درمیان رکھا جائے اور انہیں اسی دروازہ ساعت سے لائے جہاں رعیت و رعایا جمع تھے تاکہ دیکھنے والے زیادہ ہوں اور ان کی طرف زیادہ نگاہیں اٹھیں۔

علامہ مجلسی جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ بعض کتب معتبرہ میں روایت ہوئی ہے کہ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں شام گیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت آباد شہر ہے جس میں اشجار و انہار زیادہ ہیں، اونچے محل اور بے شمار مکانات ہیں۔ میں نے دیکھا کہ بازاروں کی آئینہ بندی ہو چکی ہے اور پردے لٹکے ہوئے ہیں اور لوگوں نے بہت زینت کی ہوئی ہے اور دف و نقارہ اور قسم و قسم کے ساز بج رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کیا آج کوئی ان کی عید کا دن ہے میں نے کچھ لوگوں سے پوچھا کہ کیا شام میں کوئی عید کا دن ہے جو ہمارے ہاں مشہور نہ ہو۔ وہ کہنے لگے اے شیخ کیا تو اس شہر میں مسافر ہے۔ میں نے کہا کہ میں سہل بن سعد ہوں میں رسولِ خدا کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں وہ کہنے لگے اے سعد ہمیں تو تعجب ہے آسمان سے خون کیوں نہیں برستا اور زمین کیوں نہیں الٹ جاتی۔ میں نے کہا۔ کیوں وہ کہنے لگے کہ یہ خوشی اس لئے ہے کہ سر مبارک حسینؑ بن علیؑ عراق سے یزید کے پاس ہدیہ کے طور پر لا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ سر امام حسینؑ لا رہے ہیں اور اس سے لوگ خوشی منا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کس دروازے سے داخل کریں گے

انہوں نے بتایا کہ دروازہ ساعت سے میں اس دروازے کی طرف فوراً گیا جب دروازے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ کفر وضلالت کے جھنڈے یکے بعد دیگرے لا رہے ہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے اور اس نیزہ پر ایک سر نصب ہے۔ جو سب سے زیادہ رسولِ خدا سے شباہت رکھتا ہے پھر میں نے بہت سی عورتیں اور بچے دیکھے جو ننگے اونٹوں کی پشت پر سوار تھے۔ پس میں ان میں سے ایک کے پاس گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہا میں سکینہ بنت الحسینؑ ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے نانا کا صحابی ہوں۔ اگر کوئی خدمت ہو تو مجھے بتائیے۔ جناب سکینہ نے فرمایا کہ اس بدبخت سے کہو کہ جس کے پاس میرے پدر بزرگوار کا سر ہے کہ وہ اسے ہمارے درمیان سے نکال کر آگے لے جائے تاکہ لوگ اس کے دیکھنے میں مشغول ہوں۔ اور ہم سے نگاہیں ہٹالیں اور حرم رسولِ خدا کی اتنی بے حرمتی نہ کریں سہل کہتے ہیں کہ میں اس ملعون کے پاس گیا کہ جس کے پاس سر سرورؑ تھا اور میں نے کہا آیا ممکن ہے کہ میری حاجت پوری کرو اور چار سو سرخ دینار مجھ سے لے لو وہ کہنے لگا تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ یہ سر مبارک ان کے درمیان سے نکال لے جاؤ اور ان کے آگے لے چلو۔ اس نے وہ زر و مال مجھ سے لے لیا اور میری یہ حاجت پوری کی۔ ابن شہر آشوب کی روایت کی بناء پر جب اس زر کو وہ صرف کرنے لگے تو وہ سب پتھر سیاہ ہو چکا تھا اور ہر ایک کے ایک طرف وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور دوسری طرف وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ لکھا تھا اور قطب راوندی نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے دمشق میں دیکھا کہ سر مبارک امام حسینؑ کو نیزہ پر نصب کئے ہوئے تھے۔ اور آپ کے آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ اس آیت تک پہنچا کہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ تو قدرت خدا سر مقدس امام حسینؑ نے گفتگو کی اور زبان فصیح میں کہا کہ میرا معاملہ اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب ہے اور یہ اشارہ ہے حضرت کے اپنے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے رجعت کرنے کے متعلق ان کافروں نے اہل حرم و اولاد سید انبیاءؐ کو مسجد جامع دمشق کی اس جگہ کھڑا کر دیا جہاں قیدیوں کو کھڑا کرتے تھے پس اہل شام میں سے ایک بوڑھا آدمی ان کے قریب آیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں قتل کیا اور شہروں کو تمہارے مردوں سے راحت و آرام دیا اور یزید کو تم پر تسلط اور غلبہ دیا جب وہ اپنی بات کو پورا کر چکا تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے شیخ تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ ہاں فرمایا یہ آیت پڑھی ہے قُلْ لَّآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اس نے کہا کہ ہاں فرمایا وہ ہم ہیں کہ جن کی مودت کو خدا نے رسالت کی مزدوری اور اجر قرار دیا ہے پھر فرمایا کیا یہ آیت پڑھی ہے کہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ کہنے لگا ہاں فرمایا وہ ہمارا حق ہمیں عطا فرمائیں کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کہنے لگا کہ ہاں فرمایا وہ ذَوِي الْقُرْبٰى ہم ہیں جو آنحضرت کے اقرب قربا ہیں۔ کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا کہنے لگا

ہاں فرمایا وہ ہم اہل بیت رسالتؐ ہیں کہ جن کی طہارت کی گواہی خدا نے دی ہے وہ بوڑھا مرد رونے لگا اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا اور اس نے اپنے سر سے عمامہ پھینک دیا اور کہا خدایا میں تیری بارگاہ میں آل محمد کے جن و انس میں سے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہوں۔ پھر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں توبہ کر لوں تو میری توبہ قابل قبول ہے۔ فرمایا اس شخص نے توبہ کی جب اس کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے اسے قتل کرا دیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جب سید الشہداؑ کی اولاد بہنوں اور عزیزوں کو یزید کے پاس لے گئے تو انہیں ایسے اونٹوں پر سوار کیا گیا تھا کہ جن پر عماری اور محمل نہیں تھے اہل شام میں سے ایک شقی کہنے لگا ہم نے ان سے زیادہ خوبصورت قیدی نہیں دیکھے تھے تو جناب سکینہ نے فرمایا اے اشقیاء ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انتھی

شیخ جلیل و عالم خبیر حسن بن علی طبری جو علامہ و محقق کے ہم عصر تھے کتاب کامل بہائی میں جو چھ سو ساٹھ سال سے بھی پہلے کی تصنیف ہے۔ اہل بیت امام حسینؑ کے شام میں وارد ہونے کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اہلبیت کو کوفہ سے لے کر شام تک ہر بستی میں لے گئے یہاں تک کہ شام سے چار فرسخ دور رہ گئے۔ ہر بستی سے لے کر شہر تک کے لوگ ان پر چیزیں پھینکتے تھے اور دمشق میں شہر کے دروازے پر انہیں تین دن تک روکے رکھا تاکہ شہر کو آراستہ کیا جائے اس کی اس طرح آئینہ بندی کی گئی کہ آج تک کسی نے ایسی آرائش نہیں دیکھی تھی۔ پانچ لاکھ کے قریب مرد عورتیں دفوں کے ساتھ اور ان کے امیر و رئیس طبل و کوس بوق و دہل کے ساتھ باہر نکلے اور کئی ہزار مرد اور عورتیں رقص کرتے دف و چنگ و رباب بجاتے ان کے استقبال کے لئے آئے تمام علاقہ کے لوگ اپنے ہاتھ اور پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے اور آنکھوں میں سُرمے لگائے ہوئے سولہ ربیع الاول بدھ کے دن شہر میں گئے لوگوں کی کثرت سے ایسے معلوم ہوتا گویا قیامت برپا ہے جب آفتاب نکلا تو ان ملاعین نے شہر کا رُخ کیا قیدی لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے زوال کے وقت یزید کے گھر کے دروازے تک پہنچے۔ یزید نے تخت مرصع بچھایا ہوا تھا گھر اور ایوان آراستہ تھا۔ سونے اور چاندی کی کرسیاں دائیں بائیں رکھی تھیں، حاجب باہر آئے اور اکابر ملاعین کو جو سروں کے ساتھ آئے تھے یزید کے پاس لے گئے اور اس نے ان سے حالات پوچھے تو وہ کہنے لگے دولت امیر سے ہم نے ابو تراب کے خاندانؑ سے بدلہ لیا ہے اور سب حالات بیان کئے اور اولاد رسولؐ کے سر وہاں رکھے گئے اور یہ چھیاسٹھ دن جن میں یہ حضرات ان کفار کے ہاتھوں میں گرفتار تھے کوئی ان پر سلام نہیں کر سکا اور سہل بن سعد ساعدی سے بھی نقل کیا ہے کہ میں نے حج کیا اور پھر بیت المقدس کی زیارت کے لئے گیا۔ جب دمشق میں پہنچا تو میں نے ایک ایسا شہر دیکھا جو فرح و شادمانی سے پر تھا اور کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ایک مسجد میں چھپ کر نوحہ و زاری کر رہے ہیں اور تعزیت میں تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ کون ہو وہ کہنے لگے ہم اہل بیتؑ کے محب و موالی ہیں اور آج امام حسینؑ کے سر اور اہل بیتؑ کو شہر میں لے آئیں گے۔ سہل کہتا ہے کہ

میں صحرا کی طرف گیا تو لوگوں کی کثرت گھوڑوں کی ہنہناہٹ بوق وطبق کوس و دفوف سے محشر برپا تھا میں نے دیکھا کہ سواد اعظم دیار شام آپہنچا۔ میں نے دیکھا کہ سروں کو نیزوں پر اٹھائے ہوئے لا رہے ہیں۔ سب سے پہلے جناب عباسؑ کے سر کو لائے اور سروں کے پیچھے اہل حرم حسینؑ تھے اور امام حسینؑ کے سر کو دیکھا کہ جس سے شکوہ تمام اور نور عظیم پھوٹ رہا تھا۔ ریش مبارک مدوّر تھی۔ جس میں سفید بال سیاہ بالوں سے ملے ہوئے تھے اور وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا اور آپ کی آنکھوں میں سیاہی زیادہ تھی۔ اور آپ کے ابرو متصل تھے اور کشیدہ ناک اور تبسم کناں آسمان کی طرف نگاہ تھی اور آپ کی آنکھیں اوپر کی طرف کھلی ہوئی تھیں اور ہوا آپ کی ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امیرالمؤمنین علیؑ ہیں۔ عمرو بن منذر ہمدانی کہتا ہے کہ میں نے جناب ام کلثوم کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔ پرانی چادر ان کے سر پر تھی اور اپنے چہرے پر رُوبند باندھے ہوئے تھیں۔ میں قریب گیا۔ امام زین العابدینؑ اور مخدرات عصمتؑ کو سلام کیا تو مجھ سے فرمایا کہ اے مومن اگر ہو سکے تو اس شخص کو کوئی چیز دو کہ جس کے پاس سر حسینؑ ہے تاکہ وہ اسے آگے لے جائے کیونکہ دیکھنے والوں کی وجہ سے ہم مشقت و زحمت میں مبتلا ہیں میں نے اس لعین کو سو درہم دیئے تاکہ وہ سر حسینؑ کو آگے لے جائے اور مستورات سے دور رہے۔ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا۔ انتہی۔

آٹھویں فصل

اہل بیت علیہم السلام کا یزید بن معاویہ علیہما اللعنۃ کے دربار میں ورود

یزید ملعون جب شام میں اہل بیتؑ کے ورود سے آگاہ ہوا تو اس نے اپنا دربار سجایا اور ہر قسم کی زینت سے مزین ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا اور ملاعین اہل شام کو جمع کیا اور ادھر اہل بیت رسولؐ کو سرہائے شہداء کے ساتھ دارالامارہ کے دروازے پر حاضر کیا اور اجازت لینے کے لئے روک دیا۔ سب سے پہلے زحر ابن قیس جو سر امام مظلومؑ کے اٹھانے پر مامور تھا اجازت لے کر دربار یزید پلید میں حاضر ہوا یزید نے اس سے پوچھا وائے ہو تجھ پر کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا اے امیر المومنین تجھے بشارت ہو کہ خدا نے تجھے فتح و نصرت دی ہے۔ حسینؑ بن علیؑ اپنے اٹھارہ افراد اور ساٹھ شیعوں کے ساتھ ہم پر وارد ہوا ہم نے اس کے سامنے یہ چیز پیش کی کہ وہ صلح و صلاح کا دامن نہ چھوڑے اور عبیداللہ بن زیاد کے حکم کے زیر فرمان ہو جائے ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ انہوں نے عبیداللہ کی اطاعت قبول نہ کی اور قتال و جنگ کو ترجیح دی پس صبح کے وقت سورج نکلتے ہی ہم ان کے مقابلہ میں نکلے اور ہر ناحیہ و سمت سے ہم نے ان کا احاطہ کیا اور گھیر لیا ہم نے ان پر سخت حملہ کیا اور تیر تلواروں سے ان پر جا پڑے اور ان کے سر ہم نے تلواروں کی جگہیں قرار دیئے۔ اس جماعت کو ہول و خوف نے پراگندہ کر دیا۔ پس وہ ہر پستی و بلندی میں پناہ لے رہے تھے۔ جس طرح کبوتر باز سے ڈرتا ہے۔ پس خدا کی قسم اے امیر المومنین تھوڑے سے وقت میں کہ جتنی دیر میں ناقہ کو نحر کرتے ہیں یا سونے والے کی آنکھ سونے سے آگاہ ہوتی ہے ان سب کو ہم نے تہ تیغ کر دیا اور ان سب کو اول سے لے کر آخر تک مقتول و مذبوح کیا۔ اب ان کے لاشے بیابان میں عریاں پڑے ہیں ان کے بدن خون آلود اور چہرے خاک پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور سورج کی دھوپ ان پر پڑ رہی ہے اور ہوا خاک و غبار ان پر ڈال رہی ہے اور ان ابدان کی ایک دور دراز بیابان میں عقاب اور فضا کے پرندے زیارت کرتے ہیں۔ جب اس ملعون نے گفتگو ختم کی تو یزید نے تھوڑی دیر سر نیچے کی طرف جھکائے رکھا اور خاموش رہا پھر سر اٹھا کر کہنے لگا اگر تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں تم پر زیادہ خوش ہوتا اور اگر میں حاضر ہوتا تو حسینؑ کو معاف کر دیتا اور انہیں ہلاکت و فنا کے پیش نہ کرتا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب اس نے یزید کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا تو وہ ملعون بہت وحشت زدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ابن زیاد نے

میری عداوت کا بیج لوگوں کے دلوں میں بویا ہے۔ اور اس نے زحر کو کوئی انعام نہ دیا اور اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور یہ سید الشہداء کا معجزہ تھا۔ کیونکہ حضرت نے راستہ میں زہیر بن قین سے فرمایا تھا کہ زحر بن قیس میرا سر انعام لینے کے لئے یزید کے پاس اٹھا کر عطاو بخشش کی امید سے لے جائے گا۔ لیکن اسے کچھ نہیں ملے گا۔ جیسا کہ محمد بن جریر طبری نے نقل کیا ہے۔ پھر محفز بن ثعلبہ جو اہل بیتؑ پر متعین تھا۔ وہ دارالامارہ کے دروازے سے داخل ہوا اور کہنے لگا کہ یہ محفز بن ثعلبہ ہے جو امیرالمومنین یزید کے پاس (معاذ اللہ) لئام فجرہ کو لے کر آیا ہے حضرت سید سجادؑ نے فرمایا محفز کی ماں نے جو جنا ہے وہ زیادہ شریر اور کمینہ ہے۔ اور شیخ ابن نما کی روایت کی بنا پر یزیدؔ نے محفز سے یہ فقرہ کہا اور شاید یہی اولیٰ ہو کیونکہ زین العابدینؑ ان کفار کے ساتھ جو راہ عناد رکھتے تھے بہت کم بات کرتے تھے۔ [1]

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ سید سجادؑ نے شام کے راستہ میں ان کافروں میں سے کسی سے کبھی کوئی بات نہیں کی اور یزید کا یہ فقرہ کہنا شاید اس لحاظ سے ہو تا کہ لوگوں کو یہ باور کرائے اور سمجھائے کہ میں نے قتل حسینؑ کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں اس پر راضی تھا کئی ایک مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت اہل بیتؑ کے ورود کی خبر یزید کو دی گئی ہے تو وہ قصر جیرونؔ میں اس کے نظارے کی جگہ میں تھا۔ جب اس کی نظر سرہائے مبارک پر پڑی تو اس نے طرب و نشاط میں یہ دو اشعار پڑھے ؎

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُوْلُ وَاَشْرَقَتْ — تِلْكَ الشُّمُوْسُ عَلٰى رُبٰى جَيْرُوْنِ
نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صِحْ اَوْلَا تَصِحْ — فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ الْغَرِيْمِ دُيُوْنِيْ

جب یہ اونٹ اور آفتاب جیسے چہرے جیرون کے ٹیلوں پر ظاہر ہوئے تو کوا بولنے لگا میں نے اس سے کہا کہ تم چیخو یا نہ چیخو میں نے تو اپنے غریم سے قرضے چکالئے ہیں اس لعین کی مراد کفر و زندقہ کا اظہار تھا اور رسولِ خدا سے بدلہ لینا تھا یعنی رسولِ خدا نے میرے آباؤ اجداد اور قبیلہ کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ میں نے ان کے خون کا بدلہ آپ کی اولاد سے لے لیا ہے جیسا کہ صراحت کے ساتھ اس مطلب کفر آمیز کو ان اشعار میں جو ابن زبعری کے اشعار میں تضمین کئے تھے جب اہل بیتؑ اس کے دربار میں آئے بیان کرتا ہے۔

قَدْ قَتَلْنَا الْقَرْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ — وَعَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

---

[1] (مترجم عرض کرتا ہے کہ اس فصل میں یہ بات جو لکھی گئی ہے کہ یزید نے کہا میں حسینؑ کے قتل کرنے کے بغیر بھی راضی ہو جاتا اور اگر میں خود موجود ہوتا تو حسینؑ کو معاف کر دیتا یہ بعد کے واقعات اور دیگر حقائق تاریخیہ کے منافی ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب حالات بہت ناساز گار ہو گئے ہوں۔ تو اس نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کبھی یہ جملہ کہا ہو ورنہ یہ حرام زادہ جس نے پہلے خط میں یہ لکھا تھا کہ اگر میری بیعت نہ کریں تو سر قلم کر لو۔ وہ دل سے کیسے یہ فقرہ کہے گا حالانکہ یہ شجرہ خبیثہ کا خبیث ترین پھل ہے)

ہم نے ان کے سرداروں کو قتل کیا ہے اور قتل بدر کے ساتھ اس کا موازنہ کیا ہے تو وہ برابر بیٹھا ہے۔ بہر حال جب سرہائے مقدسہ کو اس دربار شوم میں داخل کیا گیا تو امام حسینؑ کا سر مبارک سونے کے ایک طشت میں رکھ کر یزید کے پاس رکھا گیا اور یزید جو ہر وقت شراب پیتا تھا اس وقت بھی شراب میں مخمور تھا اور وہ اپنے دشمن کے سر کو دیکھ کر بہت شادو فرح ناک ہوا۔ اور اس نے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ:۔ اے وہ کہ جس کا حسن اس کے ہاتھوں سے چمکتا ہے جو چاندی کے طشت میں چمک رہا ہے۔ گویا وہ گلاب کے وہ پھولوں میں گھرا ہوا ہے۔ ہماری تلوار کی ضرب کیسی تھی۔ اے حسینؑ میں نے اپنے دل کے کینے کو خون حسینؑ سے شفا بخشی ہے کاش وہ ہوتے جو جنگ حنین میں موجود تھے وہ میری حسینؑ کے ساتھ کارکردگی کو دیکھتے

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت کا سر مطہر باقی سروں کے ساتھ اس کے پاس رکھا گیا تو یزید ملعون نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) ہم ایسے لوگوں کے سروں کو پھاڑتے ہیں جو ہمیں عزیز تھے اور وہ زیادہ نافرمان اور ظالم تھے۔ یحیٰی بن حکم مروان کا بھائی یزید کے ساتھ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس نے یہ دو اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) وہ جسم جو مقام طف کے قریب پڑا ہے۔ وہ زیادہ قرابت قریبہ رکھتا تھا۔ زیاد غلام کے بیٹے سے کہ جس کا نسب جھوٹا ہے سمیہ کی نسل تو کنکریوں کے برابر ہے اور رسولؐ کی بیٹی کی نسل نہیں رہی یزید نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ خاموش رہو۔ یعنی اس محفل میں آل زیاد کی شناعت و قباحت کو بیان کرتا ہے اور آلِ محمدؐ کی قلت و کمی پر اظہار افسوس کرتا ہے معصوم سے روایت ہوئی ہے جب امام حسینؑ کا سر مطہر دربار یزید میں لے آئے تو اس نے مجلس شراب آراستہ کی اور اپنے ندیموں کے ساتھ شراب زہر مار کرنے لگا اور شطرنج کھیلتا اور اپنے ساتھیوں کو پلاتا اور کہتا کہ شراب پیو کیونکہ یہ شراب بڑی مبارک ہے اس لئے کہ ہمارے دشمن کا سر ہمارے پاس رکھا ہے اور ہم خرم و دلشاد ہیں امام حسینؑ آپ کے پدر بزرگوار اور جد نامدار کو برا بھلا کہتا تھا اور جب قمار بازی میں اپنے حریف پر غالب آتا تو تین پیالے شراب کے زہر مار کرتا۔ شراب کے بچے ہوئے شوم قطرے اس طشت کے پہلو میں پھینکتا کہ جس میں اس سرورؑ کا سر مقدس رکھا ہوا تھا پس جو شخص ہمارے شیعوں میں سے ہے اسے شراب پینے اور قمار بازی سے اجتناب کرنا چاہیئے اور جو شخص شراب یا شطرنج کو دیکھ کر امام حسینؑ پر صلوات بھیجے اور یزید و آل زیاد لعنہم اللہ پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے چاہے وہ ستاروں جتنے کیوں نہ ہوں۔ اور کامل بہائی میں حاویہ سے نقل کیا ہے کہ یزید نے شراب پی اور امام حسینؑ کے سر اقدس پر پھینکی تو یزید کی بیوی نے پانی اور گلاب لے کر امام حسینؑ کے سر کو پاک کر کے دھویا۔ اس رات عالم خواب میں جناب فاطمہ علیہا السلام کو دیکھا کہ وہ اس کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب مبارک سروں کو یزید کے پاس لے آئے تو اسی وقت اہل بیت کو بھی لے آئے۔ جب کہ انہیں ایک ہی رسی میں باندھا ہوا تھا اور حضرت علی ابن حسینؑ طوق میں تھے جب یزید نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگا خدا قبیح و زشت قرار دے۔ پسر مرجانہ کو اگر تمہارے اور اس کے درمیان

قرابت اور رشتہ داری ہوتی تو تمہارا خیال رکھتا اور اس طرح کی بد رفتاری تم سے نہ کرتا اور تمہیں اس حالت و ہیئت میں میرے پاس روانہ نہ کرتا اور ابن نمانے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ بارہ افراد ایسے تھے جو زنجیر و طوق میں جکڑے ہوئے تھے۔

جب یزید کے پاس کھڑے کئے گئے تو سید سجادؑ نے یزید کی طرف دیکھ کر فرمایا مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں کوئی بات کروں کہنے لگا کہو لیکن فضول بات نہ کرنا (ہذیان) حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی حالت میں ہوں کہ جس میں مجھ جیسے شخص سے ہذیان و بیہودہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس وقت آپ نے فرمایا اے یزید میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تیرا رسولؐ خدا کے متعلق کیا خیال ہے اگر آنجناب ہمیں اس حال میں دیکھیں۔ پس جناب فاطمہ دختر سید الشہداءؑ نے یزید سے فرمایا اے یزید کیا رسولؐ کی بیٹیوں کو بھی کوئی قید کرتا ہے۔ اہل دربار اور یزید کے گھر والے ان کلمات کو سن کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی پس یزید نے حکم دیا اور رسیاں کاٹ دی گئیں اور طوق اتار لئے گئے۔

شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سید الشہداءؑ کے سر مبارک کو علیؑ بن الحسینؑ اور اسیران اہل بیتؑ کے ساتھ یزید کے پاس لے گئے تو علیؑ بن الحسینؑ کے گلے میں طوق تھا۔ یزید ان سے کہنے لگا اے علیؑ بن الحسینؑ حمد ہے اس خدا کی جس نے تیرے باپ کو قتل کیا آپ نے فرمایا خدا کی لعنت ہو اس پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا۔ یزید نے جب یہ فقرہ سنا تو سیخ پا ہو گیا اور آنجناب کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا جب مجھے قتل کر دو گے تو رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو ان کے گھروں کی طرف واپس کون لے جائے گا۔ جب کہ میرے علاوہ ان کا کوئی محرم نہیں ہے۔ یزید کہنے لگا تم ہی انہیں ان کے گھروں میں واپس لے جاؤ گے۔ پس یزید نے سوہان منگوایا اور اس سے آپ کے گلے سے طوق اتارنے لگا اس کے بعد کہنے لگا اے علیؑ بن الحسینؑ تمہیں معلوم ہے کہ میرا اس سے کیا مقصد تھا۔ فرمایا ہاں تو نے چاہا کسی شخص کا مجھ پر احسان اور منت نہ ہو۔ یزید کہنے لگا یہی مقصد تھا خدا کی قسم پھر یزید نے یہ آیت پڑھی۔ مَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ۔ جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مصیبتیں لوگوں پر وارد ہوتی ہیں ان کے اپنے کرتوت کی بناء پر ہوتی ہیں۔ اور بہت سے گناہوں سے تو خدا درگذر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے گمان کیا ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ہمارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے مَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا فِيۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِيۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا۔ الخ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مصیبت زمین میں تمہارے نفسوں پر وارد نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ اس کی خلقت سے پہلے کا لکھا ہوا ہے تاکہ تم افسوس نہ کرو اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے گئی ہے اور اس چیز پر خوشی نہ کرو جو تمہیں مل گئی ہے پھر فرمایا کہ وہ لوگ ہم ہیں۔ بہر حال یزید نے حکم دیا تو وہ سر مبارک طشت میں رکھ کر اس کے سامنے رکھ دیا گیا اور اہل بیت علیہم السلام کو اس کے پیچھے کھڑا کیا گیا تاکہ سر حسینؑ کو دیکھ سکیں سید سجادؑ کی نگاہ جب اس سر مبارک پر پڑی تو اس کے بعد آپ نے کبھی بھی بکرے کے سر کا گوشت نہیں کھایا اور جناب زینبؑ کی نگاہ اس منظر پر پڑی تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ہاتھ

بڑھا کر اپنا گریبان چاک کر دیا اور صدائے محزون سے جو دلوں کو زخمی کرتی تھی ندبہ شروع کیا اور فرماتی تھیں یاحسیناہ اے حبیب رسولؐ خدا اے فرزند مکہ ومنیٰ اے فاطمہ زہرا سیدۃ نساءؑ اور رسولؐ کی شہزادی کے فرزند دلبند اس لعین کے اہل مجلس تمام رونے لگے اور یزید پلید خاموش تھا۔

وَمِمَّا یُزِیْلُ الْقَلْبَ عَنْ مُسْتَقَرِّھَا ‏ ‏ وَیَتْرُکُ زَنْدَ الْغَیْظِ فِی الصَّدْرِ وَارِیَا

وُقُوْفُ بَنَاتِ الْوَحْیِ عِنْدَ طَلِیْقِھَا ‏ ‏ بِحَالٍ بِھَا تَشْجِیْنَ حَتّٰی الْاَعَادِیَا

اور وہ چیز جو دل کو اس کی جگہ سے ہٹا دیتی ہے اور غیظ و غضب کے چقماق کو سینہ میں آگ لگا دیتی ہے وحی بے شہزادیوں کا ان کے آزاد کردہ غلام کے سامنے کھڑا ہونا ‏ ‏ ایسی حالت میں جو دشمنوں تک کو اندوہناک کر دیتی ہے پس کسی ہاشمیہ خاتون کی آواز نوحہ وندبہ سے بلند ہوئی جو یزید کے گھر میں موجود تھی۔ یَاحَبِیْبَاہُ یَاسَیِّدَ اَھْلِ بَیْتَاہُ یَابْنَ مُحَمَّدَاہُ اے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے فریاد رس اے زنازادوں کی تلوار سے قتل ہونے والے جب حاضرین دربار نے یہ ندبہ و نوحہ سنا تو وہ دوبارہ رونے لگے لیکن یزید بے حیا و بے شرم ان کلمات سے بھی متاثر نہ ہوا اس نے خیزران کی چھڑی منگوائی اور ہاتھ میں لے کر آپ کے دندان مبارک پر لگاتا تھا اور وہ اشعار پڑھتا تھا کہ جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے اے کاش بنی امیہ کے بڑھے بوڑھے جو جنگ بدر میں مارے گئے۔ آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے ان کے قاتلوں کی اولاد سے کس طرح انتقام لیا ہے اور وہ خوش ہوتے اور کہتے اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو کیونکہ تو نے اچھا انتقام لیا ہے جب ابوبرزہ اسلمی نے جو دربار میں موجود تھے اور رسولؐ خدا کے ایک صحابی تھے۔ یہ منظر دیکھا کہ یزید اپنی چھڑی حضرت امام حسینؑ کے لب ہائے مبارک پر لگاتا ہے تو وہ کہنے لگے۔ اے یزید وائے ہو تجھ پر کیا حسینؑ کے دانتوں پر خیزران کی چھڑی مارتا ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ ان کے اور ان کے بھائی حسنؑ کے دانتوں کے بوسے لیتے اور انہیں چوستے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو خدا تمہارے قتل کرنے والے کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لئے جہنم تیار کرے یزید ان کلمات سے آگ بگولہ ہو گیا اور اس لعین نے حکم دیا کہ انہیں گھسیٹ کر دربار سے باہر لے جائیں۔ اس وقت جناب زینب امیرالمومنینؑ کی صاحبزادی کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے خطبہ پڑھا جس کا اردو ترجمہ اس طرح ہے حمد وثنا اللہ کے لئے مخصوص ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے اور درود وسلام خواجہ لولاک اس کے رسول محمدؐ اور ان کی آل صلوات اللہ علیہم اجمعین کے لئے ہے بے شک خدا نے سچ فرمایا ہے ‏ ‏ ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَاءُوا السُّوْٓآٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے برے کام کئے ہوں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات خدا کی تکذیب کی اور ان کا مذاق اڑانے لگے حضرت زینبؑ نے اس آیت سے اشارہ کیا کہ یزید اور اس کے پیروکار جو خدا کے نافرمان ہو گئے ہیں اور جنہوں نے آیات خدا کا انکار کیا ہے ان کی بازگشت جہنم کی آگ کی طرف ہے پھر آپ نے یزید کی طرف رخ

کیا اور فرمایا ہاں اے یزید کیا تو گمان کرتا ہے کہ چونکہ تو نے زمین و آسمان ہمارے لئے تنگ کر دیئے ہیں اور اپنی قدر و منزلت بڑھالی ہے اور تجھے خدا کے ہاں زیادہ قرب حاصل ہو گیا ہے اس لئے تکبر و تمسخر شروع کر دیا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے اور شاد و فرحان ہے کہ تجھے سلطنت دنیاوی مل گئی ہے اور ہماری حکومت تیرا خالص مال ہو گئی ہے۔ اے یزید ایسا نہیں ہے اپنی باگ روک لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال۔ کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا جس میں وہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہو گئے یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے تو انہیں اس لئے مہلت دے دی ہے تاکہ وہ زیادہ گناہ کر لیں اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اے آزاد کردہ کے بیٹے کیا یہ انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پس پردہ بٹھا رکھا ہے اور رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو قیدیوں کی طرح شہر شہر پھرایا ہے۔ بے شک تو نے ان کی حشمت و حرمت کی پردہ دری کی ہے اور انہیں بے پردہ کر دیا ہے اور مختلف منازل و مناہل سے دشمنوں کے ساتھ انہیں پھرایا ہے اور انہیں ہر نزدیک و دور اور کمینہ و شریف کا مطمع نظر قرار دیا ہے جب کہ ان کے مردوں اور پرستاروں میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں تھا اور ہماری نگہبانی اور حفاظت کی امید اس شخص سے کس طرح ہو سکتی ہے کہ جس نے آزاد لوگوں کے جگر چبائے اور منہ سے پھینک دیئے اور اس کا گوشت شہیدوں کے خون سے اُگا اور نشو و نما پائی ہے کنایہ تھا اس طرف کہ ہند جگر خوار کے بیٹے سے کیا توقع ہو سکتی ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ ہم اہل بیتؑ کی دشمنی میں دریغ نہیں کرے گا جو کہ ہمارا بغض و کینہ بدر و احد سے دل میں رکھتا ہے اور جس نے ہمیشہ دشمنی کی نگاہ سے ہماری طرف دیکھا ہے پس بغیر اس کے کہ تو اپنے جرم و گناہ کو سمجھے اور بغیر اس کے کہ اپنے فعل کو امر عظیم قرار دے اس ڈھٹائی و شناعت کے ساتھ شعر پڑھتا ہے۔

لَاَهَلُّوا وَ اسْتَهَلُّوا فَرَحاً   ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تُشَلْ

تو وہ خوش ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں اور اس چھڑی کے ساتھ جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ ابو عبد اللہؑ جوانانِ جنت کے سردار کے دندان مبارک پر مارتا ہے اور یہ شعر کیوں نہ پڑھے۔ جب کہ تو نے ہمارے دلوں کو مجروح اور زخمی کیا ہے اور ہماری اصل اور جڑ کو کاٹ دیا کیونکہ تو نے ذریت رسولؐ کا خون بہایا ہے اور آل عبد المطلبؑ کے سلسلہ کو جو روئے زمین کے ستارے ہیں تو نے توڑ دیا ہے اور اپنے بڑوں کو پکارتا ہے اور تیرا گمان ہے کہ وہ تیری پکار سنتے ہیں۔ ہاں البتہ بہت جلدی تو ان سے جا کر ملحق ہو گا اور آرزو کرے گا کہ تیرے ہاتھ شل ہوتے اور تیری زبان گنگ ہوتی اور تو نے جو کچھ کیا ہے وہ نہ کیا ہوتا لیکن یہ آرزو فائدہ مند نہ ہو گی اس وقت اس مخدومہ نے بارگاہِ الٰہی میں خطاب کرتے ہوئے عرض کیا خدایا ہمارا حق تو وصول کر اور ہمارا انتقام ہر اس شخص سے لے کہ جس نے ہم پر ظلم و ستم کیا ہے اور اپنا غضب ہر اس شخص پر نازل فرما جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے حامیوں اور مددگاروں کو قتل کیا ہے پھر فرمایا ہاں اے یزید تو نے تو اپنا ہی چمڑا چاک کیا ہے اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب تو رسولِؐ خدا کے پاس جائے گا جب کہ تو ان کی ذریت کے خون بہانے کا اور ان کے ہتک حرمت کا بوجھ

اپنے سر پر لئے ہو گا اس وقت جب خدا ان کی پراگندگی اور افتراق کو مجتمع کرے گا اور انکا حق لے گا اور جو راہ خدا میں قتل ہو گئے ہیں ان کے متعلق یہ گمان نہ کر کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ اور خدا تیرا فیصلہ کرنے کے لئے اور محمد مصطفیٰؐ تجھ سے مخاصمت کے لئے اور جبرئیلؑ ان کی مدد و اعانت کے لئے کافی ہے اور وقت قریب ہے کہ وہ شخص جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور تجھے مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا اور خلافت باطل تیرے لئے مستقر و برقرار رکھی۔ یہ جان لے گا کہ ظالموں کے لئے کتنا برا بدلہ ہے اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کس کی رہنے کی جگہ بدتر اور کس کے مددگار زیادہ کمزور ہیں اگر گردش زمانہ اور مصائب روزگار نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تجھ سے خطاب و کلام کروں تو میں تیری قدر و منزلت کو کم تیری سرزنش کو عظیم اور تجھے توبیخ کرنے کو زیادہ سمجھتی ہوں کیونکہ یہ باتیں تجھ پر اثر نہیں کرتیں اور تیرے لئے فائدہ مند نہیں ہیں لیکن آنکھیں رو رہی ہیں اور سینے جل اٹھے ہیں۔ کتنا عجیب و عظیم امر ہے کہ وہ نجیب و شریف جو خدا کا لشکر ہیں۔ طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) کے ہاتھ سے قتل ہوں اور ہمارا خون ان کے ہاتھوں بہے اور ان کے منہ سے ہمارا خون نکلے اور اسے وہ نوش کریں اور ان پاک و پاکیزہ جسموں کی بیابان کے بھیڑیئے لمحہ بہ لمحہ زیارت کریں۔ ان مبارک بدنوں کو بجوؤں کے بچوں کی مائیں زمین پر رگڑیں اے یزید اگر آج تو ہمیں اپنے لئے مال غنیمت سمجھتا ہے۔ تو وہ وقت قریب ہے کہ یہ غنیمت تیرے لئے غرامت و تاوان کا سبب بنے جس وقت تجھے سوائے ان کرتوتوں کے کچھ نہیں نظر آئے گا جو تو آگے بھیج چکا ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ہماری شکایت اس کی بارگاہ میں ہے اور ہمیں اسی پر بھروسہ ہے جو مکر و فریب تو کر سکتا ہے وہ کر لے اور جو کوشش تجھ سے ہو سکتی ہے اسے عمل میں لے آ اور ہماری عداوت و دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھ ان سب کے باوجود خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا اور ہماری وحی کو ختم نہیں کر سکتا اور تو ہمارے انجام غایت اور انتہا کو نہیں پا سکتا اور تو اپنے کردار کے ننگ و عار کو دور نہیں کر سکتا تیری رائے جھوٹ اور کمزور تیری سلطنت کے دن تھوڑے تیری جماعت پراگندہ ہونے والی اور تیرا دن گذرنے والا ہے جس دن کہ منادی حق ندا کرے گا کہ لعنت ہے ستمگاروں پر سپاس و ستائش ہے اس خدا کی کہ جس نے ابتداء میں ہم پر سعادت کو اور انتہا میں رحمت و شہادت کو ختم کیا اور میں خدا سے سوال کرتی ہوں کہ وہ ہمارے شہداء کے ثواب کی تکمیل کرے اور ہر دن ان کے اجر کو زیادہ کرے اور ہمارے درمیان ان کا خلیفہ و جانشین ہو اور ہم پر اپنے احسان کو دائم رکھے وہی ہے خداوند رحیم اور پروردگار ودود اور وہ ہر امر میں کافی اور بہترین وکیل ہے۔ یزید نے یہ مصلحت نہ سمجھی کہ جناب زینبؑ کو اس قسم کے سخت الفاظ اور شتم آمیز کلمات کے ساتھ مورد غضب و سخط قرار دے لہذا اس نے چاہا کہ کوئی عذر تراشے کہ عورتیں بیہوشی میں نوحہ و زاری کی باتیں کرتی ہیں اور اس قسم کی باتیں جگر جلے ہوئے لوگوں سے درست ہیں لہذا اس نے یہ شعر پڑھا ترجمہ اے چیخ پکار کرنے والی تو قابل تعریف چیخ و پکار کرنے والوں میں سے ہے اور نوحہ کرنیوالوں کے لئے موت کتنی آسان ہے اس وقت یزید نے دربار میں حاضر اہل شام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے ان خبیثوں نے ایسی گفتگو کی کہ جس کا بیان کرنا مناسب نہیں

اور ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام کو قتل کر دیا جائے۔ نعمان بن بشیر دربار میں حاضر تھا وہ کہنے لگا اے یزید رسولؐ خدا ان کے ساتھ جو سلوک کرتے تو وہ سلوک کر مسعودی نے نقل کیا ہے جب یزید کے اہل دربار نے یہ بات کہی تو حضرت باقرؑ نے بات کرنی شروع کی اور اس وقت آپ دو سال چند مہینے کے تھے۔ پس آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی پھر یزید کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تیرے درباریوں نے جو رائے دی ہے وہ اس کے خلاف ہے جو فرعون کے درباریوں نے موسیٰؑ و ہارونؑ کے متعلق فرعون کے مشورہ کرنے کے وقت دی تھی جب کہ انہوں نے کہا تھا ارجہ و اخاہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور اس گروہ نے رائے دی ہے کہ تو ہمیں قتل کر دے اس کا بھی ایک سبب ہے۔ یزید نے پوچھا اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا فرعون کے درباری حلال زادے تھے اور یہ گروہ حلال زادے نہیں اور انبیاء و اولاد انبیاء کو حرامزادے ہی قتل کرتے ہیں پس یزید بات کرنے سے رُکا اور خاموش ہو گیا۔

اس وقت بروایت سید و مفید اہل شام میں سے سُرخ رنگ کے ایک شخص نے جناب فاطمہ دختر امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر یزید کا رُخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ھب لی ھذہ الجاریہ یہ لڑکی مجھے بخش دے۔ جناب فاطمہ کہتی ہیں کہ یہ بات سن کر میں کانپنے لگی۔ اور میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بات ان کے لئے جائز ہو پس میں اپنی پھوپھی جناب زینبؑ کے دامن سے لپٹ گئی اور کہا کہ پھوپھی اماں میں یتیم بھی ہوئی اب لوگوں کی کنیزی بھی کرنی ہو گی جناب زینبؑ نے اس شامی کی طرف دیکھ کر فرمایا تو نے جھوٹ بکا ہے اور خدا کی قسم تو قابلِ ملامت ہے بخدا یہ کام تیرے لئے اور یزید کے لئے ہو نہیں سکتا اور تم میں سے کوئی بھی اس چیز کا اختیار نہیں رکھتا یزید کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تم جھوٹ کہتی ہو یہ بات میرے لئے روا ہے اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں جناب زینبؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے خدا کی قسم اللہ نے یہ بات تیرے لئے جائز نہیں قرار دی اور نہ تو ایسا کر سکتا ہے مگر یہ کہ ہماری ملت سے نکل جائے اور کوئی اور دین اختیار کرے یزید کا غصہ اس بات سے اور بڑھ گیا اور کہنے لگا۔ میرے سامنے یہ بات کرتی ہو۔ تمہارا باپ اور بھائی دین سے خارج ہو گئے تھے زینب علیہا السلام نے فرمایا میرے باپ اور بھائی کے دین سے ہی تو نے تیرے باپ دادا نے ہدایت حاصل کی اگر تو مسلمان ہے یزید لعین کہنے لگا تم جھوٹ کہتی ہو اے دشمن خدا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے یزید اس وقت تو امیر اور بادشاہ ہے جتنا چاہے ظلم و ستم کرتے ہوئے فحش گالیاں دے اور ہمیں مغلوب و مقہور کر یزید کو گویا شرم آ گئی اور وہ خاموش ہو گیا اس شامی مرد نے اپنی بات کو دوبارہ دہرایا یزید نے کہا دور ہو جا۔ خدا تجھے ہلاکت دے اس مرد شامی نے یزید سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں یزید کہنے لگا وہ لڑکی فاطمہ حسینؑ کی بیٹی ہے اور یہ خاتون علیؑ کی بیٹی ہے۔ شامی نے کہا وہ حسینؑ فاطمہؑ زہراؑ کا بیٹا اور علیؑ ابو طالبؑ کے فرزند ہیں یزید نے کہا کہ ہاں وہ مرد شامی کہنے لگا اے یزید خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے عترت نبیؐ کو قتل کیا ہے اور اس کی ذریت کو قید کیا ہے خدا کی قسم میں تو انہیں روم کے قیدی سمجھا تھا یزید لعین نے کہا کہ میں تجھے ان کے ساتھ ملحق کرتا ہوں اور حکم دیا کہ اس کی

گردن اڑا دی جائے۔ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ پھر یزید نے حکم دیا تو اہل بیتؑ کو سید سجادؑ کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں جو یزید کے محل کے قریب تھا ٹھہرایا گیا اور ایک قول ہے کہ انہیں ایک خرابہ میں جگہ دی گئی کہ جو نہ گرمی سے بچا سکتا تھا اور سردی سے حفاظت کرتا تھا چنانچہ ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ اور جتنی مدت شام میں رہے۔ امام حسینؑ پر نوحہ وزاری کرتے رہے۔ روایت ہے کہ اس زمانہ میں بیت المقدس کے علاقہ میں جو پتھر زمین سے اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون جوش مارتا اور ایک گروہ نے نقل کیا ہے کہ یزید کے حکم سے سطہر امامؑ کو اس کے گھر کے دروازے پر نصب کیا گیا اور اہل بیتؑ کے متعلق حکم دیا کہ انہیں اس کے ہی مکان میں ٹھہرایا جائے جب مخدرات اہل بیت عصمت وجلالت علیہم السلام یزید لعین کے گھر میں پہنچیں تو آل ابوسفیان کی عورتوں نے اپنے زیورات اتار دیئے۔ انہوں نے لباس ماتم پہن لیا اور ان کے گریہ و نوحہ کی صدا بلند ہوئی۔ تین دن تک ماتم ہوتا رہا۔ ہند عبداللہ بن عامر کی بیٹی جو اس وقت یزید کی بیوی تھی اور اس سے پہلے امام حسینؑ کے حبالہ نکاح میں تھی۔ اس نے پردہ ترک کیا اور گھر سے باہر دوڑی اور اس لعین کے دربار میں چلی گئی جس میں مجمع عام تھا اور کہنے لگی اے یزید تو نے فرزند فاطمہؑ و دختر رسولؐ خدا کا سر میرے گھر کے دروازے پر نصب کیا ہے یزید فوراً اٹھا اور اس نے ہند کے سر پر کپڑا دیا اور اسے واپس گھر لے گیا اور کہنے لگا اے ہند فرزند رسولؐ خدا اور بزرگ قریش پر نوحہ زاری کرو زیاد لعین کے بیٹے نے اس کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے میں تو اس کے قتل پر راضی نہیں تھا۔ علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں سرخ رنگ مرد شامی کی حکایت بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ پھر یزید نے حکم دیا اور اہل بیت رسالتؑ کو زندان میں لے گئے۔ یزید حضرت زین العابدینؑ کو اپنے ساتھ مسجد میں لے گیا خطیب کو بلایا اور اسے منبر پر بٹھایا اس لعین نے بہت کچھ نامناسب باتیں امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ کے متعلق کہیں اور یزید و معاویہ کی زیادہ مدح وثنا کی امام زین العابدینؑ نے اسے پکار کر کہا وَيْلَكَ أَيُّهَا الْخَاطِبُ اشْتَرَيْتَ مَرْضَاةَ الْمَخْلُوقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ فَتَبَوَّءْ مَقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ۔ وائے ہو تجھ پر اے خطیب کہ تو نے مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خدا کو ناراض کیا ہے۔ اور اپنی جگہ جہنم میں بنائی ہے پس حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا اے یزید مجھے اجازت دے کہ میں منبر پر جا کر چند ایسی باتیں کہوں جو خداوند عالم کی خوشنودی اور حاضرین کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہوں یزید نے قبول نہ کیا اہل مجلس نے خواہش کی کہ ان کو اجازت دی جائے کیونکہ ہم ان کی باتیں سننے کی خواہش رکھتے ہیں یزید کہنے لگا اگر یہ منبر پر گیا تو مجھے اور آل ابوسفیان کو رسوا کرے گا۔ اہل مجلس کہنے لگے اس بچے سے کیا ہو سکتا ہے یزید کہنے لگا یہ اس خاندان کا فرد ہے جو شیر خوارگی کے زمانہ سے علم وکمال سے آراستہ ہوتے ہیں جب اہل شام نے زیادہ اصرار کیا تو یزید نے اجازت دی۔ اور حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے الٰہی بجالائے رسالتمآبؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا اور آپ نے انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ جس نے حاضرین کو بہت رلایا۔ اور دلوں کو تڑپایا میں چاہتا ہوں کہ ان اشعار کو نقل کروں کہ جن سے صرف اسی امام عالی مقام ہی کی مدح ہو سکتی ہے۔

حَتّٰى اَنَرْتَ بِضَوْءِ وَجْهِكَ فَانْجَلٰى — ذَاكَ الدُّجٰى وَانْجَابَ ذَاكَ الْعِثْيَرُ
فَافْتَنَّ فِيْكَ النَّاظِرُوْنَ فَاُصْبُعٌ — يُوْمِيْ اِلَيْكَ بِهَا وَعَيْنٌ تَنْظُرُ
يَجِدُوْنَ رُؤْيَتَكَ الَّتِيْ فَازُوْا بِهَا — مِنْ اَنْعُمِ اللّٰهِ الَّتِيْ لَا تُكْفَرُ
فَمَشَيْتَ مِشْيَةَ خَاضِعٍ مُتَوَاضِعٍ — لِلّٰهِ لَا يُزْهِيْ وَلَا يَتَكَبَّرُ
فَلَوْ اَنَّ مُشْتَاقًا تَكَلَّفَ فَوْقَ مَا — فِيْ وُسْعِهِ لَسَعٰى اِلَيْكَ الْمِنْبَرُ
اَبْدَيْتَ مِنْ فَصْلِ الْخِطَابِ بِحِكْمَةٍ — تُنْبِيْ عَنِ الْحَقِّ الْمُبِيْنِ وَتُخْبِرُ

تو نے اپنے چہرے کے نور سے روشنی دی یہاں تک کہ یہ تاریکی چھٹ گئی اور غبار پھٹ گیا پس دیکھنے والے تیرے فریفتہ ہو گئے اور انگلیوں سے تیری طرف اشارے ہونے لگے اور آنکھیں دیکھنے لگیں وہ تیرے دیدار کو ان نعمات میں سے شمار کرتے ہیں کہ جن کا کفران نہیں ہو سکتا۔ پس تو چلا خضوع و خشوع کے ساتھ اور اللہ کے لئے تواضع کرنے والے شخص کی طرح جو غرور و تکبر نہیں کرتا پس اگر کوئی مشتاق اپنی وسعت سے زیادہ تکلیف برداشت کر سکتا تو منبر تیری طرف چل کر آتا تو نے حکمت سے اس خطاب فیصل کو ظاہر کیا جو حق مبین کی خبر دیتا ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو خدا نے ہمیں چھ خصال اور سات فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے ہمیں تمام مخلوق سے زیادہ عطا کیا ہے۔ اور ہمیں علم۔ بُردباری۔ جوانمردی۔ فصاحت و شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت قرار دی ہے اور ہمیں یہ فضیلت دی ہے کہ ہم میں سے نبی مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم میں سے صدیق اعظم علی مرتضیٰ ہیں اور ہم میں سے جعفر طیار ہیں جو دو پروں کے ساتھ جنت میں ملائکہ کی ہمراہی میں پرواز کرتے ہیں اور ہم میں سے جناب حمزہ خدا اور رسولؐ خدا کے شیر ہیں اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اسے اپنے حسب و نسب کی خبر دیتا ہوں۔ اے لوگو میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں اور صفا و مروہ کا بیٹا ہوں اور پے در پے اپنے مفاخر آبا و اجداد کی مدحتیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فرمایا میں فاطمۂ زہرا کا بیٹا ہوں۔ میں سیدۃ نساء کا بیٹا ہوں میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اہل جفا کی تیغ سے مقتول ہونے والے امام کا بیٹا ہوں میں صحرائے کربلا میں لب تشنہ کا بیٹا ہوں میں اہل جور و عناد کے غارت شدہ کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں کہ زمین کے جنات اور مرغانِ ہوا نے جس پر نوحہ کیا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر سوار کر کے شہر بشہر پھرایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم کو حرام زادوں نے قید کیا ہم اہل بیت محنت و بلا ہیں ہم محل نزول ملائکہ سماء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم کے اترنے کی جگہ ہیں پس آپ نے اپنے اجداد کرام کی اتنی مدحتیں اور اپنے آباء عظام کے اتنے مفاخر بیان کئے کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں یزید کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ اس سے پھر نہ جائیں لہٰذا اس نے مؤذن کو اشارہ کیا کہ اذان کہو جب مؤذن نے اللہ اکبر کہا تو حضرت نے فرمایا کوئی چیز خدا سے بزرگ و برتر نہیں جب مؤذن نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو آپ نے فرمایا

میرا گوشت پوست اور خون اس کلمہ کی گواہی دیتے ہیں۔ جب موذن نے "اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ" صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ آلِهٖ کہا۔ تو آنجناب نے فرمایا اے یزید بتا کہ محمدؐ جن کا نام رفعت و بزرگی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ یہ میرے جد تھے یا تیرے اگر کہے کہ تیرے جد تھے تو جھوٹ ہوگا اور کافر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ میرے جد ہیں تو پھر ان کی عترت کو کیوں قتل کیا اور ان کی اولاد کو کیوں قید کیا ہے اس ملعون نے کوئی جواب نہ دیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ مقاتل اور واقعات سے یزید کا اہل بیتؑ سے برتاؤ ظاہر ہوتا ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ فتنہ کے برپا ہونے سے ڈر گیا تھا لہٰذا اس نے شماتت و شناعت اہل بیتؑ سے نرمی اختیار کر لی تھی۔ لہذا کچھ نہ کچھ اہل بیتؑ سے رفق و مدارات سے پیش آنے لگا اور محافظ و نگہبان بھی اہل بیتؑ سے ہٹالئے اور انہیں حرکت و سکون میں خود مختار قرار دیا اور کبھی کبھی سید سجادؑ کو اپنے دربار میں بلاتا اور قتل امام حسینؑ کی نسبت ابن زیاد کی طرف دیتا اور اسے اس کام پر لعنت اور اظہار ندامت و پشیمانی کرتا اور یہ سب کچھ عوام کے دلوں کو مائل کرنے اور اپنے ملک و سلطنت کے تحفظ کی بناء پر کرتا تھا نہ یہ کہ فی الواقع وہ پشیمان اور نادم ہوا تھا کیونکہ مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ یزید کئی دفعہ شہادت سید الشہداء علیہ آلاف التحیۃ والسلام والثناء کے بعد بعض مقاتل کے مطابق آنحضرتؐ کے سر مقدس کو ہر صبح و شام کے کھانے کے وقت اپنے دسترخوان پر منگواتا اور کہتے ہیں کہ یزید بارہا فراش شراب خوری پر بیٹھتا اور گانے بجانے والی عورتوں کو بلاتا اور ابن زیاد کو اپنے دائیں پہلو میں بٹھاتا اور ساقی کی طرف منہ کر کے یہ منحوس اشعار پڑھتا۔ (ترجمہ) مجھے ایسی شراب پلا کہ جو میری طبیعت کو سیر کر دے پھر پیمانہ پر کر کے ویسا ہی ابن زیاد کو دے جو میرے نزدیک صاحب راز و امانت ہے اور جو میرے لئے مال غنیمت اور جہاد کو درست کرتا ہے جو خارجی (معاذ اللہ) کا قاتل ہے یعنی حسینؑ کا اور دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کرنے والا ہے تابع و متبوع دونوں ملاعین پر عدد مخلوق الٰہی کے برابر لعنت و عذاب ہو مترجم) سید ابن طاؤس نے سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت سے سر مطہر امام حسینؑ یزید کے لیئے لایا گیا تو یزید لعین مجالس شراب آراستہ کرتا اور آپ کا سر مبارک منگوا کر سامنے رکھ کر شراب پیتا۔ (احتمال ہے کہ روایت سید سجاد بیان ختم ہوا اور آگے روایت کے الفاظ نہ ہوں) ایک دن سلطان روم کا سفیر جو اشراف و بزرگان فرنگ سے تھا اس مجلس شوم میں حاضر ہوا اور یزید سے پوچھا اے بادشاہ عرب یہ سر کس کا ہے۔ یزید نے کہا تجھے کیا اس سے سروکار ہے۔ وہ کہنے لگا جب میں اپنے بادشاہ کے پاس جاتا ہوں تو وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سر کا واقعہ بھی مجھے معلوم ہو جائے اور میں اسے اپنے بادشاہ کی خدمت میں پیش کروں تاکہ وہ خوش ہو اور تیری خوشی میں شریک ہو یزید نے کہا کہ یہ سر حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب کا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی والدہ کا نام کیا ہے۔ یزید نے کہا فاطمہؑ رسول خدا کی بیٹی۔ وہ عیسائی کہنے لگا تف ہے تجھ پر اور تیرے دین پر میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے کیونکہ میرا باپ حضرت داؤدؑ نبی کی اولاد میں سے ہے اور میرے اور حضرت کے درمیان بہت سے آباؤ اجداد ہیں

لیکن عیسائی لوگ اس نسبت سے میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے قدموں کی مٹی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں اور تم لوگ اپنے رسولؐ کی بیٹی کے فرزند کو کہ جس میں صرف ایک ماں واسطہ ہے قتل کرتے ہو۔ پس یہ کیسا دین ہے جس کے تم پیرو ہو پھر اس یزید کے لئے کنیسہ حافر کا واقعہ بیان کیا یزید نے حکم دیا کہ اس عیسائی کو قتل کرا دیا جائے تاکہ اپنے ملک میں جا کر مجھے رسوا نہ کرے عیسائی نے جب یہ معاملہ دیکھا تو کہنے لگا اے یزید کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں تو عیسائی کہنے لگا میں نے گذشتہ رات پیغمبر اسلام کو عالم خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے جنت کی بشارت دی میں حیران و متعجب تھا اب اس کے راز سے آگاہ ہوا ہوں پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور دوڑ کر اس نے سر مبارک کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا۔ اس کے بوسے لئے اور وہ روتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اُسے شہید کر دیا گیا۔ اور کامل بہائی میں ہے کہ دربار یزید میں روم کا ملک التجار کہ جس کا نام عبدالشمس تھا حاضر ہوا اس نے کہا اے امیر ساٹھ سال کا عرصہ گذر گیا ہے کہ میں تجارت کرتا تھا اور میں قسطنطنیہ سے مدینہ گیا۔ دس یمنی چادریں اور دس نافہ مشک اور دو من (ایرانی من تقریباً ایک چھٹانک کے برابر ہوتا ہے) عنبر حضرت رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں لے گیا۔ اس وقت آپ جناب ام سلمہؓ کے گھر تھے۔ انس بن مالک نے اجازت طلب کی۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ہدیے جو میں یہاں بیان کر چکا ہوں میں نے پیش کئے تو آپ نے قبول فرمائے میں مسلمان ہو گیا۔ آپ نے میرا نام عبدالوہاب رکھا۔ لیکن میں اپنے اسلام کو بادشاہ روم کے خوف سے چھپائے رکھتا ہوں۔ میں ابھی رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حسنؑ و حسینؑ آئے تو حضرت نے ان کے بوسے لئے اور حضرت نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا۔ آج تو ان کا سر تن سے جدا کر کے چھڑی حسینؑ کے دانتوں پر لگاتا ہے جو کہ رسولؐ خدا کی بوسہ گاہ ہیں۔ ہمارے علاقہ میں ایک دریا ہے اور اس دریا میں ایک جزیرہ ہے اور اس جزیرے میں ایک گرجا ہے اور اس گرجے میں ایک گدھے کے جا پا سُم ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ ایک دن اس پر سوار ہوئے تھے ان پر سونا چڑھا کر انہیں ایک صندوق میں رکھا ہوا ہے۔ سلاطین و امراء روم اور عام لوگ ہر سال وہاں (حج کے طور پر) جاتے ہیں۔ اس گرجے کا طواف کرتے اور ان سموں پر تازہ ریشم کا پارچہ چڑھاتے ہیں۔ اور پرانے غلاف کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں اور تم لوگ اپنے رسولؐ کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو۔ یزید کہنے لگا یہ تیری تباہی کا سبب ہے اور اس کے حکم سے عبدالوہاب کو قتل کر دیا گیا۔ عبدالوہاب نے کلمہ شہادت اور حضرت رسولؐ کی رسالت اور امام حسینؑ کی امامت کا اقرار کیا اور یزید اور اس کے آباؤ اجداد پر لعنت کی پھر اس کو شہید کر دیا گیا[1]

سید نے روایت کی ہے کہ ایک دن امام زین العابدینؑ دمشق کے بازار سے گذر رہے تھے کہ اچانک منہال بن عمرو نے

---

[1] (فقیر کہتا ہے کہ حدیث کنیسہ حافر اور وہ حکایت جو کامل بہائی سے ہوئی ہے دونوں میری نظر میں محل اعتماد نہیں ہیں واللہ العالم)

حضرت کو دیکھ لیا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ دن کیسے گذر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جس طرح بنی اسرائیل آل فرعون کے درمیان تھے کہ وہ ان کے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔ اور انہیں اپنا قیدی اور خدمت گار بناتے تھے اور اے منہال عرب عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ عرب تھے اور قریش تمام عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ قریشی تھے اور ہم جوان کے اہل بیت ہیں۔ مغصوب مقتول اور پراگندہ کر دیئے گئے ہیں پس ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ شیخ اجل علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں امام کا یہ مکالمہ بازار شام میں منہال کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آپ کو بنی اسرائیل کے ساتھ تشبیہ دینے کے بعد فرمایا کہ پیغمبرؐ کے بعد خیر البریۃ (بہترین خلائق) کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ انہیں منبر پر برا بھلا کہا جاتا تھا اور دشمن یہاں تک پہنچے کہ مال و شرف انہیں عطا ہوا۔ ہمارے محب و دوست ذلیل و بے بہرہ ہوئے اور ہمیشہ مومنین کا معاملہ یونہی رہا یعنی یہ کہ وہ باطل حکومتوں کے ساتھ ذلیل و مقہور ہوں۔ پھر فرمایا عجم مسلمان ہوگئے اور وہ عرب کے حق کو تسلیم کرتے تھے اس لئے چونکہ پیغمبر اکرمؐ عرب تھے اور عرب قریش کے حق کے معترف تھے چونکہ پیغمبر ان سے تھے اور قریش اسی وجہ سے عرب پر فخر کرتے تھے عرب بھی اسی سبب سے عجم پر فخر کرتے تھے اور ہم جو اہل بیت پیغمبرؐ ہیں ہمارے حق کو کسی نے نہیں پہچانا اس طرح ہمارے دن گذر رہے ہیں اور سید محدث جلیل سید نعمۃ اللہ جزائری نے کتاب انوار نعمانیہ میں یہ روایت ابسط طور پر نقل کی ہے اور وہ اس طرح کہ منہال نے حضرت کو دیکھا کہ آپ نے عصا کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ کی پنڈلیاں دو سرکنڈوں کی طرح تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا اور آپ کا رنگ مبارک زرد ہو چکا تھا۔ جب منہال نے آپ کا حال پوچھا تو فرمایا اس شخص کا حال کیسا ہو سکتا ہے جو یزید بن معاویہ کا قیدی ہے۔ اور ہماری خواتین کے شکم آج تک کھانے سے سیر نہیں ہوئے اور ان کے سر ڈھانپے نہیں گئے اور دن رات نوحہ و زاری اور گریہ و بکا میں گزرتے ہیں اور پھر کچھ وہ چیزیں نقل کرتے جو تفسیر قمی کی روایت میں ہیں فرمایا یزید ہمیں جس وقت بلاتا ہے تو ہمیں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ہمیں قتل کرے گا اور ہمیں وہ قتل کرنے کیلئے بلا رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ منہال نے عرض کیا کہ اب آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا جہاں ہمیں ٹھہرایا گیا ہے وہاں چھت نہیں ہے اور آفتاب کی تمازت نے ہمیں پگھلا دیا ہے اور وہاں اچھی ہوا نہیں آتی۔ اب بدن کی کمزوری کی وجہ سے باہر آیا ہوں تاکہ کچھ دیر استراحت کروں اور جلدی واپس جاؤں چونکہ مجھے خواتین کا ڈر ہے پس جس وقت میں حضرت سے بات کر رہا تھا ایک خاتون کی آواز بلند ہوئی اور اس نے آنجناب کو آواز دی کہ اے نور چشم کہاں جا رہے ہو اور وہ خاتون جناب زینب بنت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہا تھیں۔ رشیر الاحزان میں ہے کہ یزید نے اہل بیتؑ کو ایسے مکانوں میں ٹھہرایا ہوا تھا جو سردی و گرمی سے ان کی حفاظت نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے بدنوں کی کھال اترنے لگی تھی اور ان سے زرد پانی اور پیپ جاری ہو گئی تھی اور اس عبارت کے یہ الفاظ تھے۔ وَاَسْکَنَ فِیْ مَسَاکِنَ لَا یَقِیْنَ مِنْ حَرٍّ وَلَا بَرْدٍ حَتّٰی تَقَشَّرَتِ الْجُلُوْدُ وَسَالَ الصَّدِیْدُ بَعْدَ کِنِّ الْخُدُوْدِ

بِظَلِّ السُّتُوْدِ   بعض مقاتل میں ہے کہ مسکن و مجلس اہل بیتؑ ایک خراب شدہ مکان تھا اور یزید کا مقصد یہ تھا کہ وہ مکان ان پر گر پڑے اور وہ ختم ہو جائیں اور کامل بہائی میں حاویہ سے منقول ہے کہ خاندانِ نبوت کی خواتین قید کی حالت میں ان مردوں کے حالات جو کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ اپنے بچوں اور بچیوں سے پوشیدہ رکھتی تھیں اور ہر بچہ سے وعدہ کرتی تھیں کہ تیرا باپ فلاں سفر پر گیا ہے وہ واپس آ جائے گا یہاں تک کہ وہ یزید کے گھر پہنچے ایک چار سال کی بچی تھی   وہ ایک رات نیند سے بیدار ہوئی اور کہنے لگی میرے بابا حسینؑ کہاں ہیں۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے وہ بچی بہت پریشان ہوئی جس سے تمام خواتین اور بچے رونے لگے اور ان کی آہ و فغاں بلند ہوئی۔ یزید سویا ہوا تھا وہ بیدار ہوا اور حالات معلوم کئے اسے بتایا گیا کہ واقعہ اس طرح ہے وہ لعین کہنے لگا کہ اس کے باپ کا سر لے جا کر اس کے پاس رکھ دیا جائے پس وہ سر لایا گیا اور اس چار سال کی بچی کے پاس رکھ دیا گیا اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے بتایا گیا کہ یہ تیرے باپ کا سر ہے وہ بچی ڈر گئی اور فریاد کرنے لگی اور بیمار ہو گئی اور چند ہی دنوں کے اندر فوت ہو گئی اور بعض نے اس خبر کو مزید بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے مضمون کو ایک بزرگوار نے نظم کیا ہے اور میں اس مقام پہ انہیں اشعار پہ اکتفا کرتا ہوں وہ کہتے ہیں خدا ان پر رحم کرے۔

یکے نو غنچۂ اے از باغ زہرا   بجست از خواب نوشین بلبل آسا

با فغان از مژہ خوناب میریخت   نہ خونابہ کہ خون ناب میریخت

بگفت اے عمہ بابایم کجا رفت   بُدّ اینِدم در برم دیگر چرا رفت

مرا بگرفتہ بود اینِدم در آغوش   ہمی مالید دستم بر سر و گوش

بناگہ گشت غائب از بر من   ببیں سوز دل و چشم تر من

حجازی بانواں دل شکستہ   بگرد وا گرد آں کودک نشستہ

خرابہ جایشاں بآں ستمہا!   بہانہ طفلشاں سربار غمہا

ز آہ و نالہ و از بانگ و افغاں   یزید از خواب بر پا شد ہراساں

بگفتا کایں فغاں و نالہ از کیست   خروش و گریہ و فریاد از چیست

بگفتش از ندیمان کای ستمگر   بود ایں نالہ از آلِ پیمبرؐ

یکے کودک ز شاہ سر بریدہ   دریں ساعت پدر در خواب دیدہ

کنوں خواہد پدر از عمہ خویش   وز ایں خواہش جگرہا کند ریش

چوں ایں بشنید آں مردود یزداں   بگفتا چارۂ کار است آساں

سر بابش بریدا ایں دم بسویش   چہ بیند سر بر آید آرزویش

همان طشت و همان سر قوم گمراه — بیاوردند نزد شکر آه
یکے سرپوش بد بروئے آن سر — نقاب آسا بروئے مہر انور
بہ پیش روئے کودک سر نہادند — ز نو بر دل غم دیگر نہادند
بناموس خدا آن کودک زار — بگفت اے عمہ دل ریش افکار
چہ باشد زیر این مندیل مستور — کہ جز بابا ندارم ہیچ منظور!
بگفتش دختر سلطان والا — کہ آنکس را کہ خواہی ہست اینجا
چوں این بشنید خود برداشت سرپوش — چو جان بگرفت آنسر را در آغوش
بگفت اے سرور و سالار اسلام — ز قتلت مر مرا روز است چوں شام
پدر بعد از تو محنتہا کشیدم! — بیابانہا و صحراہا دیدم!
ہمی گفتند مان در کوفہ و شام — کہ اینان خارجند از دین اسلام
مرا بعد از تو اے شاہ یگانہ — پرستاری نہ بد جز تازیانہ!
ز کعب نیزہ و از ضرب سیلی — خم چوں آسمان گشتہ است نیلی
بد انسر جملہ آن جور و ستمہا — بیابان گردی و درد و المہا!
بیان کرد و بگفت اے شاہ محشر — تو بر گو کی بریدت سر ز پیکر
مرا در خورد سالی در بدر کرد! — اسیر و دستگیر و بے پدر کرد
ہمی گفت و سر شاہش در آغوش — بناگہ گشت از گفتار خاموش
پرید از این جہان و در جنان شد — در آغوش بتولش آشیان شد
خدیو بانوان دریافت آنحال — کہ پرید است مرغ بے پر و بال
ببالینش نشست آن غم رسیدہ — بگہ داد زنان داغ دیدہ!
فغان برداشتندے از دل تنگ — بآہ و نالہ گشتندے ہم آہنگ
از این غم شد بآل اللہ اطہار! — دوبارہ کربلا از نو نمودار!

شیخ ابن نما نے روایت کی ہے کہ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا جن دنوں شام میں تھیں اور سید کی روایت کے مطابق شام میں وارد ہونے کے چوتھے دن خواب میں دیکھا کہ پانچ نورانی ناقے ظاہر ہوئے کہ جن میں سے ہر ناقے پر ایک بزرگ سوار تھے اور بہت سے ملائکہ نے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ایک خادم تھا پس وہ خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ اے سکینہ تیرے جد بزرگوار تجھے سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا میرے جد بزرگوار رسول خدا پر سلام ہو۔ رسولِ خدا کے قاصد تم

کون ہو وہ کہنے لگا میں جنت کے خدمت گاروں میں سے ایک ہوں۔ میں نے کہا سفید ریش مبارک جو ناقوں پر سوار ہیں وہ لوگ کون ہیں۔ اس نے کہا پہلے آدمؑ صفی اللہ دوسرے ابراہیمؑ خلیل اللہ تیسرے موسیٰؑ کلیم اللہ اور چوتھے عیسیٰؑ روح اللہ میں نے پوچھا وہ شخص جو اپنی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے اور کمزوری کی وجہ سے کبھی گر جاتے اور کبھی کھڑے ہوتے تھے وہ کون ہیں۔ اس نے کہا وہ آپ کے جد بزرگوار رسولؐ خدا ہیں۔ میں نے کہا یہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے کہا آپ کے باپ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ جب میں نے اپنے نانا کا نام سنا تو دوڑ پڑی تاکہ آپ تک پہنچ کر آپ سے امت کی شکایت کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ نور کی پانچ عماریاں نمودار ہوئیں کہ جن میں سے ہر ہودج عماری میں ایک خاتون بیٹھی تھی۔ اس خادم سے میں نے پوچھا کہ یہ خواتین کون ہیں۔ اس نے کہا پہلی خاتون جناب حوا ام البشر ہیں دوسری آسیہ زوجہ فرعون تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی خدیجہؑ دختر خویلد ہیں۔ میں نے کہا وہ پانچویں کون ہیں۔ جنہوں نے غم و اندوہ سے ہاتھ سر پر رکھا ہوا ہے۔ کبھی گر جاتی اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس نے کہا یہ آپ کی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ جب میں نے اپنی دادی کا نام سنا تو میں دوڑ کر ان کے ہودج کے قریب پہنچی اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگی اور فریاد کی کہ اے مادر گرامی خدا کی قسم اس امت کے ظالموں نے ہمارے حق کا انکار کیا ہماری جماعت کو متفرق کیا اور ہماری ہتک حرمت کی اے مادر گرامی خدا کی قسم انہوں نے میرے باپ حسینؑ کو شہید کر دیا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا سکینہ بس کرو تم نے میرے جگر میں آگ بھڑکا دی اور میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا یہ تیرے باپ حسینؑ کا پیراہن ہے جو میرے پاس ہے۔ اور یہ مجھ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر نہ ہوں۔ پس میں خواب سے بیدار ہو گئی۔ جناب سکینہ کا ایک اور خواب بھی شام میں نقل کیا ہے۔ جو آپ نے یزید سے بیان کیا تھا اور علامہ مجلسی نے اسے جلاء العیون میں نقل کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قطب راوندی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دعا کر رہا تھا اور کہتا تھا خدایا مجھے بخش دے اور میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ جب میں نے اس کی ناامیدی کے سبب کے متعلق سوال کیا تو وہ مجھے حرم سے باہر لے گیا اور کہنے لگا میں ان اشخاص میں سے ہوں جو سر امام حسینؑ شام کی طرف لے گئے تھے اور ہم نے بہت سے معجزات اس سر مقدس سے دیکھے اور جب ہم دمشق میں داخل ہوئے تو جس دن ہم اس سر کو یزید کے دربار میں لے گئے تو حضرت کے قاتل نے وہ سر اٹھا رکھا تھا اور وہ رجز پڑھ رہا تھا کہ میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دے کیونکہ میں نے بہت بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے اور اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں و باپ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔ یزید کہنے لگا۔ جب تجھے معلوم تھا کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں تو نے اسے قتل کیا ہے اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ پس اس نے سر انور کو اپنے سامنے رکھا اور بہت خوش ہوا اور اہل مجلس نے اس کے سامنے دلیلیں اور حجتیں پیش کیں اور ان کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ گزر چکا ہے پھر حکم دیا اور اس سر منور کو اس کمرے میں نصب کیا گیا کہ جو اس کی مجلس

یش وحشرت کے مدمقابل تھا اور ہمیں اس پر مقرر کیا اور مجھے اس سرِ مقدس سے معجزات دیکھ دیکھ کر بہت دہشت ہونے لگی اور مجھے نیند نہیں آتی تھی جب رات کا کچھ حصہ گذر گیا اور میرے ساتھی سو گئے اچانک آسمان کی طرف سے بہت سی آوازیں میرے کان میں پہنچیں۔ پس میں نے سنا کہ منادی کہہ رہا ہے اے آدم اترآؤ۔ پس حضرت آدمؑ بہت سے ملائکہ کے ساتھ نیچے اترے پھر اور آواز آئی کہ موسیٰؑ نیچے اترو۔ حضرت موسیٰؑ بھی بہت سے ملائکہ کے ساتھ نیچے آئے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بے شمار ملائکہ کے ساتھ تشریف لائے پھر میں نے فضا میں بہت سا شور وغل سنا اور یہ ندا سنی کہ اے محمدؐ نیچے تشریف لائیے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ بہت سی افواج ملائکہ کے ساتھ نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس قبہ کے گرد احاطہ کر لیا کہ جس کے اندر امام حسینؑ کا سر مبارک تھا جناب رسالت مآبؐ اس قبہ کے اندر تشریف لے گئے جب آپ کی نگاہ اس سر مبارک پر پڑی تو آپ ناتواں ہو کر بیٹھ گئے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ نیزہ جس پر سر امام حسینؑ تھا خم ہوا اور وہ سر مطہر حضرت کی گود میں آ گرا حضرت نے اس سر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور حضرت آدمؑ کے پاس لے آئے۔ اور فرمایا اے میرے بابا آدم دیکھئے کہ میری اُمت نے میرے دلبند کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اس وقت میں کانپنے لگا۔ اچانک جبرئیلؑ رسول خدا کے پاس آئے اور عرض کیا میں زمین پر زلزلہ لانے پر مؤکل ہوں آپ اجازت دیجئے کہ میں زمین میں زلزلہ پیدا کروں اور ایک چیخ ماروں تاکہ یہ سب ہلاک ہو جائیں۔ حضرت نے اجازت نہ دی عرض کیا کہ پھر اجازت دیجئے کہ ان چالیس افراد کو ہلاک کر دوں آپ نے فرمایا تم مختار ہو پس جبرئیل جس کے پاس جاتے اور اسے پھونک مارتے تو اس کو آگ لگ جاتی اور وہ جل جاتا جب میری باری آئی تو میں نے حضرت سے استغاثہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا اے رہنے دو خدا اسے نہ بخشے پس مجھے چھوڑ کر سر اٹھا کر لے گئے اور اس رات کے بعد کسی نے اس سرِ مقدس کو نہ دیکھا اور عمر سعد لعین جب امارت رَی کی طرف متوجہ ہوا تو راستہ میں واصل جہنم ہوا اور اپنے مقصود کو نہ پا سکا۔

مترجم کہتا ہے (یعنی علامہ مجلسی) واضح ہو کہ سید الشہدا امام حسینؑ کے سر کے مدفن میں علمائے عامہ کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے اور ان کے اقوال کو بیان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور علمائے شیعہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ سید سجاد امام زین العابدینؑ سر مبارک کو باقی شہداء کے سروں کے ساتھ کربلا میں لے آئے اور اربعین کے دن انہیں ابدان کے ملحق کیا لیکن یہ قول بہت بعید ہے بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں کہ ایک شیعہ نے اس سر مبارک کو چرایا اور اس نے لا کر حضرت امیر المومنینؑ کے سرہانے اسے دفن کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں امام حسینؑ کی زیارت پڑھنا سنت ہے۔ اور یہ روایت بتاتی ہے کہ سرکار رسالتؐ اس سر کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ سر و بدن اشرف اماکن کی طرف منتقل ہوئے۔ اور عالم قدس میں ایک دوسرے سے ملحق ہو گئے اگرچہ اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ (تمام شد علامہ مجلسی)

فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ اعمش کی روایت کے آخر میں ہے کہ عمر سعد رَی کے راستہ میں ہلاک ہوا یہ درست نہیں۔

کیونکہ اس ملعون کو مختار نے اس کے گھر ہی میں کو فہ میں قتل کرا دیا تھا۔ اور ہمارے مولا امام حسینؑ کی دعا اس کے متعلق قبول ہوئی۔ وَسَلَّطَ عَلَيْكَ مَنْ يَذْبَحُكَ بَعْدِي عَلَى فِرَاشِكَ اور خدا تجھ پر ایسا شخص مسلط کرے گا جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے گا۔ ابو حنیفہ دینوری نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد میرا رفیق و دوست تھا اس کے کربلا سے واپس آنے اور امام حسینؑ کی شہادت سے فارغ ہونے کے بعد میں اس کو دیکھنے کے لئے گیا تو میں نے اس سے اس کے حالات پوچھے تو وہ لعین کہنے لگا میرے حالات نہ پوچھو کیونکہ کوئی مسافر مجھ سے زیادہ بری حالت میں اپنے گھر کی طرف نہیں لوٹا۔ میں نے قرابت قریبہ کو قطع کیا اور امر عظیم کا مرتکب ہوا۔ تذکرہ سبط میں ہے کہ لوگوں نے اس سے روگردانی اختیار کرلی۔ اور کوئی بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا اور جب وہ کسی گروہ کے نزدیک سے گزرتا تو اس سے منہ پھیر لیتے اور جب وہ مسجد میں جاتا تو لوگ مسجد سے باہر چلے جاتے اور جو اسے دیکھتا برا بھلا کہتا اور گالیاں دیتا لہذا وہ اپنے گھر میں ہی رہنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ قتل ہوا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

نویں فصل

یزید بن معاویہ کا اہل بیت اطہارؑ کو مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کرنا

جب شام کے لوگ سید الشہداءؑ کی شہادت آپ کے اہل بیتؑ کی مظلومیت اور یزید کے ظلم پر مطلع ہوئے اور اہل بیتؑ کے مصائب کا انہیں علم ہوا تو آثار کراہت و ناپسندیدگی ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتے تھے۔ یزید ملعون اس بات کو بھانپ گیا۔ لہٰذا ہمیشہ وہ چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو شہادت امامؑ سے بری الذمہ قرار دے اور یہ کام ابن مرجانہ کی گردن پر ڈالے اور اس نے اہل بیتؑ کے ساتھ بھی رفق و مدارات کی بنا رکھی۔ لہٰذا ہمیشہ ان کے زخموں کے مندمل کرنے کی تدبیر میں کوشاں رہتا۔ اس لئے ایک دن سید سجادؑ کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا۔ اپنی حاجات بیان کیجئے آپ کی تین حاجتیں روا کی جائیں گی حضرت نے فرمایا کہ میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میرے سردار مولا اور آقا اور میرے باپ امام حسینؑ کا سر مجھے دکھا تاکہ میں اس کی زیارت کروں۔ اس سے توشہ حاصل کروں اور اس سے آخری ملاقات کر لوں۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ حکم کرو کہ لوگوں نے جو کچھ ہمارا مال لوٹا ہوا ہے وہ ہمیں واپس کرے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو کسی امین شخص کو اہل بیت رسولؐ کے ساتھ روانہ کر جو کہ انہیں ان کے نانا کے حرم تک پہنچا دے۔ یزید لعین کہنے لگا باپ کے سر کا دیکھنا تو آپ کے لئے کبھی ممکن نہ ہو گا۔ رہا آپ کا قتل کرنا تو میں آپ کو معاف کرتا ہوں اور درگزر کرتا ہوں اور خواتین کو آپ کے بغیر کوئی مدینہ نہیں لے جائے گا۔ باقی رہا آپ کا لوٹا ہوا مال تو میں اپنے مال میں سے کئی گنی قیمت ادا کر دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ہم تیرے مال سے کچھ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تیرا مال تیرے ہی پاس رہے۔ ہم تو اپنا ہی مال چاہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ دختر رسولؐ کے ہاتھ کا بنا ہوا پارچہ ان کا مقنعہ گلوبند اور پیراہن اس میں موجود تھا۔ یزید نے حکم دیا اور لوٹا ہوا مال برآمد کیا گیا اور اسے واپس کیا ساتھ دو سو دینار اپنی طرف سے بھی دیئے حضرت نے وہ زر و مال لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

علامہ مجلسی اور دوسرے اعلام نے نقل کیا ہے کہ یزید نے اہل بیت رسالتؑ کو بلایا اور انہیں شام میں عزت و احترام کے ساتھ رہنے اور مدینہ کی طرف صحت و سلامتی کے ساتھ واپس جانے کا اختیار دیا وہ کہنے لگے پہلے تو ہمیں اجازت ملے کہ ہم ماتم و عزاداری امام مظلوم قائم کریں۔ کہنے لگا جو چاہو کرو ایک مکان ان کے لئے مقرر ہوا اور انہوں نے سیاہ لباس پہنے اور جو کوئی شام میں قریش بنی ہاشم میں سے تھا۔ اس نے ماتم و زاری تعزیت و سوگواری میں ان کا ساتھ دیا اور ایک ہفتہ برابر آنجناب پر ندبہ و نوحہ و زاری کرتے رہے اور آٹھویں دن انہیں بلایا اور ان پر نوازش کی اور معذرت چاہی اور ان سے شام میں رہنے کے لئے اصرار کیا جب وہ نہ مانے تو محملہائے حزین ان کے لئے ترتیب دیئے اور ان کے سفر خرچ

کے لیے مال حاضر کیا اور کہنے لگا یہ اس کا معاوضہ ہے جو تم پر مصائب وارد ہوئے ہیں۔ جناب اُم کلثوم نے فرمایا اے یزید تو کتنا زیادہ بے حیا و بے شرم ہے تو نے ہمارے بھائیوں اور اہل بیتؑ کو قتل کیا ہے کہ پوری دنیا جن کے ایک بال کی قیمت نہیں اور اب کہتا ہے کہ یہ اس کا معاوضہ ہے جو تو نے ہمارے اوپر مصائب وارد کئے ہیں۔ پھر اس نے نعمان بن بشیر کو جو اصحاب رسولؐ خدا میں سے تھا۔ بلایا اور اس سے کہا کہ سفر کی تیاری کرو اور جو اسباب سفر ضروری ہیں وہ ان خواتین کے لئے مہیا کر لو اور اہل شام میں سے جو شخص امانت و دیانت و صلاح و سداد سے موسوم ہے اسے کچھ لشکر کے ساتھ اہل بیت کی حفظ و حراست اور ان کی خدمت کے لئے مقرر کرو اور انہیں مدینہ کی طرف روانہ کرو۔ بس بروایت شیخ مفید یزید لعین نے حضرت سید سجادؑ کو علیحدگی میں بلایا اور کہنے لگا خدا لعنت کرے۔ ابن مرجانہ پر خدا کی قسم اگر میں آپ کے باپ کے پاس ہوتا تو وہ جو کچھ مجھ سے مانگتے میں انہیں عطا کرتا اور جس چیز سے ممکن ہوتا میں ان سے موت کو روکتا اور میں انہیں قتل نہ ہونے دیتا لیکن خدا کی قضا جاری ہو کر رہتی ہے۔ آپ کی حاجت روائی کے لئے میں حاضر ہوں جو چاہیں مدینہ سے میری طرف خط لکھیں تا کہ میں آپ کی ضرورت پوری کروں پس اس نے حکم دیا تو حضرت کو اور اہل بیتؑ کو لباس دیئے گئے اور نعمان بن بشیر کے ساتھ ایک قاصد روانہ کیا اور وصیت کی کہ رات کے وقت انہیں سفر کرایا جائے اور تمام مقامات پر اہل بیتؑ سے آگے آگے ہوں اور لشکر ان کے عقب میں اتنی دور کہ اہل بیتؑ لشکر کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوں اور جہاں قیام کریں وہاں ان سے دور ہو اور ان کے ارد گرد نگہبانوں کی طرح منقسم رہے اور اگر اثنار راہ میں کسی کو وضو یا قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو اسے رفع حاجت کے لئے اتارا جائے اور سب قافلہ رکا رہے یہاں تک کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے اور اپنی نشست پر بیٹھ جائے اور ان سے خدمت گاروں اور نگہبانوں والا سلوک کیا جائے یہاں تک کہ مدینہ میں وارد ہوں پس اس شخص نے یزید کی نصیحت پر عمل کیا اور اہل بیت عصمتؑ کو راحت و آرام و مدارات کے ساتھ چلاتا اور ہر لحاظ سے ان کی مراعات کرتا یہاں تک کہ وارد مدینہ ہوئے اور قرمانی نے اخبار الدول میں نقل کیا ہے کہ نعمان بن بشیر تیس افراد کے ساتھ اہل بیتؑ کو اسی طریقہ پر لے چلا جیسے اسے یزید نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ میں جا پہنچے۔ پس فاطمہ بنت امیرالمومنینؑ نے اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا سے عرض کیا کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ احسان و نیکی کی ہے کیا آپ مناسب سمجھتی ہیں کہ ہم اسے اس کے احسان کے بدلے کوئی چیز دیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ سوائے اپنے زیورات کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو ہم اسے دے سکیں۔ پس انہوں نے اپنے کنگن اور دو بازو بند جو ان کے پاس تھے۔ نعمان کے پاس بھیجے اور ان کی کمی کی وجہ سے معذرت چاہی نعمان نے وہ سب چیزیں واپس کر دیں اور کہنے لگا اگر میں نے یہ کام دنیا کے لئے کیا ہوتا تو یہی چیزیں میرے لئے کافی تھیں اور میں ان پر خوش ہو جاتا۔ لیکن خدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ جو نیکی کی ہے وہ صرف خدا کے لئے اور آپ کی رسولؐ خدا سے قرابت کی وجہ سے کی ہے۔

سید ابن طاؤس نقل فرماتے ہیں کہ جس وقت سید الشہداؑ کے اہل و عیال شام سے مدینہ کی طرف واپس جا رہے

تھے اور جب عراق میں پہنچے تو راہ شناس سے فرمایا کہ ہمیں کربلا لے چلو پس وہ انہیں کربلا کے راستہ سے لے آئے جب تربت سید الشہدا علیہ الاف التحیۃ والثنا پر پہنچے تو انہوں نے جابر بن عبداللہ کو بنی ہاشم کے ایک گروہ اور آل رسولؐ کے کچھ مردوں کے ساتھ وہاں پایا اور ایک دوسرے سے ملاقات کی اور نوحہ وزاری اور ماتم وعزاداری کی بنا رکھی اور ان اطراف میں جو قبائل عرب کی عورتیں تھیں وہ بھی جمع ہوگئیں اور کئی دن عزاداری قائم رہی۔

مؤلف کہتا ہے کہ واضح ہو ثقات محدثین و مؤرخین متفق ہیں بلکہ خود سید جلیل علی بن طاؤس نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر سعد نے سب سے پہلے شہداء کے سر ابن زیاد کے پاس بھیجے اور اس کے بعد دوسرے دن اہل بیتؑ کو کوفہ کی طرف لے گیا اور ابن زیاد نے شناعت و شماتت اہل بیت کے بعد انہیں قید کر دیا اور یزید بن معاویہ کی طرف خط لکھا کہ اہل بیتؑ اور سروں کے سلسلہ میں کیا کیا جائے یزید لعین نے لکھا کہ انہیں شام کی طرف بھیج دو۔ لہذا ابن زیاد نے ان کے سفر کی تیاری کر کے انہیں شام کی طرف بھیج دیا اور جو کچھ واقعات عدیدہ وحکایات متفرقہ ان کے شام کی طرف جاتے ہوئے کتب معتبرہ سے منقول ہیں ان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شاہراہ پر بستیوں اور آباد شہروں سے گزارا گیا جو کہ تقریباً چالیس منزلیں تھیں اور اگر ان منازل کے ذکر سے قطع نظر کی جائے اور کہیں کہ انہیں بیابان کے راستہ فرات کے مغرب کی جانب سے لے جایا گیا وہ بھی کم از کم بیس دن بنتے ہیں۔ کیونکہ کوفہ وشام کے درمیان کا فاصلہ خط مستقیم کے لحاظ سے ایک سو پچھتر فرسخ (چھ سو ساڑھے بارہ میل) لکھے گئے ہیں اور شام میں بھی تقریباً ایک ماہ توقف کیا ہے۔ جیسا کہ سید کتاب اقبال میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ سادات نے ایک ماہ تک شام میں توقف کیا ایسی جگہ جو انہیں سردی و گرمی سے نہیں بچا سکتی تھی پس ان مطالب کو دیکھ کر بہت بعید معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ ان تمام واقعات کے باوجود شام سے واپس آ جائیں اور بیس صفر کو جو کہ اربعین کا دن ہے کہ جس دن جابر کربلا میں آئے ہوئے تھے کربلا میں وارد ہوئے ہوں اور خود سید اجل نے اس بات کو اقبال میں بعید قرار دیا ہے۔ علاوہ اس کے کسی ایک اجلاء فن حدیث و معتمدین اہل سیر و تواریخ نے مقاتل وغیرہ میں اس مطلب کی طرف اشارہ نہیں کیا حالانکہ کئی جہات سے مناسب تھا بلکہ ان کے سیاق کلام سے اس کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ عبارت شیخ مفید اہل بیتؑ کے مدینہ کی طرف واپسی کے سلسلہ میں آپ کو معلوم ہو چکی ہے اور اس عبارت سے ملتی جلتی ابن اثیر طبری قرمانی اور دوسرے علما کی ذکر شدہ عبارتیں ہیں اور کسی میں بھی سفر عراق کا ذکر نہیں ہے بلکہ شیخ مفید شیخ طوسی اور کفعمی نے کہا ہے کہ بیس صفر کو حرم مطہر حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ نے شام سے مدینہ کو رجوع کیا اور اسی دن جابر بن عبداللہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا میں آئے اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کی زیارت کی اور ہمارے شیخ علامہ نوری طاب ثراہ نے کتاب لؤلؤ ومرجان میں اس نقل کی تردید میں بہت کچھ لکھا ہے اور سید ابن طاؤس کا اپنی کتاب میں اس کو ذکر کرنے کا عذر پیش کیا ہے لیکن اس مقام میں گنجائش بسط نہیں اور بعض نے احتمال کیا ہے کہ اہل بیتؑ جب کوفہ سے شام کی طرف جا رہے تھے تو اس وقت کربلا میں آئے اور یہ احتمال بھی کئی جہات سے بعید ہے اور یہ بھی احتمال کیا گیا ہے کہ شام

سے کربلا میں تو واپسی پر آئے لیکن وہ اربعین کا دن نہیں تھا کیونکہ سید و شیخ ابن نما نے جوان کا کربلا میں وارد ہونا بیان کیا ہے۔ اسے اربعین کے دن کے ساتھ مقید نہیں کیا لیکن یہ احتمال بھی کمزور ہے کیونکہ دوسرے علماء نے مثلاً صاحب روضۃ الشہداء و حبیب السیر وغیرہ نے جو نقل کیا ہے اسے اربعین کے ساتھ مقید کیا ہے اور سید کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جابر کے ساتھ ایک ہی وقت اور ایک ہی دن میں وارد کربلا ہوئے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں فوافوا فی وقت واحد۔ (ایک ہی وقت میں وہاں آ پہنچے) اور مسلّم ہے کہ جابر کا ورود کربلا میں اربعین ہی کے دن تھا۔ علاوہ اس کے جو تفصیل کربلا میں جابر کے ورود کی کتاب مصباح الزائر سید ابن طاؤس اور بشارۃ المصطفیٰ میں جو کہ دونوں معتبر کتابیں ہیں موجود ہے اس میں اس وقت اہل بیت کے ورود کا بالکل ذکر نہیں ہے حالانکہ بحسب مقام اسے بیان ہونا چاہیئے تھا اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم جابر کے ورود کربلا کی روایت کو یہاں بیان کریں جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ شیخ جلیل القدر عماد الدین ابوالقاسم طبری آملی جو کہ اجلاء فن حدیث میں سے اور ابو علی بن شیخ طوسی کے شاگرد ہیں۔ کتاب بشارۃ المصطفیٰ جو کہ بہت نفیس کتب میں سے ہے۔ مسنداً عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی سے! جو کہ امامیہ راویوں میں سے ہے اور اہل سنت نے اپنے رجال میں حدیث کے متعلق اس کی صداقت کی تصریح کی ہے) روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لیئے روانہ ہوئے جب ہم کربلا میں وارد ہوئے تو جابر دریا فرات کے قریب گئے اور غسل کیا اور ایک کپڑا بطور لنگ باندھا اور دوسرا کندھے پر ڈالا (یعنی احرام کی طرح) پھر ایک گٹھڑی کھولی کہ جس میں سعد خوشبو تھی اور اسے اپنے بدن پر چھڑکا پھر قبر کی طرف روانہ ہوا اور کوئی قدم نہیں اٹھایا مگر ذکر خدا کے ساتھ یہاں تک کہ قبر کے قریب پہنچے اور مجھے کہا کہ میرا ہاتھ قبر کے اوپر رکھ دو۔ میں نے ان کا ہاتھ قبر کے اوپر رکھا جب ان کا ہاتھ قبر کے اوپر پہنچا تو بے ہوش ہو کر قبر پر گر پڑے۔ میں نے ان پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آئے اور تین مرتبہ کہا یاحسین پھر کہنے لگے۔ حَبِیْبٌ لَا یُجِیْبُ حَبِیْبَہٗ۔ آیا دوست اپنے دوست کو جواب نہیں دیتا۔ پھر کہنے لگے آپ کیسے جواب دے سکتے حالانکہ آپ کی گردن کی رگیں اپنی جگہ پر باقی نہیں رہیں اور وہ آپ کی پشت اور کندھے سے جا ملی ہیں اور آپ کے سر و بدن میں جدائی ہو چکی ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خیر النبیینؐ کے بیٹے اور سید المومنین کے فرزند ہیں اور تقوی کے حلیف و ہم قسم اور سبیل ہدیٰ کے فرزند ہیں اور اصحاب کساء میں سے پانچویں ہیں اور سید النقباء کے بیٹے اور فاطمہ سیدۃ النساءؑ کے لخت جگر ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جب کہ سید المرسلین کے ہاتھ سے آپ کی پرورش ہوئی۔ اور متقین کے پہلو میں تربیت حاصل کی اور آپ نے ایمان کے پستان سے دودھ پیا۔ اور آپ کی دودھ بڑھائی اسلام کے ساتھ ہوئی اور آپ حیات و ممات میں پاک و پاکیزہ تھے۔ بے شک آپ کے فراق پر مومنین کے دل خوش نہیں ہیں حالانکہ آپ کی نیکی اور اچھائی میں کسی کو شک نہیں ہے پس آپ پہ خدا کا سلام اور خوشنودی نازل ہو اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس راستہ پر چلے ہیں جس پر آپ کے بھائی یحییٰ بن زکریا چلے۔ جابر نے اپنی آنکھیں قبر کے گرداگرد پھرائیں۔ اور شہداء کربلا کو اس طرح سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیَّتُهَا الْاَرْوَاحُ الَّتِیْ حَلَّتْ بِفِنَاءِ قَبْرِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَنَاخَتْ بِرَحْلِهٖ اَشْهَدُ اَنَّکُمْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ وَاَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَیْتُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَجَاهَدْتُمُ الْمُلْحِدِیْنَ وَعَبَدْتُمُ اللّٰهَ حَتّٰی اَتٰکُمُ الْیَقِیْنُ۔

پھر کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کو نبوت حقہ کے ساتھ مبعوث کیا کہ ہم تمہارے شریک ہیں جس چیز میں تم داخل ہوئے۔ عطیہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے کہا ہم کس طرح ان کے شریک ہوگئے۔ حالانکہ ہم کسی وادی میں نہیں اترے اور کسی پہاڑ پر نہیں گئے۔ ہم نے تلوار نہیں چلائی باقی رہا یہ گروہ تو ان کے سر و بدن میں جدائی ہوئی ان کی اولاد یتیم اور عورتیں بیوہ ہوئیں۔ جابر نے کہا، اے عطیہ میں نے اپنے حبیب رسولِ خداؐ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص کسی گروہ سے محبت و دوستی کرے وہ ان کے ساتھ محشور ہوگا اور جو شخص کسی قوم کے عمل کو دوست رکھے وہ ان کے عمل میں شریک ہے پس اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میری اور میرے ساتھیوں کی نیت اس چیز پر ہے جس پر حسینؑ اور ان کے یار و مددگار گزر گئے ہیں پھر جابر کہنے لگے کہ مجھے کوفہ کے گھروں کی طرف لے چلو کچھ راستہ جب ہم نے طے کیا۔ تو مجھ سے کہا عطیہ تجھے وصیت کروں اور میرا گمان نہیں کہ اس سفر کے بعد تم سے میری ملاقات ہو اور وہ وصیت یہ ہے کہ آلِ محمدؐ کے دوست سے دوستی رکھنا جب تک وہ ان سے دوستی و محبت رکھتا ہے اور آلِ محمدؐ کے دشمن سے دشمنی رکھ جب تک وہ ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ روزہ دار، نماز گذار ہو اور دوست آلِ محمدؐ کے ساتھ نرمی اور مدارات کر اگرچہ اس کے ایک قدم میں بہت سے گناہوں کی وجہ سے لغزش ہو اور دوسرا پاؤں ثابت و استوار ہو۔ بے شک ان کے دوست کی بازگشت جنت اور ان کے دشمن کی دوزخ کی طرف ہے۔

تذییل۔ جابر کے امام حسینؑ کو خامس اصحاب کسا کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب آپ کے مشہور القاب میں سے تھا اور خمسہ نجباء کے کساء کے نیچے جمع ہونے والی حدیث احادیث متواترہ میں سے ہے کہ جسے علماء شیعہ و سنی نے روایت کیا ہے اور احادیث میں ہے کہ آیت تطہیر ان کے اجتماع کے بعد نازل ہوئی اور احادیث مباہلہ میں بھی کثرت سے وارد ہے اور شاید انوارِ طیبہ کو رسولِ اکرمؐ کا چادر کے نیچے جمع کرنے کا راز اس شبہ کو دور کرنا ہو کہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہ کرے کہ چادر کے نیچے جمع ہونے والوں کے علاوہ پر بھی یہ آیت حاوی ہے اگرچہ عامہ میں سے معاندین کے ایک گروہ نے اس کو تعمیم دی ہے لیکن ان کے اغراضِ فاسدہ انہیں کے بیانات ادای سے واضح اور ظاہر ہیں باقی رہی وہ حدیث جو حدیثِ کساء کے نام سے ہمارے زمانے میں مشہور ہے تو وہ اس کیفیت کے ساتھ کتب معتبرہ معروفہ و اصول حدیث اور مجامع متقنہ محدثین کی نظر سے نہیں گذری اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب منتخب کے خصائص میں سے ہے اور جابر نے اپنے کلام میں جو کہا ہے کہ آپ یحییٰ بن زکریاؑ کے طریقہ پر گذرے ہیں۔ یہ اشارہ ہے پوری مشابہت کی طرف جو سید الشہداءؑ اور یحییٰ بن زکریاؑ میں تھی جیسا کہ اس کی تصریح حضرت صادقؑ نے ایک خبر میں فرمائی ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور ان پر جفا نہ کرو کہ وہ جوانانِ جنت کے سردار اور شبیہ یحییٰ بن زکریاؑ ہیں اور کئی ایک محدثین نے سید سجادؑ سے

روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے والد امام حسینؑ کے ساتھ گھر سے نکلے پس آپ جس منزل میں رہے اور جس سے کوچ فرمایا تو وہاں یحییٰ بن زکریاؑ ہی کا تذکرہ کیا اور ایک دن فرمایا کہ اس دنیا کی پستی و ذلت میں سے یہ امر ہے کہ جناب یحییٰؑ کا سر بطور ہدیہ بنی اسرائیل کی ایک زناکار عورت کی طرف بھیجا گیا اور بعید نہیں کہ امام حسینؑ کا بار بار جناب یحییٰؑ کے ذکر کرنے سے اسی چیز کی طرف اشارہ ہو۔ باقی رہی وجہ شباہت۔ ان دو مظلوموں کے درمیان تو وہ کئی ایک وجوہ ہیں کہ جن میں سے ہم صرف آٹھ پہ اکتفار کرتے ہیں۔

پہلی یہ کہ ان دو معصوم ہستیوں کا کوئی ہمنام ان کا نام رکھنے سے پہلے نہیں تھا جیسا کہ کئی ایک روایات میں ہے۔ کہ نام یحییٰؑ و حسینؑ ان دو مظلوم ہستیوں سے پہلے کسی کا نہ تھا۔ **دوسری** یہ کہ دونوں کی حمل کی مدت چھ ماہ تھی۔ جیسا کہ کئی روایات میں موجود ہے۔ **تیسری** یہ کہ دونوں کی ولادت سے پہلے اخبار و وحی آسمانی کے ذریعہ ان کی ولادت اور زندگی کے حالات کی تشریح کی گئی جیسا کہ تفصیل کے ساتھ سیدالشہداءؑ کی ولادت کے باب میں اور آیت حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا کی تفسیر میں محدثین و مفسرین نے نقل کیا ہے۔ **چوتھی وجہ** دونوں پر آسمان کا گریہ کرنا ہے جیسا کہ فریقین کی روایات اس آیت کریمہ کی تفسیر میں وارد ہیں فما بکت علیھم السماء والارض اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ان دو بزرگواروں کے لئے آسمان چالیس دن تک رویا ہے۔

پانچویں وجہ دونوں کے قاتل حرامزادے تھے اور اس سلسلہ میں کئی روایات وارد ہیں بلکہ حضرت باقرؑ سے روایت ہے کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کو حرامزادے ہی قتل کرتے ہیں۔ **چھٹی** وجہ یہ ہے کہ دونوں کے سر سونے کے طشت میں رکھ کر زناکاروں اور زنا زادوں کے پاس بطور ہدیہ لے جائے گئے جیسا کہ کئی روایات میں وارد ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ یحییٰؑ کا سر طشت میں کاٹا گیا تاکہ ان کا خون زمین پر نہ گرے اور غضب الٰہی کا سبب نہ ہو۔ لیکن کفار کوفہ اور متبعین بنی امیہ لعنہم اللہ نے سیدالشہداءؑ سے یہ رعایت نہیں کی اور کیا خوب کہا گیا ہے۔

حیف است خون خلق تو ریزد بروئے خاک — یحیائے من اجازہ کہ طشتی بیاورم

ساتویں وجہ جناب یحییٰؑ کے سر کا گفتگو کرنا جیسا کہ تفسیر قمی میں ہے اور سیدالشہداءؑ کے سر کا کلام کرنا جیسا کہ اپنے مقام پر گزر چکا ہے۔

آٹھویں وجہ یہ کہ جناب یحییٰؑ اور سیدالشہداءؑ کا انتقام الٰہی ستر ہزار افراد کے قتل سے لیا گیا۔ جیسا کہ مناقب میں ہے اور سیدالشہداءؑ کے حالات کا جناب یحییٰؑ کے حالات پر منطبق ہونا ان احادیث کے راز کو بتاتا ہے کہ جو کچھ گذشتہ امتوں میں وہ اس امت میں ہوگا۔ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ وَالْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ وَاللّٰهُ الْعَالِمُ اور باقی رہا جابر کا عطیہ کو یہ وصیت کرنا کہ آل محمدؐ کے دوست کو دوست رکھ۔ الخ تو یہ اس تحریر سے مشابہ ہے جو امام رضاؑ نے اپنے جمال کے لئے اس عبارت میں لکھی تھی۔ كُنْ مُحِبًّا لِآلِ مُحَمَّدٍ وَإِنْ كُنْتَ فَاسِقًا وَمُحِبًّا لِمُحِبِّيهِمْ وَإِنْ كَانُوا فَاسِقِينَ۔ آل محمدؐ کا محب رہ اگرچہ تو فاسق ہو

اور ان کے محبوں سے محبت کر اگرچہ وہ فاسق ہوں۔ قطب راوندی نے کتاب دعوات میں فرمایا ہے کہ یہ مکتوب شریف اب بھی اہلِ کرمند کے پاس موجود ہے۔ کرمند ایک بستی ہے جو ہمارے اصفہان کے اطراف میں ہے اور اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ سلطان ملک ایمان خراسان کی طرف جا رہے تھے۔ تو اس بستی کا ایک شخص ہمارے مولیٰ کی شتربانی کرتا تھا جب اس نے چاہا کہ حضرت کی خدمت سے مرخص ہو تو اس نے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے اپنے خط مبارک سے مشرف کیجئے۔ جو میرے لئے تبرک ہو اور وہ شخص عامہ میں سے تھا پس حضرت نے یہ تحریر اسے عنایت فرمائی۔

دسویں فصل

مدینہ طیبہ میں اہل بیت علیہم السلام کا ورود

جب اہل بیت شام سے چلے تو منازل و مراحل طے کرتے ہوئے مدینہ کے نزدیک پہنچے بشیر بن جذلم جو ملازم رکاب تھا کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو جناب علیؑ نے جس جگہ کو مناسب سمجھا وہاں اترے اور خیمے نصب کئے اور فرمایا اے بشیر خدا تیرے باپ پر رحم کرے وہ شاعر تھا۔ کیا تجھے بھی اپنے باپ کے فن سے کچھ لگاؤ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ میں بھی شاعر ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر مدینہ چلے جاؤ اور مرثیہ ابو عبداللہؑ میں اشعار پڑھو اور مدینہ کے لوگوں کو ان کی شہادت اور ہمارے آنے کی اطلاع دے دو (کچھ عربی اشعار مؤلف نے بیان کئے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں از مترجم) بشیر کہتا ہے کہ حضرت کے حسب ارشاد میں گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں مدینہ میں داخل ہوا جب میں مسجد نبویؐ کے قریب پہنچا تو میں نے گریہ وزاری سے آواز بلند کی اور یہ دو اشعار کہے۔

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا ... قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَدْمُعِي مِدْرَارُ

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ ... وَالرَّأْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

اے یثرب کے رہنے والے اب یہ تمہارے رہنے کے قابل نہیں رہا حسینؑ شہید کر دیئے گئے پس میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ان کا جسم کربلا میں خون آلودہ پڑا ہے۔ اور ان کا سر نوک نیزہ پر پھرایا جا رہا ہے اس وقت میں نے پکار کر کہا اے لوگو بے شک علی بن الحسین علیہم السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سمیت تمہارے قریب آ چکے ہیں۔ اور شہر کے باہر اترے ہوئے ہیں اور میں حضرت کا تمہاری طرف قاصد ہوں اور تمہیں ان کی نشاندہی کرانے آیا ہوں یوں سمجھو کہ بشیر کی چیخ نفخہ صور تھی کہ جس نے عرصہ مدینہ کو صبح نشور بنا دیا پردوں میں رہنے والی عورتیں گھروں سے منہ کھلے ہوتے بال بکھرے ہوئے نکل پڑیں اور ننگے پاؤں دوڑیں اور اپنے چہرے نوچ لئے صدائے نالہ و زاری بلند ہوئی اور واویلا اور واثبورا کی آوازیں اٹھنے لگیں اور کبھی بھی مدینہ اس حالت میں نہیں دیکھا گیا تھا اور اس سے زیادہ تلخ دن اور اس ماتم سے زیادہ عظیم ماتم کبھی نظر نہیں آیا تھا بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو سید الشہداؑ کے مرثیہ میں اشعار پڑھ رہی تھی اس وقت وہ کہنے لگی اے سنانی سنانے والے تو نے ہمارے حزن و ملال کو تازہ کر دیا اور ہمارے زخمی دلوں کو درست و مندمل ہونے سے پہلے چھیل دیا ہے اب بتا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں بشیر بن جذلم ہوں کہ مجھے میرے مولا و آقا علی بن الحسینؑ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور خود حضرت ابا عبداللہؑ کے اہل و عیال کے ساتھ فلاں جگہ مدینہ کے قریب اترے ہوئے ہیں۔ بشیر کہتا ہے کہ لوگ مجھے چھوڑ کر اہل بیتؑ کی طرف دوڑ پڑے۔

میں نے بھی جلدی سے کام لیا اور گھوڑے کو دوڑایا جب میں سید سجادؑ کے خیمہ کے نزدیک پہنچا تو اس قدر جمعیت تھی کہ جانے کا راستہ نہیں تھا میں گھوڑے سے اُتر آیا پھر بھی مجھے راستہ نہ ملا مجبوراً لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر میں سید سجادؑ کے خیمہ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر تشریف لائے ہوئے تھے اس حالت میں کہ رومال آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جس سے آپ اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھ رہے ہیں اور خادم کرسی بھی لے آیا ہے اور حضرت اس کے اوپر بیٹھ گئے لیکن آپ پہ گریہ اتنا طاری تھا کہ آپ اپنے اوپر قابو نہیں پا رہے تھے اور لوگوں کی چیخ و پکار اور گریہ و زاری کی آواز بلند تھی اور وہ ہر طرف سے حضرت سے تعزیت کر رہے تھے اور وہ مقام لوگوں کی آوازوں سے مجسم فریاد بنا ہوا تھا۔ پس حضرت نے انہیں اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپ نے خطبہ شروع کیا اس کا خلاصہ اُردو زبان میں اس طرح ہے حمد و ثنا ہے اس خدا کے لئے جو عالمین کا پالنے والا ہے رحمٰن و رحیم فرمانروائے روزِ جزاء اور تمام مخلوق کا خالق ہے وہ خدا جو عقول کے ادراک سے دور ہے اور جس کے سامنے چھپے ہوئے راز آشکار و واضح ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں عظیم شدائد بڑے مصائب غم انگیز تکالیف صبر سوز دردوں اور سخت گراں مصیبت پر اے لوگو حمد و تعریف ہے اس خدا کے لئے کہ جس نے ہمارا امتحان لیا اور ہمیں مبتلا کیا بڑے مصائب کے ساتھ اور ایک بڑے رخنے کے ساتھ جو اسلام میں واقع ہوا۔

قُتِلَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعِتْرَتُهٗ وَسُبِيَ نِسَاۗئُهٗ وَصِبْيَتُهٗ وَدَارُوْا بِرَاْسِهٖ فِي الْبُلْدَانِ مِنْ فَوْقِ عَامِلِ السِّنَانِ امام حسینؑ اور ان کی عترت شہید کر دیے گئے ان کی خواتین اور بچے قید کر لئے گئے تھے اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر نصب کر کے شہروں میں پھرایا گیا۔ یہ وہ مصیبت ہے کہ جس کی مثل و شبیہ نہیں ہے۔ اے لوگو تم میں سے کون سے ایسے اشخاص ہیں جو اس مصیبت کے بعد دلشاد اور خوش ہوں گے اور کون سی آنکھ ہے جو اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد اشکبار نہ ہوگی اور وہ اپنے آنسو روکے رکھے گی۔ بے شک حسینؑ کی شہادت پر ساتوں آسمان روئے ہیں۔ اور دریاؤں نے اپنی موجوں سمیت ان پر آنسو بہائے ہیں اور ارکان آسمان چیخنے لگے اور اطراف زمین نے نالہ و آہ زاری کی درختوں کی شاخوں میں آگ لگ گئی۔ دریا کی مچھلیاں۔ سمندروں کی لہریں۔ ملائکہ مقربین اور تمام اہل آسمان اس مصیبت میں ایک دوسرے کے ہمدرد و ہمداستان ہو گئے۔ اے لوگو کون سا دل ہے جو شہادت حسینؑ سے پھٹ نہ جائے اور کون سا دل ہے جو ان کی طرف مائل نہ ہو اور کون سا کان ہے جو اس مصیبت کو سن سکے جو اسلام پر وارد ہوئی ہے اے لوگو! ہمیں دھکیلا گیا اور پراگندہ کیا گیا اور اپنے گھروں سے دور کر دیا اور ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو ترک و دیلم کے قیدیوں سے نہیں کیا جاتا بغیر اس کے کہ ہم کسی جرم و خطا کے مرتکب ہوئے ہیں خدا کی قسم اگر بجائے ان سفارشات کے جو رسول خدا نے ہمارے حق حرمت و حمایت میں فرمائی تھیں ہمارے قتل و غارت و ظلم کا حکم دے جاتے تو جو کچھ یہ کر چکے ہیں۔ اس سے زیادہ نہ کرتے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ہماری یہ مصیبت کس قدر دردناک جلانے والی۔ سخت تلخ اور دشوار تھی ہم اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں کہ وہ ان مصائب کے بدلے ہم پر رحمت

کرے اور ہمیں اس کا ثواب و اجر عطا فرمائے اور ہمارے دشمنوں سے انتقام لے اور ہم مظلوموں کا ان ستمگروں سے بدلہ لے جب آپ کی گفتگو آخر کو پہنچی تو صوحان بن صعصعہ بن صوحان کھڑے ہو گئے اور معذرت چاہی کہ اے فرزند رسولؐ میں زمین گیر ہو چکا تھا اور اس وجہ سے آپ کی نصرت و مدد نہیں کر سکا حضرت نے اس کا عذر قبول کیا اور اس کے باپ صعصعہ کے لئے رحمت کی دعا کی پھر آپ اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب ان کی نگاہ مرقد منور اور ضریح مطہر رسالت مآبؐ پر پڑی تو فریاد کرنے لگے وَاجَدَّاہُ وَامُحَمَّدَاہُ آپ کے حسینؑ کو پیاسا ذبح کر دیا گیا ہے۔ اور اہل بیتؑ محترم کو قید کیا گیا۔ بغیر اس کے کہ کسی چھوٹے یا بڑے پر رحم کیا ہو پھر دوبارہ اہل مدینہ کی چیخیں نکل گئیں اور صدائے گریہ وزاری در و دیوار سے بلند ہوئی اور منقول ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا جب مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہنچیں تو دروازے کے دونوں کواڑ ہاتھ میں پکڑ کر آواز دی یَا جَدَّاہُ اِنِّیْ نَاعِیَۃٌ اِلَیْکَ اَخِی الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اے جد بزرگوار میرے بھائی حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے اور میں ان کی خبر شہادت آپ کے پاس لے کر آئی ہوں۔

برخیز حال زینب خونیں جگر بپرس	از دختر ستمزدہ حال پسر بپرس
با کشتگان بدشت بلا گر نبودہ ای	من بودم حکایتشاں سر بسر بپرس
از ماجرای کوفہ واز سرگذشت شام	یکقصہ ناشنیدہ حدیث دگر بپرس
از کودکانت از سفر کوفہ و دمشق	پیمودن منازل و رنج سفر بپرس
وارد سکینہ از تن صد پارہ اش خبر	حال گل شگفتہ ز مرغ سحر بپرس
از چشم اشکبار و دل بے قرار ما	کردیم چوں بسوئے شہیدان گذر بپرس
بال و پرم ز سنگ حوادث بہم شکست	برخیز حال طائر بشکستہ پر بپرس

اور وہ مخدرہ مسلسل مشغول گریہ تھیں اور ان کی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے اور جب ان کی نگاہ علیؑ بن الحسینؑ پر پڑتی تو حزن و ملال تازہ و غم و غصہ زیادہ ہو جاتا۔ طبری نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو بنی عبدالمطلبؑ میں سے ایک خاتون ان کے استقبال کے لئے باہر نکلی جب کہ اس کے بال پریشان اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں وہ روتی جاتی تھی اور کہتی تھی۔ ترجمہ اشعار۔ تم لوگ کیا جواب دو گے جب رسولؐ نے تم سے سوال کیا کہ تم آخری اُمت ہو تم نے میری عترت و اہل بیتؑ سے میرے چلے جانے کے بعد کیا سلوک کیا۔ ان میں سے کچھ قید ہیں اور کچھ خون میں غلطاں ہیں۔ میں نے جو تمہیں وعظ و نصیحت و تبلیغ کی اس کی یہ جزا تو نہ تھی کہ تم میرے ذوی القربیٰ کے ساتھ میری عدم موجودگی میں برا سلوک کرو۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت زین العابدینؑ چالیس سال تک اپنے پدر بزرگوار پر روئے اور اس مدت میں دن کو روزے رکھتے اور راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کرتے۔ آپ کا غلام افطار کے وقت کھانا پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے سامنے لا کر رکھتا اور عرض کرتا کہ اے میرے مولا اسے تناول فرمائیے تو حضرت فرماتے قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَائِعًا قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَطْشَانًا۔ یعنی میں کس

طرح آب و طعام استعمال کروں حالانکہ فرزند رسولؐ تو بھوکے اور پیاسے شہید ہوگئے اور یہ کلمات آپ بار بار دہراتے اور گریہ کرتے یہاں تک کہ کھانا اور پانی کو اپنے آنسو سے مخلوط و ممزوج کر دیتے اور ہمیشہ یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ خدا سے جا ملے اور آپ کے غلام سے یہ بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن سید سجادؑ صحرا کی طرف تشریف لے گئے میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے باہر نکلا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو دیکھا کہ آپ ایک ناہموار پتھر پر سجدہ ریز ہیں۔ میں آپ کے گریہ کی آواز سن رہا تھا۔ میں نے سنا کہ آپ یہ تہلیات سجدہ میں پڑھ رہے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَبُّدًا وَرِقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّتَصْدِیْقًا جب آپ نے سر سجدہ سے بلند کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے مولا و آقا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم و اندوہ ختم ہو اور آپ کا گریہ کم ہو آپ نے فرمایا تم پر وائے ہو یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام پیغمبر اور پیغمبر زادہ تھے ان کے بارہ بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو ان کی نظروں سے غائب کر دیا اس بیٹے کے حزن ملال وجدائی میں آپ کے بال سفید ہوگئے اور کمر خم ہوگئی اور زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی حالانکہ ان کا بیٹا دنیا میں زندہ موجود تھا۔ لیکن میں نے تو اپنے باپ اور بھائی کو ان کے سترہ افراد اہل بیت کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے اور ان کے سر قلم ہوتے دیکھے ہیں پس کس طرح میرا غم و حزن انتہا کو پہنچے اور میرا گریہ کم ہو۔ روایت ہے کہ حضرت اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد لوگوں سے کنارہ کش ہوگئے اور دیہاتوں میں بالوں کے بنے ہوئے خیمہ میں کہ جسے سیاہ چادر کہتے ہیں کئی سال تک رہے اور کبھی کبھی اپنے جد بزرگوار امیرالمومنینؑ اور اپنے والد گرامی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور کئی ایک کتب معتبرہ میں منقول ہے۔

کہ جناب رباب امراؤالقیس کی بیٹی جناب سکینہ کی والدہ جو واقعہ کربلا میں حاضر تھیں۔ مدینہ میں آنے کے بعد کبھی چھت کے نیچے نہیں بیٹھیں اور گرمی و سردی سے احتراز نہیں کرتی تھیں۔ اشراف قریش نے ان سے شادی کی خواہش کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا لَا یَکُوْنُ لِیْ حَمُوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی میں رسول اکرمؐ کے بعد اپنے شوہر کا باپ نہیں چاہتی اور ہمیشہ شب و روز روتی رہتیں یہاں تک کہ غم و حزن میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اور ابوالفرج سے منقول ہے کہ یہ اشعار جناب رباب نے سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد ان کے مرثیہ میں کہے۔

اِنَّ الَّذِیْ کَانَ نُوْرًا یُسْتَضَاءُ بِہٖ — بِکَرْبَلَاءَ قَتِیْلٌ غَیْرُ مَدْفُوْنٖ
سِبْطَ النَّبِیِّ جَزَاکَ اللّٰہُ صَالِحَۃً — عَنَّا وَجُنِّبْتَ خُسْرَانَ الْمَوَازِیْنٖ
قَدْ کُنْتَ لِیْ جَبَلًا صَعْبًا اَلُوْذُ بِہٖ — وَکُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرَّحْمِ وَالدِّیْنٖ
مَنْ لِّلْیَتَامٰی وَمَنْ لِّلسَّائِلِیْنَ وَمَنْ — یُغْنِیْ وَیَاْوِیْ اِلَیْہِ کُلُّ مِسْکِیْنٖ
وَاللّٰہِ لَا اَبْتَغِیْ صِہْرًا بِصِہْرِکُمْ — حَتّٰی اُغَیَّبَ بَیْنَ الرَّمْلِ وَالطِّیْنٖ

وہ شخص جو ایسا نور تھا کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی کربلا میں مقتول و بے دفن پڑا ہے تو نواسہ رسولؐ ہے

خدا ہماری طرف سے تجھے جزائے خیر دے اور تجھے اعمال کے ترازو کے خسارے سے خدا بچائے آپ میرے لئے ایسا سخت پہاڑ تھے کہ جس کی پناہ میں میں رہتی تھی اور آپ ہمارے ساتھ رحم دلی اور دین و دیانت کے ساتھ بسر اوقات کرتے تھے یتیموں اور سوال کرنے والوں کا کون ہے اور کون رہ گیا ہے جو مسکین کا مقصد و ماویٰ ہو۔ خدا کی قسم میں تمہاری دامادی کے بدلے کوئی رشتہ نہیں چاہتی۔ یہاں تک کہ میں ریت و مٹی میں غائب ہو جاؤں۔

روایت ہے کہ نہ کسی ہاشمی عورت نے سرمہ لگایا اور نہ خضاب لگایا اور نہ پانچ سال تک کسی ہاشمی کے گھر سے دھواں بلند ہوا جب تک کہ عبیداللہ بن زیاد لعنۃ اللہ علیہ قتل نہیں ہوا۔ مؤلف کہتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون فی النار و السقر ہوا تو مختار نے اس کا منحوس سر امام علی بن الحسینؑ کی خدمت میں بھیجا جب اس ملعون کا سر آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ کھانا تناول فرما رہے تھے آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا جب ہمیں اس کافر کے پاس لے گئے تو وہ کھانا کھا رہا تھا میں نے اپنے خدا سے دعا کی تھی کہ میں اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤں جب تک اس کا سر کھانا کھاتے وقت اپنے پاس نہ دیکھ لوں جیسا کہ میرے والد گرامی کا سر اس وقت اس کے سامنے تھا جب وہ کھانا کھا رہا تھا اور خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ جس نے ہمارے خون کا بدلہ لیا ہے اور اس سے مختار کی حالت معلوم ہوتی ہے کہ اس نے دلجوئی کی اور خوش کیا شکستہ دلوں مظلوموں اور آلِ نبیؐ کی بیوہ اور یتیم بچوں کے دلوں کو جو مصیبت زدہ تھے کہ پانچ سال سے سوگواری میں پگھل رہے تھے اور جنہوں نے مراسم عزا بپا کر رکھے تھے۔ علاوہ اس کے کہ مختار نے انہیں عزاداری سے فارغ کیا ان کے گھروں کو بھی آباد کیا اور ان کی اعانت و مدد بھی کی اور کتب معتبرہ میں ایک حدیث روایت ہوئی ہے کہ ایک کافر کا ایک مسلمان ہمسایہ تھا کہ جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا تھا۔ جب وہ کافر مر گیا اور وعدۂ الٰہی کے مطابق جہنم میں گیا تو خداوند عالم نے مٹی کا ایک مکان جہنم میں بنا دیا تاکہ آگ کی حرارت سے اسے تکلیف نہ ہو۔ اور اس کی روزی جہنم کے باہر سے اسے ملتی تھی اور اس سے کہا گیا کہ یہ اس نیکی کی جزا ہے۔ جو تو مسلمان کے ساتھ کرتا تھا جب مسلمان سے نیکی کرنے کی وجہ سے کافر کی یہ حالت ہے تو پھر مختار کی کیا حالت ہوگی کہ جس کی سیرت پسندیدہ اس طرح کی تھی اور روایات معتبرہ مومن کے دل میں سرور و خوشی داخل کرنے کے متعلق شمار سے زیادہ ہیں پس خوشحال مختار کا کہ جس نے کتنے محزون دل اہلبیت رسالتؐ کے ماتم زادوں کے خوش کئے اور سید سجادؑ کی دو دعائیں مختار کے ہاتھ مستجاب ہوئیں ایک ابن زیاد کا قتل ہونا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے اور دوسری حرملہ بن کاہل ملعون کا قتل ہونا اور جلایا جانا جیسا کہ منہال بن عمرو کی روایت میں ہے منہال کہتا ہے کہ میں کوفہ سے سفر حج کے لئے گیا اور علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے حرملہ بن کاہل کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کوفہ میں زندہ ہے حضرت نے ہاتھ بلند کئے اور اس کو نفرین کرتے ہوئے خداوند عالم سے دعا کی کہ اسے دنیا ہی میں لوہے اور آگ کی حرارت کا مزہ چکھا۔ منہال کہتا ہے میں کوفے واپس گیا۔ ایک دن میں مختار کو ملنے گیا۔ مختار نے گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوا اور مجھے بھی سوار کیا اور ہم اکٹھے ہی کناسہ کوفہ میں پہنچے تھوڑی دیر اس نے وہاں توقف کیا جس طرح کوئی

کسی چیز کا منتظر ہوتا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ حرملہ کو گرفتار کر کے مختار کے پاس لے آئے۔ مختار نے خدا کی حمد ادا کی اور حکم دیا تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور اس کے بعد اس کو آگ میں جلا دیا گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا۔ مختار نے پوچھا کہ تو نے کس لئے تسبیح کہی ہے میں نے امام زین العابدینؑ کے بددعا کرنے اور ان کی دعا قبول ہونے کا واقعہ بیان کیا تو مختار گھوڑے سے اترے اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ شکر کیا اور اسے طول دیا۔ پس ہم اکٹھے واپس آگئے جب میرے گھر کے قریب پہنچے تو میں نے اسے دعوت دی کہ گھر چل کر کھانا کھائے مختار نے کہا کہ اے منہال تو نے مجھے بتایا ہے کہ علیؑ ابن الحسینؑ نے چند دعائیں کی ہیں۔ جو میرے ہاتھ سے پوری ہوئی ہیں۔ پس اس کے بعد مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے آج تو روزہ کا دن ہے کہ اس مقصد کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھنا چاہیئے۔

خاتمہ

واضح ہو کہ بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ فرشتے انبیاء اور ان کے اوصیاء علیہم السلام آسمان زمین جن و انس اور وحوش و طیور نے سید الشہداءؑ پر گریہ کیا ہے اور بہت سی روایات ان حالات کے سلسلہ میں منقول ہیں۔ جو کہ اشجار و نباتات بحار و جبال سے شہادت حضرت میں رونما ہوئے ہیں اور حضرت کے متعلق جو اشعار و مرثیے و نوحے جنات نے کہے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ حضرت کی مصیبت عظیم ترین مصیبت ہے اور اس مظلوم کی زیارت کا ثواب۔ زمین کربلا کی شرافت و عظمت کا بیان اور آپ کی تربت مقدس کے فوائد اور اس ظلم و جور کا بیان جو آپ کی قبر اطہر پر وارد ہوئے ہیں وہ معجزات جو اس قبر شریف پر ظاہر ہوئے ہیں اور آپ کے قاتلوں پر لعنت کرنے کا ثواب اور ان کا کافر ہونا اور ان کے عذاب کا زیادہ سخت ہونا اور یہ کہ وہ دنیا میں زیادہ فائدہ اٹھا سکے اور انہوں نے عذاب الٰہی کی چاشنی دنیا میں ہی چکھی ہے اور اگر اختصار پر بنا نہ ہوتی تو ہم ان چیزوں سے مختصر طور پر تبرک حاصل کرتے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قسم کے وقائع و آثار مظلوموں کے سردار کی شہادت کی وجہ سے دوسرے ارباب ملل و ادیان اور قائلین مبدء و معاد و معجزات و کرامات کی نظر میں بھی عجیب و غریب، بعید اور تعجب خیز نہیں ہیں اور متتبع خبیر جب تواریخ و سیر کی طرف رجوع کرے تو وہ تصدیق کرے گا کہ ۶۱ھ جو کہ آپ کی شہادت کا سال ہے اس کے واقعات خارق عادت و معجزہ ہیں اور ان میں سے کچھ واقعات تو ان لوگوں نے بھی تحریر کئے ہیں جو شیعہ نہیں تھے ابن اثیر جزری صاحب کامل التواریخ جو کہ اہل تاریخ کے نزدیک قابل اعتماد اور پختگی و اتقان کے ساتھ مشہور ہے اس نے اس کتاب میں قطعی طور پر ۶۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ لوگ سید الشہداء عَلَيْهِ أَلْفُ التَّحِيَّةِ وَالثَّنَاءِ کی شہادت کے دو تین ماہ تک دیکھتے رہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اس کے بلند ہونے تک گویا دیواروں سے خون ملا ہوا ہے اور اس قسم کی روایات کتب معتبرہ میں کافی زیادہ ہیں۔ فاضل ادیب اریب جناب اعتماد السلطنہ نے کتاب حجۃ السعادۃ فی حجۃ الشہادۃ میں بیان کیا ہے کہ سید مظلومؑ کی شہادت کا سال جو کہ ۶۱ھ تھا۔ اس میں تمام روئے زمین عادی حرکت و سکون سے خارج اور انقلاب

واضطراب میں تھا اور ممالک یورپ وایشیا کا چہرہ یا تو خونریزی سے گلگوں تھا اور یا اس کے تمام اعضاء وجوارح حالت بیقراری وبے سکونی میں تھے اور رشتۂ صلح وسلم وآشتی لوگوں کے درمیان ٹوٹ چکا تھا اور ان کے درمیان غبار فتنہ وشورش برپا تھا۔
اور اس کتاب کی بناء تواریخ عشقیہ (ایرانی) دنیا پر ہے جو کہ مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہے اور اس کا فارسی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اور اس کتاب میں اس قسم کی کئی چیزیں جمع کی ہیں جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے اور اس مقام پر کافی ہیں۔
وہ بقایا آثار تعزیہ داری اس مظلوم کے جو مشاہدہ میں آتے ہیں جو قیامت کے دن تک ہر سال وقوع ہوتے ہیں اور اس کے آثار مٹنے والے نہیں اور نہ دلوں سے محو ہوتے ہیں جیسا کہ اخبار اہل بیت میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ عقیلۂ خاندان رسالت اور رضیعہ ثدی نبوت زینب کبریٰ علیہا السلام نے اس خطبہ میں فرمایا تھا جو دربار یزید میں ارشاد فرمایا۔ فَكِدْ كَيْدَكَ وَاسْعَ سَعْيَكَ وَنَاصِبْ جَهْدَكَ فَوَاللهِ لَا تَمْحُو ذِكْرَنَا وَلَا تُمِيتُ وَحْيَنَا یزید سے فرمایا کہ جتنا مکر وحیلہ تجھ سے ہو سکتا ہے کر لے اور جتنی کوشش عمل میں لا سکتا ہے وہ بروئے کار لے آ اور ہماری عداوت میں اپنی جدوجہد اٹھا نہ رکھ اس کے باوجود خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہماری وحی کو ختم کر سکتا ہے۔ بعض علماء اس چیز کو حضرت کے معجزات باہرات میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور سلطنت دیالمہ سے لے کر آج تک ہر سال آپ کی عزاداری کا علم مشرق ومغرب دنیا میں بلند ہے اور مشاہدہ میں داخل ہے کہ شیعان اہل بیت ایام عاشوراء میں کس قدر بیتاب اور بیقرار ہوتے ہیں اور تمام علاقوں میں نوحہ خوانی مجالس عزا کے قیام سینہ کوبی سیاہ لباس پہننے اور باقی لوازم تعزیہ داری میں مشغول رہتے ہیں کئی ایک مورخین نے نقل کیا ہے کہ ۳۵۲ھ معز الدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو دسویں کے دن حکم دیا کہ وہ نوحہ وسینہ زنی اور ماتم حسین کریں اور یہ کہ عورتیں اپنے بال کھول کر اپنے چہروں کو سیاہ کریں اور دکان پر ٹاٹ لگا دیں اور کھانا پکانے والے کھانا نہ پکائیں (ہوٹل بند کر دیں) تو شیعہ عورتیں باہر نکلیں جب کہ انہوں نے اپنے چہروں پر دیگ وغیرہ کی سیاہی ملی ہوئی تھی۔ اور وہ سینہ زنی اور نوحہ پڑھ رہی تھیں۔ اور کئی سالوں تک ایسا ہوتا رہا اور سنی حضرات اسے روکتے روکتے تنگ آ گئے وَكَوْنُ السُّلْطَانِ مَعَ الشِّيعَةِ کیونکہ بادشاہ شیعوں کے ساتھ تھا اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ چیز عام لوگوں کے دلوں میں اثر کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اشخاص جو یہ مذہب نہیں رکھتے یا جو مراسم شرعی کی پرواہ نہیں کرتے جیسا کہ یہ بات واضح ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں کتاب تحفۃ العالم تالیف فاضل بارع سید عبد اللطیف شوشتری کا مطالعہ کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس میں اہل ہند کے آتش پرستوں کی عزاداری عجیب تفصیل سے بیان کی ہے جو ان کے ہاں عاشوراء کے دن موسوم ہے اور شیخ جلیل ومحدث فاضل جناب الحاج مرزا محمد تقی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب اربعین میں فرماتے ہیں کہ احقر ۱۳۲۲ھ میں عاشوراء کے دنوں کربلا کے راستہ میں تھا تو میں نے پہلی محرم کو یعقوبیہ میں کہ جس کے اکثر لوگ اہل سنت متعصب ہیں۔ رات کے وقت نوحہ خوانی اور بچوں کی آوازیں سنیں میں نے وہاں کے ایک بچے سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اس نے مجھے عربی زبان میں جواب دیا يَنُوحُونَ

علی السید المظلوم یہ سید مظلوم کا نوحہ کر رہے ہیں میں نے کہا سید مظلوم کون ہے اس نے کہا سیدنا الحسینؑ ہمارے آقا حسینؑ باقی ایام عاشورہ میں میں کردستان میں تھا تو میں نے دیکھا بیابانوں میں رہنے والے لوگ جو مراسم شرعی سے واقف نہیں ہیں۔ وہ سب جمع ہو کے صدائے یا حسینؑ آسمان تک پہنچاتے ہیں اور کتنا اچھا شعر کہا ہے ؎

سرتا سر دشت خاوران سنگ نیست — کز خون دل و دیدہ برادر نگے نیست

دراہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست — کز دست غمت نشستہ دلتنگے نیست

ان سب سے زیادہ عجیب چیز آپ کی مصیبت کا جمادات نباتات اور حیوانات میں تاثیر کرنا ہے جیسا کہ بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں کہ تمام موجودات سید مظلومینؑ کی جاں گداز مصیبت سے متاثر ہوئے اور ہر ایک نے جس طریقہ سے اس سے توقع ہو سکتی ہے۔ آپ پر گریہ کیا اور انقلابات اجزاء عالم امکان میں رونما ہوئے۔ جن پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اور اس کی دوست و دشمن مومن و برہمن سب نے گواہی دی اور مشاہدہ کیا ہے چونکہ ان روایات کو پورے طور پر لکھنا ایک مستقل کتاب چاہتا ہے اور اس کتاب میں ان میں سے بعض کا تفصیلی تذکرہ بھی چونکہ مناسب نہیں۔ لہذا ان میں سے بعض اخبار و آثار کے خلاصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؑ بن علیؑ پر انسان جنات پرند چرند نے گریہ کیا ہے یہاں تک کہ ان کے آنسو جاری ہوئے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب ابو عبداللہ شہید ہوئے تو آپ پر ساتوں آسمان روئے اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جو چیزیں جنت و جہنم میں حرکت کرتی ہیں اور جو کچھ دیکھا جا سکتا ہے اور جن چیزوں کو نہیں دیکھا جا سکتا اور تین چیزوں کے علاوہ ہر چیز آپ پر روئی ہے الخ ایک روایت کے ذیل میں ہے کہ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ آپ کی شہادت کے بعد بنی اُمیہ پر خدا کی لعنت اُترے گی۔ اور آسمان خون برسائے گا اور آپ پر تمام چیزیں گریہ کریں گی۔ یہاں تک کہ وحشی جانور فضا میں اور مچھلیاں دریا میں۔ حضرت صادقؑ کا زرارہ کو خبر دینا کہ آسمان و زمین اور آفتاب حضرت پر چالیس دن تک روئے پہلے گذر چکا ہے۔ اور شیخ صدوقؒ نے بیت المقدس کے رہنے والوں میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں امام حسینؑ کی شہادت کی رات کا علم ہو گیا تھا اور کوئی پتھر یا ڈھیلا ہم نے زمین سے نہیں اٹھایا۔ مگر یہ کہ اس کے نیچے ہم نے خون دیکھا ہے کہ وہ جوش مار رہا ہے اور دیواریں حلقہ زنجیر کی طرح سُرخ تھیں اور تین دن تک تازہ خون آسمان سے برسا۔ ہم نے سُنا کہ منادی رات کی تاریکی میں ندا کر رہا ہے کہ اترجو اُمۃ قتلت حسیناً کیا وہ اُمت جس نے حسینؑ کو قتل کیا وہ اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے۔ سید سجادؑ کے اس خطبہ کے دوران جو آپ نے مدینہ کے ورود کے وقت ارشاد فرمایا اور امام حسینؑ کی کئی ایک زیارات اور دوسری روایات میں موجودات کے گریہ کرنے اور مخلوقات کے انقلاب کی طرف اشارہ ہوا ہے روایاتِ عامہ اور اخبار اہل سنت جنہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ آثار غریبہ اس مصیبت عظمیٰ

پر آسمان و زمین سے وقوع پذیر ہوئے بہت زیادہ ہیں۔ ان سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد قطعی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مصیبت تمام مخلوق کے لئے عمومی تھی انہیں روایات میں سے ایک روایت اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے فما بکت علیھم السمآء والارض کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان رویا اور اس کا رونا اس کی سرخی ہے۔

ابن عبدربہ اندلسی محمد بن شہاب زہری کے عبدالملک مروان کے پاس جانے کے واقعہ کے ذیل میں نقل کرتا ہے کہ عبدالملک نے زہری سے سوال کیا کہ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے اس دن بیت المقدس میں کیا کچھ وقوع پذیر ہوا زہری نے کہا مجھے فلاں شخص نے خبر دی کہ شہادت حضرت علیؑ و امام حسینؑ کے دوسرے روز جو پتھر بھی بیت المقدس سے اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ اور کامل الزیادۃ میں ایسی ہی حدیث امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہے کہ آپ نے ہشام بن عبدالملک سے فرمایا اور ابن عبدربہ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کے خیمے لوٹے گئے تو اس میں سے کچھ خوشبو ملی کہ اس کو جس عورت نے بھی استعمال کیا وہ برص کے مرض میں مبتلا ہوئی۔ اور فولادی قلم کا دیوار کے اوپر مشہور اشعار اترجو امۃ الخ لکھنا اور راہب کے دیے ہوئے زر و مال کا حذف (ٹھیکریاں) اور کوئلے بن جانا جو اس نے امام حسینؑ کا سر مطہر لینے کے لئے دیئے تھے کہ جسے علماء عامہ نے نقل کیا ہے پہلے آپ سن چکے ہیں اور جنات کے مرثیے اور نوحے پڑھنا یہ واقعات اس سے زیادہ ہیں کہ شمار میں آسکیں اور ام سلمہؓ کا حسینؑ کی شہادت کی رات جن سے یہ مرثیہ سننا کہ الا یا عین فاحتفلی بجھد الخ اور زہری کا جنات کی عورتوں سے ان اشعار کے ساتھ نوحہ گری سننا۔

نِسَاءُ الْجِنِّ یَبْکِیْنَ نِسَاءَ الْهَاشِمِیَّاتِ　　وَیَلْطِمْنَ خُدُوْدًا کَالدَّنَانِیْرِ نَقِیَّاتِ
وَیَلْبَسْنَ ثِیَابَ السُّوْدِ بَعْدَ الْقَصَبِیَّاتِ

جنات کی عورتیں ہاشمی عورتوں پر روتی ہیں اور ان چہروں پر طمانچے مارتی ہیں جو دیناروں کی طرح صاف و شفاف ہیں اور السی کے باریک اور عمدہ کپڑوں کے بعد وہ سیاہ کپڑے پہنتی ہیں اور نیز ان کا مرثیہ ان کلمات کے ساتھ۔

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَهٗ وَلَهٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ　　اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ جَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

اس کی پیشانی کے نبیؐ بوسے لیا کرتے تھے اور اس کے رخسار چمکتے تھے اس کے والدین قریش کے بلند ترین افراد ہیں اور ان کے جد بزرگوار بہترین اجداد میں سے ہیں۔ سبط نے تذکرہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی سبط کے تذکرہ میں ہے کہ محمد بن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے یہ سرخی آسمان پر نظر نہیں آتی تھی اور کتاب تبصرہ میں اپنے نانا ابوالفرج سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی غضب و غصہ کی حالت میں ہو تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور یہ سرخی غضب کی دلیل اور ناراضگی کی علامت ہے اور خداوند عالم تو جسم و جسمانیات سے منزہ ہے لہذا اس نے شہادت امام حسینؑ پر اپنے غضب کے اثر کو افق کی سرخی پر ظاہر کیا ہے اور یہ آنجناب کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اور عامہ کی کئی روایات میں ہے کہ سید مظلومؑ کی شہادت کے بعد دو ماہ بلکہ تین ماہ تک دیواریں اس طرح تھیں کہ جیسے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں اور آسمان کی

طرف سے ایسی بارش ہوئی جس کا اثر مدتوں کپڑوں میں رہا۔ اور ابراہیم بن محمد بیہقی کتاب محاسن ومساوی میں جو کہ ایک ہزار سال قبل کی لکھی ہوئی ہے کہتا ہے کہ محمد بن سیرین کہتا ہے کہ یہ سرخی آسمان پر شہادت امام حسینؑ کے بعد ہی سے دیکھی گئی ہے اور چار ماہ کے درمیان روم کے اندر جس کسی عورت کو حیض آیا اس کو برص کی بیماری ہوگئی۔ پس بادشاہ روم نے عرب کے بادشاہ کو لکھا کہ تم لوگوں نے نبی یا نبی کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ انتہی۔ نیز یہ بھی ابن سیرین ہی سے منقول ہے کہ ایک پتھر بعثت نبویؐ سے چار یا پانچ سو سال قبل ملا جس پر سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ جس کا ترجمہ عربی میں یہی تھا اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ اور سلیمان بن یسار کہتا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر یہ لکھا تھا۔

ترجمہ۔ ضرور جناب فاطمہؑ قیامت میں تشریف لائیں گی۔ اور ان کی قمیص خون حسینؑ سے خون آلودہ ہوگی۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے کہ جس کے سفارش کرنے والے اس کے دشمن ہو جائیں اور قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا۔

مجموعہ شیخ شہید وکشکول اور زہر الربیع وغیرہ میں ہے کہ ایک سرخ عقیق ملا۔ جس پر لکھا ہوا تھا ترجمہ۔ میں آسمانی موتی ہوں کہ مجھے والد سبطین (حسنینؑ) کی شادی کے دن نچھاور کیا گیا تھا۔ میں چاندی سے بھی زیادہ شفاف سفیدی رکھتا تھا۔ مجھے حسینؑ کی گردن کے خون نے رنگ دیا ہے۔

سید جزائری نے زہر الربیع میں فرمایا ہے کہ میں نے شہر شوشتر میں ایک چھوٹا سا زرد پتھر دیکھا کہ جسے زمین کھودنے والوں نے زمین سے نکالا تھا اور اس پتھر پر لکھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی ولی اللہ۔ جب حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ شہید ہوئے تو ان کے خون کے ساتھ سنگریزوں والی زمین پر لکھا گیا وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ اور اس قسم کے مطالب عجیب نہیں ہیں کیونکہ ان کی نظیر وشبیہ واقعات خود ہمارے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسا کہ شیخ محدث جلیل مرحوم ثقۃ الاسلام نوری نے اپنے استاد مرحوم شیخ عبدالحسین طہرانی سے خبر دی ہے کہ وہ ایک دفعہ حلہ گئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے ایک درخت کو قطع کیا اور طول میں اسے آرے کے ساتھ دو نصف کیا کہ اس کے اندر والے حصے میں دونوں حصوں کے درمیان یہ نقش تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ اور عالم فاضل ادیب ماہر الحاج مرزا ابوالفضل طہرانی اپنے والد محقق کے توسط سے اسی واقعہ کو شیخ العراقین جناب شیخ عبدالحسین سے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے خود طہران میں ایک چھوٹا سا الماس کا ٹکڑا دیکھا جو نصف عدس کے دانہ کے برابر تھا۔ اور اس کے اندر اس طرح کہ ہر دیکھنے والا یقین کر سکتا تھا کہ کسی کی کارگیری سے نہیں اس میں یائے معکوس کے ساتھ کلمہ مبارک علیؑ لکھا تھا ایک چھوٹے سے نقطہ کے ساتھ جو ظاہراً لفظ یا تھا کہ جس کا مجموعہ یا علیؑ بنتا تھا اور اس قسم کے واقعات سیر وتواریخ میں بہت ہیں اور بعض کتب عامہ میں ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی رات کسی کہنے والے کی آواز سنی گئی جو کہہ رہا تھا اَیُّھَا الْقَاتِلُوْنَ جَھْلًا حُسَیْنًا الخ (اے حسینؑ کو جہالت سے قتل کرنے والو) اور چند ایک احادیث میں ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان نے خون برسایا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان

اتنا تاریک ہوگیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا تھا اور ابن حجر کی روایت میں ہے کہ آسمان سات دن تک رویا اور سُرخ ہوگیا اور ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ دنیا تین دن تک تاریک رہی اور اس کے بعد آسمان پر سرخی پیدا ہوگئی اور ینابیع المودۃ میں سمہودی کی جواہر العقدین سے روایت کی ہے کہ ایک گروہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گیا تو انہوں نے ایک گرجے میں لکھا ہوا دیکھا۔ اترجوا امۃ قتلت حسینًا الخ تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں علم نہیں اور اس کتاب میں ہی مقتل ابو مخنف سے ایسے مختلف واقعات کی روایت ہے کہ جن میں اہل بیت کے راستہ میں جنات کے نوحے اور مرثیہ کا ذکر ہے جو کہ کوفہ سے شام تک کا راستہ ہے اور نقل کیا ہے کہ دیر راہب میں پہنچے اور لشکر نے سر مبارک نیزے پر نصب کیا تو ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

ترجمہ اشعار خدا کی قسم میں تمہارے پاس نہیں آیا جب تک آنکھوں سے اسے دیکھ نہیں لیا۔ میدان طف میں کہ اس کے رخسار خاک آلود ہیں اور نحر کیا ہوا ہے اور اس کے گرد ایسے نوجوان ہیں کہ جن کی گردنوں سے خون جاری ہے جو چراغوں کی مانند ہیں جو اپنے نور سے تاریکیوں کو ڈھانپ دیتے ہیں۔ حسینؑ ایسا چراغ تھے کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی خدا جانتا ہے کہ میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔

ابن حجر کی شرح ہمزیہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ان آیات و علامات میں سے جو شہادت حسینؑ کے دن ظاہر ہوئیں ایک یہ ہے کہ آسمان نے خون برسایا اور برتن خون سے پُر ہوگئے اور فضا اتنی تاریک ہوگئی کہ دن کو ستارے نظر آنے لگے اور رات اتنی تاریک ہوگئی کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ قیامت آگئی ہے اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرائے اور ہلنے لگے اور کوئی پتھر نہ اٹھایا گیا۔ مگر یہ کہ اس کے نیچے سے تازہ خون اُبلتا تھا۔ اور دنیا تین دن تک تاریک رہی اور اس وقت سے اس میں یہ سرخی نمودار ہوئی اور یہ کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ نے چھ ماہ تک طول پکڑا اور اس کے بعد ہمیشہ دیکھا گیا انہیں مضامین سے ملتے جلتے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کئے ہیں اس کے بعد کہا ہے اور وہ ورس (رنگ کرنے والی بوٹی) جو اہل بیت کے لشکر میں تھی وہ خاکستر ہوگئی اور ان کے لشکر کا ایک ناقہ نحر کیا گیا تو اس کے گوشت میں آگ نظر آنے لگی اور جب اس کو پکایا گیا تو وہ صبر کی طرح تلخ تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کے کلمات اہل سنت کی کتب کے ضمن میں حد و حصر سے زیادہ ہیں اور ہم یہ گفتگو ایک عجیب و غریب واقعہ پر ختم کرتے ہیں۔ شیخ مرحوم محدث نوری طاب ثراہ نے سند صحیح کے ساتھ عالم جلیل صاحب کرامت باہرہ و مقامات عالیہ آخوند ملا زین العابدین سلماسی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام رضاؑ کی زیارت کر کے واپس آرہے تھے تو ہمارا گذر لوند پہاڑ سے ہوا جو اصفہان کے قریب ہے پس وہاں ہم اترے اور وہ ربیع کا موسم تھا اور ہمارے ساتھی خیمے لگانے میں مشغول ہوئے اور میں اس پہاڑ کے دامن میں نگاہ کر رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک سفید چیز پر پڑی جب میں نے غور کیا تو مجھے ایک سفید ریش بوڑھا نظر آیا۔ جس کے سر پر سفید عمامہ تھا جو ایک گڑھی کے اوپر بیٹھا اور تقریباً چار ہاتھ زمین سے اونچا تھا۔ اس کے گرد بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے کہ سوائے اس کے سر کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ میں ان کے نزدیک گیا اس کو سلام کیا اور اس سے عزت سے

پیش آیا تو وہ مجھ سے مانوس ہو گیا اور اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا اور اس نے اپنے حالات بتائے کہ وہ طریقہ متشرعہ سے خارج نہیں اور اس کے اہل و عیال واولاد تھی۔ اس نے ان کی رفتار امور سے علیحدگی اختیار کر کے صرف عبادت کے لئے فراغت حاصل کی ہے اس کے پاس اس زمانہ کے علماء کے رسائل عملیہ (فتویٰ کی کتب) تھے اس نے بتایا کہ وہ اٹھارہ سال سے یہاں رہتا ہے اور جو عجائبات اس نے دیکھے تھے اس سے استفسار کے بعد اس نے کہا جب پہلی مرتبہ میں یہاں آیا تو وہ رجب کا مہینہ تھا جب پانچ مہینے اور کچھ دن گذر گئے تو ایک رات میں نماز مغرب میں مشغول تھا کہ اچانک خروش عظیم کی صدا آئی اور مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں پس میں ڈر گیا اور نماز جلدی جلدی ختم کی اور میں نے اس دشت پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ جانوروں سے پُر ہو گیا ہے۔ اور وہ سب میری طرف آ رہے ہیں یہ جانور مختلف اصناف کے تھے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً شیر ہرن پہاڑی گائے چیتا بھیڑیا اور سب ایک دوسرے سے گھلے ملے تھے اور وہ مختلف قسم کی آوازیں نکال رہے تھے پس میرا اضطراب اور خوف بڑھ گیا اور مجھے اس اجتماع سے تعجب ہوا اور یہ کہ وہ مختلف آوازوں میں چیخ وپکار کر رہے ہیں جو عجیب و غریب ہیں وہ اس جگہ میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے سر میری طرف بلند کئے ہوئے تھے اور میرے روبرو فریاد کرتے تھے میں نے دل میں کہا کہ یہ بعید ہے کہ یہ مختلف جانور جو کہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں مجھے چیرنے پھاڑنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جب کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں چیرتے پھاڑتے یہ کسی اور بزرگ اور عظیم حادثہ کی وجہ سے جمع ہوئے ہیں جب میں نے اس سلسلہ میں غور و فکر کیا تو میرے دل میں آیا کہ آج تو دسویں محرم کی رات ہے اور یہ فریاد و فغاں اجتماع و نوحہ گری حضرت ابا عبداللہ علیہ السلام کی مصیبت کے لئے ہے جب میں مطمئن ہو گیا تو میں نے اپنا عمامہ اتار دیا اور سر پیٹنے لگا اور میں نے اپنے آپ کو اس مکان سے نیچے گرا دیا اور میں کہتا تھا حسین حسین شہید حسینؑ ان جانوروں نے میرے لئے اپنے درمیان جگہ خالی کر دی اور میرے گرد حلقہ بنا لیا پس ان میں سے کچھ اپنا سر زمین پر مارتے تھے۔ اور بعض زمین پر لوٹتے تھے اور یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ صبح ہوئی پس وہ جانور جو زیادہ وحشی تھے وہ تو پہلے ہی چلے گئے اور اسی ترتیب سے جانے لگے یہاں تک کہ سب منتشر ہو گئے اور یہ ان کی عادت ہے اور اس سال سے لے کر اب تک اٹھارہ سال گذر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات روز عاشوراء مجھ پر مشتبہ ہو جاتا ہے پس ان کے یہاں جمع ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ اسے آخر الحکایۃ جو اس مقام سے مناسبت نہیں رکھتی اور کتاب سیرہ حسینیہ میں ایک زاہد سے منقول ہے کہ وہ ہر دن چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے ڈالتا تھا اور جب دسویں محرم کا دن ہوتا تو وہ چیونٹیاں روٹی کے ٹکڑے نہیں کھاتی تھیں۔ اور اس قسم کے واقعات کثرت سے ہیں اور جتنی مقدار بیان ہوئی ہے یہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم اس واقعہ کی تصدیق کے لئے جو شیخ مرحوم نے نقل کیا ہے یہ حدیث شریف یہاں بیان کرتے ہیں۔ شیخ اجل اقدم ابو القاسم جعفر بن قولویہ قمیؒ نے حارث اعور سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا میرے ماں باپ کوفہ کی پشت پر شہید ہونے والے حسینؑ پر قربان جائیں۔ خدا کی قسم گویا میں وحشی جانوروں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کی مختلف اقسام اپنی گردنیں اس کی قبر کی طرف بلند کئے ہوئے اس پر شام سے لے کر صبح تک گریہ کر رہی ہیں جب ایسا ہو تو تم جفا کرنے سے بچو۔

گیارہویں فصل

حضرت اباعبداللہ الحسینؑ کے چند مرثیوں کا بیان

پانچویں باب کی ابتدائی فصلوں میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ سید الشہداؑ کا مرثیہ پڑھنے اور اس مظلوم پر گریہ کرنے میں بہت ثواب ہے اور یہ چیز آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے لئے محبوب و مرغوب ہے اور ان کا دستور یہ تھا کہ شعراء کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور گریہ کرتے تھے اور چونکہ میں نے چاہا کہ اس مختصر رسالہ کا فائدہ تام ہو۔ لہذا ان میں سے بعض مراثی سے تبرک حاصل کرتا ہوں اگرچہ یہ مرثیے عربی میں اور یہ کتاب مستطاب فارسی میں ہے لیکن وہ افراد جو عربی زبان سے واقف نہیں وہ بھی ان سے بہرہ ور ہوں گے۔ شیخ جلیل محمد بن شہر آشوب نے امالی شیخ مفید نیشاپوری سے نقل فرمایا ہے کہ ذرہ نامی نوحہ خوان نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ مخدرہ امام حسینؑ کی قبر پر تشریف فرما ہیں اور اسے حکم دیا کہ وہ حسینؑ کا مرثیہ ان اشعار کے ساتھ پڑھے۔

أَيُّهَا الْعَيْنَانِ فِيضَا ! وَاسْتَهِلَّا لَا تَغِيضَا !

وَابْكِيَا بِالطَّفِّ مَيْتًا تَرَكَ الصَّدْرَ رَضِيضًا

لَمْ أُمَرِّضْهُ قَتِيلًا لَا وَلَا كَانَ مَرِيضًا

سید اجل عالم کامل سید نصر اللہ حائری کے دیوان میں ہے کہ ان سے کسی ثقہ و قابل اعتماد شخص نے اہل بحرین میں سے بیان کیا کہ ایک نیک بزرگ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ کچھ عورتوں کے ساتھ امام حسینؑ کا نوحہ پڑھ رہی ہیں اس بیت کے ساتھ۔

وَاحُسَيْنَاهُ ذَبِيحًا مِنْ قَفَاهُ وَاحُسَيْنَاهُ غَسِيلًا بِالدِّمَاءِ

پس سید نے اس کی تضمین کچھ ابیات کے ساتھ کی جو اصل کتاب میں درج ہیں (مترجم) ہمارے شیخ و استاد نے کتاب دار السلام میں بعض دواوین سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نے جناب فاطمہ الزہراؑ کو عالم خواب میں دیکھا آپ نے ان سے فرمایا کہ ہمارے بعض محب موالی شعراء سے کہو کہ وہ مرثیہ سید الشہداؑ کہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہو۔

مِنْ اَيِّ جُرْمٍ اَلْحُسَيْنُ يُقْتَلُ

پس سید نصراللہ حائری نے اس حکم کا امتثال کیا اور یہ قصیدہ کہا:

مِنْ اَيِّ جُرْمٍ اَلْحُسَيْنُ يُقْتَلُ وَبِالدِّمَاءِ جِسْمُهُ يُغَسَّلُ
وَيَنْسِجُ الْاَكْفَانَ مِنْ عَفْرِ الثَّرٰى لَهُ جَنُوْبٌ وَصَبَا وَشَمَالُ
وَقُطْنُهُ شَيْبَتُهُ وَنَعْشُهُ رُمْحٌ لَهُ الرِّجْسُ سِنَانٌ يَحْمِلُ
وَيُوْطِئُوْنَ صَدْرَهُ بِخَيْلِهِمْ وَالْعِلْمُ فِيْهِ وَالْكِتَابُ الْمُنْزَلُ

فقیر کہتا ہے کہ بعض نے آپ کے بالوں کی سفیدی کو روئی سے تشبیہ دینے کو پسند نہیں کیا جو کہ سید کے اشعار اور بعض زیارات میں ہے حالانکہ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ یہاں تک کہ شعراء عجم نے بھی اسے اپنے اشعار میں تحریر کیا ہے۔ حکیم نظامی کہتا ہے ؎

چو در موئے سید آمد سپیدی! پدید آمد نشان نا امیدی
ز پنبہ شد بنا گوشت کفن پوش ہنوز ایں پنبہ بیرون نارے از گوش

اور ابن شہر آشوب، شیخ مفید اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلا شعر جو امام حسینؑ کے مرثیہ میں کہا گیا ہے وہ عقبہ سہمی کا یہ شعر ہے:

اِذَا الْعَيْنُ قَرَّتْ فِي الْحَيَاةِ وَاَنْتُمْ تَخَافُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَاَظْلَمَ نُوْرُهَا
مَرَرْتُ عَلٰى قَبْرِ الْحُسَيْنِ بِكَرْبَلَا فَفَاضَ عَلَيْهِ مِنْ دُمُوْعِيْ غَزِيْرُهَا
وَمَا زِلْتُ اَرْثِيْهِ وَاَبْكِيْ لِشَجْوِهٖ وَيُسْعِدُ عَيْنِيْ دَمْعُهَا وَزَفِيْرُهَا
وَبَكَيْتُ مِنْ بَعْدِ الْحُسَيْنِ عِصَابَةً اَطَافَتْ بِهٖ مِنْ جَانِبَيْهَا قُبُوْرُهَا
سَلَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ بِكَرْبَلَا وَقَلَّ لَهَا مِنِّيْ سَلَامٌ يَزُوْرُهَا
سَلَامٌ بِآصَالِ الْعَشِيِّ وَبِالضُّحٰى تُؤَدِّيْهِ نَكْبَاءُ الرِّيَاحِ وَمُوْرُهَا
وَلَا بَرِحَ الْوُفَّادُ زُوَّارُ قَبْرِهٖ يَفُوْحُ عَلَيْهِمْ مِسْكُهَا وَعَبِيْرُهَا

اور شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں روایت کی ہے کہ سلیمان بن قتہ عدوی امام حسینؑ کی شہادت کے تین دن بعد کربلا سے گذرا اور اس نے شہداء کی لاشوں کو دیکھا تو اپنے گھوڑے پر ٹیک لگا کر یہ مرثیہ انشاء کیا۔

مَرَرْتُ عَلٰى اَبْيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَمْ اَرَهَا اَمْثَالَهَا يَوْمَ حَلَّتِ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ الشَّمْسَ اَضْحَتْ مَرِيْضَةً لِفَقْدِ الْحُسَيْنِ وَالْبِلَادُ اقْشَعَرَّتِ
وَكَانُوْا رَجَاءً ثُمَّ اَضْحَوْا رَزِيَّةً لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتِ

یہاں تک کہ کہتا ہے:

وَاِنَّ قَتِیْلَ الطَّفِّ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ اَذَلَّ رِقَابَ الْمُسْلِمِیْنَ فَذَلَّتِ
وَقَدْ اَعْوَلَتْ تَبْکِی النِّسَاءُ لِفَقْدِهٖ وَاَنْجُمُنَا نَاحَتْ عَلَیْهِ وَصَلَّتِ

واضح ہو کہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے مکہ جانے کیلئے تیار ہوئے تو آپ کی ایک پھوپھی نے فرمایا کہ اے فرزندِ رسولؐ میں نے جنات کو سنا ہے کہ وہ آپ کا مرثیہ کہہ رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں:

اِنَّ قَتِیْلَ الطَّفِّ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ

پس اس شعر کو سلیمان نے بھی جن سے سنا ہے اور اپنے مرثیے میں داخل کر لیا ہے یا توارد کی وجہ سے ایسا ہوا ہے جیسا کہ اکثر ہو جاتا ہے اور منقول ہے کہ ابورمح خزاعی جناب فاطمہ دختر سید الشہداءؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے پدر بزرگوار کے مرثیہ میں چند اشعار پڑھے کہ جن میں سے آخری شعر یہ تھا۔

وَاِنَّ قَتِیْلَ الطَّفِّ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ اَذَلَّ رِقَابًا مِنْ قُرَیْشٍ فَذَلَّتِ

حضرت فاطمہ نے فرمایا اے ابورمح آخری مصرعہ اس طرح نہ پڑھو۔ بلکہ اس طرح پڑھو۔

اَذَلَّ رِقَابَ الْمُسْلِمِیْنَ فَذَلَّتِ

عرض کیا کہ ایسا ہی پڑھوں گا۔

ابو الفرج نے کتاب اغانی میں علی بن اسماعیل تیمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ آپ کے دربان نے سید حمیری کے لئے اجازت حضوری طلب کی حضرت نے فرمایا اسے آنے دو۔ اور اپنے حرم محترم کو پس پردہ بٹھایا یعنی پردہ لگایا گیا اور اہلِ حرم کو حکم دیا کہ وہ پس پردہ بیٹھیں تاکہ امام حسینؑ کا مرثیہ سنیں۔ پس سید حاضر ہوئے سلام کیا اور بیٹھ گئے حضرت نے ان سے فرمایا کہ مرثیہ پڑھو پس سید نے اپنے اشعار پڑھے۔

اُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَیْنِ فَقُلْ لِاَعْظُمِهِ الزَّکِیَّهِ اَعْظُمًا لَازِلْتِ مِنْ وَطْفَاءَ سَاکِبَةٍ رَوِیَّةٍ وَاِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِهٖ فَاَطِلْ بِهٖ وَقْفَ الْمَطِیَّهِ
وَابْکِ الْمُطَهَّرَ لِلْمُطَهَّرِ وَالْمُطَهَّرَةِ النَّقِیَّهِ کَبُکَاءِ مُعْوِلَةٍ اَتَتْ یَوْمًا لِوَاحِدِهَا الْمَنِیَّهِ !!!!

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت جعفرؑ بن محمد کے آنسو آپ کے چہرہ پر جاری ہوئے اور گریہ زاری کی آواز آپ کے اہل خانہ سے بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت نے سید کو پڑھنے سے روک دیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ابوہارون مکفوف نے صرف اس مرثیہ کا پہلا مصرعہ حضرت صادقؑ کے سامنے پڑھا تھا۔ حضرت اتنا روئے کہ ہارون خاموش ہو گیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا کہ پڑھو اور اپنے اشعار کو مکمل کرو۔[1]

---

[1] اسکے بعد مؤلف نے کئی ایک مرثیے عربی زبان کے نقل کئے ہیں کہ جنہیں طوالت کے خوف اور اردو دان حضرات کے لئے قابل فہم نہ ہونے کی بناء پر ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم)

بارہویں فصل

امام حسینؑ کی اولاد اور آپ کی بعض ازواج کا تذکرہ

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت کی چھ اولادیں تھیں ان میں سے چار بیٹے تھے۔

(۱) علیؑ بن الحسینؑ الاکبر (زین العابدین) ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کی والدہ شاہ زنان کسریٰ ابن یزدجرد کی صاحبزادی تھیں۔ (۲) علی بن الحسینؑ اصغر مشہور علی اکبر جو میدانِ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے اس تفصیل کے ساتھ جو ذکر ہو چکی ہے ان کی والدہ لیلیٰ ثقفیہ ابو مرۃ بن عروہ بن مسعود کی بیٹی تھیں۔ (۳) جعفر بن حسینؑ ان کی والدہ قبیلہ قضاعہ کی ایک خاتون ہیں اور جعفر کی باپ کی زندگی میں وفات ہوئی اور صاحب اولاد نہیں تھے (۴) عبداللہ وہ بھی کربلا میں باپ کی گود میں زخم تیر سے شہید ہوئے باقی رہیں بیٹیاں تو ایک سکینہ ہیں کہ جن کی والدہ جناب رباب دختر امرء القیس ہیں اور یہی رباب عبداللہ بن الحسینؑ کی والدہ ہیں اور دوسری بیٹی فاطمہ تھیں کہ جن کی والدہ ام اسحاق دختر طلحہ بن عبداللہ تیمیہ ہیں۔ انتہی۔ شیخ مفید کے قول کو علماء کے ایک گروہ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن انہوں نے سید سجادؑ کو علی اوسط سے تعبیر کیا ہے اور علی بن الحسینؑ شہید کو اکبر کہا ہے اور ابن خشاب و ابن شہر آشوب نے حضرت کے بیٹے چھ شمار کئے ہیں۔ محمد و علی اصغر کے ساتھ اور آپ کی دو بیٹیوں کے ساتھ زینب کا بھی اضافہ کیا ہے کہ مجموعی طور پر نو افراد ہو گے اور شیخ علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں کمال الدین بن طلحہ سے آنجناب کی اولاد کو دس شمار کیا ہے ان میں سے نو کے نام تو لئے ہیں جیسے ابن شہر آشوب نے کہا ہے اور چوتھی بیٹی کا نام نہیں لیا بہرحال آپ کے دو بیٹوں کی شہادت میدان طف میں پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے اور سید سجادؑ کے حالات انشاء اللہ بعد میں آئیں گے۔ اور یہ بحث کہ حضرت سجادؑ شہزادہ علی اکبرؑ سے بڑے تھے جیسا کہ شیخ مفید نے فرمایا ہے یا چھوٹے تھے جیسا کہ ابن ادریس اور اہل تاریخ کی ایک جماعت کا اعتقاد ہے ہم اسے کتاب نفس المہموم میں بیان کر چکے ہیں۔ دوبارہ تکرار نہیں کرتے اور امام حسنؑ کی اولاد کے حالات میں باب چہارم میں ذکر ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی فاطمہ کا عقد اپنے بھتیجے حسن مثنیٰ سے کر دیا تھا اور فاطمہ کے ہاں حسن مثنیٰ سے عبداللہ محض ابراہیم غمر اور حسن مثلث پیدا ہوئے اور ان کے حالات کی تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے اور جناب فاطمہ تقویٰ و کمال و فضائل و جمال میں بے نظیر و بے عدیل تھیں اور انہیں حور العین کہتے تھے اور سنہ ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی بہن جناب سکینہ بھی اسی سال مدینہ ہی میں رحمتِ الٰہی سے جا ملیں۔ اور جناب سکینہ کا نام آمنہ یا امیمہ تھا ان کی والدہ رباب نے انہیں سکینہ کے لقب سے ملقب کیا اور جناب سکینہ عورتوں کی سردار اور عقیلہ قریش تھیں عمدگی عقل اور اصابت رائے کے

علاوہ کہتے ہیں کہ وہ زبان عرب و علم و شعر و فضل ادب میں زیادہ فصیح اور صاحب علم تھیں اور ان کے لئے بہت سے واقعات ہیں اور منقول ہے کہ جب اس مخدرہ کی وفات ہوئی تو ان کے جنازہ کے اٹھنے میں تاخیر ہوگئی کیونکہ خالد بن عبدالملک حاکم مدینہ نے کہا تھا کہ جب تک میں نہ آجاؤں جنازہ نہ اٹھانا۔ جب اسے دیر ہوگئی تو تیس دینار کا کافور کی قیمت ادا کی گئی اور وہ کافور آپ کے جسم اقدس پر نثار کیا گیا اور ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کے جنازہ اٹھانے میں شام سے لے کر صبح تک تاخیر ہوگئی اور محمد بن عبداللہ نفس زکیہ نے چار سو دینار ایک عطار کو دیئے اور عطر و عود خرید کر کے جناب سکینہ کے تابوت پر انگیٹھیوں میں رکھ کر جلایا گیا۔ جناب سکینہ کے یہ حالات مخدوش ہیں اسی طرح اگرچہ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی لیکن آپ کا مزار مقدس شام میں ہے۔ علاوہ ازیں ان روایات کے مضامین بھی خاندان رسالتؐ کی سیرت نصوصاً ان کی خواتین کی سیرت سے شباہت نہیں رکھتے۔ واللہ العالم مترجم) اور ابوالفرج نے یہ بھی جناب سکینہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد نے چچا امام حسنؑ سے میرے اور میری والدہ کے حق میں یہ کہا:

لَعَمْرُكَ إِنَّنِي لَأُحِبُّ دَارًا ... تَكُونُ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ
أُحِبُّهُمَا وَأَبْذُلُ جُلَّ مَالِي ... وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِي عِتَابُ

تیری جان کی قسم میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب ہوں میں ان سے محبت کرتا ہوں اور زیادہ تر مال میں ان پر خرچ کرتا ہوں اور کسی عتاب و سرزنش کرنے والے کو سرزنش کا حق نہیں۔

سبط ابن جوزی نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ علی بن الحسین علیہ السلام حج یا عمرہ کے قصد سے مدینہ سے روانہ ہوئے تو جناب سکینہ نے ان کے سفر کے لئے دستر خوان تیار کیا جس پر ہزار درہم خرچ کئے اور وہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جب آنحضرت حرہ مدینہ سے (جو مشہور پتھروں کی جگہ ہے) باہر آئے تو وہ دسترخوان فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔

ازواج مطہرات امام حسینؑ: ان میں سے ایک تو جناب شہربانو یا شاہ زنان ہیں جو امام زین العابدینؑ کی والدہ ماجدہ ہیں کہ جن کی طرف بعد میں اشارہ ہوگا اور دوسری جناب رباب امرؤ القیس کی صاحبزادی ہیں جو کہ جناب سکینہ کی والدہ ہیں اور سید الشہداء کو ان سے محبت تھی اور ان کا پورا خیال رکھتے تھے اور ینابیع المودۃ میں ہے کہ امرؤ القیس کی تین بیٹیاں تھیں ایک کے ساتھ امیر المومنینؑ نے دوسری سے امام حسنؑ نے اور تیسری سے امام حسینؑ نے شادی کی اور یہ وہی خاتون ہیں کہ جن کے حق میں سید الشہداء نے مشہور اشعار فرمائے تھے اور اور حضرت کی شہادت کے بعد اشراف قریش نے ان کی خواستگاری کی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا اور جواب میں فرمایا رسول خداؐ کے قرب کے بعد میں کسی سے مواصلت نہیں کرنا چاہتی اور امام حسینؑ کے بعد میں کسی کو اپنا شوہر نہیں بناؤں گی اور ابن زیاد لعین کے دربار میں اس بی بی کی نگاہ امام حسینؑ کے سر مقدس پر پڑی تو بے تاب ہو کر سر کو اٹھایا اور اس کا بوسہ لیا۔ اور اپنی گود میں رکھا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے کہا۔

ترجمہ اشعار۔ واحسیناہ میں حسینؑ کو نہیں بھولوں گی۔ دشمنوں کے نیزے ان کی طرف بڑھے اور انہیں کربلا میں پچھاڑ دیا خدا کربلا کے دونوں اطراف کو سیراب نہ کرے اور تواریخ میں مسطور ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہیں۔ اور یہ مدت ہمیشہ گریہ و سوگواری میں گزار دی اور دھوپ سے سایہ میں نہیں بیٹھتی تھیں۔ گویا بعد اس کے کہ انہوں نے بدن مطہر سید الشہداء کو دھوپ میں پڑے ہوئے دیکھا تھا دل سے معاہدہ کیا کہ پھر کبھی سایہ میں نہ بیٹھوں گی اور ابن اثیر نے کامل میں کہا ہے کہا جاتا ہے کہ جناب رباب ایک سال تک امام حسینؑ کی قبر پر بیٹھی رہیں۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف واپس گئیں اور حزن و ملال میں وفات پائی۔

فقیر کہتا ہے کہ حسن مثنیٰ کے حالات میں آپ جان چکے ہیں کہ ان کی زوجہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ بھی ایک سال تک ان کی قبر پر بیٹھی رہیں اور وہاں سوگواری اور عبادت میں مشغول رہیں اور اس مدت کے بعد گھر کی طرف منتقل ہوئیں۔

تیسری آپ کی زوجہ لیلیٰ بنت ابو مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں کہ جن کی ماں میمونہ بنت ابو سفیان تھی اور لیلیٰ جناب علی اکبرؑ کی والدہ ماجدہ تھیں اور جناب علی اکبر باپ کی طرف سے ہاشمی اور ماں کی طرف سے قبیلہ ثقیف اور امیہ سے قرابت رکھتے ہیں اور اسی لئے معاویہ نے کہا تھا کہ علی اکبر خلافت کے زیادہ لائق ہیں۔ کیونکہ ان کے نانا رسولؐ خدا ہیں اور بنی ہاشم کی شجاعت بنی امیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کے حسن منظر و فخر و مباہات کے جامع ہیں۔ مقاتل اور کتب معتبرہ میں جناب لیلیٰ کا کربلا، کوفہ یا شام میں ہونے کا تذکرہ نہیں ہے اور اگر وہ ہوتیں تو آلِ ابو سفیان کا گروہ اور اہلِ شام اپنے امام کی قرابت کی رو رعایت اور لحاظ کرتے لہٰذا بعض اہلِ منبر کی عبارات جناب لیلیٰ کے حق میں اور کربلا کے حالات میں وقعت نہیں رکھتیں اور ایک آپ کی زوجہ وہ خاتون ہیں جن کا نام معلوم نہیں جو کربلا میں موجود تھیں۔ اور شہادت کے بعد قید ہوئیں اور حاملہ تھیں اور جس وقت اہلبیت کو کوفہ سے شام کی طرف لئے جا رہے تھے تو حلب کے پاس جوشن پہاڑ میں ان کا بچہ سقط ہوا۔ جیسا کہ چھٹی فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

خاتمہ

مخفی نہ رہے کہ الحمد للہ جو کچھ شیعہ علاقوں اور شہروں میں متعارف و مرسوم ہے۔ عزاداری و ماتم سید الشہداء علیہ الاف التحیہ والثناء کا قائم رکھنا اور مجالس میں جمع ہونا اور علم نکالنا اور خیمے نصب کرنا اور بازار بند کرنا۔ عاشوراء کے دن اور دستہ جات کا راستوں کی گردش کرنا اور نوحے و مرثیے پڑھنا اور رونا و رلانا اور ان کے علاوہ دوسرے ایسے افعال بجا لانا کہ جن سے شریعت مطہرہ نے منع نہیں کیا اور جن میں کوئی عذر شرعی نہیں یہ چیزیں عبادات شرعیہ و راجحہ میں سے ہیں اور ان کے ثواب ہائے جلیلہ اور اجرہائے جمیلہ ہیں اور مطلب انتہائی واضح و روشن ہونے کی بنا پر محتاج دلیل نہیں اور متتبع خبیر اور ناقد بصیر پر واضح ہے کہ اخبار متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ حضرت پر رونے و گریہ کرنے اور آپ کے مصائب کو یاد کرتے لوگوں کو رلانے اور رونے کی

شکل بنانے میں یعنی ہیئت وصورت ایسی ہو جو گریہ کرنے والے کی ہو نہ یہ کہ رونے میں ریاکاری ہو کیونکہ حضرت سیدالشہداؑ پر رونا عبادت ہے اور ریا، عبادات میں جائز نہیں جیسا کہ ادلہ شرعیہ میں قیاس اور معاملات میں سود جائز نہیں ہے اور اسی طرح بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ ائمہ معصومینؑ کے ذکر وفکر و امر کو زندہ رکھا جائے اور یہ کہ وہ مجالس صاحب فضیلت ہیں جن میں ان کے امر کو زندہ رکھا جاتا ہے اور یہ کہ آئمہ معصومینؑ ان مجالس کو دوست رکھتے ہیں اور ملائکہ ان مجالس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی روایات میں وارد ہے۔ کہ ہر چیز میں جزع وفزع کرنا مکروہ ہے مگر امام حسین حضرت سیدالشہداؑ پر جزع فزع کرنا اور بہت سی روایات میں وارد ہے کہ ایام عاشورا، حزن وملال ومصیبت اہل بیتؑ کے دن تھے۔ اور یہ بھی روایت ہوئی کہ ہمارے حزن کے ساتھ محزون ہوں اور ہمارے سرور سے مسرور ہوں بے شمار روایات وارد ہوئی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام شعراء کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور خود سنتے گریہ کرتے اور انہیں انعام واکرام دیتے اور اس کام کی فضیلت بیان فرماتے اور ہم اس سلسلہ کی کئی احادیث پانچویں باب میں نقل کر آئے ہیں اور کافی وتہذیب میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد بزرگوار نے فرمایا تھا کہ فلاں فلاں مال میرے لئے وقف کر دو۔ ان عورتوں کے واسطے جو میدانِ منیٰ میں منیٰ کے دنوں میں مجھ پر ندبہ (گریہ وزاری) کریں اور تہذیب میں یہ بھی روایت ہے کہ خالد بن سدیر نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا حکم ہے اگر انسان اپنے باپ۔ ماں بھائی یا کسی دوسرے عزیز ورشتہ دار کے لئے گریبان چاک کرے۔ آپ نے فرمایا کہ گریبان چاک کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جناب موسیٰ بن عمران نے اپنے بھائی کی وفات پر گریبان چاک کیا تھا اور اس حدیث کے آخر میں ہے وَلَقَدْ شَقَقْنَ الْجُيُوبَ وَلَطَمْنَ الْخُدُودَ الْفَاطِمِيَّاتِ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَعَلَى مِثْلِهِ تُلْطَمُ الْخُدُودُ وَتُشَقُّ الْجُيُوبُ۔ امام حسینؑ پر فاطمہ زہراؑ کی شہزادیوں نے گریبان چاک کئے اور رخساروں پر طمانچے مارے اور آپ جیسے شخص پر رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کئے جائیں اور کئی ایک روایات میں ہے کہ شہادتِ امام حسینؑ کے بعد بنی ہاشم کی کسی عورت نے نہ خضاب لگایا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا اور نہ کنگھی کی اور نہ ان کے گھروں میں باورچی خانے سے پانچ سال تک دھواں بلند ہوا۔ جب تک کہ عبیداللہ بن زیاد قتل نہیں ہوا اور اس کا منحوس سر مختار نے ان کے لئے نہیں بھیجا۔ ابن اثیر اور بہت سے اہل سنت علماء اور اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ جنگ اُحد سے مدینہ کی طرف واپس آئے تو آپ نے انصار کی عورتوں کی اپنے مقتولین پر نوحہ وزاری سنی تو فرمایا لکن حمزۃ لا بواکی لہ یعنی انصار میں سے قتل ہونے والوں پر تو رونے والی عورتیں موجود ہیں لیکن حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے جب انصار نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ رسولِ خداؐ پسند فرماتے ہیں کہ ان کے چچا بزرگوار پر گریہ کیا جائے تو انہوں نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ جناب حمزہ پر اپنے مقتولین سے پہلے گریہ کریں۔ واقدی کہتا ہے کہ اہل مدینہ میں یہ رسم ہو گئی ہے۔ کہ وہ اب تک ہر مصیبت کے وقت حمزہ پر رونے سے ابتداء کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کو جناب حمزہ سے اتنی محبت نہیں تھی جتنی کہ سیدالشہداؑ سے تھی اب اگر حمزہ پر گریہ کرنا جائز ہو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے اور

جب اہل مدینہ کی سیرت اس پر قائم ہے کہ ہر مصیبت میں پہلے جناب حمزہ پر گریہ کرتے ہیں۔ جناب رسولِ خداؐ سے مواسات کرتے ہوئے اور آپ کے اس جملہ لکن حمزة لا بواکی لہ کے حق کو ادا کرتے ہوئے۔ حالانکہ سالہا سال جناب حمزہ کی شہادت ہوئے گذر چکے ہیں اور کسی نے اہل مدینہ پہ ان کی اس عادت و سیرت پر اعتراض نہیں کیا تو بدرجہ اولیٰ مخالفین کو چاہیے کہ نہ صرف یہ کہ وہ شیعوں کو سید الشہدا کی عزاداری اور سوگواری پر ملامت نہ کریں بلکہ وہ بھی ماتم و عزاداری کو قائم کریں کہ اہلبیت پر حزن و ملال میں ان کے ساتھ مواسات و شرکت کریں۔

پس اے خدا کتنا افسوس ہے اس دل پر جو ان امور کو یاد کرکے نہیں پھٹتا اور تعجب ہے اہل زمانہ کی غفلت پر اور کیا عذر ہے اہل اسلام و ایمان کے لئے ان اقسام حزن و ملال کے ضائع کرنے میں کیا انہیں معلوم نہیں کہ رسولِ خداؐ اپنے نواسے کا بدلہ نہ لے سکنے کی وجہ سے تکلیف و اذیت میں ہیں اور ان کا حبیب مقہور و مغلوب و زمین پر پڑا رہا اور آپ کے بدن کے ٹکڑے بے گور و کفن پڑے تھے اور آپ کا خون معظم گمراہوں کی تلواروں سے بہہ رہا تھا کاش کہ جناب فاطمہؑ اور ان کے باپ آ کر اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو دیکھتے کہ کسی کا لباس چھن چکا تھا کوئی زخمی پڑا تھا کوئی قید میں اور کوئی ذبح ہو چکا تھا۔ اور بخاری و مسلم میں جو روایتیں ہیں کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی زندہ کے رونے سے اور ایک میں ہے کہ جو نوحہ اس پر ہوتا ہے اس سے اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو یہ بات عقل و نقل کے حکم سے راوی کی غلط بیانی ہے پس فاضل نووی سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ یہ سب روایات عمر بن خطاب اور اس کے بیٹے عبداللہ سے ہیں نووی کہتا ہے کہ عائشہ نے ان کا انکار کیا ہے اور ان دونوں کی طرف نسیان و اشتباہ کی نسبت دی ہے۔ اور خدا کے اس ارشاد سے بی بی عائشہ نے استدلال کیا ہے کہ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی کسی کا بوجھ کسی پر نہیں ڈالا جا سکتا انتہیٰ۔ صاحب المجالس الفاخرہ نے کہا ہے کہ ان روایات کا عبداللہ بن عباس نے بھی انکار کیا ہے اور ان کے راوی کو خطا کار کہا ہے اور اس کی تفصیل صحیحین اور ان کی شروح میں موجود ہے۔ اور ہمیشہ بی بی عائشہ اور عمر اس مسئلہ میں ایک دوسرے کے متناقض رہے یہاں تک کہ طبری نے ۱۳ھ کے حوادثات میں اپنی تاریخ میں اسناد کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب ابوبکر کی وفات ہوئی تو بی بی عائشہ نے اس کے جنازہ پر نوحہ کرنے والی عورتیں کھڑی کر دیں پس عمر بن الخطاب آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازے پر کھڑے ہو کر ابوبکر پر رونے سے انہیں منع کیا تو ان عورتوں نے رکنے سے انکار کیا پس عمر نے ہشام بن ولید سے کہا کہ تم اندر جاؤ اور میرے پاس ابو قحافہ کی بیٹی کو بلاؤ جب عمر کی یہ بات عائشہ نے سنی تو ہشام سے کہا میں تجھے اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی عمر نے ہشام سے کہا کہ تم اندر جاؤ میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں پس ہشام اندر گیا اور وہ اُمّ فروہ ابوبکر کی بہن کو عمر کے پاس لے آیا۔ پس عمر نے اس کے اوپر کوڑا اٹھا کر کئی کوڑے لگائے تو نوحہ کرنے والی عورتیں کوڑے کی آواز سن کر منتشر ہو گئیں۔ میں کہتا ہوں گویا عمر کو رسولؐ خدا کی تقریر (نبیؐ کے سامنے کوئی فعل ہو اور وہ اسے منع نہ کرے) کا علم نہیں تھا کہ جب انصار کی عورتیں اپنے مقتولین

پر گریہ کر رہی تھیں اور اس کو حضورؐ کا یہ ارشاد نہیں پہنچا تھا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ جعفر جیسے شخص پر رونے والے کو رونا چاہیئے۔

شاید وہ بھول گیا تھا کہ رسولِ خدا نے اسے رقیہ کی موت کے دن رونے والی عورتوں کو مارنے پیٹنے سے منع کیا تھا۔ اور دو اور مقامات پر کہ جنہیں ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ جس میں رقیہ بنت رسول اللہ کی موت اور عورتوں کے رونے کا ذکر ہے امام احمد کہتے ہیں پس عمر انہیں اپنے کوڑے مارنے لگا تو سرکار رسالتؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو انہیں رونے دو۔ پھر فرمایا جو چیز دل اور آنکھ سے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور رحمت ہے اور حضورؐ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور جناب فاطمہؑ آپ کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھیں۔

راوی کہتا ہے پس حضور اکرمؐ جناب سیدہؑ کے آنسو اپنے کپڑے سے ان پر رحم کرتے ہوئے پونچھ رہے تھے اور یہ حدیث بھی مسند میں بیان کی ہے کہ رسولِ خدا کے قریب سے ایک جنازہ گذرا کہ جس کے ساتھ رونے والی عورتیں تھیں تو عمر نے انہیں جھڑک دیا۔ رسولِ خدا نے اس سے فرمایا چھوڑ ان کے نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں الی غیر ذالک

خلاصہ یہ کہ اس سلسلہ میں احادیث کافی ہیں اور اس مختصر مقام پر اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ شیعہ مومنین عموماً اور ذاکرین خصوصاً ملتفت رہیں کہ اس سوگواری و عزاداری میں ایسا طریقہ اختیار کریں کہ جس پر نواصب و دشمنان اہل بیتؑ کی زبان دراز نہ ہو سکے اور واجبات و مستحبات پر انحصار و اکتفا کریں اور محرمات کے استعمال سے مثلاً غنا و راگ کہ عموماً ماتمی نوحے اس سے خالی نہیں ہوتے اور خود گھڑے ہوئے جھوٹ اور جھوٹی کہانیاں جو مظنون الکذب ہیں اور غیر معتبر کتب سے منقول ہیں بلکہ ایسی کتب سے نقل کرنا کہ جن کے مصنف متدین اہل علم و حدیث نہیں ہیں ان سے اجتناب کریں اور شیطان کو اس عبادت بزرگ میں جو کہ عظیم ترین شعائر اللہ میں سے ہے داخل نہ ہونے دیں اور ان بہت سے گناہوں سے جو روح عبادت کو لے جاتے ہیں، پرہیز کریں خصوصاً ریاکاری جھوٹ اور غنا و راگ سے جو کہ اس عمل میں جاری و ساری ہیں اور بہت کم لوگ اس سے محفوظ ہیں اور بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان میں سے ہر ایک کے زیادہ عقاب کی چند ایک روایات بیان کی جائیں تاکہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ اس میں مبتلا ہے تو اپنے آپ کو بچائے۔ (۱) ریاکاری پس اس کے متعلق کتاب و سنت آیات و روایات زیادہ مقدار میں اس کی مذمت اور وعید (جہنم کی دھمکی) میں وارد ہوئی ہیں۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور یہ بھی آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ جہنم کی آگ اور جہنمی لوگ ریاکاری کی وجہ سے چیخ اٹھیں گے عرض کیا گیا اے رسولِ خدا جہنم کی آگ بھی چیخے گی۔ فرمایا ہاں اس آگ کی حرارت کہ جس میں ریاکار معذب ہوں گے اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ کہیں گے اے کافر۔ اے فاجر۔ اے غادر (دھوکہ باز) اے خاسر (خسارہ والا) تیری کوشش گمراہ ہو گئی اور تیرا اجر باطل ہو گیا اور تیرا کوئی حصہ اور نصیب نہیں ہے اس سے جا کر مزدوری مانگ کہ جس کے لئے تو

یہ کلام کرتا تھا اسے دھوکہ باز۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جنت نے کلام کیا اور اس نے کہا کہ بے شک میں حرام ہوں ہر بخیل اور ریاکار پر نیز فرمایا میں سب سے زیادہ تم پر چھوٹے شرک سے ڈرتا ہوں۔ عرض کیا گیا اے رسولِ خدا شرکِ اصغر کیا ہے فرمایا ریاکاری اور اس سلسلہ میں احادیث بہت ہیں۔ اور اس کی خباثت کے لئے یہی کافی ہے کہ تمام فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جس عمل میں ریاء آ جائے وہ عمل باطل اور درجہ قبولیت سے گرا ہوا ہے اور ریاء کی کئی قسمیں ہیں کہ جنہیں علماء اسلام نے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے اور ہم خاتمہ کی ابتداء میں تباکی (رونے کی شکل بنانا) کے معنی میں اشارہ کر چکے ہیں۔ ان اشخاص کی تردید کی طرف کہ جو بے بھی کی بناء پر سید الشہداءؑ کی عزاداری میں ریاء کو جائز سمجھتے ہیں اور خلوص کی شرط اس سے اڑا دیتے ہیں اور اس کو آپ کے مخصوص فضائل میں شمار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ حالانکہ حضرت کا ان تمام مصائب کو برداشت کرنا تو اساس توحید ذات مقدس باری تعالیٰ کے محکم کرنے اور اعلاء کلمہ حق اور دین مبین کے مبانی کو پختہ کرنے اور انہیں ملحدین کی بدعتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تھا اب کوئی ذی عقل کس طرح احتمال کر سکتا ہے کہ حضرت سب سے بڑے گناہ اور ہلاکت کے بڑے سبب کے جواز کا سبب بنیں جو کہ ریاکاری اور شرکِ اصغر ہے۔ یہ تو بے تکی سی بات ہے اور جھوٹ بولنا تو آیات و اخبار اس کی مذمت اور اس کے دین و آخرت کے مفاسد کے متعلق حد و شمار سے باہر ہیں۔ اور خداوند عالم نے اپنی لعنت قرار دی ہے۔ جھوٹ بولنے والوں پر اور یہ کہ فرمایا إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ جھوٹا افترا تو وہ باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے اور یہ کہ ایمان نہ لانے والوں کے علاوہ کوئی جھوٹ نہیں باندھتا۔ اگر جھوٹ کی مذمت میں اس آیت کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تو بھی یہی کافی تھی چہ جائیکہ بہت سی آیات موجود ہیں کتاب کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ دروغ گو کی تکذیب سب سے پہلے خدا کرتا ہے اس کے بعد وہ دو فرشتے جو اس کے ساتھ ہیں اور اس کے بعد وہ خود کیونکہ اسے اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور کافی کی اسی جگہ پر اور عقاب الاعمال میں بھی آنجناب ہی سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے شر اور بدی کے لئے قفل اور تالے قرار دیئے ہیں اور ان تالوں کی چابی شراب کو قرار دیا ہے اور جھوٹ بولنا شراب سے بھی بدتر ہے۔ نیز کافی میں امیر المومنینؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس وقت تک تم ایمان کا مزہ اور ذائقہ نہیں چکھ سکتے۔ جب تک جھوٹ بولنا ترک نہ کر دو چاہیئے وہ جدی و سچ ہو یا مزاح اور خوش طبعی کے طور پر ہو اور جامع الاخبار میں معصوم سے روایت ہے کہ جب کوئی مومن بغیر کسی عذر کے جھوٹ بولے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایک بدبو نکل کر عرش تک جاتی ہے۔ پس اس حاملین عرش لعنت کرتے ہیں اور خدا اس ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر گنا اس کے لئے لکھتا ہے کہ جن میں سے آسان ترین وہ زنا ہے جو کوئی شخص اپنی ماں سے کرے اور امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ تمام خبائث اور برائیاں ایک مکان میں رکھ دی گئی ہیں اور اس کی چابی جھوٹ ہے اور جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ کسی شخص کے طویل رکوع و سجود کو نہ دیکھو کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کی اس کو عادت ہو گئی ہے اگر اب اس کو چھوڑتا ہے تو اسے وحشت محسوس ہوتی ہے لیکن اس کی سچائی اور امانت کے واپس کرنے کی طرف دیکھو اور

دعوات راوندی سے منقول ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا گذشتہ رات میں نے عالمِ خواب میں دیکھا ہے کہ دو شخص مجھے ارضِ مقدس کی طرف لے گئے ہیں (ظاہراً شام کا علاقہ مراد ہے) اور انہوں نے وہاں کے کئی عجائبات کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے ایک یہ چیز تھی کہ انہوں نے ایک شخص کو چت لیٹے ہوئے دیکھا اور دوسرا اس کے سر پہ کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے عصا کی طرح کوئی چیز ہے کہ جس کا سرا مڑا ہوا ہے پس وہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا ہے اور اس چیز سے جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے منہ کی طرف سے اس کی گدی تک مارتا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اسی طرح ناک کو اسی طرح اس کی آنکھیں گدی تک چیرتا ہے پھر اس کی دوسری طرف آتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل کرتا ہے جو پہلی طرف کیا تھا اور اس طرف سے ابھی وہ فارغ نہیں ہوتا کہ اس کی پہلی طرف صحیح و سالم اور پہلی حالت میں ہوتی ہے۔ پھر اس سے وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی مرتبہ کیا تھا تو میں نے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہے روایت طویل ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ ان دو اشخاص نے ان چیزوں کی تفصیلات بتائیں جو انہوں نے اس رات عجائبات میں سے دیکھی تھیں اور ان اشخاص کے متعلق کہ جنہیں عذاب ہو رہا تھا یہاں تک کہ انہوں نے بتایا کہ وہ شخص کہ جس کے پاس وہ پہنچے کہ جسے ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا تھا۔ اس کے منہ سے گدی تک اور ناک سے گدی تک اور آنکھ سے گدی تک تو یہ وہ شخص ہے جو صبح کے وقت گھر سے نکلتا ہے اور ایک جھوٹ بولتا ہے جو اطراف میں پھیل جاتا ہے تو وہ اس سے یہ سلوک قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اور بعض معتبر کتب میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا چلئے میں اس کے ساتھ اٹھا پس میں نے دو افراد کو دیکھا کہ ایک کھڑا ہوا ہے اور دوسرا بیٹھا ہے اور کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ میں لوہے کے عصا کی طرح کوئی چیز ہے جو بیٹھے ہوئے شخص کے منہ کے ایک طرف داخل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان تک پہنچتا ہے تو اسے باہر نکال لیتا ہے اور دوسری طرف داخل کرتا ہے پس جب اس طرف سے نکالتا ہے تو پہلی جانب اپنی حالت اولیٰ کی طرف پلٹ آتی ہے پس جو مجھے اٹھا کر لے گیا تھا اس سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ جھوٹا شخص ہے کہ جسے قیامت تک قبر میں عذاب کرتے رہیں گے خلاصہ یہ کہ جھوٹے انسان کے لئے مفاسد اور بری حالت بہت زیادہ ہے اور شیخ استاد محدث معتبر ثقہ جلیل القدر آقائے الحاج مرزا حسین نوری طاب ثراہ نے لؤلؤ و مرجان میں جھوٹ کے مفاسد و آثار کا خلاصہ جو انہوں نے آیات و احادیث سے استفادہ کیا ہے اسے سہولت اور زیرِ نظر رکھنے کے لئے مختصر طور پر لکھا ہے اور ان مفاسد و آثار کو چالیس عدد میں شمار کیا ہے۔

(۱) جھوٹ فسق ہے لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ گندی گفتگو اور فسق نہیں ہونا چاہیئے اور جھوٹا فاسق ہے اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ اگر فاسق خبر لے کر آئے تو جستجو کرو۔

(۲) جھوٹ قولِ زور ہے جو بت پرستی کے ساتھ مذکور ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اجتناب کرو رجس سے جو کہ بت ہیں اور اجتناب کرو (جھوٹ) سے۔

(۳) جھوٹا مومن نہیں ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جھوٹ وہ باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (۴) جھوٹ شراب وقمار کی طرح گناہ ہے (۵) جھوٹا خدا کا مبغوض ہے۔ (۶) جھوٹے کا منہ کالا ہے (۷) جھوٹ شراب سے بدتر ہے۔ (۸) جھوٹے کے منہ سے متعفن اور غلیظ بو نکلتی ہے۔ (۹) جھوٹے سے فرشتہ ایک میل دور رہتا ہے۔ (۱۰) خدا اس پر لعنت کرتا ہے اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ خدا کی اس پر لعنت ہے اگر وہ جھوٹا ہے پس ہم لعنت اللہ کی قرار دیں جھوٹوں پر۔ (۱۱) جھوٹے کے منہ کی بدبو عرش تک جاتی ہے۔ (۱۲) حاملین عرش جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ (۱۳) جھوٹ ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔ (۱۴) جھوٹ ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مانع ہے۔ (۱۵) جھوٹا شخص سینوں میں عداوت وکینہ کا بیج بوتا ہے۔ (۱۶) جھوٹے شخص کی مروت ہر شخص سے کم ہے (۱۷) ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر ہزار فرشتے جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ (۱۸) جھوٹ نفاق کی علامت ہے (۱۹) جھوٹ اس گھر کی چابی ہے جس میں سب خبائث اور بری چیزیں جمع ہیں۔ (۲۰) جھوٹ فجور اور جھوٹا فاجر ہے (۲۱) جھوٹے کی رائے مشورہ کے وقت ناپسندیدہ ہے (۲۲) نفسی بیماریوں میں سے جھوٹ سب سے زیادہ قبیح وبری بیماری ہے (۲۳) جھوٹ شیطان کا مکا ہے۔ (۲۴) جھوٹ بدترین ریاکاری ہے (۲۵) جھوٹ فقروفاقہ کا سبب ہے (۲۶) جھوٹ کا شمار خبائث میں ہے۔ (۲۷) جھوٹ نسیان کا سبب ہے (۲۸) جھوٹ نفاق کا ایک دروازہ ہے (۲۹) جھوٹے شخص پر ایک مخصوص عذاب کیا جاتا ہے (۳۰) جھوٹ جھوٹے شخص کو نماز تہجد سے محروم کر دیتا ہے۔ لہذا وہ روزی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ (۳۱) جھوٹ خذلان الٰہی کا سبب ہے (۳۲) جھوٹ کی وجہ سے صورت انسانی جھوٹے شخص سے چھین لی جاتی ہے۔ (۳۳) جھوٹ سب سے بڑی خبیث شے ہے (۳۴) جھوٹ گناہان کبیرہ میں سے ہے (۳۵) جھوٹ ایمان سے دور اور اس سے ایک طرف ہے (۳۶) جھوٹا شخص سب سے بڑا گنہ گار ہے (۳۷) جھوٹ جھوٹے شخص کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (۳۸) جھوٹ حسن وتروتازگی اور بہار ورونق چہرہ کو زائل کر دیتا ہے (۳۹) جھوٹا شخص اس قابل نہیں کہ کوئی اس سے بھائی چارہ کرے اور اسے بھائی اور ساتھی بنانے سے نہی وارد ہوئی ہے۔ (۴۰) خدا جھوٹے شخص کو ہدایت نہیں کرتا اور اسے حق کا راستہ نہیں دکھاتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ خدا جھوٹے کافر کو ہدایت نہیں کرتا۔ انتہی۔

جب آپ جھوٹ کے مفاسد کو پہچان چکے تو جاننا چاہیئے کہ فحول فقہاء مطلق جھوٹ کو گناہان کبیرہ میں شمار کرتے ہیں۔ چاہے اس پر کوئی مفسدہ مترتب ہو یا نہ ہو یہ تو بے مفسدہ جھوٹ کی حالت ہے اور اگر اس جھوٹ پر کوئی مفسدہ مترتب ہو اور خصوصاً اگر وہ مفسدہ دینی ہو جو کسی مسلمان کے عقیدہ کی کمزوری کا باعث ہو یا کسی امام پر افترا باندھے۔ یا شان اہلبیتؑ کی توہین کا باعث ہو تو البتہ وہ سو مرتبہ بدتر اور اس کا گناہ بیشتر ہے۔ اور اگر جھوٹ خدا اور رسولؐ اور ائمہؑ پر باندھے تو اس کا حال معلوم ہے وہ مبطل روزہ اور موجب کفارہ ہے اور عقاب الاعمال میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص میرے متعلق وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے اور اس روایت کا اطلاق اس بات کا مقتضی

ہے کہ اگر ایک لفظ بھی ہو اور کسی مطلب کو نہ بتاتا ہو اور اس پر کوئی مفسدہ بھی مترتب نہ ہوتا ہو تو وہ بھی جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے اسی لئے مرحوم فقیہہ زاہد و ورع جناب الحاج ملا محمد ابراہیم کلباسی طاب ثراہ سے منقول ہے جیسا کہ کتاب شفاء الصدور میں ہے کہ ایک دفعہ ایک اہلِ منبر نے جو فاضل و دیانت دار تھا مرحوم کی موجودگی میں اس واقعہ کے ذیل میں کہ سید الشہداؑ نے فرمایا یا زینبؑ یا زینبؑ کہا تو اس فقیہہ باورع نے پرواہ کئے بغیر برملا بلند آواز سے کہا خدا تیرے منہ کو توڑے امام نے دو مرتبہ یا زینب نہیں کہا بلکہ ایک مرتبہ کہا ہے۔ اب سلسلہ جلیلہ اہل منبر اپنے حالات پر غور فرمائیں۔ اور جھوٹ کے فی الجملہ مفاسد سے آگاہ ہوں اور جھوٹے مطالب اور گھڑی ہوئی روایات کو ترک کر دیں بلکہ جو کچھ دیکھیں سنیں اس کو نقل نہ کریں اور صرف ان مطالب پر اقتصار کریں کہ جن کا ناقل قابل وثوق ہو سید ابن طاؤس نے کشف المحجۃ میں رسائل کلینی سے نقل کیا ہے کہ اس بزرگوار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جس کے کچھ فقرے یہ ہیں۔ وَلَا تُحَدِّثْ اِلَّا عَنْ ثِقَۃٍ فَتَکُوْنَ کَذَّابًا وَالْکِذْبُ ذُلٌّ یعنی بات نہ کرو مگر قابل وثوق شخص سے ورنہ جھوٹے قرار پاؤ گے اور جھوٹ ذلت ہے یعنی ذلت و خواری کا سبب ہے اور نہج البلاغہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے حارث ہمدانی کو جو خط لکھا اس کے ضمن میں فرمایا نقل نہ کرو لوگوں کے سامنے جو کچھ سن لیا ہے کیونکہ یہی نقل میں بے پرواہی کرنا جھوٹ بولنے کے لئے کافی ہے نیز حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے ذیل میں ارشاد فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنتا ہے اسے نقل کرتا ہے۔ علامہ مجلسی نے اس حدیث کی تشریح و بیان میں فرمایا ہے کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کی نقل سے اطمینان نہیں اس کا کلام نقل کرنا درست نہیں اور اس مضمون کی بہت سی روایات ہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح جھوٹ بولنا مذموم و ممنوع ہے اسی طرح جھوٹی خبریں حکایتیں اور قصے سننا بھی مذموم ہے خداوند عالم یہودیوں کی مذمت اور ان کی صفات خبیثہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور دوسروں کو سناتے ہیں اور ایک آیت کے بعد پھر فرماتا ہے سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں ان دونوں آیتوں میں مطلق جھوٹ سننے کے متعلق واضح تہدید موجود ہے اور یہ بھی فرماتا ہے وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یا قول زور سے اجتناب کرو قول زور کی ایک تفسیر جھوٹ بھی ہے اور اجتناب نہیں ہوتا جب تک جھوٹ سے ہر لحاظ سے دوری حاصل کی جائے چاہے کہنے کے لحاظ سے ہو یا لکھنے کے یا سننے وغیرہ کے اس قول کی بنا پر جس میں زور کا معنی جھوٹ ہے اس آیت سے استشہاد کیا جا سکتا ہے وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے یا جھوٹ والی جگہ پر حاضر نہیں ہوتے اور خداوند عالم نے جنت کی نعمتوں میں لغو و فضول باتوں کا نہ سننا اور جھوٹی گفتگو کے کانوں تک نہ آنے کو بھی نعمت قرار دیا ہے پس بقاعدہ مقابلہ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گفتگو سننا عذاب ہے اور وہ دوزخیوں کا خاصا ہے۔ شیخ صدوق نے کتاب عقائد میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے قصہ خوانوں کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا ان کی باتوں کو سننا حلال ہے تو آپ نے فرمایا کہ حلال نہیں اور فرمایا جو شخص کسی گفتگو کرنے والے

کی بات پر کان دھرے تو اس نے اس کی پرستش و عبادت کی ہے اب اگر وہ خدا کی طرف سے بول رہا ہے یعنی سچی اور حق کی بات کہہ رہا ہے تو اس سننے والے نے خدا کی عبادت کی ہے اور اگر وہ ابلیس کی طرف سے بات کرے یعنی جھوٹی اور باطل باتیں کہتا ہے تو سننے والے نے شیطان کی عبادت کی ہے اور اس کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا۔ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ان کا اتباع گمراہ کرتے ہیں فرمایا اس سے مراد قصہ گو ہیں۔ اور اس آیت کی تفسیر میں وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ۔ جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں گھستے ہیں تو ان سے اعراض و روگردانی کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں گھسیں اور حضرت باقرؑ سے مروی ہے قصہ گو ان میں سے ہیں۔ یعنی یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کی ہم نشینی سے اعراض کیا جائے اور ان کی باتیں نہ سنی جائیں اور یہاں گفتگو طویل الذیل ہے اور اس مختصر میں بسیط کی گنجائش نہیں۔

باقی رہا غنا اور راگ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا سننا مطلقاً حرام اور مذموم ہے چاہے مصائب و مرثیہ خوانی سید الشہداءؑ میں ہو یا کسی اور چیز میں اور بہتر یہ ہے کہ یہاں ہم اس کلام پر اکتفا کریں جو صاحب شفاء الصدور نے زیارت عاشور کی شرح میں نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ غنا حرام ہے فی الجملہ۔ کتاب کافی میں ہے اور سند محمد بن مسلم تک پہنچتی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ غنا پر خدا نے جہنم کا وعدہ کیا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ بِهِ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ۔ خلاصہ معنی یہ ہے کہ بعض لوگ لہو حدیث کو خرید کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں کو علم کے بغیر راہ حق سے گمراہ کریں اور خدا کے راستہ کا استہزا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے اور اس مقام پر لہو الحدیث کی تفسیر غنا کے ساتھ ہوئی ہے اور اس معنی کا روایات اہل بیتؑ میں ممکن ہے فی الجملہ تواتر کا دعویٰ کیا جائے اور بعض اخبار میں قول زور کی تفسیر غنا ہے اور غنا کی حقیقت اور معنی لہو و لعب والی آواز ہے چاہے اس میں آواز کو پھیرا جائے، یا آواز کی تقطیع ہو اور اس کو موزوں کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ لحن جو تصنیف سے مشہور ہے اور نوحے اس کے موازین پر مشہور ہیں اور اس حکم کی عمومیت کی تصریح کی ہے۔ شیخ الفقہ اکبر شیخ جعفر نے شرح قواعد میں اور بناء پر مشہور اس کی حرمت میں مراثی سید الشہداءؑ اور دوسری چیزوں میں کوئی فرق نہیں اور غنا میں آواز کا اچھا اور عمدہ ہونا شرط نہیں۔ بلکہ معیار وہ آواز ہے کہ جس کے ساتھ اہل فسوق حال طرب و خوشی میں لہو و لعب کرتے ہیں اور عرف میں اسے گانا کہتے ہیں جو کچھ پڑھا جائے سب حرام اور جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ اور اگر فضائل اہل بیتؑ کا نشر کرنا مستحب ہے تو جھوٹ اور غنا حرام اور باطل ہیں اور مناسب ہے کہ یہاں شیخ اجل اعظم استاد من تاخر و تقدم حجۃ الفرقۃ الناجیہ علامۃ الملۃ الزاکیہ شیخنا الاستاذ الاکبر نور اللہ ضریحہ المطہر کا کلام برکا سبب سے نقل کیا جائے اس شخص کے رد میں جو گمان کرتا ہے کہ غنا مرثیوں میں زیادہ رونے اور درد انگیزی کا سبب ہے فرماتے ہیں کہ غنا کا معین اور مددگار بکاء و رونا ممنوع ہے کیونکہ آپ معلوم کر چکے کہ غنا لہو و لعب کی آواز

ہے اور لہو و لعب کو رلنے اور دردناک ہونے سے کوئی تناسب نہیں۔ بلکہ بنا بر ظاہر تعریف و مشہور کہ جو غنا کو ترجیع مطرب (اپنا آواز کو پھیرنا جو خوش کرے) سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی ہے کیونکہ طرب مطلق اختلافِ حالت کا نام ہے اب جو طرب غنا سے حاصل ہو اگر وہ سرور ہے تو وہ بتنج اور اظہارِ غم سے منافات رکھتا ہے نہ کہ اس پر معین و مددگار ہے اور اگر وہ حزن ہے تو وہ حزن اس لحاظ سے ہے جو نفوسِ حیوانیہ میں شہوات نفسانیہ کے مفقود ہونے سے مرکوز ہے نہ اس وجہ سے کہ جو سادات زمان اور عترت خاتم پیغمبران پر مصائب وارد ہوئے ہیں اور اگر فرض کرلیں کہ یہ معاون ہے تب بھی کسی مستحب یا مباح کا کسی چیز پہ موقوف ہونا اس کی اباحت کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ وہاں دلیل حرمت کا خیال رکھنا پڑے گا۔ اگر حرمت پر دلیل ہوئی تو فبہا ورنہ بحکم اصل محکوم باباحت ہوگا۔ بہر صورت غنا کے مباح ہونے پر اس سے تمسک جائز نہیں کہ وہ مقدمہ ہے ایک فعل غیر حرام کا اور جو کچھ اس قائل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مراثی میں طرب نہیں ہوتا تو ان کی نگاہ ان مراثی پر ہوگی جو اہل دیانت میں متعارف ہیں کہ جن کا مقصد مراثی سے اظہار درد و الم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ گویا ان کے زمانے میں اس قسم کے مرثیے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ جن پر اہل لہو و لعب اور خوش وقتی کرنے والے مرد و عورتیں اکتفا کرتے ہیں جو کہ مجالس لہو و طرب اعواد و اوتار میں تنبک و قصب و مزمار حاضر ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خداؐ نے ان جیسی چیزوں کی خبر دی تھی جہاں فرماتے ہیں يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ ۔ جیسا کہ زیارت سید الشہداءؑ کا سفر بہت سے خوش حال لوگوں کے لئے لہو و لعب دسیر و تفریح کا سفر ہوگیا ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے اسی قسم کی خبر دی تھی سفر حج کے متعلق اور فرمایا کہ میری امت کے دولت مند لوگ سیر و تفریح کے لئے حج کریں گے اور درمیانہ طبقہ تجارت کے لئے اور فقراء و مساکین شہرت کے لئے اور گویا حضورؐ کا ارشاد گرامی کتاب عزیز کی طرح ہے جو وارد ہوا ہے ایک مورد میں اور جاری ہے اپنے نظیر و مثیل میں یہاں تک مکاسب شیخ قدس اللہ نفسہ و روح رمسہ کی عبارت کا ترجمہ ہے اور چونکہ عموماً اس ملت و مذہب والے عالم ہوں کہ غیر عالم اس پیشوائے معظم اور قدوہ معظم کے کلام کو بمنزلہ نصوص سمجھتے ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ وہ تامل کریں اور اسے دستور العمل اور سرمشق رفتار خود قرار دیں اور اس دستور و قرار داد سے قدم آگے نہ بڑھائیں اور اسلام کے عظیم ترین مصائب میں سے یہ مصیبت ہے کہ اگر کوئی غیرت مند مومن اس مصیبت کی شدت کی وجہ سے جان دیدے تو قابل ملامت نہیں کہ لہو و لعب کے خواہشمند اور ہوا پرست لوگ اہل بیت طہارت کے نام (کہ جن کی خداوند عالم نے قرآن عظیم میں کرامت و بزرگی کے ساتھ تعریف کی ہے مثل جناب زینبؑ و جناب سکینہ) آلات لہو و لعب میں لیں اور جس طرح آلات لہو و لعب میں کچھ لوگوں کے نام نوہ تین مرتبہ لئے جانے میں مثل لیلیٰ و سلمٰی کے ان کے اسماء گرامی کی تکرار کریں اور آل رسولؐ کے مصائب بنی امیہ اور آلِ مروان کی سیرت پر عیش و عشرت اور غنا و ترنم کے طور پر بیان کریں اور اگر کوئی شخص اس میں تامل کرے تو اس کام کو حد فسق سے گذر کر گریبان کفر و الحاد سے اس کا سرا نکالے نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخِذْلَانِ وَغَلَبَةِ الْهَوٰى وَمَكِيْدَةِ الشَّيْطٰنِ انتہی کتاب اربعین الحسینیہ کے مقدمہ میں نصیحت بالغہ اور موعظہ جامعہ ذکر ہوا ہے کہ جس کا یہاں وارد کرنا مناسب۔ اور ضروری ہے کہ مذہب حقہ کے متدین لوگ اس سے آگاہ

ہوں۔ کیونکہ ہمارے زمانہ میں مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا کوئی شعار مراسم عزاداری اور مصائب سید الشہداء[۴] مظلوموں کے سردار سے زیادہ شائع نہیں ہے بلکہ اکثر سنن و آداب شرعی مہجور و متروک ہو چکے ہیں سوائے سید الشہداءؑ کے متوسل ہونے کے جو کہ شیعوں کی امید کا سہارا ہے اور دن بدن ترقی و کمال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ اس عمل کی حدود اس طرح مضبوط و معین ہوں کہ یہ قواعد شریعت مقدسہ کے مطابق ہو اور اس میں مذاہب خارجہ طعن و اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے اور چونکہ اس زمانہ میں معاشرت اور کمل میل جول ہو چکا ہے۔ اس مذہب والوں کا دوسرے مذہب کے لوگوں سے اور واقعہ کربلا اور ابتلائے سید الشہداء اکثر تواریخ ملل میں مذکور و منضبط ہے مناسب ہے کہ عزاداری کے مجامع امور مبتدعہ اور منہیات شرعیہ سے مکمل طور پر محترز اور محفوظ رہیں مثلاً ساز بجانے اور طرب آمیز گانے اور بسا اوقات مجالس لہو ولعب بعض مجامع عزاداری میں درست کئے جاتے ہیں اور ایک حدیث میں ایسے لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ يَطْلُبُونَ الدُّنْيَا بِاَعْمَالِ الْاٰخِرَةِ کہ اعمال آخرت کے ذریعہ دنیا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حرکتیں ثوابہائے عظیمہ سے محرومی کا سبب بنتی ہیں اور شیطان کو بھرپور دشمنی ہے۔ نوع انسانی کے ساتھ پس جس عمل میں نفع زیادہ ہوتا ہے، شیطان کی توجہ اس عمل کے فاسد کرنے کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً امام حسین سید الشہداءؑ سے توسل کرنا جو کہ ہدایت دینی اور اخبار ائمہ طاہرین علیہم السلام کی بنا پر فلاح و نجات دنیا و آخرت کا سبب ہے اور جو عمل فوائد دنیویہ کا سبب ہو نا اہل لوگ اس پر پوری توجہ اور ہجوم عام کرتے ہیں، مثلاً ذکر مصائب جو کہ وسائل معاش کا معتبر ذریعہ ہے اور اس میں جہت عبادت پر کم نظر ہوتی ہے اب رفتہ رفتہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ علماء مذہب کے مجموں میں صریح جھوٹ بولتے ہیں لیکن ان کے لئے اس منکر کی نہی اور اس سے روکنا میسر اور آسان نہیں۔ اور کئی ایک ذاکرین مصائب رٹنے والے واقعات کے گھڑنے کی پرواہ نہیں کرتے اور بعض اوقات ایک بات گھڑی اور اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق فرض کرتا ہے کہ مَنْ اَبْکٰی فَلَهُ الْجَنَّةُ جو رلائے اس پر جنت واجب ہے۔ اور استبداد زمانہ کی وجہ سے یہ جھوٹی باتیں نئی تالیفات میں شائع ہو جائیں اور جب کوئی محدث مطلع امین ان جھوٹی باتوں سے منع کرے گا تو پڑھنے والا کسی چھپی ہوئی کتاب یا سنی ہوئی بات کی طرف نسبت دے گا یا قاعدہ تسامح در ادلہ سنن سے تمسک پکڑے گا اور ان کمزور منقولات کی اسے دستاویز قرار دے گا اور ملل خارجہ کی ملامت اور سرزنش کا سبب بنے گا۔ مثل ان چند باتوں کے جو کتب جدیدہ میں چھپ چکی ہیں۔ حالانکہ اہل علم و حدیث کے ہاں ان کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ مثلاً جناب قاسمؑ کی شادی کربلا میں ہونا جو کہ کتاب روضۃ الشہداء فاضل کاشفی میں نقل ہوئی ہے اور شیخ طریحی نے (جو کہ اجلاء علماء اور معتمدین میں سے ہیں) اس سے نقل کیا ہے۔ لیکن کتاب منتخب میں بہت سے تسامحات کئے گئے ہیں جو اہل بصیرت و اطلاع سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ انتہی۔

نصح و تحذیر (نصیحت اور ڈرانا)

کس قدر شائستہ اور لازم ہے۔ سلسلہ جلیلہ اہلِ منبر اور ذاکرینِ مصائب سید مظلومؑ کے لئے جنہوں نے کمرِ ہمت باندھ لی ہے اور علَمِ تعظیم شعائر اللہ اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے اور مشعرِ عظیم کی تنظیم کے لئے اپنی جانیں قربان کر رکھی ہیں۔ کہ وہ ملتفت رہیں کہ یہ عبادت بھی باقی عبادات کی طرح ہے اور یہ عمل اس وقت عبادت ہے کہ جب اس کے بجالانے کے وقت سوائے رضائے خدا اور خوشنودی رسولِ خدا و ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے اور کوئی غرض و مقصد نظر میں نہ ہو اور جو مفاسد اس بزرگ کام پر طاری اور اس میں جاری و ساری ہیں ان سے بچیں تاکہ کہیں العیاذ باللہ اس عبادت عظیم پر تحصیل مال و جاہ کے لئے اقدام کریں اور جھوٹ بولنے میں مبتلا ہوں۔ اور خدا پر حجج طاہرہ اور علماء اعلام پر افترٰی باندھنے غنا کرنے اور نوخیز لڑکوں اہلِ فسق کے الحان میں اپنے سے پہلے پڑھانے اور اجازت کے بغیر بلکہ صراحتًہ منع کرنے کے باوجود لوگوں کے گھر جاکر منبر پر جانے اور گریہ نہ کرنے کی صورت میں حاضرین کو کلمات بلیغہ سے آزردہ خاطر اور دعا کرتے وقت باطل کی ترویج اور آنے سے پہلے اور ایسے اشخاص کی مدح کرنا اور ظالموں کی اعانت کرنا اور مجرم لوگوں کو مغرور کرنا اور فاسقین کو جرأت دلانا اور لوگوں کی نگاہ میں گناہوں کو چھوٹا ظاہر کرنا جو لائق تعریف نہیں اور بزرگانِ دین کی توہین کرنا اور اسرارِ آلِ محمدؐ کو افشار کرنا اور فتنہ و فساد برپا کرنا اور ایک حدیث کو تدلیس کرکے دوسری سے ملانا اور غلط آراء کی بنار پر آیاتِ شریفہ کی تفسیر کرنا اور معانی باطلہ و فاسدہ کے ساتھ روایات نقل کرنا اور اہلِ فتویٰ نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دینا چاہے حق ہو یا خلافِ حق اور انبیاء عظام و اولیاء کرام علیہم السلام کی تنقیص کرنا ائمہ معصومین علیہم السلام کے مقامات کو بزرگ و بلند کرکے اور کلام کو زینت دینے اور مجلس کی رونق بڑھانے کے لئے اہلِ کفر کی باتوں اور ہنسانے والی حکایات اور فاسق و فاجر لوگوں کے اشعار (جو دہرے مطالب رکھتے ہیں) سے متوسل ہونا اور مراثی کے جھوٹے اشعار کو زبانِ حال کے عنوان سے صحیح بنانا اور مسائل اصول دین میں شبہات کا ذکر کرنا بغیر ان کے تردیدی بیان کے یا اس کی قوت نہ رکھتے ہوئے اور ضعفاء مسلمین کے عقائد کے ستون خراب کرنے اور ایسی چیزوں کو بیان کرنا جو عصمت و طہارت اہلِ بیت نبوت سے منافات رکھتی ہیں اور اپنی گفتگو کو بہت سے اغراض فاسدہ کی بنار پر طول دینا اور حاضرین کو اوقاتِ فضیلت نماز سے محروم رکھنا اور اس قسم کے مفاسد جو بے حد و حصر ہیں اور اس سے بچے کہ مبادا العیاذ باللہ اس زمرہ میں داخل ہو۔

جنہوں نے مقدمات وعظ کو آگے رکھا ہوا ہے اور جو کبھی کبھی امیر المومنینؑ کے خطب بلیغہ اور مواعظ شافیہ اور آپ کی رفتار و کردار کو بیان کرتے ہیں اور لوگوں کو زحمت دینا اور اس کے آفات و مہلکات سے ڈراتے ہیں اور بغض و زہد دنیا کی لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتے ہیں اور دین کے پیشوا خواص اصحاب اور علماء راشدین کی حالت سے استشہاد کرتے ہیں اور کبھی احوالِ نفس اور اس کی صفات خوف و رجار و توکل و رضا اور رذائل خبیثہ اور صفات قبیحہ وغیرہ سے گفتگو کرتے اور اپنی یادداشت کتا

غزوات وغیرہ سے نہایت فصاحت و بلاغت اور بے توقف و لکنت بیان کرتے ہیں اور ان مراتب سے مناسب آیات و روایات کو مرتب و منظم کیا ہوا ہے اور ایسے کلمات جن میں سجع و قافیہ کو درست کیا ہوا ہے ذکر کرتے ہیں۔ اور بیچارہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ ان باتوں کے بیان کرنے سے وہ خود بھی ان صفات سے متصف ہے حالانکہ ان صفات میں ایک پست ترین عام آدمی سے بھی اس نے ترقی نہیں کی ہوتی اور وہ مردار دنیا پر اتنا فریفتہ ہے اور اس کے خباثث و رذائل سے اتنا آلودہ ہے کہ اگر صاحب مجلس اس کے آنے یا جانے کے وقت اس کے غفلت برتے اور جن لوازم تکریم و توقیر کی اس سے توقع رکھتا ہے ان پر وہ عمل نہ کرے یا اس کو مجلس کا آخری ذاکر نہ قرار دے کہ جس پر مجلس ختم ہو تو درہم و برہم (ریخ پا) ہو جاتا ہے اور گلہ و شکوہ کرتا ہے اور اسے رسوا کرتا ہے اور اس کے باوجود بھی اپنے آپ کو اہل اللہ اہل آخرت اور سید الشہداء علیہ السلام روحی فداہ کے نوکروں اور غلاموں کے زمرہ میں شمار کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ چند منبری باتیں یاد کر لینے سے وہ تمام خصائل خباثات سے عاری و بری ہے اور اخلاق رذیلہ تو صرف عوام اور مجلس سننے والے لوگوں میں ہیں حالانکہ دانائے بصیر اور عیوب نفس کی جستجو کرنے والے شخص کے لئے منکشف اور واضح ہے کہ ایسے شخص کی حالت اس چراغ جیسی ہے جو خود کو جلاتا ہے اور دوسروں کو روشنی دیتا ہے اور وہ غاوین کے زمرہ میں داخل ہے جو اس آیت میں ہیں فَکُبْکِبُوْا فِیْھَا ھُمْ وَالْغَاوُوْنَ پس جہنم میں ڈال دو ان کو اور گمراہوں کو اور اس آیت میں شامل ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ یہ کہ نفس کہے گا ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے معاملہ میں کوتاہی کی ہے اور یہ آیت اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو اور یہ آیت لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اور دیگر آیات کیا خوب کہا ہے حافظ شیرازی نے ؎

واعظاں کایں جلوہ در محراب و منبر مے کنند ‏ ‏ ‏ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ‏ ‏ ‏ توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر مے کنند
گوئیا باور نمے دارند روز داورے ‏ ‏ ‏ کایں ہمہ قلب و دغل در کار داور مے کنند

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے رسولؐ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں ان لوگوں کی جن کے اعمال زیادہ خسارہ میں ہیں کہ جن کی کوشش زندگی دنیا میں گمراہ ہو گئی ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں اب تک جو بیان ہوا یہ اہل منبر اور اس قسم کے لوگوں کے فرائض و وظائف ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جو اہل منبر سے بہرہ ور ہیں اور ان سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں وہ صاحب مجلس ہوں یا اس کے علاوہ دوسرے حاضرین و سامعین تو انہیں چاہیئے کہ ذاکر کی اعانت و رعایت توقیر و اکرام اور اس پر انعام و احسان کریں۔ مال و زبان و باقی اعضاء و جوارح سے جتنا ان سے ہو سکے اور جتنے سے وہ عہدہ برآ ہو سکیں۔ اور جتنا کچھ وہ اس سے سلوک کریں گے وہ ہرگز اس حق کو پورا نہیں کر سکتے جو اس نے اس عمل سے ان پر پیدا کر لیا ہے کیونکہ جو اس سے کریں گے اور اسے مال دنیا میں سے دیں گے وہ جنت کے لباس کے ایک تار کے برابر بھی نہیں کہ جو لباس ہزاروں

کی تعداد میں اس مجلس پڑھنے والے کے واسطہ سے انہیں ملیں گے پس جو کچھ وہ دیں یا کریں کم ہے جیسا کہ سیرت مرضیہ ائمہ طاہرین اس گروہ اور ان جیسے لوگوں کے ساتھ ایسی ہی تھی کچھ دیر کے لئے ان احادیث و آثار کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ امام زین العابدینؑ فرزدق شاعر کو کس قسم کے عطیے دیتے تھے بعد اس کے کہ اس نے وہ مشہور قصیدہ پڑھا تھا اور غور کریں حضرت صادقؑ کے عطیہ کی طرف جو آپ نے اشجع سلمی کو دیا بعد اس کے کہ وہ حضرت کی عیادت کے لئے آیا تھا اور دو شعر اس نے پڑھے۔ البسک اللہ عافیہ " آپ کے پاس چار سو درہم تھے آپ نے وہ اسے عطا فرمائے۔ اشجع نے شکریہ کے ساتھ لئے اور چلا گیا۔ حضرت نے اسے واپس بلایا اور اس کو انگوٹھی دی جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی اور امام رضاؑ کا دعبل خزاعی کو زیادہ رقم اور جبہ دینا۔ اور ایک روایت کے مطابق عقیق کی انگوٹھی اور سبز خز کا پیراہن دینا کہ جس میں ہزار رات گذاری اور ہر رات میں ہزار رکعت نماز پڑھی تھی اور ہزار ختم قرآن کیا تھا یہ واقعہ مشہور ہے اور سید کی کتاب غرر و درر میں منقول ہے کہ دعبل بن علی اور ابراہیم بن عباس جو ایک دوسرے کے دوست تھے حضرت ثامن الائمہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ولی عہد ہو چکے تھے تو دعبل نے قصیدہ پڑھا۔

مَدَارِسُ اٰیَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ وَ مَنْزِلُ وَحْیٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ

آیات کی درسگاہیں تلاوت سے اور منزل وحی کے آنے جانے والوں سے صحن خالی پڑے ہیں اور ابراہیم نے قصیدہ پڑھا کہ جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

اَزَالَتْ عَزَاءَ الْقَلْبِ بَعْدَ التَّجَلُّدِ مَصَارِعُ اَوْلَادِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

پس حضرت نے ان دونوں کو ان درہموں میں سے بیس ہزار درہم دیئے کہ جن پر ناموں کے ساتھ آپ کے اسم مبارک کا سکہ لگا ہوا تھا پس دعبل اپنا آدھا حصہ درہموں کا لے کر قم میں آیا۔ اہل قم نے ان میں سے ہر ایک درہم دس درہموں کے بدلے خرید کیا لہذا دعبل کا حصہ دراہم ایک لاکھ درہم ہو گیا۔ البتہ ابراہیم نے وہ اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی: حضرت سید الشہداءؑ نے اس شخص کو کہ جس نے آپ کے ایک بیٹے کو سورہ الحمد کی تعلیم دی تھی ہزار اشرفی اور ہزار لباس عطا کئے تھے اور اس کا منہ مروارید سے بھر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ میرا عطیہ اس کے عطیہ سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے اور آپ کے مکارم اخلاق کی فصل میں گذر چکا ہے کہ آپ نے چار ہزار درہم اس عرب کو عطا فرمائے جس نے آپ کی مدح میں یہ شعر پڑھا۔

لَنْ یَخِبَ الْآنَ مَنْ رَجَاکَ وَ مَنْ حَرَّکَ مِنْ دُوْنِ بَابِکَ الْحَلْقَةَ

اب وہ ہرگز ناامید نہیں ہو سکتا جو آپ سے آرزو رکھے اور آپ کے دروازے کی کنڈی ہلائے اور اس بخشش کے باوجود آپ کو اس سے شرم محسوس ہو رہی تھی اور اس سے معذرت چاہتے ہوئے فرمایا اس کو لو اور میں تم سے معذرت چاہتا ہوں۔ اور امام کاظمؑ کے حالات میں آئے گا۔ انشاء اللہ کہ عید نوروز کے دن منصور کے حکم سے آپ اس کی مسند پر بیٹھے اور

لوگ آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ہر شخص اپنی وسعت وطاقت کے مطابق تحفہ ہدیہ لایا اور سب سے آخر میں ایک بوڑھا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میرے پاس کوئی ہدیہ نہیں سوائے تین اشعار کے جو میرے دادا نے آپ کے جد بزرگوار امام حسینؑ کے مرثیے میں کہے ہیں پس اس نے وہ تین اشعار پڑھے حضرت نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا اب بیٹھ جا۔ وہ بوڑھا بیٹھ گیا حضرت نے منصور کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ اموال جو ہدیہ و تحفہ کے عنوان سے جمع ہوئے ہیں انہیں کیا کرنا ہے منصور نے وہ تمام آپ کو دیئے اور حضرت نے وہ سب کے سب اس بوڑھے کو بخش دیئے کہ جس نے مرثیہ پڑھا تھا۔ مورخ ابن مسعودی رحمۃ اللہ نے نزاریہ و یمانیہ کے تعصب کا سبب (جو کہ عباسیوں کی حکومت اور مروانیوں کی ہلاکت کا مقدمہ بنا تھا) مروج الذہب میں بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ جب کمیت نے قصیدہ ہاشمیات کہا تو وہ بصرہ میں آیا اور فرزدق کے پاس گیا۔ اور وہ اشعار کہ جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

طَرِبْتُ وَمَا شَوْقًا اِلَی الْبِیْضِ اَطْرَبُ ۔۔۔ وَلَا لَعِبًا مِنِّیْ وَ ذُوالشَّیْبِ یَلْعَبُ

میں خوش ہوں لیکن سفید رنگ کی عورتوں کی ملاقات کے شوق سے نہیں اور نہ لہو ولعب سے خوش ہوں اور نہ بوڑھا آدمی لہو ولعب کرتا ہے، فرزدق کے سامنے پڑھے اور فرزدق نے اس کی تصدیق اور تعریف کی اور اسے حکم دیا کہ انہیں مشہور کرو۔ پس کمیت مدینہ میں گیا اور ایک رات حضرت باقرؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور اپنے اشعار حضرت کو سنائے اور جب قصیدہ میمیہ شروع کیا اور اس شعر تک پہنچا۔

وَقَتِیْلٍ بِالطَّفِّ غُوْدِرَ مِنْهُمْ ۔۔۔ بَیْنَ غَوْغَاءِ اُمَّةٍ وَطَغَام

اور میدان کربلا وطف کا مقتول جو بدقماش اور کمینے لوگوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ حضرت بہت روئے اور فرمایا، اے کمیت اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں تجھے صلہ دیتا۔ لیکن اب میں تیرے لئے وہی الفاظ کہتا ہوں جو رسولؐ خدا نے حسان بن ثابت کے لئے فرمائے تھے لازلت مؤیداً بروح القدس ما ذبیت عنا اہل البیت جب تک تو ہم اہل بیتؑ کی عزت و حرمت سے دشمنوں کے حملوں کو روکتا رہے گا۔ اس وقت تک روح الامین تیری تائید کرے گا۔ پس کمیت حضرت کی خدمت سے اٹھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس گیا اور اپنے اشعار انہیں بھی سنائے تو عبداللہ نے کہا میں نے ایک جاگیر زمین و چشمہ آب ہے۔ چار ہزار درہم پر خریدی ہے اور یہ اس کی رجسٹری ہے پس وہ قبالہ اس کو دیا اور وہ زمین اسے بخش دی کمیت کہنے لگا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں اگر کسی اور کے لئے اشعار کہوں تو وہ دنیا اور مال دنیا کے لئے ہوتے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ اہل بیتؑ کی مدح میں سوائے خوشنودی خدا کے اور کوئی چیز نظر میں نہیں ہوتی۔ میں اس چیز کے مقابلہ میں جو کہ میں نے خدا کے لئے کی ہے مال و قیمت نہیں لیتا۔ عبداللہ نے زیادہ اصرار کیا تو قبول کر لیا اور کمیت اس ملک کا قبالہ لے کر چلا گیا۔ اور چند دنوں کے بعد عبداللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں مجھے آپ سے ایک حاجت ہے عبداللہ نے کہا جو تمہاری حاجت ہوگی وہ پوری کی جائے گی۔ بتاؤ تمہاری کیا حاجت ہے

کہنے لگا کہ یہ قبالہ حاضر ہے آپ اپنی جاگیر واپس لے لیں اور وہ نوشتہ عبداللہ کے پاس رکھ دیا اور عبداللہ نے بھی قبول کر لیا اس وقت عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے چمڑے کا بنا ہوا جامہ اٹھایا اور اس کے چاروں کونے اپنے چار بچوں کے ہاتھ میں دیئے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا کہ اے بنی ہاشم یہ کمیت شاعر ہے جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جب کہ لوگ تمہارے فضائل بیان کرنے سے خاموش رہے اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہہ جانے کے لئے پیش کیا ہے لہذا جتنا تم سے ممکن ہو اسے اس کا صلہ دو پس ہر ایک کے لئے جتنا ممکن ہوا درہم و دینار اس چمڑے میں ڈالتے گئے پھر ہاشمی خواتین کو بھی باخبر کیا تاکہ وہ بھی جتنا ممکن ہو سکے عطا کریں پس عورتوں نے بھی مقدور کے مطابق مال دیا یہاں تک کہ وہ اپنے زیور اتار کر کمیت کو دینے لگیں یہاں تک کہ کمیت کے لئے ایک لاکھ درہم جمع ہو گیا اور عبداللہ وہ سب چیزیں کمیت کے پاس لے آیا۔ اور کہا۔

یَا اَبَا الْمُسْتَهِلِّ اَتَيْنَاكَ بِجُهْدِ الْمُقِلِّ۔ اے ابوالمستہل ہم تیرے پاس فقیر و بے مال لوگوں کی کوشش لے کر آئے ہیں ہم تجھ سے معذرت خواہ ہیں کیونکہ دشمنوں کی حکومت کے زمانے میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اور اتنی ہی مقدار ہم جمع کر سکے ہیں اور اس میں عورتوں کے زیور بھی شامل ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ پس ان چیزوں کے ساتھ اپنی معاش میں مدد حاصل کرو۔ کمیت نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ حضرات نے بہت زیادہ مال عطا کیا ہے۔ لیکن میں آپ کی مدح کے سلسلے میں خدا اور اس کے رسولؐ کے علاوہ کوئی غرض نہیں رکھتا۔ میں آپ سے کوئی چیز لینے کے لئے تیار نہیں ہوں یہ جن جن حضرات کا مال ہے انہیں واپس کر دیجئے۔ پس عبداللہ نے کتنی ہی کوشش کی لیکن کمیت نے قبول نہ کیا۔ ۱؎

اہل سنت کی روایات میں ہے کہ صاعد کمیت کا غلام کہتا ہے کہ میں کمیت کے ساتھ حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کمیت نے آپ کی خدمت میں وہ قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ مَنْ لِقَلْبٍ مُتَيَّمٍ مُشْتَاقٍ کون ہے۔ اس دل کے لئے جو ذلیل و سرگرداں کر دیا گیا ہے۔ ۱؎ حضرت نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْكُمَيْتِ خدایا کمیت کو بخش دے خدایا کمیت کو معاف کر دے اور صاعد کہتا ہے کہ ایک روز کمیت حضرت کی خدمت میں گیا تو آپ نے ایک ہزار دینار اور ایک جوڑا لباس کمیت کو عطا کیا۔ کمیت نے دینار تو واپس کر دیئے۔ البتہ لباس تبرک و تیمن کے لئے قبول کر لیا وہ کہتا ہے کہ ایک دن ہم جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کے در دولت پر گئے تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا یہ ہم اہل بیتؑ کا شاعر ہے اور اس کے سامنے ستو کا ایک پیالہ پیش کیا کمیت نے وہ ستو پیئے اس وقت بی بی نے حکم دیا کہ تیس دینار اور ایک سواری کمیت کو دی جائے کمیت رونے لگا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں یہ قبول نہیں کروں گا۔ میں نے آپ اہل بیتؑ سے مال دنیا کے لئے دوستی اختیار نہیں کی۔ اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں اور اس قدر طوالت بعض نفوس ناقصہ کی تنبیہ کے لئے کی ہے جو کہ سید الشہداؑ کی عزاداری کی مجالس کرتے ہیں اور وہ مجالس کے دنوں میں کتنی توہین اور تحقیر [illegible] کرتے ہیں سلسلہ جلیلہ

اہل ذکر و اہل مرثیہ کی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تھوڑی بہت مدد جو مدت مدید کے بعد روضہ خوان کی وہ کرتے ہیں۔ اس سے انہوں نے ذاکر کو خرید کر لیا ہے۔ اور طوق بندگی اس کے گلے میں ڈال دیا ہے اور کس قدر ان کو امر و نہی کرتے ہیں۔ اور کتنی بے جا توقعات ان سے رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور خرابیاں اور مفاسد جو ان لوگوں میں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور ان باتوں سے ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی وَهَلْ يُصْلِحُ الْعَطَّارُ مَا أَفْسَدَ الدَّهْرُ لٰكِنْ لِلْعَالِمِ أَنْ يُظْهِرَ عِلْمَهُ نَبَّهَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ مِنْ رَقْدَةِ الْغَفْلَةِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى کیا عطار اسے درست کر سکتا ہے جسے زمانے نے فاسد کر دیا ہو۔ لیکن عالم کو چاہیے کہ علم کو ظاہر کرے۔

خدا ہمیں اور تمہیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے اور سلام اس کے لئے ہے جو ہدایت کا اتباع کرے کتاب مُنْتَهَى الْآمَالِ فِي ذِكْرِ تَوَارِيخِ النَّبِيِّ وَالْآلِ کی جلد اول اس کے مؤلف عباس بن محمد رضا قمی کے ہاتھ سے ختم ہوئی۔ اور اس کے بعد دوسری جلد انشاء اللہ تعالیٰ امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات سے شروع ہوگی۔

بروز پیر بوقت دس بج کر پچیس منٹ رات بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء کتاب احسن المقال ترجمہ منتہی الآمال حقیر پر تقصیر سید صفدر حسین نجفی ولد سید غلام سرور نقوی مرحوم کے ہاتھ سے اس کے اپنے مکان واقع مسلم کالونی۔ گلی ۱۶ نزد سن آباد لاہور پر اختتام پذیر ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ۔

احقر سید صفدر حسین نجفی

کتاب منتھی الآمال فی تاریخ النبی و الآل جلد دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ خَیْرِ الْوَرٰی

اما بعد یہ دوسری جلد ہے کتاب منتھی الآمال فی تواریخ النبی والآل علیہم السلام کی جو تالیف ہے۔ اس فقیر بے بضاعت متمسک باحادیث اہل بیت رسالت عباس بن محمد رضا قمی عفی اللہ عن جرائمہا کی اور یہ کتاب شریف چھٹے باب اور چودھویں تک کے باقی ابواب پر مشتمل ہے۔ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کے پورا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور اس کے خاتمہ تک پہنچنے کی سعادت حاصل کرنے پر کامیابی دے بے شک وہ قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

چھٹا باب

حضرت سید الساجدین امام الزاہدین جناب علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی تاریخ وحالات کی اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آنجناب کی ولادت نام لقب اور کنیت کا بیان واضح ہو کہ آپ کی تاریخ ولادت میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور شاید سب سے زیادہ صحیح قول پندرہ جمادی الاول ۳۶ھ چھتیس ہجری یا پانچ جمادی الاول ۳۸ھ اڑتیس ہجری ہو۔ آپ کی والدہ محترمہ مخدرہ علیا شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان بادشاہ ایران تھی۔ اور بعض علماء نے شہربانو کی بجائے شاہ زنان کہا ہے۔ جیسا کہ ہمارے شیخ حر عاملی نے اپنے ارجوزہ میں فرمایا ہے وَاُمُّہٗ ذَاتُ الْعُلٰی وَالْمَجْدِ شَاہِ زَنَانُ بِنْتُ یَزْدَجِرْدِ وَھُوَ ابْنُ شَہْرِیَارِ ابْنِ کِسْرٰی ذُوْسُؤْدُدٍ لَیْسَ یُخَافُ کَسْرًا۔

علامہ مجلسی جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عامر نے جب خراسان کو فتح کیا۔ تو اس نے یزدجرد ایران کے بادشاہ کی دو بیٹیاں گرفتار کر کے عثمان کے لئے بھیجیں تو ان میں

سے ایک امام حسنؑ کو اور دوسری امام حسینؑ کو دی گئی اور جو شہزادی امام حسینؑ کے حصہ میں آئی اس سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے۔ اور جب حضرت اس مخدرہ سے پیدا ہوئے تو وہ خاتون رحمت خداوندی سے جا ملیں۔ اور دوسری خاتون کی وفات بھی پہلے فرزند کی ولادت کے بعد ہو گئی۔ پس امام زین العابدینؑ کی تربیت امام حسینؑ کی ایک کنیز نے کی کہ جسے حضرت ماں کہتے تھے اور جب امام حسینؑ شہیدؑ ہو گئے تو امام زین العابدینؑ نے اس کنیز کی شادی ایک شیعہ مومن کے ساتھ کر دی اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی والدہ کی شادی ایک شیعہ سے کر دی۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ حدیث اس واقعہ کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے۔ جو اولاد امام حسینؑ کی فصل میں گذر چکا ہے کہ جناب شہربانو عمر کے زمانہ میں لائی گئی تھیں، شاید کسی ایک راوی نے اشتباہ کیا ہے اور جو روایت وہاں ذکر ہوئی ہے۔ وہ زیادہ مشہور و قوی ہے۔ جیسا کہ قطب راوندی نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی بیٹی عمر کے پاس لے آئے اور وہ مدینہ میں داخل ہوئی۔ تو مدینہ کی تمام لڑکیاں اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر آ گئیں اور مسجد مدینہ ان کے چہرہ کی تابانی سے روشن ہو گئی۔ جب عمر نے چاہا کہ اس مخدرہ کا چہرہ دیکھے تو وہ مانع ہوئی اور کہنے لگی کہ سیاہ ہو جائے۔ ہرمز کا زمانہ کہ تو اس کی بیٹی کی طرف دست درازی کر رہا ہے عمر نے کہا کہ یہ مجوسی کی لڑکی مجھے گالیاں دے رہی ہے۔ اور چاہا کہ اسے اذیت و تکلیف پہنچائے حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا جس گفتگو کو تو سمجھ نہیں سکتا اس سے تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ گالی ہے۔ پس عمر نے حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کی جائے۔ اور اس لڑکی کو بیچ دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا بادشاہوں کی لڑکیوں کو بیچنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ اس کو مختار قرار دو کہ وہ کسی ایک مسلمان کا انتخاب کرلے اور اس سے تو اس کی شادی کر دے اور اس کا حق مہر بیت المال میں سے اس شخص کے عطیہ میں حساب کرے۔ عمر نے آپ کا یہ ارشاد قبول کر لیا اور کہنے لگا اہل مجلس میں سے کسی کو انتخاب کر لو۔ وہ سعادت مند آگے بڑھی اور اپنا ہاتھ امام حسینؑ کے کندھے پر رکھ دیا۔ پس حضرت امیرالمومنینؑ نے فارسی زبان میں اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اے کنیز عرض کیا کہ جہاں شاہ حضرت نے فرمایا بلکہ تیرا نام تو شہربانو رکھا گیا تھا۔ عرض کیا کہ یہ تو میری بہن کا نام ہے۔ حضرت نے فارسی زبان میں فرمایا تو سچ کہتی ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا۔ اور فرمایا کہ اس نیک بخت کی نگہبانی کرنا اور اس سے نیک سلوک کرنا کیونکہ اس سے ایسا بچہ ہوگا۔ جو تمہارے بعد تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ اور یہ میری ذریت طیبہ میں سے اوصیاء کی ماں ہے۔ پس حضرت امام زین العابدینؑ اس سے پیدا ہوئے۔ اور روایت کی ہے کہ اس سے پہلے کہ لشکر اسلام ان تک پہنچے شہربانو نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب رسولؐ خدا ان کے گھر میں امام حسینؑ کے ساتھ داخل ہوئے اور حضرت کے لئے اس کی خواستگاری کی اور ان سے اس کی شادی کر دی شہربانو کہتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو اس خورشید فلک امامت کی محبت میرے دل میں جاگزین ہو گئی۔ اور میں ہمیشہ آپ کے خیال میں ڈوبی رہتی۔ جب دوسری رات آئی تو میں نے عالم خواب میں جناب فاطمہؑ کو دیکھا کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں اور

میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور میں اس مخدرہ کے دست حق پر مسلمان ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ عنقریب مسلمانوں کا لشکر تیرے باپ پر فتح پائے گا اور تجھے قید کر لیں گے۔ اور بہت جلدی تو میرے بیٹے حسینؑ تک جا پہنچے گی۔ اور خدا کسی کو تجھ پر دست درازی نہیں کرنے دے گا۔ یہاں تک کہ میرے بیٹے تک پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی کہ کسی کا ہاتھ مجھے نہ لگا۔ یہاں تک کہ مجھے مدینہ میں لے آئے اور جب میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو میں پہچان گئی کہ یہ وہی بزرگوار ہیں جو عالم خواب میں رسولؐ اللہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے اور رسولؐ خدا نے میرا ان سے نکاح کیا تھا۔ اس لئے میں نے آپ کو ہی منتخب کیا تھا۔ اور شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے حریث بن جابر کو بلاد مشرق میں سے ایک شہر کا حاکم بنایا۔ اور اس نے یزدجرد کی دو بیٹیاں حضرت کی خدمت میں بھیجیں جن میں سے ایک کا نام شاہ زنان تھا جو آپ نے امام حسینؑ کو دی اور اس سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے۔ اور دوسری محمد بن ابوبکر کو عطا فرمائی اور اس سے قاسم جناب صادقؑ کے نانا پیدا ہوئے۔ لہٰذا قاسم امام زین العابدینؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انتہی۔ ؎ باقی رہی آپ کی کنیت اور القاب تو واضح ہو کہ آپ کی زیادہ مشہور کنیت ابوالحسن اور ابومحمد ہے۔ اور آپ کے مشہور القاب زین العابدین سید الساجدین والعابدین زکی امین سجاد ذوالثفنات ہیں آپ کے نگینہ پر نقش حضرت صادقؑ کی روایت کے مطابق اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ تھا اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ اور حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کی روایت ہے کہ خَزِیَ وَ شَقِیَ قَاتِلُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ تھا ابن بابویہ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد علی بن الحسینؑ جب کبھی کسی نعمت کو یاد کرتے تو اس کے شکرانہ میں سجدہ کرتے اور قرآن کی آیت سجدہ کی جب تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے اور جب خداوند عالم کسی برائی کو ان سے دور کرتا کہ جس کا انہیں ڈر ہوتا۔ یا کسی مکر کرنے والے کے مکر کو ان سے پھیر دیتا تو سجدہ کرتے اور جب واجب نماز سے فارغ ہوتے تو سجدہ کرتے اور جب آپ دو اشخاص کے درمیان مصالحت کراتے تو اس کے تشکر میں سجدہ کرتے اور سجدہ کا اثر و نشان آپ کے تمام مواضع سجود میں تھا اسی لئے آپ کو سجاد کہتے تھے۔ امام محمد باقرؑ سے یہ بھی روایت ہے کہ میرے والد کے سجدہ کی جگہوں میں نشان واضح اور ابھرے ہوئے تھے کہ جن کے بڑھاؤ کو آپ سال میں دو مرتبہ کٹواتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ جگہوں کے گٹے کٹواتے تھے۔ اس لئے آپ کو ذوالثفنات (گٹوں والے) کہتے تھے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ثفنہ واحد ہے ثفنات البعیر کا یعنی اونٹ کے وہ حصے جو اس کے بیٹھنے کے وقت زمین پر لگتے ہیں اور سخت ہو جاتے اور گٹے بن جاتے ہیں۔ مثلاً گٹے وغیرہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیشانی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور گھٹنوں پر کثرت سجدہ کی وجہ سے گٹے بن جاتے۔ اور اونٹ کے گٹوں کی طرح ابھر آتے ہر سال دو مرتبہ کٹواتے اور وہ پھر ظاہر و آشکارا ہو جاتے۔ نیز روایت ہے کہ جب زہری حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کر

؎ مترجم کہتا ہے کہ یہی آخری روایت صحیح ہے جیسا کہ بعض علماء اہلسنت نے بھی اسے تسلیم کیا ہے اور اپنے مقام پر تفصیل سے مذکور ہے ورنہ عمر اور عثمان کا امام حسینؑ کو ایران کی شہزادی دے دینا بعید معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان کی سیرت سے معلوم ہے

کہ مجھے زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ نے خبر دی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے پوچھا کہ حضرت کو زین العابدین کیوں کہتے ہو کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا ہے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا کرے گا کہ زین العابدین کہاں ہے۔ پس گویا میں دیکھ رہا ہوں میرا بیٹا علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السلام اس وقت پورے وقار و سکون کے ساتھ اہل محشر کی صفوں کو چیرتے ہوئے آئے گا اور کشف الغمہ میں ہے کہ آپ کے زین العابدین کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک رات آپ محراب میں عبادت تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تھے پس شیطان ایک بہت بڑے اژدھے کی صورت میں ظاہر ہوا تا کہ حضرت کو عبادت سے اپنی طرف مشغول رکھے آپ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے پس وہ لعین آگے بڑھا اور اس نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا منہ میں لے کر اسے چبانا شروع کیا۔ کہ جس سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ لیکن پھر بھی آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، تو معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کے منہ پر طمانچہ لگایا اور فرمایا دفع ہو جا ملعون اور دوبارہ عبادت میں مصروف ہو گئے پس ہاتف کی ندا سنی گئی کہ جس نے آپ کو پکار کر تین مرتبہ کہا کہ انت زین العابدین تو عبادت کرنے والوں کی زینت ہے۔ پس یہ لقب لوگوں میں بھی ظاہر اور مشہور ہو گیا۔

دوسری فصل امام زین العابدینؑ کے مکارم اخلاق

اس میں چند روایات ہیں : پہلی آپ کا غصہ کو پی جانا۔ شیخ مفید وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت کو نا سزا کہا اور گالیاں دیں آپ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے اپنے اہل مجلس سے فرمایا تم لوگوں نے سنا جو کچھ اس شخص نے کہا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو تاکہ اس کے پاس جا کر میرا جواب اس کی گالیوں کا بھی سنو۔ وہ کہنے لگے ہم چلتے ہیں اور ہم چاہتے تھے کہ آپ اسی وقت اس کو جواب دیتے۔ پس آپ نے جوتا پہنا اور روانہ ہوئے جب کہ آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے ۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ اور وہ لوگ جو غصے کو پی جاتے ہیں۔ لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم آپ کے اس آیت کو تلاوت کرنے سے سمجھے کہ آپ اسے برا بھلا نہیں کہیں گے کہ پس آپ اس شخص کے گھر تک پہنچے اور آواز دے کر کہا کہ اسے کہو کہ علیؑ بن الحسینؑ آیا ہے جب اس شخص نے سنا کہ حضرت آئے ہیں تو وہ برائی کے لئے تیار ہو کر آیا اور اسے اس میں شک نہیں تھا کہ آپ اس کی کچھ جسارتوں کا بدلہ دینے کے لئے آئے ہیں۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا اے بھائی تو میرے پاس آیا تھا اور تو نے یہ باتیں مجھے کہیں۔ پس وہ بری باتیں جو تو نے ذکر کی ہیں اگر مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ تو میں خدا سے ان کی بخشش کی دعا مانگتا ہوں۔ اور اگر وہ باتیں جو تو نے کہی ہیں مجھ میں نہیں تو خدا تجھے معاف فرمائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب اس شخص نے یہ سنا تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اور میں ان برائیوں کا زیادہ سزاوار ہوں۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ یہ شخص حسن بن حسن تھا۔

دوسری روایت صاحب کشف الغمہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ مسجد سے نکلے تو ایک شخص کی آپ سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے بہت نامناسب باتیں آپ سے کیں۔ آپ کے غلاموں نے چاہا کہ وہ اس کو ماریں پیٹیں آپ نے فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر آپ نے اس کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا مَا سُتِرَ عَنْكَ مِنْ اَمْرِنَا اَكْثَرُ یعنی جو ہمارے افعال تجھ سے پوشیدہ ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو تو جانتا اور کہتا ہے پھر فرمایا کیا تجھے کوئی حاجت و ضرورت لاحق ہے کہ جس میں ہم تیری مدد کریں۔ تو وہ شخص شرمندہ ہوا اور آپ نے سیاہ مربع عبا پہن رکھی تھی وہ اس کی طرف پھینک دی اور حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دیا جائے اور اس واقعہ کے بعد جب بھی وہ شخص آپ کو دیکھتا تو کہتا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا کی اولاد میں سے ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تیسری روایت ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ آپ کے ہاں مہمان تھے۔ آپ کا ایک خادم جلدی میں تنور سے کباب سیخ کے ساتھ آپ کے پاس لے کر آیا۔ سیخ کباب اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے اور آپ کے ایک چھوٹے بچے کے سر پر گر

جو سیڑھی کے نیچے بیٹھا تھا اور وہ بچہ مر گیا۔ وہ غلام انتہائی مضطرب اور متحیر ہوا تو حضرت نے فرمایا تو راہ خدا میں آزاد ہے تو نے یہ کام جان بوجھ کر تھوڑا کیا ہے۔ پس آپ کے حکم سے اس بچہ کی تجہیز کر کے اسے دفن کیا گیا۔

چوتھی روایت کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک غلام کو دو مرتبہ آواز دی تو اس نے جواب نہ دیا جب تیسری دفعہ اس نے جواب دیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا اے لڑکے کیا تو نے میری آواز نہیں سنی تھی۔ عرض کیا کہ سنی تھی فرمایا پھر جواب کیوں نہیں دیا عرض کیا چونکہ آپ سے مامون تھا۔ آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میرے غلام کو مجھ سے مامون قرار دیا ہے۔

پانچویں روایت مروی ہے کہ آپ ہر ہمیشہ اپنی کنیزوں کو بلاتے اور فرماتے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور عورتوں کی خواہش پورا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی۔ تم میں سے جو چاہے میں اس کی شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اور جو چاہے اسے بیچ دوں اور اگر چاہے تو اسے آزاد کر دوں جب ان میں سے کوئی کہتی کہ میں نہیں چاہتی تو آپ تین مرتبہ عرض کرتے کہ خدایا گواہ رہنا اور اگر ان میں سے کوئی خاموش رہتی تو حضرت اپنی بیویوں سے فرماتے کہ اس سے پوچھو وہ کیا چاہتی ہے۔ پس جو کچھ اس کی خواہش ہوتی اس کے مطابق عمل کرتے۔

چھٹی روایت شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرتے جو آپ کو نہ پہچانتے اور ان سے شرط کرتے کہ جس خدمت کی ضرورت ساتھیوں کو ہو گی وہ آپ بجالائیں گے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک گروہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا تو اس نے لوگوں سے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص جو تمہارا ہمسفر ہے یہ کون ہے وہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اس نے کہا یہ بزرگوار علی بن الحسینؑ ہیں۔ ساتھیوں نے جب یہ سنا تو وہ اٹھے اور حضرت کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لینے لگے۔ اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمیں جہنم کی آگ جلائے جب نہ جانتے ہوئے ہمارے ہاتھ یا زبان سے کوئی جسارت سرزد ہوتی تو کیا ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاک نہ ہو جاتے آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے آپ نے فرمایا جب میں نے کسی ایسے گروہ کے ساتھ سفر کیا ہے جو مجھے پہچانتے ہیں تو وہ رسول خدا کی خوشنودی کے لئے زیادہ شفقت نوازش اور احترام میرا کرتے ہیں کہ جس کا میں مستحق نہیں ہوتا اس لئے مجھے خوف تھا کہ کہیں تم لوگ بھی مجھ سے وہی سلوک کرو لہذا اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا مجھے زیادہ پسند آیا ہے۔

ساتویں روایت حضرت سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ تھا جو اپنی بیہودہ باتوں اور مزاح سے مدینہ کے لوگوں کو ہنساتا تھا ایک دفعہ کہنے لگا اس شخص یعنی علی بن الحسینؑ نے مجھے عاجز و ناتواں کر رکھا ہے۔ اور میں کبھی بھی اسے نہیں ہنسا سکا ایک دفعہ حضرت گذر رہے تھے۔ آپ کے دو غلام بھی آپ کے پیچھے چل رہے تھے تو مسخرہ آیا اور وہ بیہودگی اور مزاح کے طور پر آپ کے دوش مبارک سے عبا لے کر چلا گیا حضرت اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے پس کوئی اس مسخرہ کے پیچھے گیا اور اس سے ردا لے کر آیا اور آپ کے دوش مبارک پر ڈال دی گئی حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص کون تھا عرض

کیا گیا کہ یہ شخص مسخرہ ہے جو اہل مدینہ کو اپنے افعال و کردار سے ہنساتا ہے آپ نے فرمایا اس سے کہو ان اللہ یوما یخسر فیہ المبطلون یعنی ایک معین دن ہے کہ جس میں وہ لوگ خسارے میں رہیں گے جنہوں نے اپنی زندگی باطل فضول کاموں میں گذار دی ہے۔

آٹھویں روایت شیخ صدوق نے کتاب خصال میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد علی بن الحسینؑ ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جیسا کہ امیر المومنینؑ بھی ایسے ہی تھے اور میرے والد کے پانچ سو خرمے کے درخت تھے ہر درخت کے پاس آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور آپ کی حالت بارگاہ خداوندی میں ایک ذلیل بندے جیسی ہوتی اور آپ کے اعضاء و جوارح خوف خدا سے لرزتے تھے اور آپ کی نماز رخصت ہونے والے شخص جیسی ہوتی یعنی اس شخص کی طرح جو یہ سمجھے کہ میری یہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد میرے لئے نماز ممکن نہیں ہوگی۔ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی ردا آپ کے ایک کندھے سے گر گئی آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے درست نہ کیا یہاں تک کہ نماز ختم کی آپ کے کسی صحابی نے عبا کی پرواہ نہ کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا وائے ہو تجھ پر آیا تجھے معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا اور کس سے مصروف گفتگو تھا، یاد رکھو کہ کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک اس کا دل اس کے ساتھ نہ ہو اور وہ دوسری طرف متوجہ ہو۔ اس شخص نے عرض کیا پھر ہم تو ہلاک ہوئے یعنی ان نمازوں کی وجہ سے جو حضور قلب کے بغیر بجا لاتے ہیں حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے البتہ خدا ان کی تلافی کرے گا۔ نماز نافلہ کی وجہ سے اور آپ کا دستور یہ تھا کہ تاریک راتوں میں آپ تھیلے اپنے کندھے پر اٹھاتے کہ جن میں دینار و درہم کی تھیلیاں ہوتیں اور انہیں فقراء و مساکین کے گھروں میں لے جاتے اور بسا اوقات گندم اور لکڑیاں اپنے کندھے پر اٹھاتے اور محتاجوں کے گھروں میں لے جا کر انہیں دیتے جب کہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوتے تاکہ وہ آپ کو پہچان نہ سکیں اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا پرستار کون ہے۔ جب آپ کی دنیا سے رحلت ہوئی اور وہ عطایا اور احسانات ان سے مفقود ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ علی ابن الحسینؑ تھے۔ اور جب غسل کے لئے آپ کے جسم مبارک کو برہنہ کیا گیا اور مغتسل میں رکھا گیا تو آپ کی پشت پر گندم کی ان بوریوں کے نشانات تھے جو آپ فقراء بیوہ عورتوں اور یتیموں کے لئے اٹھا کر لے جاتے وہ نشانات اونٹ کے گٹوں کی طرح تھے ایک دن آپ گھر سے نکلے تو ایک سائل آپ کی ریشمی ردا لے اڑا تو آپ اس کی پروا کئے بغیر چلے گئے اور آپ کا یہ دستور تھا کہ سردی کے لئے خز کا گرم لباس خریدا کرتے جب گرمی کا زمانہ آتا تو اسے بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کرتے عرفہ کے دن آپ نے کچھ اشخاص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے پھرتے ہیں ——— آپ نے ان سے فرمایا وائے ہو تم پر اس دن میں تم غیر خدا سے سوال کرتے ہو کہ جس میں خدا کی رحمت واسعہ اس درجہ تک لوگوں پر نازل ہوتی ہے کہ اگر لوگ ان بچوں کی سعادت کے متعلق سوال کریں کہ جو شکم مادر میں ہیں تو یقیناً امید ہے کہ ان کی دعا قبول ہو اور آپ کے اخلاق کریمہ میں سے ہے کہ آپ اپنی مادر گرامی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت سے عرض

کیا گیا کہ آپ ماں باپ سے نیکی کرنے اور صلہ رحمی میں سب لوگوں سے سبقت رکھتے تھے باوجود اس کے کیا وجہ ہے کہ
آپ اپنی ماں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے آپ نے فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرا ہاتھ اس لقمے کی طرف اٹھے کہ جس کی طرف
میری ماں کی توجہ ہو اور وہ اسے اٹھانا چاہتی ہو ایک دن ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں آپ سے خدا کے
لئے محبت رکھتا ہوں تو حضرت نے عرض کیا خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ لوگ تو تیری وجہ سے مجھے دوست
رکھیں اور تو مجھے دشمن سمجھے۔ آپ کا ایک ناقہ تھا کہ جس پر سوار ہو کر آپ نے بیس حج کئے لیکن ایک تازیانہ بھی آپ
نے اسے کبھی نہ لگایا جب وہ ناقہ مر گیا تو آپ کے حکم سے اسے دفن کر دیا گیا تاکہ درندے اس کو نہ کھائیں ایک دن لوگوں
نے آپ کی ایک کنیز سے پوچھا اپنے آقا و مولا کے حالات ہم سے بیان کرو وہ کہنے لگی اختصار سے بیان کروں یا تفصیل
سے انہوں نے کہا کہ اختصار سے بتاؤ اس نے کہا کہ کبھی دن کے وقت میں آپ کے لئے کھانا نہیں لے کر گئی کیونکہ آپ
روزہ سے ہوتے اور کبھی رات کو آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا کیونکہ آپ خدا کے لئے شب زندہ دار تھے۔ ایک دن آپ
ایک ایسے گروہ کے قریب سے گذرے جو آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ ان کے قریب کھڑے ہو گئے اور فرمایا جو عیوب
تم میرے بیان کر رہے تھے اگر ان میں سچے ہو تو میں خدا سے اپنے لئے طلب بخشش کرتا ہوں۔ اور اگر جھوٹ بول رہے
تھے۔ تو خدا انہیں معاف کرے جب کوئی طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے مرحبا بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یعنی مرحبا خوش آمدی اے وہ شخص کہ جس کی رسولِ خداؐ نے وصیت کی ہے اس وقت فرماتے کہ جب طالب علم اپنے
گھر سے نکلتا ہے تو زمین کے خشک و تر جس حصہ پر قدم رکھتا ہے تو زمین کے ساتوں طبق اس کے لئے تسبیح کرتے ہیں۔ اور
حضرت فقراء مدینہ میں سے سو گھروں کی کفالت فرماتے اور آپ پسند فرماتے اور دوست رکھتے کہ یتیم نابینا عاجز زمین گیر اور وہ
مساکین جو اپنی روزی نہیں کما سکتے آپ کے دسترخوان پر حاضر ہوں اور انہیں آپ اپنے دست مبارک سے کھانا کھلاتے اور
ان میں سے جو صاحب اہل و عیال ہوتے ان کے لئے بھی کھانا بھیجتے اور جو کھانا کھاتے اتنی مقدار صدقہ کرتے اور ہر سال سات
ثفنہ یعنی ابھرے ہوئے گٹے جو کثرت نماز و سجدہ کی وجہ سے آپ کے سات سجدہ کی جگہوں سے گرتے تھے آپ انہیں جمع کرتے
رہتے جب آپ کی وفات ہوئی تو وہ آپ کے ساتھ دفن کئے گئے۔ اور آپ اپنے پدر بزرگوار پر چالیس سال تک روتے رہے
اور جب آپ کے سامنے پانی لاتے تو آپ رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کے ایک غلام نے ایک دفعہ عرض کیا اے میرے آقا
کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم و اندوہ برطرف ہو آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ بیٹے تھے خداوند
عالم نے ان میں سے ایک کو اس سے چھپا لیا تھا یعقوبؑ اس پر اتنا روئے کہ زیادہ گریہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو
گئیں اور اپنے بیٹے پر زیادہ حزن و ملال کرنے کی بنا پر ان کے بال سفید ہو گئے اور کمر جھک گئی حالانکہ ان کا بیٹا دنیا میں
زندہ و سلامت تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے باپ بھائی چچا اور اپنے خاندان کے سترہ افراد کو شہید ہوتے اور
ان کے نازک بدن زمین پر پڑے ہوئے دیکھے ہیں پس میرا غم و اندوہ کس طرح دور ہو۔

نویں روایت۔ روایت ہے کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور لوگ سو جاتے۔ تو امام زین العابدینؑ اپنے گھر میں کھڑے ہو جاتے اور جو کچھ اہل خانہ کے کھانے سے بچتا تو آپ اسے تھیلے میں ڈال کر فقراء مدینہ کے گھروں کا رخ کرتے جب کہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوتے اور ان میں تقسیم فرماتے اور بسا اوقات فقراء اپنے گھروں کے دروازوں پر آپ کا انتظار کرتے اور جب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے تو ایک دوسرے کو بشارت دیتے کہ تھیلیوں والا آ گیا۔

دسویں روایت دعوات راوندی سے منقول ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرے والد علی بن الحسینؑ نے فرمایا ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوا تو میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں کہ میں کسی چیز کو پسند نہ کروں اس چیز کے مقابلہ میں جو خدا نے مقرر فرمائی اور انتخاب کی ہے فَقَالَ لِي أَحْسَنْتَ ضَاهَيْتَ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيْثُ قَالَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلْ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ لَا أَقْتَرِحُ عَلَى رَبِّي بَلْ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ تو میرے والد نے فرمایا بہت اچھا کہا تم تو ابراہیم خلیلؑ کے شبیہ ہو گئے ہو کہ جب ان سے جبرئیلؑ نے کہا کہ کیا کوئی حاجت ہے تو فرمایا کہ میں اپنے رب پر حکم و جرأت نہیں کرتا بلکہ خدا میرے لئے کافی اور وہ بہترین وکیل ہے۔

گیارہویں روایت ابن اثیر نے کامل التواریخ میں نقل کیا ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور یزید کے گورنر کو مدینہ سے نکال دیا تو مروان عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ مروان اپنے اہل و عیال اس کے پاس رکھے تاکہ وہ اہل مدینہ کی اذیت و تکلیف سے محفوظ رہیں تو ابن عمر نے قبول نہ کیا مروان امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور استدعا کی کہ اس کے اہل و عیال اپنے حرم میں داخل کرلیں تاکہ وہ آپ کے سایہ عاطفت میں محفوظ و مصون رہیں۔ آپ نے قبول فرمایا مروان نے اپنی بیوی عائشہ عثمان بن عفان کی بیٹی کو اپنے بال بچوں کے ساتھ علی بن الحسینؑ کی خدمت میں بھیجا۔ آنجناب ان کی حفاظت کی بناء پر انہیں اپنے اہل حرم کے ساتھ مدینہ سے باہر مقام ینبع پر لے گئے۔
اور ایک قول ہے کہ مروان کے اہل و عیال کو طائف کی طرف اپنے فرزند عبداللہ کے ساتھ روانہ کیا۔

بارہویں روایت زمخشری کی ربیع الابرار سے منقول ہے کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے قتل و غارت کے لئے مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف بھیجا تو امام زین العابدینؑ نے چار سو (بیوہ) عورتوں کی جو کثیر الاولاد تھیں ان کے بال بچوں سمیت کفالت کی اور انہیں اپنے اہل و عیال میں داخل کر لیا انہیں سالن کھانے کی چیزیں اور ان کے اخراجات دیتے یہاں تک کہ ابن عقبہ کا لشکر مدینہ سے چلا گیا ان میں سے ایک عورت کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنے ماں باپ کے ہاں اس خوشی اور آرام میں زندگی نہیں گذاری کہ جتنی اس سید شریف کے سایہ عاطفت میں بسر کی ہے۔

تیسری فصل امام زین العابدینؑ کی عبادت

واضح ہو کہ سید العابدینؑ کی عبادت کا تذکرہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ ذکر ہو آپ اہل زمانہ میں سے سب سے زیادہ عبادت گذار تھے۔ اس مقام پر کافی ہے یہ بات کہ آپ کے علاوہ کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ حضرت امیرالمومنینؑ کی طرح رفتار کرے کیونکہ آپ رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ کے بدن میں لرزہ پیدا ہو جاتا اور رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو درخت کے تنے کی طرح حرکت نہ کرتے مگر یہ کہ ہوا انہیں حرکت دیتی اور جب الحمد کی قرأت کرتے وقت مالک یوم الدین تک پہنچتے تو اس جملہ کا اتنا تکرار کرتے کہ قریب ہوتا آپ کی روح پرواز کر جائے اور جب سجدہ کرتے تو اس وقت تک سر سجدے سے نہ اٹھاتے جب تک آپ کا پسینہ جاری نہ ہو جاتا راتیں عبادت سے دن ہو جائیں اور دن کو روزے رکھتے اور راتوں میں اتنی عبادت کرتے کہ تھکن کے مارے اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے کہ بستر تک پہنچ جائیں۔ لہذا چھوٹے بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل چل کر اپنے بستر تک جاتے جب ماہ مبارک رمضان ہوتا تو سوائے دعا تسبیح اور استغفار کے کلام نہ کرتے اور حضرت کے لئے ایک چھوٹی سی تھیلی تھی۔ کہ جس میں تربت امام حسینؑ رکھی تھی جب سجدہ کرنے لگتے تو اس پر سجدہ کرتے۔

کتاب عین الحیوۃ میں صاحب حلیۃ الاولیاء نے روایت کی ہے کہ جب امام زین العابدینؑ وضو سے فارغ ہوتے اور نماز کا ارادہ کرتے تو آپ کے بدن میں کپکپی اور اعضاء و جوارح میں لرزہ پیدا ہو جاتا جب آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تو فرماتے وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس پروردگار کی بارگاہ میں کھڑا ہو رہا ہوں اور کس عظیم الشان ذات سے مناجات کرنے لگا ہوں اور وضو کے وقت بھی یہ حالت آپ کی نقل کرتے ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ جناب فاطمہؑ امیرالمومنینؑ کی دختر نیک اختر نے ایک دن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اصحاب کبار رسولؐ خدا میں سے ہیں اور ہم اہلبیتؑ کا بہت کچھ حق آپ کے اوپر ہے اور اہل بیتؑ کے باقی افراد میں سے یہی علی بن الحسینؑ باقی رہ گئے ہیں اور وہ عبادت خدا میں اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں۔ ان کی پیشانی گھٹنے اور ہتھیلیوں پر کثرت عبادت کی وجہ سے گٹے پڑ گئے اور وہ زخمی ہو گئی ہیں اور ان کا بدن نحیف و کمزور ہو گیا ہے ان سے التماس کرو تاکہ شاید وہ اپنی عبادت میں کچھ تخفیف کر دیں جب جابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ محراب عبادت میں بیٹھے ہیں اور ان کا بدن شریف نحیف و کمزور ہو چکا ہے۔ حضرت نے جابر کی عزت و تکریم کی اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور بہت کمزور آواز میں ان کی احوال پرسی کی تو جابر نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خداوند عالم نے جنت آپ کے لئے اور آپ کے محبوں کے لئے خلق فرمائی ہے اور جہنم آپ کے دشمنوں اور مخالفین کے لئے بنائی ہے۔ پس آپ کیوں اپنے آپ کو اتنا تھکاتے ہیں آپ نے فرمایا اے صحابی رسولِ خدا سرکار رسالتؐ نے باوجود اس کرامت کے کہ خداوند عالم نے ان کے گذشتہ اور آئندہ ترک اولیٰ کو معاف فرمایا زیادتی

اور مشقت عبادت کو ترک نہ کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیاں سوج گئیں۔ اور آپ کے قدموں پر ورم آگیا صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کیوں اتنی زحمت و تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ خداوند عالم آپ کی کوئی تقصیر و کوتاہی تحریر میں نہیں لاتا تو آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ترک کر دوں۔ جابر نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ مسلمانوں پر رحم کیجئے کیونکہ خداوند عالم آپ کی برکت سے لوگوں کی مصیبتیں اور تکالیف دور کرتا ہے اور آسمانوں کو رُکے ہوئے ہے۔ اور لوگوں پر عذاب نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا کہ اے جابر میں اپنے آباؤ اجداد کے راستہ پر گامزن رہوں گا یہاں تک کہ اُن سے ملاقات کروں۔

حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ میرے والد نے فرمایا میں ایک دن اپنے والد گرامی علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ عبادت نے آپ میں بہت تاثیر کر رکھی ہے اور بیداری شب کی وجہ سے آپ کا رنگ مبارک زرد ہو چکا ہے اور زیادہ گریہ کرنے کی وجہ سے آپ کی آنکھیں زخمی ہو چکی ہیں اور زیادہ سجدہ کرنے کی بناء پر آپ کی پیشانی نورانی پر گٹا بن چکا ہے اور نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے آپ کے قدموں پر ورم آگیا ہے۔ جب میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو میں اپنا گریہ نہ روک سکا اور میں بہت رویا آپ تفکر الٰہی کی طرف متوجہ تھے کچھ دیر کے بعد آپ نے میری طرف دیکھا تو فرمایا امیرالمومنینؑ کی عبادتؑ کی کچھ کتابیں لے آؤ کہ جن میں آپ کی عبادت لکھی ہوئی ہے۔ جب میں لے آیا ان میں سے کچھ چیزوں کا مطالعہ فرمانے کے بعد انہیں زمین پر رکھ دیا اور فرمایا کس شخص میں یہ طاقت و قوت ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرح عبادت کر سکے۔

کلینی نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ سید الساجدینؑ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جب سجدہ میں جاتے تو اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک آپ سے پسینہ نہ بہنے لگتا اور حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ ہر شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک رنگ آتا اور ایک جاتا اور آپ نماز میں اس بندہ ذلیل کی طرح کھڑے ہوتے جو بادشاہ جلیل کے دربار میں ہو۔ اور آپ کے اعضاء و جوارح خوف خدا سے لرزتے اس طرح نماز پڑھتے گویا الوداعی نماز ہے اور اس کے بعد نماز نہیں پڑھیں گے اور جب اس تغیر حال کے متعلق سوال کرتے تو آپ اس طرح فرماتے کہ جو شخص خداوند عظیم کی بارگاہ میں کھڑا ہو اس سے مناسب ہے کہ خوف زدہ ہو۔

منقول ہے کہ ایک رات آپ کا ایک بیٹا بلندی سے گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ گھر والوں کی فریاد بلند ہوئی تو ہمسائے جمع ہو گئے اور شکستہ بند کو لے آئے اور اس کا ہاتھ باندھ دیا گیا اور وہ بچہ تکلیف کے مارے فریاد کر رہا تھا لیکن آپ عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نہیں سن رہے تھے۔ جب صبح ہوئی اور حضرت عبادت سے فارغ ہوئے اور دیکھا کہ بچے کا ہاتھ گردن سے آویزاں ہے تو آپ نے اس کی کیفیات پوچھیں کسی اور وقت آپ کے اس مکان میں کہ جس میں آپ سجدہ میں تھے آگ لگ گئی اور گھر والے چیخ و پکار کر رہے تھے کہ اے فرزند رسولؐ آگ ہے آگ ہے۔ حضرت متوجہ نہ ہوئے۔ آگ بجھ گئی کچھ وقت کے بعد آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو سوال کیا گیا کہ آپ کو کس چیز نے اس آگ سے غافل کیا ہوا تھا۔ فرمایا

قیامت کی بڑی آگ نے مجھے دنیا کی اس چھوٹی آگ سے غافل کیا ہوا تھا (ختم ہوئی عبارت جو ہم نے معین الحیوٰۃ سے نقل کی ہے۔)

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے جو کہ اہل کوفہ کے زاہدین اور وہاں کے مشائخ میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ کو مسجد کوفہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا آپ ساتویں ستون کے قریب آئے جوتا اتارا اور نماز پڑھنے لگے پس آپ نے کانوں تک ہاتھ بلند کئے اور تکبیر کہی کہ جس کی دہشت سے میرے بدن کے سب بال کھڑے ہوگئے اور کہتے ہیں کہ جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے کان لگا کر سنا آپ کے لہجہ سے زیادہ پاکیزہ اور دلربا لہجہ کبھی نہیں سنا تھا۔

نیز روایت ہے کہ حضرت تمام لوگوں سے زیادہ عمدہ آواز میں قرآن پڑھتے تھے اتنی آپ کی قرأت عمدہ اور دلکش تھی کہ ماشکی آپ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور آپ کی قرأت سنتے رہتے۔ غزالی نے کتاب اسرار الحج میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ علی بن الحسینؑ نے حج کیا جب احرام باندھنے لگے تو آپ کی سواری رکی اور آپ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ پر لرزہ طاری ہوا اور آپ لرزتے رہے اور لبیک نہ کہہ سکے سفیان نے کہا۔ آپ کیوں نہیں تلبیہ کہتے آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہیں یہ نہ جواب میں کہا جائے کہ لا لبیک ولا سعدیک جب آپ نے تلبیہ کہی تو غش کر گئے اور سواری سے زمین پر گر پڑے اور آپ کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ آپ حج سے فارغ ہوئے۔

کتاب حدیقۃ الشیعہ میں ہے طاؤس یمانی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کے وقت مقام حجر اسماعیل میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ امام زین العابدینؑ سجدہ میں ہیں۔ اور کسی کلام کی تکرار کر رہے ہیں۔ جب میں نے کان لگا کر سنا تو یہ دعا تھی۔ اِلٰہِی عُبَیْدُکَ بِفِنَائِکَ مِسْکِیْنُکَ بِفِنَائِکَ فَقِیْرُکَ بِفِنَائِکَ اس واقعہ کے بعد جو مصیبت درد اور بیماری مجھے پیش آئی میں نماز پڑھتا اور سر سجدہ میں رکھ کر یہ دعا پڑھتا تو خلاصی اور کشائش حاصل ہوجاتی فناء کا معنی لغت میں صحن خانہ ہے یعنی تیرا بندہ تیرا مسکین تیرا محتاج تیری درگاہ میں تیری رحمت کا منتظر کھڑا ہے۔ اور نگاہ عفو و احسان تجھ پر رکھتا ہے۔ جو شخص یہ کلمات از روئے اخلاص کہے تو البتہ یہ اثر کرتے ہیں۔ اور جو حاجت رکھتا ہو وہ پوری ہوجاتی ہے (انتہیٰ) خلاصہ یہ کہ جو کچھ حضرت کی عبادات کے سلسلہ میں منقول ہے علاوہ اس کے جو یہاں نقل ہوا ہے اس سے زیادہ ہے کہ اس مختصر مقام پر نقل ہوں میں ان میں سے ایک روایت پر اکتفاء کرتا ہوں۔

قطب راوندی اور دوسرے علماء نے حماد بن حبیب کوفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے چلا گیا جب میں نے مقام زبالہ سے کوچ کیا تو سیاہ و تاریک آندھی ایسی چلنے لگی کہ قافلے والے ایک دوسرے سے متفرق اور منتشر ہوگئے اور میں اس بیابان میں حیران و سرگرداں رہ گیا۔ پس میں نے اپنے آپ کو ایک ایسی وادی میں پہنچایا جو آب و گیاہ سے خالی تھی اور رات کی تاریکی مجھ پر چھا گئی میں ایک درخت پر چڑھ گیا۔ جب تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا میں نے ایک جوان کو آتے ہوئے دیکھا جس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اور اس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص اولیاء خدا میں سے ایک ہے مجھے یہ ڈر ہوا کہیں مجھے دیکھ کر کسی اور جگہ

نہ چلا جائے جتنا ہو سکے میں نے اپنے آپ کو چھپایا پس وہ جوان نماز کے لیے تیار ہو کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا یَا مَنْ حَازَ كُلَّ شَيْءٍ مَلَكُوتاً وَقَهَرَ كُلَّ شَيْءٍ جَبَرُوتاً صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَوْلِجْ قَلْبِي فَرَحَ الْإِقْبَالِ عَلَيْكَ وَأَلْحِقْنِي بِمَيْدَانِ الْمُطِيعِينَ لَكَ۔ پھر نماز شروع کی۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کے اعضاء و ارکان نماز کے لئے آمادہ ہو چکے اور اس کی حرکات میں سکون آ گیا میں اٹھا اور اس جگہ گیا جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے وہاں دیکھا پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے میں نے بھی نماز کی تیاری کی اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا گویا میرے سامنے محراب بن گئی ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ جب کسی آیت وعدہ و وعید سے گزرتا تو نالہ و حنین سے اس کی تکرار کرتا۔ جب رات کی تاریکی ختم ہونے لگی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور یہ دعا پڑھی۔ يَا مَنْ قَصَدَهُ الضَّالُّونَ فَأَصَابُوهُ مُرْشِداً وَأَمَّهُ الْخَائِفُونَ فَوَجَدُوهُ مَعْقِلاً وَلَجَأَ إِلَيْهِ الْعَابِدُونَ (العائذون) فَوَجَدُوهُ مَوْئِلاً مَتَى رَاحَةُ مَنْ نَصَبَ لِغَيْرِكَ بَدَنَهُ وَمَتَى فَرَحُ مَنْ قَصَدَ سِوَاكَ بِهِمَّتِهِ بِنِيَّتِهِ إِلَهِي قَدْ تَقَشَّعَ الظَّلَامُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ خِدْمَتِكَ وَطَراً وَلَا مِنْ حِيَاضِ مُنَاجَاتِكَ صَدَراً صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْعَلْ بِي أَوْلَى الْأَمْرَيْنِ بِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

عمار بن حبیب کہتا ہے۔ اس وقت مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ جوان مجھ سے پوشیدہ نہ ہو جائے اور اس کا معاملہ مجھ پر چھپا رہے پس میں اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ اور عرض کیا میں آپ کو اس کی قسم دیتا ہوں جس نے ملال و خستگی اور رنج و تعب و تکان آپ سے لے لئے ہیں اور اپنے خوف کی لذت آپ کو دی ہے مجھ پر رحم کریں اور مجھے اپنی مرحمت اور عنایت کے سائے میں جگہ دیں میں گمراہ اور گمشدہ ہوں اور یہ آرزو رکھتا ہوں کہ آپ کے کردار و گفتار پر چلوں فرمایا اگر تیرا توکل سچا ہے تو تو گمراہ نہیں ہوگا۔ البتہ میری اتباع کرو اور میرے نقش قدم پر چلو پس وہ اس درخت کے پاس گئے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا مجھے یوں گمان ہوا کہ زمین میرے قدموں کے نیچے سے حرکت کر رہی ہے۔ جب طلوع صبح ہوئی تو مجھ سے کہا تجھے خوشخبری ہو کہ یہ جگہ مکہ معظمہ ہے۔ پس میں نے حاجیوں کی چیخ و پکار کی آواز سنی میں نے عرض کیا کہ آپ کو میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ جس سے روز آزفہ اور یوم فاقہ (قیامت کے دن) آرزو رکھتے ہیں۔ آپ کون ہیں فرمایا اب جب کہ تو نے قسم دی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

چوتھی فصل امام زین العابدینؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

چند روایات پر اکتفار کیا جاتا ہے **پہلی روایت** آپ نے ایک دن فرمایا اَصْحَابِیْ اِخْوَانِیْ عَلَیْکُمْ بِدَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا اُوْصِیْکُمْ بِدَارِ الدُّنْیَا فَاِنَّکُمْ عَلَیْهَا وَبِهَا مُتَمَسِّکُوْنَ اَمَا بَلَغَکُمْ مَا قَالَ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیِّیْنَ قَالَ لَهُمُ الدُّنْیَا قَنْطَرَةٌ فَاعْبُرُوْهَا وَلَا تَعْمُرُوْهَا وَقَالَ اَیُّکُمْ یَبْنِیْ عَلٰی مَوْجِ الْبَحْرِ دَارًا تِلْکُمُ الدَّارُ الدُّنْیَا وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قَرَارًا۔ اے میرے صحابیو اے میرے بھائیو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں آخرت کے گھر کے تدارک اور اس کے لئے تیاری کی اور دار دنیا کی وصیت میں تمہیں نہیں کرتا کیونکہ تم لوگ دنیا پر حریص اور اس سے تمسک رکھتے ہو کیا تم تک وہ بات نہیں پہنچی جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہی تھی آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ دنیا ایک پل ہے اس سے عبور کرو اس پر تعمیر کرنے کی کوشش نہ کرو یعنی پل سے گذر جانا چاہیئے نہ یہ کہ وہاں اقامت کی نیت سے بیٹھنا چاہیئے اور یہ بھی آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو موج دریا پر عمارت بناتا ہے اس پر تعمیر کرنا چونکہ موج دریا پر تعمیر کرنے کے مانند ہے لہذا اس کمزور بنیاد والے مکان کے لئے قرار و آرام نہیں ہوتا ؎

در رہ عقبیٰ است دنیا چوں پلے ✽ بے بقا جائے و ویراں منزلے

فرج مخلوقند ہمچوں موج بحر ✽ ہالک اندر قعر یا در اوج بحر

دوسری روایت جامع الاخبار میں علی بن الحسینؑ سے مروی ہے کہ خداوند عالم مومنین کے سب گناہ معاف کر دے گا اور آخرت میں انہیں ان سے پاک کرے گا۔ سوائے دو گناہوں کے تقیہ کو چھوڑ دینا اور دینی بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا۔

مخفی نہ رہے یہ جو امام نے ترک تقیہ کو اس روایت میں بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ جو بخشا نہیں جائے گا اس لئے ہے کہ بسا اوقات تقیہ نہ کرنا مفاسد عظیمہ کا سبب بن جاتا ہے کہ جس سے بہت زیادہ صدمہ دین و مذہب پر وارد ہوتا ہے۔ کئی خون بہائے جاتے ہیں اور بہت بڑے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو مخالفین کے دلوں کو لجاج و عناد پر قائم اور انہیں دوام و ثبات جہالت و غوایت کی طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ فرمائش عین حکمت ہے جیسا کہ بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا جو کہ مدارج عدل سے خارج ہونے اور ظلمات ظلم میں داخل ہونے کی دلیل ہے وہ بھی یہی نتیجہ دیتا ہے اور اسی کی مؤید ہے۔

وہ جو روایت ہوئی ہے کہ ایک مرد مومن فقیر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت سے درخواست کی کہ اسے کچھ مال عنایت فرمائیں کہ جس سے وہ اپنے فقر و فاقہ کو روک سکے۔ حضرت اس کے روبرو ہنسے اور فرمایا میں تجھ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا صحیح جواب دیا تو میں اس کا دس گنا تجھے عطا کروں گا۔ جس کی تو خواہش رکھتا ہے اس شخص نے آپ سے سو درہم کی خواہش کی تھی کہ جسے وہ اپنا سرمایہ قرار دے اور اس سے اپنی معاش درست کرے۔ پس اس شخص نے عرض کیا آپ سوال کریں۔ حضرت نے فرمایا اگر تجھے اختیار دیا جائے کہ تو اپنے لئے کس چیز کی خواہش

و تمنا کرے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تمنا کروں گا کہ خداوند عالم مجھے دین میں تقیہ کرنے اور مومنین بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ تو ہم اہل بیت کی ولایت و محبت کی خواہش نہیں کرتا اس نے عرض کیا کہ یہ اس لئے کہ یہ چیز تو خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائی ہوئی ہے۔ لہذا میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس نے مجھے دے رکھی ہے اور اس سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو مجھے نہیں دی حضرت نے اس سے فرمایا بہت اچھا اور حکم دیا کہ اسے دو ہزار درہم دیئے جائیں اور فرمایا کہ اسے ماجو میں صرف کرو یعنی ماجو خرید کرکے اسے سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو۔

تیسری روایت آپ سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ اس شخص پر جو کھانے سے پرہیز کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ شاید وہ اس کے لئے مضر ہو وہ گناہ سے کیوں پرہیز نہیں کرتا کہ کہیں اس سے برائی یا بری جزا اس کی لئے ملے۔ مؤلف کہتا ہے کہ آپ کا یہ جملہ امام حسنؑ کی فرمائش سے شباہت رکھتا ہے۔ تعجب ہے مجھے اس سے جو اپنے کھانے میں تو غور و فکر کرتا ہے۔ لیکن وہ فکر نہیں کرتا ان چیزوں میں جو اس کی عقل میں جاتی ہیں اور آپ کی یہ فرمائش ان کے والد بزرگوار حضرت امیرالمومنینؑ کی فرمائش کی بناء پر ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جب رات کے وقت کھانا ان کے پاس لایا جاتا ہے۔ تو وہ مشقت و زحمت کرکے چراغ جلاتے ہیں تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ اپنے شکم میں کیا چیز داخل کر رہے ہیں لیکن وہ غذائے نفس میں فکر نہیں کرتے یعنی جن مطالب کو وہ اپنے سینہ میں جگہ دیتے اور ان پر اعتقاد رکھتے ہیں تاکہ جب عقول کے چراغ بجھ جائیں تو ان کو علم سے روشن کریں یہاں تک کہ وہ اعتقادات و اعمال میں جہالت و گناہ کے ضرر سے بچ جائیں۔

چوتھی روایت عین الحیوٰۃ میں امام علی بن الحسینؑ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا دنیا نے اپنا اسباب اپنی پشت پر لاد کر پشت پھیر لی ہے اور وہ جا رہی ہے اور آخرت نے اپنا سامان اٹھایا ہوا ہے اور وہ آگے بڑھ رہی ہے اور آ رہی ہے اور دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے اور ساتھی ہیں پس تم آخرت کے بیٹے بنو نہ کہ دنیا کے بیٹے اور کارند بنو اے لوگو دنیا سے پرہیز کرو اور آخرت میں رغبت کرو یاد رکھو کہ دنیا سے پرہیز کرنے والوں نے زمین کو اپنی بساط اور اس کی خاک کو اپنا فرش و بستر بنایا ہوا ہے اور پانی کو اپنی خوشبو سمجھتے ہیں اور اس سے اپنے آپ کو پاک صاف کرتے اور اسے اپنی خوشبو قرار دیتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے الگ کر لیا ہے اور اس سے مکمل طور پر جدا ہو گئے ہیں اور جو شخص بھی جنت کا مشتاق ہے۔ وہ شہوات دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اس کے لئے مصائب دنیا آسان ہو جاتے ہیں۔ یقین جانو کہ خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو مرتبہ یقین میں یہاں تک ہیں کہ گویا انہوں نے اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رہتے ہوئے دیکھا ہے اور اہل جہنم کو گویا جہنم میں عذاب ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں لوگ ان کے شر اور بدی سے محفوظ ہیں اور ان کے دل ہمیشہ آخرت کے غم سے محزون ہیں۔ ان کے نفس محرمات و شبہات سے عفیف و پاک ہیں اور ان کے کام آسان ہیں جنہیں انہوں نے اپنے اوپر دشوار و سخت نہیں بنایا ہوا تھوڑے سے دنوں کے لئے انہوں نے صبر کر لیا لہذا

آخرت میں لمبی چوڑی راحتیں جو ختم ہونے والی نہیں اپنے لئے مہیا کر لیں جب رات ہوتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں جب کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر جاری ہوتے ہیں اور وہ تضرع وزاری و استغاثہ اپنے مالک کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب الہٰی سے آزاد کرالیں۔ جب دن ہوتا ہے تو وہ بردبار صاحب حکمت و دانائی نیکوکار اور پرہیزگار ہیں عبادت کی وجہ سے تیر کی طرح باریک ہو چکے ہیں اور خوف خدا نے انہیں اس طرح چھیل دیا اور نحیف و کمزور کر دیا ہے کہ جب اہل دنیا انہیں دیکھتے ہیں تو انہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بیمار ہیں حالانکہ ان کے بدن بیمار نہیں بلکہ وہ خوف۔ خدا عشق و محبت الہٰی کے مریض ہیں اور بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ ان کے عقول دیوانگی سے مخلوط ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جہنم کی آگ کے خوف نے ان کے دل میں گھر کر لیا ہے۔

پانچویں روایت کشف الغمہ میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا مجھے میرے والد نے ان کلمات کے ساتھ وصیت فرمائی اے بیٹا پانچ قسم کے افراد سے مصاحبت اور دوستی نہ کرنا ان سے بات نہ کرنا اور سفر میں ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں وہ جماعت کون سی ہے فرمایا فاسق کی دوستی اختیار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں ایک کھانے یا ایک لقمہ کے بدلے بیچ دے گا۔ بلکہ اس سے بھی کم قیمت پر میں نے عرض کیا کہ اے بابا اس سے کمتر کیا چیز ہے فرمایا ایک لقمہ کی آرزو میں تمہیں بیچ دے گا اور وہ اسے حاصل نہیں کر سکے گا میں نے کہا بابا دوسرا کون شخص ہے فرمایا بخیل کے ساتھ دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں اس وقت اپنے مال سے محروم کرے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی میں نے عرض کیا تیسرا کون ہے فرمایا جھوٹے شخص سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے وہ نزدیک کو تم سے دور اور دور کو تمہارے نزدیک بتائے گا۔ سراب کا معنی یہ ہے کہ دوپہر کے وقت ہموار زمین پر سورج کی شعاع پڑے تو اس کے ذرات چمکتے ہیں اور وہ موج دریا کی طرح نظر آتے ہیں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ پانی زمین پر بہہ رہا ہے حالانکہ وہ پانی کی شکل و صورت ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا بابا جان چوتھا شخص کون ہے فرمایا احمق و بیوقوف کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں فائدہ پہنچائے اور اپنی حماقت و بیوقوفی کی بناء پر تجھے ضرر پہنچاتا ہے میں نے عرض کیا بابا جان پانچواں کون ہے فرمایا قطع رحمی کرنے والے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے کتاب خدا میں اسے تین مقام پر ملعون پایا ہے۔

چھٹی روایت بحار وغیرہ میں منجملہ ان وصیتوں کے جو آپ نے اپنے فرزند کو کیں یہ ہے فرمایا اے بیٹا زمانہ کے نوائب و مصائب پر صبر کر اور خود کو حقوق کے سامنے پیش نہ کر اور اپنے بھائی کی بات اس چیز میں قبول نہ کر جس کا ضرر تیرے لئے اس بھائی کے نفع کی نسبت زیادہ ہو۔

ساتویں روایت کشف الغمہ میں ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا هَلَكَ مَنْ لَيْسَ لَهُ حَكِيمٌ يُرْشِدُهُ وَذَلَّ مَنْ لَيْسَ لَهُ سَفِيهٌ يَعْضُدُهُ یعنی اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ارشاد و ہدایت کے لئے کوئی حکیم و دانا نہ ہو اور وہ شخص ذلیل و خوار ہے جس کا مددگار کوئی بے وقوف نہ ہو کیونکہ بسا اوقات نادانوں سے ایسے کام سرانجام ہوتے ہیں، جو

عقلمندوں اور داناؤں سے نہیں ہو سکتے۔

آٹھویں روایت آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا آگاہ رہو کہ ہر بندہ کی چار آنکھیں ہیں۔ دو آنکھوں سے جو کہ ظاہری آنکھیں ہیں وہ اپنے دین و دنیا کے امور کو دیکھتا ہے اور باقی دو آنکھوں سے جو کہ اس کی باطنی آنکھیں ہیں اپنی آخرت کے امور کو دیکھتا ہے جب خدا کسی بندہ کی خیر خواہی چاہتا ہے تو اس کے لئے اس کے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان آنکھوں کے ذریعہ غیب و امر آخرت کو دیکھ سکے اور اگر اس کے متعلق خدا کا کوئی اور ارادہ ہو تو اس کے دل کو اسی حالت پر رہنے دیتا ہے کہ جس میں وہ ہے۔

نویں روایت فرمایا بہترین چابیاں مطالب و امور کی صدق و سچائی ہیں اور بہترین خاتمہ امور وفا ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ فرمائش امیرالمومنینؑ کے ارشاد کے قریب قریب ہے کہ وفا سچائی کی بہن ہے اور اس سے زیادہ بچانے والی ڈھال مجھے معلوم نہیں۔

دسویں روایت امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے چارے فرزند آدم کے لئے ہر روز تین مصائب ہیں کہ جن میں سے کسی سے وہ عبرت حاصل نہیں کرتا اگر ان سے عبرت حاصل کرے تو اس کے لئے دنیا کا معاملہ سہل و آسان ہو جائے پہلی مصیبت ہر روز اس کی زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے اگر اس کے مال میں کمی آ جائے تو وہ مغموم و محزون ہوتا ہے۔ حالانکہ گئے ہوئے درہم کی جگہ دوسرا درہم آ جاتا ہے لیکن زندگی کو کوئی چیز نہیں پلٹا سکتی۔ دوسری مصیبت اس کی روزی کا پورا ہونا ہے پس اگر وہ حلال سے ہوئی تو اس کا حساب لیں گے اور حرام سے ہوئی تو اس کو عتاب کریں گے۔ تیسری مصیبت اس سے بڑی ہے پوچھا گیا وہ کون سی فرمایا کسی دن کی شام نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ آخرت کی ایک منزل کے قریب ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ جنت میں وارد ہوگا یا جہنم میں۔ مؤلف کہتا ہے کہ آپ کے کلام سے ابوبکر بن عیاش نے اپنی یہ بات اخذ کی ہے کہ بیچارے محب دنیا کا ایک درہم گر پڑتا ہے تو وہ سارا دن انا للہ و انا الیہ راجعون اسی میں گزار دیتا ہے اور اس کی عمر اور دین میں کمی واقع ہوتی ہے تو وہ محزون و مغموم نہیں ہوتا بس مناسب ہے کہ انسان اپنی عمر کے معاملے میں بخیل ہو اور اپنی تلف شدہ عمر پر افسوس کرے اور حضرت امیرالمومنینؑ کی فرمائش ہے کہ مرد کی شرافت و کرم میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے گذرے ہوئے زمانہ پر گریہ کرے اور اپنے وطن اور رہائش گاہوں کا مشتاق ہو اور قدیمی بھائیوں کی نگہبانی کرے اور روئے نیاز خدائے بے نیاز کی طرف کرے اور گذشتہ چیزوں کا تدارک کرے اور اپنی کوتاہیوں سے طلب عفو کرے۔

گیارہویں روایت آپ نے فرمایا انسان کی سعادت میں سے یہ ہے کہ اس کی تجارت گاہ اس کے اپنے شہر میں ہو اور اس سے میل جول رکھنے والے نیک لوگ ہوں اور اس کی اولاد و فرزند ہوں کہ جن سے وہ اعانت حاصل کرے۔

مؤلف کہتا ہے کہ بہت سے کلمات امام زین العابدینؑ سے پند و نصیحت زہد و موعظہ کے سلسلہ میں نقل ہوئے ہیں اور واضح ہے کہ آپ کے کلمات شریفہ میں بہت عظیم آثار ہیں خصوصاً وہ ندبے جو آپ سے نقل ہوئے ہیں۔ ابو حمزہ ثمالی سے

مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسینؑ سے زیادہ پرہیزگار کوئی شخص نہیں سنا مگر یہ کہ مجھے امیر المومنینؑ کے متعلق بتایا گیا ہے اور علی بن الحسینؑ اس طرح تھے کہ جب آپ زہد و وعظ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس شخص کو رلا دیتے جو آپ کے دربار میں حاضر ہوتا چونکہ یہ کتاب شریف ان کلمات عالیہ اور جواہر عالیہ کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتی میں ان مرثوں کے چند جملوں سے برکت حاصل کرتے ہوئے ان پر اکتفار کرتا ہوں۔

آپ نے اس ندبہ میں فرمایا جو زہری سے مروی ہے

یَا نَفْسُ حَتَّامَ اِلَی الْحَیٰوۃِ سُکُوْنُکِ وَاِلَی الدُّنْیَا وَعِمَارَتِھَا رُکُوْنُکِ اَمَا اعْتَبَرْتِ بِمَنْ مَضٰی مِنْ اَسْلَافِکِ وَمَنْ وَارَتْہُ الْاَرْضُ مِنْ اُلَّافِکِ وَمَنْ فُجِعْتِ بِہٖ مِنْ اِخْوَانِکِ وَنُقِلَتْ اِلٰی دَارِ الْبِلٰی مِنْ اَقْرَانِکِ فَھُمْ فِیْ بُطُوْنِ الْاَرْضِ بَعْدَ ظُھُوْرِھَا مَحَاسِنُھَا فِیْھَا بَوَالٍ دَوَاثِرُ خَلَتْ دُوْرُھُمْ مِنْھُمْ وَاَقْوَتْ عِرَاصُھُمْ وَسَاقَتْھُمْ نَحْوَ الْمَنَایَا الْمَقَادِرُ وَخَلَّوْا عَنِ الدُّنْیَا وَمَا جَمَعُوْا لَھَا وَضَمَّتْھُمْ تَحْتَ التُّرَابِ الْحَفَائِرُ۔ آپ کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے اے نفس کب تک تو زندگانی دنیا سے اپنا دل باندھے رکھے گا اس جہان اور اس کی تعمیر کرنے کی طرف مائل رہے گا گویا تو اپنے گذرے ہوئے آباؤ اجداد سے عبرت حاصل نہیں کرتا اور جن تیرے دوستوں کو زمین نے چھپا دیا ہے اور جن کی مصیبت تجھے معلوم ہے تیرے بھائیوں میں سے اور جن ہمسنوں کو تو نے قبر میں داخل کیا ہے وہ شکم زمین میں چلے گئے ہیں اس سے قبل وہ زمین کے اوپر تھے ان کے محاسن ان میں بوسیدہ اور پرانے ہوگئے ہیں ان سے ان کے گھر اور صحن خالی ہوگئے ہیں۔ اور تقدیرات الٰہی انہیں موت کی طرف لے گئی ہیں وہ دنیا سے چلے گئے اور وہ چیزیں یہیں چھوڑ گئے جو انہوں نے جمع کی تھیں اور وہ قبر کی مٹی کے نیچے چھپ گئے ہیں۔

کَمْ اخْتَرَمَتْ اَیْدِی الْمَنُوْنِ مِنْ قُرُوْنٍ بَعْدَ قُرُوْنٍ وَکَمْ غَیَّرَتِ الْاَرْضُ بِبِلَاھَا وَغَیَّبَتْ فِیْ ثَرَاھَا مِمَّنْ عَاشَرْتَ مِنْ صُنُوْفِ النَّاسِ وَشَیَّعْتَھُمْ اِلَی الْاَرْمَاسِ وَاَنْتَ عَلَی الدُّنْیَا مُکِبٌّ مُنَافِسٌ لِخُطَّابِھَا فِیْھَا حَرِیْصٌ مُکَاثِرٌ عَلٰی خَطَرٍ تُمْسِیْ وَتُصْبِحُ لَاھِیًا اَتَدْرِیْ بِمَاذَا لَوْ عَقَلْتَ مُخَاطِرًا اِنَّ امْرَأً یَسْعٰی لِدُنْیَاہُ جَاھِدًا وَیَذْھَلُ عَنْ اُخْرَاہُ لَاشَکَّ خَاسِرٌ۔ یعنی کتنے ہی موت کے دست و پنجہ نے گذشتہ زمانہ کے قرناً بعد قرن اشخاص کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا ہے اور کتنے ہی اشخاص کو زمین نے پرانا کر کے متغیر کر دیا ہے اور انہیں مٹی میں چھپا لیا ہے کہ جن کے ساتھ مختلف اصناف کے لوگوں میں سے تو معاشرت رکھتا ہے اور ان کی تو نے قبر تک تشییع کی ہے باوجودیکہ تو نے انہیں مصیبت کے پنجہ اور قبر کی مٹی میں جاتے ہوئے دیکھا ہے پھر بھی تو نے دنیا سے نصیحت حاصل نہیں کی اور تو نے عبرت کی آنکھوں سے نہیں دیکھا اسی طرح تو دنیا اور کار دنیا کی طرف راغب اور مائل ہے اور اس قبیح منظر دلہن کا حریص ہے کہ جس نے ہزارہا شوہر کئے ہیں جنہیں ہر گوشہ و کنار میں خاک و خون میں ناشاد کر رکھا ہے اور کثرت مال پر فخر کرتا ہے حالانکہ ہزارہا مصیبتوں کا نشا

اور مقام خطر میں ہے۔ لہو و لعب غفلت و غرور میں رات دن گذارتا ہے۔ تجھے پتہ بھی ہے اگر تو فکر کرے کہ کن خطروں سے تو دوچار ہے اور یاد رکھو جو شخص دنیا کے پیچھے سعی و کوشش کرے اور جد وجہد میں مشغول رہے اور ہمیشگی کے گھر کی تلافی و تدارک سے غافل ہو بلاشک و شبہ وہ بہت زیان و خسارہ میں ہے انظری الی الامم الماضیة والقرون الفانیه والملوك العاتیة کیف انتسفتهم الایام فافناهم الحمام فامتحت من الدنیا آثارهم وبقیت فیها اثارهم واضحوا میماق الثراب واعترت مجالس منهم عطلت ومقاصرهم وحلوا بدار لا تزاور بینهم ولا فی لسکان القبور ازدوار فما ان ترى الاجثى قد شروا بها مسنمة تسفی علیها الاعاصر۔ پورے فکر و عقل سے گذشتہ امتوں فنا ہونے والے قرنوں۔ اور سرکش سلاطین کی طرف نظر کرو کسطرح حوادث زمانہ نے ان کے وجود کی بیخ کنی کی ہے اور موت نے انہیں فنا کردیا۔ پس دنیا سے ان کے آثار محو و نابود ہو چکے ہیں۔ اور سوائے ان کی خبر کے کوئی چیز ان کی باقی نہیں رہی اور وہ سب کے سب زیر زمین بوسیدہ ہڈیاں ہوگئے ہیں۔ مجلسیں ان سے خالی پڑی ہیں اور ان کے قصور و محلات ویران پڑے ہیں وہ سب سامان سفر باندھ کر ایسے گھر میں وارد ہوئے ہیں کہ جہاں کسی طرح بھی ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے اور قبروں میں رہنے والے ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کس طرح کر سکتے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کی قبروں کے اوپر پتھر کوہان کی طرح پڑے ہیں جن میں وہ سکونت پذیر ہیں کہ جن پر آندھیاں خاک و غبار ڈالتی ہیں من ذی عز وسلطان وجنود واعوان تمکن من دنیاه ونال منها مناه بنى الحصون والدساکر وجمع الاعلاق والذخائر ماصرفت کف المنیة اذا تت مبادرة تهوی الیه الذخائر ولا دفعت عنه الحصون التی بنى وحف بها انهارها والدساکر ولا قارعت عنه المنیة خیله ولا طمعت فی الذب عنه العساکر۔ کتنے صاحبان عزت و سلطنت و صاحبان لشکر و اعوان کو تو نے دیکھا ہے۔ جنہوں نے حصن حصین قصرہائے استوار اور سرائیں پا مذر بنائیں اور نفیس اموال اور زیادہ ذخائر و اموال اور قصور عالیہ آثار موت کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے ان محلات و لشکروں سے موت کو نہ روک سکے بے شمار لشکر اور غیر محدود ذخائر سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ کینہ ور مردان اور سرکش گردان شاطر ابل اور قاصد موت کو جواب نہ دے سکے فالبدار البدار والحذار الحذار من الدنیا ومکائدها وما نصبت لك من مصائدها، تجلی لك من زینتها واستشرف لك من فتنتها فی حون ما عاینت فجعاتها الی رفضها داع وبالزهد آمر فجد ولا تغفل فعیشك زائل وانت الی دار المنیة صائر فلا تطلب الدنیا فان طلابها وان نلت منها غبها لك ضائر۔ پس جلدی کر دنیا اور اس کی نیرنگیوں سے بچ جا اور وہ جال جو تجھے دھوکہ دینے کے لئے اس نے بچھائے ہیں اور وہ آرائش جو اپنے آپ کو زینت دینے کے لئے اور وہ نمائش جو مفتون کرنے کے لئے اس نے کی ہے پس ان فجائع اور مصائب دنیا میں سے تھوڑے سے بھی تیرے لئے کافی ہیں جو تجھے ترک دنیا کی طرف بلانے اور زہد و دنیا کا حکم دینے کے لئے کئے ہیں پس کوشش کر اور غافل نہ رہ کیونکہ تیری زندگی زائل ہونے والی اور تو موت کے گھر میں جانے والا ہے اور دنیا کی تلاش میں نہ رہ اور یہ رنج و تکلیف اپنے اوپر نہ رکھ اگر تھوڑا سا مقصود تو حاصل کر بھی لے تو بھی آخر میں اس کو

ضرر دیکھے گا کم غرت من مخلد الیها وصرعت من مکب علیها فلم تنعشه من صرعته ولم تقله من عثرته
ولم تداوه من سقمه ولم تشفه من المه بلی اودته بعد عز ومنعة موارد سوء ما لهن مصادر فلما
رای ان لا نجاة وانه هو الموت لا ینجیه منه المواساة تندم لو یغنیه طول ندامة علیه وابکته الذنوب الکبائر
کتنے اشخاص ہیں جو اس سرائے سراسر آفت سے میل و رغبت کی وجہ سے مغرور و فریفتہ ہو گئے ہیں اور کتنے لوگ جو اس پر
منہ کے بل گرے ہوئے تھے جنہیں اس نے پچھاڑ دیا ہے اور پھر وہ اٹھ نہیں سکے اور اس پھسلنے سے سیدھے کھڑے نہیں ہو سکے
جنہیں اس بیماری کی دوا میسر نہیں ہوئی اور وہ اس درد و تکلیف سے شفایاب نہیں ہوئے بلکہ یہ دنیا غدار درد پہنچانے والی
مکر و خدیعہ کے راستہ سے آئی اور انہیں عزیز ہونے کے بعد اور زیادہ قوم و قبیلہ جو کہ طاقت ور تھے ان کے ہوتے ہوئے بری
جگہوں اور ناخوش گوار گھاٹ پر لے آئی جب کہ واپس لوٹنے کا کوئی راستہ ان کے لئے باقی نہ رہا اور جب انہوں نے دیکھا کہ
ان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں اور موت ان پر وارد ہوئی اور کسی معاون و مددگار کے ذریعہ نجات حاصل نہ ہو سکی وہ
غم و اندوہ و حسرت کی گہرائی میں جا گرے۔ لیکن کیا فائدہ جب کہ اس طویل حسرت و ندامت سے فائدہ انہیں نہ مل سکا علاوہ
اس کے کہ بڑے گناہوں کی وجہ سے وہ گریہ و زاری کرنے لگے کہ جس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بکی علی ما سلف من خطایاہ
وتحسر علی ما خلف من دنیاہ حیث لا ینفعه الاستعبار ولا ینجیه الاعتذار من هول المنیة ونزول البلیة احاطت
به آفاته وهمومه وابلس لما اعجزته المعاذر فلیس له من کربة الموت فارج ولیس له مما یحاذر ناصر وقد
جشأت خوف المنیة نفسه تزددها دون اللهات الحناجر پس وہ روتا ہے ان گناہوں پر جو اس سے صرزد ہو گئے
اور حسرت و اندوہ کا اظہار کرتا ہے اس چیز پر جو وہ دنیا میں چھوڑے جاتا ہے۔ جب کہ گریہ کرنا اور رونا اس کے لئے سود
مند نہیں اور موت کی ہولناکی اور مصیبت کے نزول سے معذرت کرنا اسے نجات نہیں دے سکتا آفات و ہموم و غموم نے
اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت حیران و پریشان ہو گیا جب کہ کوئی معذرت اس کے کام نہ آ سکی اور اس کے
لئے موت کی مصیبت و اندوہ سے کوئی چیز چھٹکارا دینے والی نہیں اور جس چیز کا اسے ڈر ہے اس میں کوئی اس کا مددگار
نہیں اور موت کے خوف اور اس کی وحشت و ہیبت سے اس کا نفس مضطرب اور اس کی جان خوف و فزع کی وجہ سے
حلق سے تالو اور تالو سے حلقوم تک آ جاتی ہے هنالك خف عنه عواده واسلمه اهله واولاده وارتفعت الرنة
والعویل ویئسوا من برء العلیل غمضوا بایدیهم عینیه ومدوا عند خروج نفسه رجلیه فکم موجع یبکی
علیه تفجعا ومستنجد صبرا وما هو صابر ومسترجع داع له الله مخلص یعدد منه خیر ما هو ذاکره وکم
شامت مستبشر بوفاته وهما قلیل کالذی صار صائر اس وقت یعنی جب آثار موت نمودار ہوئے اور موت کا
پیغام رساں ظاہر ہوا تو جو لوگ مہر و محبت و شفقت کی وجہ سے اس کی عیادت کو آتے تھے وہ اسے تنہا چھوڑ کے چلے
جاتے ہیں۔ اور اس کے اہل و عیال و اولاد جو ہمیشہ اس کے ہمسر و ہمراز اور اس کے مصاحب تھے کہ اگر اس کے پاؤں

ہیں کانٹا چبھ جاتا تو گویا ان کے جگر میں کانٹا لگا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہو جاتا تو ان کے دل میں سوئیاں چبھیں۔ جب انہوں نے اس کی سکرات الموت دیکھی تو اسے موت کے سپرد کر دیا پس ان کے نالہ و گریہ زاری کی آواز بلند ہوئی اور بیمار کے اچھے ہونے سے مایوس ہو گئے اور اس کی آنکھیں کہ جس کے دیکھنے سے وہ خوش ہوتے تھے اپنے ہاتھ سے بند کیں اور اس کے دونوں پاؤں کہ جنہیں عزیز سمجھتے تھے انہیں قبلہ کی طرف دراز کر دیا پس کتنے اشخاص ہیں جو اس کے درد و داغ سے روتے ہیں اور بہت سے صبر کا مطالبہ کرتے رہنے جو خود صبر نہیں کر سکیں گے اور ان کے صبر کا کاسہ لبریز ہو جاتا ہے اور کتنے اشخاص ایسے ہیں جو کلمہ انا للہ کہتے ہیں اور خلوص نیت و مہر و محبت کی بناء پر خدا سے رحم کی دعا مانگتے ہیں اور اس کی نیکیوں کو یاد کرتے ہیں اس کے لئے دعائے خیر اور طلب مغفرت کرتے ہیں۔ اور کتنے لوگ ہیں۔ جو اس کی موت پر خوش ہیں حالانکہ وہ بھی اس کے پیچھے جانے والے ہیں۔ شق جیوبها نسائه ولطم خدودها اماؤه واعول لفقده جيرانه وتوجع لرزيته اخوانه ثم اقبلوا على جهازه وتشمروا لابرازه فظل احب القوم كان لقربه يحث على تجهيزه ويبادر وشمر من قد احضروه لغسله ووجه لما فاته للقبر حافر وكفن في ثوبين فاجتمعت لمشيعه اخوانه والعشائر اس کی عورتیں اس کی مصیبت میں گریبان چاک کرتی ہیں اور اس کی کنیزیں اپنے رخساروں پر طمانچے لگاتی ہیں اس کے ہمسائے اس کے ناپید ہونے پر نالہ و فریاد کی آواز بلند کرتے ہیں اور اس کے بھائی اس کی مصیبت کی وجہ سے درد و الم و اندوہ و غم میں ہیں پس اس وقت وہ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے مہیا اور اسے باہر لانے غسل دینے اور لے جانے کے لئے تیار ہیں پس جو شخص اس کا زیادہ نزدیکی تھا وہ اس کی تجہیز میں جلدی کرتا ہے اور عجلت کرتا ہے۔ اسے قبر میں پہنچانے کی طرف اور تیار ہو گئے وہ لوگ جو اس کے پاس موجود ہیں اس کو غسل دینے کے لئے اور قبر کھودنے والا اس کی قبر کھودنے کے لئے بھیجا گیا اور دو کپڑوں میں اسے کفن دیا گیا پس اس کے قبیلہ والے اور بھائی جمع ہو گئے اس کی تشییع جنازہ کے لئے فلو رأيت الاصغر من اولاده وقد غلب الحزن على فؤاده فغشي من الجزع عليه وقد خضبت الدموع خديه ثم افاق وهو يندب اباه ويقول بشجو واويلاه لابصرت من قبح المنية منظرا يهال لمرآه ويروع ناظرا اكابر اولاده يهيج اكتيابهم اذا ما تناساه البنون الاصاغر ورنة نسوان عليه جوازع مدامعها فوق الخدود غزائر۔ پس اگر تو اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کو دیکھے کہ حزن و ملال اس کے دل پر چھایا ہوا ہے اور اپنے باپ پر زیادہ جزع و فزع و نالہ و زاری کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اشک خونیں و خراش چہرہ کی وجہ سے اس کے رخسار رنگین ہو گئے ہیں۔ البتہ تو موت کے برے منظر کی وجہ سے دیکھے گا کہ جس کے دیکھنے سے دیکھنے والا ہولناکی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کے بڑے بیٹے کو بعد اس کے کہ اس کے چھوٹے بیٹے اسے فراموش کر چکے ہوتے ہیں کہ وہ اس پر ندبہ و زاری سے دن گذارتے ہیں اور اس کی عورتیں اس پر گریہ زاری کرتی ہیں اور بہت زیادہ آنسو ان کے چہرہ و رخسار پر جاری ہوتے ہیں۔ ثم اخرج من سعة قصره الى ضيق قبره فحثوا بايديهم التراب واكثروا التلدد والانتحاب ووقفوا ساعة عليه وقد يئسوا من النظر اليه

فنزلوا عليه معولين وكلهم لمثل الذى لاقى اخوه محاذر كشاء رتاع امنات بدا لها بمدية باد للذراعين حاسر
فراعت ولم ترتع قليلا و اجفلت فلما انحتى منها الذى هو حاذر ۔ جب اس کو غسل و کفن دے لیتے ہیں تو اس کو
اس وسیع قصر و محل سے کہ جس کے بنانے میں اس نے بڑی مشقت و تکلیف برداشت کی تھی نکال کر تنگ قبر کی طرف لے
جاتے ہیں اور جس رخسار پر غبار نہیں بیٹھ سکتا تھا اس پر خاک ڈالتے ہیں اور حسرت و حیرت سے اس پر سر و سینہ پیٹتے
اور گریہ زاری کرتے ہیں۔ اور ایک لحظہ اس پر کھڑے ہو کر اس کی طرف مایوسانہ نظر ڈالتے ہیں پس سب اس پر نالہ و گریہ
کرتے واپس پلٹ جاتے ہیں جب کہ سب اس چیز سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔ جو ان کے بھائی پر وارد ہوئی ہے حالانکہ
وہ اس سے متنبہ و بیدار نہیں ہوتے اور دوبارہ اپنے آسائش و آرام کی طرف غفلت و جہالت سے واپس لوٹتے ہیں اور
گذشتہ بات کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مثل ان گوسفندوں کے جو آسودگی اور امونیت کے ساتھ اپنے چراگاہ کی طرف
جاتے ہیں کہ اچانک تیز چھرا قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں جس نے کہنی تک اپنی آستین الٹی ہوئی ہے پس گوسفند ڈر
جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے چرنے سے رک جاتے اور بھاگتے ہیں لیکن جب وہ دور چلا جاتا ہے کہ جس سے وہ ڈرتے ہیں
دهاها افبافعال البهائم اقتدينا و على عادتها جرينا عد الى ذكر المنقول الى الثرى والمدفوع الى هول ما ترى
هو مصرعا فى لحده وتوزعت مواريثه ارحامه والاواصر وانحو على امواله بخصومة فما حامد منهم عليها وشاكر
فيا عامر الدنيا و يا ساعيا لها و يا امنا من ان تدور الدوائر كيف امنت هذه الحالة وانت صائر اليها لامحالة
تو وہ اپنی چراگاہ کو پلٹ جاتے ہیں اور جو کچھ ان کی بہن پر وارد ہوا ہے یعنی وہ گوسفند جو قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں
اسے بھول جاتے ہیں کیا ہم افعال بہائم اور چوپاؤں کی رفتار کی اقتدا کریں اور ان کی عادات کو اپنالیں۔ پلٹ آؤ اس مردہ
کے ذکر کی طرف کہ جس کو قبر میں داخل کرتے ہیں اور اس ہول و خوف کے سپرد کرتے ہیں کہ جسے تم دیکھ رہے ہو پس وہ
اپنی لحد میں داخل ہوا اور مٹی کے نیچے جاگزیں ہو گیا اور اس کی میراث اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے تقسیم کر لی اور
وہ اس کے ترکہ کی تقسیم میں جلدی کرتے اور جھگڑتے ہیں اور یہ مال جو اس بے چارہ مردہ کی طرف سے انہیں ملا ہے کوئی اس کی
تعریف اور اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ پس اے دنیا کو آباد کرنے والے اور اس کی تحصیل میں کوشش کرنے والے اور اس سے
امن میں رہنے والے کہ کس طرح تو امون ہے اس حالت سے جب کہ یقیناً تو اس کی طرف جانے والا ہے ایک دوسرے مذہب
میں فرماتے ہیں۔ اين السلف الماضون والاهلون والاقربون والاولون والآخرون والانبياء والمرسلون طحنتهم
والله المنون وتوالت عليهم السنون وفقدتهم العيون وانا اليهم صائرون فانا لله وانا اليه راجعون اذا كان
هذا نهج من كان قبلنا فانا على آثارهم نلاحق فكن عالما ان سوف تدرك ما مضى ولو عصمتك الراسيات
الشواهق فما هذه دار الاقامة فاعلمن ولو عمر الانسان ما ذر شارق کہاں ہیں پہلے گذرے ہوئے لوگ رشتہ دار
پہلے اور بعد کے انبیاء و مرسلین خدا کی قسم موت کی چکی ان پر گردش کر چکی ہے اور انہیں پیس چکی ہے ان پر دنیا کے کئی
سال گذر چکے ہیں اور وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہو چکے ہیں اور ہم بھی ان کی طرف جانے والے ہیں اور ان کے ساتھ لاحق

ہونے والے ہیں پس ہم خدا کی بندگی کے کمند میں بند ہیں اور ہم اس کی پاداشت اور جزا کی طرف جانے والے ہیں جب کہ گذرے ہوئے لوگوں کا راستہ یہی تھا ہم بھی ان کے آثار پر چلیں گے اور یہ بات جان لو کہ اگر بلند و بالا سخت پہاڑوں کی چوٹی میں جا کر پناہ لو تب بھی گذرے ہوئے لوگوں کے ساتھ جا کر ملحق ہو گے۔ یہ جان لو کہ یہ گھر قیام گاہ نہیں ہے اگرچہ انسان اس دنیا میں اتنی زندگی بسر کرے جب تک سورج چمکتا رہے کر دادی از خسروان عجم ؛ عہد فریدون و ضحاک و جم ؛ کہ بر تخت و ملکش نیامد زوال ؛ نماند مگر ملک ایزد تعال ؛ کرا جاودان ماندن امید ہست ؛ کر کس راندانی کہ جاوید ہست ۔ اَیْنَ مَنْ شَقَّ الْاَنْهَارَ وَغَرَسَ الْاَشْجَارَ وَعَمَّرَ الدِّيَارَ اَلَمْ تَمَّحِ مِنْهُمُ الْاٰثَارَ وَتَحُلُّ بِهِمْ دَارَ الْبَوَارِ فَاحْشَ الْجِوَارَ فَلَكَ الْيَوْمَ يَا بْنَ قَوْمِ اعْتِبَارٌ فَاِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ اَلْاٰخِرَةُ دَارُ الْقَرَارِ تَخَرَّمَهُمْ رَيْبُ الْمَنُوْنِ فَلَمْ تَكُنْ لِتَنْفَعَهُمْ جَنَّاتُهُمْ وَالْحَدَائِقُ وَلَا حَمَلَتْهُمْ حِيْنَ وَلَّوْا جَمْعُهُمْ نَجَائِبُهُمْ وَالصَّافِنَاتُ السَّوَابِقُ وَرَاحُوْا عَنِ الْاَمْوَالِ صِفْرًا وَخَلَّفُوْا ذَخَائِرَهُمْ بِالرَّغْمِ مِنْهُمْ وَفَارَقُوْا۔ کہاں ہیں وہ جنہوں نے نہریں کھودیں پانی جاری کئے اور درخت لگائے اور گھر آباد کئے۔ کیا ان کے آثار مٹ نہیں گئے یعنی وہ گھر مزار وہ یار مار وہ اقارب عقارب (بچھو) وہ مناظر مخاطر (خطرہ کی جگہیں) وہ قصور قبور وہ بوستان گورستان نہیں ہو گئے۔ اور زمانہ نے انہیں ہلاکت کے گھر کے سپرد کر دیا ہے۔ پس اس ہمسائگی سے ڈرو اور تمہیں ان لوگوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کیونکہ دنیا کے لئے قرار و بقا نہیں اور باقی و برقرار رہنے والا گھر آخرت ہی ہے۔ حوادث زمانہ نے ان لوگوں کو وادی ہلاکت میں ڈال دیا۔ انہیں ان کے باغ و بوستان نفع نہ دے سکے اور جب وہ دوسرے گھر کی طرف پلٹے عمدہ ناقے اور بہترین تیز رفتار گھوڑے ان کے کام نہ آئے اور وہ اپنے مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ ذخائر جنہیں جمع کر رکھا تھا نہ چاہنے کے باوجود انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور ان سے الگ ہو گئے۔ اَیْنَ مَنْ بَنَى الْقُصُوْرَ وَالدَّسَاكِرَ وَهَزَمَ الْجُيُوْشَ وَالْعَسَاكِرَ وَجَمَعَ الْاَمْوَالَ وَالذَّخَائِرَ وَحَازَ الْاٰثَامَ وَالْجَرَائِرَ اَیْنَ الْمُلُوْكُ وَالْفَرَاعِنَةُ وَالْاَكَاسِرَةُ وَالسَّاسَانِيَّةُ اَیْنَ الْعُمَّالُ وَالدَّهَاقِنَةُ اَیْنَ ذَوُو النَّوَاحِيْ وَالرَّسَاتِيْقِ وَالْاَعْلَامِ وَالْمَنَاجِيْقِ وَالْعُهُوْدِ وَالْمَوَاثِيْقِ كَاَنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا اَهْلَ عِزٍّ وَمَنْعَةٍ وَلَا رُفِعَتْ اَعْلَامُهُمْ وَالْمَنَاجِيْقُ وَلَا سَكَنُوْا تِلْكَ الْقُصُوْرَ الَّتِيْ بَنَوْا وَلَا اُخِذَتْ مِنْهُمْ بِعَهْدٍ مَوَاثِيْقُ وَصَارُوْا قُبُوْرًا دَارِسَاتٍ وَاَصْبَحَتْ مَنَازِلُهُمْ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الْخَوَافِقُ۔ کہاں ہیں وہ جنہوں نے قصور و محلات بنائے اور جیوش و لشکروں کو شکست دی اور مال ذخیرے جمع کئے اور گناہ و جرائم کے مرتکب ہوئے کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ دنیا کے مالک اور صاحبان اعلام و مناجیق و عہود و مواثیق گویا کبھی وہ صاحب عزت و سلطنت نہیں تھے اور کسی میدان جنگ میں ان کے علم کے پھریرے نہیں لہرائے تھے اور منجنیق سے پتھر نہیں پھینکے تھے اور ان محلات میں گویا کبھی نہیں رہے تھے۔ کہ جن میں غرور و سرور سے رہتے تھے اور عہد و پیمان پر انہیں اطمینان حاصل نہیں ہے وہ سب پرانی قبروں میں جا کر ٹھہرے ہیں اور قبر کی خاک بن چکے ہیں اور ان کے گھروں میں آندھیاں خاک اڑا رہی ہیں (مؤلف نے اس کے بعد کچھ فارسی عربی کے اشعار لکھے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں) ایک اور ندبہ ذکر کر کے پھر کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں۔ (مترجم)

پانچویں فصل امام زین العابدینؑ کے بعض معجزات

مخفی نہ رہے کہ کوئی معجزہ اور کرامت حضرت کے آداب اخلاق کریمہ کلمات و مواعظ بلیغہ صحائف اور ادعیہ شریفہ سے بالاتر نہیں اور مناسب ہے کہ اس مقام پر فصول گذشتہ میں جو کچھ مختصراً ذکر کر چکے ہیں۔ اسی پر اکتفا کریں، لیکن ضروری ہے کہ تبرک و تیمن کے طور پر یہاں بھی چند روایات بیان کریں۔

پہلی روایت حجر اسود کا آپ کی امامت کی گواہی دینا۔ شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت سے خلوت میں باتیں کیں اور کہا اے میرے بھتیجے آپ کو معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد وصایت و امامت امیرالمومنینؑ کے اور ان کے بعد امام حسنؑ کے اور ان کے بعد امام حسینؑ کے سپرد کی۔ اب جب کہ آپ کے والد (خدا کی رضوان و رحمت ان پر ہو) شہید ہوئے تو وصیت نہیں چھوڑ گئے۔ اب میں آپ کا چچا آپ کے والد کا بھائی اور علیؑ کا بیٹا ہوں اور سن میں آپ سے بڑا ہوں۔ ان سن و سال کی وجہ سے جو مجھ میں ہے۔ اور اس جوانی اور خورد سالی کی بنا پر جو آپ میں ہے میں اس امر امامت کا زیادہ لائق اور مستحق ہوں مقصد یہ ہے کہ آپ مجھ سے وصایت و امامت میں جھگڑا نہ کریں آپ نے فرمایا چچا خدا سے ڈرو اور جس چیز کے لائق نہیں ہو اس کے درپے نہ ہو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، کہ کہیں آپ کا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے۔ اے چچا میرے والد صلوات اللہ علیہ نے عراق جانے سے پہلے مجھے وصی قرار دیا اور اپنی شہادت سے ایک گھنٹہ پہلے امر امارت و وصایت میں مجھ سے عہد و پیمان استوار کیا اور یہ رسول خداؐ کا اسلحہ (سامان جنگ) میرے پاس ہے پس اس معاملہ کے گرد چکر نہ لگاؤ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی زندگی کم نہ ہو جائے اور آپ کے حالات میں آشوب و اختلال و نقص واقع نہ ہو۔ خداوند عالم اس سے انکار و امتناع رکھتا ہے کہ امامت و وصایت نسل حسینؑ کے علاوہ کہیں مقرر فرمائے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کو پورا یقین پیدا ہو تو حجر اسود کے پاس چلتے ہیں اور اس کا فیصلہ اس سے چاہتے ہیں اور اس معاملہ کی حقیقت کا اس سے سوال کرتے ہیں حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان کے درمیان اس وقت ہوئی جب کہ دونوں حضرات مکہ میں تھے پس حجر اسود کی طرف روانہ ہو گئے حضرت علی بن الحسینؑ نے محمد کی طرف رخ کیا اور فرمایا آپ ابتداء کیجئے اور بارگاہ خداوندی میں تضرع و زاری کریں تاکہ وہ آپ کے لئے حجر اسود میں قوت گویائی پیدا کرے اور پھر آپ اس سے سوال کریں۔ پس محمد نے روئے سوال، درگاہ خالق متعال کی طرف کیا اور خدا سے دعا کی پھر حجر اسود کو پکارا لیکن حجر اسود نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت نے فرمایا اے چچا اگر آپ وصی و امام ہوتے تو حجر اسود آپ کو جواب دیتا محمد نے کہا اے بھتیجے اب آپ حجر اسود کو بلائیں اور اس سے سوال کریں پس امام زین العابدینؑ نے جس طرح چاہا دعا کی پھر فرمایا میں تجھے اس خدا کے حق کا واسطہ

دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے تمام انبیاء و اوصیا اور سب لوگوں سے لیا ہوا عہد و پیمان تجھ میں قرار دیا ہمیں بتا کہ حسین بن علیؑ کے بعد وصی و امام کون ہے۔ پس حجر اسود میں اتنی جنبش و حرکت پیدا ہوئی کہ گمان ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے پھر اسے واضح عربی زبان میں خدا نے قوت گویائی عطا کی اور اس نے علی بن الحسینؑ سے عرض کیا کہ وصایت و امامت حسین بن علی فرزندان فاطمہ بنت رسولِ خدا علیہم السلام کے بعد آپ کے ساتھ مخصوص ہے پس بعض روایات کے مطابق محمد نے حضرت کے پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ امامت آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ مؤلف کہتا ہے حدیقۃ الشیعہ میں ہے کہ یہ واقعہ اس وجہ سے ہوا تاکہ کمزور اعتقاد لوگوں کے شکوک و اوہام کا ازالہ ہو جائے اور محمد بن حنفیہ قدس سرہ یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ انہیں امام سمجھتے ہیں ان کے سامنے امام زین العابدینؑ کی حقیقت و منزلت ظاہر ہو جائے نہ یہ کہ انھوں نے امامت میں نزاع کیا تھا اور انھوں نے اپنے باپ اور بھائی سے نہیں سنا تھا یا سننے کے باوجود چشم پوشی کی تھی۔ کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے کیونکہ رسولِ خدا نے اپنے وصی کو یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد بنی حنیفہ قبیلہ کی ایک لڑکی سے آپ کا ایک بیٹا ہوگا۔ اور میں اپنا نام اور کنیت اسے بخشتا ہوں اور اس کے علاوہ میرا نام و کنیت کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میری کنیت و نام کو جمع کرے سوائے میری آل کے قائم علیہ السلام کے جو کہ میرا بارھواں خلیفہ ہے جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی لہذا حضرت امیر المومنینؑ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی اور محمد مذکور کا علم و ورع و زہد و تقویٰ میں نظیر و عدیل کوئی نہ تھا پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے امام زمانہ سے غافل ہوتے اور ایسی چیز کا مطالبہ کرتے کہ جس کا وہ حق نہیں رکھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حجر الاسود کے گواہی دینے کے باوجود بہت سے لوگ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کے ترک کرنے کے باوجود وہ لوگ اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور اس فاسد عقیدہ پر برقرار رہے بلکہ مدتوں تک بے شمار لوگ دنیا میں تھے جو انہیں زندہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اب بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو کہتے ہیں کہ محمد رضوی پہاڑ کے غار میں (جو پہاڑ مدینہ کے نزدیک ہے) مشغول عبادت ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی مہدی موعود ہیں اور اس غار میں خداوند عالم نے پانی اور شہد ان کے لئے پیدا کر دیا ہے تاکہ وہ بھوکے اور پیاسے نہ رہیں اور ان کے پیروکاروں میں سے ایک کا یہ شعر ہے وَسِبْطٌ لَا يَذُوقُ الْمَوْتَ حَتَّى يَقُوْدَ الْخَيْلَ يَقْدُمُهُ اللِّوَاءُ يَغِيْبُ فَلَا يُرَى فِيْهِمْ زَمَانًا بِرَضْوَى عِنْدَهُ عَسَلٌ وَمَاءٌ یعنی رسولؐ کے نواسوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس پر موت نہیں آئے گی اور وہ موت کا مزہ نہیں چکھے گا جب تک وہ لشکر کشی نہ کرے اور اس کے آگے علم ہوں گے اور بعد اس کے کہ وہ ایک مدت تک لوگوں کی نظروں سے رضوی پہاڑ میں غائب رہے گا کہ جہاں شہد اور پانی اس کے لئے خلق ہوا ہے اور وہ عبادت میں مشغول ہے اور اس شاعر نے نہ صرف یہ کہ ان کی امامت و مہدویت کے سلسلہ میں غلط بات کہی ہے بلکہ انہیں رسولؐ کے نواسوں میں شمار کر کے بھی غلطی کی ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ شیخ مفید نے یہ اشعار کثیر عزہ سے نقل کئے ہیں اور اس کے پہلے اشعار یہ ہیں
أَلَا إِنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ وُلَاةُ الْحَقِّ أَرْبَعَةٌ سَوَاءٌ عَلِيٌّ وَالثَّلَاثَةُ مِنْ بَنِيْهِ هُمُ الْأَسْبَاطُ لَيْسَ بِهِمْ خَفَاءٌ فَسِبْطٌ

سِبْطُ اِیْمَانٍ وَبِرٍّ وَسِبْطٌ غَیَّبَتْہُ کَرْبَلَاءُ وَسِبْطٌ لَا یَذُوْقُ الْمَوْتَ ۔ ۲۱

دوسری روایت زہری کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے آپکے دلائل اپنی آنکھوں سے دیکھے کتاب حدیقۃ الشیعہ میں ہے کہ علی بن الحسینؑ کے معجزات میں سے ایک وہ ہے جو کشف الغمہ میں شہاب زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے شام سے کچھ لوگ بھیجے کہ وہ حضرت کو مدینہ سے شام لے جائیں اور وہ آپ کو طوق و زنجیر میں مقید کرکے مدینہ سے چلے اور آپ پر نگران مقرر کئے میں نے نگرانوں سے التماس کیا کہ وہ مجھے آپکی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دیں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو طوق و زنجیر میں دیکھا تو میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ طوق و زنجیر میرے اوپر ہوتے اور آپ اس تکلیف میں نہ ہوتے آپ نے تبسم کیا اور فرمایا اے زہری کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے ان زنجیروں سے کوئی تکلیف ہے ایسا نہیں ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں ان سے باہر نکال لئے اور فرمایا کہ جب تمہیں کوئی ایسی چیز در پیش ہو عذاب خدا کو دل میں لے آؤ اور اس سے ڈرو اور تم مطمئن رہو میں دو منزلوں سے زیادہ اس گروہ کے ساتھ نہیں رہوں گا پس میں نے تیسرے دن دیکھا کہ موکل سراسیمگی کی حالت میں مدینہ واپس آئے اور آپ کو تلاش کر رہے تھے لیکن انہیں آپ کا پتہ نشان نہیں مل رہا تھا اور کہنے لگے کہ ہم ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں طوق و زنجیر پڑے ہوئے دیکھے اور وہ موجود نہیں تھے پس میں شام گیا اور عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی اس نے مجھ سے حالات پوچھے میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے سامنے نقل کیا کہنے لگا خدا کی قسم جس دن نگران انہیں تلاش کر رہے تھے وہ میرے گھر میں آئے اور مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ما انا وانت یعنی مجھے تجھ سے اور تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے۔ میں نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس رہیں فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ تیرے پاس رہوں اور پھر میرے پاس سے چلے گئے خدا کی قسم اتنی ہیبت ان کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جب میں خلوت میں گیا تو دیکھا کہ میرے کپڑے پائخانہ سے نجس ہو چکے تھے زہری کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ علی بن الحسینؑ علیہ السلام اپنے خدا کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ان کے متعلق کوئی برا گمان نہ کرو کہنے لگا خوشا حال اس کا جو اس کے شغل میں مشغول ہو۔

تیسری روایت فقیر آدمی کا مروارید کے دو موتی آپ کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے حاصل کرنا۔ کتاب مذکور میں یہ بھی مسطور ہے کہ زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص آپ کے شیعوں میں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی عیالداری پریشانی اور چار سو درہم کا مقروض ہونا بیان کیا۔ امام نے گریہ کیا جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے عظیم تر کون سی مصیبت ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کو پریشان اور مقروض دیکھے اور اس کا علاج نہ کر سکے جب لوگ اس مجلس سے باہر نکلے تو منافقین میں سے ایک شخص کہنے لگا تعجب ہے کہ یہ حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ آسمان و زمین ہمارے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم برادر مومن کے حالات کی اصلاح سے عاجز ہیں وہ مرد فقیر یہ باتیں سن کر آزردہ خاطر ہو کر حضرت کی خدمت میں گیا اور عرض کیا فرزند رسولؐ کسی شخص نے یہ کچھ کہا ہے اور یہ بات مجھ پر اتنی گراں ہے کہ جس سے میں

اپنی سختیوں اور پریشانیوں کو بھول گیا ہوں پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اب تمہیں فرج و کشائش بخشی ہے
آپ نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ جو کچھ تو نے میرے افطار کے لئے مہیا کیا ہے وہ لے آ کنیز جو کی دو خشک روٹیاں لے
آئی حضرت نے فرمایا یہ روٹیاں لے لو کیونکہ ہمارے گھر میں ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے البتہ خداوند عالم ان کی برکت سے
تمہیں بہت سا مال عطا فرمائے گا پس وہ شخص دونوں روٹیاں لے کر بازار کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا
تھا کہ کیا کرے اس کا نفس اور شیطان اسے وسوسہ میں ڈالتے تھے کہ نہ بچوں کے دانت ان روٹیوں پر اثر کر سکتے ہیں
اور نہ میرے اہلِ خانہ کا پیٹ ان سے سیر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قرضخواہ مجھ سے قیمتاً یہ لے گا پس وہ بازار میں پھر رہا تھا
کہ اس کا گذر ایک مچھلی بیچنے والے کے قریب سے ہوا کہ جس کے ہاتھ میں ایک مچھلی باقی رہ گئی تھی کہ جسے کوئی شخص
کسی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس مرد فقیر نے کہا ادھر آؤ میرے پاس جو کی روٹی ہے جس کا میں اس
مچھلی کے بدلے تم سے سودا کرتا ہوں۔ مچھلی فروش نے قبول کر لیا مچھلی دے کر وہ روٹی اس سے لے لی مرد فقیر چند
قدم چلا تھا کہ اس نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ جس کے پاس تھوڑا سا خاک آلود نمک تھا کہ جسے کسی قیمت
پر خریدنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا۔ فقیر نے کہا کہ آؤ یہ نمک مجھے دے دو اور یہ روٹی لے لو۔ شاید میں اس نمک سے
یہ مچھلی درست کروں اس بقال نے وہ نمک دے کر روٹی لے لی پس یہ شخص گھر میں آیا اور ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا
کہ مچھلی کو صاف کرے اس نے سنا کہ کوئی اس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ آکے دیکھا تو اس کے دونوں مشتری تھے۔ جو
روٹیاں واپس لے آئے تھے کہ ان پر ہمارے بچوں کے دانت اثر نہیں کر سکتے اور ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تو پریشانی
و بدحالی کی وجہ سے یہ روٹیاں بازار میں لایا تھا یہ اپنی روٹیاں واپس لے لے ہم تجھ پر حلال قرار دیتے ہیں اور وہ
مچھلی اور نمک تجھے بخشتے ہیں وہ شخص انہیں دعا دے کر واپس گیا اور چونکہ اس کے بچے بھی ان روٹیوں کو نہیں چبا
سکتے تھے۔ لہٰذا وہ مچھلی کی طرف آئے اور اس کے پکانے کی فکر کرنے لگے۔ جب اس مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں
سے مروارید کے دو موتی نکلے کہ جن سے بہتر کسی صدف و دریا میں نہیں تھے پس وہ خدا کی اس نعمت پر شکر کرنے لگے
اور وہ شخص اس فکر میں تھا کہ یہ کس کے پاس بیچے اور کیا کرے کہ امام زین العابدینؑ کا قاصد آیا اور اس نے پیغام
دیا کہ حضرت فرماتے ہیں خداوند عالم نے تجھے کشائش دی ہے اور تو نے پریشانی سے چھٹکارا پایا ہے۔ اب ہمارا کھانا
ہمیں واپس کر دے کہ جسے ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا وہ دونوں روٹیاں خادم واپس لے آیا اور سید سجادؑ نے ان سے
افطار کیا اور اس فقیر نے مروارید بیچ کر ان کی قیمت وصول کی اور اس کی حالت اچھی ہو گئی اور وہ تونگر ہو گیا۔
جب منافقین اس چیز پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کتنا عظیم ہے ان کے حالات کا اختلاف پہلے تو اس فقیر کے حالات
کی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور اب اسے تونگری عظیم دے دی ہے جب امامؑ نے ان کی باتیں سنیں تو فرمایا
کہ رسول اکرمؐ کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے کیا تم نے سنا نہیں کہ آنحضرت کی تکذیب کرتے تھے۔ جب آپ
نے بیت المقدس کے حالات بیان کئے تھے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ بارہ دن میں پہنچا وہ کس طرح ایک ہی رات بیت

المقدس میں جا کر واپس آ گیا وہ خدا اور اولیاء خدا کے کارناموں کو نہیں جانتے۔

چوتھی روایت جابہ والبیہ کا آپ کے معجزہ سے جوان ہونا شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے جابہ والبیہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنینؑ کو شرطۃ الخمیس میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، کہ جس سے آپ جرّی مارماہی زمیر دالجرانی (جو کہ حرام مچھلیاں ہیں) کے بیچنے والوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بنی اسرائیل کے مسخ شدہ کو بیچنے والے اور اے بنی مروان کے لشکریوں اس وقت فرات بن احنف کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؑ بنی مروان کا لشکر کون لوگ ہیں فرمایا کہ وہ ایسا گروہ ہے جو ڈاڑھی منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں جابہ کہتی ہے کہ میں نے آپ سے بہتر گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا۔ پس میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ کھلی جگہ میں جا کر بیٹھ گئے تو اس وقت میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنینؑ امامت کی کیا دلیل ونشانی ہے خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ سنگریزہ میرے پاس لے آؤ آپ نے دست مبارک سے ایک سنگریزہ کی طرف اشارہ کیا میں وہ آپ کے پاس لے گئی آپ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر نقش کیا اور اس وقت مجھ سے فرمایا اے جابہ جو شخص مدعی امامت ہو اور اس میں یہ طاقت ہو کہ وہ سنگریزہ پر جس طرح تو نے دیکھا ہے نقش کر دے تو سمجھ لے کہ وہ امام واجب الاطاعۃ ہے اور امام جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں رہتی پس میں چلی گئی اور یہ دور گذر گیا۔ یہاں تک کہ حضرت امیر المومنینؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آنجناب امیر المومنینؑ کی جگہ پر تشریف لائے اور لوگ آپ سے سوالات کر رہے تھے۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابہ والبیہ میں نے کہا جی ہاں اے میرے مولا و آقا آپ نے فرمایا لے آؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا تو آنجناب نے بھی اس پر نقش کیا جس طرح امیر المومنینؑ نے اس پر نقش کیا تھا اور امام حسنؑ کے بعد میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حضرت مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مجھے مرحبا کہا اور فرمایا اِنَّ فِی الدَّلَالَةِ دَلِیلًا عَلیٰ مَا تُرِیدِینَ یعنی جو دلالت تو نے میرے باپ اور بھائی سے دیکھی ہے اس میں دلیل ہے میری امامت کے پہچاننے کی بھی کیا پھر بھی امامت کی دلیل چاہتی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے میرے سردار فرمایا وہ سنگریزہ لے آ جو تیرے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا حضرت نے اس پر مہر لگائی۔ چنانچہ اس پر نقش ثبت ہو گیا۔ جابہ کہتی ہے کہ امام حسینؑ کے بعد میں حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ بڑھاپے نے مجھ پر اثر کر رکھا تھا اور مجھے بڑھاپے نے تھکا دیا تھا اور بے چارہ کر دیا تھا اور میری عمر ایک سو تیرہ سال کو پہنچ گئی تھی پس میں نے حضرت کو دیکھا کہ وہ پے در پے رکوع و سجود عبادت میں مشغول ہیں اور وہ ان سے فارغ نہیں ہوتے تھے کہ اس بناء پر میں دلالت ونشانی سے مایوس ہو گئی پس آپ نے میری طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا آپ کے معجزہ سے میری جوانی پلٹ آئی پس میں نے عرض کیا کتنی مقدار مدت دنیا گذر چکی ہے اور کتنی باقی ہے فرمایا اما ما مضی فنعم و اما ما بقی فلا جو گذر چکی ہے وہ تو کہتا ہوں اور جو باقی رہتی ہے وہ نہیں اس وقت فرمایا جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لے آ پس میں نے وہ سنگریزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد میں نے

امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے بھی اس پر مہر لگائی پھر امام موسیٰؑ کاظمؑ کی خدمت سے مشرف ہوئی آپ نے اس پر نقش فرمایا اور آپ کے بعد امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے اس پر نقش فرمایا۔ عبداللہ بن ہمام کی روایت کے مطابق اس کے بعد حبابہ نو ماہ زندہ رہ کر دنیا سے وفات پا گئی۔

مؤلف کہتا ہے کہ حبابہ والبیہ جس نے یہ روایت کی ہے وہ ایک شیعہ خاتون تھیں عاقلہ کاملہ جلیلہ مسائل حلال و حرام جانتی تھیں اور بہت زیادہ عبادت گذار تھیں اور انہوں نے عبادت میں اتنی جدوجہد کی تھی کہ ان کی کھال ان کے شکم پر خشک ہو چکی تھی اور اس کا چہرہ زیادہ سجدہ کرنے اور مقام سجدہ پر رگڑنے کی وجہ سے جل چکا تھا اور وہ ہمیشہ امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں اور یہ کیفیت تھی کہ جب لوگ معاویہ کے پاس جاتے تھے تو وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوتیں۔ ایک دفعہ ان کے چہرے پر برص کے داغ آگئے تھے تو حضرت کے لعاب دہن کی برکت سے وہ بیماری برطرف ہو گئی اور یہ وہی خاتون ہے ایسی بیان کرتی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو مسجد الحرام میں عصر کے وقت دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہیں اور مسائل حلال و حرام اور اپنی مشکلات کا آپ سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت نے اپنے مقام سے حرکت و جنبش نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کے ہزار مسائل پر فتویٰ جاری فرمایا صدر روایت دلالت کرتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں ہے اور یہ کہ ریش تراشی بنی مروان اور بنی امیہ کی ہیئت ہے اور چونکہ ہمارے زمانہ میں ڈاڑھی منڈوانا عام ہو چکا ہے اور اس کی قباحت برطرف ہو گئی ہے اور یہ منکر اس حد تک معروف ہو چکا ہے کہ اس سے نہی کرنا منکر و برا معلوم ہوتا ہے لہذا مناسب ہے کہ ہم یہاں ڈاڑھی منڈوانے کے ناجائز ہونے کی دلیلوں کی طرف اشارہ کریں شہید اول کتاب قواعد میں فرماتے ہیں کہ خنثیٰ کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید وہ مرد ہو اس عبارت کا ظہور یہ ہے کہ مرد کے لئے ڈاڑھی منڈوانے کی حرمت مسلّم ہے۔ اور میر داماد نے شارع النجاۃ میں حرمت کا حکم دیا ہے گویا کہ اجماع کی نسبت دی ہے اور علامہ مجلسی نے کتاب حلیہ میں مشہور کی طرف نسبت دی ہے اور کتاب جعفریات میں سند صحیح کے ساتھ رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ڈاڑھی منڈوانا مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) ہے اور جو مثلہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو اور عوالی اللئالی میں مروی ہے آنجناب نے فرمایا لَیْسَ مِنَّا مَنْ سَلَقَ وَ لَا خَرَقَ وَ لَا حَلَقَ یعنی ہم میں سے نہیں وہ شخص جو بیحیائی اور برائی کی زیادہ باتیں کرے اور اپنے مال میں اسراف کرے اور داڑھی منڈوائے جیسا کہ اس کے مؤلف ابن ابی جمہور نے حاشیہ پر اس حدیث کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور کتاب فقیہ میں مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی اپنے آپ کو شبیہ نہ بناؤ نیز فرمایا کہ مجوسی داڑھیاں منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ہم مونچھیں کٹواتے اور داڑھی رکھواتے ہیں۔ اور

بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہودیوں کی شباہت کی نفی اس لحاظ سے ہو کہ داڑھی کی اصلاح کرائی جائے چونکہ یہودی بالکل ڈاڑھی کے بال نہیں مونڈتے جب حضرت رسولؐ خدا کا دعوت نامہ اسلام ملوک کسریٰ کو ملا تو بادشاہ کسریٰ نے باذان کو (جو یمن کا گورنر تھا) لکھا کہ وہ آنحضرتؐ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیجدے تو اس نے اپنے کاتب بانویہ اور ایک دوسرے شخص کو جسے فرخسک کہتے تھے مدینہ بھیجا ان دونوں نے داڑھیاں منڈوائی اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں۔ پس آپ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان پر نگاہ کریں فرمایا وائے ہو تم پر تمہیں اس چیز کا کس نے حکم دیا ہے وہ کہنے لگے ہمارے رب یعنی کسریٰ نے حضرت نے فرمایا لیکن میرے ربّ نے تو مجھے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ قوم لوط میں دس عادتیں تھیں اور ان کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور میری امت ایک اور عادت کا اضافہ کرے گی اور ان دس عادات میں مقراض سے ڈاڑھی منڈانا بھی شمار کیا۔

شیخ علی نے درمنثور میں دو طریقوں سے استدلال کیا ہے ایک تو کتاب فقیہ کی مذکورہ بالا روایت سے اور ایک جزو کا مستحب ہونا (مونچھیں کٹوانا) دلیل خارجی کی وجہ سے دوسرے کے وجوب کے ساتھ منافات نہیں رکھتا۔ بسبب ظاہر امر کے جو کہ وجوب ہے۔ خصوصاً جب کہ یہود و مجوس سے شباہت سے بھی نفی کی ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی کی ڈاڑھی کے بال زائل کرنے سے شریعت میں مکمل دیت مقرر ہوئی ہے لہذا جو چیز اس طرح کی ہو اس کا فعل دوسرے شخص کے لیے بلکہ خود اس شخص کے لئے بھی حرام ہے اور بعض افراد نادرہ کا اس سے خارج ہو جانا مثلاً سر کے بال وہ اس قاعدہ کلیہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتا فقیر کہتا ہے کہ میں نے گذشتہ گفتگو کلمہ طیبہ سے نقل کی ہے اور حدیث میں آیت شریفہ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۔ کے ذیل میں ہے کہ مونچھیں کٹوانا اور داڑھی منڈوانا ان دس حنفیہ احکام میں سے ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئے۔ اور دس چیزیں جو ہیں جو فسخ نہیں ہوئیں اور قیامت تک فسخ نہیں ہوں گی اور ڈاڑھی بڑھانے کا مستحبات میں شمار کرنا اس کے مستحب ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان میں سے بعض مذکور چیزیں واجب بھی ہیں مثلاً غسل جنابت اور ختنہ کرنا اور ممکن ہے کہ ان روایات کے ساتھ بھی استدلال کیا جائے جو دلالت کرتی ہیں کہ مرد عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کریں چونکہ ڈاڑھی منڈوانے سے مرد عورت کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ حضرت صادقؑ نے توحید مفضل میں ارشاد فرمایا کہ مرد کے چہرہ پر بالوں کا اگنا اس کی عزت کا باعث ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بچپنے کی حد اور عورت سے مشابہت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، کہ خداوند عالم نے مردوں کو ڈاڑھی کے ساتھ زینت بخشی ہے اور داڑھی مردوں کی فضیلت قرار دی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ عورتوں سے امتیاز رکھتے ہیں اور جو روایت حضرت صادقؑ سے مروی ہے جس کے ایک حصہ میں ہے کہ قوم عاد کے ایک شخص نے حضرت یعقوبؑ کی تکذیب کی تو حضرت نے اس پر نفرین کی کہ اس کی ڈاڑھی گر جائے پس اس پیغمبرؑ خدا کی بد دعا سے اس کی ڈاڑھی اس کے سینے پر گر پڑی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے شخص کے چہرہ

کا بالوں کے بغیر ہونا کس قدر قبیح و شنیع و برا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اس کی تکذیب کے مقابلہ میں اس کے لئے یہ سزا پسند فرمائی اور ممکن ہے کہ اس روایت سے بھی تمسک کیا جائے جو دلالت کرتی ہے کہ دشمنان دین کے ہمشکل ہونا حرام ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم نے اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی نازل کی کہ مومنین سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں والا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں والے کھانے نہ کھائیں اور ان کے راستوں اور مسالک پر نہ چلیں وگرنہ یہ میرے دشمن ہو جائیں گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ ڈاڑھی منڈا شخص بہت سے فوائد و برکات سے محروم ہے ان میں سے ایک خضاب ہے وارد ہوا ہے۔ خضاب میں ایک درہم خرچ کرنا راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے افضل ہے اور خضاب میں چودہ خصلتیں ہیں کہ وہ کانوں سے ہوا کو دور کرتا ہے اور آنکھوں کو روشنی دیتا ہے۔ الخ اور کنگھی کرنے اور اس کے فوائد سے محروم ہے اور وہ فوائد فقر و فاقہ کا برطرف ہونا اور وبا کو لے جانا ہے اور جو شخص ستر مرتبہ کنگھی کرے اور ایک ایک دفعہ کو شمار کرے تو چالیس دن شیطان اس کے قریب نہیں آتا اور حضرت صادقؑ سے آیہ شریفہ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کے ذیل میں روایت ہے فرمایا کہ اس سے مراد ہر واجب و مستحب نماز کے وقت کنگھی کرنا ہے بِغَیْرِ ذٰلِکَ فقیر کہتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاڑھی منڈا شخص ماہ رجب کی دعا یامن ارجوہ لکل خیر اپنی ڈاڑھی کے مٹھی میں لینے کے مقابلہ میں اور حرم شیبتی علی النار (میری ڈاڑھی جہنم کے لئے حرام قرار دے) کے عوض کیا کہے گا اور کس طرح وہ اپنے آپ کو خداوند عالم کی خاص اور اس کے ترحم سے محروم قرار دیتا ہے یا اس نے یہ نہیں سنا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ خداوند عالم اس پر رحم کرے اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد کرے تو وہ نمازوں کے بعد اپنی ڈاڑھی دائیں ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف کھول کر سات مرتبہ کہے یَارَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَ اٰلِ مُحَمَّدٍ پھر تین مرتبہ اسی حالت میں کہے یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْنِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

پانچویں روایت مدینۃ المعاجز میں ابو جعفر طبری سے مروی ہے کہ ابو نمیر علی بن یزید کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں رہا جب کہ آپ شام سے مدینہ طیبہ کی طرف واپس جا رہے تھے اور آپ کی خواتین کے ساتھ رعایت احترام انکی حشمت و عزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے دور اترتا تھا جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو کچھ زیورات انہوں نے میرے لئے بھیجے جو میں نے قبول نہ کئے اور میں نے کہا اس مقام پر جو کچھ حسن سلوک مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ صرف خوشنودی خدا کے لئے ہے اس وقت حضرت نے ایک سیاہ اور سخت پتھر اٹھایا اور اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی اور فرمایا کہ اس کو لے لو اور جو ضرورت و حاجت تمہیں درپیش ہو اس سے طلب کرو وہ کہتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ کہ میں تاریک مکان میں اس پتھر سے روشنی طلب کرتا تو وہ روشنی دیتا اور اسے تالوں پر رکھ دیتا تو وہ کھل جاتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر بادشاہوں کے دربار میں جاتا تو ان سے کوئی بدی نہ دیکھتا۔

چھٹی روایت چور کو شیروں کا چیر پھاڑنا جو حضرت سے متعرض ہوا۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علی بن الحسینؑ سفرِ حج کے لیے تشریف لے گئے چلتے چلتے آپ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی میں پہنچے تو اچانک ایک ڈاکو (راہ زن) سے آپ کا سامنا ہوا اور اس نے آپ سے کہا کہ نیچے اترآؤ تو آپ نے فرمایا تیرا مقصد کیا ہے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کر کے تیرا مال لے لوں آپ نے فرمایا جو کچھ میرے پاس ہے میں وہ تجھ سے تقسیم کر لیتا ہوں اور تیرے لیے حلال قرار دیتا ہوں کہنے لگا کہ نہیں فرمایا اچھا اتنا مال میرے پاس رہنے دو جو مجھے میرے مقصد تک پہنچا دے اس نے قبول نہ کیا حضرت نے فرمایا فَاَیْنَ رَبُّكَ قَالَ نَائِمٌ تمہارا خدا کہاں ہے کہنے لگا سویا ہوا ہے اس وقت دو شیر نمودار ہوئے ایک نے اس کا سر اور دوسرے نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور وہ اسے کھینچنے لگے۔ آپ نے فرمایا تیرا گمان تو یہ تھا کہ تیرا رب سویا ہوا ہے یعنی تیری سزا یہ ہے اپنے عذاب کا مزہ چکھ۔

ساتویں روایت مناقب مدینۃ المعاجز وغیرہ کتب میں ہے کہ ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی نے الگ الگ روایت کی ہے کہ ہم قافلہ کے ساتھ بیابان میں راستہ طے کر رہے تھے پس مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں قافلہ سے دور ہو گیا۔ اچانک میں نے ایک بچے کو دیکھا جو بیابان میں چل رہا تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ ایک بچہ اس وسیع بیابان میں جا رہا ہے میں اس کے قریب گیا اور اس کو سلام کیا اور جواب سلام سنا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو کہنے لگا اپنے پروردگار کے گھر کی طرف میں نے کہا اے میرے حبیب دوست تم بچے ہو تم پر واجب و مستحب کا ادا کرنا لازم نہیں فرمایا اے شیخ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ مجھ سے چھوٹی عمر کے بچے مر جاتے ہیں میں نے کہا تمہارا زاد و راحلہ کیا ہے فرمایا زَادِیْ تَقْوٰیَ وَرَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَقَصْدِیْ مَوْلَایَ میرا توشہ میری پرہیزگاری میری سواری میرے دونوں پاؤں اور میرا مقصود میرا مولا ہے میں نے کہا تمہارے پاس کھانا مجھے نظر نہیں آتا فرمایا اے شیخ کیا یہ مناسب ہے کہ کوئی تمہیں اپنے گھر بلائے اور تم اپنے ساتھ کھانا لے جاؤ میں نے کہا کہ نہیں فرمایا تو جس نے مجھے دعوت دی ہے وہ کھانے پینے کا انتظام بھی فرماتا ہے میں نے کہا پھر جلدی کرو تا کہ قافلہ کے ساتھ مل جاؤ فرمایا عَلَیَّ الْجِهَادُ وَعَلَیْهِ الْاِبْلَاغُ مجھ سے کوشش کرنا اور اس پر منزل مقصود تک پہنچانا لازم ہے کیا تو نے خدا کا ارشاد نہیں سنا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ وہ جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے راوی کہتا ہے ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک ایک خوش رو نوجوان سفید لباس پہنے ہوئے ہماری طرف آیا

اور اس نے اس بچہ کے ساتھ معانقہ کیا اور اس کو سلام کیا میں نے اس جوان کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اس کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تجھے خوبرو کو خلق کیا ہے یہ بتا کہ یہ بچہ کون ہے۔ اس نے کہا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے پس میں نے اس جوان کو چھوڑ کر اس بچے کا رخ کیا اور ان سے کہا کہ آپ کو آپ کے آباؤ و اجداد کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ یہ جوان کون ہے فرمایا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ میرا بھائی خضر ہے جو روزانہ ہمارے پاس آتا اور ہم کو سلام کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتایئے آپ ان بیابانوں کو جو بے آب ہیں کس طرح زاد و توشہ کے بغیر طے کرتے ہیں فرمایا میں ان بیابانوں کو زادراہ کے ساتھ طے کرتا ہوں اور میرا زادراہ چار چیزیں ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ کون سی ہیں فرمایا تمام دنیا کو بغیر استثناء کے خدا کی ملکیت و مملکت سمجھتا ہوں اور تمام مخلوق کو خدا کے غلام و کنیز اور اہل و عیال سمجھتا ہوں اور اسباب و ارزاق کو دست قدرت خداوندی میں سمجھتا ہوں اور خدا کے فیصلے اور فرمان کو خدا کی ساری زمین میں نافذ و جاری سمجھتا ہوں میں نے عرض کیا بہت اچھا توشہ اور زادراہ ہے آپ کا اے زین العابدینؑ آپ اس زادراہ سے آخرت کے بیابانوں کو عبور کر سکتے ہیں چہ جائیکہ دنیا کے بیابان۔

آٹھویں روایت حضرت کی جلالت و عظمت میں کئی ایک کتب معتبرہ میں روایت ہوئی ہے کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک سال اس کا بیٹا ہشام حج کے لئے گیا اور حالت طواف میں جب وہ حجر اسود کے پاس پہنچا تو اس نے استلام (حجر اسود کو مس کرنا یا بوسہ دینا) کرنا چاہا لیکن لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے وہ حجر کو نہ چھو سکا اور کسی نے اس کی پرواہ نہ کی تب اس کے لئے مسجد حرام میں ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ اس پر جا بیٹھا اور اہل شام نے اس کے گرد احاطہ کر لیا۔ اسی اثناء میں حضرت سید الساجدین ابن الخیرتین امام زین العابدینؑ نمودار ہوئے۔ درانحالیکہ ازار (لنگ) اور ردا اوڑھے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور آپ کی خوشبو تمام سے زیادہ پاکیزہ اور ان کی پیشانی پر کثرت سجدہ کی وجہ سے گٹا پڑا ہوا تھا۔ پس آپ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے لگے اور جب حجر الاسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپ کی ہیبت و جلالت کا لحاظ کرتے ہوئے حجر الاسود سے دور ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت نے اس کا بوسہ لیا۔ ہشام یہ معاملہ دیکھ کر جل گیا۔ اہل شام میں سے ایک شخص نے جب یہ عظمت و جلالت دیکھی تو اس نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہ لوگ جس کی ہیبت و جلالت کا اتنا ملحوظ رکھتے ہیں۔ ہشام اس وجہ سے کہ اہل شام آپ کو نہ پہچانیں کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر وہاں موجود تھا کہنے لگا لیکن میں جانتا ہوں دگفتہ من بیشناسمش نیکو۔ زدچہ پرسی بسوئے من کن رو۔ اگر ہشام اس کو نہیں پہچانتا تو میں اسے خوب پہچانتا ہوں۔ وہ شامی کہنے لگا اے ابو فراس یہ کون ہے۔ فرزدق نے کہا: هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْاَتَهٗ وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمْ هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ اِذَا رَاٰتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا اِلٰی مَکَارِمِ

هٰذَا ینتهی الکرم یکاد یمسکها عرفان راحته رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم ولیس قولک من هٰذا بضائره
العرب تعرف من انکرت والعجم هٰذا ابن فاطمة ان کنت جاهله بجده انبیاء الله قد ختموا مقدم بعد ذکر
الله ذکرهم فی کل بر ومختوم به الکلم یستدفع الضر والبلوی بحبهم ویسترب به الاحسان والنعم ان
عد اهل التقی کانوا ائمتهم او قیل من خیر اهل الارض قیل هم ما قال لا قط الا فی تشهده لولا التشهد کانت
لاءه نعم۔ ترجمہ یہ وہ ہے کہ بطحاء کی وادیاں اس کے پاؤں کی چاپ کو جانتی لیتی ہیں۔ بیت الحرام حل و حرم اسے
پہچانتے ہیں یہ خدا کے تمام بندوں میں سے بہترین شخص کا بیٹا ہے یہ تقی نقی طاہر و پاک انسان ہے جب
اسے قریش دیکھتے ہیں تو ان میں سے کہنے والا کہتا ہے کہ اس کے مکارم اخلاق پر کرم کی انتہا ہے قریب ہے کہ رکن حطیم
ان کی ہتھیلی کو خود سنبھال لے جب یہ استلام کرنے کے لئے آئے۔ نیز یہ کہنا کہ یہ کون ہے اس کے لئے مضر نہیں جس
کا تو انکار کر رہا ہے اسے عرب و عجم جانتے ہیں یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے اگر تو اس کی شان سے جاہل ہے اس کے جد امجد
پر انبیاء کا خاتمہ ہے اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے ہر نیکی میں انہیں کے ذکر پر گفتگو ختم ہوتی ہیں۔
تکلیف انہیں کی محبت کے صدقے میں دفع ہوتی ہیں اور احسان و نعمتیں اسی کی بناء پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اگر تقویٰ
کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں یا یہ پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے بہترین کون ہیں تو جواب ملے گا کہ یہی حضرات
اس نے تشہد کے علاوہ کبھی لا نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کی نہیں ہاں ہوتی ہشام آگ بگولہ ہو گیا اور فرزدق کا وظیفہ
بند کر دیا اور اس کے حکم سے عسفان کے مقام پر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے۔ فرزدق کو قید کر دیا گیا یہ خبر جب حضرت
علی بن الحسینؑ کو ملی تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کے لئے بھیجے اور اس سے معذرت چاہی کہ اگر اس سے زیادہ
رقم میرے پاس ہوتی تو اس سے زیادہ صلہ تجھے دیتا فرزدق نے وہ مال واپس کر دیا اور پیغام بھیجا کہ میں نے یہ اشعار
صلہ کے لئے نہیں کہے بلکہ خدا اور رسولؐ کے لئے کہے ہیں حضرت نے وہ مال دوبارہ بھیجا اور فرمایا کہ تجھے میرے حق کی قسم
ہے اسے قبول کر لے تو فرزدق نے قبول کر لیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی قید طویل ہو گئی اور ہشام نے اسے
قتل کی دھمکی بھی دی تو فرزدق نے امام سے شکایت کی حضرت نے دعا فرمائی تو خداوند عالم نے اسے قید سے رہائی دلائی
فرزدق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہشام نے میرا نام عطیہ کے رجسٹر سے کاٹ دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا
تجھے کتنا عطیہ و وظیفہ ملتا تھا عرض کیا اتنا اتنا پس حضرت نے اتنا مال اس کو دیا جو چالیس سال کے لئے اسے کافی
تھا اور فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو میں عطا کرتا۔ جب چالیس سال ختم ہوئے تو
فرزدق فوت ہو گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ فرزدق کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ تمیمی مجاشعی اور کنیت ابو الفراس اور
لقب فرزدق ہے اور وہ امیر المومنینؑ کے اعیان شیعہ میں سے اور خاندان طیبین و طاہرین کا مداح تھا اور وہ ایک بزرگ
خاندان کا فرد ہے اور اس کے آباء و اجداد کے آثار ظاہر اور مفاخر واضح ہیں۔ کتاب اصابہ سے منقول ہے غالب فرزدق

کا باپ اپنے زمانہ کے کریم و سخی لوگوں میں سے تھا اور اس کے پاس کافی اونٹ تھے جب غالب بصرہ میں حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرزدق کو اپنے ساتھ لایا اور اسے حضرت کی قدم بوسی سے مشرف کیا اور اظہار کیا کہ یہ عمدہ شعر کہتا ہے اور وادی سخن میں چابک دست ہے آپ نے فرمایا اس کے لیے قرآن کی تعلیم شعر و سخن سے بہتر ہے پس فرزدق نے اپنے سے عہد کیا کہ میں آج کے بعد کوئی کام نہیں کروں گا۔ جب تک قرآن یاد نہ کر لوں۔ خلاصہ یہ کہ گذشتہ قصیدہ کے چالیس سے زیادہ بیت ہیں اور اس قصیدہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فرزدق ادب میں کیا مقام رکھتا تھا۔ کہ جس نے مرتجلا اور فی البدیہہ یہ سارا قصیدہ یا اس کا کچھ حصہ انشاء کیا ہے۔ محقق بہبہانی نے اپنے جدامجد تقی مجلسی رضوان اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن جامی سنی نے کتاب سلسلۃ الذہب میں اس قصیدہ کو فارسی میں نظم کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک خاتون نے فرزدق کو عالم خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو اس نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے اسی قصیدہ کی برکت سے جو میں نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا بخش دیا۔ جامی کہتا ہے کہ سزاوار حق ہے کہ خدا تمام دنیا کو اس قصیدہ شریفہ کی برکت سے بخش دے نیز اس سلسلہ میں کہتا ہے

صادقے از مشائخ حرمین	چوں شنید این نشید در از شین
گفت نیل مراضی حق را	بس بود ایں عمل فرزدق را
مستعد شد رضائے رحمٰن را	مستحق شد ریاض رضوان را
نانکہ نزدیک حاکم جابر	کرد حق را برائے حق ظاہر

نویں روایت ہرن کا آپ سے گفتگو کرنا۔ کشف الغمہ اور دوسری کتب معتبرہ میں ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک! ایک ہرنی بیابان سے نمودار ہوئی اور وہ حضور مبارک امامؑ میں پہنچی وہ اپنی دم اور اگلے پاؤں زمین پر مارنے اور ھمھمہ کرنے لگی۔ اور آواز نکالی اس گروہ میں سے بعض نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ ہرنی کیا کہتی ہے آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں بن فلاں قریشی گذشتہ روز فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لایا ہے اور کل سے لے کر اب تک اس نے دودھ نہیں پیا اس گفتگو سے اس جماعت میں سے ایک شخص کے دل میں ایک چیز نے خطور کیا یعنی حالت انکار پیدا ہوئی اور امام علم امامت سے جان گئے پس آپ نے حکم دیا اور اس قریشی کو حاضر کیا گیا آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ ہرنی تیری شکایت کرتی ہے اس نے عرض کیا کیا کہتی ہے کہ تو نے کل فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لیا ہے اور جب سے تو نے اسے پکڑا ہے اس نے اسے دودھ نہیں پلایا اب مجھ سے یہ خواہش کرتی ہے کہ میں تجھ سے کہوں وہ بچہ لے آ تاکہ یہ اسے دودھ پلالے اور دوبارہ تیرے سپرد کردے وہ شخص کہنے لگا قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کو رسالت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے فرمایا وہ ہرنی کا بچہ میرے پاس بھیج

دو۔ جب ہرنی نے اپنے بچہ کو دیکھا تو اس نے ہمہمہ کیا اور اگلے پاؤں زمین پر مارتی تھی اور اس نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا امامؑ نے اس شخص سے فرمایا تجھے میرے حق کی قسم ہے یہ ہرنی کا بچہ مجھے بخش دے اس نے وہ بچہ آپ کو دے دیا۔ آپ نے وہ ہرنی کے سپرد کر دیا اور اس سے اس کی زبان میں بات کی ہرنی نے ہمہمہ کیا اور اپنی دم زمین پر ماری اور بچہ کو لے کر چلی گئی لوگوں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا کہتی تھی۔ آپ نے فرمایا اس نے تمہارے لئے دعا کی اور جزائے خیر کہی۔

دسویں روایت آپ کے دلائل واقعہ حرہ میں مناقب میں ہے کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے مدینہ کی لوٹ مار کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگا ہاں انہوں نے مسجد رسول خدا کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے اور میں نے قبر مطہر کے گرداگرد بے شمار گھوڑے دیکھے اور تین دن مدینہ کو لوٹا گیا اور اس طرح ہوتا کہ میں اور علی بن الحسینؑ علیہ السلام قبر پیغمبرؐ پر آتے اور امام زین العابدینؑ کچھ کلام کرتے کہ جسے میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ پس ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا اور ہم لوگوں کو دیکھتے لیکن وہ ہمیں نہیں دیکھتے تھے اور ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس نے سبز لباس پہنا تھا وہ چھوٹے دم والے اشہب یعنی سفید و سیاہ رنگ کہ جس کی سفیدی غالب ہو۔ گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا اور وہ علی بن الحسینؑ کے ساتھ رہتا تھا پس جب کوئی حرم رسولؐ کا ارادہ کرتا تو وہ سوار اپنے ہتھیار سے اس کی طرف اشارہ کرتا بغیر اس کے کہ ہتھیار اسے لگتا وہ ہلاک ہو جاتا پس جب وہ ملاعین لوٹ مار سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدینؑ مستورات کے پاس گئے اور ہر بچہ کا گوشوارہ اور ہر عورت کا زیور اور لباس لے کر اس سوار کے پاس آئے تو اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں تو ایک فرشتہ ہوں آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے شیعوں میں سے جب یہ اہل مدینہ کے لوٹ مار کرنے اور انہیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہوئے تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ وہ مجھے آپ آل محمد علیہم السلام کی مدد و نصرت کی اجازت دے خداوند عالم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے تاکہ میرا یہ عمل خدا و رسول خداؐ و آپ اہل بیت کی بارگاہ میں ذخیرہ رہے یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس نہب و غارت (لوٹ) سے مراد وہ لوٹ مار ہے کہ جو واقعہ حرہ میں ہوئی اور اس کی کیفیت بطور اختصار اس طرح ہے کہ جب یزید اور اس کے گورنروں کی سرکشی و ظلم دنیا نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہو گیا نیز شہادت امام حسینؑ ۶۱ھ کے بعد اہل مدینہ کا ایک گروہ شام گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یزید ہمیشہ شراب خوری، کتا بازی، قمار بازی، طنبوروں اور آلات لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے۔ وہ واپس آئے تو انہوں نے اہل مدینہ کو یزید لعین کے قبیح و برے اعمال کی خبر دی مدینہ کے لوگوں نے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابو سفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ سمیت مدینہ سے نکال دیا اور علی الاعلان یزید پر سب و شتم کیا اور کہنے لگے کہ جو شخص اولاد رسول خداؐ کا قاتل ہو۔ محرمات سے ہمبستری کرتا ہو۔ نماز

نہ پڑھتا ہو اور شراب پیتا ہو وہ خلافت کے لائق نہیں۔ پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کر لی جب یہ خبر یزید کے کانوں میں پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو کہ جسے مجرم و مسرف سے تعبیر کرتے ہیں بہت زیادہ لشکر دے کر شام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کے ساتھ جب مدینہ کے قریب آیا اور سنگستان مدینہ میں جو حرہ واقعہ کے نام سے مشہور ہے اور مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے پہنچا تو اہل مدینہ اس کے دفاع کے لئے باہر نکلے لشکر یزید نے ان کے اوپر تلواریں سونت لیں اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل ہو گئے اور مروان بن حکم مسلسل مسرف کو اہل مدینہ کے قتل پر اکساتا رہا یہاں تک کہ ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً مدینہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور روضہ مقدس رسول خدا کی پناہ لی اور آپ کی قبر مطہر کو پناہ گاہ قرار دیا مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں گھس آیا اور ان بے حیاؤں نے قبر مطہر کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ روضہ مقدسہ میں داخل ہو گئے اور مسجد نبوی میں اپنے گھوڑوں کو جولان دینے لگے اور پے در پے لوگوں کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ روضہ انور اور مسجد کو خون سے پر کر دیا اور قبر اطہر تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں (جو کہ قبر و منبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے) بول و براز کیا اور اہل مدینہ میں سے اتنے آدمی قتل کئے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو آدمی بڑے لوگوں میں سے (جو کہ قریش انصار و مہاجر و موالی تھے) قتل ہو گئے اور غیر معروف لوگوں میں عورتیں مرد آزاد و غلام دس ہزار کی تعداد میں مارے گئے۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے دو افراد واقعہ حرہ میں شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب تھا دوسرا عون اصغر جو کہ عبداللہ بن جعفر کا بیٹا جو عون اکبر کا بھائی تھا جو کربلا میں شہید ہوا جس کی والدہ جمانہ مسیب بن نجبہ کی بیٹی تھی جس نے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں مارا گیا اور مسعودی کہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے اولاد ابوطالبؑ کے علاوہ بھی ایک گروہ مارا گیا۔ مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن نوفل بن حارث اور عباس بن عتبہ بن ابولہب اور ان کے علاوہ باقی قریش و انصار اور دوسرے مشہور لوگوں میں سے کہ جن کی تعداد چار ہزار تھی علاوہ ان لوگوں کے جو مشہور نہیں تھے مارے گئے اس کے بعد مسرف بن عقبہ ستمگر نے بہت تجاوز لوگوں کی عزت و ناموس و اموال پر دراز کیا اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں اپنے لشکر کے لئے تین دن تک مباح کر دیئے ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاسہ میں نقل کیا ہے واقعہ حرہ میں سب سے پہلے بنی عبدالاشہل کے گھر لوٹے گئے اور ان کے گھروں کے اثاث البیت زیورات فرش تک نہ چھوڑے یہاں تک کہ کبوتر اور مرغیاں تک پکڑ کر ذبح کر لیں پھر محمد بن سلمہ کے گھر میں جا گھسے عورتیں چیخیں چلائیں زید بن محمد بن سلمہ نے جب عورتوں کی آواز سنی تو وہ ان آوازوں کی طرف دوڑا اس نے دیکھا کہ اہل شام کے لشکر میں سے دس آدمی لوٹ مار کر رہے ہیں۔ زید نے اپنے رشتہ داروں میں سے دس افراد کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا اور جو کچھ انہوں نے لوٹا تھا

وہ واپس لے لیا اور انہیں ایک کنوئیں میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی پھر اہل شام کا ایک اور گروہ آیا ان سے بھی جنگ کی یہاں تک کہ ان میں سے چودہ ملاعین کو قتل کیا لیکن اس کا چہرہ چار افراد کے تلوار مارنے سے مضروب و مجروح ہو گیا
ابو سعید خدری اس واقعہ میں اپنے گھر میں ہی رہا اہل شام میں سے چند افراد اس کے گھر میں آ گھسے انہوں نے کہا اے شیخ تم کون ہو کہا کہ میں ابو سعید خدری صحابی رسولؐ ہوں۔ وہ کہنے لگے ہم ہمیشہ تمہارا نام سنتے تھے تو نے اچھا کیا ہے اور اپنا حصہ لے لیا ہے ہم سے جنگ نہیں کی اور اپنے گھر میں بیٹھے رہے ہو۔ اب جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں لا کر دے دو۔ کہنے لگا خدا کی قسم میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ شامیوں کو غصہ آ گیا۔ ابو سعید کی داڑھی نوچنے لگے اور اسے بہت مارا پیٹا۔ اور جو کچھ گھر میں تھا وہ لوٹ لیا یہاں تک کہ سیر (چھری) اور کبوتروں کا ایک جوڑا جو گھر میں تھا وہ لے گئے۔ پس ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے کہ اشراف میں سے ایک گروہ کو سختی سے قتل کیا اور کہا ہے کہ واقعہ حرہ میں قریش و انصار و مہاجرین میں سے مشہور لوگ جو قتل ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے اور باقی لوگ دس ہزار تھے علاوہ عورتوں اور بچوں کے۔
ابو معشر کہتا ہے کہ ایک شامی ایک انصاری عورت کے پاس گیا جس نے تازہ بچہ جنا ہوا تھا اور اس نے وہ بچہ اپنے بغل میں لیا ہوا تھا پس وہ ملعون اس عورت سے کہنے لگا جو مال ہے وہ میرے پاس لے آ اس نے کہا خدا کی قسم کوئی چیز میرے لئے باقی نہیں رہی جو تجھے دوں۔ وہ شخص کہنے لگا کوئی نہ کوئی چیز میرے لئے لے آ ورنہ تجھے اور تیرے بچے کو قتل کر دوں گا۔ وہ کہنے لگی وائے ہو تجھ پر یہ بچہ ابن ابی کبشہ انصاری صحابی رسولؐ کا ہے خدا سے ڈر اور ہم سے تعرض نہ کر اور اس عورت نے بچے کی طرف رخ کیا اور کہا اے میرے بچے خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی اور تجھ پر کوئی صدمہ وارد نہ ہونے دیتی پس اس شامی بے رحم نے اس بچہ کو پاؤں سے پکڑا جب کہ ماں کا پستان اس کے منہ میں تھا اور اسے ماں کے پہلو سے کھینچ کر دیوار سے اس طرح مارا کہ اس کے سر کا مغز زمین پر بکھر گیا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ ملعون اس گھر سے نہیں نکلا تھا کہ اس کا آدھا منہ کالا ہو گیا اور وہ ضرب المثل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ جب مسرف لعین قتل و غارت اور اہل مدینہ کی ہتک حرمت سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں کو یزید کی بیعت اور اس کے غلام ہونے کے اقرار کی طرف بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا تمام اہل مدینہ نے سوائے علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے اقرار کیا اور بیعت کر لی باقی رہا مسرف کا سید الساجدینؑ اور علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے جو مسرف کو اس سے متعرض ہونے سے مانع تھے۔ باقی رہے سید سجادؑ تو آپ نے قبر مطہر رسول اکرمؐ میں پناہ لی اور اپنے آپ کو اس سے لپٹائے رکھا اور دعا پڑھتے رہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَاَدْرَءُ بِکَ فِیْ نَحْرِہٖ اَسْئَلُکَ اَنْ تُؤْتِیَنِیْ خَیْرَہٗ وَتَکْفِیَنِیْ شَرَّہٗ پس آپ مسلم بن عقبہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس امام معصومؑ کے اس کے ہاں جانے سے پہلے وہ پلید شوم بہت

غیظ و غضب میں اور آنجناب کو اور آپ کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہہ رہا تھا جب آنجناب وارد ہوئے اور مسرف کی نگاہ حضرت پر پڑی تو انتہائی خوف و رعب حضرت کا اس کے دل پر پڑا کہ وہ لرزنے لگا اور آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ آپ اپنی حاجات بیان کریں جو کچھ آپ خواہش کریں وہ قابل قبول ہے پس جس جس کی آپ نے سفارش کی مسرف نے آپ کی وجہ سے اس سے درگذر کیا اور آپ عزت و تکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے خلاصہ یہ کہ واقعہ حرہ کو شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے یہ واقعہ اٹھائیس ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ یزید کی موت سے اڑھائی مہینہ پہلے کا ہے جب مسرف بن عقبہ مدینہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے نکلا لیکن ابھی مکہ میں نہیں پہنچا تھا کہ راستہ میں ثنیہ مشلل میں جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے کہ جہاں سے قدید میں جا اترتے ہیں درکات جہنم میں جا پہنچا جب اس کا لشکر وہاں سے چلا گیا تو یزید بن عبداللہ بن ربیعہ کی کنیز جو مسرف کی موت کی انتظار میں تھی اور لشکر کے پیچھے پیچھے آرہی تھی وہ مسرف کی قبر پر پہنچی اور اس نے قبر کو کھودا جب لحد کھولی تو دیکھا کہ ایک بہت بڑے سانپ نے منہ کھولا ہوا ہے اور وہ مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے وہ ڈری کہ اس کے پاس جائے اس نے انتظار کیا یہاں تک کہ سانپ اس سے الگ ہوا تو اس کنیز نے مسرف کا مردہ قبر سے باہر نکالا اور ثنیہ پر لٹکا دیا اور ایک قول ہے کہ اسے آگ لگا دی۔ اور اس کا کفن پھاڑ دیا اور وہاں کے ایک درخت سے اسے لٹکا دیا۔ پس جو شخص وہاں سے گذرتا تو اس کو پتھر مارتا اور جو کچھ مسرف بن عقبہ نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا تھا یہی کام بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لئے حجاز و یمن میں کئے کامل ابن اثیر میں ہے کہ یزید نے چاہا عمرو بن سعید کو اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے اس نے قبول نہ کیا پھر چاہا کہ ابن زیاد کو روانہ کرے اس نے اقدام نہ کیا اور کہنے لگا وَاللّٰہِ لَا جَمَعْتُهَا لِلْفَاسِقِ قَتْلَ بْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَغَزْوَ الْکَعْبَۃِ خدا کی قسم اس فاسق کے لئے دو کام جمع نہیں کروں گا فرزند رسولؐ کا قتل اور کعبہ سے جنگ کرنا پھر مسلم بن عقبہ لعنہ اللہ کو اس کام کے لئے انتخاب کیا اور وہ ملعون اگرچہ بوڑھا فرتوت اور بیمار تھا تب بھی اس نے قبول کیا اور اس کام پر اقدام کیا۔

گیارہویں روایت حضرت کی دعا سے بارش کا آنا۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں اور اس کے علاوہ دوسرے علماء نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے کہ ایک سال بصرہ کے عابد و زاہد لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ (مثلاً ایوب سجستانی صالح مری عتبۃ الغلام حبیب فارسی مالک بن دینار) ہم حج کے ارادہ سے نکلے جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو وہاں پانی کمیاب تھا اور بارش کی کمی کی وجہ سے سب کے جگر تشنہ اور جل رہے تھے اور اس حالت سے لوگ گھبرا کے ہماری طرف آئے کہ ہم بارش کی دعا کریں پس ہم کعبہ کے پاس آئے طواف کیا اور مکمل خضوع و خشوع سے نزول رحمت کا درگاہ احدیت سے سوال کیا لیکن اجابت کے آثار نظر نہ آئے ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک جوان ہماری طرف بڑھا اور فرمایا اے مالک

بن دینار اے ثابت البنانی اے ایوب سجستانی اے صالح مری اے عتبۃ الغلام اے حبیب فارسی اے سعد اے عمر والے
صالح اعمیٰ اے رابعہ اے سعدانہ اے جعفر بن سلیمان ہم نے کہا لبیک وسعدیک اے جوان ۔ فرمایا امافیکم احد یحبہ
الرحمٰن تم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جس سے خدا محبت کرے اور اسے دوست رکھے ہم نے عرض کیا اے جوان
ہماری طرف سے ہے دعا کرنا اور اس کی طرف سے ہے قبول کرنا ۔ فرمایا کعبہ سے دور ہو جاؤ اگر تم میں سے ایک شخص بھی
ایسا ہوتا کہ جس کو خدا دوست رکھتا تو اس کی دعا کو قبول فرماتا ۔ اس وقت وہ کعبہ میں گیا اور سجدہ کے لئے زمین پر جھکا
ہم نے سنا کہ وہ سجدہ میں کہہ رہا تھا سَیِّدِیْ بِحُبِّكَ لِیْ سَقَیْتَهُمُ الْغَیْثَ اے میرے آقا و سردار تجھے میں قسم دیتا ہوں
اس دوستی و محبت کی جو تجھے مجھ سے ہے کہ ان لوگوں کو بارش سے سیراب کرے ابھی اس جوان کی دعا کے الفاظ پورے
نہیں ہوئے تھے کہ بادل اٹھا اور اس قسم کی بارش شروع ہوئی کہ مشکوں کے دہانوں سے پانی بہنے لگا پس میں نے
عرض کیا اے جوان تجھے کیسے معلوم ہوا کہ خدا تجھے دوست رکھتا ہے فرمایا اگر وہ مجھے دوست نہ رکھتا تو اپنی زیارت
(خانہ کعبہ کی زیارت) کے لئے مجھے نہ بلاتا جب اس نے مجھے اپنی زیارت کے لئے بلایا ہے تو میں نے سمجھا ہے کہ وہ مجھے
دوست رکھتا ہے پس میں نے اس سے اس محبت کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے جو اسے مجھ سے ہے تو اس نے میری
دعا کو قبول کر لیا ہے شاید اس کلام سے آپ اشارہ کرنا چاہتے ہوں اس طرف کہ جو شخص اس آستان مبارک پر آئے
تو اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ دوستان خدا کے زمرہ میں داخل ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ ان کلمات کے بعد آپ نے ہم سے
منہ پھیرا اور فرمایا مَنْ عَرَفَ الرَّبَّ فَلَمْ تُغْنِهِ مَعْرِفَةُ الرَّبِّ فَذَاكَ الشَّقِيُّ ۔ مَا ضَرَّ فِي الطَّاعَةِ مَا نَالَهُ
فِي طَاعَةِ اللّٰهِ مَاذَا لَقِيَ ۔ مَا يَصْنَعُ الْعَبْدُ بِغَيْرِ التُّقَى ۔ وَالْعِزُّ كُلُّ الْعِزِّ لِلْمُتَّقِي ۔ جو رب کو پہچان لے پس
معرفت رب اسے بے پرواہ نہ کرے تو وہ شقی ہے اس نے اطاعت کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا جو کچھ کہ اس نے اطاعت
خدا میں حاصل کیا ہے اور جو تکلیف بھی اٹھائی ہے بندہ تقویٰ کے بغیر اطاعت کو کیا کرے گا پوری عزت تو صرف
متقی کے لئے ہے ثابت بنانی کہتا ہے میں نے اہل مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے انہوں نے بتایا کہ یہ علی بن
الحسین بن علی بن ابی طالب ہے ۔ مؤلف کہتا ہے کہ امام زین العابدین کی دعا سے بارش کا آنا کوئی تعجب کا باعث
نہیں بلکہ آپ کے پست ترین غلام بھی جب بارش کی خواہش کرتے تھے تو خداوند عالم ان کی دعا سے رحمت فرما دیتا ہے
کیا تو نے نہیں سنا کہ مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ ایک سال قحط پڑا تو لوگ
بارش کی خواہش میں دائیں بائیں دوڑے میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ غلام ایک ٹیلہ پر چڑھا اور لوگوں سے الگ ہوا
پس میں اس کے ارادہ سے اس کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے رہا ہے ابھی اس کی دعا ختم نہیں
ہوئی تھی کہ ایک بادل آسمان سے نمودار ہوا جب اس غلام کی نگاہ بادل پر پڑی تو وہ حمد خدا بجا لایا اور اس جگہ سے چل
پڑا اور بارش نے ہمیں آگھیرا اس حد تک کہ ہمیں غرق ہونے کا گمان ہوا پس میں اس شخص کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ

وہ علی بن الحسینؑ کے گھر میں داخل ہوا میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کے گھر میں ایک غلام ہے مجھ پر احسان کرتے ہوئے وہ میرے پاس بھیج دیں آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ وہ تجھے بخش دوں پس آپ نے آپ کے غلاموں میں سے جو بزرگ تھا اسے حکم دیا کہ جتنے غلام گھر میں ہیں وہ سب میرے سامنے پیش کئے جائیں پس اس نے ان سب کو اکٹھا کیا میں نے ان میں اس غلام کو نہ پایا تو عرض کیا جس کو میں چاہتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے فرمایا اور کوئی باقی نہیں مگر فلاں اصطبل کا داروغہ پس آپ نے حکم دیا تو اسے حاضر کیا گیا جب وہ آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرا مقصود ہے میں نے عرض کیا یہی میرا مطلوب ہے حضرت نے اس سے فرمایا اے غلام سعید تیرا مالک ہو گیا ہے اب تم اس کے ساتھ جاؤ۔ اس سیاہ غلام نے میری طرف رخ کیا اور کہنے لگا مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ فَرَّقْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَوْلَايَ کس چیز نے تجھے آمادہ کیا ہے کہ تو نے مجھے میرے مولا سے جدا کر دیا ہے۔ میں نے کہا یہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو میں نے تجھ سے ٹیلہ پر دیکھی ہے غلام نے جب یہ سنا تو دست ابتہال و تضرع و زاری بارگاہ ذوالجلال میں بلند کئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے اور میرے درمیان ایک راز تھا اب تو نے اسے فاش کر دیا ہے لہذا مجھے موت دے کر اپنے پاس لے جا۔ پس حضرت علی بن الحسین علیہ السلام اور جو حاضرین وہاں آپ کے پاس تھے اس غلام کی حالت پر رونے لگے اور میں روتے ہوئے وہاں سے چل پڑا جب میں اپنے گھر میں پہنچا تو حضرت کا قاصد آیا کہ اگر اپنے ساتھی کے جنازہ میں شریک ہونا چاہتے ہو تو آجاؤ پس میں اس قاصد کے ساتھ واپس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے سامنے وہ غلام وفات پا چکا تھا۔

چھٹی فصل حضرت امام زین العابدینؑ کا اس دار فانی سے فردوس جنان اور سرائے جاودانی کی طرف انتقال کرنا

معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت کی شہادت کے سلسلہ میں علماء نے بہت اختلاف کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ تین دنوں میں سے کسی ایک دن آپ کی وفات ہوئی بارہ محرم اٹھارہ محرم یا پچیس محرم ۹۵ھ پچانوے یا ۹۴ھ چورانوے ہجری اور آپ کی وفات والے سال کو سنۃ الفقہاء کہتے تھے کیونکہ اس سال بہت سے فقہا اور علماء نے وفات پائی تھی آپ کی مدت عمر میں بھی اختلاف ہے اکثر ۵۷ ستاون سال کہتے ہیں؛ شیخ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ کی عمر وفات کے وقت ستاون سال تھی اور آپ کی وفات پچانوے ۹۵ھ ہجری میں ہوئی ہے اور امام حسینؑ کے بعد پینتیس سال زندہ رہے ہیں اور اخبار معتبرہ سے جو کہ بروجہ عموم وارد ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو زہر سے شہید کیا گیا۔ ابن بابویہ اور کچھ دوسرے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک نے حضرت کو زہر دیا تھا اور بعض نے ہشام بن عبدالملک کہا ہے اور ممکن ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اس عداوت و بغض کی وجہ سے جو اس کے دل میں حضرت کے متعلق اس دن سے پیدا ہوا تھا کہ جس دن حضرت نے طواف خانہ کعبہ میں حجر الاسود کو مس کیا اور چوما تھا اور ہشام ایسا نہ کر سکا اور فرزدق نے آنجناب کی مدح میں وہ مشہور اشعار کہے جن کی طرف حضرت کے معجزات کی فصل میں اشارہ ہو چکا ہے اور دیگر اسباب کی بناء پر اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کو جو اس وقت خلیفہ تھا آمادہ کیا تھا کہ وہ حضرت کو زہر دے لہذا دونوں نے حضرت کو زہر دیا ہے اور دونوں کی طرف آپ کے شہید کرنے کی نسبت صحیح ہے شیخ ثقہ جلیل علی بن محمد خزاز قمی نے کتاب کفایۃ الاثر میں عثمان بن خالد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ بیمار ہوئے اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے اپنی اولاد محمد۔ حسن۔ عمر۔ زید اور حسین کو جمع کیا اور تمام بیٹوں میں محمد بن علی کو اپنا وصی قرار دیا اور ان کا نام باقرؑ قرار اور تمام بیٹوں کے معاملات آنجناب کے سپرد کئے اور جو مواعظ آپ نے حضرت سے فرمائے ان میں سے یہ بھی تھا یَا بُنَیَّ اِنَّ الْعَقْلَ رَائِدُ الرُّوْحِ وَالْعِلْمُ رَائِدُ الْعَقْلِ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَاعْلَمْ اَنَّ السَّاعَاتِ تُذْهِبُ عُمْرَكَ وَاِنَّكَ لَا تَنَالُ نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰی فَاِیَّاكَ وَالْاَمَلَ الطَّوِیْلَ فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ اَمَلًا لَا یَبْلُغُهُ وَجَامِعِ مَالٍ لَا یَاْكُلُهُ الخ اے بیٹا عقل روح کی بھیجی ہوئی ہے اور علم عقل کی بھیجی ہوئی چیز ہے (یہاں تک کہ فرمایا) جان لے کہ گھڑیاں تیری عمر کو لئے جا رہی ہیں اور تو کسی نعمت تک دوسری کے جدا ہونے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا پس طویل امید سے پرہیز کرو کیونکہ کتنے آرزوئیں اور امیدیں رکھنے والے تھے جو اپنی امید و آرزو کو نہیں پہنچے اور کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے ایسا مال جمع کیا جسے کھا نہیں سکے اور کتنی چیزوں کو لوگوں سے روک رکھا ہے

اور انہیں خود بھی چھوڑ کر چل دیئے ہیں اور شاید وہ مال باطل سے فراہم کیا ہے اور کسی حق سے منع کر کے اسے حرام طریقہ سے حاصل کیا ہے اور اسے ورثہ کے طور پر چھوڑ گیا ہے اور اس کا وزر و بال اور بوجھ اپنے دوش پر اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ زیاں روشن اور خسارہ واضح ہے۔

نیز زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جس بیماری میں علی بن الحسینؑ نے وفات پائی ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک طبق آپ کی خدمت میں لے آئے جس میں روٹی اور کاسنی تھی مجھ سے فرمایا اس سے کھاؤ۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے کھا لیا ہے فرمایا یہ کاسنی ہے میں نے عرض کیا کاسنی میں کیا فضیلت ہے فرمایا اس کے ہر پتے پر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور وہ ہر درد کی دوا ہے۔ زہری کہتا ہے پس وہ کھانا اٹھا کر لے گئے اور روغن لے آئے آپ نے فرمایا اس کو بدن پر ملو۔ میں نے عرض کیا میں نے روغن ملا ہے فرمایا یہ روغن بنفشہ ہے میں نے عرض کیا بنفشہ کو دوسرے تیلوں پر کیا فضیلت ہے فرمایا کفضل الاسلام علی سائر الادیان جس طرح اسلام کو باقی ادیان پر فضیلت ہے اس کے بعد آپ کے فرزند محمد باقر علیہ السلام حضرت کے ہاں تشریف لائے آپ کافی دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے میں نے سنا کہ آپ نے دوران گفتگو ان سے فرمایا علیک بحسن الخلق تجھ پر حسن خلق لازم ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امر قضا خدا جو ہم سب پر آنے والی ہے اگر آ جائے تو آپ کے بعد کس شخص کے پاس جائیں اور میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ حضرت اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں۔ فرمایا ابو عبداللہ میرے اس بیٹے کے پاس جاؤ اور آپ نے اپنے فرزند محمد علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا فرمایا یہی ہے میرا وصی میرا وارث میرے علم کا ظرف معدن علم (حلم) اور باقر علم میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ باقر العلم کا کیا معنی ہے۔ فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ میرے خالص شیعہ اس کے پاس آئیں جائیں اور یہ ان کے سامنے علم کو واضح کرے اور کھول کھول کر بیان کرے جو اس کے واضح کرنے کا حق ہے زہری کہتا ہے کہ پھر آپ نے جناب محمد باقرؑ کو کسی ضرورت کے لئے بازار بھیجا جب واپس آئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ نے اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو کیوں اپنا وصی نہیں بنایا فرمایا امامت کا معیار چھوٹا بڑا ہونا نہیں رسولؐ خدا نے ہم سے اسی طرح عہد کیا ہے لوح اور صحیفہ میں ہم نے اسی طرح لکھا ہوا دیکھا ہے کہ وہ بارہ افراد ہوں گے کہ جن کی امامت تحریر ہے اور ان کے باپ اور ماؤں کے نام لکھے ہیں اس وقت فرمایا کہ میرے بیٹے محمد کے صلب میں سے سات افراد اوصیاء ہوں گے کہ جن سے مہدی علیہ السلام بھی ہیں۔

شیخ کلینی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے مجھے اپنے سینہ سے لپٹا لیا اور فرمایا اے بیٹا میں تمہیں وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے والد گرامی نے وقت شہادت مجھے کی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ دیکھنا کسی ایسے شخص پر ہرگز ستم و زیادتی نہ کرنا کہ جس کا خدا کے علاوہ تمہارے مقابلہ میں کوئی مددگار و یاور نہ ہو اور بحار میں بصائر الدرجات سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت کا وقت احتضار آیا تو آپ نے اپنی اولاد کی طرف رخ کیا جو آپ کے گرد جمع تھی اور ان میں

سے اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کی طرف توجہ کی اور فرمایا اے محمدؑ یہ صندوق و بکس اپنے گھر لے جاؤ۔ پھر فرمایا یہ معلوم رہے کہ اس صندوق میں دینار و درہم نہیں ہیں بلکہ یہ تو علم سے بھرا ہوا ہے اور ایک دوسری روایت ہے کہ اس صندوق کو چار افراد اٹھا کر لے گئے جو کتب اور اسلحہ رسول اللہؐ سے پر تھا اور جلاء العیون اور بصائر الدرجات میں سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقرؑ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرے والد امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب میں لے آیا تو فرمایا پانی میں تو مردار پڑا ہے۔ میں اسے باہر لے گیا اور چراغ کے پاس اسے لے جا کر دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا اس کو انڈیل کر دوسرا پانی لے آیا کہ جس سے آپ نے وضو کیا اور فرمایا یہ وہ رات ہے کہ جس میں میری وفات کا مجھ سے وعدہ ہوا ہے میرے ناقہ کو چھپر کے نیچے باندھ دو اور اس کے لئے گھاس مہیا کرو۔ پس حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت کو دفن کیا تو وہ ناقہ اپنے آپ کو چھڑا کر چھپر سے باہر نکلا اور آپ کی قبر کے پاس گیا بغیر اس کے کہ قبر کو دیکھا ہو اور اپنا سینہ قبر کے اوپر رکھ دیا اور نالہ و فریاد کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب یہ اطلاع امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ اس ناقہ کے قریب گئے اور فرمایا اب چپ ہو جاؤ۔ اور واپس چلو خدا تمہیں برکت دے۔ پس ناقہ اٹھا اور اپنی جگہ پر واپس آگیا اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ قبر کے پاس چلا گیا اور نالہ و اضطراب کرنے اور رونے لگا اس وقت جب آپ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا رہنے دو وہ بیتاب ہے اور وہ اسی طرح نالہ و اضطراب کرتا رہا اور تین دن کے بعد فوت ہو گیا اور حضرت نے اس ناقہ پر بائیس حج کئے تھے۔ لیکن ایک تازیانہ بھی اسے نہیں لگایا اور علی بن ابراہیم نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ اپنی وفات و شہادت کی رات بے ہوش ہو گئے اور جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ یعنی حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہم سے ایسا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث قرار دیا۔ جنت میں جہاں چاہیں گے ہم رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے بہترین اجر ہے یہ کہہ کر ریاض جنت کی طرف کوچ کر گئے۔

کلینی نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے یہی روایت اس اضافہ کے ساتھ کی ہے کہ آپ نے سورہ اذا وقعت اور سورہ انا فتحنا کی تلاوت فرمائی اور اس کے اس آیت کی تلاوت کرکے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اور مدینۃ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو امام محمد باقرؑ سے فرمایا آج کون سی رات ہے عرض کیا کہ فلاں فلاں فرمایا مہینہ کی کتنی تاریخیں گذر گئی ہیں عرض کیا اتنی فرمایا اس مہینہ کے کتنے دن رہ گئے ہیں عرض کیا اتنے تو فرمایا یہ وہی رات ہے کہ جس میں مجھے وعدہ وفات دیا گیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب پانی حاضر کیا گیا تو فرمایا اس پانی میں چوہا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ نے بیماری کے بوجھ سے کہی ہے۔ جب چراغ لایا گیا اور اس پانی میں دیکھا گیا تو اس میں چوہا تھا پس وہ پانی بہا دیا۔ اور

دوسرا پانی لے آئے کہ جس سے حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جب رات ختم ہونے کے قریب پہنچی تو حضرت اس سرائے پر ملال سے دوسرے جہاں کی طرف ارتحال فرما گئے۔ صلوات اللہ وسلام علیہ۔ دعوات راوندی سے نقل ہوا ہے کہ حضرت یہ کلمات اپنی وفات کے وقت بار بار کہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ فَاِنَّکَ کَرِیْمٌ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ فَاِنَّکَ رَحِیْمٌ۔ خدایا مجھ پر رحم فرما تو کریم ہے خدایا مجھ پر رحم کر تو رحیم ہے اور جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہو گئی تو پورا مدینہ آپ کے ماتم میں یک آواز تھا۔ مرد وعورت سیاہ و سفید چھوٹے اور بڑے آپ کی مصیبت پر نالاں اور زمین و آسمان سے آثار حزن و ملال نمایاں تھے اور علی بن زید سے روایت ہوئی ہے اور اسی طرح زہری سے وہ کہتا ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ بن الحسینؑ نفس زکیہ تھے اور ان کی کوئی نظیر نہیں۔ سعید کہنے لگا آپ ایسے ہی تھے اور کسی نے آپ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا۔ علی بن زید نے کہا خدا کی قسم کہ یہ تمہارے خلاف حجت محکم وارد ہے کہ تم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ سعید کہتا ہے کہ اس طرح ہوتا تھا کہ قاری حضرات سفر مکہ کے لیے اس وقت تک نہ جاتے جب تک علی بن الحسینؑ تشریف نہ لے جاتے ایک سال حضرت تشریف لے چلے اور ہم بھی حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے جب کہ ایک ہزار افراد تھے اور مقام سُقیا پر ہم نے قیام کیا حضرت اترے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد سجدہ میں گئے۔ آپ نے سجدہ میں تسبیح پڑھی پس کوئی درخت اور ڈھیلا آپ کے گرد نہیں تھا مگر یہ کہ وہ بھی حضرت کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور ہم اس حالت سے گھبرا گئے آپ نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا اے سعید تم گھبرا گئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ آپ نے فرمایا جب خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو پیدا کیا تو اسے یہ تسبیح الہام فرمائی اور جب جبرئیلؑ نے یہ تسبیح پڑھی تو تمام آسمانوں نے اور جو کچھ ان میں تھا سب نے اس تسبیح میں اس کی موافقت کی اور یہ خدائے بزرگ کا اسم اعظم ہے اے سعید مجھے میرے والد نے اپنے والد سے رسولِ خداؐ سے جبرئیلؑ سے اور اس نے خداوند عالم سے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بندہ میرے بندوں میں سے مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور تیری (رسولؐ خدا کی) تصدیق کرتا ہو اور تیری مسجد میں دو رکعت نماز لوگوں سے تنہائی میں پڑھے تو میں اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ معاف کردوں گا۔ سعید کہتا ہے کہ میں نے کوئی گواہ علیؑ بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا جب کہ آپ یہ حدیث بیان کر رہے تھے پس جب آپ کی وفات ہوئی تو تمام نیک و بد آپ کے جنازہ کے لئے حاضر ہوئے اور تمام حضرت کو خیر و خوبی سے یاد کرتے تھے اور تمام لوگ آپ کے جنازہ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اسے اس کی جگہ پر اتارا میں نے دل میں کہا کہ اگر مجھے ساری زندگی میں کوئی ایسا دن مل سکتا ہے کہ جس میں میں تنہائی میں دو رکعت نماز مسجد نبویؐ میں پڑھ سکوں تو وہ یہی دن ہے۔ اور ایک مرد و عورت کے علاوہ کوئی اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا اور وہ بھی آپ کی تشیع جنازہ کے لئے چلے گئے۔ اور میں اپنی جگہ پر رکا رہا تا کہ میں وہ نماز ادا کروں اس وقت تکبیر کی آواز آسمان سے بلند ہوئی اور زمین سے اس کے

جواب میں صدائے تکبیر بلند ہوئی پھر آسمان سے تکبیر کی آواز آئی اور زمین سے بھی اس کے جواب میں تکبیر بلند ہوئی میں ڈر کے مارے منہ کے بل گر پڑا پس جو آسمان میں تھے انہوں نے سات تکبیریں کہیں اور جو زمین پر تھے، انہوں نے بھی سات تکبیریں کہیں اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی اور لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور میں نہ وہ دو رکعت نماز پڑھ سکا اور نہ آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا اے سعید اگر تیری جگہ پر میں ہوتا تو میں سوائے علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے کسی چیز کو اختیار نہ کرتا لہذا تمہارا یہ کردار واضح خسارہ تھا۔ پس سعید رونے لگا اور کہنے لگا میں اس کام میں اپنی بھلائی چاہتا تھا۔ کاش میں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہوتی کیونکہ میں نے ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور کتاب جنات الخلود میں امام زین العابدینؑ کے مدفن کے متعلق فرمایا ہے کہ حضرت نے مدینہ طیبہ میں اپنے ہی گھر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے چچا بزرگوار کے پاس دفن ہوئے اور اس جگہ کی شرافت و عظمت بہت زیادہ ہے اور ان محترم جگہوں میں سے ہے کہ جو شخص وہاں دفن ہو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا۔ باشرائط ایمان صحیح جیسا کہ حدیث معتبرہ میں وارد ہے کہ اَلْحَجُوْنَ وَالْبَقِیْعُ یُؤْخَذَانِ بِاَطْرَافِهِمَا وَیُنْشَرَانِ فِی الْجَنَّةِ (حجون مکہ میں ایک قبرستان ہے) یعنی حجون و بقیع کو ان کے کناروں سے اٹھا کر جنبش دے کر جنت میں پھینک دیا جائے گا۔ اور آنجناب کے خصائص میں کہا گیا ہے آپ کے خصائص میں نمبر ۱ تالیف صحیفہ کاملہ ہے جو کہ مصحف اہل بیتؑ اور شیعوں کا عروۃ الوثقیٰ ہے ۲ نجابت عرب و عجم کا آپ میں جمع ہونا۔ ماں باپ کے اعتبار سے بقول رسول اکرمؐ کے اِنَّ اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهٖ خِیَرَتَیْنِ فَخِیَرَتُهٗ مِنَ الْعَرَبِ قُرَیْشٌ وَّ الْعَجَمِ فَارِسٌ خداوند عالم کے اپنے بندوں میں سے دو قبیلے پسندیدہ ہیں عرب میں سے قریش اور عجم میں فارس لہذا آپ کا لقب ابن الخیرتین (دو پسندیدہ افراد کا بیٹا) ۳ حضرت سے اولاد رسولؐ کا منتشر ہونا اور پھیلنا اسی لئے آپ کو آدم بنی الحسین کہتے ہیں اور آپ پہلے بزرگوار ہیں جنہوں نے عزلت و گوشہ نشینی کو اختیار کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سجدہ گاہ اور تسبیح خاک امام حسینؑ پر سجدہ و عبادت کی ہے اور تمام مخلوق سے زیادہ گریہ کیا اور روئے ہیں وارد ہوا ہے کہ رئیس البکائین (رونے والوں کے سردار) چار ہیں۔ آدمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ اور امام زین العابدینؑ مؤلف کہتا ہے کہ صحیفہ کاملہ وہی ادعیہ مبارکہ سجادیہ ہیں کہ جو اخت القرآن انجیل اہل بیتؑ اور زبور آل محمدؐ سے ملقب ہیں۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک فصیح و بلیغ شخص کے پاس صحیفہ کاملہ کی بات چھڑی تو وہ کہنے لگا خُذُوْا عَنِّیْ حَتّٰی اُمْلِیَ عَلَیْکُمْ مجھ سے لو میں تمہیں لکھواتا ہوں یہ کنایہ تھا اس سے کہ اپنی فصاحت کی وجہ سے میں تمہارے لئے اپنی طرف سے اس کا آغاز کرتا ہوں اور قلم ہاتھ میں لے کر سر نیچے کیا تاکہ لکھوائے اس کا سر نہ اٹھ سکا اور اس حالت میں جان دے دی۔

ساتویں فصل سید الساجدین امام زین العابدینؑ کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید اور صاحب فصول المہمہ فرماتے ہیں کہ آپ کی اولاد ذکور و اناث پندرہ افراد ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام جن کی کنیت ابوجعفر ہے آپ کی والدہ ام عبداللہ امام حسنؑ کی صاحبزادی ہیں اور عبداللہ، حسن، حسین ان کی ماں کنیز تھی زید و عمر ایک دوسری کنیز سے تھے حسین اصغر عبدالرحمٰن سلیمان ایک اور کنیز سے اور علی یہ علی بن الحسین کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور خدیجہ ان دونوں کی ماں بھی کنیز تھی محمد اصغر اس کی ماں کنیز تھی فاطمہ علیہ ام کلثوم ان کی والدہ کنیز تھی۔ مؤلف کہتا ہے کہ علیہ وہی خاتون ہیں کہ جنہیں علماء رجال نے کتب رجال میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس مخدرہ نے ایک کتاب جمع کی تھی کہ جس سے زرارہ نقل کرتے ہیں اور خدیجہ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھی اب ہم تفصیل سے امام زین العابدینؑ کی اولاد کے حالات شروع کرتے ہیں۔

شیخ مفید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی رسولؐ خدا اور امیر المؤمنینؑ کے صدقات کا متولی اور شخص فاضل و فقیہ تھا اس نے اپنے پدر بزرگوار کے واسطہ سے رسولِ خدا سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے۔ اور لوگوں نے ان سے بہت سے آثار نقل کئے ہیں۔ اس نقل شدہ روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا بہت زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور مجھ پر صلوات نہ پڑھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ بھی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے جد بزرگوار امیر المؤمنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت چور کا دایاں ہاتھ اس کی پہلی چوری میں کاٹتے تھے اور اگر وہ دوبارہ چوری کرتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹتے اور اگر تیسری دفعہ وہ چوری کرتا تو اس کو دائمی قید میں رکھتے۔

مؤلف کہتا ہے کہ عبداللہ کو عبداللہ الباہر اس کے حسن و جمال و درخشندگی رخسار کی وجہ سے کہتے تھے نقل ہے کہ جس محفل و مجلس میں بیٹھتے تو حاضرین کو اپنے فروغ حسن اور روشنی جمال سے نور عطا کرتے اور کچھ علماء کے نزدیک اس کی والدہ ام عبداللہ امام محمد باقرؑ کی والدہ ہے اور اس کی اولاد اس کے بیٹے محمد ارقط سے سمجھتے ہیں اور اس کی نسل میں سے عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہم السلام ہیں کہ جسے ہارون الرشید نے قتل کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک دفعہ ہارون کے پاس گیا اس کے اور ہارون کے درمیان چند باتوں کا رد و بدل ہوا اور آخر میں ہارون الرشید نے عباس سے کہا یَا ابْنَ الْفَاعِلَة عباس نے کہا زنا کار تو تیری ماں تھی جو کہ اصل میں کنیز تھی اور غلام بیچنے والے اس کے بستر پر آمد و رفت رکھتے تھے۔ ہارون کو اس بات سے بہت زیادہ غصہ آیا عباس کو اپنے پاس بلایا اور آہنی گرز اس پر مارا اور اسے قتل کر دیا۔ نیز اس کی نسل میں سے عبداللہ بن احمد الدخ بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر ہے صاحب عمدۃ المطالب کہتا ہے کہ اس نے مستعین کے زمانہ میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا اور سر من رای

(سامرہ) میں لے گئے۔ اس کے اہل وعیال میں اس کی بیٹی زینب بھی تھی ایک مدت تک سامرہ میں رہے اور اس کے اہل وعیال امام حسن عسکری کے ساتھ ملحق ہوئے حضرت نے انہیں جناح رحمت و سایہ عاطفت میں جگہ دی اور اپنا دست مبارک زینب کے سر پر رکھا اور اپنی انگوٹھی اسے عنائت فرمائی اور وہ انگوٹھی چاندی کی تھی زینب نے اس کا حلقہ بنا کر اپنے کان میں ڈالا جب زینب کی وفات ہوئی تو وہ حلقہ اس کے کان میں تھا اور وہ سو سال زندہ رہی لیکن اس کے بال سیاہ تھے اور اس کا بھائی حمزہ بن احمد الرخ جو قمی کے لقب سے مشہور تھا کیونکہ وہ طبرستان سے قم میں آیا۔ جب کہ حسن بن زید کے بھائی محسین بن احمد کو کسی نے قتل کر دیا اور حمزہ کے ساتھ اس کے دو بیٹے ابوجعفر محمد اور ابوالحسن علی جو طبری زبان میں گفتگو کرتے تھے بھی تھے جب حمزہ نے قم میں سکونت اختیار کی۔ اور اس کو اپنا وطن بنا لیا اور وجہ معاش کا اکتساب کیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی۔ اور مقبرہ بابلان میں کہ جس میں معصومہ قم مدفون ہیں دفن ہوا پس اس کا بیٹا ابوجعفر باپ کی وفات کے بعد رئیس و پیشوا ہوا اور چند صنعتیں قم میں ایجاد کیں اور وادی داشجان کا پل بنوایا۔ اور وہاں چونے اور مٹی کی ایک سرائے بنوائی اور وہ بھی مقبرہ بابلان میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم علی جوان کامل و فاضل تھا اور قوت و شجاعت سے موصوف تھا۔ اور کئی جاگیریں علاوہ ان کے جو باپ سے اسے ترکہ میں ملی تھی اس نے حاصل کیں۔ اور پیشواء و مقدم سادات ہوا علویہ قم کی نقابت اس کے چچا علی بن حمزہ نقیب کے بعد اس کے سپرد ہوئی اور ۳۴۳ھ میں ایک ترکیہ کنیز سے ابوالفضل محمد اس کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ماہ شوال ۳۴۵ھ میں حج پر گیا اور معز الدولہ اور سادات عراق و حجاز نے اس کی عزت و توقیر کی اور ۳۴۶ھ میں قم واپس آیا اور ہمیشہ مقدم و پیشوا رہا۔ یہاں تک کہ وفات پائی اور اس کی وفات آخر شعبان ۳۴۷ھ میں ہوئی اور اسے اس کے باپ کے مشہد کے قریب والے قبر میں دفن کیا گیا اور اس کا جد امجد محمد بن اسماعیل وہ شخص ہے کہ جسے رجاء بن ابی ضحاک ۲۰۲ھ میں امام علی بن موسیٰ رضا کے ساتھ مامون کے پاس لے گیا۔ خلاصہ یہ کہ معلوم ہوا کہ حمزہ قمی کی اولاد و اعقاب نقباء اشراف تھے نیز ان میں سے ابوالحسن علی الزکی نقیب رہے ہے اور وہ ابوالفضل محمد شریف کا بیٹا ہے کہ عنقریب اس کی طرف اشارہ ہوگا۔ **ذکر امام زادہ جلیل سلطان محمد شریف** کا کہ جس کی قبر قم میں ہے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بزرگوار سید جلیل القدر رفیع المنزلۃ اور فاضل تھے۔ کنی بابوالفضل بن سید جلیل ابوالقاسم علی نقیب قم بن ابوجعفر محمد بن حمزہ القمی بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدینؑ اور اس سید شریف کا قم میں بقعہ و مزار مشہور ہے محلہ سلطان محمد شریف میں جو کہ اس کے نام سے مشہور ہے کہ اس کا باپ اور دو جد امجد اس کے علی و محمد اور حمزہ بھی قبرستان بابلان میں کہ جہاں معصومہ علیہا السلام مدفون ہیں دفن ہوئے ہیں۔ اور اس سید جلیل کے اعقاب میں سے کچھ حضرات نقباء اور ملوک رہی ہیں ان میں سے سید اجل عزالدین ابوالقاسم یحییٰ بن شرف الدین ابوالفضل محمد بن ابوالقاسم علی بن عزالاسلام والمسلمین محمد بن السید الاجل نقیب النقباء اعلم ازھد ابوالحسن المطہر بن ذی الحسبین علی الزکی ابن السلطان محمد شریف مذکور ہے جو کہ ری، قم اور دوسرے مقامات کا نقیب تھا اور اسے خوارزمشاہ نے قتل

کیا تھا اور اس کی اولاد بغداد کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ سید شریف بہت جلیل الشان اور بزرگ مرتبہ تھا اور اس سلسلہ میں کافی ہے کہ عالم جلیل محدث نبیل فقیہ نبیہ ثقہ ثبت معتمد حافظ صدوق شیخ منتجب الدین (جو کہ شیخ و استاد اصحاب اور یگانہ عصر تھا، جس کی وفات ۵۸۵ھ میں واقع ہوئی) نے اپنی کتاب فہرست مع کتاب الاربعین عن الاربعین من الاربعین فی فضائل امیرالمومنینؑ اس جناب کے لئے تصنیف فرائی اور فہرست کے باب یا میں فرمایا ہے کہ سید اجل مرتضیٰ عزالدین یحییٰ بن محمد بن علی بن المطہر ابوالقاسم طالبین کا نقیب تھا اور عراق میں عالم و فاضل کبیر ہے تشیع کی چکی اس کے گرد چکر لگاتی ہے متع اللہ الثقلین والاسلام بطول بقائہ اپنے والد سید شرف الدین محمد اور اپنے رسائذہ قدس اللہ ارواحہم سے روایت احادیث کرتا ہے اور فہرست کی ابتداء میں اس کی بہت مدح و ثنا کی ہے۔ منجملہ اس کے حق میں فرمایا ہے۔ سلطان عترت طاہرہ رئیس رؤسا شیعہ صدر علماء عراق قدوۃ الاکابر حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ ذِي الشَّرَفَيْنِ كَرِيمُ الطَّرَفَيْنِ سَيِّدُ أُمَرَاءِ السَّادَاتِ شَرْقاً وَغَرْباً مَلِكُ السَّادَةِ مَنْبَعُ السَّعَادَةِ كَهْفُ الْأُمَّةِ سِرَاجُ الْمِلَّةِ عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَجُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ الْوَصِيِّ وَالْبَتُولِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ اور احمد الزج کے فرزندوں میں سے ابوجعفر محمد بن احمد معروف بہ کیبی ہے اور اس کی نسل چلی ہے اور ان میں سے ابوالحسن احمد بن علی بن محمد کوکبی ہے اور وہ معزالدولہ بویہی کے زمانہ میں بغداد میں نقیب الفقہاء تھا اور ان میں سے ابو عبداللہ جعفر بن احمد الزج تھا اور اس کی نسل چلی کہ جن میں سے الشریف النسابہ ابوالقاسم حسین بن جعفر الاحول بن حسین بن جعفر مذکور ہے جو ابن خداع کے نام سے مشہور تھا اور خداع ایک عورت تھی کہ جس نے اس کے دادا حسین کی تربیت کی تھی اور یہ سید مصر میں رہتا تھا اور کتاب المعقبین اس کی تصنیف ہے اور اس کی بھی نسل چلی۔

عمر الاشرف بن علی بن الحسینؑ اور اس کے بعض احفاد و اولاد کا ذکر شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام فاضل و جلیل اور رسولؐ خدا و امیرالمومنینؑ کے صدقات کا متولی تھا اور صاحب ورع و سخاوت تھا داؤد بن القاسم نے حسین بن زید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے چچا عمر بن علی بن الحسینؑ کو دیکھا کہ جو اس سے صدقات امیرالمومنینؑ کے باغات خریدا کرتا اس سے شرط کرتے تھے (یعنی جو لوگ میوہ جات بساتین و باغات و زراعات صدقات کو خریدتے) کہ وہ ان کی دیواروں میں شگاف رکھیں کہ اگر کوئی شخص ان میں داخل ہونا چاہے تو وہ اندر جا سکے اور کسی کو منع نہ کریں جو کہ اس میں جا کر کچھ کھانا چاہے مؤلف کہتا ہے کہ عمر بن علی مذکور اشرف کے لقب سے ملقب تھا اور اسے عمر اطرف کے مقابلہ میں اشرف کہتے تھے جو کہ امیرالمومنینؑ کا بیٹا تھا۔ کیونکہ یہ عمر اس لحاظ سے کہ وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے اور اس شرف و شرافت کا مالک ہے اس سے اشرف ہے اور اس کو عمر اطرف کہتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت و جلالت ایک طرف سے ہے کہ وہ پدری نسبت امیرالمومنینؑ سے رکھتا ہے اور ماں کی طرف سے شرافت نہیں رکھتا اور عمر اشرف ماں باپ دونوں کی طرف سے شرافت رکھتا ہے اور رجال کبیر میں ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام مدنی اور تابعین میں سے ہے اور ابوامامہ سہل بن حنیف سے روایت کرتا ہے اور اس کی وفات

پینسٹھ یا ستر کی عمر میں ہوئی۔ انتہی۔ واضح ہو کہ عمر اشرف نے ام سلمہ دختر امام حسن علیہ السلام سے شادی کی۔ اور کتب انساب میں ہے کہ عمر اشرف کی ایک بیٹے سے اولاد چلی ہے اور وہ علی اصغر محدث ہے اور وہ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے اور اس کی اولاد تین بیٹوں سے چلی ہے ابو علی قاسم الشجری اور ابو محمد حسن اور معلوم رہے کہ عمر اشرف جد مادری ہے علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اور اس کے بھائی سید رضی کا اور سید مرتضیٰ نے کتاب رسائل ناصریات کی ابتدا میں اپنا نسب شریف بیان کیا ہے اور اپنے مادری اجداد کے فضائل ذکر کئے ہیں یہاں تک کہ فرمایا ہے۔ باقی رہے عمر بن علی ملقب باشرف تو وہ عظیم السادۃ جلیل القدر والمنزلت تھے۔ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں کی سلطنت کے زمانہ میں اور صاحب علم تھے اور ان سے روایت حدیث ہوئی ہے ابوالجارود بن المنذر نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بھائیوں میں سے کون سا شخص افضل و محبوب تر ہے آپ کے نزدیک تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ تو میرا دست و بازو ہے کہ جس کے ساتھ میں حملہ کرتا ہوں اور یہ عبداللہ آپ کے پدری و مادری بھائی تھے اور عمر میری آنکھ ہے کہ جس سے میں دیکھتا ہوں اور زید میری زبان ہے کہ جس سے میں بولتا ہوں اور حسین حلیم و بردبار ہے یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا فقیر کہتا ہے کہ دونوں سیدوں (مرتضیٰ و رضی) کا نسب ماں کی طرف سے عمر اشرف کی طرف اس طریق پر ہے فاطمہ دختر حسین (حسن) بن احمد بن ابی محمد حسن بن علی بن عمر اشرف بن علی بن الحسین علیہ السلام اور ابو محمد حسن وہی ہے جو اطروش کے لقب سے ملقب ناصر کبیر مالک بلاد دیلم وطبرستان العلم (پہاڑ) العلام (بہت علم رکھنے والا) صاحب مولفات کثیرہ کہ جن میں سے ایک کتاب صد مسئلہ (سو مسئلہ) ہے کہ سید مرتضیٰ نے جس کی تصحیح کی ہے اور اس کا نام ناصریات رکھا ہے اور ایک کتاب انساب الائمہ وموالیدہم ہے اور دو کتابیں امامت میں ہیں وغیرہ وغیرہ ۳۰۱ھ میں طبرستان میں آیا اور تین سال و تین ماہ طبرستان کا مالک رہا الناصر للحق کا لقب پایا اور لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کا معاملہ بہت عظیم ہوا اور ۳۰۴ھ میں مقام آمل میں وفات پائی ۹۹ ننانوے سال اور ایک قول ہے بچانوے سال عمر پائی ہے اور اس کے بیٹے احمد کے ہاں وہ بھی اس کا ایک بیٹا تھا بنام ابوالحسن علی جو مذہب امامیہ پر تھا اور زیدیہ کی ہجو کرتا تھا اور عبداللہ معتز کے قصائد پر نقض و اعتراض کرتا ہے جو اس نے علویین کی مذمت میں کہے تھے مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ ۳۰۱ھ میں حسن بن علی اطروش نے بلاد طبرستان و دیلم میں ظہور و خروج کیا اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اطروش مذکور شخص عالم و بافہم اور آرا و نظریات و مذاہب سے عارف تھا اور ایک مدت تک دیلم میں رہا اور دیلم کے لوگ کافر و مجوسی تھے اطروش نے انہیں خدا کی طرف دعوت دی وہ لوگ ان کے ہاتھوں مسلمان ہوگئے اور دیلم کے علاقہ میں اس نے کئی مسجدیں بنائیں انتہی۔ خلاصہ یہ کہ فاطمہ والدہ مرتضیٰ و رضی سیدین طاہرین ان خواتین میں سے ہیں کہ شیخ مفید نے جس کے لئے کتاب احکام النساء تالیف کی تھی اور اس مخدرہ کو سیدہ جلیلہ فاضلہ ادام اللہ اعزازہا سے تعبیر کیا ہے۔ نیز کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ شیخ مفید نے ایک رات عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا شیخ کی مسجد میں اپنے دو نور چشم حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ وارد ہوئیں جب کہ وہ چھوٹے بچے ہیں اور انہیں

شیخ کے سپرد کیا اور فرمایا عَلِّمْهُمَا الْفِقْهَ ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دو۔ شیخ حالِ تعجب میں بیدار ہوئے جب دن چڑھا تو فاطمہ والدہ سیدین اپنی کنیزوں اور دو نو بیٹوں مرتضیٰ ورضی کے ساتھ تشریف لائیں جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے جب شیخ کی نگاہ اس مخدرہ پر پڑی تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے اور انہیں سلام کیا اس مخدرہ نے فرمایا اے شیخ یہ دونو بچے میرے بیٹے ہیں انہیں اس لئے لائی ہوں کہ انہیں فقہ کی تعلیم دو۔ جب شیخ نے یہ سنا تو رونے لگے اور اپنا خواب اس بی بی کے سامنے ذکر کیا اور انہیں تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ وہ شہزادے اس مرتبہ رفیعہ اور مقام معلوم فضائل وکمالات وجمع علوم پر فائز ہوئے اور جب اس سیدہ جلیلہ کی وفات ہوئی تو سید رضی نے ان کا مرثیہ کہا کہ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اَبْكِيْكِ لَوْ نَقَعَ الْغَلِيْلَ بُكَائِيْ وَاَقُوْلُ لَوْ ذَهَبَ الْمَقَالُ بِدَائِيْ

وَاَعُوْذُ بِالصَّبْرِ الْجَمِيْلِ تَعَزِّيًا لَوْ كَانَ فِي الصَّبْرِ الْجَمِيْلِ عَزَائِيْ

لَوْ كَانَ مِثْلُكِ كُلُّ اُمٍّ بَرَّةٍ غَنِيَ الْبَنُوْنُ بِهَا عَنِ الْآبَاءِ

نیز عمر اشرف کی نسل سے ہے محمد بن قاسم العلوی جو کہ معتصم کے زمانہ میں قید و گرفتار ہو گیا تھا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے حالات کی طرف اشارہ کریں۔ **ابو جعفر محمد** بن قاسم بن علی بن عمر بن امام زین العابدین علیہ السلام کی قید کا ذکر اس کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسینؑ تھی وہ شخص صاحب عبادت و زہد و ورع و علم وفقہ و دین تھا پشمینہ کا لباس پہنتا تھا اور معتصم کے زمانہ میں اس نے کوفہ میں خروج کیا اور معتصم اس کے دفاع کے لئے تیار ہوا محمد کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ خراسان کی طرف چلا گیا اور خراسان کے شہروں سے پے در پے نقل و انتقال کرتا رہا کبھی مرو میں سرخس کبھی طالقان اور کبھی نسا میں منتقل ہوتا اور اسے کئی جنگیں اور معرکے در پیش آئے اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی اطاعت و انقیاد و امر کا رشتہ اپنی گردن میں ڈالا ابو الفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کر لی ایک رات اس نے وعدہ کیا کہ اس کا لشکر جمع ہو رات کو کسی نے رونے کی آواز سنی تو اس کی تحقیق کرنے لگا اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک لشکری (سپاہی) نے ایک جولاہے کا نمدہ (جو زین کے نیچے موٹا کپڑا ڈالا جاتا ہے) زبردستی چھین لیا ہے اور یہ گریہ اس جولاہے کا ہے محمد نے اس شخص ظالم وغاصب کو بلایا اور اس قبیح فعل کا سبب اس سے پوچھا۔ وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کا مال کھائیں اور جو کچھ چاہیں کرتے پھریں محمد نے حکم دیا کہ اس شخص کا نمدہ لے کر اسے واپس کر دیں۔ اس وقت فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر خدا کے دین کی مدد نہیں کی جا سکتی حکم دیا کہ لشکر کو منتشر کر دیا جائے جب لوگ پراگندہ ہوگئے تو محمد اپنے خواص اصحاب کے ساتھ جو کہ اہل کوفہ وغیرہ تھے اسی وقت طالقان کی طرف چلا گیا۔

اور مرو و طالقان کے درمیان چالیس فرسخ کی مسافت ہے جب طالقان پہنچا تو بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن طاہر نے (جو کہ معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی و گورنر تھا) حسین بن نوح کو اس کے مقابلہ کے لئے

بھیجا جب حسین کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا اور جنگ ہوئی تو اس لشکر میں محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور وہ شکست کھا گیا۔ دوبارہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لئے بھیجا۔ حسین چند کمین گاہیں ترتیب دے کر محمد سے لڑنے کے لئے آیا۔ اس دفعہ غلبہ و فتح حسین کو حاصل ہوا اور محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد بھی چھپ کر نسا شہر کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ بن طاہر نے ایک جاسوس روانہ کیا۔ جس نے نسا میں محمد کے مکان کا پتہ لگایا اس وقت ابراہیم بن غسان کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ منتخب کر کے حکم دیا کہ وہ ایک راہ شناس کی رہبری سے نسا کی طرف جائے اور اس گھر کا اچانک احاطہ کرے جس میں محمد ہے اور اس کو گرفتار کر کے لے آئے۔ پس ابراہیم بن غسان نے راہ شناس کی رہبری میں ان سواروں کے ساتھ نسا کی طرف کوچ کیا۔ اور تیسرے دن نسا میں پہنچے اور جا کر اس گھر کو گھیر لیا۔ جس میں محمد تھا پس ابراہیم اس گھر میں داخل ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو ابوتراب سمیت جو کہ محمد کے خواص میں سے تھا گرفتار کر لیا اور قید و بند میں جکڑ کر نیشاپور لوٹ آیا اور چھ دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا۔ عبداللہ کی جب نگاہ قید و بند بوجھ و ثقالت پر پڑی تو کہنے لگا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے صالح بندے کو تو نے اس طرح قید و زنجیر میں بند کیا ہوا ہے۔ ابراہیم نے کہا اے امیر تیرے خوف نے مجھے خوف خدا سے روک رکھا تھا۔ پس عبداللہ نے حکم دیا کہ اس کی قید میں تخفیف کی جائے اور تین ماہ تک اسے نیشاپور میں رکھا اور اس خیال سے کہ اس کا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رکھے حکم دیا کہ کچھ محمل تیار کر کے خچروں پر کسے جائیں اور انہیں بغداد بھیجا جائے اور انہیں وہاں سے واپس لایا جائے تاکہ لوگ یہ گمان کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا گیا ہے۔ جب تین ہفتے گذر گئے تو ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ تاریک رات میں محمد کو بغداد لے جائے۔ جب جانے لگے تو عبداللہ نے کئی نفیس چیزیں محمد کے سامنے پیش کیں کہ ان میں سے جو چاہے اپنے ساتھ لے جائے محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے ایک قرآن کے جو عبداللہ بن طاہر کا تھا اسے اپنے ساتھ لے لیا خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو محمد کے آنے کی خبر معتصم کو دی گئی۔ معتصم نے کہا کہ سرپوش محمد کے محمل سے اٹھا دیا جائے اور عمامہ اس کے سر سے اتار لیا جائے تاکہ سر ننگے محمد شہر میں داخل ہو پس محمد کو اس طرح سے نوروز کے دن ۲۱۹ھ بغداد میں وارد کیا گیا اور معتصم کے لشکر کے ذلیل و اوباش لوگ محمد کے آگے آگے لہو لعب اور رقص و طرب میں مشغول تھے اور معتصم ایک اونچی جگہ سے یہ منظر دیکھ کر ہنس رہا تھا اور محمد کو اس دن بہت زیادہ غم و دکھ ہوا حالانکہ کبھی بھی حالت گھبراہٹ و انکساری شدائد و سختیوں میں اس سے نہیں دیکھی گئی تھی۔ پس محمد رو پڑے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میرا مقصد سوائے اس منکر کے اٹھ جانے اور ان اوضاع و کیفیات کے بدلنے کے اور کچھ نہ تھا اور ان کی زبان تسبیح و استغفار میں مصروف تھی۔ اور ان لوگوں پر نفرین کر رہے تھے معتصم نے مسرور کبیر کو حکم دیا کہ انہیں قید میں رکھے پس محمد کو ایک سرداب میں جو کنوئیں کی مانند تھا کہ جس کی بدحالی سے قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں قید کیا گیا اور اس جگہ کے سخت ہونے کی خبر معتصم کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ وہاں سے انہیں نکال لیا جائے اور ایک باغ میں ایک گنبد میں قید کیا گیا اور ایک گروہ کو ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا اس کے

بعد مورخین میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی تدبیر سے اپنے آپ کو قید سے نکالا اور واسط میں پہنچ گئے اور وہاں ان کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ وہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں زندہ تھے اور چھپ کر زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں انہیں گرفتار کر کے قید خانہ میں بند کر دیا گیا یہاں تک کہ زندان ہی میں وفات پائی۔

عمر اشرف کی نسل میں سے ہے امام زادہ جعفری جو دامغان میں مشہور اور صاحب بقعہ و بارگاہ ہیں اور ان کا نسب نامہ جس طرح کہ اس بقعہ پر لکھا ہوا ہے اس طرح ہے کہ ہذا قبر الامام الہمام المقتول المقبول قرۃ عین الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ جعفر بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ اور یہ اس امام زادہ جعفر کے علاوہ ہیں جو کہ رَی میں قتل ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ تو جعفر بن محمد بن جعفر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہیں جیسا کہ مقاتل الطالبین میں ہے اور جاننا چاہیئے کہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ قبر النذور ایک مشہد و قبر ہے بغداد کے باہر سور البلد سے آدھے میل کے فاصلہ پر اور اس قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے لئے نذر کرتے ہیں اور قاضی تنوخی بغدادی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں عضد الدولہ کے ساتھ جب وہ بغداد سے ہمدان کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔ اس کی نگاہ قبر النذور کی بنا پر پڑی تو مجھ سے پوچھا اے قاضی یہ عمارت کیسی ہے میں نے کہا اطال اللہ بقاء مولانا ہمارے آقا کو خدا طویل مدت تک باقی رکھے یہ مشہد النذور ہے اور میں نے قبر النذور نہ کہا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ لفظ قبر یا اس سے چھوٹے لفظ سے برا شگون لیتا ہے۔ عضد الدولہ کو میری یہ بات پسند آئی۔ وہ کہنے لگا میں جانتا تھا کہ یہ قبر النذور ہے مراد اس سوال سے اس کے حالات کی تفصیل تھی۔ میں نے کہا یہ قبر عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے۔ بعض خلفاء چاہتے تھے کہ اسے مخفیانہ قتل کریں تو حکم دیا کہ اس جگہ زمین کھودی جائے زبیہ کی طرح (اور وہ ایک گہرا گڑھا ہوتا ہے جو شیر کو شکار کرنے کے لئے بناتے ہیں) اور اس کو اوپر سے ڈھانک دیا۔ عبداللہ وہاں سے گذرا تو اسے معلوم نہیں تھا پس وہ اس میں گر گیا اور اوپر مٹی ڈال دی گئی۔ اور وہ زندہ زمین میں دفن ہو گئے اور یہ قبر نذور کے نام سے مشہور ہو گئی کیونکہ جو شخص کسی مقصد کے لئے وہاں کی نذر کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد کو پا لیتا ہے عضد الدولہ نے یہ بات قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ نذریں اتفاقاً پوری ہو گئی ہوں گی اور ان چیزوں کا منشاء عوام لوگ ہیں جو دوکانیں بنانا چاہتے ہیں اور باطل قسم کی چیزیں نقل کرتے ہیں۔ قاضی کہتا ہے میں خاموش ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد عضد الدولہ نے مجھے بلایا اور قبر النذور کے سلسلہ میں میری تصدیق کی اور کہنے لگا۔ اس کی نذر مجرب ہے میں نے ایک بہت بڑے کام کے لئے نذر کی تھی اور میرا مطلب پورا ہو گیا۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کا تذکرہ اور ان کی شہادت شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام امام محمد باقرؑ کے علاوہ اپنے باقی بھائیوں سے بہتر اور سب سے افضل تھے۔ عابد و زاہد فقیہ و سخی اور شجاع

تھے اور تلوار لے کر ظہور کیا۔ امر بمعروف و نہی عن المنکر اور خون امام حسینؑ کا مطالبہ کیا۔ پھر ابو الجارود اور زیاد بن المنذر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے میں مدینہ میں گیا اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ حلیف القرآن ہے یعنی ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتا ہے اور خالد بن صفوان سے منقول ہے اس نے کہا کہ زید خوفِ خدا سے اتنا روتے تھے کہ ان کے آنکھوں کے آنسو ناک کے پانی سے مل جاتے تھے اور بہت سے شیعہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس عقیدہ کا سبب زید کا تلوار لے کر خروج کرنا اور لوگوں کو رضائے آلِ محمدؐ کی طرف دعوت دینا تھا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی مراد اس لفظ سے اپنی ذات تھی حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کیونکہ زید جانتے اور پہچانتے تھے کہ ان کے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام مستحق امامت ہیں اور بوقت وفات ان کی وصیت سے حضرت صادق علیہ السلام امام ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ کمالات نفسانی کے ظہور کے ساتھ زید بن علی کے مجاہدات ان کی توصیف سے بے پرواہ کر دیتے ہیں ان کے فضل و شجاعت کا آوازہ مشہور اور ان کی تلوار و نیزہ کا اثر زبانوں سے مذکور ہے اور یہ چند اشعار ان کے فضل و شجاعت کی تعریف کی کتاب مجالس المؤمنین میں مسطور ہیں۔

فَلَمَّا تَرَدّٰی بِالْحَمَائِلِ وَانْتَهٰی ❊ یَصُوْلُ بِاَطْرَافِ الْقَنَا لِلذَّوَابِلِ

تَبَیَّنَتِ الْاَعْدَاءُ اَنَّ سِنَانَهٗ ❊ یُطِیْلُ حَنِیْنَ الْاُمَّهَاتِ الثَّوَاکِلِ

تَبَیَّنَ فِیْهِ مِنْهُمُ الْعِزُّ وَالتُّقٰی ❊ وَلِیْدًا یُفَدّٰی بَیْنَ اَیْدِی الْقَوَابِلِ

سید اجل سید علی خاں نے شرح صحیفہ میں فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسینؑ کی کنیت ابو الحسن تھی انکی والدہ کنیز تھی اور ان کے مناقب حد و شمار سے زیادہ ہیں اور وہ سید والا نسب حلیف القرآن کے لقب سے موصوف تھے کیونکہ کسی وقت بھی تلاوت قرآن سے کنارہ کش نہ رہتے۔ ابو نصر بخاری ابن جارود سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس حلیف القرآن کو چاہتے ہو اس مسجد کے ستون کے متعلق پوچھتے ہو کیونکہ کثرت نماز کی وجہ سے انہیں اس نام سے پکارتے تھے پھر سید نے مفید کی وہ گفتگو نقل کی ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس کے بعد کہا کہ اہل تاریخ نے کہا ہے کہ زید کے خروج کا اور ان کی بنی مروان کی اطاعت سے سرتابی کا سبب یہ تھا کہ زید خالد بن عبدالملک بن حرث بن حکم امیر مدینہ کی شکایت کے لئے مدینہ سے ہشام بن عبدالملک کی طرف روانہ ہوئے۔ ہشام انہیں دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ زید اپنے مطالب لکھتے تو ہشام خط کے نیچے لکھ دیتا کہ اپنے علاقہ میں واپس چلے جاؤ اور زید فرماتے کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی ابن حرث کے پاس لوٹ کے نہیں جاؤں گا خلاصہ یہ کہ ایک مدت تک زید وہاں رہے اس کے بعد ہشام نے اجازت دی کہ وہ اس کے دربار میں حاضر ہوں جب زید اس کے سامنے بیٹھ گئے تو ہشام نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم خلافت کی تلاش اور اس کی آرزو رکھتے ہو حالانکہ تمہارا یہ مقام و مرتبہ نہیں ہے کیونکہ تم ایک کنیز کے بیٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہو۔ زید نے کہا تمہاری اس بات کا جواب ہو سکتا ہے ہشام نے کہا کہو فرمایا کوئی شخص خدا کے ہاں اس شخص سے ادیت نہیں رکھتا کہ

جسے اس نے پیغمبر بنا کے بھیجا اور وہ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہے جو کہ کنیز کا بیٹا تھا اور خداوند عالم نے اسے برگزیدہ قرار دیا اور حضرت خیر البشر کو اس کے صلب سے پیدا کیا۔ پس کچھ باتیں زید و ہشام کے درمیان رد و بدل ہوئیں بالآخر ہشام نے کہا کہ اس احمق نادان کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے جاؤ پس زید کو باہر لے گئے اور چند افراد کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ انہیں حدود شام سے نکال دیا جب وہ لوگ زید سے الگ ہوگئے۔ تو زید عراق کی طرف پلٹے آخر کوفہ میں پہنچے کوفہ کے لوگ ان کی بیعت کے لئے تیار ہوگئے۔ مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ زید کے خروج کا سبب یہ تھا کہ وہ رصافہ میں (جو کہ قنسرین کے علاقہ میں ہے) ہشام کے پاس گئے جب وہ مجلس میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی جگہ بیٹھنے کے لئے نہ ملی اور نہ لوگوں نے ان کو بیٹھنے کے لئے جگہ دی۔ مجبوراً وہ آخر میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کوئی شخص اس سے بڑا نہیں کہ وہ خدا سے ڈرے اور کوئی شخص حقیر نہیں تقویٰ خدا کے بغیر میں تجھے وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی پس اس سے ڈرو ہشام کہنے لگا خاموش رہو لَا اُمَّ لَكَ (تمہاری ماں مرے) تم وہ شخص ہو کہ خلافت کا تصور و خیال لئے پھرتے ہو حالانکہ تم کنیز کے بیٹے ہو۔ زید کہنے لگا تیری بات کا جواب ہو سکتا ہے اگر چاہو تو جواب دوں ورنہ خاموش رہوں کہنے لگا کہو، فرمایا اِنَّ الْاُمَّهَاتِ لَا يَقْعُدْنَ بِالرِّجَالِ عَنِ الْغَايَاتِ ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر و منزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی اور یہ بات انہیں ترقی اور غایتوں اور مقاصد تک پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی اس وقت کہا کہ جناب اسماعیلؑ کی والدہ اسحاقؑ کی والدہ کی کنیز تھی۔ باوجودیکہ ان کی والدہ کنیز تھی خداوند عالم نے انہیں مبعوث برسالت کیا اور انہیں عربوں کا باپ قرار دیا اور ان کے صلب سے پیغمبر خاتمؐ کو نکالا اب تم مجھے ماں کا طعنہ دیتے ہو حالانکہ میں علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہوں صلوات اللہ علیہما پس کھڑے ہوگئے اور یہ اشعار پڑھے۔

شَرَّدَهُ الْخَوْفُ وَاَزْرٰى بِهٖ ... كَذَاكَ مَنْ يَكْرَهُ حَرَّ الْجِلَادِ

قَدْ كَانَ فِي الْمَوْتِ لَهٗ رَاحَةٌ ... وَالْمَوْتُ حَتْمٌ فِي رِقَابِ الْعِبَادِ

اِنْ يُحْدِثِ اللّٰهُ لَهٗ دَوْلَةً ... يَتْرُكُ اٰثَارَ الْعِدٰى كَالرَّمَادِ

ہشام کے دربار سے باہر نکلے اور کوفہ کی طرف چلے گئے۔ قراء و اشراف کوفہ نے ان کی بیعت کر لی۔ پس زید نے خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا وہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو اصحاب زید نے دھوکہ دینا شروع کیا۔ بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے اور پے در پے گھمسان کی لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی اور فوج نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور زید کو بہت زخم لگ چکے تھے اور ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا۔ پس قراء کوفہ میں سے ایک کے ذریعہ حجام کو بلایا گیا تاکہ وہ آپ کی پیشانی سے تیر نکالے جب اس حجام نے تیر نکالا تو زید کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ اسی وقت ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور انہیں پانی کی نہر میں دفن کر دیا اور ان کی قبر مٹی اور گھاس پھوس سے بھر دی گئی اور اس پر پانی جاری کر دیا گیا اور اس حجام سے عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ یہ بات ظاہر نہیں کرے گا۔ جب صبح

ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور زید کے دفن کی جگہ کا نشان بتا دیا یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی میت باہر نکالی اور سر جدا کر کے ہشام کے لئے بھیج دیا۔ اور ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کا لاشہ برہنہ کر کے اسے سولی پر لٹکا دیا جائے یوسف ملعون نے کناسہ کوفہ میں انہیں برہنہ سولی پر لٹکایا اور اس واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے آل ابوطالبؑ اور ان کے شیعوں کو خطاب کرتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا ہے۔

صَلَبْنَا لَكُمْ زَيْدًا عَلَى جِذْعِ نَخْلَةٍ ۔۔۔ وَلَمْ أَرَ مَهْدِيًّا عَلَى الْجِذْعِ يُصْلَبُ

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے کے ساتھ سولی پر لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کسی تنے کے ساتھ لٹکایا جائے اور ایک مدت کے بعد ہشام نے یوسف کو لکھا کہ زید کی لاش کو آگ میں جلایا جائے اور ان کی خاک فضا میں بکھیری جائے۔ ابوبکر بن عیاش اور ایک گروہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ زید پچاس ماہ تک برہنہ سولی پر کناسہ کوفہ میں لٹکے رہے لیکن کوئی شخص ان کی شرمگاہ نہ دیکھ سکا کیونکہ خداوند عالم نے اسے مستور قرار دیا تھا اور جب ولید بن یزید بن عبدالملک کی سلطنت کا زمانہ آیا اور یحییٰ بن زید نے خراسان میں خروج کیا تو ولید نے اپنے کوفہ کے گورنر کو لکھا کہ زید کو ان کی سولی کے ساتھ جلا دو۔ پس زید کو جلا کر ان کی خاک میں فرات کے کنارہ فضا میں بکھیر دی گئی۔ نیز مسعودی نے کہا ہے کہ ہیثم بن عدی طائی نے عمرو بن ہانی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں کھودنے کے لئے گئے تو ہم ہشام کی قبر کے پاس پہنچے اس کی لاش قبر سے باہر نکالی تو اس کے سب اعضاء ابھی تک صحیح سالم تھے سوائے اس کی بینی کے عبداللہ نے ستر تازیانے اس کے بدن پر لگائے پھر اسے جلا دیا اس کے بعد ہم علاقہ دابق کی طرف گئے اور سلیمان کو اس کی قبر سے نکالا اس کے جسم کا کوئی حصہ باقی نہیں تھا سوائے اس کی پشت پسلیوں اور سر کے اس کو بھی جلا دیا اور اسی طرح کیا ہم نے بنی امیہ کے باقی مردوں کے ساتھ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر اکھاڑی اس میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے بھی کوئی چیز باقی نہیں تھی سوائے اس کے سر کے اس حصہ کے جس سے آنسو آنکھوں کی طرف آتے ہیں پھر یزید بن معاویہ کی قبر کھودی سوائے ایک ہڈی کے اس میں کچھ نہیں تھا۔ البتہ اس کی لحد میں سیاہ طویل خط ہم نے دیکھا اس طرح معلوم ہوا۔ جیسا کہ طول لحد میں راکھ ڈال دی گئی ہے پھر ہم نے ان کی قبروں کو دوسرے شہروں میں تلاش کیا اور جو قبریں ملیں سب کو جلا دیا۔ مسعودی کہتا ہے کہ یہ خبر ہم نے یہاں اس نامناسب کردار کی وجہ سے ذکر کی ہے جو ہشام نے زید بن علی کے ساتھ برتا اور جو کچھ اس نے دیکھا یہ اس کے کردار کا بدلہ تھا۔ انتہی۔ شعر

خورد لحد گوید بظالم کیستی	ظالما در بیت مظلم چیستی
ظالمان را کاش جان در تن مباد	کہ حریقش آتش اندر تن فتاد
نیکوان را خوفہا از من بود	اے عجب ظالم ز من ایمن بود

خانۂ ظالم بد نیا شد خراب   کن براد پائندہ تا یوم الحساب

اس گردوں گردان نے ہزارہا عبدالملک اور مروان کو ملک و جان سے بے نصیب کر دیا ہے۔ اور اس روزگار خون آشام نے ہزارہا ولید و ہشام کو دوراہی حسام کے ہاتھ لگائے ہیں اور اس فلک سبز فام نے بہت سے جبابرہ اور تبابعہ کو ناکام کردیا اور بہت سے بادشاہوں کو خزانہ و کلاہ کے باوجود فراز کاخ سے نشیب خاک سیاہ میں اتارا ہے اور بہت سے شہریاران فیروز بخت کو فراز تخت سے تختہ تابوت پر پھینک دیا ہے۔

تعجب ہے کہ کتنی دفعہ دیکھا اور سنا ہے کہ گذشتہ زمانہ کے ستمگروں نے کتنے ظلم وستم کئے ہیں اور کتنے خون ناحق بہائے ہیں اور کتنے مال جمع کئے اور حریر و دیباج کے کیسے کیسے لباس پہنے ہیں اور کیسے تخت و تاج آراستہ کئے ہیں اور کیسی بنار مشید اور بنیاد مسدد بنائیں اور بالآخر کیسے وبال جان کے ساتھ واپس گئے اور کون سے خیالات لے کر قبر میں گئے اور سوائے برے اعمال کے کوئی نشان نہیں چھوڑ گئے۔

شیخ صدوق نے حمزہ بن حمران سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے عرض کیا کوفہ سے آرہا ہوں۔ حضرت یہ بات سن کر رونے لگے اتنے روئے کہ آپ کے محاسن شریف آنکھوں کے آنسو سے تر ہو گئے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ آپ اتنا گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا میں اس لئے رو رہا ہوں کیونکہ مجھے میرے چچا زید اور وہ مصائب یاد آتے ہیں جو انہیں پہنچے میں نے عرض کیا کون سی بات آپ کے دل میں آئی ہے فرمایا مجھے ان کی شہادت یاد آئی جب کہ تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا اور وہ گر پڑے تو ان کا بیٹا یحییٰ ان کے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو ان پر گرا دیا اور کہا اے بابا آپ کو بشارت ہو کہ آپ ابھی رسول خداؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے زید نے کہا ایسا ہی ہے لے بیٹا پس ایک لوہار کو بلایا گیا تاکہ وہ تیر کو نکالے جب تیر ان کی پیشانی سے نکالا گیا تو ان کی روح بدن سے نکل گئی۔

پس زید کی لاش پانی کی نہر کی طرف لے آئے جو زائدہ کے باغ کے قریب بہتی تھی پس اس نہر کے درمیان قبر کھودی گئی اور زید کو اس میں دفن کر کے پانی ان کی قبر پر جاری کر دیا تاکہ ان کی قبر معلوم نہ ہو سکے اور دشمن انہیں قبر سے باہر نہ نکالیں لیکن جب وہ انہیں دفن کر چکے تو ان کا غلام جو کہ اہل سندھ میں سے تھا اسے یہ بات معلوم ہو گئی۔

دوسرے دن جا کر اس نے یوسف بن عمر کو اس کی اطلاع دی اور قبر کی جگہ معین کی پس یوسف بن عمر نے زید کا جسم قبر سے نکالا اور کناسہ کوفہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا اور چار سال تک وہ سولی پر لٹکے رہے پس اس کے بعد حکم دیا اور انہیں سولی سے اتارا گیا اور آگ میں جلا کر اس کی راکھ فضا میں بکھیر دی۔ پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم زید کے قاتل اور ان کا ساتھ چھوڑنے والوں پر لعنت کرے اور میں خداوند عالم کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں ان مصیبتوں کی جو رسول خداؐ کے بعد ان لوگوں سے ہم اہل بیتؑ پر وارد ہوئی ہیں اور خدا سے مدد طلب کرتا ہوں اپنے دشمنوں

کے خلاف وھو خیر مستعان اور وہ بہترین مددگار ہے۔

نیز شیخ صدوق نے عبداللہ بن سیابہ سے روایت کی ہے کہ ہم سات افراد کوفہ سے نکلے اور مدینہ گئے جب ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تمہیں میرے چچا زید کی کوئی خبر ہے ہم نے عرض کیا وہ خروج کی تیاری کر رہے تھے اب وہ خروج کر چکے ہوں گے یا کر رہے ہوں گے حضرت نے فرمایا اگر تمہیں کوئی کوفہ کی خبر پہنچے تو مجھے بتانا پس وہ کہتے ہیں کہ چند ہی دنوں کے بعد کوفہ سے خط آیا کہ زید نے بدھ کے دن ابتدائے ماہ صفر میں خروج کیا اور جمعہ کے دن درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کے ساتھ فلاں فلاں اشخاص قتل ہوئے۔ پس ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خط دیا۔ جب آپ نے وہ خط پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں خدا سے اپنے چچا زید کی مصیبت کا اجر مانگتا ہوں۔ بے شک زید بہترین چچا تھے اور ہماری دنیا و آخرت کے لئے نفع مند تھے اور خدا کی قسم میرے چچا دنیا سے شہید ہو کر گئے ہیں۔ مثل ان شہداء کے جو رسول خدا علیؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی خدمت میں شہید ہوئے شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب زید کی شہادت کی خبر حضرت صادقؑ کو ملی تو وہ بہت غمگین و محزون ہوئے یہاں تک کہ آثار حزن آپ سے ظاہر ہوئے اور آپ نے اپنی طرف سے ہزار دینار دیئے تاکہ ان افراد کے اہل و عیال میں تقسیم کئے جائیں۔ جو زید کی مدد و نصرت میں شہید ہوئے تھے کہ جن میں سے عبداللہ بن زبیر فضیل بن زبیر رسانی کے بھائی کے اہل و عیال بھی تھے کہ جنہیں چار دینار ملے اور آپ کی شہادت ۲ صفر ۱۲۰ھ کو واقع ہوئی اور ان کی مدت عمر بیالیس ۴۲ سال تھی۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ اور یحییٰ بن زید کا مقتل صاحب عمدۃ المطالب کے قول کے مطابق زید کے صرف چار بیٹے تھے اور ان کی بیٹی کوئی نہیں تھی اور ان کے بیٹے یحییٰ حسین عیسیٰ اور محمد ہیں۔ یحییٰ نے ولید بن یزید بن عبدالملک کی ابتدائے سلطنت کے زمانہ میں خروج کیا نہی عن المنکر اور بنی امیہ کے ظلم عام کو دفع کرنے کے لئے اور آخر کار مارے گئے اور ان کی شہادت کی کیفیت اختصار کے ساتھ اس طرح ہے۔ ابوالفرج وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب زید بن علی بن الحسین ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہید ہوگئے اور یحییٰ اپنے باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اصحاب واعوان زید کے منتشر ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ صرف دس افراد باقی رہ گئے مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکلے اور وہاں سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور مدائن اس زمانہ میں خراسان کے راستہ میں پڑتا تھا۔ یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے یحییٰ کو گرفتار کرنے کے لئے حریث کلبی کو مدائن کی طرف بھیجا۔ یحییٰ مدائن سے رَی کی طرف چل دیئے اور رَی سے سرخس گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے ہاں جا کر اترے اور چھ ماہ تک اس کے ہاں رہے مُحَکِّمَہ (یعنی خوارج کہ جنہوں نے لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کے جملہ کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا) کے ایک گروہ نے چاہا کہ وہ ان سے متحد ہو جائیں۔ بنی امیہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کے ساتھ ملنے سے منع کیا اور کہا کہ کس طرح ان

لوگوں سے مدد لیتے ہو دشمنان دین سے جنگ کرنے پر جو کہ علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزاری چاہتے ہیں پس یحییٰ نے ان لوگوں کو اپنے سے دور کیا اور سرخس سے بلخ کی طرف چلے گئے اور حریش بن عبدالرحمٰن شیبانی کے ہاں مہمان ہوگئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ ہشام مرگیا اور ولید خلیفہ ہوا تو اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ حریش کے ہاں کسی کو بھیجو تاکہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کرو اور اس وقت تک اسے رہا نہ کرو۔ جب تک یحییٰ کو سپرد نہ کرے۔ عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق حریش کو گرفتار کرکے اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہا خدا کی قسم اگر تو نے یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ قریش حریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ کو چھوڑ دو میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ یحییٰ کو تمہارے سپرد کروں۔ بس وہ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر گیا اور یحییٰ کو تلاش کرنے لگے اور یحییٰ کو انہوں نے ایک مکان کے اندر دوسرے مکان میں پایا۔ پس اسے مزید ابن عمرو کے ساتھ جو اس کے اصحاب اہل کوفہ میں سے تھا گرفتار کرکے نصر کے پاس بھیج دیا۔ نصر نے انہیں قید و بند میں رکھا اور ان کے حالات یوسف بن عمر کو لکھے۔ یوسف نے بھی ان کا واقعہ ولید کے لئے لکھا ولید نے اس کے جواب میں لکھا کہ یحییٰ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید و بند سے رہا کردو۔ یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر بن سیار نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں فتنہ و خروج سے ڈرایا دھمکایا اور دس ہزار درہم اور دو خچر انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں۔ ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعوں میں سے ایک مالدار گروہ اس لوہار کے پاس گیا جس نے ان کے پاؤں سے بیڑیاں اتاری تھیں۔ اور اس سے کہنے لگے یہ لوہے کی بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو لوہار نے انہیں بیچنے کے لئے پیش کیا جو خریدنا چاہتا دوسرا اس کی قیمت بڑھا دیتا یہاں تک کہ اس کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی بالآخر سب نے مل کر وہ مبلغ ادا کئے اور شراکت سے خرید کیا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انہیں تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ کو تبرکاً اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا۔ خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابرشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ہزار درہم خرچ کے لئے دیا اور انہیں بیہق کی طرف بھیج دیا۔ یحییٰ نے بیہق میں ستر افراد اپنے ساتھ ملا لئے اور ان کے لئے گھوڑے خریدے اور عمرو بن زرارہ عامل ابرشہر کے مقابلہ کے لئے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے نصر بن سیار کو لکھا۔ نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابرشہر کی طرف جائیں اور وہاں کے عامل عمرو بن زرارہ کے زیر فرمان ہو کر یحییٰ سے جنگ کریں پس عبداللہ اور حسن اپنے لشکروں کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کی فوج جمع کی اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوتے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے آتے، اور ان سے سخت جنگ کی بالآخر عمرو بن زرارہ کو قتل کر دیا اور اس کے لشکر پر فتح پائی اور انہیں شکست دے کر منتشر کر دیا اور عمرو

کی لشکر گاہ سے مال غنیمت لیا۔ پھر وہاں سے ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوزجان گئے جو کہ مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے علاقہ میں ہے نصر بن سیار نے سلم (سالم) بن احوز کو آٹھ ہزار شامی اور غیر شامی لشکر کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ کا تنور گرم ہوا یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کی فوج قتل ہو گئی بالآخر دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آ کر لگا اور وہ بے بس ہو کر شہید ہو گئے۔ جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کی قتل گاہ میں آیا اور ان کا جسم برہنہ کر دیا اور ان کا سر قلم کر کے نصر کے پاس بھیج دیا نصر نے ولید کے پاس بھیجا۔ پھر یحییٰ کا بدن شہر جوزجان کے دروازے پر لٹکایا گیا یہاں تک کہ ان کا سر وہاں لٹکا رہا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور بنی عباس کی سلطنت قوت پکڑنے لگی اور ابو مسلم مروزی بنی عباس کی حکومت کے داعی نے سلم قاتل یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کا جسم سولی سے اتار کر اسے غسل و کفن دے کر اس پر نماز پڑھی اور اسی جگہ انہیں دفن کر دیا۔ پس جن لوگوں نے یحییٰ کا خون بہانے میں شرکت کی تھی ان سب کو قتل کر دیا۔ خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک یحییٰ کی عزاداری کی گئی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا اور یحییٰ ایک سو پچیس ہجری میں قتل ہوئے اور ان کی والدہ ریطہ دختر ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ تھی اور دعبل خزاعی نے اس مصرع میں یحییٰ کی قبر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وَ اُخْرٰی بِاَرْضِ الْجَوْزِجَانِ مَحَلُّهَا۔

صحیفہ کاملہ کی سند میں ہے کہ عمیر بن متوکل ثقفی بلخی اپنے باپ متوکل بن ہارون سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زید علی علیہ السلام سے اس وقت ملاقات کی جب وہ خراسان کی طرف جا رہے تھے۔ پس میں نے ان کو سلام کیا تو پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو انہوں نے کہا کہ حج سے آ رہا ہوں پس انہوں نے اپنے اہل بیت اور چچا زاد بھائیوں کے حالات پوچھے اور حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کے حالات زیادہ پوچھے پس میں نے حضرت کے حالات اور باقی حضرات کے حالات اور ان کا حزن و اندوہ ان کے باپ زید پر بتایا۔ یحییٰ نے کہا میرے چچا محمد بن علی علیہ السلام نے میرے باپ کو اشارہ کیا تھا کہ خروج نہ کریں اور انہیں بتایا کہ اگر خروج کیا اور مدینہ سے الگ ہوئے تو ان کا انجام کار کیا ہو گا۔ پس کیا تو نے میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی ہے۔ میں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا مجھے کس طرح انہوں نے یاد کیا تھا بتا۔ میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں مجھے پسند نہیں کہ میں آپ کے روبرو کہوں وہ چیز جو حضرت سے آپ کے متعلق سنی تھی کہنے لگا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ بتاؤ جو کچھ سنا ہے میں نے عرض کیا میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ قتل کئے جائیں گے اور سولی پر لٹکائے جائیں گے اپنے باپ کی طرح پس یحییٰ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی۔ یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ پھر چند باتوں کے بعد مجھ سے کہا کہ کیا تو نے کوئی چیز میرے چچا زاد بھائی سے لکھی ہے یعنی حضرت صادق

نے کوئی چیز املاء کرائی تھی جسے تو نے لکھا ہو میں نے کہا جی ہاں فرمایا مجھے دکھاؤ پس میں نے ان کے سامنے علوم کی چند انواع پیش کیں اور میں نے ان کے سامنے وہ دعا بھی نکالی جو حضرت صادقؑ نے مجھے لکھوائی تھی اور فرمایا کہ انہیں کے والد محمد بن علی علیہ السلام نے لکھوائی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا ان کے باپ علی بن الحسینؑ کی طرف سے ہے اور صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں سے ہے۔ پس یحیٰی نے وہ دعا آخر تک بغور دیکھی اور فرمایا اجازت دیتے ہو کہ میں یہ دعا لکھ لوں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا آپ اس چیز میں اجازت لے رہے ہیں جو خود آپ کی طرف سے ہے پھر فرمایا آگاہ رہو کہ میں تمہارے سامنے باہر نکالوں گا صحیفہ دعائے کامل کا جو میرے باپ نے اپنے باپ سے یاد کیا ہے اور مجھے میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ میں اس کی نگہداشت اور حفاظت کروں اور اس کو منع کروں سوائے اس کے جو اس کا اہل ہے۔ عمیر کہتا ہے کہ میرا باپ متوکل کہتا ہے کہ میں یحیٰی کی طرف اٹھا اور ان کے سر کا بوسہ لیا اور کہا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میں خدا کی پرستش اور بندگی آپ کی دوستی اور اطاعت کے ساتھ کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے نیک بخت اور سعادت مند بنائے آپ کی دوستی کے ساتھ زندگی اور موت میں پس یحیٰی نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں دیا تھا اس لڑکے کو دیا جو ان کے ساتھ تھا اور اسے کہا کہ اس دعا کو خط روشن و عمدہ کے ساتھ لکھو اور میرے پاس لے آؤ شاید میں اسے یاد کر سکوں کیونکہ میں یہ دعا حضرت صادقؑ حفظہ اللہ سے مانگتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیتے تھے متوکل کہتا ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اپنے کام سے پشیمان ہوا اور میں نہ سمجھ سکا کہ اب کیا کروں اور جناب ابو عبداللہ صادق علیہ السلام نے مجھے پہلے نہیں فرمایا تھا کہ یہ دعا میں کسی کو نہ دوں پس یحیٰی نے ایک جامہ دانی (کپڑے رکھنے کی چیز) منگوائی اور اس سے صحیفہ نکالا جسے تالا اور مہر لگی ہوئی تھی۔ پس اس کی مہر کو دیکھ کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ پس وہ مہر توڑ دی اور تالا کھول کر صحیفہ نکالا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور اپنے چہرہ پر ملا اور کہا کہ خدا کی قسم اے متوکل اگر نہ ہوتی وہ بات جو تو نے میرے چچا زاد بھائی حضرت صادقؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں گا اور سولی پر لٹکایا جاؤں گا تو میں یہ صحیفہ تجھے نہ دیتا اور میں اس کے دینے میں بخیل تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کا قول حق ہے جو انہوں نے اپنے آباء و اجداد علیہم السلام سے لیا ہے اور عنقریب ہو کے رہے گا۔ پس مجھے ڈر لگا کہ ایسا علم کہیں بنی امیہ کے ہاتھ میں نہ چلا جائے اور وہ اسے چھپا دیں اور اپنے خزانوں میں اسے اپنا ذخیرہ قرار دیں۔ پس یہ صحیفہ لے لو اور اس میں میری کفایت کرو اور منتظر رہو۔ پس جس وقت واقع ہو وہ جو میرے اور اس قوم کے درمیان واقع ہونے والا ہے تو یہ صحیفہ میری امانت ہے تمہارے پاس یہاں تک کہ اسے میرے دو چچا زاد بھائیوں محمد و ابراہیم ابناء عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی علیہ السلام تک پہنچاؤ کیونکہ وہ میرے بعد اس امر میں میرے قائم مقام ہیں متوکل کہتا ہے کہ میں نے وہ صحیفہ لے لیا اور جب یحیٰی بن زید مارے گئے تو میں مدینہ گیا اور میں نے حضرت صادقؑ سے ملاقات کی اور میں نے یحیٰی کی گفتگو آپ سے نقل کی پس حضرت نے یحیٰی کی حالت پر گریہ کیا اور بہت غمناک و اندوہگین ہوئے

اور فرمایا۔ خداوند عالم میرے چچازاد بھائی پر رحم کرے اور اسے اس کے آباؤ اجداد کے ساتھ ملحق کرے خدا کی قسم اے متوکل مجھے یحییٰ کو وہ دعا دینے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی سوائے اس چیز کے کہ جس کا خوف یحییٰ کو تھا۔ اس کے باپ کے صحیفہ کے متعلق اب وہ صحیفہ کہاں ہے میں نے کہا کہ یہ ہے پس آپ نے اسے کھولا اور فرمایا خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کا خط ہے اور میرے جد امجد علی بن الحسینؑ کی دعا ہے پھر آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے فرمایا کہ اٹھو اے اسماعیل اور وہ دعا لے آؤ کہ جس کے یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا پس اسماعیل اٹھا اور وہ ایک صحیفہ باہر لایا گویا وہ وہی صحیفہ تھا جو یحییٰ نے مجھے دیا تھا۔ پس حضرت صادقؑ نے اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور فرمایا یہ میرے باپ کا خط اور میرے جد بزرگوار کا میری موجودگی میں لکھوایا ہوا ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس صحیفہ کا مقابلہ زید و یحییٰ کے صحیفہ کے ساتھ کر دیکھوں۔ پس آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا میں تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ پس میں نے اس میں نگاہ کی تو دیکھا کہ دونوں صحیفے ایک جیسے ہیں اور ان میں ایک لفظ کا اختلاف بھی میں نے نہ پایا۔ پس میں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ وہ صحیفہ میں عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کو دیدوں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنی خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں ان کے اہل تک ہاں یہ صحیفہ انہیں جا کر دو۔ جب میں ان کی ملاقات کے لئے کھڑا ہوا تو فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ پھر آپ نے کسی کو محمد و ابراہیم کے بلانے کیلئے بھیجا جب وہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو فرمایا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی یحییٰ کی اس کے باپ کی طرف سے میراث ہے کہ جس سے اس نے تمہیں اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر مخصوص قرار دیا ہے اور میں اس صحیفہ کے سلسلہ میں تم سے ایک شرط کرتا ہوں انہوں نے عرض کیا خدا آپ پر رحمت کرے فرمائیے کیونکہ آپ کا ارشاد مقبول اور پذیرفتہ ہے۔ فرمایا یہ صحیفہ لے کر مدینہ سے باہر نہ جانا۔ انہوں نے کہا یہ کس لئے فرمایا کیونکہ تمہارا چچازاد بھائی اس صحیفہ کے متعلق ایک چیز سے ڈرتا تھا اور میں بھی تم پر اس سے خوف رکھتا ہوں وہ کہنے لگے کہ وہ اس وقت ڈرتا تھا کہ جب اسے معلوم تھا کہ وہ قتل ہو جائے گا پس حضرت نے فرمایا تم بھی بفکر دماموں نہ رہو۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم عنقریب خروج کرو گے جس طرح اس نے خروج کیا اور مارے جاؤ گے۔ جس طرح وہ مارا گیا ہے پس وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ صرف خدائے علی و عظیم کے لئے ہے۔

زید شہید کے دوسرے بیٹے حسین ذوالدمعۃ کے حالات کا تذکرہ اور اس کی اولاد و اعقاب حسین بن زید کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عاتقہ تھی اور ان کا لقب ذوالدمعۃ اور ذوالعبرۃ (آنسو والا) تھا جب اس کے والد شہید ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی۔ حضرت صادقؑ اسے اپنے گھر میں لے گئے اور بیٹا بنا کر اس کی تربیت کی اور بہت سا علم اسے سکھایا اور محمد ارقط بن عبداللہ الباہر کی بیٹی کی اس سے شادی کی اور وہ سید

عابد و زاہد تھے اور نماز شب میں خوف خدا سے زیادہ رونے اور گریہ کرنے کی وجہ سے اسے ذوالدمعہ (آنسو والے) کہتے تھے اور چونکہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے لہٰذا اسے مکفوف کہتے تھے۔ ابن ابی عمیر حضرت صادقؑ اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ یونس بن عبدالرحمٰن وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں۔ تاج الدین ابن زہرہ زید شہید کے اہل خانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے عظیم ترین افراد میں سے حسین ذوالعبرہ و ذوالدمعہ ہے اور وہ سید جلیل القدر اپنے خاندان کا رئیس اور اپنی قوم کا کریم و شریف تھا اور وہ بنی ہاشم کے مخصوص افراد میں سے تھا۔ زبان و بیان علم و زہد و فضل کے لحاظ سے اور وہ علم انساب اور لوگوں کے حالات پر احاطہ رکھتا تھا اس نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور ۱۳۵ھ میں وفات پائی ہے انتھی۔ ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ حسین ذوالدمعہ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کی جنگ منصور سے ہوئی اس میں حاضر تھا اس کے بعد منصور کے خوف سے چھپ گیا اور اس کے بیٹے یحییٰ بن حسین سے روایت کی ہے کہ میری والدہ نے میرے باپ سے کہا کیا ہو گیا ہے کہ آپ زیادہ گریہ کرتے ہیں تو کہا کہ ان دو تیروں اور جہنم کی آگ نے میرے لئے کوئی سرور و خوشی باقی رکھی ہے کہ جو مجھے رونے سے روکے اور اس کی مراد دو تیروں سے وہ دو تیر تھے کہ جن سے اس کے بھائی یحییٰ اور باپ زید شہید ہوئے تھے خلاصہ یہ کہ ۱۳۵ھ یا ۱۴۰ھ میں حسین کی وفات ہوئی اور اس کی بیٹی سے مہدی عباسی نے شادی کی اور حسین کی اولاد و نسل بہت ہے ان میں سے ابوالمکارم محمد بن یحییٰ بن نقیب ابوطالب حمزہ بن محمد بن حسین بن محمد حسن الزاہد بن ابوالحسین یحییٰ بن الحسین بن زید شہید ہے جو کہ حافظ قرآن تھا اور اسی طرح اس کے تمام آباؤ اجداد امیرالمؤمنین علیہ السلام تک اور یحییٰ بن الحسین ذوالدمعہ بھی ہے جس نے ۲۰۷ھ یا ۲۰۸ھ میں بغداد میں وفات پائی اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسین ذوالدمعہ کی نسل میں سے یحییٰ بن عمر ہے جو مستعین باللہ خلیفہ ۱۲ عباسی کے زمانہ میں قتل ہوا۔

یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید اور اس کے بعض اعقاب کا تذکرہ۔

یحییٰ بن عمر کی کنیت ابوالحسین ہے اور اس کی والدہ ام الحسن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔ اس نے متوکل کے زمانہ میں خراسان میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے متوکل کے حکم سے اسے چند تازیانے لگائے گئے اور فتح بن خاقان کی قید میں ڈالا گیا ایک مدت تک قید رہا اس کے بعد اسے چھوڑ دیا پھر وہ بغداد میں گیا اور ایک مدت تک بغداد میں رہا پھر وہاں سے کوفہ گیا اور مستعین کی خلافت کے زمانہ میں خروج کیا۔ جب خروج کیا تو پہلے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کی اور گردہ زائرین سے اپنا ارادہ بیان کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ہمراہ ہو گئے اور شاہی بستی میں لئے اور وہاں رات تک قیام کیا پھر کوفہ گئے اور اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور پے در پے پکارتے رہے کہ اَیُّھَا النَّاسُ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ اے لوگو خدا کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو۔ بہت سے لوگ اس کی بیعت میں داخل

ہو گئے جب دوسرا دن ہوا تو جتنا مال کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے وہ لے کر لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ہمیشہ لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتتا رہا اور کوفہ کے لوگ دل و جان سے اس سے محبت رکھتے تھے۔ عبداللہ بن محمود (جو کہ خلیفہ کی طرف سے کوفہ کا والی تھا) اپنا لشکر اکٹھا کرتا رہا اور وہ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلا یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا۔ اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے لشکر سمیت شکست دی اور یحییٰ مرد قوی شجاع اور دلیر تھا ابوالفرج اس کی قوت کے متعلق نقل کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک لوہے کا وزنی عمود تھا کہ جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ عمود اس کے گلے میں ڈال دیتا اور کوئی شخص اسے کھول نہ سکتا۔ جب تک کہ وہ خود نہ کھولتا۔ خلاصہ یہ کہ یحییٰ کا معاملہ مختلف شہروں میں مشہور ہو گیا جب اس کی اطلاع بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچازاد بھائی حسین بن اسماعیل کو ایک لشکر کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اہل بغداد ناپسندیدگی اور بے رغبتی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے نکلے کیونکہ باطنی طور پر اہل بغداد یحییٰ کی طرف مائل تھے خلاصہ یہ کہ کئی حملوں اور واقعات کے بعد یحییٰ اور حسین کے لشکر کا آمنا سامنا شاہی بستی میں ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی ہیضم (جو کہ یحییٰ کے لشکر کا سردار تھا) عین گھمسان کی جنگ میں بھاگ کھڑا ہوا یحییٰ کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا اور دشمن کا لشکر قوت پکڑ گیا اور یحییٰ نے جب ہیضم کی شکست کو دیکھا تو قدم مردانگی استوار کر کے پے در پے حملے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم آئے اور وہ بے طاقت ہو گیا۔ سعد ضبابی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ کا سر قلم کر دیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے آیا اور چونکہ بہت سے زخم اس کے چہرے پر لگے تھے کوئی شخص پورے طور پر اسے نہ پہچان سکا پس وہ سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بغداد لے گئے اس نے مستعین کے پاس سامرہ بھیج دیا۔ دوبارہ بغداد میں لا کر وہاں نصب کیا گیا۔ بغداد کے لوگ چیخے چلائے اور اس کے قتل کا برا منایا۔ کیونکہ باطنی طور پر وہ یحییٰ کی طرف مائل تھے اس کے حسن معاشرت اور کسی کے مال لینے سے پرہیز اور خون بہانے سے رکنے اور اس کے زیادہ عدل و احسان کی بناء پر پس ایک گروہ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے دربار میں گیا اور اسے فتح و ظفر کی مبارک باد دی ابوہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور کہا کہ اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی تہنیت و مبارک باد دینے کے لئے آیا ہوں کہ اگر رسول خداؐ زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت کہی جاتی محمد نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو ابوہاشم باہر نکلا اور اس نے یہ اشعار کہے۔

يَا بَنِي طَاهِرٍ كُلُوهُ مَرِيئًا — إِنَّ لَحْمَ النَّبِيِّ غَيْرُ مَرِيٍّ
إِنَّ وِتْرًا يَكُونُ طَالِبَهُ اللّٰهُ — لَوِتْرٌ بِالْفَوْتِ غَيْرُ حَرِيٍّ

پس محمد نے حکم دیا کہ یحییٰ کے اہل بیت کے قیدیوں کو خراسان بھیجا جائے اور کہنے لگا اولاد پیغمبرؐ کے سر جس کے گھر میں ہوں اس گھر کی نعمت کے زوال کا باعث ہیں۔

ابوالفرج نے ابن عمار سے بیان کیا ہے کہ جس وقت اہل بیت یحییٰ اور اس کے اصحاب میں سے قیدی بغداد

میں لائے گئے تو بڑی سختی کے ساتھ پاؤں ننگے انہیں دوڑاتے تھے اور ان میں سے جو کوئی خستگی اور تھکان کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس وقت یہ بات سننے میں نہیں آئی تھی کہ قیدی کے ساتھ یہ برا سلوک کیا جاتا ہو خلاصہ یہ کہ جن دنوں وہ بغداد میں تھے تو مستعین باللہ کا خط آیا کہ قیدیوں کو قید و بند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقیوں کو تو رہا کر دیا سوائے اسحاق بن جناح کے جو کہ یحییٰ کے لشکر کا کمانڈر تھا اس کو قید میں رکھا۔ یہاں تک کہ وہیں اس کی وفات ہوئی تو اس کی میت خرابہ میں پھینک دی گئی اور اس پہ دیوار گرا دی خلاصہ یہ کہ یحییٰ مرد شریف پرہیزگار دیندار بہترین اطوار زیادہ احسان کرنے والا رعیت پر شفقت و رأفت سے پیش آنے والا اور طالبین میں سے اپنے اہل بیت کا حامی و مددگار اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی و احسان کرتا تھا لہٰذا اس کی شہادت نے خاصہ و عامہ صغیر و کبیر قریب و بعید کے لوگوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور اس کی شہادت ۲۵۰ھ کے حدود میں واقع ہوئی اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے اس زمانہ کا ایک شاعر کہتا ہے۔

بَکَتِ الْخَیْلُ شَجْوَهَا بَعْدَ یَحْیَی　　وَبَکَاهُ الْمُهَنَّدُ الْمَصْقُوْلُ الخ

(مؤلف نے کافی اشعار نقل کئے ہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

حسین ذوالدمعہ کی اولاد میں سے ہے۔ سید اجل نسابہ علامہ نحریر بہاؤالدین علی بن غیاث الدین عبدالکریم نیلی نجفی بن عبدالحمید بن عبداللہ بن احمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن غیاث الدین عالم تقی اور یہ وہی ہیں کہ بعض اعراب نے شط میں سوار ہو کر ان پر حملہ کیا اور ان کا لباس چھین لیا جب ان کی شلوار اتارنے لگے تو وہ مانع ہوئے پس انہیں قتل کر دیا۔ ابن سید جلال الدین عبدالحمید کہ محمد بن جعفر مشہدی نے مزار کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔ ابن عالم فاضل محدث عبداللہ التقی النسابہ ابن نجم الدین اسامہ نقیب شمس الدین احمد بن نقیب ابوالحسن علی بن سید فاضل نسابہ ابوطالب محمد بن ابو علی عمر الشریف جو رئیس جلیل اور امیر حاج تھا اور ۳۳۹ھ میں حجر اسود اس کے ہاتھ سے اپنی جگہ کی طرف واپس لوٹا۔ واقعہ قرامطہ میں جو مکہ میں گئے اور حجر الاسود کو وہاں سے اکھاڑ کر کوفہ لے آئے اور مسجد کے ساتویں ستون کے ساتھ اسے نصب کیا اور اسی واقعہ کی طرف امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اشارہ کیا تھا آپ نے ایک دن کوفہ میں فرمایا لَابُدَّ اَنْ یُصْلَبَ فِیْ هٰذِهِ السَّارِیَةِ اس سے چارہ نہیں کہ اس ستون کے ساتھ لٹکایا جائے تو آپ نے ساتویں ستون کی طرف اشارہ کیا اور یہ طویل واقعہ ہے اور یہ سید جلیل وہی ہے جس نے اپنے خالص مال سے اپنے جد امجد کا گنبد تعمیر کیا تھا۔ ابن یحییٰ نسابہ نقیب النقباء القائم بکوفہ ابن الحسین النسابہ النقیب الطاہر بن ابی عاتقہ احمد محدث ابن ابی علی عمر بن یحییٰ بن الحسین ذوالدمعہ ابن زید الشہید ابن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ بہاؤالدین علی مذکور کی جلالت شان زیادہ اور اس کے مناقب بے شمار ہیں اور اس کے تالیفات شریفہ میں سے ہے کہ جس پر ناقدین اخبار اور سدنہ آثار نے ان کی طرف میلان اور ان پر اعتماد کیا ہے مثلاً کتاب انوار المضیئہ اور الدر النضید اور کتاب سرور

اہل الایمان فی علامات ظہور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اور کتاب الغیبۃ اور انصاف فی الرد علی صاحب الکشاف اور شرح مصباح صغیر شیخ وغیرہ ذلک یہ شیخ حسن بن سلیمان حلی صاحب مختصر البصائر و ابن فہد حلی کے استاد اور شیخ شہید و فخر المحققین و سید عمید الدین کے شاگرد ہیں اور ان کے جد امجد محمد شریف جلیل ابن عمر یحییٰ بن الحسین نسابہ ابن ابی عاتقہ احمد محدث ہیں اور احمد محدث وہی ہیں کہ جن کے حق میں صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ وہ مرد وجیہہ اور متمول تھے اور علویین میں سے کسی شخص کے پاس اتنا مال و املاک و زراعت و خلافت نہ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک سال میں وہ اکھتر ہزار جریب زمین کی زراعت کرتے تھے اور ان کے عجیب و غریب حکایات میں سے ہے کہ ایک دفعہ وہ دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور مطہر بن عبداللہ وزیر عضد الدولہ بن بویہ بھی دیوان میں موجود تھا اس وقت اس کو توقیع ملی (خط ملا) کہ قرامطہ کا قاصد کوفہ میں پہنچ رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کے دفاع کے اسباب مہیا کرنے کے لئے کوفہ میں کوئی خط لکھا جائے مطہر بن عبداللہ وزیر نے وہ توقیع سید شریف کو دکھائی اور انہیں اشارہ کیا کہ کسی شخص کو اس خدمت کے عنوان سے اس قاصد کے لئے روانہ کیا جائے جو اس کی رہائش گاہ اور دوسرے اسباب مہیا کرے پس وزیر بعض اہم امور دیوان میں مشغول ہوا اور ایک گھنٹہ تک اسی حالت میں رہا جب ملتفت ہوا تو شریف کو فارغ البال اور آسودہ خیال اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو از روئے تعجب کہا اے شریف یہ کام ان امور میں سے نہیں ہے کہ جس میں تہاون و سستی برتی جائے۔ شریف نے کہا میں نے کوفہ کی طرف قاصد بھیجا تھا اور وہ جواب لے کر آیا ہے کہ وہ اسباب کی تیاری میں مشغول ہیں۔ وزیر کو اس بات سے تعجب ہوا اور اس نے اس کام کی کیفیت کے متعلق سوال کیا۔ شریف نے اسے خبر دی کہ اس کے پاس بغداد میں کوفہ کے کچھ پرندے ہیں اور کوفہ میں طیور بغدادی ہیں۔ جب آپ نے اپنی رائے کے مطابق مجھے اشارہ کیا تھا تو میں نے حکم دیا کہ پرندے کے توسط سے کوفہ خط لکھا جائے اور ابھی دوبارہ خبر ملی ہے کہ وہ خط کوفہ میں پہنچ گیا ہے اور وہاں اطاعت امر میں مشغول ہیں۔

بنو حسین ذوالدمعۃ کی اولاد میں سے سید اجل بہاء الشرف نجم الدین ابو الحسن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین نسابہ بن احمد محدث بن عمر بن یحییٰ بن حسین ذوالدمعۃ ہے کہ جس کا نام صحیفہ کاملہ کی ابتداء میں ہے اور عمید الرؤسا نے اس سے روایت کی ہے اور عمید الرؤسا کے علاوہ بھی بہت سے لوگ اس سے روایت کرتے ہیں۔ مثلاً ابن سکون اور جعفر بن علی والد شیخ محمد بن المشہدی اور شیخ ہبۃ اللہ بن نما اور ان کے علاوہ دوسرے علماء علیہم الرضوان

عیسیٰ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے تیسرے بیٹے کا تذکرہ: عیسیٰ بن زید کی کنیت ابو یحییٰ اور لقب موتم الاشبال ہے اور یہ لقب اسے اسطرح سے ملا کہ ایک دفعہ ایک شیر نے جس کے بچے تھے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا اس کو عیسیٰ نے قتل کر دیا۔ اس وقت سے اس کا لقب موتم الاشبال ہو گیا۔ یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا

ابوالفرج نے اس کی بہت تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مرد جلیل القدر صاحب علم و ورع و تقویٰ و زہد تھا اور جعفر صادقؑ ان کے بھائی عبداللہ بن محمد اور اپنے والد زید بن علی علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے روایت کرتا ہے اور اس کے زمانہ کے علماء ان کے وجود اور آمد کو مبارک سمجھتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی بڑی تعظیم و احترام کرتا تھا لیکن ایک روایت کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس سے اپنے امام زمانہ ارواح العالمین فداہ کی نسبت سوء ادبی اور جسارت ظاہر ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ عیسیٰ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن کے واقعہ میں حاضر تھا اور جب وہ دونوں مارے گئے تو عیسیٰ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور کوفہ میں علی بن صالح بن حی کے گھر میں چھپا رہا اور اپنا کسب لوگوں سے پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ وفات پائی جن دنوں عیسیٰ چھپا ہوا تھا۔ یحییٰ بن حسین بن زید نے اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق محمد بن محمد بن زید نے اپنے والد سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے چچا کے متعلق بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں اس سے ملاقات کروں۔ کیونکہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے دیکھ بھی نہ سکوں باپ نے بیٹے سے کہا اے بیٹا یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں تجھے اس کا اتہ پتہ بتاؤں اور تو اس کے پاس جائے اور وہ سختی میں پڑے اور اسے اپنی جگہ بدلنی پڑے۔ یحییٰ نے اس سلسلہ میں اصرار کیا یہاں تک کہ اس نے باپ کو راضی کر لیا کہ وہ اسے عیسیٰ کا پتہ بتائے۔ حسین نے کہا اے بیٹا اگر چاہتا ہے کہ اپنے چچا سے ملاقات کرے تو مدینہ سے کوفہ کا سفر کر جب کوفہ پہنچے تو محلہ حیّ پوچھ جب اس کا پتہ چل جائے تو فلاں گلی میں جانا اور اس گلی کی صفت بیان کی جب اس گلی میں پہنچے تو اس قسم کا ایک گھر وہ تیرے چچا کا گھر ہے لیکن تو گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ گلی کے اگلے حصہ میں مغرب تک بیٹھ جانا اس وقت تجھے ایک شخص بلند قامت ادھیڑ عمر جو خوبصورت ہو گا اور سجدوں کے نشان اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور اس نے پشم کا جبہ پہن رکھا ہو گا اور اونٹ کو آگے چلا رہا ہو گا اور وہ سقائی (ماشکی کا کام) سے واپس لوٹے گا اور قدم قدم پہ ذکر خدا کرتا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تو یہی شخص تیرا چچا عیسیٰ ہے جب تو اس کو دیکھے تو اس کو سلام کرنا اور اس کے گلے میں باہیں ڈال دینا ابتداء میں تو تیرے چچا کو تجھ سے وحشت ہو گی تو اسے اپنی شناسائی کرانا تاکہ اس کا دل سکون اختیار کرے پس تھوڑی دیر اس سے ملاقات کرنا اور زیادہ دیر تک اس کے پاس نہ بیٹھنا تاکہ کوئی تجھے دیکھ نہ لے اور اسے پہچان نہ لے اس وقت اس کو الوداع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ جانا ورنہ وہ تجھ سے بھی چھپ جائے گا اور مشقت و زحمت میں پڑے گا یحییٰ نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اس کی اطاعت کروں گا۔ پس سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا جب کوفہ پہنچا تو وہیں قیام کیا اور پھر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک

کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے آگے آگے اونٹ ہے اور وہی اوصاف ہیں۔ جو اسے باپ نے بتائے تھے اور جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اس کے لب ذکر خدا سے حرکت کرتے ہیں اور آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں۔ یحییٰ اٹھا اُن کو سلام کرکے اُن سے معانقہ کیا۔ یحییٰ کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی جانور کسی انسان سے وحشت کرتا ہے اس طرح اسے مجھ سے وحشت ہوئی۔ میں نے کہا اے چچا میں یحییٰ بن حسین بن زید آپ کا بھتیجا ہوں۔ جب انہوں نے مجھ سے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگا لیا اور اتنا روئے اور ان کی حالت منقلب ہوئی کہ میں نے سمجھا ابھی بے ہوش ہو جائیں گے جب کچھ طبیعت اُن کی سنبھلی تو اونٹ بٹھایا اور میرے پاس بیٹھ گئے اور اپنے عزیزوں اور گھر والوں مردوں، عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کرکے حالات پوچھے اور میں نے ان کے حالات تفصیل سے بیان کئے اور وہ روتے رہے جب ان کے حالات سے مطلع ہوا تو اپنے حالات میرے سامنے بیان کئے اور کہا کہ اے بیٹا اگر میرے حالات پوچھتے ہو تو میں نے اپنا نسب اور حالات لوگوں سے چھپا رکھے ہیں اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور اس پر روزانہ سقائی کرتا ہوں اور پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں لے جاتا ہوں اور جو کچھ ملتا ہے اس میں سے اونٹ کا کرایہ ادا کرکے باقی اپنے اخراجات میں صرف کرتا ہوں اور اگر کسی دن کوئی مانع پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے میں پانی بھرنے کے لئے نہ جاسکوں تو اس دن میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا مجبوراً کوفہ سے نکل کر صحرا میں جاتا ہوں اور بے کار سبزیوں کو یعنی کاہو کے پتے کھیرے کے چھلکے اور اس قسم کی چیزیں جنہیں لوگ دور پھینکتے ہیں جمع کرکے اپنی خوراک قرار دیتا ہوں اور جب سے میں چھپا ہوا ہوں اسی مکان میں رہتا ہوں اور صاحب مکان مجھے نہیں پہچانتا اور جب میں کچھ مدت اس گھر میں گذار چکا تو اس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی۔ خداوند عالم نے اس سے ایک بیٹی عنایت فرمائی جب وہ حد بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ لڑکی کو فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو کہ ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کرتے ہیں میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ میری بیوی نے بہت اصرار کیا اور میں اس کے جواب میں خاموش رہا اور مجھ میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اسے اپنا نسب بتاؤں اور اس کو خبر دوں کہ میری بیٹی اولاد رسولؐ ہے اور اس کا کفو اور ہمسر فلاں ماشکی کا بیٹا نہیں میری بیوی نے میرے فقر و افلاس و گمنامی کی وجہ سے یہ خیال کیا کہ جو لقمہ اس کے تصور میں نہیں آسکتا تھا وہ اس کے ہاتھ میں آگیا ہے لہذا اس نے اس سلسلہ میں بہت مبالغہ کیا یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آگیا اور خدا سے اس معاملہ کی کفایت چاہی۔ خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دن کے بعد میری بیٹی فوت ہوگئی اور میں نے اس کے غم سے نجات پائی۔ لیکن اے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اتنا دکھ و درد ہو اور وہ یہ ہے کہ جب تک میری بیٹی زندہ رہی میں اسے اپنی معرفت نہ کرا سکا اور اس سے یہ نہ کہہ سکا کہ اے نور چشم تو اولاد پیغمبرؐ ہے اور سید زادی ہے نہ یہ کہ تو ایک مزدور کی بیٹی

ہے اور وہ اپنی شان وقدر پہچانے بغیر مر گئی پس میرے چچا نے مجھ سے الوداع کہا اور مجھے قسم دی کہ پھر کبھی میں اس کے پاس نہ جاؤں تاکہ کہیں اسے پہچان لیں اور گرفتار ہو جائے پس میں چند دن کے بعد گیا تاکہ اس کو دیکھوں تو میں اسے نہ مل سکا اور میری بس وہی ملاقات ہو سکی۔

ابو الفرج خصیب وابشی سے جو زید بن علی کے اصحاب اور عیسیٰ بن زید کے مخصوصین میں سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم ڈرتے ڈرتے اس سے ملنے کے لئے جاتے اور بسا اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور وہ ماشکی کا کام کرتا تھا۔ پس وہ ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ان سے یعنی مہدی عباسی اور اس کے اعوان و انصار سے تم پر مامون ہوتا تو طویل مدت تک تمہارے پاس بیٹھتا اور تم سے باتیں کر کے اور تمہارے چہروں کو دیکھ کر توشہ وزاد حاصل کرتا۔ خدا کی قسم میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ تمہیں یاد رکھتا ہوں۔ تنہائی میں اور بستر پہ تمہیں خواب میں دیکھتا ہوں پس چلے جاؤ تاکہ تمہاری بیٹھک اور معاملہ مشہور نہ ہو جائے اور اس سے کوئی برائی یا ضرر پہنچے خلاصہ یہ کہ عیسیٰ اس حالت میں رہا کہ اس کی وفات ہوئی اور اس کے چند مخصوص اشخاص تھے جو اس کے حالات پر مطلع تھے ایک ابن علاق صیرفی دوسرا حاضر تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح اور مہدی اس کے درپے تھا کہ اگر عیسیٰ اسے نہ ملے تو کم از کم ان چند افراد پر اسے کامیابی حاصل ہو یہاں تک کہ اسے حاضر پہ کامیابی حاصل ہوتی اور اسے قید کر دیا اور ہر حیلہ کے ساتھ چاہا کہ حاضر سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر معلوم کرے اس نے چھپایا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور جب عیسیٰ نے اس دنیا سے وفات پائی تو اس کے دو چھوٹے بچے تھے کہ صباح نے جن کی کفالت کی تھی منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا اب تو عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اب کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی تک پہنچا دیں تاکہ اسے راحت ہو اور ہم بھی خوف سے مامون رہیں۔ کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ کی وجہ سے تلاش کرتا ہے اب جو اس کی وفات ہو گئی ہے مہدی کو ہم سے کوئی سروکار نہیں حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ فرزند نبی اللہ کی موت سے روشن نہیں کروں گا۔ ایک رات جو حالت خوف میں بسر کروں تو وہ ایک سال کے جہاد و عبادت سے بہتر ہے۔ صباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو مہینے گذر گئے تو حسن بن صالح بھی دنیا سے چل بسا اس وقت میں احمد و زید نامی عیسیٰ کے یتیم بچوں کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا جب بغداد میں پہنچا تو بچوں کو گھر میں کسی کے سپرد کیا اور خود پرانے لباس میں مہدی کے دار الخلافہ میں گیا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے کہا میں صباح زعفرانی ہوں اور باریابی کی اجازت چاہی خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے ہاں پہنچا تو اس نے پوچھا کہ صباح زعفرانی تو ہے میں نے کہا ہاں کہنے لگا لَا حَيَّاكَ اللّٰهُ وَلَا بَيَّاكَ اللّٰهُ وَلَا قَرَّبَ دَارَكَ اے دشمن خدا تو ہے وہ شخص جو لوگوں کو میرے دشمن کی بیعت

کی طرف بلاتا تھا میں نے کہا کہ ہاں کہنے لگا بس اپنے پاؤں سے موت کی طرف چل کر آیا ہے۔ میں نے کہا اے خلیفہ میں آپ کے لئے بشارت اور تعزیت لے کر آیا ہوں کہنے لگا تیری بشارت اور تعزیت کون سی ہے میں نے کہا کہ بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی موت کی۔ کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچازاد اور عزیز رشتہ دار تھا۔ جب مہدی نے یہ بات سنی تو سجدہ شکر بجالایا۔ اس کے بعد پوچھنے لگا کہ عیسیٰ کی وفات کب ہوئی میں نے کہا کہ دو مہینہ گذر گئے ہیں کہنے لگا، اب تک مجھے کیوں نہیں خبر دی۔ میں نے کہا کہ حسن بن صالح ایسا نہیں کرنے دیتا تھا۔ اب اس کی بھی وفات ہوئی تو میں تیرے پاس آیا ہوں۔ مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو ایک اور سجدہ شکر بجالایا۔ اور کہنے لگا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی ہے کیونکہ وہ میرے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا اس وقت کہنے لگا اے مرد جو چاہے مانگ کیونکہ تیری ہر حاجت پوری کی جائے گی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کر دوں گا۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی کہ جس سے ان کی کفالت کر سکتا تو یہ بھی آپ سے نہ مانگتا اور انہیں بغداد میں نہ لاتا۔ پھر میں نے تفصیل سے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات بیان کئے میں نے کہا کہ مناسب ہے کہ آپ ان یتیم بچوں کے لئے باپ کی جگہ ہو جائیں کہ جو بھوک سے مرنے کے قریب ہیں انہیں بھوک اور پریشانی سے نجات دو۔ جب مہدی نے عیسیٰ کے یتیموں کے حالات سنے تو بے اختیار رونے لگا۔ اتنا رویا کہ اس کے آنسو گرنے لگے اور کہنے لگا اے بندۂ خدا خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا ہے کہ ان کے حالات مجھ سے بیان کئے ہیں اور ان کا حق ادا کیا ہے۔ بے شک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی مانند ہیں اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ۔ میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی اور میری امان میں ہیں اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں اور میں اسے بار بار قسم دیتا اور اس سے امان طلب کرتا اس خوف سے کہ شاید میں انہیں اس کے پاس لے آؤں تو وہ انہیں تکلیف و اذیت پہنچائے اور مہدی بھی انہیں امان دیتا۔ آخر گفتگو میں کہنے لگا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کی کیا تقصیر ہے کہ میں انہیں تکلیف پہنچاؤں جو میری سلطنت سے معارض تھا وہ ان کا باپ تھا اور اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نہ جھگڑتا تو میں اس سے بھی سروکار نہ رکھتا چہ جائے کہ یہ یتیم بچے۔ اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ۔ خدا تجھے جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں استدعا کرتا ہوں کہ میری بخشش و عطا کو قبول کر۔ میں نے کہا میں کچھ نہیں چاہتا۔ تب میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا۔ جب مہدی نے انہیں دیکھا تو ان کی حالت پر اسے رقت ہوئی اور انہیں سینہ سے لگایا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ وہ ان کی پرستاری کرے اور چند افراد ان کی خدمت کے لئے مقرر کئے اور میں بھی چند دنوں کے بعد ان کے حالات کی تحقیق کر جاتا اور وہ دارالخلافہ میں رہے یہاں تک کہ محمد امین مارا گیا تو اس وقت وہ دارالخلافہ سے باہر نکلے اور زید کسی بیماری میں فوت ہو گیا اور احمد روپوش ہو گیا۔

عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد و اعقاب کا ذکر عیسیٰ بن زید کی نسل چار بیٹوں سے یادگار رہی ہے احمد

مختفی - زید - محمد - حسین عضارہ - حسین جد ہے اس علی بن زید بن حسین کا کہ جس نے مہتدی باللہ کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا تھا۔ کوفہ کے عوام و اعراب میں سے ایک گروہ نے اس کی بیعت کی اور مہتدی نے شاہ بن میکال کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ جب یہ خبر علی کے لشکر نے سنی تو وہ دہشت زدہ ہوئے۔ چونکہ ان کی تعداد دو سو سوار تھی۔ علی نے جب لشکر کی پریشانی دیکھی تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر مجھے تلاش کرنے آیا ہے اور میرے غیر سے انہیں کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھا لیتا ہوں۔ تم اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان کے ساتھ چھوڑ دو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے۔ جب شاہ بن میکال کا لشکر آن پہنچا تو علی کے لشکر پر گھبراہٹ کا غلبہ ہوا علی نے کہا اے لوگو اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور میری شجاعت کا نظارہ کرو۔ پس علی نے تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس انبوہ لشکر میں دوڑایا اور انہیں دائیں بائیں تلوار لگائی یہاں تک کہ اس لشکر سے باہر آ گیا اور ٹیلے پر چڑھ گیا۔ دوبارہ اس لشکر کی پچھلی طرف سے آکر ان پر حملہ کیا۔ لشکر نے خوف کے مارے اسے راستہ دے دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ دو تین مرتبہ اسی طرح اس نے حملہ کیا تو علی کے لشکری بھی قوی دل ہو گئے اور انہوں نے شاہ بن میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ شاہ کے لشکر کو بری طرح شکست ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں ناجم نے اسے طاہر بن محمد ابوالقاسم بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امیرالمومنین علیہ السلام اور طاہر بن احمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ قتل کر دیا۔

احمد بن عیسیٰ بن زید اور ناجم صاحب زنج کا تذکرہ - احمد بن عیسیٰ بن زید شخص عالم و فقیہ بزرگ و زاہد اور فقہ کی ایک کتاب کا مؤلف تھا۔ اس کی والدہ عاتکہ بنت فضل بن عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیہ تھی۔ اس کی ولادت ۱۵۸ھ میں اور وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ آخر عمر میں احمد نابینا ہو گیا تھا جیسا کہ اس کے باپ عیسیٰ کی وفات کے ذیل میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ جب سے اسے مہدی کے سپرد کیا گیا وہ دارالخلافہ میں رہا۔ رشید کے زمانہ تک تو صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ وہ رشید کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہو گیا۔ پس اس نے خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ پس قید سے چھوٹ کر روپوش ہو گیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بصرہ میں وفات پائی اور اس وقت اس کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور اسی لئے اسے مختفی کہتے تھے انتہی

اس کی زوجہ خدیجہ بنت علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام تھی اور وہ محمد کی ماں تھی کہ جو شخص وجیہ اور فاضل تھا اور اس نے بغداد میں حالت قید میں وفات پائی۔ مؤلف کہتا ہے کہ جن افراد نے اپنے آپ کو احمد مختفی سے منسوب کیا ہے ان میں سے ایک صاحب زنج ہے جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام ہوں اور کچھ لوگ اسے دعی (زبردستی کسی کی طرف منسوب ہونا) آل ابوطالب کہتے تھے اور امام حسن عسکری کی توقیع میں ہے کہ صاحب زنج اہل بیت میں سے نہیں ہے اور اس کی اصل رَی کی ایک

بستی سے ہے اور وہ مذہب ازارقہ اور خوارج کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اور اس کے انصار و اصحاب زنجی (حبشی) تھے اس نے مہتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے تین دن باقی تھے ۲۵۵ھ میں بصرہ کے علاقے میں خروج کیا۔ پھر وہ بصرہ کی طرف آیا اور اس پر قابض و مالک ہو گیا اور اس نے گروہ زنج کو فتنہ و فساد پر ابھارا اور یہ لوگ اس وقت بصرہ اہواز اور اطراف اہواز میں بہت تعداد میں تھے۔ یہاں کے لوگ ان زنجیوں کو خریدتے اور اپنی املاک جاگیروں اور باغوں میں خدمت پر مامور کرتے اور ان علاقوں کے کچھ دیہاتی بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہوئے کہ ویسے کام اس سے پہلے کسی شخص نے نہیں کئے تھے المعتمد علی اللہ ابو العباس احمد بن متوکل کے زمانہ میں اس کا بھائی طلحہ بن متوکل جو موفق اور قائم بامر الخلافہ کے لقب سے ملقب تھا) اس سے جنگ کے لئے نکلا اور پے در پے حیلہ و تدبیر اور جنگ و گریز کرتا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کیا اور لوگوں کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کیا۔ اور صاحب زنج کے تسلط و غلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینہ تھی۔ اور وہ شخص قسی القلب اور بد کردار تھا۔ مسلمانوں کا خون بہانے ان کی عورتوں کو قید کرنے عورتوں کے قتل کرنے اور انہیں لوٹنے مارنے کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے بصرہ میں تین لاکھ افراد کو قتل کیا اور اس کا فتنہ لوگوں کے لئے بہت بڑی مصیبت تھا اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں کئی دفعہ صاحب زنج اور اہل بصرہ کے مصائب میں گرفتار ہونے کی طرف اشارہ کیا ایک جگہ فرماتے ہیں یَا اَحْنَفُ کَاَنِّیْ بِہٖ وَقَدْ سَارَ بِالْجَیْشِ الَّذِیْ لَا یَکُوْنُ لَہٗ غُبَارٌ وَلَا لَجَبٌ وَلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ وَلَا حَمْحَمَةُ خَیْلٍ یُثِیْرُوْنَ الْاَرْضَ بِاَقْدَامِهِمْ کَاَنَّهَا اَقْدَامُ النَّعَامِ احنف گویا کہ اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ چل رہا ہے جن میں نہ غبار ہے نہ لجاموں کی جھنکار ہے نہ گھوڑوں کا ہنہنانا ہے اور نہ ہتھیاروں کی آواز ہے۔ وہ اپنے قدموں سے خاک اڑاتے ہیں گویا کہ وہ شتر مرغ کے پاؤں ہیں۔ سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا اس خطبہ میں صاحب زنج کے ظہور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق جب کہ زنگیوں نے اس کی پناہ لی اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی طرف روانہ ہوا اس کی پوری فوج میں صرف تین تلواریں تھیں۔ تو ایک بستی میں پہنچا جو کرخ کے نام سے مشہور تھی اس بستی کے بڑے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آئے اور پذیرائی کے لوازمات پورے کئے۔ وہ رات صاحب زنج نے ان میں بسر کی جب صبح ہوئی تو کمیت رنگ کا گھوڑا بطور ہدیہ اس بستی سے اس کے لئے لے آئے اور اس گھوڑے کی زین اور لگام نہیں تھی اور نہ کہیں سے مل سکی۔ پس رسیوں کی زین اس پر درست کی گئی اور لیف خرما کی رسی سے اس کا منہ باندھا گیا اور اس پر سوار ہوا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ واقعہ حضرت امیر المومنینؑ کے قول کی تصدیق کرتا ہے کہ جہاں آپ فرماتے ہیں کہ کَاَنِّیْ بِہٖ قَدْ سَارَ فِیْ جَیْشِ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ غُبَارٌ وَلَا لَجَبٌ الخ اس کے بعد حضرت نے احنف سے فرمایا اے احنف وائے اور ہلاکت ہے تمہارے آباد گلی کوچوں اور آراستہ و مزین گھروں کے لئے کہ جن کے پر گدھوں کے پروں کی طرح

بنے ہوتے ہیں سونڈیں ہاتھی کی سونڈوں کی طرح ہیں اس گروہ سے کہ جن کے مقتول پر کوئی رونے والا نہیں اور نہ ان میں سے کسی گمشدہ کو کوئی تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ زنگی غلام اور مسافر تھے اور ان کا کوئی نہیں تھا جو ان پر ندبہ کرے یا ان کے غائب ہونے کی صورت میں اسے ان کی جگہ خالی نظر آئے شاید آپ کی پروں سے مراد روشن دان یا لکڑیاں اور بوریئے ہوں جو مکانات کے باہر چھت سے آویزاں کر دیتے ہیں تاکہ وہ درو دیوار کو بارش اور سورج کی حرارت سے بچائیں اور سونڈ سے مراد پرنالے ہیں۔ جو دیوار سے زمین تک متصل ہوتے ہیں کہ جن پر تارکول مل دیتے ہیں اور وہ بہت زیادہ سونڈ کی شباہت اختیار کر لیتے ہیں۔ حضرت امیرؑ اسی فرمائش سے اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ عمارتیں خراب ہو جائیں گی اور صاحب زنج کے فتنہ میں جل جائیں گی۔ مورخین نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن سترہ شوال ۲۵۷ھ کو صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور بصرہ کے لوگوں کو قتل کرنے لگا۔ مسجد جامع اور لوگوں کے گھروں کو جلا دیا۔ جمعہ کے دن ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن لگاتار لوگوں کو قتل کرتا اور ان کے گھروں کو جلاتا رہا۔ یہاں تک کہ نالے ندیاں خون سے بہنے لگے اور کوچہ و بازار خون سے رنگین ہو گئے اور محل و قصور و گلستان قبرستان بن گئے اور مکانات اور جہاں کہیں انسان یا جانوروں کی گزرگاہ تھی اور جس قسم کے اسباب و سامان وہاں تھے سب جلا دیئے۔ وَاَتَمَّ الْحَرِيقُ مِنَ الْجَبَلِ اِلَى الْجَبَلِ وَعَظُمَ الْخَطْبُ مِنْهَا الْقَتْلُ وَالنَّهْبُ وَالْاِحْرَاقُ اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو قتل عام سے پناہ اور امان دے دی اور کہنے لگے جو شخص حاضر ہو جائے گا وہ امان میں ہے جب لوگ جمع ہو گئے تو غدر و دھوکہ کی بنیاد رکھی اور ان پر تلوار چلا دی لوگوں کی آواز شہادت جاری اور ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا جس کسی کو انہوں نے دیکھا اسے قتل کر دیا۔ بصرہ میں جو شخص مالدار تھا پہلے اس کا مال لیتے یعنی شکنجہ دیتے تاکہ اپنا مال ظاہر کرے اور پھر اچانک اسے قتل کر دیتے اور جو فقیر تھے انہیں تو فرصت دیئے بغیر قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ منقول ہے کہ اہل بصرہ میں سے جو لوگ کسی حیلہ بہانہ سے جان بچا گئے تو وہ ان کنوؤں میں جا چھپے جو گھروں میں کھودے ہوئے تھے۔ جب شب کی تاریکی پھیل جاتی تو وہ کنوئیں کی تاریکی سے باہر نکلتے اور چونکہ کھانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی مجبوراً کتے چوہے اور بلیوں کے گوشت سے کھانے کا سامان کرتے اور جب آفتاب طلوع ہوتا تو پھر کنوئیں میں چلے جاتے اس طرح وہ لوگ گزارہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان جانوروں میں سے بھی کوئی چیز باقی نہ رہی اور دوسری کوئی چیز بھی انہیں میسر نہ آتی تو اس وقت دیکھتے کہ ان کے ہم جنسوں میں سے جو بھوک سے مر جاتے اس کے گوشت سے گزارہ کرتے اور جس میں طاقت ہوتی وہ اپنے ساتھی کو قتل کر کے کھا لیتا اور معاملہ لوگوں پر اتنا سخت ہوا کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک سر ہے اور وہ رو رہی ہے۔ انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گرد جمع ہوئے تاکہ وہ مرے اور وہ اس کا گوشت تقسیم کریں ابھی میری بہن نہیں مری تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کا گوشت تقسیم کیا اور اس کے گوشت میں سے سوائے سر کے مجھے کچھ نہیں دیا۔ اور اس تقسیم میں انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی فرمائش اس خطبہ شریفہ میں معلوم ہوئی کہ جس میں فرمایا وائے ہو تجھ پر اے بصرہ اس لشکر سے جو کہ خدا کا عذاب اور شکنجہ ہے جس میں شور غبار اور حس و حرکت نہیں کیونکہ ان حبشیوں میں دوسرے لشکروں کی طرح شور و غل اور ہتھیار اور زیادہ گھوڑے نہیں تھے اور عنقریب اے بصرہ تیرے رہنے والے سرخ موت اور غبار آلود کرنے والی بھوک میں مبتلا ہوں گے۔ یعنی قتل و قحط میں مبتلا ہوں گے اور یہ کلمات حضرت امیرالمومنینؑ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہیں۔

محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی اولاد کا تذکرہ۔

محمد زید شہید کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے اور اس کی اولاد عراق میں بہت زیادہ تھی اس کی کنیت ابوجعفر تھی فضل اور شرافت میں بہت باکمال تھا اس کی جوانمردی کا واقعہ مشہور ہے کہ جسے داعی کبیر نے سادات و علویین کے لئے نقل کیا تھا کہ اسے وہ اپنا دستور العمل بنائیں اور اسی طریقہ پر قائم رہیں اور ہم وہ واقعہ منتہی الآمال میں اولاد امام حسنؑ کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے اور اس کا بیٹا محمد بن محمد بن زید وہی ہے کہ ابوالسرایا کے زمانہ میں ۱۹۹ھ میں محمد بن ابراہیم طباطبا کی وفات کے بعد لوگوں نے جس کی بیعت کی تھی اور بالآخر اس کو گرفتار کر کے مامون کے پاس مقام مرو میں بھیجا گیا اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی مامون نے اس کی صغرسنی پر تعجب کیا۔ اور اس سے کہا کَیْفَ رَاَیْتَ صُنْعَ اللّٰہِ بِابْنِ عَمِّکَ یعنی خدا نے جو تیرے چچا زاد کے ساتھ کیا اسے تو نے کیسا دیکھا۔ محمد نے کہا رَاَیْتُ اَمِیْنَ اللّٰہِ فِی الْعَفْوِ وَالْحِلْمِ وَکَانَ یَسِیْرًا عِنْدَہٗ اَعْظَمُ الْجُرْمِ۔ میں نے اللہ کا امین پایا عفو و علم میں اور سب سے بڑا جرم اس کے نزدیک کم ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ چالیس دن مرو میں رہا اس وقت مامون نے اسے زہر دے دیا۔ اور اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گرنے لگا۔ اور وہ ان ٹکڑوں کو دیکھتا اور اس کے ہاتھ میں ایک خلال تھا کہ جس سے وہ انہیں الٹتا پلٹتا اور اس کی ماں فاطمہ بنت علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب تھی اور اس کا دوسرا بیٹا جعفر بن محمد بن زید تھا۔ وہ شخص عالم و فقیہ ادیب و شاعر معروف کا حکم دینے والا منکر سے روکنے والا تھا۔ اور وہ نیشاپور کے علاقہ کلاجر میں دفن ہوا۔ بعض مشجرات میں ایسا ہے اور ظاہر اً یہ احمد سکین کا باپ ہے کہ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جاننا چاہیئے کہ محمد بن زید کی نسل میں سے سید اجل وحید عصر فرید دھر صدرالدین علی بن نظام الدین احمد بن میر محمد معصوم مدنی مشہور بسید علی خاں شیرازی جامع جمیع کمالات و علوم صاحب مؤلفات نفیسہ مثلاً شرح صمدیہ و شرح صحیفہ و سلافہ و انوار الربیع و سلوۃ الغریب وغیرہ ہے اکی وفات ۱۱۱۹ھ میں شیراز میں ہوئی اور اس کی قبر شاہ چراغ میں سید اجل سید ماجد کی قبر کے پاس ہے اور سید علی خاں کے آباء و اجداد تمام علماء و فضلا اور محدثین تھے۔ کتاب سلافۃ العصر من محاسن اعیان العصر میں اپنے والد نظام الدین احمد کے حالات میں فرماتے ہیں ھُمَامٌ بْنُ ھُمَامٍ وَھَلُمَّ جَرًّا اِلٰی اَنْ اَجَاوِزَ الْمَجَرَّۃَ مَجْدًا لَا اَقِفُ عَلٰی حَدٍّ حَتّٰی اَنْتَھِیَ اِلٰی اَشْرَفِ جَدٍّ وَکَفٰی شَاھِدًا عَلٰی

هٰذَا الْمُدَامُ قَوْلُ اَحَدِ اَجْدَادِهِ الْكِرَامِ لَيْسَ فِيْ نَسَبِنَا اِلَّا ذُوْ فَضْلٍ وَحِلْمٍ حَتّٰى نَقِفَ عَلٰى بَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ اور اس کے اجداد میں سے ہے۔ استاد البشر والعقل الحاوی عشر غیاث الدین منصور دشتکی کہ قاضی نوراللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں فرمایا ہے۔ خاتم الحکماء وغوث العلماء الامیر غیاث الدین منصور شیرازی وہ کہ اگر ارسطو و افلاطون بلکہ حکمائے زمانہ و قرون اس قبلہ اہل ایمان کے زمان میں ہوتے تو فخر و مباہات کرتے کہ وہ اس سے استفادہ کرنے والوں کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس عالی درس کے ملازمین میں سے ہیں۔ انتھی۔ کہتے ہیں کہ بیس سال کی عمر میں علامہ دوانی سے مناظرہ کرنے کی استعداد اپنے میں محسوس کی ۹۳۶ھ میں جب کہ عنان سلطنت کف باکفایت شاہ طہماسپ صفوی میں تھی آنجناب صدارت عظمیٰ پر فائز ہوئے اور صدر صدور ممالک کے لقب سے ملقب ہوئے اور ۹۳۰ھ میں جناب خاتم المجتہدین محقق کرکی عراق سے تبریز تشریف لائے اور بادشاہ کی طرف سے انتہائی احترام دیکھا امیر غیاث الدین مذکور سے طریقہ محبت والفت پر چلے کہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں نے ایک دوسرے سے قرارداد کی کہ ایک ہفتہ جناب محقق کتاب شرح تجرید میر کے پاس پڑھیں اور دوسرے ہفتہ جناب میر کتاب قواعد کا جناب محقق سے استفادہ کریں ایک مدت اسی طرح سے گذری یہاں تک کہ مفسدین نے سخن چینی کی اور دونوں بزرگواروں میں اختلاف ڈال دیا پس جناب میر نے منصب صدارت سے استعفاء دے دیا اور شیراز کی طرف واپس چلے گئے اور ۹۴۰ھ میں رحمت الٰہی سے جاملے اور اپنے پدر بزرگوار کے مزار کے قریب دفن ہوئے اور ان جناب کی تصنیفات کافی زیادہ ہیں کہ جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں ان کے والد ماجد سید الحکماء والمدققین ابو المعالی صدر الدین محمد بن ابراہیم ہیں۔ جو صدر الدین کبیر کے نام سے مشہور ہیں کہ قاضی نوراللہ نے ان کے حالات میں کہا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد امجاد حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام تک سب کے سب حافظ احادیث اور حامل شریعہ تھے انتھی ان کے آثار میں سے مدرسہ شیراز میں منصوریہ ہے اور ۹۰۳ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

ان کے اجداد میں سے نصیر الدین ابو جعفر احمد سکین ہیں جو کہ مقرب خدمت امام رضا علیہ السلام تھے اور حضرت نے فقہ الرضا اپنے خط مبارک سے ان کے لئے لکھی تھی اور وہ کتاب شریف سید علی خاں کی کتابوں میں بلاد مکہ معظمہ میں شامل تھی جیسا کہ صاحب ریاض فرماتے ہیں اور سید صدر الدین محمد مذکور فرماتے ہیں پھر میرے جد امجد احمد سکین امام رضا علیہ السلام کے ساتھ برابر دس سال رہے مدینہ سے لے کر یہاں تک کہ انہیں خراسان کی طرف لے جایا گیا۔ پس اس نے آپ سے علم حاصل کیا اور اس کا اجازہ حدیث میرے پاس ہے۔ پس احمد امام رضا علیہ السلام سے ان کے آباء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کرتا ہے اور یہ اسناد بھی وہ ہیں کہ جس میں میں منفرد ہوں کہ اس میں میرا کوئی شریک نہیں اور اس سے خداوند عالم نے مجھے مخصوص قرار دیا ہے۔ والحمد للہ

حسین بن امام زین العابدین علیہ السلام اور آپ کے بعض اعقاب اولاد کا تذکرہ۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سید فاضل اور صاحب ورع و تقویٰ تھا اس نے بہت سی احادیث اپنے والد گرامی سے اور اپنی پھوپھی جناب فاطمہ بنت الحسینؑ سے اور اپنے بھائی امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہیں۔ احمد بن عیسٰی نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علیؑ کو دیکھا کہ وہ دعا کر رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ وہ اپنے ہاتھ دعا سے نیچے نہیں لائے گا جب تک اس کی دعا تمام مخلوق کے متعلق قبول نہ ہو اور سعید حسن بن صالح کے ساتھی سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ میں گیا۔ اور میں نے حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام کو دیکھا اور اس سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا اور اس درجہ کا خدا سے ڈرنے والا نہ دیکھا۔ وہ اس طرح خدا سے ڈرتا تھا کہ گویا اسے آتش جہنم میں لے گئے ہیں اور اسے دوبارہ وہاں سے نکالا گیا ہے۔ یحیٰی بن سلیمان بن حسین نے اپنے چچا ابراہیم بن الحسین سے اس نے اپنے باپ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حسین نے کہا ابراہیم بن ہشام مخزومی مدینہ کا گورنر تھا اور وہ ہر جمعہ کو ہمیں مسجد رسولؐ خدا میں منبر کے قریب جمع کرتا اور منبر پر جا کر امیر المومنین علیہ السلام کو برا بھلا کہتا حسین کہتا ہے کہ ایک دن میں وہاں حاضر تھا۔ جب کہ وہ جگہ لوگوں سے پر تھی اور میں نے اپنے آپ کو منبر کے ساتھ لگایا تو مجھے نیند آگئی۔ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ اکرم کی قبر شریف شگافتہ ہوئی اور ایک شخص سفید لباس میں وہاں سے ظاہر ہوا اور مجھ سے کہنے لگا اے ابا عبداللہ کیا تجھے یہ چیز محزون و مغموم نہیں کرتی جو کچھ یہ کہتا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم تو اس نے کہا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا اس سے کیا کرتا ہے۔ پس میں نے ابراہیم بن ہشام کو دیکھا کہ جب کہ وہ علی علیہ السلام کو برا بھلا کہہ رہا تھا اچانک وہ منبر سے گرا اور مر گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ

مؤلف کہتا ہے کہ اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے دو بیٹوں کا نام حسین ہے اور ان میں سے جو چھوٹا تھا اسے حسین اصغر کہتے تھے اور شیخ مفید کی فرمائش معلوم نہیں کس حسین کی توصیف میں ہے البتہ ہمارے شیخ و استاد نے مستدرک میں اور بعض دوسرے علماء نے ان کی فرمائش کو حسین اصغر کے متعلق قرار دیا ہے۔ بہر حال وہ حسین جو صاحب اولاد و اعقاب ہے وہ حسین اصغر ہے کہ جس کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ شخص پاکدامن محدث اور ایک جماعت نے اس سے روایت حدیث کی ہے ان میں سے عبداللہ بن مبارک اور محمد بن مبارک اور محمد بن عمر واقدی شیعی ہے۔ سنہ ۱۵۷ھ میں چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوا ہے اور اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک عبداللہ قاسم کا باپ ہے جو کہ رئیس و جلیل تھا اور دوسرا حسن بن حسین ہے جو کہ شخص محدث اور مکہ میں رہتا تھا اور اس نے روم کے علاقہ میں وفات پائی اور ایک بیٹا ابوالحسین علی ابن الحسینؑ ہے کہ جسے بنی ہاشم کے جوانمردوں میں سے شمار کرتے تھے جو صاحب فضل و لسان و بیان و سخاوت تھا اور اس کے اخلاق میں نقل ہوا ہے کہ جب اس کے لئے کھانا حاضر کرتے اور وہ سائل کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دیتا اور دوبارہ کھانا اس کے لئے لایا جاتا پھر وہ سائل

کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دے دیتا۔ مجبوراً اس کی بیوی اپنی کنیز کو بھیجتی کہ وہ دروازے پر کھڑی ہو جائے۔ جب کوئی سائل آئے تو وہ اسے کوئی چیز دیدے۔ تاکہ سائل آواز نہ دے اور علی کھانا کھالے اور ایک عبداللہ اعرج ہے۔ کہ جس کا ذکر آئے گا اور اولاد حضرت صادقؑ کے بیان میں آئے گا کہ فاطمہ حسینؑ کی بیٹی حضرت کی بیوی اور اسماعیل و عبداللہ حضرت کے بیٹوں کی والدہ ہے خلاصہ یہ کہ حسین اصغر کی اولاد اور ان کے پیچھے رہ جانے والے حجاز و عراق بلاد عجم و مغرب میں بہت ہیں انہیں میں سے ان کا پوتا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسین مذکور مُثّی ہے جو کہ قم میں رہتا تھا کہ جس کا علماء رجال نے ذکر کیا ہے اس کی وفات ۱۸۱ھ میں واقع ہوئی اور اس کا بھائی قاسم بن عبداللہ بن حسین شخص رئیس و فاضل تھا ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں اس کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے عبد اللہ بن حسن بن حسین اصغرؑ ہے جو شوشتر میں دفن ہے قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ ذریت سید المرسلین کے اکابرین میں سے ہے وہ فضل و پاکیزگی میں اپنے جد امام زین العابدینؑ سے شباہت رکھتا تھا لہذا وہ دشمنان دین کے ہاتھ سے شہید ہوا اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا نام شریف عبداللہ اور لقب عفیف زین العابدین ہے اس کی قبر کی اصل عمارت کا بانی مستنصر خلیفہ عباسی ہے کہ جس نے پہلی دفعہ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد جوادؑ کے مشہد کی بنا رکھی۔ اس کے بعد سادات حسینی مرعشی شوشتر کے متاخرین نے اس میں اور اضافہ اور مساعی جمیلہ ترویج مزار فائض البرکات میں کہ جو کہ اشرف والطف بقاع شوشتر ہے) شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ انتہی۔ تحفۃ العالم میں بھی اسی کے قریب منقول ہے اور اس کتاب میں ہے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن عموماً اکیس ماہ مبارک رمضان کو خصوصاً جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کا دن ہے لوگ اس جناب کی زیارت کے لئے کثرت سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شوشتر میں ان کا سر دفن ہے۔ نیز انہیں میں سے احمد بن علی بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن الحسین الاصغر ہے جو کہ عقیقی کے لقب سے مشہور اور مکہ معظمہ میں مقیم تھا اور ہمارے اصحاب کوفیین سے بہت روایات سنی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس کا بیٹا علی بن احمد معروف بعقیقی صاحب کتب کثیرہ اور صاحب کتاب رجال ہے جو کہ شیخ صدوق کا ہمعصر ہے اور شیخ ابو علی منتہی المقال میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کی علامت عق قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اجلہ علماء امامیہ اور اعاظم فقہا اثنا عشریہ میں سے صاحب مصنفات مشہور ہے اور آیۃ اللہ علامہ کتاب خلاصہ میں اس کی کتاب رجال سے بہت نقل کرتے ہیں اور شیخ صدوق نے کتاب اکمال الدین میں ایک حدیث نقل کی ہے جو کہ اس کی جلالت اور علو مرتبہ و منزلت میں واضح ہے اس کا چچا حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر داعی کبیر کی طرف سے شہر ساری کا حاکم تھا داعی کی عدم موجودگی میں اس نے سیاہ لباس پہنا جو عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا جب داعی نے قوت پکڑی اور واپس لوٹا تو اسے قتل کر دیا اور انہیں میں سے سید شریف نسابہ امام زادہ قاضی جلیمہ ہے جو کہ ونک میں جو طہران کی ایک بستی ہے مدفون ہے اور اس کا نسب شریف جیسا کہ کتاب روح و ریحان

یں درج ہے اس طرح ہے کہ ابوالقاسم علی بن محمد بن نصر بن مہدی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور نہایۃ الاعقاب میں نقل کیا ہے کہ اس امام زادہ کی ولادت اسی بستی میں ہوئی اور علم نسب میں بہت امتیاز رکھتا تھا اور گذشتہ زمانہ میں ہر شہر کا ایک نسابہ (علم انساب جاننے والا) ہوتا اور یہ شہر ری کا نسابہ تھا اور نسابین اس کی خدمت میں آتے اور اس سے استفادہ کرتے تھے اور مجدالدین سے جو کہ نسابین ری میں سے تھا۔ نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اسے شہر ری میں دیکھا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا ہوں اور وہ میرے پاس آتا تھا اور ہمارے درمیان ۴۲۶ھ کے مہینوں میں علم الانساب کے بارے میں مذاکرہ ہوتا رہا اور انہیں میں سے محمد سلیق اور علی مرعش جو کہ عبیداللہ (عبداللہ) بن محمد بن حسن بن حسین اصغر کے بیٹے ہیں۔ اور یہ کلمہ سلیق خدا کے اس قول سے ماخوذ ہے سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ وہ تم سے تیز زبانوں کے ساتھ بدکلامی کرتے ہیں اور باقی رہا علی مرعش تو قاضی نوراللہ شوشتری کہتے ہیں کہ اونچی پرواز والے کبوتر کو مرعش کہتے ہیں۔ چونکہ علی مذکور علو شان و رفعت منزلت و مکان سے متصف تھا تو مرعش کے لفظ سے اس کی توصیف استعارہ اس کے علو منزلت کی طرف تھی اور فرمایا ہے کہ سادات مرعش اس کی طرف منسوب ہیں اور وہ چار گروہ ہیں۔ **پہلا گروہ** سادات علی درجات مازندران ہیں جو تشیع میں مشہور ہیں۔ اور انہیں میں سے ہے میر قوام الدین کہ جس کی طرف سلاطین قوامیۃ مرعشیہ مازندران منسوب ہیں اور وہ میر بزرگ کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نسب اس طرح ہے سید قوام الدین صادق بن عبداللہ بن محمد بن ابی ہاشم بن علی بن حسن بن علی المرعش اور وہ ایک مدت تک خراسان میں سلوک میں مشغول رہا اس کے بعد مازندران اپنے اصل وطن کی طرف لوٹ گیا اور ۷۶۰ھ میں مازندران کا فرمانروا ہو گیا اور ۷۸۱ھ میں وفات پائی اور مقام آمل میں دفن ہوا اور اس کا مزار ساطع الانوار ہے صفویہ کے زمانہ میں اس کی بارگاہ پورے اہتمام سے بنائی گئی اور اس کے اوپر بڑا گنبد تعمیر اور اس کے چند بیٹے والا گہر تھے ان میں سے سید رضی الدین والی آمل اور سید فخرالدین رستمدار کا سردار اور کمال الدین شہر ساری کا فرمانروا تھا۔ **دوسرا گروہ** سادات شوشتر ہیں جو مازندران سے شوشتر آئے تھے اور انہوں نے مذہب ائمہ اطہار علیہم السلام کی ترویج کی اور ان کے اکابر متاخرین میں سے صدر عالی قدر امیر شمس الدین اسداللہ جو شاہ میر کے لقب سے مشہور تھا اور شرح الصدر میر سید شریف کا باپ ہے۔ **تیسرا گروہ** مرعشیہ اصفہان ہیں یہ بھی مازندران سے اصفہان آئے **چوتھا گروہ** مرعشیہ قزوین ہیں جو قدیم الایام سے وہاں وقت گذار رہے ہیں اور ان میں سے بعض آستانہ حضرت شہزادہ حسین کے، واضح ہو کہ علی مرعش کی اولاد میں سے سید فاضل فقیہ عارف زاہد ورع ادیب ابو محمد حسن بن حمزہ بن علی مرعشی جو کہ اجلہ فقہاء شیعہ اور چوتھی صدی کے علماء امامیہ میں سے ہے اور وہ طبرستان میں تھا۔ شیخ نجاشی۔ طوسی۔ علامہ اور باقی ارباب علم رجال رضوان اللہ علیہم نے انہیں ذکر کیا اور ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی تصنیفات کے نام لئے ہیں اور ان سے تلعکبری روایت کرتا

ہے۔ شیخ نجاشی فرماتے ہیں کہ وہ مرعشی مشہور ہیں اور وہ اس گروہ کے بزرگوں اور فقہاء میں سے ہیں جو بغداد میں آئے اور ہمارے شیوخ اور اساتذہ نے ۴۰۰ھ میں ان سے ملاقات کی ہے۔ اور ۴۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی اور سید بحر العلوم نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے قَدْ صَحَّ بِمَا قُلْنَاهُ اَنَّ حَدِيْثَ الْحَسَنِ صَحِيْحٌ جو بات ہم نے کہی ہے وہ درست ہے کہ حسن کی حدیث صحیح ہے اور ابن شہر آشوب نے کتاب معالم العلماء میں ذکر کیا ہے کہ ان تصنیفات میں سے کتاب غیبت ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان کی غیبت سے یہ حکایت منقول ہے فرمایا ہے کہ ہم سے ایک مرد صالح نے حدیث بیان کی جو ہمارے اصحاب امامیہ میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے گھر سے چلا۔ اس سال گرمی بہت تھی اور باد سموم زیادہ زور پر تھی پس میں قافلہ سے الگ ہو گیا اور راستہ بھول گیا اور انتہائی پیاس کی وجہ سے بے حال ہو کر زمین پر گر گیا اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ پس گھوڑے کی آواز میرے کان میں پہنچی۔ میں نے آنکھ کھول کر ایک جوان خوش رو خوشبو کو ایک عمدہ گھوڑے پر سوار دیکھا۔ اس جوان نے مجھے پانی پلایا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور مجھے ہلاک ہونے سے نجات دی۔ میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار آپ کون ہیں کہ آپ نے یہ مرحمت مجھ پر کی ہے۔ فرمایا میں ہوں حجت خدا بندگان خدا پر اور بقیۃ اللہ زمین۔ میں وہ شخص ہوں جو پُر کرے گا زمین کو عدل و انصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گی۔ میں ہوں فرزند حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب کھول دو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو قافلہ کے درمیان تھا پس حضرت کو اپنی نگاہ سے غائب پایا۔ صلوات اللہ علیہ

مؤلف کہتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات میں ایک روایت آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو اس حکایت سے مناسبت رکھتی ہے۔ نیز واضح ہو کہ علی مرعش تک پہنچتا ہے۔ نسب شریف سید شہید عالم فاضل جلیل قاضی نور اللہ بن شریف الدین حسینی مرعشی صاحب مجالس المومنین و احقاق الحق والصوارم المہرقہ وغیرہ کا جو کہ ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور اکبر آباد ہندوستان میں قاضی القضاۃ تھے باوجودیکہ وہ اہل سنت کے درمیان رہتے اور تقیہ کرتے تھے جو کچھ فیصلہ کرتے وہ مذہب امامیہ کے مطابق ہوتا لیکن اس کو آئمہ اہل سنت میں سے کسی ایک کا فتویٰ کے مطابق کرتے بسبب کثرت اطلاع و مہارت کے جو انہیں فقہ شیعہ و سنی میں تھی اور ان کی کتب پر احاطہ رکھتے تھے۔ اہل سنت نے انہیں کتاب احقاق الحق کی تالیف کی وجہ سے شہید کر دیا اور ان کا مرقد شریف اکبر آباد میں زیارت گاہ مشہور و معروف ہے اور تقریباً نوے جلد کتاب مختلف علوم میں لکھی ہیں کہ جن میں سے مصائب النواصب مرزا مخدوم شریفی کی رد میں ہے جو کہ سترہ دن میں لکھی ہے اور ان کے والد بھی اہل علم و حدیث میں سے تھے۔ نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں۔ سید محقق علامہ خلیفہ سلطان حسین

بن محمد بن محمود حسینی آملی اصفہانی ملقب بسلطان العلماء صاحب تصنیفات وحواشی دقیقہ مختصر و مفیدہ شاہ عباس اول کے زمانہ میں پہلے منصب وزارت وصدارت انہیں تفویض ہوا اتنی قدرت و منزلت پیدا کی بادشاہ کے نزدیک کہ بادشاہ کے داماد قرار پائے اور صاحب تاریخ عالم آراد نے ان کی وزارت کی تاریخ پر یہ مصرع کہا ہے۔ وزیر شاہ شد داماد سلطان ۱۰۶۴ھ میں اشرف مازندران میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ شریف اشرف سے نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہاں دفن کیا۔ نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں سید سند ورکن معتمد عالم فاضل جلیل فقیہ و محقق بے بدل محدث ماہر سحاب ماطر (برسنے والا بادل) و بحر زاخر (ٹھاٹھیں مارتا سمندر) جناب آقا میرزا محمد حسین شہرستانی حائری صاحب مؤلفات فائقہ و تصنیفات رائقہ ان کی ولادت حضرت حجۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال و دو ماہ بعد ہوئی۔ کریمہ قدوۃ العلماء العظام آقا احمد بن آقا محمد علی کرمانشاہی ابن استاد اکبر محقق بہبہانی رضی اللہ عنہم کے صلب سے اور ان کی عمدہ تعلیم و تحصیل علامہ ثانی جو کہ ان کے ہمنام تھے مرحوم آقا فاضل اردکانی سے تھی اور خود وہ جناب کتاب مرآۃ الاحوال میں آقائے محمد ابراہیم بن آقا احمد کے حالات میں لکھتے ہیں وہ حقیر کے ماموں اور میری والدہ کے سگے بھائی ہیں اور وہ صاحب فصول کی ہمشیرہ ہیں جب حقیر کرمانشاہ میں پیدا ہوا تو والد سفر میں تھے۔ ماموں مذکور نے انہیں خط لکھا کہ خداوند عالم نے آپ کو ایک بیٹا عنایت کیا ہے جو آپ سے فخر ومباہات کرتا ہے کہتا ہے کہ میں حسین ہوں میرا باپ علی ہے اور میری والدہ فاطمہ ہے اور میرا نانا احمد ہے اور میرا ماموں ابراہیم ہے۔ حقیر کہتا ہے ہاں اور میرا بھائی حسن ہے اور میرے بیٹے علی و زین العابدین ہیں اور میری بیٹیاں سکینہ و فاطمہ ہیں۔ انتہی۔

عبید اللہ اعرج بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی بعض اولاد و اعقاب کا تذکرہ

عبید اللہ اصغر کی کنیت ابو علی ہے اس کی ماں ام خالد یا خالدہ بنت حمزہ بن مصعب بن زبیر بن عوام ہے۔ چونکہ ان کے ایک پاؤں میں نقص تھا لہذا اسے اعرج (لنگڑا) کہتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ابو العباس سفاح کے پاس گیا تو سفاح نے مدائن کی جاگیروں میں سے ایک جاگیر اسے دی جس کی ہر سال کی آمدنی اسی ہزار دینار تھی۔ عبید اللہ نے محمد بن عبد اللہ کی بیعت سے تخلف کیا جو کہ نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھا اس لئے محمد نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس کو دیکھ لیا تو قتل کر دوں گا۔ جب اسے محمد کے پاس لے کر گئے تو محمد نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں تاکہ اپنی قسم کی مخالفت نہ کرے کیونکہ اگر اس کی نگاہ اس پر پڑی تو قسم کے مطابق اسے قتل کرنا چاہیئے۔ عبید اللہ خراسان میں ابو مسلم کے پاس گیا تو ابو مسلم نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کے لئے رزق واسع اور روزی فراوان مقرر کی اور خراسان کے لوگ اسے بزرگ ومحترم سمجھتے تھے اور عبید اللہ نے اس جاگیر میں جو ذی امران یا ذی امان میں تھی وفات پائی اور اس کی نسل چار افراد سے چلی علی الصالح جعفر الحجۃ محمد الجوانی اور حمزۃ المختلس علی صالح بن عبید اللہ اعرج کی کنیت ابو الحسن تھی وہ شخص کریم صاحب ورع و فاضل و پرہیز گار اور آل ابو طالبؑ میں سے سب سے زیادہ زاہد تھا اسے اور اس کی بیوی

ام سلمہ کو جو عبداللہ بن حسین اصغر کی بیٹی اور اس کی چچازاد تھی۔ الزوج الصالح (نیک جوڑا) کہتے تھے۔ قاضی نوراللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالحسن علی بن عبیداللہ اعرج بہت بزرگ اور عظیم القدر تھا۔ عراق کی ریاست اس سے متعلق تھی۔ مستجاب الدعا اور اپنے زمانہ میں اولاد ابوطالبؑ میں سب سے زیادہ عابد تھا اور امام موسیٰ کاظم و علی رضا علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں سے تھا۔ اور امام علی رضاؑ نے اسے الزوج الصالح کا لقب دیا اور آخر میں وہ حضرت کی خدمت میں ہی خراسان گیا۔ اور جب محمد بن ابراہیم طباطبا نے چاہا کہ اسے ابوالسرایا کی ولایت پر بیعت لے تو اس نے انکار کر دیا اور رجال کشی میں سلیمان بن جعفر سے مروی ہے کہ علی بن عبیداللہ نے ابتداء امر میں مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ امام رضاؑ کی بارگاہ میں فائز ہوں میں نے کہا کہ پھر کون سی چیز مانع اور اس سے روکتی ہے کہنے لگا۔ حضرت کی عظمت و ہیبت چند دنوں کے بعد امام رنجور و بیمار ہوئے اور لوگ آپ کی عیادت کے لئے سبقت کرنے لگے۔ میں نے اس سے کہا یہ وقت ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دو۔ اور آپ کے حضور سے مشرف ہو۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس کی تعظیم و تکریم کی علی بن عبیداللہ بہت خوش ہوا اس کے بعد وہ خود بیمار ہوا تو حضرت امام رضاؑ اس کی عیادت کے لئے آئے میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت اس گھر میں اتنا بیٹھے کہ جتنے لوگ وہاں آئے تھے۔ سب چلے گئے جب باہر نکلے تو میں بھی حضرت کے ساتھ باہر آیا۔ میری کنیز علی بن عبیداللہ کے گھر موجود تھی اس نے مجھ سے کہا کہ ام سلمہ علی کی بیوی پردہ کے پیچھے سے حضرت امام رضاؑ کو دیکھ رہی تھی اور جب حضرت گھر سے باہر نکلے تو وہ پردہ سے باہر آئی اور اس نے اپنا منہ اس جگہ پر رکھ دیا جہاں حضرت بیٹھے تھے اور اس کے بوسے لیتی رہی اور وہاں ہاتھ پھیر کر اپنے چہرہ پر ملا جب یہ داستان میں نے اس امام انس و جان کے سامنے بیان کی تو فرمایا اے سلیمان تمہیں معلوم رہے کہ علی بن عبیداللہ اس کی بیوی اور اس کی اولاد اہل بہشت میں سے ہیں۔ اے سلیمان جان لو کہ اولادِ علی و فاطمہ کو جب خداوند عالم یہ امر (یعنی معرفت امامت ائمہ اہل بیتؑ) عطا فرمائے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتے اور علی صالح کی اولاد و اعقاب تھے اور اس کی اولاد میں عراق کی ریاست تھی اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ شرف النسابہ ابوالحسن محمد بن محمد بن علی بن الحسین بن ابراہیم بن علی صالح جو کہ سیدین رضی و مرتضیٰ کا استاد و شیخ تھا۔ حکایت ہے کہ اس کی عمر ننانوے سال ہو گئی تھی۔ باوجود اس کے اعضاء و جوارح صحیح و سالم تھے۔

جعفر الحجۃ بن عبیداللہ الاعرج سید شریف عفیف عظیم الشان جلیل القدر عالی ہمت رفیع مرتبت اور فصیح اللسان تھا کہتے ہیں کہ وہ فصاحت میں زید بن علی علیہ السلام سے مشابہ تھا اور زیدیہ اسے حجۃ اللہ کہتے تھے اور کچھ لوگ اس کی امامت کے قائل تھے۔ ابوالبختری وہب بن وہب نے (جو ہارون کی طرف سے مدینہ کا والی تھا) اسے قید کر دیا اور اٹھارہ مہینہ وہ قید رہا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور وہ سوائے عیدین کے افطار نہیں کرتا تھا اور مسلسل امارت و ریاست اس کی اولاد میں شش صد بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک رہی۔

اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک ابوعبداللہ الحسین ہے اور اس نے بلخ کا سفر کیا اور وہاں اس کی اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ہے ابوالقاسم علی بو دلتہ بن محمد الزاہد جو کہ سید جلیل القدر عظیم الشان عالم فاضل کامل صالح عابد اور رفیع المنزلہ تھا کہ سید ضامن نے تحفہ میں اس کے اور اس کی اولاد کے حالات لکھے ہیں اور **دوسرا** ابو محمد حسن ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے نجم الملتہ والحق والدین سید مھنا قاضی مدینہ۔

مھنا بن سنان کا ذکر اور اس کے جد امجد طاہر کا نسب نامہ مہنا بن سنان بن عبدالوہاب بن نمیلتہ بن محمد بن ابراہیم بن عبدالوہاب اور یہ سب لوگ اپنے اپنے زمانہ میں مدینہ مشرفہ کے قاضی تھے ابن ابی عمارۃ مہنا اکبر بن ابی ہاشم داؤد بن امیر شمس الدین ابی احمد قاسم بن امیر علی عبیداللہ جو کہ امارت و ریاست رکھتا تھا عقیق مدینہ میں ابن ابو الحسن طاہر کہ جس کے حق میں کہا گیا ہے عالم فاضل کامل جامع ورع زاہد صالح عابد تقی نقی میمون جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ اور عالی ہمت اس قدر تھا کہ اس کے بھائی کے بیٹوں کو طاہر کے بھائی کے بیٹے کہتے تھے اور انہیں میں سے ہے شریف ابو محمد حسن بن محمد یحیٰی نسابہ کہ جس سے شیخ تلعکبری روایت کرتا ہے جس کی وفات ۳۵۸ھ میں ہوئی۔ اور اپنے مکان میں بغداد کے محلہ سوق العطش میں دفن ہوا اور شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء جوانی میں اسے دیکھا اور اس سے استفادہ بھی کیا اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد کے تذکرہ میں احمد بن موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں شیخ مفید، شریف مذکور اور سید ضامن بن شدقم سے روایت نقل ہوگی کہ سید ابوالحسن طاہر اور ایک اہل خراسان کے شخص کے درمیان محبت و مودت تھی وہ خراسانی ہر سال حج پر مشرف ہوتا جب مدینہ میں حاضر ہوتا تو رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بعد اس سید کی زیارت سے مشرف ہوتا اور دو سو دینار ان کی خدمت میں پیش کرتا اور یہ وظیفہ مقرر ہو چکا تھا اس سید معظم کے لیے یہاں تک کہ بعض معاندین نے اس خراسانی سے کہا کہ تو اپنے مال کو ضائع اور غیر محل میں صرف کرتا ہے کیونکہ یہ سید غیر طاعت خدا و رسولؐ میں اسے خرچ کرتا ہے اس خراسانی نے تین سال برابر اس وظیفہ کو منقطع کر دیا سید بزرگوار دل شکستہ ہوا تو اپنے جد بزرگوار کو خواب میں دیکھا کہ اسے فرما رہے ہیں۔ غمگین نہ ہو میں نے اس مرد خراسانی کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر سال تجھے وہ رقم دے اور جتنے سال کا وظیفہ فوت ہوا ہے وہ بھی دے اور اس خراسانی نے بھی رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا اے شخص تو نے دشمنوں کی بات میرے بیٹے طاہر کے حق میں قبول کر لی ہے اس کے صلہ کو قطع نہ کر اور اس کا عوض بھی اسے دے جو گذشتہ سالوں میں فوت ہوا ہے وہ شخص بیدار ہوا اور بڑی خوشی و مسرت میں وہ مکہ آیا اور مدینہ میں سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ کے بوسے لیے اور چھ ہزار دینار اور کچھ ہدایا اس سید کی خدمت میں پیش کیے۔ سید نے فرمایا کہ تو نے میرے جد امجد رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے تجھے اس کا حکم دیا ہے اس نے کہا کہ جی ہاں پھر سید نے اپنا خواب نقل کیا اس خراسانی نے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور اس سے معذرت چاہی اور وہ سید

عالم فاضل عارف ورع زاہد ابوالحسن یحییٰ نسابہ کے فرزند ہیں جو کہ پہلا شخص ہے جس نے نسب آل ابوطالب علیہ السلام میں کتاب تالیف کی اور خدا اس پر رحم کرے وہ اصول عرب اور اس کے فروع کو جانتا ان کے انساب اور حرمین شریفین کے واقعات اور اخبار کا حافظ تھا ۲۱۴ھ میں عقیق مدینہ میں پیدا ہوا اور ۲۷۷ھ میں مکہ میں وفات پائی اور خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن ہوا۔ ابن ابو محمد حسن بن ابوالحسن جعفر الحجۃ بن عبیداللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ سید مہنا یہ مذکور علامہ فقیہ نبیہ محقق مدقق جامع فضائل وکمالات انتہائی جلالت قدر وعظمت شان کے مالک اور صاحب مسائل مدنیات ہے اور وہ مسائل آیۃ اللہ علامہ حلی رحمہ اللہ سے پوچھے تھے علامہ نے جواب دیئے۔ اور ان کی بڑی تجلیل کی ان میں سے بعض مسائل کے جواب میں فرمایا اَلسَّیِّدُ الْکَبِیْرُ النَّقِیْبُ الْحَسِیْبُ النَّسِیْبُ الْمُرْتَضٰی مَفْخَرُ السَّادَۃِ وَزَیْنُ السِّیَادَۃِ مَعْدِنُ الْمَجْدِ وَالْفَخَارِ وَالْحِکَمِ وَالْاٰثَارِ الْجَامِعُ لِلْقِسْطِ الْاَوْفٰی مِنْ فَضَائِلِ الْاَخْلَاقِ وَالسَّهْمِ الْمُعَلّٰی مِنْ طِیْبِ الْاَعْرَاقِ مُزَیِّنُ دِیْوَانِ الْقَضَاءِ بِاِظْهَارِ الْحَقِّ عَلَی الْمَحَجَّۃِ الْبَیْضَاءِ عِنْدَ تَرَافُعِ الْخُصَمَاءِ نَجْمُ الْمِلَّۃِ وَالْحَقِّ وَالدِّیْنِ مُهَنَّا بْنُ سِنَانِ الْحُسَیْنِیُّ الْقَاطِنُ بِمَدِیْنَۃِ جَدِّهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ السَّاکِنُ مَهْبِطَ وَحْیِ اللّٰهِ سَیِّدُ الْقُضَاۃِ وَالْحُکَّامِ بَیْنَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ شَرَّفَ اَصْغَرَ خَدَمِهٖ وَاَقَلَّ خُدَّامِهٖ بِمَسَائِلَ فِیْ ضِمْنِهَا مَسَائِلُ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ۔ روایت کرتا ہے سید مہنا یہ مذکور علامہ اور فخرالمحققین سے اور شیخ شہید رحمہ اللہ نے انہیں اجازہ دیا اور سید علی سمہودی نے جواہر العقدین میں ان کی جلالت کی حکایت نقل کی ہے۔ مثال ان کے جد امجد سید ابوالحسن طاہر کی حکایت کے کہ جسے ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں نقل کیا ہے اور سید ضامن شدقم مدنی نے تحفہ میں سید مہنا بن سنان کے ذکر میں کہا ہے کہ میرے والد علی بن الحسین نے شجرہ انساب میں نسب سادات بدلار کو (جو کہ کاشان کے قریب بلاد عجم میں ہیں) سنان قاضی کے ساتھ متصل کیا ہے اور وہاں وہ سادات ماجد کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور حموی نے معجم میں کہا ہے۔ عقیق مدینہ کی طرف منسوب ہے۔ محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر معروف بعقیقی اور اس کی نسل ہوئی ہے اور اس کی اولاد میں ریاست تھی۔ اور اس کی اولاد میں سے احمد بن حسین بن احمد بن علی بن محمد عقیقی ابوالقاسم ہے جو کہ وجوہ اشراف میں سے تھا اور دمشق میں اس کی وفات الحاکمیں ۴ر جمادی الاولیٰ ۳۷۸ھ کو ہوئی اور باب صغیر میں دفن ہوا

نیز اولاد ابومحمد حسن بن جعفر الحجہ میں سے سید مجدالدین ابوالفوارس محمد بن ابوالحسن فخرالدین علی عالم فاضل ادیب شاعر نسابہ ابن محمد بن احمد بن علی اعرج بن سالم بن برکات بن ابوالغر محمد بن ابومنصور حسن نقیب الحائر بن ابوالحسن علی بن محمد المعمر بن احمد الزائر بن علی بن یحییٰ نسابہ بن حسن بن جعفر الحجۃ ہے بالجملہ سید مجدالدین ابوالفوارس عالم جلیل القدر تھا اور صاحب تحفۃ الازہار نے بہت زیادہ اس کی تعریف کی ہے اور فرمایا کہ اس کا نام حائر امام حسین علیہ السلام اور مساجد حلہ میں مرقوم ہے اور اس کی اولاد کو بنو الفوارس کہتے ہیں۔ اور وہ باپ ہے سید عالم محقق مدقق عمیدالدین

عبدالمطلب بن محمد کا جو کہ بہت جلیل القدر اور رفیع المنزلہ ہے اور وہ شیخ شہید کے مشائخ میں سے ہے اور اس کی والدہ شیخ سدید الدین والد علامہ کی بیٹی ہے۔ شیخ شہید نے ابن نجدہ کے اجازہ میں انہی کے حق میں فرمایا ہے عن عدة من اصحابنا منهم المولی السید الامام المرتضی علم الهدی شیخ اہل البیت علیهم السلام فی زمانه عمید الحق والدین ابو عبداللہ عبدالمطلب بن الاعرج الحسینی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنة مثواه آنجناب کی تصنیفات مشہور ہیں اور ان میں سے اکثر تعلیقات و شروح ہیں۔ ان کے ماموں جناب علامہ کی کچھ کتب پر مثلاً منیة اللبیب شرح تہذیب الاحکام اور کنز الفوائد فی حل مشکلات القواعد اور تبصرة الطالبین فی شرح نہج المسترشدین اور مبادی الاصول وغیرہ ان کی ولادت نیمہ شعبان ۶۸۱ھ شہر حلہ میں ہوئی اور ان کی وفات ۱۰ شعبان ۷۵۴ھ میں ہوئی اور مجموعہ شیخ شہید سے منقول ہے کہ شہید نے فرمایا ان کی وفات بغداد میں ہوئی اور ان کا جنازہ مشہد مقدس امیرالمومنینؑ میں لایا گیا جب کہ ان کی نماز جنازہ حلہ میں منگل کے دن مقام امیرالمومنینؑ میں پڑھی گئی۔ اور وہ اپنے باپ و دادا اور دو ماموں علامہ اور رضی الدین علی بن یوسف علامہ کے بھائی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا بیٹا سید جمال الدین محمد بن عبدالمطلب عالم جلیل عالی ہمت رفیع القدر والمنزلہ مشہد غروی (نجف اشرف) میں ظلم و ستم سے شہید ہوا اور تحفة الازہار میں ہے کہ آنجناب کو نجف اشرف میں ظلم و عدوان سے آگ میں جلایا گیا اور ان کے بھائی عمید الدین فاضل علامہ نظام الدین عبدالحمید اور فاضل علامہ ضیاء الدین عبداللہ تھے اور ان کی اولاد بھی فقہاء و علماء میں سے تھی اور عمدة الطالب میں ان کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

محمد الجوانی بن عبیداللہ الاعرج جوانیہ بستی کی طرف منسوب ہے۔ جو مدینہ کے قریب ہے کہ جس کی طرف علویین بنی جوانی منسوب ہیں کہ جن میں سے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبیداللہ الاعرج ہے کہ جسے علماء رجال نے ذکر کیا اور اس کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ اور صحیح الحدیث تھا اور امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا لیکن احقر کو اس کے امام رضاؑ کے ساتھ خراسان جانے میں تامل ہے کیونکہ وہ امام رضاؑ کے بعد سو سال سے زیادہ زندہ رہا اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی کہ جس کی تاریخ وفات ۳۵۶ھ ہے) نے اس سے حدیث سنی ہے اور اس کی کتابیں خود اس سے نقل کی ہیں اور شیخ تلعکبری نے (جس کی وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی تھا اس کے بیٹے ابوالعباس احمد بن علی بن ابراہیم بن جوانی سے اجازہ لیا ہے اور اس سے روایت کرتا ہے اور دعا کے حریق اس سے سنی ہے۔ لہٰذا بہت بعید ہے کہ علی بن ابراہیم مذکور ۲۰۰ھ میں امام رضاؑ کے ساتھ خراسان کی طرف گیا ہو اور جو کچھ احقر کی نظر میں ہے وہ یہ کہ محمد جوانی جو کہ علی کا پردادا ہے وہ حضرت امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا کیونکہ روایت میں جوانی کا نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ روایت اس طرح ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عِیْسٰی قَالَ کَانَ الْجَوَانِیُّ خَرَجَ مَعَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی خُرَاسَانَ وَکَانَ مِنْ قَرَابَتِهٖ اور جوانی سے مراد محمد بن عبیداللہ

اعرج ہے اور یہ کہ اس سے مراد علی بن ابراہیم ہو۔ ظاہراً اشتباہ ہے کیونکہ علی مذکور کی ولادت مدینہ میں ہوئی ہے اور اس کی نشوونما کوفہ میں ہوئی اور کوفہ میں رہی وفات ہوئی اور اگر جوانی بھی اسے کہیں تو اس کے دادا کے اتباع میں ہے واللہ العالم اور احتمال ہے کہ اس کا بیٹا علی نام ہو اور وہ حضرت کے ساتھ گیا ہو۔ جیسا کہ فاضل نسابہ جناب سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں ابوالحسن علی بن محمد جوانی بن عبداللہ اعرج کے حالات میں کہا ہے کہ وہ سید جلیل القدر وعظیم الشان رفیع المنزلہ حسن الشمائل عالم عامل فاضل تقی نقی مبارک امام رضاؑ کے ہمراہ خراسان کے راستہ میں ساتھ تھا اور حضرت سے روایت حدیث کی ہے اور بہت عبادت گذار تھا دن کو روزہ رکھتا اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرتا تھا اور روزانہ ہزار دفعہ قل ھو اللہ کی تلاوت کرتا تھا اس کی موت کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی نے اسے عالم خواب میں دیکھا اور اس کے حالات پوچھے تو بتایا کہ میری جگہ جنت میں ہے سورہ اخلاص کی تلاوت کی وجہ سے اور اس کی کئی ایک تصنیفات جلیلہ بہت سے علوم میں ہیں انتہی۔ نیز محمد جوانی کی اولاد میں سے ابو عبداللہ محمد بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبیداللہ اعرج ہے نجاشی نے کہا ہے وہ طبرستان میں ساکن اور نقیہ تھا اور سماع حدیث کیا اور اس کی ایک تصنیف کتاب ثواب الاعمال ہے۔

باقی رہا حمزہ مختلس بن عبیداللہ اعرج، اس کی نسل کم ہے اور اس کی اولاد میں سے حسین بن محمد بن حمزہ مختلس ہے جو حرون کے لقب سے مشہور تھا۔ کہ جس نے یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن امام زین العابدینؑ ذکر جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ھ میں کوفہ میں خروج کیا مستعین نے مزاحم بن خاقان کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب عباسی کوفہ کے قریب پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے کوفہ سے نکل گیا۔ اور سامرہ میں جا کر معتز باللہ کی بیعت کر لی یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب مستعین باللہ بغداد میں تھا اور سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کر لی تھی۔ ایک زمانہ حسین پر یونہی گذرا دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور وہ ۲۶۸ھ تک قید میں رہا۔ معتمد نے اسے رہا کر دیا۔ پھر اس نے کوفہ میں خروج کیا۔ ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کر کے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ اسے واسط میں قید کر دیں۔ کچھ مدت وہ قید میں رہا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی۔

علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اس کے بیٹے حسن افطس اور اس کی اولاد و اعقاب کا تذکرہ۔

علی بن علی بن الحسین علیہ السلام حضرت سجادؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے فرزند اور صاحب شرف وقدر منزلت تھے کہا گیا ہے کہ فضائل ومناقب میں ان کے آثار موجود تھے اور حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے بھائی کے نام پر ان کا نام علی رکھا اور ان کی کافی اولاد ہوئی۔ صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں۔ علی اصغر کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کے بیٹے حسن افطس سے ان کی نسل چلی ابو نصر بخاری کہتا ہے کہ افطس نے محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کے ساتھ خروج

کیا اور اس کے ہاتھ میں سفید علم تھا اور وہ آزمودہ کار تھا اور کسی شخص نے اس کی شجاعت و صبر کے ساتھ نفس زکیہ کی معیت میں خروج نہیں کیا۔ افطس کو طویل القامہ ہونے کی بنا پر رمح (نیزہ) آل ابوطالبؑ کہتے ہیں۔ ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ افطس زرد رنگ کا علم ہاتھ میں لئے نفس زکیہ کے ساتھ تھا۔ جب نفس زکیہ کی شہادت ہوگئی تو حسن افطس روپوش ہوگیا۔ جب امام جعفر صادقؑ عراق تشریف لائے اور ابوجعفر منصور نے کہا جی ہاں اے اباعبداللہ فرمایا اپنے چچازاد حسن بن علی بن علی یعنی افطس سے درگذر کرو تو منصور نے اسے معاف کر دیا۔

سالمہ کنیز حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ حضرت صادقؑ بیمار ہوئے اور انہیں اپنے اوپر خوف محسوس ہوا تو اپنے بیٹے موسیٰؑ کو بلایا اور فرمایا اے موسیٰؑ افطس کو ستر اشرفیاں اور فلاں فلاں چیز بھی دو سالمہ کہتی ہے کہ میں حضرت کے قریب ہوئی اور عرض کیا کیا آپ افطس کو دے رہے ہیں حالانکہ وہ آپ کی کمین گاہ میں بیٹھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ فرمایا اے سالمہ تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے ہو جاؤں کہ جن کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ یعنی قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے وصل کا خدا حکم دیتا ہے یعنی رحم اور حسن افطس کی بہت سی اولاد ہے۔ اور اس کی نسل پانچ افراد سے چلی ہے۔ علی الحوری عمر حسین حسن مکفوف اور عبیداللہ مقتول برامکہ علی الحوری بن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اس کی والدہ ایک کنیز ہے جس کا نام عبادہ تھا۔ علی شاعر فصیح اور وہی شخص ہے کہ جس نے عمر عثمانیہ کی بیٹی سے نکاح کیا بعد اس کے کہ وہ مہدی عباسی کے نکاح میں تھی۔ موسیٰ ہادی پر یہ چیز گراں گذری اور حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ علی نے انکار کر دیا اور کہا کہ مہدی کوئی رسولِ خدا نہیں تھا کہ اس کی بیویاں اس کے بعد دوسرے لوگوں پر حرام ہوں اور وہ مجھ سے اشرف نہیں تھا۔ موسیٰ ہادی اس بات سے آگ بگولا ہوگیا اور حکم دیا تو علی کو اتنا مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگیا اور اس علی کو ہارون رشید نے قتل کیا۔ (حوری حورہ بستی کی طرف منسوب ہے) **سید رضی الدین** محمد آدی کا تذکرہ جو کہ علی حوری کی اولاد میں سے ہے۔ علی حوری کی اولاد میں سے سید جلیل عابد نبیل رضی الدین محمد آدی نقیب بن فخر الدین محمد بن رضی الدین محمد بن زید بن داعی بن زید بن علی بن الحسین بن حسن بن ابوالحسن علی بن ابومحمد حسن نقیب رئیس بن علی بن محمد علی حوری بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام یہ سید جلیل صاحب مقامات عالیہ و کرامات ظاہرہ ہے۔ سید رضی الدین بن طاؤس کا ندیم و صدیق ہے بسا اوقات سید ابن طاؤس اسے برادر صالح سے تعبیر کرتا ہے۔ جیسا کہ رسالہ مواسعہ و مضایقہ میں فرماتے ہیں کہ میں متوجہ ہوا اپنے برادر صالح محمد بن محمد بن قاضی آدی ضاعف اللہ سعادتہ و شرف خاتمتہ کے ساتھ حلہ سے اسے اپنے مولا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کے مشہد کی طرف پھر بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں مکاشفات جلیلہ اور بشارات جلیلہ میرے لئے رونما ہوئیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ اس سید بزرگوار کے لئے ایک واقعہ دعائے عبرات سے متعلق ہے کہ جس کی طرف سید ابن طاؤس نے

مہج الدعوات اور علامہ نے منہاج الصلاح میں اشارہ کیا ہے اور وہ واقعہ اس طرح ہے کہ فخر المحققین نے اپنے والد علامہ سے اپنے جد بزرگوار سدید الدین سے سید مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ جناب سلطان جرماغون کے ایک امیر کے پاس طویل مدت تک انتہائی سختی و تنگی میں قید تھے۔ پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو رو کر عرض کیا اے مولا میری شفاعت کیجیئے اس ظالم گروہ سے میرے چھٹکارا پانے کے لیے حضرت نے فرمایا کہ دعا عبرات پڑھو سید نے عرض کیا دعا عبرات کون سی ہے فرمایا وہ دعا تمہاری کتاب مصباح میں موجود ہے۔ سید نے عرض کیا اے میرے آقا و مولی یہ دعا میری مصباح میں نہیں ہے۔ فرمایا مصباح میں دیکھو تو وہ تمہیں اس سے مل جائے گی۔ پس سید خواب سے بیدار ہوا۔ نماز صبح پڑھنے کے بعد مصباح کھولی تو اس کے اوراق کے درمیان ایک کاغذ دیکھا کہ جس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی۔ پس سید نے چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔ اور اس امیر کی دو بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک عقلمند اور باتدبیر تھی اور وہ امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا۔ جب وہ امیر اس کے پاس اس کی نوبت کے وقت آیا تو وہ امیر سے کہنے لگی تو نے امیر المومنینؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کو گرفتار کر رکھا ہے وہ کہنے لگا تو نے کیوں یہ سوال کیا ہے اس نے کہا میں نے عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے۔ پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے شوہر نے میرے ایک بیٹے کو قید کیا ہوا ہے اور کھانے پینے میں اس پر تنگی کرتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں علی بن ابی طالبؑ ہوں اس سے کہہ دو اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کا گھر تباہ کر دوں گا۔ پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک پہنچا۔ بادشاہ کہنے لگا مجھے اس چیز کا علم نہیں اور اپنے دربان سے اس نے جستجو کی اور کہا کہ تمہارے ہاں کوئی قیدی ہے اس نے کہا ہاں ایک بوڑھا علوی ہے جس کے قید کرنے کا تو نے حکم دیا تھا کہنے لگا اسے چھوڑ دو۔ اور اسے ایک گھوڑا دو کہ جس پر وہ سوار ہو اور اسے راستہ بتاؤ تاکہ وہ اپنے گھر کی طرف چلا جائے انتہی۔ یہ سید جلیل وہی ہے کہ جس تک استخارہ تسبیح کی ایک قسم کی سند پہنچتی ہے اور وہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سے اسے روایت کرتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے کتاب ذکریٰ میں ذکر کیا ہے اور ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سید نے یہ استخارہ حضرت سے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے حاصل کیا ہے اور غیبت کبریٰ میں یہ منقبت عظیمہ ہے کہ جس کے گرد کوئی فضیلت گردش نہیں کر سکتی اور میں نے اس استخارہ کی کیفیت کتاب باقیات صالحات میں مفاتیح کے حاشیہ پر نقل کر دی ہے وہاں رجوع کیا جائے اور یہ سید بزرگوار اپنے برادر روحانی سید ابن طاؤس سے اور اپنے باپ سے اس کا باپ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ داعی بن زید سے جو کہ اس کا چوتھے درجہ پر باپ ہے سید مرتضیٰ سے اور شیخ طوسی اور سلار وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس کی وفات چار صفر ۶۵۴ھ چھ سو چون ہجری میں واقع ہوئی اور آوی نسبت ہے آوہ بروزن سادہ کی طرف جو کہ اطراف قم

میں ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت منقول ہے کہ جن میں سے بعض کو قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں تحریر کیا ہے اور جان لو کہ سید رضی مذکور کے چچازاد بھائیوں میں سے ہے۔ سید جلیل شہید تاج الدین ابوالفضل محمد بن مجدالدین حسین بن علی بن زید بن داعی اور مناسب ہے کہ ہم اختصار کے ساتھ اس کی شہادت کی طرف اشارہ کریں۔

شہادت ابوالفضل تاج الدین محمد الحسینی صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں کہ یہ سید جلیل ابتدائے امر میں واعظ تھے اور اپنا وقت مواعظ و نصائح میں بسر کرتے تھے۔ سلطان اولجایتو محمد نے انہیں بلایا اور اپنے خواص دربار میں داخل کر لیا۔ اور نقابت نقباء ممالک عراق و ملک ری بلاد خراسان و فارس و باقی ممالک تمام ان کے عہدہ کفایت کے حوالہ کر دی لیکن رشید الدین طبیب جو کہ دربار سلطان میں وزیر تھا۔ اسے تاج الدین سے عداوت و کینہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ مشہد ذی الکفل نبی علیہ السلام (جو کہ حلہ و کوفہ کے درمیان کی ایک بستی میں ہے) کی زیارت کو کچھ یہودی جاتے تھے اور اس مکان شریف کی طرف اپنی نذریں لے جاتے تھے۔ سید تاج الدین نے حکم دیا اور یہودیوں کو اس بستی میں آنے سے روک دیا گیا۔ اور جس رات سے روکا تھا اس کی صبح کے وقت وہاں منبر نصب کیا گیا۔ نماز جمعہ و جماعت وہاں ہونے لگی۔ رشید الدین چونکہ سید والا مرتبت کے علو مقام و منزلت سے جو کہ اسے دربار سلطان میں حاصل تھی۔ کینہ دلی اور خاطر اندوہ گین رکھتا تھا۔ اس واقعہ سے اس کا حسد و عداوت اور بڑھا۔ پس اس نے سید کے قتل کے اسباب اس طرح مہیا کئے کہ جن کے ذکر کا یہ مقام نہیں پس اس سید جلیل کو ان کے دو بیٹوں شمس الدین حسین اور شرف الدین علی کے ساتھ رشید خبیث کے میل قلبی کے مطابق دریائے دجلہ کے کنارے لے آئے۔ پہلے ان کے دو بیٹوں کو اور پھر اس سید جلیل کو قتل کر دیا اور یہ واقعہ ۷۱۱ھ کو ہوا اور ان کی شہادت کے بعد عوام بغداد اور حنابلہ کی ایک جماعت شقاوت نہاد نے اپنی خباثت فطری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سید جلیل کا بدن پارہ پارہ کر کے کھایا اور ان کے بال اکھاڑے اور ان کے مبارک بالوں کا ایک ایک دستہ ایک ایک دینار پر بیچا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو بہت خشمناک ہوا۔ سید اور ان کے دونوں بیٹوں کی شہادت کا اسے بہت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ حنابلہ کے قاضی کو پھانسی پر لٹکایا جائے۔ کچھ لوگوں نے اس کی شفاعت کی تو فرمان جاری کیا کہ اسے الٹا کر کے اندھے گدھے پر بٹھا کر بغداد کے بازار میں پھرایا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ اس کے بعد حنابلہ میں سے کسی شخص کو قاضی مقرر نہ کیا جائے۔

عمر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام کے بعض اعقاب و اولاد کا ذکر کہ جن میں سے ایک سید عبداللہ شبر ہے۔ جان لو کہ اس کے اعقاب میں سے سید جلیل الشان سید عبداللہ مشہور بنام شبر ہے۔ ابن سید جلیل عالی بہت رفیع مرتبت سید محمد رضا ابن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن احمد بن ناصرالدین بن شمس الدین محمد بن نجم الدین بن حسن شبر بن محمد بن احمد بن حمزہ بن احمد بن علی بن طلحہ بن حسن بن علی بن عمر بن حسن افطس بن علی بن

علی بن الحسین ؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام فاضل محدث جلیل وفقیہ خبیر متتبع نبیل عالم ربانی اپنے زمانہ کا مجلسی فقہاء اعلام کی ایک جماعت سے تلمذ کیا۔ مثلاً شیخ جعفر کبیر و صاحب ریاض و آقا میرزا محمد مہدی شہرستانی و محقق قمی و شیخ احسائی وغیرہ اور اس نے بہت سی کتابیں تفسیر و فقہ و اصول و عبادات وغیرہ میں تصنیف کیں اور علامہ مجلسی کی کئی ایک کتب فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور ہمارے شیخ مرحوم ثقۃ الاسلام نوری نے دارالسلام میں اس کی تصنیفات کے نام کا ان کے ابیات (سطور) کی تعداد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور شیخ اجل محقق شیخ اسداللہ صاحب مقابس الانوار سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ سید مذکور کے پاس گئے اور سید کی تصنیفات کی کثرت اور اپنی تصنیفات کی قلت پر تعجب کیا باوجود اس فہم و استقامت و اطلاع و وقت کے جو خداوند عالم نے انہیں مرحمت فرمائی تھی اور اس کا راز سید سے پوچھا تو سید نے جواب دیا کہ میری تصانیف کی کثرت کی وجہ توجہ امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے کیونکہ میں نے آنجناب کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے قلم دیا اور فرمایا کہ لکھو میں اس وقت سے تالیف پر موفق ہوا ہوں پس جو کچھ میرے قلم سے نکلا ہے وہ اسی قلم شریف کی برکات میں سے ہے سید کی وفات ماہ رجب ۱۲۴۲ھ چون سال کی عمر میں ہوئی۔ اور ان کی قبر شریف حضرت موسیٰ بن جعفر کے جوار میں ان کے والد مرحوم کے ساتھ رواق شریف کے اس حجرہ میں ہے جو باب القبلہ کے قریب ہے۔ اس شخص کی دائیں جانب جو حرم مطہر میں داخل ہو۔ نیز عمر بن حسن افطس کی نسل میں سے ہے امیر عمادالدین محمد بن نقیب النقباء امیر حسین بن جلال الدین مرتضیٰ بن حسن بن حسین بن شرف الدین بن مجدالدین محمد بن تاج الدین حسن بن شرف الدین حسین بن امیر کبیر عمادالشرف بن عباد بن محمد بن حسین بن محمد بن امیر حسین قمی بن امیر علی بن عمر اکبر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور امیر عمادالدین مذکور پہلا شخص ہے جو اصفہان میں وارد ہوا اور کوہ جورت اصفہان میں بستی خاتون آباد کے پہلو میں دفن ہوا اور اس کے دو بیٹے مشہور و معروف تھے۔ میر سید علی جو اس کے ساتھ دفن ہے اور دوسرا میر اسماعیل وہ بھی بقعہ جورت میں دفن ہے اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہے محل نذر اور صاحب کرامات جلیلہ اور اس کی اولاد احفاد علماء مدرس اور رئیس تھے اور مناسب ہے کہ میں ان کے ذکر کو زندہ رکھنے کے لئے ان میں سے مشہور لوگوں کی طرف اشارہ کروں جیسا کہ بعض مشجرات سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

اولاد و اعقاب میر اسماعیل بن میر عمادالدین محمد معروف بخاتون آبادی کا تذکرہ۔

میر اسماعیل بن میر عماد کے دو بیٹے مشہور تھے۔ میر محمد باقر اور میر محمد صالح۔ میر محمد باقر شخص عالم متورع زاہد صاحب مقامات علیہ اور کرامات جلیہ تھا۔ اس نے تقی مجلسی سے علم حدیث اخذ کیا ہے۔ اور حافظ قرآن تھا اور سات مرتبہ حج پر مشرف ہوا کہ جن میں سے زیادہ تر پیادہ تھے۔ اس کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی اس کا جورت میں مشہور مزار ہے اور اس کا بیٹا میر عبدالحسین فاضل کامل عالم متورع محدث فقیہ ثقہ مجمع اخلاق فاضلہ عبادت و زہد و تقویٰ

میں بہت کوشاں اور محقق سبزواری اور تقی مجلسی کا شاگرد ہے۔ ماہ شعبان ۱۰۳۷ھ خاتون آباد میں پیدا ہوا اور اصفہان میں وفات پائی اور تخت فولاد مقبرہ بابا رکن الدین میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا میر معصوم ہے کہ جس کی وفات ۱۱۵۶ھ ہجری میں ہوئی اور تخت فولاد میں محقق خوانساری کے تکیہ کے قریب مرحوم خلد مقام آقا محمد بید آبادی کی قبر کے سامنے دفن ہوا کرامات اور لوگوں کے نذور کے محل و مقام کے ساتھ مشہور ہے کہتے ہیں کہ آقا محمد نے وصیت کی تھی۔ کہ اسے ان کے قریب دفن کیا جائے اور میر محمد باقر کا ایک بیٹا میر محمد اسمٰعیل ہے جو کہ عالم فاضل کامل زاہد و تارک دنیا تھا۔ علم فقہ و حدیث و تفسیر و کلام و حکمت وغیرہ میں ماہر تھا اور جامع عباسی جدید اصفہان میں مدرس تھا۔ پچاس سال تدریس کی ہے اور اس نے مولانا محمد تقی مجلسی میرزا رفیع الدین نائینی اور سید میرزا جزائری سے تعلیم حاصل کی ہے اور پچاس سال زندگی گذاری ہے۔ پیر کے دن اٹھارہ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱۱۶ھ کو وفات ہوئی۔ رسالہ اجازات سید نور الدین بن سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ اس سید جلیل نے ستر سال کی عمر میں لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ اور مدرسہ تخت فولاد میں جو کہ انہیں کا اپنا تعمیر شدہ تھا رہنے لگے اور اس مدرسہ کے ایک کمرے میں اپنی قبر کھود رکھی تھی اور راتوں کو مغرب و عشاء کی نماز کے بعد اسی قبر میں چلے جاتے اور نماز تہجد اس میں پڑھتے اور اس کے بعد قبر سے باہر آتے اور اصول کافی کی شرح اور تفسیر قرآن لکھتے اور کچھ ذی استعداد طالب علم کہ جن میں میرے والد سید نعمت اللہ جزائری بھی تھے۔ دن کے وقت ان کی خدمت میں رہتے۔ بالآخر جب ان کی وفات ہوئی اور اسی قبر میں دفن ہوئے اور ان کی وفات کے بعد شاہ سلطان حسین نے اس کمرہ کو وسعت دی اور اس پر ایک گنبد تعمیر کیا۔ جو اب تک تخت فولاد میں موجود ہے اور میر محمد اسماعیل مذکور کے چند فرزند تھے۔ جن میں سے ایک میر محمد باقر ملا باشی ہے جو کہ فاضل کامل کئی فنونِ علم میں متبحر اور صاحب تالیفات ہے۔ جن میں سے ایک مکارم الاخلاق کا ترجمہ ہے اپنے والد ماجد اور محقق خوانساری سے تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ چہار باغ اصفہان میں تدریس کرتا تھا اور ۱۱۲۷ھ میں اسے زہر سے شہید کیا گیا اس کی تاریخ وفات میں کہا گیا۔ آمد جگر از شہید ثالث بیرون ۱۱۲۷ تخت فولاد میں اپنے والد کے جوار میں ایک حجرہ میں دفن ہوا۔ اور اس کے قریب ہی اس کے فرزند جلیل سید محمد اسماعیل بن سید محمد باقر ملا باشی کی قبر ہے جو کہ عالم عابد متورع تقی محدث زاہد اور فنون علم میں ماہر تھا۔ خصوصاً فقہ و حدیث و تفسیر میں اپنے والد ماجد اور فاضل خوانساری سے تعلیم حاصل کی اور جامع عباسی میں پیش نمازی اور مدرسہ جدیدہ سلطانیہ میں تدریس کرتا تھا اور چونکہ افغانیوں کے زمانہ سلطنت میں تھا لہٰذا مجہول القدر رہا اور اس کا فرزند جلیل استاد الکل فی الکل میرزا ابو القاسم مدرس عالم فاضل کامل تقی نقی زیادہ تر علوم کا جامع تھا مثلاً فقہ و حدیث تفسیر و اخلاق و کلام۔ اپنے زمانہ کے فضلاء کا استاد اور اپنے والد ماجد سید محمد اسماعیل کی طرح جامع عباسی میں پیش نماز اور تیس سال کے قریب مدرسہ سلطانیہ میں تدریس کرتا رہا۔ علم فلسفہ و کلام میں عالم جلیل مولا اسماعیل خواجوئی کی شاگردی کی اور فقہ و اصول و حدیث کا علم علامہ طباطبائی بحر العلوم سے حاصل کیا اور جناب

بحرالعلوم فلسفہ وکلام چار سال تک اُن سے پڑھتے رہے اور ۱۳۰۲ھ میں، ۵ ستاون سال کی عمر میں اصفہان میں وفات پائی اس کا جنازہ نجف اشرف کی طرف بھیجا گیا اور مرقد شریف کے پاس سرداب میں اسے دفن کیا گیا اور اس کا فرزند جلیل میر محمد رضا عالم فاضل تقی نقی فقہ وحدیث میں ماہر تھا۔ لذات دنیا کا تارک اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ باپ کے بعد تیس سال مدرسہ سلطانیہ میں تدریس اور جامع عباسی میں پیش نمازی کرتا رہا ۱۲۳۰ھ میں اصفہان میں وفات پائی اور جنازہ نجف اشرف میں لایا گیا۔ اس کا فرزند جلیل میر محمد صادق عالم فاضل کامل متورع تقی نقی جامع معقول ومنقول اغلب علوم میں مدرس تھا اکثر شہروں کے علماء اس کے شاگرد تھے۔ تیس سال جامع عباسی میں پیش نمازی کی اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ زاہد تھا چالیس سال برابر روزے رکھے اور تھوڑی سی غذا پر اکتفا کیا اور اپنی پوری زندگی میں کبھی حکام و سلاطین کے دربار میں نہیں گیا۔ سوائے ایک رات کے جس میں میرزا علی محمد باب سے مناظرہ کیا علم فقہ محقق قمی اور شیخ محمد تقی (صاحب حاشیہ بر معالم) سے اور علم فلسفہ وکلام مولیٰ علی نوری ملا محراب اور ملا اسماعیل خواجائی سے حاصل کیا۔ ۱۲۰۰ھ میں ولادت ہوئی اور چودہ رجب ۱۲۷۲ھ تحویل سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے والد ماجد میر محمد رضا اور جد امجد میرزا ابو القاسم نے بھی تحویل شمس سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی تھی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کا پوتا عالم فاضل کامل الحاج میر محمد صادق بن الحاج محمد حسین بن میر محمد صادق مذکور ہے۔ ان کا مقام علم اپنے آباء واجداد کی طرح بلند ہے۔ اصفہان میں تدریس ونشر علوم میں مشغول رہے اور پچھلے سال جو کہ ۱۳۴۵ھ ہے رحمت خداوندی سے جا ملحق ہوئے۔

میر محمد صالح میر اسماعیل بن میر عماد الدین محمد کے دوسرے فرزند اور ان کی اولاد و اعقاب کا تذکرہ۔

میر محمد صالح کے اپنی بیوی سیدۃ النساء بنت سید حسین حسینی (جو کہ منسوب ہے گلستانہ کے ساتھ) سے دو بیٹے تھے سید عبد الواسع اور سید محمد رفیع۔ سید محمد رفیع عبادت میں مشغول رہے اور اٹھاسی سال عبادت کی۔ اصفہان میں وفات پائی اور بابا رکن الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے اور ان کے والد سید میر محمد صالح کی وفات ابتدائے جوانی میں ہو گئی تھی۔ اور خاتون آباد میں اپنی بیوی کے والد سید حسین کے ساتھ اس بقعہ کے قریب جو ابن محمد حنفیہ کے نام سے منسوب ہے دفن ہوئے۔

باقی رہے الواسع بن میر محمد صالح تو ان کے نواسے میر محمد حسین نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ میرے جد بزرگوار سید عبد الواسع عالم عامل متورع عبادت گذار فنون علم اخبار نحو اور باقی علوم وفنون عربیت میں ماہر تھے اور انہوں نے فاضل علامہ ابو القاسم جرفادقانی سے تعلیم حاصل کی اور علم حدیث اپنے زمانہ کے افاضل سے خصوصاً میرے جد علامہ ملا محمد تقی مجلسی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا ان کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی لیکن وہ اصفہان کی طرف منتقل ہو گئے اور سکونت پذیر ہوئے اور ننانوے سال کی عمر میں ماہ مبارک رمضان ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی اور مقبرہ بابا رکن الدین

یں دفن ہوئے اور چند سالوں کے بعد ان کی میت نجف اشرف لے گئے اور قبر مطہر جناب امیرؑ کے قریب دفن ہوئے میں نے ان کی زیارت کی ہے قرآن مجید اور کچھ صرف و نحو منطق ان سے پڑھی ہے اور انہوں نے اپنی گود میں مجھے پالا اور ان کے میرے ذمے کافی حقوق ہیں۔ جزاہ اللہ عنی احسن الجزاء حشرہ مع موالیہ ان کا فرزند جلیل میر محمد صالح بن میر عبدالواسع عالم جلیل القدر علامہ مجلسی رحمہ اللہ کا داماد تھا اور اصفہان میں شیخ الاسلام تھا۔ اور اس کی کئی تصنیفات ہیں کہ جن میں سے حدائق المقربین۔ ذریعہ۔ شرح فقیہ اور استبصار ہے۔ علامہ مجلسی رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے۔

اس کا فرزند جلیل میر محمد حسین خاتون آبادی علامہ مجلسی کا نواسہ امام جمعہ و جماعت اصفہان عالم عامل کامل فاضل فقہ و حدیث و تفسیر اور خطاطی کا ماہر تھا۔ اپنے والد سے اور میر محمد اسماعیل سے اور ان کے فرزند میر محمد باقر مدرس سے تعلیم حاصل کی اور اس کی ایک کتاب سال کے اعمال میں ہے اور کچھ فقہ کے رسائل ہیں اور وہ بزرگوار افغانیوں کے زمانہ میں تھے۔ لہذا ان کے خوف سے بھاگ کر جورت میں جا چھپے اور پیر کی رات تیئسویں شوال ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

میر محمد حسین کے دو بیٹے مشہور ہیں میر محمد مہدی جو کہ باپ کے بعد امام جمعہ اصفہان تھے اور وہ میر سید مرتضیٰ کے باپ ہیں۔ اور وہ میر محمد صالح کے باپ ہیں جو مدرسہ کاسہ گراں کے مدرس تھے اور میر محمد مہدی کے باپ بھی ہیں۔ جو طہران میں امام جمعہ تھے اور یہ دونوں بھائی بے اولاد تھے اور ان کا تیسرا بھائی میر محسن ہے جو کہ میر سید مرتضیٰ صدر العلماء طہرانی اور میرزا ابوالقاسم امام جمعہ طہران کا والد ہے اور میرزا ابوالقاسم عالم عامل تقی نقی ماہر فقہ و حدیث وغیرہ صاحب اخلاق حسنہ اور دارائے جود و سخا اس حد تک تھے کہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور مسکین کی حاجت روائی میں بڑی جد و جہد کرتے اور وہ جناب شیخ اکبر مرحوم شیخ جعفر اور صاحب جواہر کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی اور تہران میں دفن ہوئے اور ان کی قبر تہران میں مشہور ہے۔ اس پر بہت بڑا گنبد ہے اور وہ بزرگوار مرحوم آقا میر زین العابدین امام جمعہ کے والد اور موجودہ امام جمعہ کے دادا تھے۔

دوسرا بیٹا میر محمد حسین خاتون آبادی کا میر عبدالباقی ہے جو کہ اپنے بھائی میر محمد مہدی کی وفات کے بعد اصفہان کے امام جمعہ قرار پائے اور آنجناب کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں مقام معلوم ہے اور وہ علامہ طباطبائی بحر العلوم کے استاد ہیں اپنے باپ سے دادا سے اور علامہ مجلسی سے روایت کرتے ہیں ان کی وفات سنہ ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ان کے فرزند جلیل الحاج میر محمد حسین سلطان العلماء اور امام جمعہ اصفہان تھے ان کی وفات سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ ان کے فرزند جلیل الحاج میر احسن امام جمعہ ہیں اور سلطان العلماء کے تین بیٹے تھے۔ میر محمد مہدی امام جمعہ اصفہان جن کی وفات سنہ ۱۲۵۴ھ میں ہوئی (۲) میر سید محمد امام جمعہ وفات سنہ ۱۲۹۱ھ (۳) میر محمد حسین امام جمعہ بہت سے علم و فنون میں فاضل اور بالخصوص کلام و تفسیر میں ماہر تھے سنہ ۱۲۹۶ھ میں وفات ہوئی ان کے بعد میرزا محمد علی بن میرزا جعفر بن میر سید محمد بن میر عبدالباقی بن میر محمد حسین خاتون آبادی امام جمعہ اصفہان ہوئے اور یہ سید جلیل عالم عامل فقیہ محدث میر محمد رضا اور الحاج ملا حسین علی تویسرکانی کے

شاگرد ہیں اور کئی تصنیفات کے مصنف ہیں ان میں سے ہے رسالہ منجزات مریض رسالہ تقلید میت وغیرہ سنہ ۱۳۱۲ھ میں وفات ہوئی ان کی قبر مجلسین (دونو مجلسی) کی قبروں کے پہلو میں ہے اور میر سید محمد بن الحاج میرزا حسن ۱۱ الحاج میرزا ہاشم امام جمعہ اصفہان کے والد ہیں انکی وفات سنہ ۱۳۲۱ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ رضوانہ علیہم اجمعین **عبداللہ** بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اور ان کے بعض نزدیک دو اعقاب کا تذکرہ کرتے ہیں میں سے ایک ابیض ہے جوری میں دفن ہے۔ صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ عبداللہ شہید بن افطس واقعہ فخ میں موجود تھا۔ اور اس نے دو تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں اور بڑی بے جگری سے جنگ کی اور بعض کہتے ہیں کہ حسین صاحب فخ نے اسے اپنا وصی قرار دیا۔ اور یہ کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ امر (حکومت) میرے بعد تیرے سپرد ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ میں اولاد امام حسنؑ کے حالات میں واقعہ فخ نقل کر چکا ہوں کہ صاحب فخ نے خروج کی ابتداء میں جب کہ علویین نے اجتماع کیا اور جب نماز صبح کے وقت مؤذن منارہ پر گیا تا کہ اذان کہے تو عبداللہ افطس تلوار سونتے منارہ پر گیا اور مؤذن سے کہا کہ اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہو۔ تو مؤذن نے اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہا عبدالعزیز عمری نے (جو نائب الایالہ مدینہ معظمہ تھا) یہ جملہ سن کر احساس فتنہ کیا اور دہشت زدہ ہو کر فریاد کرنے لگا۔ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور مجھے دو دانے کھلاؤ۔ یہ کہہ کر بھاگا اور خوف کے مارے گوز (پادتا) لگا تا جا رہا تھا یہاں تک کہ علویین کے خوف سے نجات پائی بہر حال عبداللہ وہی ہے جسے ہارون رشید نے گرفتار کیا اور یحیٰی بن جعفر کے پاس قید رکھا۔ عبداللہ نے قید خانے کی سختی سے تنگ آکر ہارون کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں ہارون کو برا بھلا کہا۔ ہارون نے رقعہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اسے وسعت کشائش دی جائے اور ایک دن جعفر کی موجودگی میں کہا کہ خدایا اس کے معاملہ کی میرے اور اپنے کسی دوست کے ہاتھوں کفایت کر جعفر نے یہ بات سننے کے بعد نوروز کی رات حکم دیا تو عبداللہ کو قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ پس وہ نوروز کے ہدایا میں نے رشید کے پاس بھیجا۔ جب سرے سرپوش ہٹایا گیا اور رشید کی نگاہ عبداللہ کے سر پر پڑی اور جعفر کی یہ شقاوت دیکھی تو یہ بات اس پر عظیم اور گراں گذری۔ جعفر کہنے لگا میں نے جتنی فکر کی تو کوئی چیز مجھے آپ کی بارگاہ میں جشن نوروز دلفروز کے ہدیہ کے لئے اس سے بہتر نظر نہ آئی کہ آپ کے اور آپ کے آباء و اجداد کے دشمن کا سر آپ کے حضور پیش کروں یہی وجہ تھی کہ جب ہارون رشید نے جعفر کے قتل کا ارادہ کیا تو جعفر نے مسرور کبیر سے کہا کہ امیر المومنین کون سے جرم کی پاداش میں میرا خون روا سمجھتے ہیں۔ مسرور نے کہا ان کے چچازاد عبداللہ بن حسن بن علی علیہ السلام کو ان کی اجازت کے بغیر قتل کرنے کی بناء پر۔ عمری نسابہ کہتا ہے کہ عبداللہ کی قبر بغداد کے سوق الطعام میں بامشہد ہے اور اس کی نسل و اعقاب مدائن میں بہت ہے اور اس کی اولاد دو بیٹوں سے چلی ہے۔ (۱) عباس اور (۲) محمد امیر جلیل شہید کہ جسے معتصم خلیفہ نے زہر دے کر قتل کیا۔ باقی رہا عباس بن عبداللہ شہید تو اس کی نسل تھوڑی ہے اور تاریخ قم میں

ہے کہ اس کا بیٹا عبداللہ بن عباس علی بن محمد علوی صاحب زنج کے ساتھ بصرہ میں تھا اور جب علی بن محمد کو قتل کر دیا گیا تو عبداللہ اور اس کا بھائی حسن بن عباس بھاگ کھڑے ہوئے اور قم میں پہنچے اور قم ہی میں متوطن ہو گئے اور عبداللہ بن عباس کے ہاں قم میں ابوالفضل العباس اور ابو عبداللہ الحسین ملقب بہ ابیض اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں اور عباس سے ابو علی احمد پیدا ہوا ابو عبداللہ ابیض ری کو چلا گیا اور اس کی اولاد ری میں ہے۔ انتہی عباس ابیض نے ۳۱۹ھ ری میں وفات پائی اور اس کی قبر حضرت عبدالعظیم علیہ السلام کے مزار کے قریب واقع اور زیارت گاہ ہے اور اس کی نسل ختم ہو گئی اور محمد بن عبداللہ کی نسل باقی رہ گئی۔

مؤلف کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کی نسل میں سے ہے ابو محمد یحیٰی بن محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام جو کہ خدا کے صالح بندوں فقہا و علماء و متکلمین میں سے تھے نیشاپور میں سکونت اختیار کی۔ اور کئی ایک کتابیں امامت و فرائض وغیرہ میں تصنیف کیں شیخ نجاشی۔ علامہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ساتواں باب

حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین باقر علوم الاولین والآخرین کی تاریخ و سوانح اور اس میں چند فصول ہیں

پہلی فصل

آپ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب کا بیان آپ کی ولادت باسعادت پیر کے دن تین صفر یا ابتدائے رجب ۵۷ھ مدینہ منورہ میں ہوئی آپ واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اس وقت آپکی عمر مبارک چار سال تھی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھیں کہ جنہیں ام عبداللہ کہتے تھے اور آپ ابن الخیرتین وعلوی بین علویین ہیں یعنی وہ بہترین ماں باپ کے بیٹے اور علوی جو دو علویوں سے پیدا ہوئے۔ دعوات راوندی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک دن میری والدہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں کہ اچانک دیوار سے آواز پیدا ہوئی اور دیوار اپنی جگہ سے کندہ ہوئی اور قریب تھا کہ زمین پر گر پڑے میری والدہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار سے فرمایا کہ حق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم گرنا نہیں۔ خدا نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی ہے پس وہ دیوار زمین وفضا کے درمیان معلق رہی۔ یہاں تک کہ میری والدہ وہاں سے چلی گئیں پس میرے والد امام زین العابدینؑ نے سو اشرفیاں ان کے لئے صدقہ میں دیں۔ نیز راوی حضرت صادقؑ سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک دن آپ نے اپنی جدہ ماجدہ امام محمد باقرؑ کی والدہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ میری دادی صدیقہ تھیں اور اولاد امام حسنؑ میں ان کے درجہ اور مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچا۔ اور اسانید معتبرہ کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب ائمہ طاہرین میں سے کسی کی والدہ کسی امام سے حاملہ ہوتی ہیں تو وہ تمام دن اس میں سستی اور غشی محسوس کرتی ہیں۔ پس وہ عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھتی ہیں جو اسے عقلمند و دانا اور بردبار فرزند کی بشارت دیتا ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوتی ہیں تو اپنی دائیں جانب مکان کے گوشہ سے آواز سنتی ہیں کہ جس کے کہنے والے کو وہ نہیں دیکھ سکتیں جو کہتا ہے کہ آپ حاملہ ہوئی ہیں بہترین اہل زمین کے ساتھ اور آپ کی بازگشت خیر وسعادت کی طرف ہے اور تجھے بشارت ہو دانا اور بردبار بیٹے کی اس کے بعد وہ اپنے میں بوجھ اور گرانی محسوس نہیں کرتی یہاں تک کہ آپ کے حمل کے نو مہینے گذر جاتے ہیں۔ پس وہ بہت سے ملائکہ کی آواز اپنے گھر سے سنتی ہیں اور جب ولادت کی رات ہوتی ہے تو وہ اپنے گھر میں ایسا نور دیکھتی ہیں کہ جسے امام کے آباؤ اجداد کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ پس امام مربع شکل میں بیٹھے

ہوئے شکم مادر سے باہر آتا ہے اور اس کا سر (عام بچوں کی طرح) نیچے کی طرف نہیں آتا۔ جب امام زمین پر آتا ہے تو وہ اپنا رُخ قبلہ کی طرف پھیر کر تین مرتبہ چھینکتا ہے اور چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہتا ہے اور امام ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوتا ہے اور خون و کثافت سے آلودہ نہیں ہوتا اور اس کے اگلے دانت اُگے ہوئے ہوتے ہیں اور تمام رات دن اس کے چہرہ اور ہاتھوں سے سونے کی طرح زرد نور ساطع ہوتا رہتا ہے۔

حضرت کا نام نامی محمد کنیت ابوجعفر اور القاب شریفہ باقر، شاکر اور ہادی ہیں اور آپ کا زیادہ مشہور لقب باقر ہے اور یہ وہ لقب ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو رسالتمآبؐ نے ملقب کیا تھا۔ جیسا کہ بروایت سفینہ جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اے جابر امید ہے کہ تو دنیا میں زندہ رہے یہاں تک کہ تو اولاد حسینؑ میں سے میرے ایک فرزند سے ملاقات کرے گا کہ جس کا نام محمد ہوگا۔ یَبْقُرُ عِلْمَ الدِّیْنِ بَقْراً جو علم دین کو شگافتہ کرے گا۔ شگافتہ کرنا یعنی کھول کھول کر اور واضح کر کے بیان کرے گا۔ پس جب اس سے ملاقات کرنا تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ شیخ صدوق نے عمر بن شمر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے سوال کیا کہ امام محمد باقرؑ کو باقر کیوں کہتے ہیں۔ کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ بقرالعالم بقراً ای شقہ واظہرہ ظہراً علم کو شگاف کیا۔ شگاف کرنا۔ آشکار و ظاہر کیا۔ ظاہر کرنا۔ بتحقیق مجھ سے حدیث بیان کی جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ اس نے جناب رسالت مآبؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے جابر تو زندہ رہے گا۔ یہاں تک کہ ملاقات کرے گا میرے بیٹے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے جو کہ تورات میں باقر کے نام سے مشہور ہے پس جب تیری اس سے ملاقات ہو تو میری طرف سے اسے سلام پہنچانا تو جابر بن عبداللہ نے حضرت کو مدینہ کے ایک کوچہ میں دیکھا کہنے لگا اے صاحبزادے آپ کون ہیں فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں۔ جابر نے کہا اے صاحبزادے میری طرف رُخ کیجئے۔ شہزادے نے ان کی طرف رُخ پھیرا کہا کہ ذرا پشت پھیریئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا تو عرض کیا رب کعبہ کی قسم یہی شمائل و خصائل ہیں رسولِ خداؐ کے اے صاحبزادے رسولِ خداؐ نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا جب تک آسمان و زمین باقی ہیں رسولِ خداؐ پر سلام ہوتا رہے اور تجھ پر بھی سلام ہو اے جابر کہ تو نے حضرت کا سلام پہنچایا ہے اس وقت جابر نے حضرت سے عرض کیا یا باقر اَنْتَ الْبَاقِرُ حَقًّا اَنْتَ الَّذِیْ تَبْقُرُ الْعِلْمَ بَقْراً اے باقر حق یہ ہے کہ آپ باقر ہیں اور وہی ہیں جو علم کو واضح کریں گے۔ واضح و ظاہر کرنا علماء کہتے ہیں کہ حضرت کو باقر اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپ علوم اولین و آخرین کو شگافتہ کریں گے اور آپ کا دل وسیع سمندر اور جاری چشمہ ہے علم و دانش کا اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ میں مسطور ہے کہ حضرت کو کثرت سجود کی وجہ سے باقر کہتے ہیں بَقَرَ السُّجُوْدُ جَبْهَتَهٗ اَیْ فَتَحَهَا وَشَقَّهَا یعنی سجدہ نے آپ کی جبین مبارک کو شق اور کشادہ کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو غزارت و کثرت علم کی وجہ سے باقر کہتے ہیں اور ابن حجر ہیتمی نے باوجود زیادہ عناد کے صواعق محرقہ میں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد

الباقر علیہ السلام کو باقر جو کہتے ہیں یہ زمین کو شگاف کرنے اور اس میں پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے معارف کے خزانے احکام کے حقائق ولطائف جو چھپے ہوئے تھے۔ ظاہر کیا جو کہ مخفی نہیں مگر بھی ہوئی بصیرت اور خراب وفاسد باطن والے پر اور اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ باقر علم جامع علم اور اپنے علم کو واضح و بلند کرنے والے ہیں اور آپ کے نگینہ کا نقش اَلْعِزَّةُ لِلّٰہِ یا اَلْعِزَّةُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا تھا اور دوسری روایت ہے کہ آپ اپنے جدامجد امام حسینؑ کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھتے تھے کہ جس کا نقش اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ تھا اور اس کے علاوہ بھی روایت ہے لیکن ان روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس کئی انگوٹھیاں ہوں کہ جن میں سے ہر ایک پر ایک نقش معین ہو۔

دوسری فصل

امام محمد باقرؑ کے مکارم اخلاق اور مختصر فضائل و مناقب کسی غور و فکر کرنے والے با انصاف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ جو اخبار و آثار علوم دین تفسیر قرآن فنون آداب و احکام حضرت سے روایت ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ کسی کی عقل و فکر میں سما سکیں۔ باقی ماندہ صحابہ وجوہ و اعیان تابعین اور رؤسا و فقہا مسلمین ہمیشہ حضرت کے علم سے روشنی حاصل کرتے اور آنحضرت کے علم و فضل کی کثرت کو بطور ضرب المثل بیان کرتے تھے یَا بَاقِرَ الْعِلْمِ لِاَهْلِ التُّقیٰ وَخَیْرَ مَنْ لَبّیٰ عَلَی الْاَجْبُلِ۔ اے باقر علم اہل تقویٰ کے لئے اور اے بہترین ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے مکہ کے راستہ کے پہاڑوں پر لبیک کہا۔ شیخ مفید سند کے ساتھ عبداللہ بن عطا مکی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا تھا کہ میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر اور چھوٹا نہیں دیکھا جتنا کہ امام محمد باقرؑ کے سامنے دیکھا ہے میں نے حکم بن عتیبہ کو دیکھا کہ باوجود اس کی کثرت علم و جلالت شان کے جو اسے لوگوں میں حاصل تھی جب وہ آنجناب کے پاس آتا تو اس طرح معلوم ہوتا جیسے طفل مکتب اپنے استاد کے سامنے ہوتا ہے جابر بن یزید جعفی جب آپ سے روایت کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی وصی اوصیاء و وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے شیخ کسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جو امر مشکل میرا رخ کرتا تو میں امام محمد باقرؑ سے سوال کرتا یہاں تک کہ میں نے تیس ہزار حدیثیں آپ سے پوچھیں اور حضرت صادقؑ سے اٹھارہ ہزار حدیثیں اخذ کیں۔ حبابہ والبیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عصر کے وقت مکہ میں ملتزم یا باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے اور مشکل ترین مسائل کے متعلق اس سے سوال کرتے اور مشکلات کو حل کراتے تھے اور حضرت اس تھوڑے سے زمانہ میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھے۔ جب تک آپ ایک ہزار مسئلہ کا جواب نہیں دے چکے اس وقت آپ اٹھ کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو ایک منادی نے بلند آواز سے ندا دی۔ اَلَا اِنَّ هٰذَا النُّوْرُ الْاَبْلَجُ الْمُسْرَجُ وَالنَّسِيْمُ الْاَرَجُ وَالْحَقُّ الْمُرَجُ خبردار یاد رکھو کہ یہ ہے نور روشن جو بندگان خدا کو حق کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ ہے نسیم خوشبو جو جان جہانیاں کو معرفت و دانش سے معطر کرتی ہے اور یہ ہے وہ حق کہ جس کی قدر و منزلت لوگوں سے درمیان ضائع ہوگئی ہے یا جو دشمنوں کے خوف سے مضطرب ہے میں نے ایک گروہ کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ کون ہے قرآن کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد بن علی باقرؑ غوامض و عمیق علوم کو ظاہر و شگافتہ کرنے والے اور فہم و ذکا سے بولنے والے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے اولاد امام حسنؑ و امام حسینؑ میں سے کسی شخص سے تفسیر و کلام فتاویٰ اور احکام حلال و حرام میں اتنا علم ظاہر نہیں ہوا جتنا حضرت سے ظاہر ہوا ہے اور جابر کی حدیث تو آپ کے متعلق مشہور و معروف ہے فقہاء مدینہ و عراق سب نے اسے ذکر کیا ہے اور مجھے خبر دی ہے میرے دادا شہر آشوب اور

منتہی بن کیا بکی حسینی نے بہت سے طرق کے ساتھ سعید بن مسیب سلیمان بن اعمش ابان بن تغلب محمد بن مسلم زرارہ بن امین اور ابو خالد کابلی سے کہ جابر بن عبداللہ انصاری مسجدِ رسولِ خداؐ میں بیٹھ جاتا اور مسلسل یہ کہتا رہتا یا باقرؑ یا باقرَ العلم اے باقر اے باقر علمؑ مدینہ کے لوگ کہتے کہ جابر بے تکی اور فضول بات کہتا ہے تو جابر کہتے خدا کی قسم میں فضول اور بے ہودہ بات نہیں کہتا بلکہ میں نے تو رسولِ خداؐ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اے جابر تو میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو پائے گا کہ جس کا نام میرا نام اور جس کے شمائل (عادات و اخلاق) مجھ جیسے ہوں گے جو علم کو شگافتہ اور واضح کرے گا جو اس کا حق ہے۔ پس آپ کی یہ فرمائش مجھے آمادہ کرتی ہے اس چیز پر جو میں کہتا ہوں اور یہ بھی کہا ہے کہ ابو السعادات نے کتاب فضائل الصحابہ میں لکھا ہے کہ جابر نے امام محمد باقرؑ کو رسولِ خداؐ کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ جابر اپنی وصیت کر لو کیونکہ تم اپنے پروردگار کی طرف جانے والے ہو۔ جابر رونے لگے اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ یہ تو مجھ سے رسولِ خداؐ کا معاہدہ ہے فرمایا اَللّٰہِ یَا جَابِرُ لَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ خدا کی قسم اے جابر بے شک خداوندِ عالم نے مجھے علم عطا کیا ہے ان چیزوں کا جو گزر چکی ہیں اور ان کا جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ پس جابر نے اپنی وصیت کی اور ان کی وفات ہو گئی۔

اور رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب حسین علیہ السلام دنیا سے گئے تو قائم بامر (امامت) ان کا بیٹا علیؑ ہے اور وہ ہے حجت اور امام اور خداوندِ عالم علیؑ کے صلب سے ایک فرزند روئے زمین پر لائے گا جو میرا ہمنام اور مجھ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہو گا۔ اس کا علم میرا علم ہے اور اس کا حکم میرا حکم ہے اور وہ ہے امام اور حجت اپنے باپ کے بعد۔

صاحب کشف الغمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک غلام سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ مکہ گیا تو جب حضرت مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑی تو آپ رونے لگے اور آپ کے رونے کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ مسجد میں پھیل گئی۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ چونکہ لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں بہتر ہے کہ آپ اپنی گریہ کی آواز کو آہستہ کریں آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں حالانکہ مجھے امید ہے کہ خداوندِ عالم میرے رونے کی وجہ سے مجھ پر نظرِ رحمت کرے اور اس کی وجہ سے میں کل اس کے پاس فلاح و نجات حاصل کر لوں پھر آپ نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا۔ اس کے بعد آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور رکوع و سجود کیا اور جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آپ کے آنسوؤں سے تر تھی اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ ہنستے تو کہتے خدایا مجھے دشمن نہ بنانا اور روایت ہے کہ آپ رات کی تاریکی میں اپنے پروردگار سے تضرع زاری میں کہتے تو نے مجھے حکم دیا میں نے وہ حکم ادا نہیں کیا تو نے مجھے روکا میں نہیں رکا۔ پس یہ لے میں تیرا بندہ تیرے سامنے ہوں اور میں کوئی عذر پیش نہیں کرتا اور روایت ہے کہ آپ ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے اور فرماتے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ کئی

گنا ہو جاتا ہے۔

شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ جب میرے باپ کو کوئی چیز محزون و مغموم کر دیتی تو آپ عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے دعا مانگتے اور وہ آمین کہتے اور یہ بھی حضرت سے روایت ہے کہ میرے والد بہت ذکر خدا کرتے یہاں تک کہ بعض اوقات ہم ان کے ساتھ چل رہے ہوتے تو دیکھتے کہ وہ ذکر خدا کر رہے ہیں۔ اور ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے تو وہ ذکر کرتے اور لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے ذکر کرتے اور ہمیشہ ہم دیکھتے کہ ان کی زبان تالوسے لگی ہوئی ہے اور کہہ رہے ہیں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور ہمیں اپنے پاس جمع کر کے فرماتے کہ سورج نکلنے تک ذکر کرو اور ہمیشہ اہلِ خانہ میں سے ان لوگوں سے کہتے کہ جو قرآن پڑھ سکتے تھے کہ قرآن پڑھیں اور جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے تو انہیں ذکر کرنے کا حکم دیتے اور روایت ہے کہ حضرت خاص و عام کے نزدیک ظاہر الجود اور فضل و کرم و احسان کے ساتھ مشہور تھے حالانکہ آپ کثیر العیال تھے اور آپ کے اہلِ خانہ کی نسبت سے آپ کے پاس مال کم تھا۔ اور آپ کی کنیز سلمیٰ کہتی ہے کہ آپ کے بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ آپ کے ہاں سے کھانا کھائے بغیر واپس نہ جاتے اور آپ بہت سے درہم بھی انہیں دیتے۔

حکایت ہے کہ ایک دن کمیت شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ اَكْنَافِهِمْ   لَمْ يَبْقَ اِلَّا شَامِتٌ اَوْحَاسِدٌ

چلے گئے وہ لوگ جن کے پہلو میں زندگی بسر کی جا سکتی تھی اب تو مصیبت پر خوش ہونے والے اور آسائش میں حسد کرنے والے ہی رہ گئے ہیں۔

پس کمیت نے فی البدیہہ یہ شعر کہا۔

وَ بَقِيْ عَلٰى ظَهْرِ الْبَسِيْطَةِ وَاحِدٌ   فَهُوَ الْمُرَادُ وَ اَنْتَ ذَاكَ الْوَاحِدُ

پشت زمین پر ایک شخص ایسا ہے جو مراد و مقصود ہے اور وہ آپ ہی ہیں اور روایت ہے کہ آپ کا جائزہ اور عطیہ پانچ سو درہم سے لے کر چھ لاکھ درہم تک تھا اور آپ اپنے بھائیوں سے صلہ رحمی کرنے اور ان لوگوں سے احسان کرنے سے ملول و رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے تھے۔ جو کہ ربار دامید سے آپ کی بارگاہ کا قصد کرتے تھے اور منقول ہے کہ کبھی بھی آپ کے گھر سے یہ آواز نہیں سنی گئی کہ سائل کے مقابلہ میں اے سائل کہا گیا ہو یعنی خفت و حقارت کے طور پر سائل کا نام نہیں لیتے تھے اور حضرت نے فرما رکھا تھا کہ سوال کرنے والوں کو ان کے بہترین ناموں کے ساتھ پکارو اور جنات الخلود میں آپ کے اخلاق حمیدہ کے ذکر میں کہا ہے کہ آپ اکثر اوقات خوف خدا سے گریہ کرتے اور آواز گریہ آپ کی بلند ہوتی اور آپ مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ تواضع کرنے والے تھے اور آپ کے کھیت املاک چوپائے چرواہے اور غلام زیادہ تھے اور آپ خود اپنی زمین پر جا کر کام کرتے اور گرمی کے دنوں میں آپ کے غلام آپ کے زیر بغل ہاتھ رکھ کر آپ کو لے جاتے اور جو کچھ آپ حاصل کرتے اسے راہِ خدا میں صرف کرتے اور آپ سب

لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور جو شخص بھی آپ کے پاس آتا اس کا علم آپ کے علم کے مقابلہ میں مثل قطرہ کے ہوتا دریا کے سامنے اور ان کے جد امجد امیرالمومنین علیہ السلام کی طرح ان کے پہلوؤں سے علم کے سیلاب بہتے تھے اور آپ کی عظمت وجلالت کے سامنے ہر جلیل فقیر و صغیر تھا اور ابن حجر سنی متعصب صواعق میں کہتا ہے۔ هُوَ بَاقِرُ الْعِلْمِ وَجَامِعُهُ وَشَاهِرُ عِلْمِهِ وَرَافِعُهُ صَفَا قَلْبُهُ وَزَكَى عِلْمُهُ وَعَمَلُهُ وَطَهُرَتْ نَفْسُهُ وَشَرُفَ خُلْقُهُ وَعُمِرَتْ اَوْقَاتُهُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَلَهُ مِنَ الرُّسُوخِ فِي مَقَامَاتِ الْعَارِفِيْنَ مَا يَكِلُّ عِنْدَ اَلْسِنَةِ الْوَاصِفِيْنَ وَلَهُ كَلِمَاتٌ كَثِيْرَةٌ فِي السُّلُوْكِ وَالْمَعَارِفِ وَلَا تَحْتَمِلُهَا هٰذِهِ الْعُجَالَةُ۔ آپ باقر علم جامع علم اس کو پھیلانے اور بلند کرنے والے دل صاف، پاک نفس طاہر اخلاق باشرف تھے۔ آپ کے اوقات اطاعت خدا سے معمور تھے کہ جس کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ سلوک و معارف میں آپ کے بہت سے ارشادات ہیں یہ جلدی میں لکھی جانے والی کتاب اس کی متحمل نہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام کے چند اخبار مناقب و مفاخر سے اپنی کتاب کو مزین کروں۔

پہلی خبر آپ کا تحصیل معاش میں زحمت و تکلیف برداشت کرنا۔ شیخ مفید اور دوسرے علماء نے حضرت ابو عبداللہ الصادقؑ سے روایت کی ہے محمد بن منکدر کہتا ہے کہ میں یہ گمان نہیں رکھتا تھا علی بن الحسینؑ جیسا بزرگوار کوئی اپنا جانشین اپنے جیسا چھوڑ جائے گا۔ یہاں تک کہ میں نے محمد بن علیؑ سے ملاقات کی میں نے چاہا کہ انہیں وعظ نصیحت کروں تو انہوں نے مجھے وعظ و نصیحت کیا اس کے ساتھی کہنے لگے کہ انہوں نے تجھے کیا وعظ کیا تھا کہنے لگا انتہائی گرمی کے وقت میں مدینہ کی ایک طرف کو گیا اور میری ملاقات محمد بن علیؑ سے ہوئی جو بھاری جسم کے تھے آپ نے اپنے دو سیاہ غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ قریش کا ایک سردار اس وقت اس حالت میں طلب دنیا کے لئے باہر نکلا ہوا ہے گواہ رہو کہ میں اسے وعظ و نصیحت کروں گا۔ پس میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے پھولے ہوئے سانس اور پسینہ سے شرابور ہونے کی حالت میں جواب سلام دیا میں نے کہا اصلحک اللہ کیا یہ اچھا ہے کہ قریش کا ایک بزرگ اس حالت میں طلب دنیا کے لئے گھر سے نکلے اور اگر اس حالت میں آپ کو موت آجائے تو آپ کی کیا حالت ہوگی۔ آپ نے غلاموں کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا کر کسی چیز کا سہارا لیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر اس حالت میں مجھے موت آجائے تو ایسی حالت میں آئے گی کہ میں خدا کی ایک اطاعت میں مشغول ہوں گا کیونکہ میں نے اپنے آپ کو تجھ سے اور دوسرے لوگوں کی احتیاج سے روکا ہے میں تو اس وقت موت کے آنے سے ڈرتا ہوں جب وہ اس حالت میں آئے جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوں۔ محمد بن منکدر کہتا ہے میں نے کہا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ میں نے چاہا کہ آپ کو نصیحت کروں آپ نے مجھے نصیحت کی ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ کہ محمد بن منکدر عامہ میں سے ایک صوفی ہے مثل طاؤس ابن ادہم وغیرہ کے کہ جو عبادات ظاہریہ میں اپنے اوقات صرف کرتا اور کسب معاش سے دستبردار تھا اور اس نے اپنا

بوجھ لوگوں پر ڈال رکھا تھا صاحب مستطرف نے نقل کیا ہے کہ محمد بن منکدر نے اپنی راتیں اپنی ماں اور بہن پر تقسیم کر رکھی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک تیسرا حصہ رات کا عبادت میں گذارتا تھا۔ جب اس کی ماں بھی فوت ہو گئی تو پھر وہ خود ساری رات عبادت میں بسر کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ ظاہراً محمد بن منکدر نے یہ طریقہ آلِ داؤد سے لیا تھا۔ کیونکہ روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے رات و دن کے اوقات اپنے اہل خانہ پر تقسیم کر دیئے تھے۔ پس کوئی گھڑی نہیں گذرتی تھی کہ جس میں آپ کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی نماز میں مصروف نہ ہوتا قَالَ اللہ تعالیٰ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا فرمایا اے آل داؤد شکر کو کام میں لاؤ بہر حال امام باقرؑ کا یہ ارشاد کہ اگر اس وقت موت آجائے تو میں خدا کی ایک اطاعت میں ہوں گا الخ یہ اس پر تعریض و طنز ہے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو صاحب کشف الغمہ نے شقیق بلخی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں سنہ ۱۴۹ھ میں حج کے لئے چلا جب میں قادسیہ میں پہنچا تو میں نے لوگوں سے ان کی زینت اور کثرت و زیادتی کو دیکھا میری نگاہ ایک خوش صورت گندم گون نحیف بدن پر پڑی جس نے اپنے لباس کے اوپر پشمینہ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور اپنے اوپر ایک چادر لے رکھی تھی اور اس کے پاؤں میں نعلین تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں نے دل میں کہا یہ شخص صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ راستہ میں اپنا بوجھ دوسرے لوگوں پر ڈالے میں اس کے پاس جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں (باقی روایت انشاء اللہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے حالات میں آئے گی) اس روایت سے مقصد صرف اتنا تھا کہ معلوم ہو جائے اس زمانہ کے صوفی لوگوں پر بوجھ بنے ہوئے تھے اسی لئے صادقین علیہم السلام سے کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن میں کسب معاش کا حکم اور لوگوں پر بوجھ بننے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ جو شخص عبادت میں مشغول رہے اور دوسرے اس کا خرچہ برداشت کرے تو خرچہ دینے والے کی عبادت اس سے زیادہ محکم ہے بلکہ حضرت صادقؑ نے حضرت رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ملعون من القی کلہ علے الناس ملعون ہے وہ شخص جو لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالے۔

دوسری خبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا کہ میرے والد کا خچر گم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر خداوند عالم میرا خچر واپس پلٹا دے تو میں خدا کی ایسی حمد کروں گا کہ جس سے وہ خوش ہو گا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ آپ کا خچر زین و لجام کے ساتھ واپس لے آئے جب آپ سوار ہوئے اور درست ہو کر بیٹھے اور اپنے کپڑے ٹھیک کر لئے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حمد و تعریف مخصوص ہے خدا کے ساتھ اور اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہ فرمایا اس وقت کہنے لگے کہ میں نے کوئی چیز اسم حمد اور مراتب تعریف میں سے باقی نہیں چھوڑی اور تمام محامد و تعریفوں کو خدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے کوئی حمد و سپاس ایسی نہیں جو اس حمد میں داخل نہ ہو جو میں بجا لایا ہوں۔ ایسا ہی ہے جیسا حضرت نے فرمایا کیونکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں الف لام استغراق کا ہے۔ یعنی تمام جنس کو لئے ہوئے ہے اور صرف خداوند عالم کو حمد و سپاس کے ساتھ منفرد قرار دے رہا ہے۔

تیسری خبر جاحظ کی کتاب بیان و تبیان سے نقل ہے وہ کہتا ہے کہ سب دنیا کو محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے دو کلمات میں جمع کر دیا ہے۔ صَلَاحُ جَمِیْعِ الْمَعَائِشِ وَالتَّعَاشُرِ مِلْاءُ مِکْیَالٍ ثُلُثَانِ فِطْنَةٌ وَثُلُثٌ تَغَافُلٌ تمام معاش و معاشرت کی اصلاح ایک کمیال کے برابر ہے جس کی دو تہائی زیرکی اور ایک حصہ تغافل و چشم پوشی ہے کہتا ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی نے جسارت کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ انت بقر (تو گائے ہے) فرمایا ایسا نہیں بلکہ میں تو باقر ہوں عرض کیا آپ طباخہ کے بیٹے ہیں فرمایا یہ تو اس کی حرفت تھی۔ عرض کیا آپ سیاہ گندی بدزبان کنیز کے بیٹے ہیں۔ فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو خداوند عالم اس کو بخشے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو تجھے بخشے۔ بہر حال راوی کہتا ہے کہ جب اس نصرانی شخص نے آپ کا یہ حلم و بردباری بزرگی و بزرگواری دیکھی جو طاقت بشری سے خارج ہے تو وہ مسلمان ہوگیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ حضرت کی اقتدار کی ہے اس خلق شریف میں سلطان العلماء والمحققین افضل الحکماء والمتکلمین ذوالفیض القدسی جناب نصیر الدین طوسی قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک خط آپ کے ہاتھ میں ایک شخص کی طرف سے پہنچا کہ جس میں آپ کی نسبت کلمات زشت و بیہودہ اور گالیاں لکھی تھیں ان کلمات میں یہ کلمہ قبیحہ بھی تھا یا کلب بن کلب محقق مذکور نے جب یہ خط پڑھا تو اس کا جواب متانت اور اچھی عبارات سے لکھا بغیر اس کے کہ کوئی برے لفظ لکھتے ان میں یہ تحریر فرمایا تیرا مجھے یہ خطاب کرنا کہ اے کتے یہ صحیح نہیں کیونکہ کتا تو چار پاؤں پر چلتا ہے اس کے ناخن لمبے ہوتے ہیں حالانکہ میں منتصب القامہ بادی البشرہ یعنی سیدھا اور کھال پر بال نہیں رکھتا کتے کی طرح میرے جسم پر پشم نہیں ہے میرے ناخن عریض ہیں اور میں ناطق و ضاحک ہوں پس یہ فصول و خواص کتے کے فصول و خواص کے برخلاف ہیں اور اسی طرح اس کے مکمل خط کا جواب دیا اور اسے ذلت و خواری کے کنوئیں میں پھینک دیا۔

چوتھی خبر زرارہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کسی قریشی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور ان لوگوں میں عطا قاضی مکہ بھی موجود تھا۔ اس اثنا میں ایک عورت کی فریاد و نالہ زاری بلند ہوئی۔ عطا کہنے لگا خاموش ہو جاؤ ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے۔ وہ عورت خاموش نہ ہوئی تو عطا واپس چلا گیا۔ میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے عرض کیا۔ عطا واپس چلا گیا ہے۔ فرمایا کس لئے میں نے عرض کیا یہ عورت جو چیخ و پکار کر رہی ہے۔ عطا نے اس سے کہا ہے کہ تم یا تو نالہ و زاری و فریاد و بیقراری نہ کرو یا ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ چونکہ اس عورت نے چیخ و پکار ترک نہیں کی لہذا عطا واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ رہو ہم جنازہ کے ساتھ جائیں گے۔ پس اگر ہم کسی وقت کوئی باطل چیز حق کے ساتھ دیکھیں اور حق کو اس باطل کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ہم نے مسلمان شخص کا حق ادا نہیں کیا۔ یعنی تشیع جنازہ اس مرد مسلمان کا حق ہے وہ اس چیخ و پکار کرنے والی کی چیخ و پکار سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ زرارہ کہتا ہے کہ جب اس میت کی نماز جنازہ سے ہم فارغ ہوئے تو اس کے ولی نے ابو جعفرؑ سے عرض کیا ماجوراً واپس تشریف لے جائیے خداوند عالم آپ

پر رحمت نازل فرمائے کیونکہ آپ پیدل نہیں چل سکتے۔ حضرت نے اس کی یہ خواہش قبول نہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اجازت دے دی ہے لہٰذا واپس چلئے اور ہماری بھی کچھ ضروریات ہیں جن کے متعلق ہم آپ سے سوال کرنا چاہتے ہیں فرمایا اپنی نیت کے ساتھ چلو ہم نہ اس شخص کے اذن کے ساتھ آئے ہیں اور نہ اس کی اجازت سے ساتھ جائیں گے بلکہ یہ کام تو اس فضل و اجر کے لئے ہے کہ جس کو ہم طلب کرتے ہیں کیونکہ جتنی مقدار انسان تشییع جنازہ کرتا ہے اتنا ہی اسے اجر ملتا ہے۔ مؤلف کہتا ہے اس حدیث سے تشییع جنازہ کی بہت فضیلت معلوم ہوتی ہے اور روایت ہے کہ سب سے پہلا تحفہ جو مومن کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس شخص کو جس کی تشییع جنازہ کی ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔

امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ جو شخص تشییع جنازہ کرے اس کے لئے اجر کے چار قیراط لکھے جاتے ہیں ایک قیراط تشییع کا ایک نماز جنازہ کا ایک اس کے دفن کے انتظار کا اور ایک تعزیت کہنے کا اور ایک روایت میں ہے کہ قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور امام رضاؑ کے مکارم اخلاق کی فصل میں آئمہ علیہم السلام کے دوستوں کی تشییع جنازہ کی فضیلت کے سلسلہ میں روایت آئے گی۔[1]

پانچویں خبر شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک گروہ امام ابو جعفر باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ کا ایک بچہ بیمار تھا۔ پس اس گروہ نے آپ کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار مشاہدہ کئے اتنے کہ جس سے راحت و آرام نہیں تھا یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر اس بچہ کو کچھ ہو گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپ میں وہ کچھ دیکھیں جو ہمیں پسند نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ بچہ فوت ہو گیا اور گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی اور حضرت کشادہ روئی کے ساتھ برخلاف اس حالت کے جو ہم نے پہلے آپ میں دیکھی تھی باہر تشریف لائے وہ لوگ کہنے لگے ہم آپ پر قربان جائیں ہمیں تو اس حالت سے جو آپ میں دیکھی تھی یہ خوف تھا کہ اگر کوئی واقعہ رونما ہوا تو آپ میں وہ کچھ دیکھیں گے کہ جس سے ہم اندوہ ناک ہوں گے۔ فرمایا کہ بے شک ہم دوست رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں عافیت عطا فرمائے اس چیز میں کہ جس سے ہم محبت کرتے اور دوست رکھتے ہیں۔ لیکن جب حکم خدا آ جاتا ہے تو ہم سر تسلیم خم کر لیتے ہیں اس میں کہ جسے وہ پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے۔

چھٹی خبر حضرت صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی کتاب میں ہے کہ جب اپنے غلاموں کو کسی کام پر مامور کرو جو ان کے لئے دشوار ہو تو تم خود بھی ان کے ساتھ کام کرو۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد اپنے غلاموں کو کسی کام کا حکم دیتے تو خود تشریف لا کر اس کام کو دیکھتے اگر وہ کام سخت اور دشوار ہوتا تو بسم اللہ کہہ کر خود بھی اس میں مشغول ہو جاتے اور اگر وہ آسان ہوتا تو ان سے الگ ہو جاتے۔

---

[1] مؤلف نے علامہ طباطبائی بحر العلوم کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم۔

ساتویں خبر آپ کی عطا و بخشش کے متعلق ہے شیخ مفید نے حسن بن کثیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے اپنی حاجت اور بھائیوں کی جفا کی شکایت کی تو فرمایا بِئْسَ الْاَخُ اَخٌ یَرْعَاكَ غَنِیًّا وَیَقْطَعُكَ فَقِیْرًا یعنی تیرا برا بھائی وہ ہے جو تیری تونگری اور غنی کے زمانہ میں تجھ سے دوستی و معاشرت کرے اور تیری رعایت کرے اور حالت فقر و فاقہ میں رشتہ محبت و آشنائی کو توڑ دے۔ اس وقت آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تھیلی لے آؤ کہ جس میں سات سو درہم تھے پس فرمایا اس کو خرچ کرو اور جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا اور ایک روایت ہے کہ اس سے اپنے اخراجات میں مدد لو اور جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔

آٹھویں خبر آپ کے علم اور حسن خلق میں۔ شیخ طوسی نے محمد بن سلیمان سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص شام کا رہنے والا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور اس کا مرکز مدینہ تھا اور وہ آپ کی محفل میں بہت آتا تھا اور وہ کہتا کہ آپ کی محبت و دوستی مجھے آپ کے ہاں نہیں لے آئی اور میں نہیں کہتا کہ روئے زمین میں کوئی شخص آپ اہل بیتؑ سے میرے نزدیک زیادہ مبغوض و زیادہ دشمن ہے اور میں جانتا ہوں کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسولِ خداؐ اور اطاعت امیرالمومنینؑ آپ سے دشمنی رکھنا ہے لیکن چونکہ میں آپ کو شخص فصیح اللسان صاحب فنون و فضائل و آداب و بہترین گفتگو کرنے والا دیکھتا ہوں لہٰذا آپ کے ہاں آبیٹھتا ہوں اور امام ابو جعفر محمد باقرؑ اس سے اچھائی اور خیر کی باتیں کرتے اور فرماتے کہ خدا پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے بہرحال چند ہی دن گذرے کہ وہ شامی بیمار ہو گیا اور اس کی تکلیف شدت پکڑ گئی جب اس کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی تو اس نے اپنے ولی کو بلایا اور کہنے لگا جب میں مر جاؤں اور مجھ پر کپڑا ڈال دو تو فوراً محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں جانا اور حضرت سے خواہش کرنا کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا کہ یہ بات میں نے خود تجھ سے کہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب آدھی رات ہوئی تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ شخص مر گیا ہے۔ پس اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ صبح کے وقت اس کا ولی مسجد میں آیا۔ اور وہ انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ حضرت نماز سے فارغ ہوئے اور متورّک یعنی دائیں پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے باطن پر رکھ کر بیٹھے تعقیبات میں مشغول ہوئے اس شخص نے عرض کیا فلاں شامی مر گیا ہے۔ اور آپ سے خواہش کی ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا ایسا نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے کہ وہ مر گیا ہے بلکہ شام کا علاقہ ٹھنڈا ہے اور حجاز کا ملک گرم اس کی گرمی کی حرارت سخت ہے واپس جاؤ اور اپنے ساتھی کے معاملہ میں جلدی نہ کرو۔ جب تک میں وہاں نہ آؤں پس حضرت کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے دست ہائے مبارک جب تک خدا نے چاہا اپنے چہرہ کے سامنے دعا کے لئے بلند رکھے پھر سجدہ میں رہے یہاں تک کہ سورج نے منہ نکالا پس آپ اٹھ کر اس شامی کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس مکان میں داخل ہوئے۔ تو اس

شامی کو آواز دی۔ اس نے کہا لبیک اے فرزند رسولؐ حضرت نے اسے بٹھایا اور اس کے پیچھے تکیہ دیا اور ستوؤں کا شربت منگوا کر اسے پلایا اور اس کے گھر والوں سے فرمایا کہ اس کے شکم اور سینہ کو ٹھنڈے کھانے سے ٹھنڈا کرو اور آپ واپس چلے گئے تھوڑی دیر میں شامی صحت مند و شفایاب ہو گیا اور حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں دوڑ کر گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے علیحدگی میں بات کیجئے آپ نے ایسا ہی کیا شامی نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق خدا اور خدا کی حجت ہیں اور آپ وہ دروازہ ہیں کہ جس میں سے آنا چاہیے اور جو شخص اس بارگاہ سے ہٹ کر کسی اور راستہ پر چلے اور کسی دوسرے شخص کو (امام) کہے وہ خائب و خاسر (نا امید و خسارہ میں) ہے۔ اور طویل گمراہی سے دوچار ہے امام نے فرمایا مَابَدَالَكَ تجھے کیا پیش آیا اور کیا نمودار ہوا کہنے لگا کہ مجھے کوئی شک وشبہ نہیں کہ میری روح کو قبض کر لیا گیا تھا اور میں نے موت کو آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اچانک منادی کی آواز آئی کہ جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پکار رہا ہے کہ اس کی روح اس کے بدن میں واپس پلٹا دو۔ کیونکہ محمدؐ بن علی علیہ السلام نے ہم سے سوال کیا ہے۔ حضرت ابو جعفرؑ نے اس سے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے لیکن اس کے عمل سے اسے بغض ہے اور کبھی بندے سے بغض رکھتا ہے اور اس کے عمل کو پسند کرتا ہے۔ یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ تو بارگاہِ خداوندی میں مبغوض تھا لیکن میری محبت و دوستی دربار الٰہی میں مطلوب تھی۔ خلاصہ یہ کہ راوی کہتا ہے اس کے بعد شامی ابو جعفرؑ کے اصحاب میں شامل ہو گیا۔

تیسری فصل امام محمد باقر علیہ السلام کے معجزات

اس سلسلہ میں چند معجزات پر اکتفا کیا جاتا ہے

پہلا معجزہ۔ اس معجزہ کا بیان جسے ابوبصیر نے نقل کیا ہے قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ ہم مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ مسجد میں آجا رہے تھے حضرت نے مجھ سے فرمایا ذرا لوگوں سے پوچھو کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں پس جس شخص کو میں دیکھتا تو اس سے پوچھتا کہ آیا تو نے ابوجعفرؑ کو دیکھا ہے تو وہ کہتا کہ نہیں حالانکہ حضرت وہیں کھڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ ابوہارون مکفوف (نابینا) داخل مسجد ہوا حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے ابوجعفرؑ کو دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ کیا یہ حضرت نہیں کھڑے ہوئے میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کیسے معلوم نہ ہو حالانکہ آپ تو نور درخشندہ ہیں۔

اور ابوبصیر ہی کہتا ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے سنا آپ اہل افریقہ میں سے ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ راشد کیسا ہے اس نے عرض کیا کہ جب میں اپنے وطن سے نکلا تو وہ زندہ سلامت تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے۔ حضرت نے فرمایا خداوند عالم اس پر رحمت نازل کرے اس نے عرض کیا تو کیا راشد مرگیا ہے فرمایا ہاں اس نے عرض کیا کس وقت فرمایا تیرے وہاں سے نکلنے کے دو دن بعد اس نے عرض کیا خدا کی قسم اسے کسی قسم کا مرض و تکلیف نہیں تھا فرمایا تو جو کوئی مرتا ہے کسی بیماری و تکلیف کی وجہ سے مرتا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ راشد کون ہے فرمایا ہمارے موالیوں اور محبوں میں سے ایک شخص ہے پھر فرمایا جب تم یہ سمجھو کہ ہماری آنکھیں ایسی نہیں جو تمہیں دیکھ سکیں اور ہمارے کان ایسے نہیں جو تمہاری آوازوں کو سن سکیں تو تم نے برا خیال کیا ہے خدا کی قسم تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں پس ہم سب کو حاضر سمجھو اور اپنے آپ کو اچھی چیزوں کا عادی بناؤ۔ اور اہل خیر میں سے ہو جاؤ۔ تاکہ اس سے تمہاری شہرت ہو۔ بے شک میں اپنی اولاد اور اپنے شیعوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں۔

دوسرا معجزہ۔ مردہ کا آپ کے معجزہ سے حاضر ہونا۔ قطب راوندی نے ابوعیینہ سے روایت کی ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص آپ کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اہل شام میں سے ہوں آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہوں اور میرا باپ بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور صاحب قدرت و دولت و مال تھا اور میرے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اور وہ رملہ میں رہتا تھا اور اس کا ایک باغ تھا کہ جس میں وہ تنہا رہتا تھا جب وہ مرگیا تو جتنا میں نے اس مال کے تلاش کرنے میں

کوشش کی ہے وہ مجھے نہیں مل سکا اور مجھے شک و شبہ نہیں کہ صرف عداوت کی بنا پر جو اسے مجھ سے تھی اس نے وہ مال چھپا دیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنے باپ کو دیکھے اور خود اس سے سوال کرے کہ وہ مال کس جگہ ہے کہنے لگا جی ہاں خدا کی قسم کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں اور میں فقیر و محتاج ہوں پس آپ نے ایک خط لکھا اور اسے اپنی مہر شریف سے مزین کیا پھر اس شامی سے فرمایا کہ یہ خط لے کر جنت البقیع میں جاؤ جب اس کے وسط میں پہنچو تو پھر آواز دو اے درجان تو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جس کے سر پر عمامہ ہو گا یہ خط اسے دے دینا اور کہنا کہ میں محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کا قاصد ہوں اور جو کچھ چاہو اس سے پوچھ لو وہ شامی خط لے کر چلا گیا ابو عیینہ کہتا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو میں حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ اس شخص کی حالت دیکھوں اچانک میں نے اس شخص کو حضرت کے دروازہ پر اذن کے انتظار میں دیکھا پس اس شخص کو اجازت ملی اور ہم اکٹھے ہی اندر داخل ہوئے تو اس شامی نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنا علم کہاں قرار دے میں گذشتہ رات جنت البقیع میں گیا اور آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس پر عمل کیا ہے فوراً وہ شخص اس نام و نشان والا آیا اور کہنے لگا اس جگہ سے کہیں نہ جانا یہاں تک کہ میں تیرے باپ کو لے آؤں پس وہ گیا اور ایک سیاہ رنگ شخص کو لے کر آیا اور کہنے لگا یہ تیرا باپ ہے جو چاہو اس سے پوچھ لو میں نے کہا یہ تو میرا باپ نہیں اس نے کہا کہ یہی تیرا باپ ہے۔ البتہ شرارہ آتش اور جہنم کے دھویں اور دردناک عذاب نے اسے دگرگوں کر دیا ہے میں نے اس سے کہا میرا باپ تو ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا یہ کیسی حالت ہے تو وہ کہنے لگا اے بیٹا میں بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور انہیں اہل بیت پیغمبرؐ پر جو کہ پیغمبرؐ کے بعد ہیں برتر سمجھتا تھا اسی لئے خداوند عالم نے مجھے اس ہیئت اس عذاب و عقوبت میں مبتلا کیا ہے اور چونکہ تو اہل بیتؑ کا دوست تھا لہذا میں تیرا دشمن تھا اور اسی وجہ سے میں نے تجھے مال سے محروم کیا اور اسے تجھ سے مخفی رکھا اب میں اس اعتقاد پر سخت نادم و پریشان ہوں اے بیٹا اس باغ میں جاؤ اور زیتون کے فلاں درخت کے نیچے کھودو اور وہ مال لے لو کہ جس کی مقدار ایک لاکھ درہم ہے اس میں سے پچاس ہزار درہم حضرت محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرو اور باقی خود لے لو اب میں وہ مال حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں اور جو آپ کا حق ہے وہ آپ کے پاس لے آتا ہوں پس وہ اپنے وطن کی طرف چلا گیا۔ ابو عیینہ کہتا ہے کہ دوسرے سال میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس شامی صاحب مال کا کیا بنا فرمایا وہ شخص میرے پچاس ہزار درہم لے کر آیا تھا اور میں نے اس سے وہ قرض ادا کیا جو میرے ذمہ تھا اور خیبر کے نزدیک اس سے زمین خریدی اور اس میں سے کچھ مال میں نے اپنے اہل بیتؑ میں سے صاحبان حاجت کی صلہ رحمی میں خرچ کیا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی اس روایت کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کی روایت کے مطابق اس شامی نے اپنے باپ کو دیکھا کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور اس کی گردن میں سیاہ رسی ہے اور اس نے

اپنی زبان کتے کی طرح پیاس سے باہر نکال رکھی ہے اور سیاہ لباس پہن رکھا ہے اور روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا عنقریب اس شخص کو وہ ندامت و پشیمانی نفع پہنچائے گی اس کوتاہی کے سلسلہ میں جو اس نے ہماری محبت میں کی اور ہمارے حق کو ضائع کیا بسبب اس رزق و سرور کے جو اس نے ہم پر وارد کیا۔

تیسرا معجزہ۔ جابر بن یزید سے متعلق آپ کے دلائل بحار میں کافی سے نقل کیا ہے کہ نعمان بن بشیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن یزید جعفی کا ہم محمل تھا۔ پس جس وقت ہم مدینہ میں تھے تو جابر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا اور آپ سے رخصت ہو کر آپ کے دربار سے باہر نکلا درانحالیکہ وہ مسرور و شادماں تھا۔ پس ہم نے مدینہ سے حرکت کی یہاں تک کہ جمعہ کے دن مقام اخرجیہ میں پہنچے اور یہ پہلی منزل ہے فید کی مدینہ سے اور فید کوفہ و مکہ کے نصف راستہ میں ایک منزل ہے اور ہم نے نماز ظہر پڑھی جب ہمارا اونٹ اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگا تو اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں کو میں نے دیکھا اور اس کے پاس ایک خط تھا جو اس نے جابر کو دیا۔ جابر نے وہ خط لے کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور جب ہم نے اسے دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہ خط ہے محمدؐ بن علیؑ کا جابر بن یزید کی طرف اور سیاہ تر و تازہ مٹی اس خط پر لگی تھی جابر نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کب میرے آقا و مولا کی خدمت سے فارغ ہوا ہے وہ کہنے لگا کہ ابھی ابھی اس نے پوچھا کہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد۔ اس نے کہا کہ نماز کے بعد پس جابر نے خط کی مہر توڑی اور اسے پڑھنے لگا اور اس کا رنگ اڑ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے خط کو تمام پڑھ کر اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد میں نے اسے مسرور و خنداں نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہم کوفہ میں پہنچے جب رات کے وقت ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو وہ رات ہم نے بسر کی صبح کو صرف جابر کی عزت و تکریم کا خیال کرتے ہوئے ان کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے اسے اس حالت میں آتے ہوئے دیکھا کہ اس نے ہڈیوں کے چند مہرے اپنے گلے میں ڈال رکھے ہیں اور نے کے گھوڑے پر سوار ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اجد منصور بن جمهور امیرا غیر مامور میں منصور بن جمہور کو امیر غیر مامور پاتا ہوں اور اس قسم کے الفاظ اور کئی ایک اشعار وہ کہہ رہا تھا اس وقت اس نے میرے چہرہ کی طرف دیکھا اور میں نے بھی اسے دیکھا لیکن نہ اس نے مجھ سے کچھ کہا اور نہ میں نے اسے کچھ کہا بلکہ اس کی حالت پر میں رونے لگا کہ جس میں میں اسے دیکھ رہا تھا اور بچے ہر طرف سے اس کے اور میرے گرد جمع ہو گئے اور لوگ اکٹھے ہوئے اور جابر اسی طرح آیا یہاں تک کہ رحبہ کوفہ میں داخل ہوا اور بچوں کے ساتھ ہر طرف چکر لگاتا تھا اور لوگ یہی کہتے تھے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم چند ہی دن گذرے کہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے والی کوفہ کو فرمان پہنچا کہ جس شخص کو جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں۔ اسے اپنے قبضہ میں لے کر اس کا سر تن سے جدا کر کے میرے پاس بھیج دو والی نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے پوچھا کہ جابر بن یزید جعفی کون ہے وہ کہنے لگا اصلحک اللہ (خدا آپ کی اصلاح کرے) وہ شخص عالم و فاضل و محدث ہے اور حج کر کے آیا ہے اور آج کل وہ مرض جنون میں مبتلا ہے۔ اور نے کے گھوڑے پر سوار ہو کر رحبہ (کھل

جگہ) کوفہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزارتا ہے۔ والی نے جب یہ باتیں سنیں تو خود اس طرف گیا اور اسے اس صورت و سیرت میں دیکھا کہنے لگا کہ حمد ہے خدا کی جس نے مجھے اس کے خون میں مبتلا نہیں کیا راوی کہتا ہے کہ چند ہی دن گذرے تھے کہ منصور بن جمہور کوفہ میں آیا اور جو کچھ جابر نے کہا تھا اس نے وہ کچھ کیا معلوم رہے کہ منصور بن جمہور یزید بن ولید اموی کی طرف سے ۱۲۶ھ میں یوسف بن عمر کے معزول ہونے کے بعد اور حضرت باقرؑ کی وفات کے دو سال بعد کوفہ کا گورنر ہوا اور ممکن ہے کہ جابر رحمۃ اللہ علیہ نے آنے والے واقعات کے متعلق جو اس نے امام سے سنے تھے اپنی ان باتوں میں خبر دی ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ جابر بن یزید بزرگ تابعین اور حامل اسرار علوم اہل بیت طاہرین علیہم السلام میں سے تھا اور کبھی کبھی اس سے معجزات کا اظہار ہوتا کہ جنہیں سننے کی لوگوں کے عقلوں میں تاب و طاقت نہیں تھی۔ لہذا اسے اختلاط ذہن (مجنون) کی نسبت دیتے ورنہ روایات ان کی مدح میں بہت زیادہ ہیں بلکہ رجال کشی میں ہے کہ علم ائمہ علیہم السلام چار افراد کی طرف منتہی ہوا پہلا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دوسرا جابر تیسرا اسید (رسید حمیری) چوتھا یونس بن عبدالرحمٰن اور جابر سے مراد یہی جابر بن یزید جعفی ہے نہ کہ جابر انصاری بتصریح علماء رجال اور ابن شہر آشوب اور کفعمی نے اسے امام محمد باقرؑ کا باب (دروازہ علوم) قرار دیا ہے اور ظاہراً باب علوم اور اسرار اہل بیت علیہم السلام مراد ہے اور حسین بن احمد صفینی نے حضرت صادقؑ[3] سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جابر کو اس لئے جابر کہتے ہیں کہ وہ مومنین کو اپنے علم سے درست اور تونگر کر دیتا ہے۔

اور وہ ایسا دریا ہے کہ جتنا اس سے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا اور وہ اپنے زمانہ کا باب (علم) ہے اور حجت خدا ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کی طرف سے مخلوق پر حجت ہے۔ قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے کہ جابر بن یزید جعفی کوفی کے متعلق کتاب خلاصہ میں ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کے لئے رحمت کی دعا کی ہے اور فرمایا کہ جو کچھ وہ ہم سے نقل کرتا ہے وہ سچ اور صحیح ہے اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ جابر فی نفسہ ثقہ ہے لیکن اکثر لوگ جو اس سے روایت کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں اور کتاب شیخ ابو عمر کشی میں جابر مذکور سے نقل ہے کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں امام محمد باقرؑ[4] کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کوفہ کا ایک شخص ہوں فرمایا کس قبیلہ سے ہے میں نے کہا جعفی ہوں فرمایا کس لئے آیا ہے۔ میں نے کہا علم حاصل کرنے کے لئے فرمایا کس سے علم طلب کرتے ہو، میں نے کہا آپ سے فرمایا تو پھر اب کے بعد اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کہاں کے رہنے والے ہو تو کہنا کہ مدینہ کا پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ باقی مسائل پوچھنے سے پہلے اسی بات کے متعلق سوال کرتا ہوں جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ آیا جھوٹ بولنا جائز ہے آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں کیونکہ جو شخص جس شہر میں ہے وہ اس شہر کا رہنے والا ہے جب تک وہاں سے چلا نہ جائے اور اس کے بعد حضرت نے مجھے ایک کتاب دی اور فرمایا جب تک بنی امیہ کی حکومت باقی ہے اگر تو نے اس میں سے کوئی روایت بیان کی تو تجھ پر میری اور میرے آباء و اجداد کی لعنت ہو

اس کے بعد آپ نے ایک دوسری کتاب مجھے دی اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے مندرجات کو جانو اور ہرگز کسی سے بیان نہ کرو اور اگر اس کے برخلاف کیا تو تجھ پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی لعنت ہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ولید پلید (جو کہ فراعنہ بنی امیہ میں سے تھا) مارا گیا تو جابر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور خز سرخ کا عمامہ سر پر رکھا اور مسجد میں گیا اور لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس نے حضرت امام محمد باقرؑ سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور جو حدیث بھی نقل کرتا تو کہتا کہ حدثنی وصی الاوصیاء و وارث علم الانبیاء محمد بن علی علیہ السلام پس جو لوگ جمع تھے ان میں سے بعض نے جب جابر کی یہ جرأت دیکھی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے اور یہ بھی جابر سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ستر ہزار حدیثیں میں نے امام محمد باقرؑ سے سنی ہیں کہ جن میں سے کبھی بھی میں نے کسی کو کچھ بیان نہیں کیا اور نہ کبھی بیان کروں گا اور منقول ہے کہ ایک دن جابر نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے بار عظیم اسرار اور احادیث کا مجھ پر رکھ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی سے کبھی بھی انہیں بیان نہ کرو اور کبھی کبھی میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اسرار میرے سینے میں جوش مارتے ہیں اور جنون کی سی کیفیت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا جب تجھ پر یہ حالت طاری ہو تو صحرا میں چلے جاؤ اور ایک گڑھا کھود کر اور اپنا منہ اس میں رکھ کر کہو حدثنی محمد بن علیؑ بکذا وکذا انتہی۔ فقیر کہتا ہے کہ حسین بن حمدان نے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں جابر نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اور نے کے گھوڑے پر سوار ہو کر بچوں سے کھیلتا تھا ایک شخص نے رات کو اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ صبح سب سے پہلے میں نے جس شخص سے ملاقات کی اس سے عورتوں کے حالات معلوم کروں گا اتفاقاً سب سے پہلے اس کی ملاقات جابر سے ہوئی جو کہ نے پر سوار تھا۔ اس شخص نے اس سے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو جابر نے فرمایا کہ عورتیں تین قسم کی ہیں اور وہاں سے چل پڑا اس شخص نے اس کی نے پکڑ لی تاکہ وہ چلا نہ جائے۔ جابر نے فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو۔ پس وہ بچوں کے ساتھ بھاگنے لگا وہ شخص کچھ نہ سمجھا اور جابر سے مل کر کہنے لگا کہ عورتوں کی تین اقسام کو بیان کرو۔ جو تو نے کہی ہیں۔ فرمایا ایک تیرے لئے نفع مند ہے اور ایک تیرے لئے مضر ہے اور ایک نہ نفع مند اور نہ نقصان دہ یہ کہہ کر فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو اور چل پڑے پھر بھی وہ شخص نہ سمجھ سکا اور اس نے اپنے آپ کو ان تک پہنچایا اور کہنے لگا جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نہیں سمجھ سکا۔ فرمایا جو عورت تمہارے لئے نفع بخش ہے وہ باکرہ ہے جو تیرے لئے مضر ہے وہ عورت جس نے تجھ سے پہلے کوئی شوہر کیا اور اس سے صاحب اولاد ہے اور وہ عورت جو نہ مفید اور نہ مضر ہے تو وہ وہ بیوہ ہے جو پچھلے شوہر سے اولاد نہ رکھتی ہو۔

چوتھا معجزہ وہ ہے جس کا تعلق سونے کی تھیلیوں کے ساتھ ہے۔ کتاب بحار میں کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات سے منقول ہے کہ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت مندی کی شکایت کی فرمایا اے جابر ہمارے پاس درہم نہیں ہیں۔ تھوڑی ہی دیر

گذری کہ کمیت شاعر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ کی رائے ہو تو میں قصیدہ پیش کروں فرمایا پڑھو۔ کمیت نے قصیدہ پڑھا۔ جب قصیدہ پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کمرے سے ایک تھیلی لا کر کمیت کو دے دو۔ غلام تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی۔ کمیت نے عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ اجازت دیں تو ایک قصیدہ اور پیش کروں۔ فرمایا پڑھو۔ کمیت نے دوسرا قصیدہ پڑھا اور حضرت نے غلام سے فرمایا تو وہ دوسری تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی۔ کمیت نے کہا قربان جاؤں اگر اجازت ہو تو تیسرا قصیدہ پڑھوں فرمایا پڑھو کمیت نے پڑھا اور حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ ایک تھیلی اس کمرے سے لا کر کمیت کو دے تو وہ غلام آپ کے فرمان کے مطابق تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی۔ کمیت نے عرض کیا خدا کی قسم میں نے طلب مال اور فائدہ دنیوی کے لئے اپنی زبان آپ کی مدح میں نہیں کھولی رسولِ خدا[ص] کے صلہ اور جو خدا نے آپ کے حق کی ادائیگی مجھ پر واجب قرار دی ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی مقصود نہیں ہے۔ حضرت ابو جعفر[ع] نے کمیت کے حق میں دعا کی اور فرمایا اے غلام یہ تھیلیاں واپس ان کی جگہ پر رکھ آؤ۔ جابر کہتا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میرے دل میں ایک چیز نے خطور کیا اور دل میں کہا کہ امام نے مجھ سے تو فرمایا کہ میرے پاس کوئی درہم نہیں ہے اور کمیت کے بارے میں تیس ہزار درہم کا فرمان جاری کیا ہے۔ جب کمیت باہر چلا گیا تو میں نے عرض کیا قربان جاؤں مجھ سے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے اور کمیت کے لئے تیس ہزار درہم کا حکم دیا ہے فرمایا اے جابر کھڑے ہو کر اس کمرے میں جاؤ کہ جس سے درہم لائے اور واپس کئے گئے ہیں۔ جابر کہتا ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کمرے میں گیا تو وہاں ان دراہم میں سے کوئی چیز نہ پائی اور باہر نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے جابر جو معجزات کرامات مآثر اور فضائل ہم نے تم سے چھپا رکھے ہیں وہ ان کی بہ نسبت زیادہ ہیں جو تمہارے سامنے ظاہر کرتے ہیں اس وقت آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں مجھے لے گئے اور زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری اچانک اونٹ کی گردن کی طرح سرخ سونے جیسی چیز زمین سے باہر نکلی اور فرمایا اے جابر اس معجزہ باہرہ کو دیکھو اور سوائے برادران دینی کے کہ جن کے ایمان سے مطمئن ہو کسی پر بیان نہ کرنا بے شک خدا نے ہمیں قدرت دی ہے کہ ہم جو چاہیں ویسا کریں اور اگر ہم تمام اہل زمین کو اس کے باگ ڈور کے ساتھ کسی طرف پھیرنا چاہیں تو پھیر سکتے ہیں۔

پانچواں معجزہ۔ یہ کہ دیوار آپ کے لئے کسی چیز کو دیکھنے سے مانع اور حاجب نہیں قطب راوندی ابو الصباح کنانی سے روایت کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقر[ع] کے دروازے پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کی خدمت گذار کنیز جس کے پستان ابھرے ہوئے تھے دروازے پر آئی پس میں نے اپنا ہاتھ اس کے پستان پر لگایا اور میں نے اس سے کہا کہ اپنے آقا و مولا سے کہو کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں۔ اچانک آپ کی آواز مکان کے آخر سے بلند ہوئی کہ داخل ہو تیری ماں نہ ہو پس مکان کے اندر داخل ہوا اور عرض کیا کہ

خدا کی قسم یہ حرکت بری نیت سے نہ تھی اور میں اس کام میں زیادتی یقین کے علاوہ کوئی مقصد نہیں رکھتا تھا فرمایا سچ کہتے ہو اگر تم یہ خیال کرو کہ یہ دیواریں ہماری نگاہوں کے لئے بھی حائل اور مانع ہیں جس طرح کہ تمہاری نگاہوں کے لئے حائل ہیں تو پھر تم میں اور ہم میں فرق ہی کیا رہا۔ پس بچو اس سے کہ پھر اس قسم کا کام کرو۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ کوفہ میں ایک عورت کو قرائت قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ میں نے ایک دفعہ اس سے تھوڑا سا مزاح کیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں مشرف ہوا مجھے آپ نے عتاب کیا اور فرمایا جو شخص خلوت میں مرتکب گناہ ہو تو خداوند عالم اس کی پرواہ نہیں کرتا اس عورت کو تو نے کیا کہا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے شرم کے مارے اپنا چہرہ چھپا لیا اور توبہ کی حضرت نے فرمایا کہ دوبارہ یہ قبیح کام نہ کرنا۔

چھٹا معجزہ۔ حضرت کا کھانا اور دوسری چیزیں اینٹ سے نکالنا۔ مدینۃ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو سفیان محمد نے اپنے باپ سے اس نے اعمش سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے قیس بن ربیع نے روایت کی ہے کہ میں امام باقرؑ کے ہاں مہمان تھا اور آپ کے مکان میں ایک اینٹ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ جب نماز عشاء کا وقت آیا تو حضرت نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور میں نے آپ کی اقتدا کی اس کے بعد آپ نے اس اینٹ پر ہاتھ رکھا اور ایک موٹا صاف رومال اس سے نکالا اور ایک ایسا دسترخوان کہ جس پر ہر گرم و سرد قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا بچھ گیا اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ وہ غذا ہے جو خدا نے اپنے اولیاء کے لئے تیار اور مہیا کر رکھی ہے۔ پس حضرت اور میں نے اس کھانے سے کھایا اور وہ دسترخوان دوبارہ اس اینٹ میں چلا گیا اور مجھے کچھ شک سا محسوس ہوا جب حضرت کسی ضرورت سے باہر گئے تو میں نے اس اینٹ کو الٹ پلٹ کیا تو سوائے چھوٹی سی اینٹ کے کچھ نہیں تھا اور اسی اثناء میں حضرت آئے اور میرے دل کی بات بتائی پس آپ نے اس اینٹ سے پیالے کوزے اور سبو جو پانی سے پر تھے نکالے تو میں نے پانی پیا اور وہ دوبارہ اپنی جگہ کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا تیری مثال میرے ساتھ یہود جیسی ہے جناب مسیح کے ساتھ جب کہ وہ آپ پر وثوق نہیں کرتے تھے۔ اس وقت آپ نے اس اینٹ کو حکم دیا کہ آپ سے وہ بات کرے تو وہ اینٹ بولنے لگی۔

ساتواں معجزہ۔ آپ کا پتھر سے سیب نکالنا۔ نیز اسی کتاب میں جابر بن یزید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں باہر نکلا جب کہ آپ مقام حیرہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم کربلا میں مشرف ہوئے تو مجھ سے فرمایا یہ زمین ہمارے شیعوں کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ پھر آپ وہاں پہنچے جہاں کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس وقت میری طرف رخ کر کے فرمایا اے جابر میں نے عرض کیا لبیک اے میرے سید و سردار فرمایا کچھ کھاؤ گے

میں نے عرض کیا جی ہاں اے آقا۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ پتھروں کے درمیان داخل کیا اور میرے لئے سیب باہر نکالا کہ ویسی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگی تھی اور وہ کسی طرح بھی دنیا کے پھلوں سے شباہت نہ رکھتا تھا اور میں نے سمجھا کہ یہ جنت کے میووں میں سے ہے اور اس کی برکت و فضیلت سے چار دن تک مجھے کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ مجھے اجابت ہوئی۔

آٹھواں معجزہ ان دلائل کا بیان جو عمر بن حنظلہ نے آپ سے دیکھے صفار عمر بن حنظلہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا میں اس طرح گمان کرتا ہوں کہ میں آپ کی بارگاہ میں صاحب رتبہ و قدر و منزلت ہوں فرمایا ہاں تو عرض کیا مجھے اس بارگاہ میں ایک حاجت ہے فرمایا کون سی عرض کیا مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیجئے۔ فرمایا اسکی طاقت برداشت رکھتے ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا اس کمرے میں جاؤ جب میں اس کمرے کے اندر گیا تو حضرت ابو جعفرؑ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا اور وہ کمرہ تاریک ہو گیا عمر کانپنے لگا فرمایا کیا کہتے ہو کیا تمہیں سکھاؤں میں نے عرض کیا کہ نہیں پس آپ نے دست مبارک زمین پر رکھا تو وہ مکان اپنی حالت کی طرف پلٹ آیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ اسم اعظم الٰہی کے تہتر۷۳ حرف ہیں جن میں سے آصف کے پاس ایک حرف تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ چشم زدن میں بلقیس کا تخت سلیمان کے پاس لے آیا تھا اور سلیمان بن داؤد کے پاس اس میں سے ایک حرف تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو حرف اس کے عطا ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے وہ مردہ کو زندہ اور مادر زاد نابینا کو بینا اور کوڑھ کی بیماری والے کو اچھا کر دیتے تھے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی تھی اور وہ جناب صاحب اسم اعظم تھے اور اس سے سلیمان کی عظمت شان کی زیادتی اور اس قدوۂ اہل ایمان کا علو مقام معلوم ہوتا ہے اور عمر بن حنظلہ فقہا کے نزدیک مشہور مقبولہ روایت کے راوی ہیں اور وہ روایت وہ ہے جو اس سے ہوئی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ ہمارے اصحاب میں سے دو افراد کے درمیان دین یا میراث میں تنازعہ یا جھگڑا ہوتا ہے فرمایا وہ تم میں سے کسی کو دیکھیں کہ جس نے ہماری احادیث کی روایت کی ہو اور حلال و حرام میں تامل کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانتا ہو۔ پس اس کے حکومت و فیصلہ پر راضی ہوں بے شک میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ پس جب وہ حکم کرے اور اس کا حکم قبول نہ کریں تو انہوں نے حکم الٰہی کا استخفاف کیا ہے اور ہمارے قول کو رد کیا ہے اور ہم پر رد کرنے والا خدا کے حکم کو رد کرنے والا ہے اور وہ شرک کی حد میں داخل ہے۔

نواں معجزہ آسمان سے حضرت کے لئے انگور اور لباس کا آنا اور مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے منقول ہے اور اس نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں کوہ ابو قبیس میں دعا میں مشغول تھا میں نے دیکھا ایک شخص دعا کر رہا ہے اور وہ اپنی دعا میں کہتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعِنَبَ فَارْزُقْنِیْہِ خدایا میں انگور چاہتا ہوں وہ مجھے عطا فرما پس ایک بادل آیا اور اس پر سایہ فگن ہوا۔ اور اس کے سر کے قریب ہوا اس شخص نے

ہاتھ بلند کیا اور اس میں سے انگور کا ایک خوشہ اٹھایا اور اپنے آگے رکھ لیا پھر دوبارہ اس نے دست دعا بلند کیئے اور عرض کیا خدایا میں برہنہ ہوں مجھے لباس دے ۔ پس دوبارہ وہ بادل اس کے قریب آیا اور اس نے اس میں سے لپیٹی ہوئی کوئی چیز جو کہ دو کپڑے تھے اٹھائے پھر وہ بیٹھ کر انگور کھانے لگا ۔ حالانکہ وہ انگور کا موسم نہیں تھا اور میں اس کے قریب تھا ۔ میں نے انگور کے خوشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چند دانے اس سے لیے تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ کیا کر رہے ہو ۔ میں نے کہا کہ میں ان انگوروں میں شریک ہوں ۔ فرمایا کہاں سے میں نے کہا آپ نے دعا کی اور میں نے آمین کہی اور دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں شریک ہوتے ہیں ۔ فرمایا بیٹھ جاؤ اور کھاؤ پس میں بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے لگا ۔ جب بقدر کفایت ہم کھا چکے تو وہ خوشہ یکسر بلند ہوا اور وہ شخص کھڑا ہو گیا اور فرمایا کہ یہ دونوں کپڑے بھی اٹھا لو ۔ میں نے کہا کہ مجھے کپڑوں کی ضرورت نہیں ۔ فرمایا پھر رخ دوسری طرف کرو تاکہ میں پہن لوں پس ایک طرف ہو کر ان میں سے ایک کو تہ بند اور دوسرے کو ردا بنایا اور جو کپڑے اس کے بدن پر تھے وہ لپیٹ کر ہاتھ میں پکڑ لیے اور ابوقبیس سے نیچے آئے اور جب صفا پہاڑی کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ ان کے استقبال کو بڑھے اور وہ کپڑے جو ان کے ہاتھ میں تھے کسی کو دیدیے ۔ ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے کہا کہ فرزند رسول خدا ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم ہیں ۔

دسواں معجزہ ۔ حضرت کا ابوبصیر کو بینا کرنا اور پھر دوبارہ پہلی حالت کی طرف پلٹانا ۔ قطب راوندی سے منقول ہے اس نے اپنی سند کے ساتھ ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں آپ کا موالی اور شیعہ ہوں اور ناتواں و نابینا ہوں پس آپ میرے لیے جنت کی ضمانت دیجئے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے ائمہ کی علامت بتاؤں میں نے عرض کیا ، کیا ہی اچھا ہے کہ آپ علامت اور ضمانت دونوں کو میرے لیے جمع کر دیں فرمایا یہ بات کس لیئے تم پسند کرتے ہو ۔ میں نے عرض کیا کس لیئے اسے میں پسند نہ کروں پس آپ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے تمام ائمہ علیہم السلام کو آپ کے پاس دیکھا پھر فرمایا آنکھیں کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے ۔ ابوبصیر کہتا ہے خدا کی قسم کتا خنزیر اور بندر کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا ۔ میں نے عرض کیا یہ مسخ شدہ لوگ کون ہیں فرمایا جنہیں دیکھ رہے ہو یہ سواد اعظم ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے اور لوگوں کی حقیقی صورت نظر آئے تو شیعہ حضرات اپنے مخالفین کو سوائے اس مسخ شدہ صورت کے نہ دیکھیں گے اس کے بعد فرمایا اے ابومحمد اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس حالت میں رہنے دوں یعنی بینائی میں اور تیرا حساب خدا پر ہو اور اگر چاہتے ہو تو بارگاہ خداوندی سے تمہاری جنت کی ضمانت دوں تو تمہیں پہلی کیفیت پر پلٹا دوں ۔ میں نے عرض کیا اس مخلوق منکوس کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں مجھے پہلی حالت کی طرف پلٹا دیں کیونکہ کوئی چیز جنت کا عوض نہیں ہو سکتی پس آپ نے دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرے اور جس حالت میں پہلے میں تھا اس کی طرف دوبارہ پلٹ گیا ۔

گیارہواں معجزہ۔ بیابان میں حضرت کا قبرہ (چنڈول) کے لئے پانی نکالنا۔ شیخ طبرسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ہم امام محمد باقرؑ کے ساتھ باہر نکلے۔ اچانک ہم خشک زمین میں پہنچے کہ جس سے آگ بھڑک رہی تھی۔ یعنی زیادہ حرارت کی وجہ سے اور وہاں بہت سی چڑیاں تھیں جو آپ کے خچر کے گرد اڑ کر چکر لگانے لگیں۔ حضرت نے انہیں دور ہٹایا اور فرمایا تمہارے لئے کوئی اکرام و عزت نہیں۔ پس آپ اپنے مقصد تک تشریف لے گئے جب دوسرے دن واپس آئے اور ہم اس زمین میں پہنچے تو دوبارہ وہ چڑیاں پرواز کرنے لگیں اور آپ کے خچر کے گرد چکر لگانے اور آپ کے سر کے اوپر پھڑپھڑانے لگیں پس میں نے سنا کہ حضرت نے فرمایا پیو اور سیرابی حاصل کرو۔ جب میں نے دیکھا تو وہاں بہت سا پانی نظر آیا میں نے عرض کیا اے میرے آقا کل آپ نے انہیں منع کیا اور آج سیراب کیا فرمایا جان لو کہ آج ان کے ساتھ قبرہ (چنڈول) بھی ملی ہوئی ہیں اور اگر ان کے ساتھ قبرہ نہ ہوتے تو میں انہیں پانی نہ دیتا۔ میں نے عرض کیا مولیٰ قبرہ اور چڑیا میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا وائے ہو تم پر چڑیاں فلاں کے دوستوں میں سے ہیں کیونکہ یہ انہیں میں سے ہیں اور قبرہ ہمارے موالیوں میں سے ہے یہ اپنی آواز میں کہتی ہیں بورکتم اہل البیت وبورکت شیعتکم لعن اللہ اعدائکم اے اہل بیتؑ تم میں برکت ہو اور تمہارے شیعوں میں برکت ہو اور خدا تمہارے دشمنوں پر لعنت کرے۔

بارہواں معجزہ۔ آپ کا غیب کی خبر دینا۔ قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے خراسان کے ایک شخص سے فرمایا تیرے باپ کی کیا حالت تھی کہنے لگا اچھا تھا فرمایا جب تو اس طرف متوجہ ہوا اور جرجان کے علاقہ میں پہنچا تو تیرا باپ فوت ہو گیا فرمایا تیرے بھائی کا کیا حال تھا عرض کیا میں اسے صحیح و سالم چھوڑ آیا ہوں فرمایا اس کا ایک ہمسایہ تھا جس کا نام صالح ہے اس نے فلاں دن اور فلاں وقت اسے قتل کر دیا ہے۔ پس وہ شخص رونے لگا اور اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ فرمایا خاموش رہو اور غم و اندوہ نہ کرو کیونکہ ان کی جگہ بہشت میں ہے اور اس جہان فانی کے منازل سے وہ ان کے لئے بہتر اور خوشتر ہے۔ عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب میں اس طرف آرہا تھا تو میرا ایک بیٹا رنجور اور بیمار تھا جو شدید درد و الم سے دوچار تھا اس کا حال آپ نے نہیں پوچھا۔ فرمایا تیرا بیٹا صحت یاب ہو گیا ہے اور اس کے چچا نے اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دی ہے۔ جب تو اس سے ملے گا تو اس کا بچہ پیدا ہو چکا ہوگا کہ جس کا نام علی ہے اور وہ ہمارے شیعوں میں سے ہوگا۔ البتہ تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں بلکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور وہ دشمنی اس کے لئے کافی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پس وہ اٹھ کے چلا گیا تو میں نے عرض کیا یہ کون ہے فرمایا اہل خراسان میں سے ایک شخص ہے جو ہمارا شیعہ اور مومن ہے۔

چوتھی فصل

امام محمد باقرؑ کے بعض مواعظ اور حکمت آمیز کلمات جو تحف العقول سے منقول ہیں

پہلا ارشاد قال علیہ السلام مَا شِیبَ شَیْءٌ بِشَیْءٍ أَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ بِعِلْمٍ امام محمد باقرؑ نے فرمایا جو کوئی چیز بھی کسی دوسری چیز سے ملے وہ حلم سے بہتر نہیں جو علم کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ حلم کا معنی نفس کو ہیجان غضب سے اس طرح روکنا کہ قوت غضبیہ اسے آسانی سے حرکت میں نہ لے آئے اور سوچ دبچار کے بغیر کوئی چیز اس سے ظہور میں نہ آئے اور زمانہ کی ناپسندیدہ واردات اسے مضطرب نہ کرے۔

باتو گویم کہ چیست غایت حلم — ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش
کم مباش از درخت سایہ فگن — ہر کہ سنگش زند ثمر بخشش
ہر کہ بخراشدت جگر بجفا — ہمچو کان کریم زر بخشش

دوسرا ارشاد قال علیہ السلام اَلْکَمَالُ کُلُّ الْکَمَالِ التَّفَقُّهُ فِی الدِّیْنِ وَالصَّبْرُ عَلَی النَّائِبَةِ وَتَقْدِیْرُ الْمَعِیْشَةِ فرمایا کمال اور تمام کمال ہے دین کو سمجھنا اور اس میں صاحب بصیرت ہونا اور مصیبت و سخت کام میں صبر کرنا اور امر معاش کا اندازہ لگانا یعنی ہر مہینہ میں جتنی اس کی آمدنی ہے اس کا حساب لگائے اور اسی اندازہ سے خرچ کرے پس اگر ہر مہینہ میں تین روپے اس کی آمدنی ہے تو روزانہ دس پیسے خرچ کرے اور اس سے زیادہ خرچ نہ کرے اور اگر اتفاقاً کسی دن زیادہ خرچ ہو جائے تو اتنا دوسرے دن کم خرچ کرے تاکہ ذلت قرض اور لوگوں سے سوال کرنے میں گرفتار نہ ہو۔ ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے مستدرک کے خاتمہ میں علامہ مجلسی مولانا محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی المتخلص بمجلسی رحمہ اللہ کے حالات میں نقل کیا ہے کہ ملا محمد تقی کی والدہ عارفہ مقدسہ اور صالحہ نفیس اور ان کے صلاح و تقویٰ کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ ان کے شوہر ملا مقصود علی نے کسی سفر کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں بیٹوں ملا محمد تقی اور ملا محمد صادق کو علامہ مقدس متورع ملا عبداللہ شوشتری کی خدمت میں تحصیل علوم شرعیہ کے لئے لے آئے اور اس بزرگوار سے استدعا کی کہ ان کی تعلیم کا پورا خیال رکھیں اس کے بعد سفر پر چلے گئے پس ان ہی دنوں میں عید آ گئی تو جناب ملا عبداللہ نے ملا محمد تقی کو تین تومان دیئے اور فرمایا کہ انہیں اپنی ضروریات معاش میں صرف کرو عرض کیا کہ والدہ کی اطلاع و اذن کے بغیر میں صرف نہیں کر سکتا جب اپنی والدہ کی خدمت میں گئے اور کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خرچ کے برابر ہے کہ جس طرح میں نے تعیین و تقسیم کر رکھی ہے اور اس مدت میں یہ تمہاری عادت بن چکی ہے۔ پس اگر یہ رقم لے لوں تو تمہاری حالت وسعت و فراخی معیشت میں داخل ہو جائے گی اور یہ رقم تو ختم ہو جائے گی اور تم پہلی عادت کو بھول چکے ہو گے تو اس وقت تھوڑے خرچ پر صبر نہیں کر سکو گے لہٰذا مجبوراً مجھے اکثر اوقات تمہاری تنگی حالات کی ملا عبداللہ وغیرہ سے شکایت کرنی پڑے گی

حالانکہ یہ میرے لئے مناسب نہیں جب مولانا کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی تو اس بزرگوار نے ان کے حق میں دعا کی اور خداوند عالم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس سلسلہ جلیلہ کو حامیان دین وتین اور مروجین شریعت سید المرسلین حضرت خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وآلہ میں قرار دیا اور انہیں میں سے نکالا اس بحر مواج اور سراج وہاج (علامہ مجلسی) کو!

تیسرا ارشاد قال علیہ السلام صُحْبَةُ عِشْرِيْنَ سَنَةٍ قَرَابَةٌ یعنی بیس سال کی دوستی ورفاقت قرابت ورشتہ داری کے حکم میں ہے۔

چوتھا ارشاد قال علیہ السلام ثَلَاثَةٌ مِنْ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اَنْ تَعْفُوَا عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتَحْلُمَ اِذَا جُهِلَ عَلَيْكَ فرمایا تین چیزیں مکارم دنیا وآخرت میں سے ہیں ایک یہ کہ معاف کرو اس شخص کو کہ جو تم پر ظلم کرے اور دوسرا یہ کہ صلہ رحمی کرو اس شخص کے ساتھ جو قطع رحمی کرے۔ تیسرا یہ کہ حلم وبردباری اختیار کرو جب تم سے جہل ونادانی کا برتاؤ کیا جائے۔

پانچواں ارشاد فرمایا کوئی بندہ اپنے برادر مسلمان کی اعانت سے اور اس کی حاجت پورا کرنے کی کوشش سے امتناع وانکار نہیں کرے گا چاہے وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ وہ مبتلا ہوگا ایسی ہی حاجت کے لئے سعی وکوشش کرنے میں کہ جو موجب گناہ ہوگی اور اس میں کوئی اجر اسے نہیں ملے گا اور کوئی شخص رضائے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس نے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل کیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ ان مصارف میں خرچ کرنے میں مبتلا ہوگا کہ جو غضب خدا کو برانگیختہ کریں۔

چھٹا ارشاد مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ وَاعِظًا فَاِنَّ مَوَاعِظَ النَّاسِ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُ شَيْئًا جس شخص کو خدا خود اپنے نفس کا مواعظ نہ بنائے (جس کے نفس میں خدا کوئی واعظ پیدا نہ کرے) دوسروں کے وعظ ونصیحت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

ساتواں ارشاد فرمایا کتنے اشخاص ہیں کہ جو دوسرے سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ خدا تیرے دشمن کو سرنگوں کرے حالانکہ اس کا دشمن خدا ہوتا ہے۔

آٹھواں ارشاد آپ نے فرمایا وہ عالم کہ جس کے علم سے لوگ نفع اٹھائیں وہ ستر ہزار عابد سے بہتر ہے مؤلف کہتا ہے کہ علم وعلماء کی فضیلت کی روایات شمار واحصا سے زیادہ ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ ایک عالم ہزار عابد اور ہزار زاہد سے بہتر ہے عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے آفتاب کی باقی ستاروں پر فقیہ کا ایک رکعت نماز ادا کرنا عابد کی ستر ہزار رکعت سے بہتر ہے عالم کی نیند جہالت کی نماز سے بہتر ہے جب کوئی مومن مر جائے اور ایک ورق چھوڑ جائے کہ جس میں علم ہو تو قیامت کے دن وہ ورق اس کے اور جہنم کے درمیان پردہ بن جائے گا اور خداوند عالم ہر حرف کے بدلے جو اس میں لکھا ہوا ہے ایک شہر اسے عطا فرمائے گا جو سات دنیاؤں

سے زیادہ وسیع ہوگا اور جب فقیہ مرجاتا ہے تو اس پر فرشتے اور زمین کے وہ ٹکڑے گریہ کرتے ہیں جن پر وہ خدا کی عبادت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے بھی کہ جن سے گذر کر اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جسے کوئی چیز بند نہیں کر سکتی کیونکہ فقہاء مومنین اسلام کے قلعے ہیں مثل ان قلعوں کے جو شہر کے گرد بناتے ہیں الی غیر ذلک ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے کلمہ طیبہ میں بہت سی روایات علماء کی فضیلت اور ان کے وجود کے فوائد میں بیان کی ہیں۔ منجملہ ان کے فرمایا ہے کہ علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ وہ خداوند عالم کا بندوں کو دوست رکھنے اور بندوں کے خدا کو دوست رکھنے کا سبب ہیں اور یہ دونوں محبتیں انتہائے سیر سالکین اور آخری مرحلہ ہے خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کا شیخ طبرسی کے نواسے نے کتاب مشکوۃ الانوار میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کی کہ جب ایک جنازہ بھی موجود ہو اور عالم کی مجلس بھی تو ان میں سے کون زیادہ محبوب ہے آپ کے نزدیک کہ جس میں حاضر ہوں فرمایا کہ اگر کوئی شخص موجود ہے جنازہ کے لئے کہ جو جا کر اسے دفن کرے تو بے شک مجلس عالم میں حاضر ہونا ہزار جنازہ پر حاضر ہونے اور ہزار مریض کی عیادت کرنے اور ہزار رات عبادت میں کھڑے ہونے اور ہزار دن روزہ رکھنے اور مساکین کو ہزار درہم صدقہ دینے اور حج واجب کے علاوہ ہزار حج کرنے اور جہاد واجب کے علاوہ راہ خدا میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے سے بہتر ہے اور یہ مقامات مجلس عالم میں حاضر ہونے کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم کی عبادت علم کی وجہ سے ہوتی ہے اور خیر دنیا و آخرت علم سے ہے اور شر دنیا و آخرت جہل کی بناء پر ہے کیا میں تمہیں اس جماعت کی خبر نہ دوں کہ جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء کہ جن کی قدر و منزلت پر جو خدا کے نزدیک ہے رشک کیا جائے گا جو نور کے منبر پر بیٹھے ہوں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ کون ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بندوں کو خدا کا محبوب بناتے ہیں اور خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں پس یہ بندوں کو کس طرح خدا کے نزدیک محبوب بناتے ہیں فرمایا ان کو حکم دیتے ہیں ان چیزوں کا جسے خدا دوست رکھتا ہے اور روکتے ہیں انہیں ان چیزوں سے کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا۔ پس جب وہ اطاعت کرتے ہیں تو خدا انہیں دوست رکھتا ہے علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے روایت کی ہے کہ عالم کے ساتھ جامع مسجد کے علاوہ نماز پڑھنا ہزار رکعت کے برابر ہے اور جامع مسجد میں لاکھ رکعت کے برابر ہے اسی طرح ان پر صدقہ کرنا ثواب کے کئی گنا ہونے کا سبب ہے جیسا کہ علامہ حلی رحمہ اللہ نے رسالہ سعدیہ میں اور ابن ابی جمہور نے عوالی اللئالی میں رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ علماء پر صدقہ کرنا ایک کے مقابلہ میں سات ہزار ہے اسی طرح انکے ساتھ ہمنشینی سے خیر و رحمت کا پہنچنا۔ چنانچہ امالی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ کوئی مومن کسی عالم کے پاس ایک لحظہ نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ خداوند عالم اسے ندا دیتا ہے کہ تو میرے حبیب کے پاس بیٹھا ہے۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے بے شک میں تجھے بہشت میں اس کے ساتھ بٹھاؤں گا

اور مجھے کوئی پرواہ نہیں عدۃ الداعی میں امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ علماء کے پاس ایک لحظہ بیٹھنا خدا کے نزدیک ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے اور کافی وغیرہ میں رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علماء سادات ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا عبادت ہے اور کچھ روایات میں قاضی ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ شاید اس پر لعنت آئے اور وہ ہمنشین کو بھی گھیر لے اور اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھنا جو محل رحمت ہیں۔ اس سوہبت میں شریک ہونے کا سبب ہے۔

نیز مروی ہے کہ عالم کی مثال عطر فروش جیسی ہے کہ اس سے ملاقات کے وقت اگر اس کا عطر خرید نہ بھی کرے تب بھی اس کی خوشبو تجھے پہنچے گی اور اس طرح ان کی طرف دیکھنے والوں کو بھی فیض پہنچتا ہے کیونکہ عالم کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور جامع الاخبار میں رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف ایک دفعہ دیکھنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور عدۃ الداعی میں حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف نگاہ کرنا خدا کے نزدیک بیت اللہ الحرام میں ایک سال کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح علماء کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنا جیسا کہ کتاب مذکور میں روایت ہے کہ خداوند عالم نے عالم کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنے کو عبادت قرار دیا ہے اسی طرح ان کی زیارت کرنا۔ چنانچہ اسی کتاب میں آنجناب سے مروی ہے کہ علماء کی زیارت کرنا خدا کے نزدیک خانہ کعبہ کے گرد ستر طواف کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ستر حج و عمرہ پسندیدہ قبول شدہ سے بہتر ہے۔ خداوند عالم اس کے لئے ستر درجے بلند کرتا ہے اور اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے لئے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ اس پر بہشت واجب ہے بلکہ ان کی زیارت کو ائمہ علیہم السلام کی زیارت کا بدل قرار دیا ہے باوجود اس اجر و خیر کے جو ان کی زیارت میں ہے جیسا کہ کافی میں جناب کاظمؑ سے روایت ہے کہ جو شخص ہماری قبور کی زیارت کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ صلحاء اور ہمارے بھائیوں کی زیارت کرے اور اسی طرح علماء کے وجود سے عذاب دنیا و برزخ گنہگاروں سے اٹھا دیا جاتا ہے ان روایات کی بناء پر جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے (مؤلف نے کچھ فارسی اشعار بیان کئے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں (مترجم)

نواں ارشاد۔ فرمایا تنگدستی مال سے حاجت مندی کی مثال اس درہم کی ہے جو سانپ کے منہ میں ہو کہ جس کی تجھے ضرورت ہو لیکن اس سانپ کی وجہ سے تو خطرے سے دوچار اور نزدیک ہلاکت ہو۔

دسواں ارشاد۔ چار چیزیں نیکی کا خزانہ ہیں۔ حاجت و ضرورت کو چھپانا اور صدقہ کا چھپانا اور تکلیف کو چھپانا اور مصیبت کو چھپانا۔ مؤلف کہتا ہے کہ مجموعہ ورام میں احنف سے ایک روایت منقول ہے کہ جس کا یہاں بیان کرنا مناسب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ احنف کہتا ہے میں نے اپنے چچا صعصعہ سے درد و الم کی شکایت کی جو میرے دل میں تھا تو اس نے مجھے سرزنش کی اور فرمایا اے بھتیجے جب کوئی مصیبت تجھ پر وارد ہو تو اس کی شکایت کسی اپنے جیسے سے نہ کر کیونکہ جس شخص سے شکایت کر رہا ہے یا تو وہ تیرا دوست ہے تو

وہ بدحال اور پریشان ہوگا اور یا تیرا دشمن ہے تو وہ خوش ہوگا اسی طرح وہ درد جو تجھ میں ہے اس کی شکایت اپنے جیسی مخلوق سے نہ کر اور وہ قدرت نہیں رکھتا کہ اس جیسی تکلیف اپنے سے دور کرے چہ جائیکہ کسی دوسرے سے دُور کرے بلکہ اسے اس کے سامنے پیش کر کہ جس نے تجھے اس میں مبتلا کیا ہے اور وہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ اسے تجھ سے برطرف کرے اور تجھے اس سے کشائش کرامت فرمائے اے میرے بھتیجے چالیس سال ہوگئے ہیں کہ میری ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہے اور اس سے میں کوئی چیز بیابان اور پہاڑ تک نہیں دیکھ سکتا اس طویل مدت میں میں نے اپنی بیوی اور اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ فقیر کہتا ہے کہ پہلا فقرہ اس شعر کا مضمون ہے کہ جس سے امیرالمومنین نے تمثل کیا ہے۔

فَاِنْ تَسْئَلِیْنِیْ کَیْفَ اَنْتَ فَاِنَّنِیْ صَبُوْرٌ عَلٰی رَیْبِ الزَّمَانِ صَلِیْبٌ
یَعِزُّ عَلَیَّ اَنْ یُّرٰی بِیْ کَاٰبَۃٌ فَیَشْمَتُ عَادٍ اَوْ یُسَاءُ حَبِیْبٌ

اگر تو میرے متعلق سوال کرتی ہے تو میں حوادث زمانہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوں مجھے ناگوار ہے کہ مجھے دکھی دیکھا جائے پس اس سے دشمن خوش ہو اور دوست کو تکلیف ہو۔

گیارہواں ارشاد فرمایا کسالت وسستی اور ملال سے بچو کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کی چابی ہیں۔ جو سستی کرے وہ حق کو ادا نہیں کرتا اور جو ملول و بے قرار ہو وہ کسی حق پر صبر نہیں کر سکتا مؤلف کہتا ہے کہ اس مقام پر شیخ عارف زاہد ابوالحجاج اقصری کی حکایت میری نگاہ میں ہے مناسب ہے کہ یہاں اس کا ذکر ہو اور وہ اس طرح ہے کہ ایک دن ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کا شیخ و استاد کون ہے انہوں نے کہا کہ میرا استاد ابو جعران (گبریلا) ہے اور وہ ایسا جانور ہے جو نجاست کو اپنے گرد جمع کر کے اس میں لوٹ پوٹ کے اسے اپنے بل کی طرف لے جاتا اور اس کا نام جعل ہے لوگوں نے گمان کیا کہ مزاح کر رہے ہیں فرمایا میں مزاح نہیں کر رہا وہ لوگ کہنے لگے کس طرح آپ کا استاد ابوجعران ہے کہنے لگے کہ میں سردی کی ایک رات بیدار تھا میں نے دیکھا کہ ایک جانور چراغ کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہے اور چراغ ایک پلئے کے اوپر ہے جو منارہ کی طرح تھا لیکن وہ صاف شفاف اتنا تھا کہ جانور کا پاؤں اس پر ٹھہر نہیں سکتا تھا یہ جانور چاہتا تھا کہ وہ چراغ کے منارہ کے اوپر جائے اس کا پاؤں پھسل جاتا اور وہ گر پڑتا وہ کھڑے ہو کر پھر منارہ پر چڑھنا شروع کرتا بڑی زحمت سے کچھ راستہ طے کرتا پھر گر پڑتا میں نے شمار کیا اور میں تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلا جب نماز پڑھ کر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ منارہ پر چڑھ کر چراغ کے پاس بیٹھا ہے۔ پس میں نے اس سے سیکھا جو کچھ سیکھا یعنی کام میں جد و جہد اور ثابت قدمی اور اسے انجام کو پہنچانا۔

بارہواں ارشاد۔ فرمایا تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ انسان راضی ہو اس جگہ بیٹھنے پر جو اس کے مقتضائے

شرف سے پست ہو اور یہ کہ سلام کرو ہر اس شخص کو جس سے ملاقات کرو اور یہ کہ مجادلہ کو چھوڑ دو۔ اگرچہ حق تمہارے ساتھ ہو۔

تیرہواں ارشاد فرمایا حیا اور ایمان ایک رسی میں مقرون اور یہ دو گران مایہ گوہر ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جب ان میں سے ایک چلا جاتا ہے تو اس کا ساتھی بھی اس کی رفاقت و مصاحبت میں چلا جاتا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ حیا و شرم کی فضیلت میں روایات بہت زیادہ ہیں اور اس کے متعلق اتنا کافی ہے کہ رسول اکرمؐ نے اسے اسلام کا لباس قرار دیا ہے اور فرمایا کہ الاسلام عریان فلباسہ الحیا اسلام برہنہ ہے اور اس کا لباس حیا ہے۔ پس جس طرح لباس شرمگاہوں اور ظاہری قبائح کو چھپاتا ہے اسی طرح حیا بھی قبائح باطنی اور برائیوں کو چھپاتی ہے اور روایت ہے کہ جس میں حیا نہیں اس کا ایمان نہیں اور یہ کہ خداوند عالم جس کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے شرم و حیا کو نکال دیتا ہے اور رسول خدا سے مروی ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک بچوں اور عورتوں سے حیا دور نہیں ہوگی الی غیر ذلک اسی لئے یہ صفت رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ میں زیادہ اور کامل تھی اس حد تک کہ روایت ہے رسالت مآبؐ بات کرنے لگتے تو آپ کو شرم و حیا سے پسینہ آجاتا اور آپ حیا کی وجہ سے اپنی آنکھیں لوگوں سے بند کر لیتے۔ فرزدق شاعر نے امام زین العابدینؑ کی مدح اسی صفت سے کی ہے اس قول میں يُغْضِي حَيَاءً وَيُغْضَى مِنْ مَهَابَتِهِ فَلَا يُكَلَّمُ إِلَّا حِينَ يَبْتَسِمُ وہ شرم و حیا سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں اور ان کی ہیبت سے لوگوں کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور ان سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا جب تک وہ ہنسیں نہیں اور حضرت رضاؑ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک منافق نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض شیعہ شراب پیتے ہیں تو شرم و حیا کی وجہ سے آپ کے چہرہ اقدس پر پسینہ آگیا۔

چودھواں ارشاد آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے بجالاؤ تو سلطان و شیطان تم سے دور ہو جائیں۔ ابو حمزہ نے عرض کیا ہمیں خبر دیجئے تاکہ ہم اسے بجالائیں فرمایا تم پر لازم ہے کہ صبح کے وقت صدقہ دیا کرو کیونکہ صدقہ دینا شیطان کے منہ کو کالا اور بادشاہ کے قہر و غضب کو اس دن توڑ دیتا ہے اور تم پر لازم ہے کہ راہ خدا میں اور رضائے حق کے لئے لوگوں سے دوستی اور محبت و مودت کرو یعنی تمہاری دوستی اس طریق سے ہو اور نیک عمل پر ایک دوسرے کی مدد اور آپس میں تعاون کرو کیونکہ یہ کام بادشاہ کے ظلم اور وسوسہ شیطان کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے اور جتنا ہو سکے استغفار اور طلب بخشش کے لئے بارگاہ خداوندی میں الحاح و اصرار کرو کیونکہ یہ چیز گناہوں کو محو اور نیست و نابود کر دیتی ہے۔

پندرھواں ارشاد روایت ہے کہ حضرت نے جابر جعفی سے فرمایا کہ اے جابر کیا یہی کافی ہے کہ کوئی شخص شیعیت اپنے اوپر باندھ لے اور اہل بیتؑ کی محبت کا دعویٰ کرے خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو خدا

کی اطاعت کرے اور تقویٰ و پرہیزگاری رکھتا ہو اے جابر زیادہ تر شیعوں کو نہیں پہچانتے مگر تواضع و انکساری اور زیادہ ذکر اور زیادہ نماز و روزہ اور ہمسایوں میں سے فقراء و مساکین قرضداروں اور یتیموں کی دیکھ بھال رکھنے اور سچ بولنے تلاوت قرآن کرنے اور لوگوں سے نیکی کرنے کے علاوہ چیزوں سے زبان بند رکھنے اور تمام امور میں اپنے رشتہ داروں کی امانتداری کرنے کے ساتھ جابر نے کہا اے فرزند رسولؐ میں نے کسی کو اس صفت سے متصف نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا اے جابر ان خیالوں کی وجہ سے راستہ سے نہ ہٹو تو کیا کسی شخص کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ کہے کہ میں علیؑ سے محبت و دوستی رکھتا ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتا ہوں کیونکہ اگر یہ کہے کہ میں رسول خداؐ کو دوست رکھتا ہوں جب کہ آنحضرت جناب امیرالمومنینؑ سے افضل ہیں لیکن آپ کے اعمال کے مطابق عمل اور آپ کی سنت کی پیروی نہ کرے تو وہ محبت اس کے کسی کام نہ آئے گی پس خدا سے ڈرو اور عمل کرو تاکہ خدا کے ثواب اور اجر الٰہی حاصل کر سکو بے شک خدا اور مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اس کے بندوں میں سے وہ ہے جو محارم خدا سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اطاعتِ الٰہی پر زیادہ عمل کرے خدا کی قسم خدا کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا مگر اس کی اطاعت کے ساتھ اور ہم نے تمہارے لئے جہنم کی آگ سے برأت نہیں لے رکھی اور کسی شخص کی خدا پر کوئی حجت نہیں جو شخص خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہے وہ ہمارا ولی اور دوست ہے اور جو خدا کی نافرمانی کرے وہ ہمارا دشمن اور ہماری ولایت تک نہیں پہنچ سکتا مگر پرہیزگاری اور عمل صالح کے ساتھ مؤلف کہتا ہے ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو میسرہ عابد کو دیکھا کہ کثرت عبادت اور اطاعتوں میں زیادہ جدوجہد کی وجہ سے اس کے بدن کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ میں نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے ابو میسرہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کیا تو نے مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو میری ناامیدی پر دلالت کرے۔ بے شک رحمتِ خدا نیکوکار لوگوں کے قریب ہے پس مجھے اس کی باتوں سے رونا آ گیا اور میں رونے لگا لہذا مناسب ہے کہ عقلاء اور دانا نظر و فکر کریں رسولوں ابدال اور اولیاء کے حالات اور طاعات الٰہی میں ان کی کوشش و جدوجہد پر اور اپنی عمر کو عبادات میں صرف کرنے پر اور یہ کہ انہیں رات دن آرام نہیں تھا اور کسی طرح بھی وہ سستی نہیں کرتے تھے تو کیا انہیں خدا سے حسن ظن نہیں تھا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم وہ رحمت الٰہی کی وسعت کو زیادہ جانتے تھے۔ اور خدا کے جود و سخا کے متعلق ان کا حسن ظن سب سے زیادہ تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ امید و رجاء اور حسن ظن جدوجہد کے بغیر از روئے محض اور غرور صرف ہے لہذا انہوں نے اپنے آپ کو عبادت و طاعت و سختی و زحمت میں ڈالا تاکہ ان کے لئے رجاء و حسن ظن محقق ہو اور کافی ہے اس مقام پر یہ چیز کہ حضرت رسول اکرمؐ کا آخری خطبہ جو اپنی بیماری کے دنوں میں دیا لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے لوگو! کوئی دعویٰ کرنے والا یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں بغیر عمل کے نجات حاصل کر لوں گا اور کوئی آرزو رکھنے والا یہ آرزو نہ رکھے کہ میں اطاعت خدا کے بغیر

اس کی رضا تک پہنچ جاؤں گا اس خدا کے حق کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ عذاب خدا سے نجات نہیں دے سکتا مگر نیک عمل رحمت خدا کے ساتھ اس وقت فرمایا وَلَوْعَصَیْتُ لَهَوَیْتُ اگر میں نافرمانی کروں تو ہلاک ہو جاؤں۔

سولھواں ارشاد حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ایک فرشتہ مرغ جیسا ہے کہ جس کے پنجے زمین کی تہہ میں ہیں اور اس کے پر ہوا میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے خم شدہ ہے پس جب آدھی رات گذر جاتی ہے تو وہ کہتا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ جب یہ ذکر کہہ لیتا ہے تو کہتا ہے لِیَقُمِ الْمُتَهَجِّدُوْنَ نماز تہجد پڑھنے والے کھڑے ہو جائیں اس وقت باقی مرغ آواز بلند کرتے ہیں پس وہ فرشتہ جو مرغ کی شکل میں ہے۔ جب تک خدا چاہتا ہے خاموش رہتا ہے پھر وہ کہتا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ لِیَقُمِ الذَّاکِرُوْنَ یعنی ذکر کرنے والے کھڑے ہو جائیں اور جب صبح صادق طلوع کرتی ہے تو وہ کہتا ہے رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ لِیَقُمِ الْغَافِلُوْنَ غافل خواب غفلت سے کھڑے ہو جائیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ شاید اس ملک عرشی کے ہر نوبت میں ذکر کو کم کر دینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ رحمتیں اور برکتیں اور الطاف و عنایات پہلے ذکر کے وقت لوٹتی ہیں۔ تہجد پڑھنے والوں کی طرف جو رات کے اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ ذاکرین کے لئے نہیں ہوتیں جو کہ دوسرے ذکر کے وقت۔ بیدار ہوتے ہیں لہذا وہ اپنے ذکر سے رب الملائکہ والروح کی لفظ کم دیتا ہے اور جب صبح طلوع کر لیتی ہے اور غافلین اٹھتے ہیں تو وہ الطاف و عنایات جو ذاکرین کے لئے تھیں وہ ان کے لئے نہیں ہوتیں اگرچہ وہ رحمت الٰہی سے کلیۃً بے بہرہ نہیں ہوتے لہذا وہ اپنے ذکر سے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کو کم کرکے اکتفا کرتا ہے اسی ذکر ربنا الرحمٰن لا الٰہ غیرہ پر شاید جو شخص بین الطلوعین (صبح صادق اور سورج نکلنے کے درمیان) سویا ہوا ہے وہ بے نصیب اور بے بہرہ اور سعادت سے محروم اور روزی کے بغیر ہوتا ہے فَمَنْ نَامَ بَیْنَهُمَا نَامَ عَنْ رِزْقِهٖ هٰذَا مَا خَطَرَ بِبَالِیْ وَاللّٰهُ تَعَالٰی الْعَالِمُ جو طلوعین کے درمیان سو جائے وہ اپنے رزق سے سویا ہوا ہے یہ کچھ میرے دل میں آیا ہے اور خدا ہی جاننے والا ہے (اس کے بعد مؤلف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں مترجم)

پانچویں فصل امام محمد باقرؑ کی وفات کے بارے میں اور وہ چیزیں جو آپ کے اور مخالفین کے درمیان واقع ہوئیں

مؤلف کہتا ہے کہ میں اس فصل میں اس پر اکتفا کرتا ہوں جو کچھ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سید بن طاؤس نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے آیا اور میں بھی اس سال اپنے والد کے ساتھ حج پر گیا ہوا تھا۔ پس میں نے مکہ میں ایک دن لوگوں کے مجمع میں کہا کہ میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے محمدؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کے بدولت گرامی و باعزت قرار دیا ہے پس ہم ہیں خدا کے برگزیدہ افراد اس کی مخلوق پر اور خدا کے پسندیدہ اس کے بندوں میں سے اور خدا کے خلیفہ اس کی زمین پر پس سعادت مند وہ ہے جو ہمارا اتباع کرے اور شقی و بدبخت وہ ہے جو ہماری مخالفت اور ہم سے دشمنی کرے پس ہشام کے بھائی نے یہ خبر ہشام کو پہنچائی لیکن اس نے مکہ میں یہ مصلحت نہ دیکھی کہ ہم سے تعرض کرے جب وہ دمشق پہنچا اور ہم مدینہ کی طرف واپس آ گئے تو اس نے عامل مدینہ کو قاصد بھیجا کہ میرے والد کو اور مجھے اس کے پاس دمشق بھیج دے۔ جب ہم دمشق پہنچے تو تین دن تک تو اس نے ہم سے ملاقات نہ کی چوتھے دن ہمیں اپنے دربار میں بلایا۔ جب ہم دربار میں داخل ہوئے تو ہشام اپنے تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنے لشکر کو مسلح و مکمل برابر کی صفوں میں اپنے سامنے کھڑا کیا ہوا تھا اور ایسی جگہ جس میں تیر کا نشانہ نصب تھا اس نے اپنے سامنے ترتیب دے رکھا تھا اور اس کی قوم کے بڑے لوگ مقابلہ میں تیر اندازی کر رہے تھے جب ہم اس مکان کے صحن میں داخل ہوئے تو میرے والد آگے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا جس وقت ہم قریب پہنچے تو ہشام نے میرے والد سے کہا کہ اپنی قوم کے بزرگوں کے ساتھ تیر اندازی کیجئے میرے والد کہنے لگے میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب مجھے تیر اندازی نہیں سجتی اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے ہشام نے قسم کھائی کہ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے اپنے دین اور اپنے پیغمبر کے ساتھ عزت بخشی ہے میں آپ کو معاف نہیں کروں گا پھر مشائخ بنی امیہ میں سے ایک کو اشارہ کیا کہ تیر کمان انہیں دو تاکہ یہ تیر پھینکیں پس میرے والد نے کمان اس شخص سے لی اور اس سے ایک تیر لے کر کمان کی زہ پر رکھا اور قوت امامت سے کھینچ کر وسط نشانہ پر لگایا پھر دوسرا تیر لے کر پہلے تیر کے فاق (پچھلے حصہ) پر۔ مارا جو اسے پیکان تک دو نیم کر کے پہلے تیر کے درمیان جا کر رکا پھر تیسرا تیر لیا۔ اور اسے دوسرے تیر کے فاق پر مارا جس نے اسے دو نیم کر دیا اور نشانہ کے درمیان پیوست ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے نو تیر پے در پے پھینکے کہ جن میں سے ہر تیر پہلے تیر کے فاق پر جا لگتا اور اسے دو نیم کر دیتا اور جو تیر آپ چھوڑتے وہ ہشام کے جگر پر جا لگتا اور اس کا رنگ شوم متغیر ہو جاتا یہاں تک کہ نویں تیر پر وہ بے تاب ہو گیا اور کہنے لگا بہت عمدہ تیر چلائے ہیں آپ نے اے ابو جعفرؑ اور آپ عرب و عجم میں ماہر ترین تیر انداز ہیں

آپ کس لئے کہتے تھے کہ میں اس پر قدرت نہیں رکھتا پس اس فعل سے وہ پشیمان ہوا اور میرے والد کے قتل
کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور سر نیچے جھکا لیا اور سوچ بچار میں پڑ گیا — میں اور میرے والد اس کے سامنے کھڑے
تھے۔ جب ہمارا کھڑا ہونا طول پکڑ گیا تو میرے والد کو غصہ آگیا اور جب آپ کو غصہ آتا تو آپ آسمان کی طرف
دیکھا کرتے تھے اور آثار غضب آپ کی جبین مبین سے ظاہر ہوتے تھے جب ہشام نے میرے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو
آپ کے غضب سے ڈر گیا اور انہیں تخت کے اوپر بلایا اور میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ جب آپ اس کے
نزدیک پہنچے تو ہشام اٹھ کھڑا ہوا اور میرے والد سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی دائیں جانب بٹھایا پھر میرے گلے میں
باہیں ڈال دیں اور مجھے والد کی دائیں طرف بٹھا دیا پھر والد کی طرف رخ کر کے کہنے لگا ہمیشہ کے لئے قبیلہ قریش
کو عرب و عجم پر فخر کرنا چاہیئے کہ آپ جیسی ہستی ان میں موجود ہے مجھے بتایئے کہ یہ تیراندازی آپ کو کس نے سکھائی
ہے اور کس زمانہ میں آپ نے سیکھی ہے والد نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مدینہ میں یہ شغل عام ہے اور میں نے
بچپن میں چند دن یہ کام کیا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک میں نے اسے ترک کر رکھا ہے چونکہ تو نے اصرار
کیا اور قسم دی تھی تو آج میں نے کمان ہاتھ میں لی۔ ہشام کہنے لگا۔ میں نے اس قسم کی تیراندازی کبھی نہیں دیکھی آیا
جعفرؑ بھی اس معاملہ میں آپ کی طرح ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم اہل بیت رسالت علم و کمال اور اتمام دین کہ جو
آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ دنیا میں خدا نے ہمیں
عطا فرمایا ہے ایک دوسرے سے بطور میراث لیتے ہیں اور ہرگز زمین خالی نہیں رہتی ہم میں سے کسی ایسے شخص سے
کہ جس میں وہ چیزیں کامل ہوتی ہیں کہ جن سے دوسرے لوگ قاصر ہیں جب یہ بات اس نے میرے والد سے سنی
تو وہ بہت آگ بگولہ ہو گیا اور اس کا نحس منہ سرخ ہو گیا اور اس کی سیدھی آنکھیں کج ہو گئیں اور یہ اس کے
غضب کی علامتیں تھیں کچھ دیر وہ سر نیچے کئے ہوئے خاموش رہا اس نے سر اٹھایا اور میرے والد سے کہنے لگا
کہ کیا ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں میرے والد نے فرمایا کہ ایسا ہی
ہے لیکن خداوند عالم نے ہمیں اپنے سر مکنون اور خالص علم کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ جس سے دوسرے کسی
کو مخصوص نہیں کیا۔ ہشام کہنے لگا۔ ایسا نہیں کہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شجرہ عبد مناف سے
تمام مخلوق خواہ سفید و سیاہ اور خواہ سرخ کی طرف مبعوث کیا ہے پھر یہ میراث آپ کے ساتھ کیسے مخصوص قرار
دی گئی۔ حالانکہ جناب رسالت مآبؐ تو تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا
ہے وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس کس لئے میراث علم آپ کے ساتھ مخصوص ہو گئی۔ جب کہ جناب
محمدؐ کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔ اور آپ لوگ پیغمبر نہیں ہیں۔ میرے والد نے کہا کہ ان چیزوں میں سے کہ
جس کے ساتھ خدا نے ہمیں مخصوص کیا ہے یہ ہے کہ اس نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی بھیجی کہ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ
لِتَعْجَلَ بِہٖ اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے تاکہ تو اس میں جلدی کرے اور حکم دیا ہے اپنے پیغمبرؐ کو

کہ انہیں وہ اپنے علم کے ساتھ مخصوص کر دیں اور اسی لئے حضرت رسالتمآبؐ نے اپنے بھائی علی بن ابی طالبؑ کو مخصوص کیا کچھ رازوں کے ساتھ جو کہ باقی اصحاب پر مخفی تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ اور یاد رکھتے ہیں انہیں یاد رکھنے والے کان تو رسولِ خداؐ نے فرمایا یا علیؑ میں نے خدا سے سوال کیا ہے وہ انہیں تیرے کان قرار دے اس لئے علی بن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے کہ رسولِ خداؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے کہ جس کے ہر باب سے ہزار باب علم کے کھلتے ہیں جیسا کہ آپ لوگ اپنے مخصوص لوگوں کو راز بتاتے ہیں اور اس کو دوسرے لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں اسی طرح رسولِ خداؐ اپنے راز علیؑ سے کہتے اور دوسرے لوگوں کو اس کا محرم نہیں سمجھتے تھے اسی طرح علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ میں سے کسی شخص کو جو ان اسرار کا محرم راز تھا۔ ان رازوں کے ساتھ مخصوص کیا اور اس طرح سے وہ علوم بطور میراث ہم تک پہنچے ہیں ہشام کہنے لگا کہ حضرت علیؑ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ خدا نے کسی کو علم غیب میں شریک اور اس پر کسی کو مطلع نہیں قرار دیا تو یہ دعویٰ وہ کہاں سے کرتے تھے میرے والد نے فرمایا کہ خداوند عالم نے رسولِ خداؐ پر ایک کتاب نازل کی اور اس کتاب میں بیان کیا ان چیزوں کو جو ہو چکی ہیں اور جو قیامت تک ہونے والی ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ۔ اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا واضح بیان اور ہدایت و موعظہ ہے متقیوں کے لئے اور پھر فرماتا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ اور ہر شے کو احصا اور شمار کیا ہے امام مبین میں اور فرماتا ہے کہ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔ اور کتاب میں ہم نے کوئی چیز چھوڑ نہیں رکھی پس حق تعالیٰ نے وحی کی اپنے پیغمبرؐ کو کہ ہر وہ غیب اور راز جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے علیؑ کو اس سے مطلع کریں اور رسولِ اکرمؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ ان کے بعد وہ قرآن کو جمع کریں اور آپ کے غسل کفن اور حنوط کی طرف متوجہ ہوں اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ موجود نہ ہوں اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ حرام ہے میرے اصحاب اور اہل خانہ پر میری شرمگاہ کی طرف دیکھنا سوائے میرے بھائی علیؑ کے جو کہ مجھ سے ہے۔ اور میں اس سے ہوں اور میرا مال اس کا ہے اور اس پر لازم ہے وہ کچھ کہ جو مجھ پر لازم ہے اور وہ ہے میرے قرض کو ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا پھر آپ نے اصحاب سے کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے بعد جہاد کریں۔ منافقین کے ساتھ تاویل قرآن پر جس طرح کہ میں نے کافروں سے جہاد کیا ہے تنزیل قرآن کے مطابق اور صحابہ میں سے کسی کے پاس تمام قرآن کی تاویل نہیں تھی۔ سوائے علی علیہ السلام کے اور اس وجہ سے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ علم قضاوت کو جاننے والا علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں یعنی اسے تمہارا قاضی ہونا چاہیئے اور عمر بن خطاب نے بارہا کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا عمر حضرت کے علم کی گواہی دیتا تھا اور دوسرے لوگ بھی یہ کام کرتے تھے۔ پس ہشام نے کافی دیر تک سر نیچے رکھا پھر سر اٹھا کر کہا جو حاجت آپ رکھتے ہیں مجھ سے طلب کیجئے میرے والد نے فرمایا کہ میرے اہل و عیال میرے باہر آنے سے وحشت اور خوف میں ہیں۔ استدعا کرتا ہوں کہ مجھے واپسی کی اجازت دے دو۔ ہشام نے کہا میں آپ

کو اجازت دیتا ہوں آپ آج ہی چلے جائیں پس میرے باپ نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اس سے رخصت ہوئے اور میں نے بھی اس کو رخصت کیا اور وہاں سے باہر نکلے جب ہم اس کے گھر کے باہر کے میدان میں پہنچے تو اس میدان کے آخر میں ہم نے بہت سے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا میرے والد نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں ہشام کا دربان کہنے لگا یہ قسیسین اور رہبان نصاریٰ ہیں۔ اس پہاڑ میں ان کا ایک عالم رہتا ہے جو ان کے علماء میں سے سب سے زیادہ صاحب علم ہے اور ہر سال ایک مرتبہ یہ لوگ اس کے پاس آتے اور اس سے اپنے مسائل پوچھتے ہیں اور آج اسی لئے جمع ہوئے ہیں پس میرے والد ان کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا میرے والد نے اپنا سر ایک کپڑے سے چھپا لیا تاکہ وہ انہیں پہچان نہ سکیں اور اس گروہ نصاریٰ کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور جب نصاریٰ بیٹھے تو میرے والد بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان عیسائیوں نے اپنے عالم کے لئے مسندیں بچھا دیں۔ اور اسے باہر لے آئے اور مسند پر بٹھایا اور وہ بہت عمر رسیدہ ہوگیا تھا اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب کے بعض حواریوں کو اس نے دیکھا ہوا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر پڑے تھے پس اس نے اپنے ابرو زرد ریشم کے کپڑے سے سر سے باندھ لئے اور اپنی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی طرح پھیرنے لگا اور حاضرین کو دیکھنے لگا اور جب ہشام کو یہ خبر ملی کہ حضرت عیسائیوں کے گرجے کی طرف تشریف لے گئے ہیں تو اس نے اپنے خواص میں سے کسی کو بھیجا کہ جو کچھ ان کے اور آپ کے درمیان وقوع پذیر ہو وہ اسے اس سے باخبر کرے جب اس عالم کی نظر میرے والد پر پڑی تو کہنے لگا آپ ہم میں سے ہیں یا امت مرحومہ میں سے حضرت نے فرمایا میں امت مرحومہ میں سے ہوں اس نے پوچھا آپ ان کے علماء میں سے ہیں یا جہال سے فرمایا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں۔ پس وہ بہت مضطرب ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے سوال کریں گے یا میں آپ سے سوال کروں فرمایا تو مجھ سے سوال کر۔ کہنے لگا ایک گروہ نصاریٰ عجیب بات ہے کہ امت محمدؐ میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرو۔ مناسب ہے کہ میں چند سوالات ان سے کروں۔ پس وہ کہنے لگا کہ اے بندہ خدا یہ بتاؤ وہ کون سا وقت ہے کہ جو نہ رات میں سے ہے اور نہ دن میں سے میرے والد نے فرمایا طلوع صبح اور طلوع سورج کے درمیان کا وقت وہ کہنے لگا تو یہ وقت کس میں سے ہے میرے والد نے کہا یہ جنت کے اوقات میں سے ہے اور اس وقت ہمارے بیمار ہوش میں آجاتے ہیں اور درد و الم سکون میں آجاتے ہیں اور جس کو ساری رات نیند نہ آئی ہو اس وقت اسے نیند آجاتی ہے اور خداوند عالم نے اس وقت کو آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کے لئے باعث رغبت قرار دیا ہے اور آخرت کے لئے عمل کرنے والوں کے لئے دلیل واضح بنایا ہے اور انکار کرنے والوں اور متکبرین کے لئے جو آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے انکار کی حجت قرار دیا ہے۔ نصرانی کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے۔ مجھے خبر دیجئے اس چیز کے متعلق کہ جس کا آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔

کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے تو سہی لیکن ان سے بول و براز خارج نہیں ہوگا۔ آیا دنیا میں کوئی اس کی نظیر ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے۔ اس سے جو اس کی ماں کھاتی ہے حالانکہ اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی۔ نصرانی کہنے لگا۔ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ان کے علماء میں سے نہیں ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں۔ نصرانی کہنے لگا مجھے بتائیے آپ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جتنا جنت کے میوے کھائیں گے تو وہ برطرف نہیں ہوں گے بلکہ اپنی پہلی حالت پر پلٹ آئیں گے آیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے فرمایا ہاں اس کی نظیر دنیا میں وہ چراغ ہے کہ جس سے لاکھ چراغ جلائے جائیں تو اس کی روشنی کم نہیں ہوتی اور ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ نصرانی کہنے لگا کہ آپ سے میں ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں کہ جس کا آپ جواب نہیں دے سکیں گے۔ حضرت نے فرمایا سوال کرو۔ نصرانی کہنے لگا مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو کہ جس نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اور وہ عورت دو بچوں سے حاملہ ہوئی اور دونوں ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت میں مرے۔ لیکن مرنے کے وقت ایک کی عمر پچاس سال تھی اور دوسرے کی ایک سو پچاس سال حضرت نے فرمایا کہ وہ دو فرزند عزیر اور عزرہ ہیں کہ جن کی ماں ان سے ایک ہی رات اور ایک ہی وقت میں حاملہ ہوئی اور انہوں نے تیس سال مل کر زندگی گزاری۔ پس خداوند عالم نے عزیر کو مار دیا اور سو سال کے بعد اسے زندہ کیا اور اس نے مزید بیس سال اپنے بھائی کے ساتھ گذارے اور دونوں نے ایک ہی وقت میں وفات پائی۔ پس وہ نصرانی کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ سے زیادہ عالم کو لے کر آئے ہو تاکہ وہ مجھے رسوا کرے خدا کی قسم جب تک یہ شخص شام میں موجود رہے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا جو چاہو اس سے سوال کرو۔ دوسری روایت کے مطابق جب رات ہوئی تو وہ عالم حضرت کے پاس آیا اور معجزات دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ جب یہ خبر ہشام تک پہنچی اور اس سے کہا گیا کہ حضرت امام محمد باقرؑ کے مباحثہ کی خبر نصرانی کے ساتھ شام میں منتشر ہو گئی ہے۔ اور اہل شام پر آپ کا علم و کمال ظاہر ہو گیا ہے تو اس نے میرے والد کے لئے جائزہ و انعام بھیجا اور ہمیں فوراً مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت کو قید کر دیا اس ملعون کو لوگوں نے بتایا کہ سب اہل زندان ان کے مرید و معتقد ہو گئے ہیں تو پھر فوراً آپ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اور ہم سے پہلے ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا تاکہ ان شہروں میں جو راستہ میں پڑتے ہیں لوگوں کے درمیان منادی کرائی جائے کہ ابو تراب جادوگر کے دو بیٹے محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمدؑ کہ جنہیں میں نے شام میں بلایا تھا وہ عیسائیوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کا دین اختیار کر لیا ہے پس جو شخص ان سے کوئی چیز بیچے یا ان کو سلام کرے یا ان سے معانقہ کرے تو اس کا خون ہدر و رائیگان ہے جب قاصد شہر مدین میں پہنچا اور اس کے بعد ہم اس شہر میں وارد ہوتے تو اس شہر کے لوگوں نے ہمارے سامنے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور ہمیں گالیاں دینے لگے اور علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کو برا بھلا کہا اور جتنا ہمارے غلام کہتے

نے اصرار کیا وہ دروازہ نہیں کھولتے تھے اور ہمیں کھانے پینے کی چیزیں نہیں دیتے تھے جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو میرے والد نے ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا خدا سے ڈرو ہم ویسے نہیں جیسے تمہیں بتایا گیا ہے۔ اور اگر (بالفرض) ایسے ہوں بھی تو تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کرتے ہو پھر ہم سے خرید و فروخت کیوں نہیں کرتے وہ بد بخت کہنے لگے کہ آپ لوگ یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں کیونکہ وہ تو جزیہ دیتے ہیں آپ جزیہ نہیں دیتے جتنا میرے والد نے انہیں وعظ و نصیحت کی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ کہنے لگے ہم آپ کے لئے دروازہ نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ اور آپ کے چوپائے ہلاک نہ ہو جائیں جب آپ نے ان اشرار کا اصرار دیکھا تو آپ سواری سے اترے اور فرمایا اے جعفرؑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ وہاں قریب ایک پہاڑ تھا جو مدین پر سایہ فگن تھا آپ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور شہر کی طرف رخ کر کے انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ کر وہ آیات جو خداوند عالم نے واقعہ شعیبؑ میں نازل فرمائی ہیں جو شعیبؑ کے اہل مدین پر مبعوث برسالت ہونے اور نافرمانی کی بناء پر ان کے معذب ہونے پر مشتمل ہیں ان کے لئے پڑھیں اس آیت تک کہ خدا فرماتا ہے کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ بقیۃ اللہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ اگر تم مومن ہو پھر فرمایا خدا کی قسم ہم ہیں بقیۃ خدا زمین میں۔ پس خداوند عالم نے سیاہ آندھی چلائی کہ جس نے آپ کی آواز عورت مرد اور چھوٹے بڑے کے کان تک پہنچائی اور انہیں دہشت عظیم عارض ہوئی اور وہ لوگ چھتوں پر چڑھ آئے اور حضرت کی طرف دیکھنے لگے۔ پس اہل مدین میں سے ایک بوڑھے شخص نے میرے والد کو اس حالت میں دیکھا تو بلند آواز سے شہر میں منادی کی کہ اے اہل مدین خدا سے ڈرو کہ یہ شخص اس جگہ کھڑا ہے کہ جہاں جناب شعیبؑ اپنی قوم کو نفرین کرتے وقت کھڑے ہوتے تھے خدا کی قسم اگر اس کے لئے دروازہ نہ کھولا تو تم پر ان کی طرح عذاب نازل ہوگا پس وہ لوگ ڈر گئے اور دروازے کھول دیئے اور ہمیں اپنے گھروں میں لے گئے اور کھانا دیا اور ہم دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے پس والی مدین نے یہ واقعہ ہشام کو لکھا اس ملعون نے اسے جواب لکھا تو اس بوڑھے شخص کو قتل کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ ہشام نے اسے اپنے پاس بلوا بھیجا لیکن اس حد تک پہنچنے سے پہلے وہ بزرگ رحمت الٰہی سے جا ملا۔ پس ہشام نے والی مدینہ کو خط لکھا کہ میرے والد کو وہ زہر سے شہید کر دے لیکن اس عمل کے انجام پانے سے پہلے ہشام جہنم کے درک اسفل میں جا پہنچا۔

کلینی نے سند صحیح کے ساتھ زرارہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ایک دن میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور لوگ ہر طرف سے اس پہاڑ کے اوپر میری طرف آ رہے ہیں۔ جب اس پہاڑ کے گرد لوگ زیادہ جمع ہو گئے اچانک پہاڑ بلند ہوا لوگ ہر طرف سے گرنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے اور پانچ مرتبہ ایسا ہوا۔ حضرت نے اس خواب کی تعبیر اپنی وفات قرار دی تھی۔ اس خواب سے پانچ راتیں بعد حضرت رحمت رب الارباب سے جا ملے۔

کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ کا ایک دانت جدا ہوا وہ دانت آپ نے ہاتھ میں لیا اور فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر امام جعفر صادقؑ سے فرمایا کہ جب مجھے دفن کرنے لگو تو یہ دانت ساتھ ہی دفن کر دینا۔ چند سالوں کے بعد پھر آپ کا ایک دانت گر گیا تو اسے دائیں ہتھیلی میں لے کر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کے بعد فرمایا اے جعفرؑ جب میری وفات ہو تو یہ دانت بھی میرے ساتھ دفن کرنا۔

کافی بصائرالدرجات اور باقی کتب معتبرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا میرے والد سخت بیمار ہوئے کہ جس سے اکثر لوگ آپ کے بارے میں خائف تھے اور آپ کے اہل خانہ رونے لگے حضرت نے فرمایا کہ اس بیماری میں میری وفات نہیں ہوگی۔ کیونکہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں اور وہ مجھے یہ بتا گئے ہیں۔ پس آپ اس بیماری سے صحت یاب ہو گئے اور ایک مدت تک آپ صحیح و سالم رہے پھر ایک دن آپ نے امام جعفر صادقؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کو بلاؤ تو جب میں نے ان لوگوں کو بلایا تو فرمایا اے جعفرؑ جب میں عالم بقا کی طرف رحلت کر جاؤں تو مجھے غسل دینا اور تین پارچوں میں کفن دینا کہ جن میں سے ایک یمنی چادر تھی کہ جس میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ اور ایک قمیض تھی کہ جسے خود پہنتے تھے اور فرمایا میرے سر پر عمامہ باندھنا اور عمامہ کو کفن کے پارچوں میں شمار نہ کرنا اور لحد کے بجائے میرے لئے زمین کو کھودنا اور شق کرنا کیونکہ میرا جسم بھاری ہے اور مدینہ کی زمین میں میرے لئے لحد نہیں بنائی جا سکتی اور میری قبر زمین سے چار انگل اونچی رکھنا اور میری قبر پہ پانی ڈالنا اور ان چیزوں پر اہل مدینہ کو گواہ بنایا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا اے بابا جان جو کچھ آپ فرماتے اس پر عمل ہوتا گواہ بنانے کی تو ضرورت نہ تھی۔ حضرت نے فرمایا اے بیٹا میں نے گواہ اس لئے بنائے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ تم میرے وصی ہو اور امامت کے سلسلہ میں تم سے جھگڑا نہ کریں۔ میں نے عرض کیا بابا جان میں آپ کو آج کے دن تمام دنوں کی نسبت زیادہ صحیح و سالم دیکھ رہا ہوں اور آپ میں کوئی آزار و تکلیف نہیں پاتا۔ حضرت نے فرمایا جن دو اشخاص نے مجھے اس بیماری میں خبر دی تھی کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گا اس مرض میں میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بیماری میں عالم بقا کی طرف رحلت کروں گا اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا اے بیٹا کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت علی بن الحسینؑ صلوات اللہ علیہ مجھے دیوار کے پیچھے سے پکار رہے ہیں کہ اے محمدؐ آؤ جلدی کرو ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

بصائرالدرجات میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ والد بزرگوار کی وفات کی رات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے باتیں کروں تو مجھے اشارہ کیا کہ ذرا دور رہو اور آپ کسی سے راز کی بات کر رہے تھے کہ میں جسے نہیں دیکھ رہا تھا یا یہ کہ آپ اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے پس ایک لحظہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا بیٹا میں اس رات اس دار فنا سے رخصت اور ریاض قدسی کی طرف رحلت کروں

گا۔ اسی رات سرکار رسالتؐ نے عالم بقا کی طرف کوچ کیا تھا اور اسی وقت میرے والد حضرت علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ میرے لئے شربت لے کر آئے ہیں کہ جسے میں نے پیا ہے اور مجھے لقاء پروردگار کی بشارت دی ہے اور قطب راوندی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب والد بزرگوار کی وفات کی رات آئی اور ان کی حالت متغیر ہوئی چونکہ وضو کا پانی ہر رات ان کے بستر کے قریب رکھتے تھے دو مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس پانی کو انڈیل دو لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت بخار کی بیہوشی سے یہ بات فرما رہے ہیں۔ میں گیا اور میں نے وہ پانی انڈیل دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس پانی میں چوہا پڑا تھا اور حضرت کو نور امامت سے یہ معلوم تھا۔ کلینی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مدینہ سے چند میل دور تھا اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ جاؤ امام محمد باقرؑ کی نماز پڑھو ملائکہ انہیں جنت البقیع میں غسل دے رہے ہیں۔ نیز سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے آٹھ سو درہم کی اپنی تعزیت اور ماتم کے لئے وصیت کی اور سند موثق کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے کہا اے جعفرؑ میرے مال میں سے کچھ مندبہ (گریہ وزاری وماتم) کرنے والوں کے لئے وقف کر دینا۔ تاکہ دس سال تک وہ میدان منیٰ میں حج کے موقع پر مجھ پر مندبہ وگریہ کریں اور رسم ماتم کی تجدید کریں اور میری مظلومیت پر گریہ وزاری کریں۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے اور مختار احقر یہ ہے کہ آپ کی وفات پیر کے دن سات ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ستاون سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور یہ ہشام بن عبدالملک کی حکومت کا زمانہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت کو ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان نے زہر سے شہید کیا تھا اور شاید ہشام کے حکم سے تھا اور آپ کی قبر مبارک بالاتفاق جنت البقیع میں آپ کے والد امجد امام حسنؑ کے پہلو میں ہے۔ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب امام محمد باقرؑ نے عالم بقا کی طرف رحلت کی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ میں ہر رات اس حجرہ میں چراغ روشن کرتا ہوں کہ جس میں حضرت نے وفات پائی تھی۔

چھٹی فصل امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم ہے کہ حضرت کی اولاد شیخ مفید طبرسی اور دوسرے علماء کے بیان کے مطابق بیٹے اور بیٹیاں سات افراد تھے ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام اور عبداللہ مخدرہ نجیبہ جناب ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر سے پیدا ہوئے اور ابراہیم و عبداللہ ام حکیم سے تھے اور یہ دونوں والد بزرگوار کی زندگی میں فوت ہوگئے تھے اور علی و زینب و ام سلمہ ایک کنیز سے ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ام سلمہ دوسری والدہ سے تھیں شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عبداللہ فضل و صلاح میں مشارٌ الیہ تھے اور روایت ہے کہ عبداللہ بنی امیہ کے ایک شخص کے پاس گئے اس اموی نے چاہا کہ انہیں قتل کرے عبداللہ نے کہا کہ مجھے قتل نہ کرو تاکہ میں خدا کے ہاں تمہاری سفارش کروں۔ اموی کہنے لگا تیرا یہ مقام و مرتبہ نہیں ہے پس انہیں زہر دے کر شہید کر دیا اور عبداللہ کا ایک بیٹا اسماعیل نامی ہے کہ جسے علماء رجال نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ملا خلیل کی شرح کافی میں ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے عبداللہ کی ایک بیٹی تھی جس کی کنیت ام الخیر ہے۔ مدینہ میں ایک کنواں ام الخیر کے نام سے منسوب ہے اور تاج الدین بن زہرہ حسینی نے غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ میں کہا ہے۔ کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے علی کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی کہ جس سے امام موسیٰ کاظمؑ نے شادی کی تھی اور علی کی قبر بغداد کے محلہ جعفریہ میں سور بغداد کی پشت پر واقع ہے۔ محب الدین بن نجار مورخ اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ طاہر کا مشہد جعفریہ میں ہے اور کہا ہے کہ وہ بستی اعمال خالص میں سے بغداد کے قریب ہے۔ اس میں ایک پرانی قبر ظاہر ہوئی اور اس پہ ایک پتھر تھا کہ جس پہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ضریح الطاھر علی بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور باقی پتھر اس سے جدا ہو چکا تھا۔ پس اس پر اینٹوں سے گنبد بنایا گیا پھر اس کے بعد اس کی تعمیر علی بن نعیم شیخی نے کی جو مستوفیان میں سے تھا کہ دیوان خالص کی کتابت اس سے متعلق تھی اور اس نے اس کو آراستہ اور مزین کیا اور پیتل کی قندیلیں اس میں آویزاں کیں اور اس کا کھلا صحن بنایا پس ان تعمیرات کے بعد وہ مشاہد اور مزارات میں سے ایک ہو گیا۔ تاج الدین کہتا ہے کہ یہ مشہد ہمارے زمانہ میں مجہول اور خراب ہو چکا ہے اور کچھ غریب و فقیر لوگ وہاں رہتے ہیں اور قریب ہے کہ اس کے آثار محو ہو جائیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ ہمارے زمانے میں مشہور ہے وہ یہ کہ علی بن محمد باقرؑ کی قبر اطراف کاشان میں مشہد اردہال میں ہے اور وہ مشہور ہے۔ شہزادہ سلطان علی کے نام سے اور اس مشہد میں اس کے ہونے کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو بحرالانساب میں ہے کہ جس میں فرمایا ہے علی بن محمد الباقر علیہ السلام لم یُعقِب سِوی بِنتٍ وَدُفِنَ فِی ناحِیَۃِ کاشانَ بِقَریَۃٍ یُقالُ لَھا بارکرسب فی مَشہَدٍ انتہی علی ابن محمد کی صرف ایک بیٹی تھی اور وہ کاشان کے علاقہ میں بارکرسب بستی میں دفن ہے اور فاضل خبیر مرزا عبداللہ صاحب

"ریاض العلماء سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا علی بن محمد باقر علیہ السلام کی قبر کاشان کے علاقہ میں ہے۔ اور اس پر بڑا اونچا گنبد ہے۔ اور اس کی کرامات ظاہر ہیں اور اصفہان میں مسجد شاہ کے قریب ایک بقعہ اور مزار ہے بنام احمد بن علی بن امام محمد باقر علیہ السلام اور وہاں ایک پتھر پر خط کوفی میں لکھا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَہِیْنَۃٌ ہذا قبر احمد بن علی بن محمد الباقر علیہ السلام وتجاوز عن سیاتہٖ والحقہ بالصالحین اور اس بقعہ کے باہر ایک مستطیل پتھر ہے جس پر لکھا ہے اٰمین رب العالمین بتاریخ ستین وخمسمائۃ ۵۶۳ھ اور اس امام زادہ کے قریب مرحوم عالم فاضل فقیہ نبیہ جناب آقا شیخ محمد تقی معروف با آقا نجفی کی بقعہ بزرگ اور گنبد عالی میں قبر ہے اَسْکَنَہُ اللّٰہُ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ اور صاحب روضات الجنات نے امیر سید محمد تقی کاشی پشت مشہدی کے ترجمہ اور حالات میں کہا ہے کہ مشہد کاشان کی پشت پر ایک امام زادہ ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام کی کسی اولاد کی طرف منسوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی کسی اولاد کی طرف منسوب ہے اور اس کا نام حبیب ہے واللہ العالم اور ام سلمہ محمد ارقط بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدین علیہ السلام کی زوجہ ہے اور اسماعیل بن محمد ارقط کی والدہ ہے کہ جس نے ابوالسرایا کے ساتھ خروج کیا تھا۔

آٹھواں باب

امام بحق ناطق مبین المشکلات والحقائق جناب ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی تاریخ وسوانح اس میں چند فصول ہیں:۔

پہلی فصل

آپ کی ولادت نام لقب اور والدہ کے حالات میں ولادت باسعادت امام جعفر صادقؑ کی پیر کے دن سترہ ربیع الاول ۸۳ھ میں واقع ہوئی جو کہ رسول خداؐ کی ولادت کے دن موافق و مطابق ہے اور وہ دن شریف اور عظیم برکت والا ہے ہمیشہ آل محمدؐ کے صالحین قدیم ایام سے اس کو اچھا دن سمجھتے اور اس کی عزت و حرمت کی مراعات کرتے تھے اور اس دن کے روزہ رکھنے میں فضل کبیر اور ثواب عظیم ہے اور اس دن صدقہ دینا اور مشاہد مشرفہ کی زیارت کرنا اور اچھے کام بجالانا اور اہل ایمان کو مسرور و خوش کرنا مستحب ہے۔

آپ کا اسم گرامی جعفر اور کنیت شریف ابوعبداللہ ہے اور آپ کے القاب صابر فاضل طاہر اور صادق ہیں کہ جن القاب میں سے زیادہ مشہور لقب صادق ہے ابن بابویہ اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد امام کون ہے فرمایا کہ محمد باقرؑ جو علم کو شگافتہ کرے گا جو شگافتہ کرتے اور ظاہر کرنے کا حق ہے لوگوں نے پوچھا کہ ان کے بعد امام کون ہے فرمایا جعفرؑ کہ جس کا نام اہل آسمان کے نزدیک صادق ہے لوگوں نے کہا کہ انہیں خصوصیت کے ساتھ کیوں صادق کہتے ہیں حالانکہ آپ سب راست باز اور سچے ہیں فرمایا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب میرا بیٹا جعفرؑ ابن محمدؑ بن علیؑ بن حسین علیہم السلام پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا کیونکہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں جعفر نامی ہوگا جو جھوٹا امامت کا دعویٰ کرے گا۔ اور افتراء باندھے گا اور وہ خدا کے نزدیک جعفر کذاب خدا پر افتراء باندھنے والا ہے پس حضرت امام زین العابدینؑ رونے لگے اور فرمایا گویا میں جعفر کذاب کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے اپنے زمانہ کے خلیفہ جور کو برانگیختہ کیا ہے پوشیدہ و پنہاں امام کی تفتیش و تفحص و جستجو پر یعنی صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ حضرت صادقؑ کے شمائل (نقش و نگار اور شکل و صورت) میں کہا گیا ہے کہ حضرت میانہ بالا فروختہ رو (چمکتا چہرہ سفید بدن) کشیدہ بینی آپ کے بال سیاہ اور گھنگھریالے اور آپ کے رخسار پر سیاہ خال تھا اور امام رضاؑ کی روایت کے مطابق آپ کا نقش نگین اَللّٰهُ وَلِيِّي وَعِصْمَتِي مِنْ خَلْقِهِ اور دوسری روایت میں ہے اَللّٰهُ خَالِقُ بِي شَيْءٍ اور ایک معتبر روایت کے مطابق اَنْتَ ثِقَتِي فَاعْصِمْنِي مِنَ النَّاسِ اور دوسری روایت ہے کہ مَاشَاءَ اللّٰهُ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ استغفر اللہ تھا اور ان کے علاوہ بھی نقل ہوئے ہیں اور حضرت کی والدہ ماجدہ نجیبہ جلیلہ مکرمہ علیا جناب فاطمہ مسماۃ بہ اُمّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں کہ جن کے متعلق حضرت صادقؑ نے فرمایا میری والدہ ان عورتوں میں سے ہیں جو ایمان لائیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کیا اور احسان و نیکوکاری کی اور خدا نیکوکار لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ بے شک حضرت صادقؑ نے اس مختصر کلام میں تمام اوصاف شریفہ کے ساتھ اس مخدرہ کی تعریف کی ہے جیسا کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے ہمام بن عبادہ کے سوال کے جواب میں کہ جس نے کہا تھا کہ آپ متقین کی صفت بیان کریں اکتفا کیا اس کلام پر اللہ سے ڈرو اور نیک کام کرو پس بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور وہ جو نیک کام کرتے ہیں کیونکہ علماء نے اس کی تشریح میں کہا کہ گویا تقویٰ سے مراد ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا ہے کہ جن سے خدا نے روکا اور منع فرمایا ہے اور احسان سے مراد ہر اس چیز کا بجالانا ہے کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔ پس یہ کلام جامع ہے۔ صفات و فضائل متقین کا اور شیخ جلیل علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ ام فروہ کی پرہیزگاری اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور اس مخدرہ نے امام زین العابدینؑ سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے کہ جن میں سے ایک قول آپ کا یہ ہے۔ اس سے کہ اے ام فروہ میں ہر رات دن میں اپنے گناہگار شیعوں کے لئے سو مرتبہ دعا کرتا ہوں یعنی ان کے لئے استغفار اور ان کے گناہوں کی بخشش کا تقاضا کرتا ہوں۔ کیونکہ ہم ایسی چیز پر صبر کرتے ہیں کہ جسے جانتے ہیں اور وہ اس چیز پر صبر کرتے ہیں کہ جسے نہیں جانتے۔ مؤلف کہتا ہے کہ جناب ام فروہ اتنی مکرم اور محترم تھیں کہ جناب صادقؑ کو کبھی ابن المکرمۃ (مکرمہ خاتون کا بیٹا) سے تعبیر کیا جاتا۔ عبدالاعلیٰ روایت کرتا ہے کہ میں نے ام فروہ کو دیکھا کہ اس نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور اجنبی شکل میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی تاکہ کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ پس اس نے بائیں ہاتھ سے حجرالاسود کا استلام (مس) کیا ایک شخص نے جو وہاں تھا کہا اے کنیز خدا تو نے سنت و آداب میں خطا کی ہے کہ بائیں ہاتھ سے استلام کیا ہے۔ ام فروہ نے فرمایا انا لاغنیاء من علمک یعنی ضرورت نہیں کہ ہمیں سکھاؤ ہم تمہارے علم سے بے نیاز ہیں۔ فقیر کہتا ہے ظاہراً وہ شخص فقہاء عامہ میں سے ہوگا اور فقہ عامہ سے کس طرح بے نیاز نہ ہو وہ خاتون کہ جس کا شوہر باقر علوم اولین و آخرین ہو اور اس کے شوہر کا باپ زین العابدینؑ ہو اور اس کا اپنا بیٹا چشمہ علم معدن حکمت و یقین جعفر بن محمد الصادق الامین صلوات اللہ علیہم اجمعین ہو اور جس کا باپ ثقات و معتمدین علی بن الحسین علیہ السلام میں سے ہو اور سات فقہاء مدینہ میں سے ایک ہے جس نے علم کی گود میں تربیت اور فقہ کے گھرانے میں نشوونما حاصل کی ہے اور ام فروہ کی ایک بہن ہے جو ام حکیم کے نام سے مشہور ہے۔ اسحاق عریضی ابن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی زوجہ اور قاسم بن اسحاق کی والدہ جو مرد جلیل اور امیر یمن تھا اور وہ باپ ہے۔ داؤد بن قاسم کا جو ابو ہاشم جعفری بغدادی کے نام سے مشہور ہے اور اس کا ذکر حضرت ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں آئے گا۔

دوسری فصل

مختصر مناقب و مکارم اخلاق اور سیرت حمیدہ امام جعفر صادقؑ اور دوست و دشمن اور موافق و مخالف کا حضرت کے فضل کا اعتراف کرنا

أَنْتَ يَا جَعْفَرُ فَوْقَ الْمَدْحِ وَالْمَدْحُ عَنَاءٌ إِنَّمَا الْأَشْرَافُ أَرْضٌ وَلَهُمْ أَنْتَ سَمَاءٌ جَازَ حَدَّ الْمَدْحِ مَنْ قَدْ وَلَدَتْهُ الْأَنْبِيَاءُ

اے جعفر آپ مدح سے بلند ہیں اور مدح سخت ہے اشرف لوگ زمین ہیں اور آپ ان کے لیے آسمان ہیں۔ وہ شخص مدح کی حد سے تجاوز کر گیا جس کو انبیاء نے جنا ہے۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے باپ امام محمد باقرؑ کے خلیفہ اور وصی اور حضرت کے بعد امر امامت کے ساتھ قیام کرنے والے تھے اور اپنے تمام بھائیوں سے افضل اور زیادہ مبرز تھے اور ان کی قدر و منزلت بہت عظیم ہے اور جلالت شان عامہ و خاصہ کے نزدیک زیادہ تھی اس قدر لوگوں نے آنجناب سے علوم نقل کئے ہیں کہ تمام شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور اطراف دنیا کو گھیر لیا ہے اور علماء اہل بیتؑ میں سے کسی سے اتنے علوم نقل نہیں ہوئے کہ جتنے آپ سے نقل ہوئے ہیں اور ناقلین اخبار نے ان حضرات میں سے حضرت کی طرح احادیث نقل نہیں کیں اور اصحاب حدیث نے ثقات راویوں کو جمع کیا ہے کہ جنہوں نے حضرت سے روایت کی ہے باوجود اختلاف آراء و مقالات کے ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچی ہے اور اس قدر دلائل واضحہ آپ کی امامت پر ظاہر ہوئے ہیں کہ جنہوں نے دلوں کو روشن کیا ہے اور ان دلائل میں شبہات وارد کر کے طعن لگانے سے مخالفین کی زبانوں کو گنگ کر دیا ہے۔ انتہی

سید شبلنجی شافعی کہتا ہے کہ حضرت کے مناقب بہت زیادہ ہیں اس قدر کہ کوئی حساب کرنے والا ان تمام کا حساب نہیں کر سکتا اور مستوفی ہشیار دانا ان کے انواع و اقسام سے حیرت میں ہے اعیان ائمہ اہل سنت اور ان کے اعلام کی ایک جماعت نے آپ سے روایت کی ہے مثلاً یحییٰ بن سعید و ابن جریج مالک بن انس ثوری ابن عیینہ ابو ایوب سجستانی وغیرہ ابن قتیبہ نے کتاب ادب الکاتب میں کہا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کتاب جفر لکھی ہے اور اس میں وہ سب کچھ ہے کہ جس کے قیامت تک لوگ محتاج ہیں اور اسی جفر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو العلا معری نے اپنے اس قول میں لَقَدْ عَجِبُوا لِأَهْلِ الْبَيْتِ لَمَّا أَتَاهُمْ عِلْمُهُمْ فِي جِلْدِ جَفْرٍ ؛ وَمِرْآةُ الْمُنَجِّمِ وَهِيَ صُغْرَى تُرِيهِ كُلَّ عَامِرَةٍ وَقَفْرٍ۔ یعنی لوگوں نے تعجب کیا اہل بیتؑ سے جب کہ ان کے پاس اہل بیتؑ کا علم پوست آہو میں آیا جو کہ جفر ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ تمام علم چار مہینے کے بزغالہ کے پوست میں آ جائے پس ان کے استبعاد کو دور کرنے کے لیے کہتا ہے کہ آئینہ منجم جو کہ اسطرلاب ہے باوجود اس کے چھوٹے ہونے کے منجم کو آسمان و زمین اور آباد و غیر آباد جگہیں دکھاتا ہے۔ اور روایت ہوئی ہے کہ آپ کی ایک

مجلس درس عامہ و خاصہ کے لئے تھی اور لوگ اطراف عالم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے حلال وحرام تاویل قرآن اور فصل الخطاب کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور کوئی شخص آپ کی بارگاہ سے نہ نکلتا۔ مگر ایسے جواب کے ساتھ جو اس کے ہاں پسندیدہ ہوتا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ مجلس ظاہراً آپ کے لئے ایام حج میں ہوتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے علوم و حقائق نقل نہیں ہوئے جتنے آپ سے نقل ہوئے ہیں اور باوجودیکہ چار ہزار افراد نے حضرت سے روایت کی ہے اور بطون کتب آپ کے احادیث و علوم سے پر ہیں۔ پھر بھی ابھی تک آپ کے علوم کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ وہ قطرہ ہے کہ جو دریا سے لیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بعض علماء عامہ آپ کے شاگردوں خادموں اور پیروکاروں میں سے تھے اور آپ سے علوم حاصل کئے ہیں۔ مثلاً ابو حنیفہ۔ محمد بن حسن اور ابو یزید طیفور سقا نے حضرت کی خدمت اور سقایت کی ہے اور ابراہیم بن ادہم اور مالک بن دینار آپ کے غلاموں میں سے تھے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ یہاں چند احادیث سے برکت حاصل کی جائے۔

پہلی حدیث ابن شہر آشوب نے مسند ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے حسن بن زیاد کہتا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے یہ سوال ہوتے سنا کہ کس شخص کو تو نے دیکھا ہے کہ اس کی فقاہت تمام لوگوں سے زیادہ ہے کہنے لگا جعفرؑ بن محمدؑ جب منصور نے انہیں مدینہ سے بلوایا تو میرے پاس کسی کو بھیجا اور کہا کہ اے ابو حنیفہ لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے فریفتہ اور مفتون ہو رہے ہیں اس سے سوال کرنے کے لئے مشکل اور سخت مسئلے تیار کرو۔ پس میں نے ان کے لئے چالیس مسئلے تیار کئے تو منصور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور وہ اس وقت حیرہ میں تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ اس کی دائیں طرف بیٹھے ہیں۔ جب میری نگاہ آپ پر پڑی تو ایسی ہیبت آنجناب کی مجھ پر طاری ہوئی کہ منصور دوانیقی کی بھی مجھ پر اتنی ہیبت نہ تھی پس میں نے اس کو سلام کیا اس نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا تو منصور نے جناب صادقؑ سے کہا اے ابا عبداللہؑ یہ ابو حنیفہ ہے آپ نے فرمایا ہاں میں اسے پہچانتا ہوں پھر منصور نے میرا رُخ کیا اور کہنے لگا ابو عبداللہؑ سے اپنے سوالات کرو۔ پس میں سوال کرتا گیا اور آپ جواب دیتے رہے۔ اور فرماتے کہ تم لوگ اس مسئلہ میں یہ کہتے ہو اور اہل مدینہ یہ کہتے ہیں اور آپ کا اپنا فتویٰ کبھی ہمارے موافق ہوتا اور کبھی اہل مدینہ کے اور کبھی سب کے مخالف اور آپ نے ایک ایک مسئلہ کا جواب دیا یہاں تک کہ چالیس مسئلے ختم ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی جواب کے بغیر نہ چھوڑا اس وقت ابو حنیفہ نے کہا کہ جو شخص اختلاف اقوال کا زیادہ عالم ہو تو اس کا علم سب سے زیادہ اور اس کی فقاہت سب سے بیشتر ہے۔

دوسری حدیث۔ شیخ صدوق نے مالک بن انس فقیہ اہل مدینہ اور امام اہل سنت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پس آپ میرے لئے تکیہ لے آتے تاکہ میں اس پر تکیہ

کروں اور وہ میری عزت افزائی فرماتے اور فرماتے کہ اے مالک میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ پس میں اس سے خوش ہوتا اور اس پر خدا کی حمد و ثنا کرتا۔ اور یہ حالت تھی کہ آپ تین حالات میں سے کسی ایک سے فارغ نہ ہوتے یا روزہ دار ہوتے یا عبادت میں قیام رکھتے اور یا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے اور آپ بزرگان عباد اور اکابر زہاد میں سے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو خوف و خشیت خدا رکھتے ہیں اور آپ کثیر الحدیث خوش مجالست اور کثیر الفوائد تھے اور جب چاہتے کہ کہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ رسول اللہ نے فرمایا ہے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سبز اور کبھی زرد ہو جاتا اتنا بدلتا کہ آپ کو پہچاننے والا شخص نہ پہچان سکتا ایک سال آپ کے ساتھ ہم حج کے لئے گئے جب محل احرام میں آپ کا اونٹ رکا اور آپ نے چاہا کہ تلبیہ کہیں تو اس طرح آپ کی حالت منقلب اور دگرگوں ہوئی کہ جتنا آپ نے کوشش کی کہ تلبیہ کہیں آپ کی آواز حلق میں اٹک جاتی اور باہر نہ نکلتی اور قریب تھا کہ آپ اونٹ سے گر جائیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ تلبیہ کہیئے۔ اس کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں فرمایا اے ابو عامر کس طرح لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنے کی جرأت کروں۔ مجھے ڈر ہے کہ حق تعالیٰ فرمائے لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ۔ مؤلف کہتا ہے کہ خوب تأمل و غور کرو۔ حضرت صادق علیہ السلام کی حالت میں اور آپ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی تعظیم و توقیر کرنے میں کہ حضرت سے نقل حدیث کرنے اور آپ کا اسم شریف زبان پر لانے سے کس طرح آپ کی حالت متغیر ہوتی تھی حالانکہ وہ فرزند رسولؐ اور ان کے جسم کا ٹکڑا تھے پس یاد رکھو اس چیز کو اور انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ اسم مبارک حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ کا ذکر کرو اور آپ کے نام کے بعد آپ پر صلوات بھیجو اور اگر کسی جگہ آپ کا نام لکھو تو آپ کے نام کے بعد رمز و اشارہ کے بغیر صلوات لکھو اور بعض سعادت سے محروم لوگوں کی طرح رمز یا صلعم وغیرہ پر اکتفا نہ کرو بلکہ وضو و طہارت کے بغیر آپ کا نام نہ لو اور نہ لکھو اور ان تمام چیزوں کے باوجود پھر بھی حضرت سے معذرت چاہو کہ میں نے حضرت کی نسبت اپنے وظیفہ میں کوتاہی کی ہے اور زبان عجز و نیاز سے کہو ہزار بار بشویم دہان ز مشک و گلاب۔ ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی است۔ ابو ہرون مولیٰ آل جعدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں حضرت صادقؑ کا ہمنشین تھا پس میں چند دن آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوا اس کے بعد جو آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا اے ابو ہرون میں تجھے چند دن سے نہیں دیکھ رہا میں نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ فرمایا بارک اللہ لک فیہ اس کا کیا نام رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا محمد۔ حضرت نے جب نام محمد سنا تو اپنا چہرہ زمین کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے محمد محمد محمد یہاں تک کہ قریب تھا آپ کا چہرہ انور زمین سے جا لگے اس کے بعد فرمایا میری جان میرے ماں باپ اور تمام اہل زمین رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر قربان جائیں پھر فرمایا اس بچے کو گالی نہ دینا اور نہ مارنا پیٹنا اور اس سے کوئی برائی نہ کرنا اور جان لو کہ کوئی ایسا گھر نہیں کہ جس میں نام محمد ہو مگر یہ کہ روزانہ وہ گھر پاکیزہ اور تقدیس کیا جاتا ہے۔

تیسری حدیث کتاب توحید مفضل میں ہے۔ مفضل بن عمر مسجد رسولؐ میں تھا۔ اس نے سنا کہ ابن ابی العوجا اپنے کسی ساتھی کے ساتھ کفر آمیز کلمات کہنے میں مشغول ہے۔ مفضل برداشت نہ کر سکے اور اس سے چلا کر کہا اے دشمن خدا تو نے دین خدا میں الحاد کیا ہے اور باری تعالےٰ کا منکر ہوا ہے اور دیگر اس قسم کے کلمات کہے ابن ابی العوجا نے کہا اے شخص اگر تو اصحاب کلام میں سے ہے تو آ ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر اگر تو نے اثبات حجت کیا تو ہم تیری اتباع کریں گے اور اگر علم کلام سے بہرہ ور نہیں ہے تو ہمیں تجھ سے کوئی سروکار نہیں اور اگر تو جعفرؑ بن محمدؑ کے اصحاب میں سے ہے تو حضرت ہم سے اس طرح خطاب نہیں کرتے اور تیری طرح ہم سے مجادلہ نہیں کرتے۔ تحقیق انہوں نے اس سے زیادہ باتیں سنی ہیں کہ جو تو نے سنی ہیں لیکن کبھی بھی انہوں نے ہمیں گالی نہیں دی اور ہمارے جواب میں کبھی تعدی نہیں کی۔ بے شک وہ شخص حلیم باوقار عاقل محکم اور ثابت قدم ہے جو آپے سے باہر نہیں جاتا اور رفق و مدارات سے پاؤں نہیں نکالتا اور غضب اسے سبک و خفیف نہیں ہونے دیتا ہماری بات کو سنتا ہے اور ہماری پوری حجت و دلیل پر کان دھرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں کہہ لیتے ہیں اور جو حجت ہمارے پاس ہوتی ہے وہ لے آتے ہیں اس طرح کہ ہمیں گمان ہوتا ہے کہ ہم آپ پر غالب آگئے اور ان کی حجت کو توڑ دیا ہے اس وقت وہ گفتگو شروع کرتے ہیں۔ پس ہماری حجت و دلیل کو مختصر کلام سے باطل کر دیتے ہیں اور ہمارے عذر کو منقطع اور ہمیں اپنے جواب سے عاجز کر دیتے ہیں پس اگر تو ان کے اصحاب میں سے ہے تو ان کے خطاب کی طرح ہم سے خطاب کر۔

چوتھی حدیث۔ حضرت کا شقرانی کی حاجت برآری کرنا اور اسے موعظہ فرمانا۔ تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ حضرت صادقؑ کے مکارم اخلاق میں سے ہے وہ چیز کہ جسے زمخشری نے ربیع الابرار میں رسول خداؐ کے ایک آزاد کردہ غلام کی اولاد سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جن دنوں منصور نے لوگوں کو عطیئے و جائزے دینے شروع کئے میرا کوئی نہیں تھا جو منصور کے پاس میری شناخت کرتا اور میرے لئے جائزہ وصول کرتا۔ لہٰذا میں اس کے دروازے پر حیرت سے جا کر کھڑا ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ جعفرؑ بن محمدؑ نمودار ہوئے اور میں نے اپنی حاجت آپ سے بیان کی حضرت منصور کے ہاں گئے اور جب باہر آئے تو میرا عطیہ آپ کے ساتھ تھا۔ جسے اپنی آستین میں لئے ہوئے تھے پس آپ نے وہ عطیہ مجھے دیا اور فرمایا اچھائی جس شخص سے بھی ہو اچھی ہے لیکن وہ تجھ سے ہو تو زیادہ اچھی ہے۔ بسبب تیرے مقام و منزلت کے جو تجھے ہم سے ہے یعنی تیرا ہماری طرف منسوب ہونا کہ لوگ تجھے ہمارا آزاد کردہ سمجھتے ہیں۔ اور برائی اور بدی ہر شخص سے بری ہے لیکن تجھ سے زیادہ بری ہے بسبب تیرے مقام کے جو ہماری وجہ سے ہے۔ اور حضرت صادقؑ کی یہ فرمائش اس وجہ سے تھی کہ شقرانی شراب پیتا تھا اور یہ آپ کے مکارم اخلاق میں سے تھا کہ آپ نے اس کی تربیت کی اور اس کی احتیاج کو پورا کیا۔ اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اور اسے بطور تعریض و کنایہ وعظ و نصیحت فرمائی بغیر اس کے کہ اس کے عمل قبیح کی تصریح فرماتے وَهٰذَا مِنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِيَاءِ یہ انبیاء کے اخلاق میں سے ہے۔

پانچویں حدیث۔ اپنے لباسِ زینت کی پیوند لگے ہوئے لباس سے حفاظت کرنا۔ روایت ہے کہ ایک دن آپ کا ایک صحابی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ آپ نے ایک قمیص پہنی ہوئی ہے کہ جس کے گریبان میں پیوند لگا ہے اور اس شخص کی نظر مسلسل اس پیوند پر تھی۔ گویا حضرت کے اس لباس پہننے پر اسے تعجب ہو رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے کہ تو نے میرے اوپر نظر گاڑ دی ہے۔ کہنے لگا میری نگاہ اس پیوند پر ہے جو آپ کے کرتے کے گریبان میں ہے فرمایا یہ کتاب اٹھا کر پڑھو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کے سامنے یا آپ کے نزدیک ایک کتاب تھی۔ پس اس شخص نے اس میں دیکھا تو لکھا تھا کہ اس شخص میں ایمان نہیں جس میں شرم و حیا نہیں اور اس کا مال نہیں جس کی معاش میں تقدیر و اندازہ نہیں اور اس کے لئے نیا لباس نہیں جس کے پاس پرانا نہ ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے مواعظ اور کلمات حکمت آمیز کے ذیل میں حیا و تقدیر معاش کے سلسلہ میں گفتگو گذر چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

چھٹی حدیث۔ لڑکیوں کے باپ کو ان کی روزی کے غم و اندوہ کے متعلق تسلی دینا۔ شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت صادقؑ نے ایک اہل مجلس کے متعلق سوال کیا کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے پس حضرت اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے جا بیٹھے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ شخص قریب المرگ ہے اس سے فرمایا خدا کے متعلق حسن ظن رکھو وہ شخص کہنے لگا میرا گمان خدا کے متعلق تو اچھا ہے لیکن مجھے بیٹیوں کا غم و اندوہ ہے اور انہیں کے غم نے مجھے بیمار کیا ہے آپ نے فرمایا اَلَّذِیْ تَرْجُوْهُ لِتَضْعِیْفِ حَسَنَاتِكَ وَمَحْوِ سَیِّئَاتِكَ فَارْجُهُ لِاِصْلَاحِ بَنَاتِكَ۔ یعنی وہ خدا کہ جس سے تو نیکیوں کے کئی گنا ہونے اور گناہوں کے محو و نابود کرنے کی امید رکھتا ہے اس سے اپنی بیٹیوں کے اصلاح حال کی بھی امید رکھ کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ سے گذر کر اس کی شاخوں تک پہنچا تو ان شاخوں کے بعض میووں کو دیکھا کہ ان کے پستان لٹک رہے ہیں ان میں سے بعض سے دودھ اور بعض سے شہد اور بعض سے روغن اور بعض میں سے بہت سفید قسم کا آٹا اور بعض سے کپڑے اور بعض سے سدرہ کی (بیری کی) طرح کی کوئی چیز نکل رہی ہے اور یہ چیزیں نیچے زمین کی طرف جا رہی ہیں تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ چیزیں کہاں جا رہی ہیں اور میرے ساتھ جبرئیلؑ تھا کیونکہ میں اس کے مقام و مرتبہ سے آگے بڑھ چکا تھا۔ اور وہ میرے مقام سے ادھر رک گیا تھا۔ پس مجھے میرے پروردگار نے ندا کی میرے سر و باطن میں اے محمدؐ میں نے ان چیزوں کو اس جگہ سے اگایا جو کہ بلند ترین جگہ ہے تیری امت کے مومنین کی بیٹیوں اور بیٹوں کے لئے پس لڑکیوں کے باپوں سے کہہ دو کہ ان کا سینہ تنگی نہ کرے ان کے پاس کچھ نہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ جس طرح میں نے انہیں پیدا کیا ہے انہیں روزی بھی دوں گا (مؤلف نے یہاں چند فارسی کے اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں مترجم)

ساتویں حدیث۔ حضرت کے عفو و کرم کے متعلق مشکوٰۃ الانوار سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت صادق کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ کے فلاں چچازاد بھائی نے آپ کا نام لے کر بدگوئی اور آپ کو ناسزا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ آپ کے لئے وضو کا پانی لے آئے۔ پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت اس کے لئے بددعا کریں گے۔ پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے پروردگار یہ میرا حق تھا جو میں اسے بخشتا ہوں اور تیرا جود و کرم مجھ سے کہیں زیادہ ہے پس اسے بخش دے اور اس کی اس کے کردار کی وجہ سے گرفت نہ کر اور اس کے برے عمل کا بدلہ اسے نہ دے پھر آپ نے رقت کی اور مسلسل اس کے لئے دعا کرتے رہے اور میں آپ کی حالت پر تعجب کر رہا تھا۔

آٹھویں حدیث۔ بنی ساعدہ کے چھپر کے نیچے رہنے والے فقراء کے لئے رات کے وقت آپ کا کھانا (روٹیاں) لے جانا۔ شیخ صدوق نے معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ایک رات حضرت صادقؑ رات کے وقت گھر سے نکلے۔ بنی ساعدہ کا سائبان کہ گرمی کے دنوں میں جس میں وہ جمع ہوتے تھے اور رات کو فقراء و غرباء وہاں آکر سوتے تھے اور اس رات بارش ہو رہی تھی۔ میں بھی آپ کے پیچھے نکلا اور جا رہا تھا کہ اچانک حضرت کے ہاتھ سے کوئی چیز زمین پر گر پڑی۔ آنجناب نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ رُدَّهُ عَلَيْنَا خداوندا جو کچھ گرا ہے اسے میری طرف پلٹا دے۔ پس میں آپ کے قریب گیا اور سلام کیا فرمایا معلّٰی ہو میں نے عرض کیا لبیک آپ پر قربان جاؤں فرمایا زمین پر ہاتھ مارو اور جو کچھ ملے اسے جمع کر کے میرے سپرد کرو وہ کہتا ہے کہ میں نے زمین پر ہاتھ مارا میں نے دیکھا کہ روٹیاں زمین پر پڑی ہیں پس میں جمع کر کے حضرت کو دیتا تھا۔ اچانک میں نے روٹیوں کی ایک بوری دیکھی پس میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں آپ رہنے دیجئے میں انہیں اٹھا کر لے چلتا ہوں۔ فرمایا نہیں بلکہ میں ان کے اٹھانے کا زیادہ حق رکھتا ہوں لیکن میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چل۔ وہ کہتا ہے پس میں حضرت کے ساتھ بنی ساعدہ کے چھپر تک گیا تو میں نے وہاں فقراء و مساکین کا ایک گروہ دیکھا جو سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ایک روٹی یا دو روٹیاں ان کے لباس کے نیچے رکھتے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے آخری تک پہنچے اور اس کے بستر کے نیچے بھی روٹی رکھ دی اور ہم واپس آگئے۔ میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں یعنی شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر حق کو پہچانتے تو ہم سالن میں بھی ان سے مساوات کرتے اور ان کی روٹی پر نمک کا بھی اضافہ کرتے فقیر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ میں اس عبارت کا یوں معنی کیا ہے۔ فرمایا اگر حق کو پہچانتے تو ان سے نمک میں بھی مواسات کرتے یعنی جو کچھ ہمارے پاس ہے نمک تک انہیں شریک کرتے۔

نویں حدیث۔ حضرت کا مخفیانہ عطیہ۔ ابن شہر آشوب نے ابو جعفر خثعمی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے مجھے زر کی ایک ہمیانی دی اور فرمایا کہ یہ فلاں ہاشمی کو دینا اور یہ نہ بتانا کہ کس نے دی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ مال میں نے اس شخص کو دیا تو کہنے لگا خدا جزائے خیر دے اس شخص کو جس نے یہ مال میرے لئے بھیجا ہے اور وہ ہمیشہ مجھے بھیجتا ہے اور میں اس سے زندگی بسر کرتا ہوں لیکن جعفر صادق ایک درہم

بھی مجھے نہیں دیتے حالانکہ ان کے پاس بہت سا مال ہے۔

دسویں حدیث۔ آپ کی عطوفت و رحم و مہربانی۔ سفیان ثوری سے روایت ہے کہ ایک دن وہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کو متغیر دیکھا اس نے رنگ کے تبدیل ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے گھر میں منع کر رکھا ہے کہ کوئی چھت کے اوپر نہ جائے اس وقت میں گھر میں گیا تو میں نے اپنی ایک کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچے کی تربیت کرتی ہے کہ وہ بچے کو لے کر سیڑھیوں میں تھی۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ متحیر ہو کر کانپنے لگی اور بچہ اس کے ہاتھ سے زمین پر گر کر مر گیا اب میری حالت کا تغیر بچے کے مرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خوف کی وجہ سے ہے جو اس کنیز کو مجھ سے پیدا ہوا۔ باوجود اس کے آپ نے اس کنیز سے فرمایا تھا کہ میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا ہے تیرے لئے کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی مضائقہ۔

گیارہویں حدیث۔ آپ کا رکوع کو طول دینا۔ ثقۃ الاسلام نے کافی میں مسنداً ابان بن تغلب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں اس وقت گیا جب آپ نماز میں مشغول تھے پس میں نے آپ کے رکوع و سجود کی تسبیحات کو ساٹھ تسبیح تک شمار کیا۔

بارہویں حدیث۔ آپ کا روزہ کی حالت میں خوشبو لگانا۔ نیز اسی کتاب میں روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ روزہ رکھتے تو خوشبو استعمال کرتے اور فرماتے اَلطِّیْبُ تُحْفَۃُ الصَّائِمِ خوشبو روزہ دار کا تحفہ ہے۔

تیرہویں حدیث۔ آپ کا اپنے باغ میں کام کرنا۔ نیز اسی کتاب میں ابو عمرو شیبانی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کو دیکھا کہ بیلچہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور موٹا سا کرتا آپ نے پہن رکھا ہے اور اپنے باغ میں کام کر رہے ہیں اور پسینہ آپ کی پشت مبارک سے گر رہا ہے میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں بیلچہ مجھے دیجئے تاکہ میں آپ کی اعانت کروں۔ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ انسان طلب معاش میں سورج کی گرمی کی تکلیف برداشت کرے۔

چودھویں حدیث۔ حضرت کا مزدوروں کو کام سے فارغ ہوتے ہی مزدوری دینا۔ نیز شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم نے اجیر کیا کہ وہ حضرت صادقؑ کے باغ میں کام کریں اور ان کے عمل کا وقت عصر تک تھا جب وہ کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے غلام معتب سے فرمایا کہ اس گروہ کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری دو۔

پندرہویں حدیث۔ آپ کا اپنے جبلی دوست کے لئے جنت میں گھر خرید کرنا۔ قطب راوندی اور ابن شہر آشوب نے ہشام بن الحکم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جبل کے رئیسوں میں سے حضرت صادقؑ کا دوست تھا اور ہر سال وہ حضرت کی ملاقات کے لئے حج پر جاتا۔ جب مدینہ آتا تو حضرت اسے اپنے مکان پر ٹھہراتے اور زیادہ محبت و ارادت کی وجہ سے جو کہ اسے حضرت سے تھی وہ آپ کے ہاں زیادہ مدت تک ٹھہرتا یہاں تک کہ

ایک دفعہ وہ مدینہ میں آیا اور جب آپ سے رخصت ہو کر حج کے لئے جانے لگا تو اس نے دس ہزار درہم حضرت کو دیئے کہ آپ اس کے لئے ایک مکان خریدیں تا کہ جب بھی وہ مدینہ میں آئے تو آپ کے لئے باعث زحمت و تکلیف نہ ہو وہ شخص رقم حضرت کے سپرد کر کے حج کے لئے چلا گیا۔ جب حج سے واپس آیا اور آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوا تو عرض کیا کہ میرے لئے آپ نے مکان خریدا ہے فرمایا ہاں اور ایک کاغذ اسے دیا اور فرمایا، اس مکان کا قبالہ (رجسٹری) ہے اس شخص نے جب اس قبالہ کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ قبالہ ہے اس مکان کا جو خریدا ہے جعفر بن محمدؑ نے فلاں بن فلاں جبلی کے لئے اور وہ مکان فردوس بریں میں واقع ہے اور چار حدود سے محدود ہے پہلی حد رسول خداؐ کے گھر سے دوسری امیرالمومنینؑ تیسری امام حسنؑ اور چوتھی امام حسینؑ کے مکان سے جا ملتی ہے۔ جب اس شخص نے اس نوشتہ کو پڑھا تو عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں میں اس مکان پر راضی ہوں فرمایا میں نے مکان کی رقم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں تقسیم کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند عالم تجھ سے یہ قبول کرے گا اور اس کا عوض جنت میں عطا فرمائے گا۔ پس اس شخص نے وہ قبالہ لیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ جب اس شخص کی زندگی کے دن ختم ہوئے اور موت کی علامات اس پر ظاہر ہوئیں تو اس نے اپنے تمام اہل و عیال کو وقت وفات جمع کیا اور انہیں قسم دی اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو یہ نوشتہ میری قبر میں رکھ دینا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ دوسرے دن جب اس کی قبر پر گئے تو اس نوشتہ کو اس کی قبر کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا اور اس پر لکھا تھا کہ خدا کی قسم جعفر بن محمدؑ نے وفا کی اس چیز میں جو میرے لئے کہی اور لکھی تھی۔

سولہویں حدیث۔ حضرت کا ابو بصیر کے ہمسایہ کے لئے جنت کا ضامن ہونا۔ ابن شہر آشوب نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ میرا ایک ہمسایہ ظالم بادشاہ کے معاونین میں سے تھا اور بہت مال اس کے ہاتھ لگا تھا۔ اور اس نے گانے والی کنیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور ہمیشہ مجلس لہو و لعب اور عیش و طرب آراستہ کئے ہوئے شراب پیتا تھا اور گانے والیاں اس کے لئے گاتی تھیں اور اس کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے میں ہمیشہ ان منکرات اور قبیح چیزوں کے سننے کی بنا پر اذیت و تکلیف میں تھا لہذا میں نے کئی دفعہ اس سے شکایت کی لیکن وہ نہ رکا بالآخر اس سلسلہ میں میں نے اس سے بہت اصرار کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ اے شخص میں ایک مبتلا اور شیطان و ہوس کا قیدی ہوں اور تو اس ابتلاء سے صحیح و سالم ہے پس اگر میرا حال تو اپنے صاحب کی خدمت میں پیش کرے یعنی حضرت صادقؑ کی تو امید ہے کہ خدا مجھے نفس و خواہش کی قید سے نجات دیدے ابو بصیر کہتا ہے کہ اس کی بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں خاموش رہا یہاں تک کہ کوفہ سے مدینہ گیا جب خدمت امام علیہ السلام سے مشرف ہوا تو اپنے ہمسایہ کی حالت ان سے بیان کی آپ نے فرمایا جب تو کوفہ واپس جائے گا تو وہ شخص تجھے دیکھنے کے لئے آئے گا اس سے کہنا کہ جعفر بن محمدؑ کہتے ہیں کہ تو ان منکرات الٰہی کو ترک کر دے کہ جنہیں بجا لاتا ہے تا کہ میں خدا کی طرف سے تیری جنت کا ضامن بنوں۔ پس جب میں کوفہ واپس گیا تو لوگ مجھے دیکھنے کے لئے آئے

اور وہ شخص بھی آیا جب وہ جانے لگا تو میں نے اسے روک لیا۔ یہاں تک کہ جب آنے والوں سے میرا مکان خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا اے شخص میں نے تیری کیفیت جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو میرا سلام کہنا اور یہ بتانا کہ وہ اپنی موجودہ حالت کو ترک کرے اور میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں وہ شخص یہ کلمات سن کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا جعفر بن محمدؑ نے یہ فرمایا میں نے قسم کھائی کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے وہ کہنے لگا میرے لئے بس یہی کافی ہے یہ کہہ کر وہ چلا گیا پھر چند دنوں کے بعد اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ دروازے کے پیچھے برہنہ ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے ابوبصیر میرے گھر میں جو مال و اسباب تھا وہ میں نے نکال دیا ہے اب میں برہنہ اور عریاں ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو جب میں نے اس کی حالت یہ دیکھی تو اپنے برادران دینی کے پاس گیا اور اس کے لئے لباس اکٹھا کر کے اسے پہنایا چند دن نہیں گذرے تھے کہ اس نے پھر مجھے بلوا بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور مجھے مل جاؤ۔ چنانچہ میں روزانہ اس کے پاس آتا جاتا اور اس کا علاج و معالجہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔ میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ جان کنی میں مبتلا تھا۔ اچانک اسے غشی طاری ہوئی جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا اے ابوبصیر تیرے صاحب جعفر بن محمدؑ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا تھا اسے پورا کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے دنیا کو الوداع کہا اس کے مرنے کے بعد جب میں سفرِ حج کے لئے گیا اور مدینہ پہنچا تو میں نے چاہا کہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دروازے پر اجازت چاہی اور میں اندر داخل ہوا۔ جب مکان کے اندر داخل ہونے لگا تو ایک پاؤں میرا دالان میں اور دوسرا مکان کے صحن میں تھا کہ حضرت نے کمرے کے اندر سے مجھے آواز دی۔ اے ابوبصیر ہم نے تیرے ساتھی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے کہ جس کا میں ضامن ہوا تھا۔

سترہویں حدیث۔ حضرت کے حلم کے بارے میں ہے۔ شیخ کلینی نے حفص بن ابی عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے ایک غلام کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا جب اس کے آنے میں کافی دیر ہو گئی تو حضرت اس کے پیچھے گئے تاکہ اسے دیکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ حضرت نے اسے سویا ہوا پایا۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے پنکھے کی ہوا دینے لگے۔ جب وہ بیدار ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا اے فلاں خدا کی قسم تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تو رات اور دن کو سوئے تیرے لئے رات ہے اور ہمارے لئے تیرا دن ہے۔

تیسری فصل

امام جعفر صادقؑ کے کچھ حکمت آمیز کلمات مواعظ اور نصائح

پہلا ارشاد آپ نے حمران بن اعین سے فرمایا اے حمران تم اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے تونگری اور توانائی میں پست تر ہو اور اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے بالاتر ہو پس اگر میرے اس قول کے مطابق عمل کرو گے تو زیادہ قناعت کرنے والے ہو جاؤ گے۔ اس چیز پر جو تمہاری قسمت و روزی میں ہے اور یہ زیادہ سزاوار ہے اس کے مقابلے میں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے زیادتی کے مستحق ہو جاؤ اور جان لو کہ تھوڑا سا دائمی عمل جو یقین کے ساتھ ہو خدا کے نزدیک اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو بغیر یقین کے ہو اور جان لو کوئی ورع و پرہیزگاری زیادہ نفع بخش نہیں ہے محرمات الٰہی سے اجتناب کرنے مومنین کو اذیت نہ دینے اور ان کی غیبت چھوڑ دینے سے اور کوئی زندگی حسن خلق سے زیادہ خوشگوار نہیں اور تھوڑی اور قدر کفایت چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں اور کوئی جہالت عجب اور خود پسندی سے زیادہ مضر نہیں۔

دوسرا ارشاد حضرت نے فرمایا اگر تم سے ہو سکے کہ اپنے مکان سے باہر نہ نکلو تو باہر نہ جاؤ کیونکہ باہر جانے کی صورت میں اپنی حفاظت کرنی تم پر لازم ہے اور یہ کہ غیبت نہ کرو اور جھوٹ نہ بولو اور حسد نہ کرو اور ریا و تصنع اور منافقت نہ کرو اور لوگوں کے درمیان رہ کر ان گناہوں سے بچنا مشکل ہے لیکن اگر انسان اپنے گھر میں رہے اور باہر نہ نکلے۔ تو ان چیزوں کے شر سے محفوظ ہے پس فرمایا بہترین صومعہ (عبادت خانہ) مرد مسلمان کے لئے اس کا گھر ہے کہ جس میں وہ اپنی آنکھ زبان نفس اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت نے اس فرمائش میں اعتزال اور لوگوں سے کنارہ کشی اور خدا سے انس کی طرف ترغیب دی ہے اور اعتزال کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ کچھ اس کی مدح میں ہیں اور کچھ اس سے کراہت کے متعلق ہیں اور شاید اوقات و اشخاص کے لحاظ سے اختلاف ہو اور ہم یہاں دونوں قسم کی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ جو اعتزال کی مدح میں وارد ہوئی ہیں۔ علاوہ اس روایت کے جو ذکر ہو چکی ہے وہ روایات ہیں کہ جنہیں شیخ احمد بن فہد نے کتاب تحصین میں عزلت و خمول اور گوشہ نشینی کے متعلق بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت ابن مسعود سے کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جس میں کسی صاحب دین کا دین صحیح و سالم نہیں رہے گا مگر وہ جو ایک پہاڑ کی چوٹی کی طرف اور ایک بل سے دوسرے بل کی طرف بھاگے مثل لومڑی کے اپنے بچوں کے ساتھ یعنی جس طرح لومڑی اس خوف سے کہ کہیں بھیڑیا اس کے بچوں کو نہ کھا جائے اپنے بچوں کو دانتوں

سے پکڑے ایک بل سے دوسرے بل کی طرف بھاگتی ہے تاکہ اس کے بچے محفوظ رہ جائیں اسی طرح صاحب دین بھی لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کرکے اپنے دین کی حفاظت کرے لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ کیسا زمانہ ہوگا۔ فرمایا جب روزی و معیشت خدا کی نافرمانیوں کے بغیر نہ ملے تو اس وقت بغیر شادی کے رہنا حلال ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ آپ نے تو ہمیں شادی کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا ہاں لیکن اس زمانہ میں انسان کی ہلاکت ماں باپ کے ہاتھوں ہوگی اور اگر ماں باپ نہ ہوئے تو پھر اس کی ہلاکت بیوی اور بچوں کے ہاتھوں ہوگی۔ اور اگر بیوی اولاد بھی نہ ہوئی تو عزیز و رشتہ داروں اور ہمسایوں کے ہاتھوں ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا ان کے ہاتھوں کس طرح ہلاکت ہوگی فرمایا وہ اسے تنگیٔ معاش پر سرزنش کریں گے اور وہ اسے آمادہ کریں گے ان چیزوں پر کہ جن کی وہ طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ یہاں تک کہ اسے موارد ہلاکت میں وارد کریں گے۔ شیخ بہائی کی اربعین میں ہے روایت ہوئی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ ہم کس کی ہمنشینی اختیار کریں فرمایا اس شخص کے پاس بیٹھو کہ جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے اور اس کا کلام تمہارے علم کو زیادہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلائے۔ شیخ بہائی نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ اس حدیث میں مجالست سے مراد وہ چیز ہے جو الفت میل جول اور مصاحبت پر مشتمل ہے اور اس حدیث میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص ان صفات کا مالک نہ ہو اس کے پاس بیٹھنا اور اس سے میل جول رکھنا مناسب نہیں ہے چہ جائیکہ جو ان کی اضداد کا حامل ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر لوگ ہیں۔ پس خوشحال ہے وہ شخص کہ خدا جسے ان لوگوں سے دوری اور کنارہ کشی کی توفیق عنایت فرمائے اور جو ان سے وحشت کرے اور خداوند عالم سے انس رکھے بے شک ان سے میل جول رکھنا دل کو مار دیتا اور دین کو خراب کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ایسی کیفیات نفس میں پیدا ہو جاتی ہیں جو مہلک ہیں اور انسان کو خسران تک پہنچا دیتی ہیں۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ لوگوں سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو معروف کرخی نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اپنی جان پہچان والے اور شناسائی کرنے والے کم کردے۔ عرض کیا مزید کچھ فرمایئے[1]۔

حکایت ہوئی ہے کہ کسی راہب سے یوں کہا گیا اے راہب وہ کہنے لگا میں راہب نہیں ہوں۔ راہب تو وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور خدا کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثنا کرے اور اس کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرے اور ہمیشہ خدا کی طرف جائے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور باقی رہا میں تو میں ایک کاٹنے والا کتا ہوں اپنے آپ کو اس عبادت خانہ میں قید کر رکھا ہے تاکہ لوگوں کو اذیت نہ پہنچا سکوں اور وہ میرے شر سے محفوظ رہیں اور م زاہد سے منقول ہے کہ میں نے بیت المقدس کے دروازہ پر ایک راہب کو دیکھا مثل والہ کے یعنی اس شخص کی طرح جو غم و اندوہ سے بیخود ہو جائے یا جو عشق سے سرگشتہ ہو میں نے اس سے کہا کہ مجھے وصیت کرو۔ کہنے لگا

---

[1] (یہاں مؤلف نے کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں جو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔ مترجم)

دنیا میں اس شخص کی طرح رہو کہ جسے درندوں نے گھیر رکھا ہو۔ پس وہ خائف اور ترساں ہے اسے ڈر ہے کہ غافل ہوا تو وہ مجھے چیر پھاڑ کھائیں گے یا اگر وہ کھیل کود میں پڑا تو دانتوں سے اسے کاٹیں گے پس اس کی رات خوف و خطر میں گذرتی ہے۔ درآنحالیکہ مغرور شدہ لوگ مامون ہیں اور اس کا دن حزن و اندوہ میں بسر ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں ناچیز اور بے کار لوگ فرخناک اور خوشحال ہیں یہ کہہ کے چل دیا میں نے کہا کچھ مزید کہو کہنے لگا پیاسہ انسان تھوڑے پانی پر قناعت کرتا ہے۔ ایک راہب سے کہا گیا کہ گوشہ نشینی پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ کہنے لگا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ میرا دین چھین لیا جائے اور میں ملتفت نہ ہوں[1]۔

سفیان ثوری نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے آپ نے فرمایا یَا سُفْیَانُ فَسَدَ الزَّمَانُ وَتَغَیَّرَ الْاِخْوَانُ اے سفیان زمانہ خراب اور بھائی بدل گئے ہیں پس میں نے گوشہ نشینی کو دل کے لئے زیادہ باعث سکون سمجھا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وفا گذرے ہوئے دن کی طرح جا چکی ہے اور لوگ دھوکے باز اور زیرک و چالاک ہیں آپس میں مودت و صفا کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہیں۔ باقی رہیں وہ روایات جو گوشہ نشینی کے ناپسند ہونے کے متعلق وارد ہیں تو وہ بہت زیادہ ہیں اور ہم یہاں اکتفا کرتے ہیں ان پر جو علامہ مجلسی نے عین الحیٰوۃ میں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عام مخلوق سے اس امت میں گوشہ نشینی اختیار کرنا ممدوح نہیں جیسا کہ بہت سی احادیث مومن بھائیوں کی زیارت اور ان کی ملاقات کرنے اور ان کے بیماروں کی عیادت کرنے اور محتاجوں کی اعانت کرنے اور ان میں سے مرجانے والوں کی تشیع جنازہ کرنے اور ان کی حاجات پوری کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی نیز اجماع اور احادیث متواترہ کی بنا پر جاہل کے لئے مسائل ضروریہ کی تحصیل واجب اور عالم پر ہدایت مخلوق اور امر بمعروف اور نہی عن منکر بھی واجب ہے اور یہ امور بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص ہے جس نے مذہب شیعہ کو سمجھ لیا ہے اور اپنا اعتقاد بھی درست کر لیا ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ گیا ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلتا اور نہ اپنے بھائیوں کے ساتھ آشنائی پیدا کرتا ہے حضرت نے فرمایا یہ شخص اپنے مسائل کیسے سیکھے گا اور سند معتبر کے ساتھ حضرت سے روایت ہوئی ہے کہ ہم پر لازم ہے مساجد میں نماز پڑھنا اور لوگوں کے ساتھ اچھی مجاورت اور ہمسائیگی کرنا اور ان کے جنازہ میں شریک ہونا بے شک لوگوں سے معاشرت کے بغیر چارہ کار نہیں انسان جب تک زندہ ہے لوگوں سے بے پرواہ نہیں اور سب لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کرے اور مسلمانوں کے امور میں اہتمام نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں اور جو شخص سنے کہ کوئی استغاثہ کر رہا ہے اور مسلمانوں سے تعاون و اعانت طلب کر رہا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے

[1] مؤلف نے یہاں اشعار فارسی لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم،

اور آنحضرت سے پوچھا گیا کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے فرمایا وہ شخص کہ جس کا نفع مسلمانوں کو زیادہ پہنچے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی زیارت فی سبیل اللہ کرے تو خداوند عالم ستر ہزار فرشتے موکل کرتا ہے جو اسے ندا دیتے ہیں خوشا حال تیرے اور گوارا ہو جنت تیرے لئے اور سند معتبر کے ساتھ خیثمہ سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت سے رخصت ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے خیثمہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے جسے دیکھو اسے میرا سلام کہنا اور انہیں میری طرف سے وصیت کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کی اور یہ کہ اغنیاء شیعہ فقراء کو نفع پہنچائیں اور صاحبان قوت ضعفاء کی اعانت کریں اور زندہ مردوں کے جنازہ میں حاضر ہوں اور ایک دوسرے سے ان کے گھروں میں جا کر ملاقات کریں۔ بے شک ان کا ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا امر تشیع کے احیاء و زندگی کا باعث ہے۔ خدا رحم کرے اس بندہ پر جو ہمارے مذہب کو زندہ رکھے۔ حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہو اور ایک دوسرے کے ساتھ خدا کے لئے دوستی اور مہربانی کرو اور ایک دوسرے پر رحم کرو اور ایک دوسرے سے ملاقات کرو اور امر دین میں مذاکرہ کرو اور مذہب حق کا احیاء کرو اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ برادر مومن کی حاجت میں کوشش کرنا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ہزار غلام آزاد کروں اور ہزار افراد کو زین و لگام چڑھے گھوڑوں پر سوار کر کے جہاد فی سبیل اللہ پر بھیجوں۔

جان لو کہ ان امور میں سے ہر ایک کے متعلق احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں اور ظاہر ہے کہ گوشہ نشینی ان فضائل سے محرومی کا سبب ہے اور بعض روایات جو گوشہ نشینی کے متعلق ہیں اس سے مراد برے لوگوں سے کنارہ کشی ہے جب کہ ان سے معاشرت ان کی ہدایت کا سبب نہ ہو اور وہ اس شخص کو دینی ضرر پہنچائیں ورنہ اچھے لوگوں سے معاشرت اور گمراہوں کی ہدایت انبیاء کا شیوہ اور افضل عبادات میں سے ہے بلکہ وہ گوشہ نشینی جو ممدوح ہے وہ لوگوں کے درمیان رہ کر بھی میسر ہے اور وہ معاشرت جو مذموم ہے وہ خلوت بھی ہے کیونکہ مخلوق سے معاشرت کی خرابی تو دنیا کی طرف مائل ہونا اور اہل دنیا کے اخلاق کو اپنانا اور اہل باطل کی معاشرت میں زندگی تباہ کرنا اور ان کی مصاحبت میں رہنا ہے اور اکثر اوقات جو شخص مخلوق سے الگ رہتا ہے تو شیطان اس کے تمام حواس کو عزت و جاہ دنیا کی تحصیل کی طرف متوجہ رکھتا ہے وہ کتنا ہی اہل دنیا سے دور ہو لیکن دلی طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے اخلاق کو اپنے نفس میں تقویت دیتا ہے اور کتنے زیادہ ایسے اشخاص ہیں جو اہل دنیا کی مجالس میں موجود ہوتے ہیں لیکن وہ ان کے اطوار و کردار سے بہت مکدر اور تکلیف میں ہوتے ہیں اور وہ معاشرت ان کے لئے زیادہ آگاہی اور دنیا سے نفرت کا سبب بنتی ہے اور ان کی معاشرت کے ضمن میں چونکہ اس کا مقصد خدا ہوتا ہے ان کی ہدایت کرنے یا دوسرے اغراض صحیحہ کی وجہ سے تو وہ ثوابہائے عظیم حاصل کرتا ہے جیسا کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کیا کہنے اس خاموش و گمنام بندہ کے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کو پہچانتا ہو۔

اور ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہو۔ لیکن اعمال میں دلی طور پر ان کے ساتھ نہ ہو پس وہ اسے ظاہر کی بنا پر پہچانیں اور وہ انہیں باطنی طور پر پہچانتا ہو۔ لہذا عزلت اور گوشہ نشینی سے مطلوب یہ ہے کہ گوشہ نشین کا دل مخلوق کے ناشائستہ اطوار سے الگ ہو اور ان پر تمام امور میں اعتماد نہ رکھتا ہو اور ہمیشہ خدا پر توکل رکھے ان کے فوائد سے نفع اٹھائے اور ان کے مفاسد سے بچے ورنہ لوگوں سے چھپ کے رہنا۔ انسان کے لئے بیکار ہے بلکہ بہت سی صفات مذمومہ کو زیادہ قوی کرتا ہے۔ مثلاً عجب و ریا وغیرہ۔

تیسرا ارشاد ۔ آپ نے فرمایا جب بلاء پر بلاء وارد ہو تو اس بلا سے عافیت حاصل ہو گی فقیر کہتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان آپ کے جد امجد حضرت امیرالمومنینؑ کے کلام سے مشابہ ہے آپ نے فرمایا سختی و شدت کے ختم ہونے کے وقت کشائش ہے اور بلاء و مصیبت کے حلقوں کے تنگ ہونے کے وقت آسائش ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے دشواری کے ساتھ آسانی ہے (پھر فرماتا ہے) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ شدائد و نکبات زمانہ کے لئے انتہا ہے اور اس سے چارہ نہیں کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچیں پس جب کوئی مصیبت کسی پر تم میں سے حکم ہو جائے تو وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکالے اور صبر کرے تاکہ وہ مصیبت گذر جائے اور اس مصیبت کے نازل ہوتے وقت حیلہ و تدبیر کرنا اس کے مکروہ و ناپسند ہونے کو زیادہ کرتا ہے۔

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت   ایں شام صبح گردد و ایں شب سحر شود

چوتھا ارشاد ۔ فرمایا جب دنیا کسی قوم کا رخ کرتی ہے تو انہیں دوسرے لوگوں کی خوبیوں کے لباس پہنا دیتی ہے اور جب کسی قوم سے پشت پھیرتی ہے تو ان کی اپنی خوبیاں بھی ان سے چھین لیتی ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ کلام آپ کا آپ کے جد امجد امیرالمومنینؑ کے کلام کے مشابہ ہے آپ نے فرمایا جب دنیا کسی کی طرف رخ کرتی ہے تو اسے عاریۃً اس کے غیر کی نیکیاں دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیرتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آل برامکہ کا بخت و طالع ان کے مساعد تھا تو رشید جعفر بن یحیٰی برمکی کے لئے قسم کھاتا تھا کہ وہ قس بن ساعدہ سے زیادہ فصیح اور عامر بن طفیل سے زیادہ شجاع اور عبدالحمید سے زیادہ خوشنویس اور عمر بن خطاب سے زیادہ سیاست دان ہے اور مصعب بن عمیر سے زیادہ خوبصورت ہے (حالانکہ جعفر خوبصورت نہیں تھا) اور حجاج سے بہ نسبت عبدالملک کے زیادہ خیر خواہ ہے اور عبداللہ بن جعفرؓ سے زیادہ سخی ہے اور یوسف بن یعقوبؑ سے زیادہ پاکدامن ہے اور جب ان کا طالع سرنگوں ہوا تو ان تمام چیزوں کا انکار کر دیا یہاں تک کہ ان اوصاف کا جو واقعاً جعفر میں تھے اور کوئی ان کا منکر نہیں تھا۔ مثلاً عقلمندی، ہوشیاری اور سخاوت خلاصہ یہ کہ لوگ ابنائے دنیا ہیں اور مال و متاع دنیا کے طلب گار ہیں۔ پس جس کے پاس وہ ہوتی ہے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کے کمالات و محاسن کو بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ ان کے عیوب انہیں نظر ہی نہیں آتے کیونکہ عین الرضا کل عیب کلیۃ رضا و رغبت کی آنکھ ہر عیب سے

نقل ماندی ہے پس دنیا پرست لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے شاعر کہتا ہے۔

دوستند آنکہ رازمانہ نواخت   دشمنند آنکہ رازمانہ فسگند

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں لوگ دنیا کے بیٹے ہیں اور کوئی شخص اپنی ذات کی محبت میں قابلِ ملامت نہیں۔

پانچواں ارشاد - آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ سے وصیت کی خواہش کی کہ مہیا اور تیار کرو سفرِ آخرت کا سامان اور اپنا توشہ آگے بھیج دے اور اپنا وصی خود بن جا اور اپنے علاوہ کسی سے نہ کہہ کہ وہ تیرے لئے کوئی چیز بھیجے جو تجھے درکار ہے[1]

شیخ ابوالفتوح رازی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ جب امیرالمومنینؑ صدیقہ طاہرہ کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبرستان میں گئے اور فرمایا تم پر سلام ہو اے قبروں کے رہنے والو تمہارے مال تقسیم ہو گئے ہیں۔ تمہارے مکانوں میں دوسرے لوگ سکونت پذیر ہو چکے ہیں۔ تمہاری عورتوں نے دوسرے شوہر کر لئے ہیں۔ یہ خبر تو ہمارے پاس ہے۔ تمہارے ہاں کی خبر کیا ہے۔ ہاتف نے آواز دی جو کچھ ہم نے کھا لیا وہ نفع میں ہے اور جو کچھ آگے بھیجا تھا وہ پا لیا ہے۔ اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے وہ خسارہ کیا ہے[2]

چھٹا ارشاد - عبداللہ بن جندب کو وصیت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اے جندب کے بیٹے رات کو تھوڑا سویا کرو اور دن کو باتیں کم کرو جسم میں آنکھ اور زبان سے زیادہ ناشکرا کوئی عضو نہیں ہے جناب سلیمان کی والدہ نے جناب سلیمان سے کہا تھا اے بیٹا سونے سے بچو یعنی زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ یہ تمہیں محتاج بنا دے گا اس دن جس دن لوگ اپنے اعمال کے محتاج ہوں گے اور حضرت نے فرمایا کہ اس پر قناعت کرو جو خدا نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے۔ اور اس چیز کی طرف نہ دیکھو جو تمہارے پاس نہیں اور اس چیز کی خواہش نہ کرو کہ جس تک تم نہیں پہنچ سکتے ہو کیونکہ جس نے قناعت کی وہ سیر ہوا اور جو قناعت نہیں کرتا وہ سیر نہیں ہوتا اور آخرت میں سے اپنا حصہ لے لو اور غنیٰ اور تونگری کے وقت تکبر اور ناشکری نہ کرو اور فقر و فاقہ کے وقت جزع و فزع واضطراب و بے تابی نہ کرو اور تند مزاج اور بدخو نہ ہو کہ لوگ تمہارے نزدیک جانے کو ناپسند کریں اور سستی نہ کرو کہ تمہیں حقیر و ذلیل سمجھیں وہ شخص جو تمہیں پہچانتا ہے اور اس سے مخاصمہ اور جھگڑا نہ کرو جو تم سے اونچا ہے اور استہزاء اور تمسخر نہ اڑاسکا جو تم سے پست ہے اور اس کے امر و فرمان میں نزاع نہ کرو جو اس کا اہل ہے اور بے وقوف اور بے عقلوں کی اطاعت نہ کرو اور خوار و ذلیل نہ ہو کہ ہر شخص تمہیں اپنے ماتحت سمجھے اور کسی کی کفایت پر اعتماد نہ کرو اور ہر کام کے وقت رک جاؤ۔ جب تک اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ تمہیں معلوم نہ ہو اس سے پہلے کہ تم اس کام میں داخل ہو اور پھر پشیمان ہو مؤلف کہتا ہے کہ آخری فقرے کے مضمون کو شیخ نظامی نے نظم کیا ہے۔

در سر کارے کہ درآئی نخست   رخنہ بیرون شدنش کن درست

تا نکنی جائے قدم استوار   پائے منہ در طلب ہیچ کار

---

[1] (کچھ اشعار ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم)
[2] (یہاں بھی کچھ اشعار ہیں (مترجم۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے درخواست کی کہ آپ اسے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب کسی کام کے اقدام کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کے انجام میں غور و تامل کرو پس اگر وہ باعث رشد و صلاح ہے تو اقدام کرو اور اگر اس میں گمراہی و ضلالت ہے تو اس پر اقدام نہ کرو۔ نیز روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے کچھ توقف کیا پھر اسے جواب دیا یہودی نے پوچھا آپ نے توقف کیوں کیا تھا اس چیز میں جسے آپ جانتے تھے فرمایا حکمت کی توقیر و بزرگی کی وجہ سے۔

ساتواں ارشاد۔ آپ نے فرمایا تامل میں سلامتی ہے اور جلد بازی میں ذلت و خواری اور جو کسی کام کو اس کے وقت پر شروع نہ کرے تو وہ اپنے آخر کو غیر وقت میں پہنچے گا۔

آٹھواں ارشاد۔ فرمایا ہم دوست رکھتے ہیں اس شخص کو جو عقل مند، با فہم، فقیہ، حلیم، مدارات کرنے والا، صبر کرنے والا، زیادہ سچ بولنے والا اور وعدہ وفا کرنے والا ہو۔ بے شک خداوند عالم نے انبیاء کو مکارم اخلاق کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ پس جو ان کا حامل ہو وہ خدا کی حمد و ثنا کرے اور جو ان کا مالک نہیں وہ بارگاہ خدا میں تضرع و زاری کرے اور ان کا سوال کرے۔ لوگوں نے عرض کیا وہ کون سے ہیں فرمایا ورع، قناعت، صبر و شکر، علم و حیا، سخاوت و شجاعت، غیرت، سچ بولنا، نیکی و احسان کرنا، ادائے امانت، یقین، خوش خلقی اور مروت۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت سے سوال کیا گیا کہ مروت کیا چیز ہے فرمایا مروت یہ ہے کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے کہ جہاں سے اس نے روکا ہے اور وہاں سے مفقود نہ پائے کہ جہاں کا تجھے حکم دیا ہے جان لو کہ ان اخلاق شریفہ میں ورع سب سے پہلے بیان ہوئی ہے شاید یہ کہا جاسکے کہ اس کا مرتبہ سب سے بلند ہے کیونکہ ورع کہ جس کا معنی محرمات و منہیات بلکہ بعض مباحات کو چھوڑنا ہے۔ وہ بہت بلند مرتبہ اور بہت عالی درجہ ہے کہ آسانی سے ہر شخص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا اکثر مقامات پر حضرت صادقؑ نے اپنے شیعوں کو ورع کی وصیت فرمائی ہے۔ روایت ہوئی ہے کہ عمرو بن سعید ثقفی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ہمیشہ آپ سے ملاقات کیا کرتا ہوں پس آپ مجھ سے کچھ فرمائیے کہ جس پر میں عمل کروں فرمایا کہ میں تقویٰ، ورع اور اجتہاد (یعنی عبادت میں کوشش کرنا) کی تجھے وصیت کرتا ہوں اور جان لے کہ اس اجتہاد میں کوئی فائدہ نہیں جس میں ورع نہ ہو۔ روایت ہے کہ آپ ابوالصباح سے کہا کرتے تھے کہ تم میں کتنے کم افراد ہیں جو جعفر صادقؑ کا اتباع کرتے ہیں یاد رکھو میرے اصحاب میں سے نہیں مگر وہ شخص کہ جس کا ورع سخت اور عظیم ہو اور وہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کے لئے عبادت کرے اور اس سے ثواب اور اجر کی امید رکھتا ہو۔ ایسے لوگ ہی میرے اصحاب ہیں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا۔ لوگوں میں صاحب ورع کون ہے فرمایا جو شخص ان چیزوں سے پرہیز کرے کہ جنہیں خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ نیز حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا زیادہ باورع وہ شخص ہے جو شبہ والی چیز کے پاس رک جائے نیز حضرت سے روی ہے کہ آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے باورع ہونا اور محرمات و شبہات کو ترک کرنا اور بے شک ورع ایسا دین ہے کہ ہم ہمیشہ اس

کے پابند رہیں گے اور خدا کی اس کے ساتھ عبادت کرتے رہیں گے اور اپنے موالیوں اور شیعوں سے اسی کا ارادہ رکھتے ہیں پس ہمیں اپنی شفاعت کے سلسلہ میں سختی میں نہ ڈالنا یہ کہ تم محرمات کے مرتکب ہو جاؤ اور ہمارے لئے تمہاری شفاعت کرنا دشوار ہو جائے اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ جعفرؑ کا شیعہ نہیں مگر جو شخص اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو حرام سے پاک رکھے اور عبادت میں سخت کوشش کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کے لئے کام کرے اور اس کے ثواب کی امید اور عذاب کا خوف رکھتا ہو پس اگر ایسے گروہ کو دیکھو تو وہ میرے شیعہ ہیں۔

نیز روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ورع کے زیادہ سزاوار اور لائق آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعہ ہیں اس لحاظ سے کہ رعیت ان کی اقتداء کرے۔ صفوان بن یحیی جو کہ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے ان کی زیادہ ورع کے سلسلہ میں منقول ہے کہ مکہ میں ان کے ہمسایہ نے انہیں دو دینار دیئے تاکہ وہ کوفہ لے جائیں کہنے لگے میں نے سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور کرایہ طے کرتے وقت یہ دو دینار میرے اسباب کے جزء نہ تھے پس اس سے مہلت چاہی اور جا کر اونٹ والے سے اس کی اجازت لی اور اسی واقعہ کے قریب مولانا مقدس اردبیلی سے بھی منقول ہے کہ جس کا تذکرہ صفوان بن یحیی صحابی حضرت رضاؑ کے حالات کے ضمن میں آئے گا اور دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے شام میں ایک قلم کسی سے عاریۃً لیا پس اتفاقاً اسے سفر پر جانا پڑا جب انطاکیہ میں پہنچا تو اسے یاد آیا کہ عاریۃً لیا ہوا قلم اس کے پاس رہ گیا ہے۔ پس وہ پیدل شام کی طرف واپس گیا اور صاحب قلم کو قلم دے کر واپس آیا۔ شیخ بہائیؒ نے اپنے کشکول میں ذکر کیا ہے کہ لوٹ مار کے گوسفند کوفہ کے گوسفندوں میں مل جل گئے تو ایک صاحب ورع نے جو کوفہ کے عابدوں میں سے تھا۔ سات سال تک گوسفند کا گوشت کھانے سے اجتناب کیا۔ چونکہ اس نے (اہل خبرہ سے) پوچھا تھا کہ گوسفند کتنی مدت تک زندہ رہتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ سات سال اور ہمارے شیخ نے کلمہ طیبہ میں نقل کیا ہے کہ سید ابن طاؤس ہر اس طعام کے کھانے میں احتیاط کرتے تھے جو غیر خدا کے لئے ترتیب دیا جائے۔ بسبب آیت نہی کے اس جانور کے کھانے سے جو نام خدا کے علاوہ ذبح کیا جائے۔ شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ سے سوال ہوا کہ ثبات ایمان کا باعث کون سی چیز ہے تو فرمایا کہ ورع عرض کیا گیا کہ زوال ایمان کا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ طمع۔

نواں ارشاد کہ انسان جزع و فزع کرتا ہے تھوڑی سی ذلت کی وجہ سے پس یہ جزع و فزع اور بے صبری اسے بڑی ذلت میں داخل کرتی ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ فرمائش آپ نے مرازم سے اس رات فرمائی۔ جب منصور نے آپ کو اجازت دی کہ آپ حیرہ سے مدینہ چلے جائیں اور آپ وہاں سے اپنے غلام مصادف اور مرازم کے ساتھ (جو آپ کا صحابی تھا) روانہ ہوئے جب آپ نگہبانوں کے پاس پہنچے تو ان میں ایک باج گیر تھا وہ حضرت سے معترض ہوا اور کہنے لگا میں آپ کو نہیں جانے دوں گا۔ آپ نے اچھی گفتگو اور اصرار کے ساتھ اس سے خواہش کی کہ نہیں جانے دو لیکن اس شخص نے انکار کیا اور وہ جانے نہیں دیتا تھا۔ مصادف نے عرض کیا آپ پر قربان

جاؤں یہ کتا آپ کو تکلیف دے رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ آپ کو پلٹا دے اور آپ منصور کی بلا میں پھر مبتلا ہوں آپ اجازت دیں تاکہ میں اور مرازم اس کو قتل کر کے اسے نہر میں پھینک کر چلے جائیں آپ نے فرمایا اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو۔ پس آپ مسلسل اس شخص سے چلے جانے کی اجازت کے سلسلہ میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا۔ اس وقت اس شخص نے اجازت دی اور حضرت تشریف لے گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے مرازم وہ چیز جو تم کہتے تھے کہ اس شخص کو قتل کر دیں وہ بہتر تھی یا یہ پھر آپ نے وہ کلام کیا جو گذر چکا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ نرمی اور مدارات کرنی اس شخص کے ساتھ اور اس کا ہمیں روکے رکھنا تھوڑی سی ذلت تھی۔ لیکن اس کو قتل کرنا سبب بنتا کہ ہم اس کے تدارک کے لئے بڑی قسم کی ذلتوں سے دوچار ہوتے انتہی۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ عزتِ غضب عذر خواہی کی ذلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دسواں ارشاد فرمایا ابلیس لعین کا لشکر عورتوں اور غضب سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ جناب یحییٰ نبی علیہ السلام اور ابلیس کی گفتگو میں ہے کہ حضرت نے اس ملعون سے پوچھا کہ کون سی چیز تیرے سرور اور آنکھوں کی روشنی کا زیادہ سبب بنتی ہے۔ کہنے لگا عورتیں چونکہ یہ میرے جال اور فریب ہیں جب نیک لوگوں کی نفرین اور لعنتیں مجھ پر جمع ہو جاتی ہیں تو میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے اپنا دل بہلاتا ہوں اور اہل سنت کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے جناب یحییٰ سے کہا کہ کوئی چیز عورتوں کی طرح میری کمر کو مضبوط نہیں کرتی اور میری آنکھوں کو روشن نہیں کرتی یہ میرے جال ہیں اور ایسا تیر کہ جو خطا نہیں کرتا میرا باپ ان پر قربان جائے اگر وہ نہ ہوتیں تو میں پست ترین آدمی کو بھی گمراہ نہ کر سکتا میری آنکھ ان سے روشن ہے ان کی وجہ سے میں اپنے مقصد کو پہنچتا ہوں اور ان کے سبب سے میں لوگوں کو ہلاکتوں میں ڈالتا ہوں اور اس قسم کے کلمات عورتوں کے متعلق بہت کہتا ہے یہاں تک کہ عرض کرتا ہے وہ میری سردار ہیں اور ان کی جگہ میری گردن کے اوپر ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ میں ان کی آرزوؤں کو پورا کروں۔ پس جس وقت وہ عورت کسی چیز کی خواہش کرے جو میرا جال ہے تو میں اس کی خواہش اور حاجت کے پیچھے جاتا ہوں کیونکہ وہ میری امید میری قوت اور میری سند میرا محل اعتماد اور میری فریاد رس ہیں۔

چوتھی فصل

امام جعفر صادقؑ کے چند معجزات کا ذکر

پہلا معجزہ۔ حضرت کا علم غیب پر مطلع ہونا۔ شیخ طوسی نے داؤد بن کثیر رقی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اچانک آپ نے ابتدأً اپنی طرف سے فرمایا اے داؤد بتحقیق جمعرات کے دن تیرے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے پس تیرے اعمال میں سے تیرا صلہ رحمی اور احسان کرنا اپنے فلاں چچا زاد بھائی کے ساتھ میں نے دیکھا تو اس چیز نے مجھے خوش کیا اور تیرا صلہ رحمی کرنا سبب ہوا کہ اس کی عمر ختم ہو گئی۔ داؤد کہتا ہے کہ میرا چچا زاد بھائی معاند اور دشمن اہل بیتؑ اور مرد خبیث تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال بری حالت میں ہیں پس میں نے اس کے نفقہ اور اخراجات کے لیے ایک برأت لکھی اور اس کے پاس بھیج دی مکہ کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اور میں جب مدینہ میں پہنچا تو امام جعفر صادقؑ نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی۔

دوسرا معجزہ۔ حضرت کا ابو بصیر کو علامت امام کی نشاندہی کرنا۔ کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے منقول ہے ابو بصیر کہتا ہے کہ میں ایک دن اپنے مولا حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو حضرت نے فرمایا اے ابو محمد آیا اپنے امام کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں قسم ہے اس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ ہی میرے امام ہیں اور میں نے اپنا ہاتھ حضرت کے زانو یا ران پر رکھا فرمایا سچ کہتے ہو اپنے امام کو تم پہچانتے ہو۔ پس اس کے دامن کو تھامے رہو اور اس سے متمسک رہو۔ میں نے عرض کیا آپ مجھے امام کی علامت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ معرفت کے بعد علامت کس لئے چاہتے ہو میں نے عرض کیا تاکہ میرا ایمان اور یقین زیادہ ہو فرمایا اے ابو محمد جب تم کوفہ میں واپس جاؤ گے تو تم دیکھو گے کہ تمہارا ایک بیٹا عیسیٰ نامی پیدا ہو چکا ہے۔ اس کے بعد تمہارا ایک بیٹا محمد نامی پیدا ہو گا۔ اور ان دو بیٹوں کے بعد تمہاری دو بیٹیاں پیدا ہوں گی۔ اور جان لو کہ تمہارے ان دونوں بیٹوں کے نام ہمارے پاس صحیفہ جامعہ میں کہ جس میں ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے ماں باپ واجداد و انساب کے نام اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوگا کے نام لکھے ہیں پس آپ نے ایک صحیفہ نکالا کہ جس کا رنگ زرد تھا اور وہ لپٹا ہوا تھا۔

تیسرا معجزہ۔ آپ کا ایک عورت کے متعلق خبر دینا کہ تین دن کے بعد مر جائے گی۔ ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے حسین بن ابی العلاء سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کے پاس تھا کہ ایک شخص آپ کے ایک غلام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کی بدخلقی کی شکایت کی حضرت نے فرمایا اس عورت کو میرے پاس لے آؤ جب وہ عورت آئی تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ تیرے شوہر میں کون سا عیب ہے

اس عورت نے اپنے شوہر کو نفرین کرنی اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسی حالت پر رہی تو تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی۔ وہ کہنے لگی مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ کبھی بھی اسے دیکھوں۔ حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ تیرے اور اس کے درمیان صرف تین ہی دن ہیں۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیری بیوی کا کیا ہوا وہ کہنے لگا خدا کی قسم ابھی اسے دفن کر کے آرہا ہوں۔ میں نے پوچھا اس عورت کی کیا حالت تھی۔ فرمایا وہ عورت تعدی اور تجاوز کرنے والی تھی۔ خداوند عالم نے اس کی عمر ختم کر دی اور اس کے شوہر کو اس سے راحت و آرام دیا۔

چوتھا معجزہ۔ حضرت کا داؤد کے بھائی کو پیاسہ مرنے سے نجات دینا۔ ابن شہر آشوب نے داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے دو بھائی کوفہ سے مزار کے ارادہ سے نکلے راستہ میں ان میں سے ایک کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ وہ برداشت نہ کرسکا اور گدھے سے گر گیا دوسرا بھائی اس کی حالت دیکھ کر متحیر و سرگرداں ہوا پس وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور نماز پڑھ کر اس نے خدا اور محمد مصطفیٰؐ اور امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام میں سے ایک ایک کو پکارا یہاں تک کہ اپنے امام زمانہ امام جعفر صادقؑ تک پہنچا۔ پس مسلسل پکارتا رہا اور حضرت سے التجا کی اچانک دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے اور کہتا ہے۔ اے شخص تیرا کیا معاملہ ہے۔ پس اس نے اپنی حالت بیان کی اس شخص نے لکڑی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور کہا کہ اسے اپنے بھائی کے دونوں لبوں کے درمیان رکھ دو۔ جب وہ لکڑی اس نے اپنے بھائی کے لبوں کے درمیان رکھی تو اس کا بھائی ہوش میں آگیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں وہ اٹھ بیٹھا اور اس کی پیاس جاتی رہی۔ پس قبر کی زیارت کے لئے گئے اور جب کوفہ واپس گئے تو جس بھائی نے دعا کی تھی مدینہ پہنچا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ تمہارے بھائی کا کیا حال ہے اور وہ لکڑی کہاں ہے عرض کیا میرے آقا جب میں نے اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھا تو میرا غم و الم اس کے لئے بہت سخت ہوا جب خدا نے اس کی روح پلٹا دی تو زیادہ خوشی کی وجہ سے مجھے لکڑی کا خیال نہیں رہا اور اس سے غفلت کی اور اسے بھول گیا۔ حضرت نے فرمایا جب تو اپنے بھائی کے غم میں تھا تو میرے بھائی حضرت خضرؑ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے ہاتھ پر درخت طوبیٰ کی ایک لکڑی تیری طرف بھیجی پھر آپ نے اپنے خادم کی طرف رخ کیا اور فرمایا وہ گٹھڑی لے آؤ۔ جب وہ ایک گٹھڑی لے آیا تو آپ نے وہ کھولی اور اس سے ایک لکڑی نکالی جو بعینہ وہی تھی اور وہ اسے دکھائی اس نے پہچان لی پھر حضرت نے اسے دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

پانچواں معجزہ۔ شیر کا آپ کے لئے ذلیل و مطیع ہونا۔ نیز ابن شہر آشوب نے ابو حازم عبد الغفار بن حسن سے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن ادھم کوفہ میں آیا اور میں اس کے ساتھ تھا اور یہ منصور کا زمانہ تھا اتفاقاً انہیں دنوں جناب جعفر بن محمد علوی کوفہ میں وارد ہوئے اور جب کوفہ سے باہر مدینہ کی طرف جانے کے لئے نکلے تو علماء اور اہل فضل

کوفہ تک آپ کی مشایعت کی اور آپ کی مشایعت کرنے والوں میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادھم بھی تھا اور جو لوگ مشایعت کے لئے آئے تھے وہ حضرت کے آگے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں سرراہ شیر نظر آیا۔ ابراہیم بن ادہم نے اس گروہ سے کہا جعفرؑ بن محمدؑ علیہ السلام کے آنے تک رک جاؤ تاکہ دیکھیں کہ وہ حضرت اس شیر سے کیا کرتے ہیں۔ جب حضرت آئے تو شیر کا معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیر کی طرف بڑھے اور اس کے قریب جا کر اس کا کان پکڑ کر راستہ سے دور کر دیا اس وقت اس گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اگر لوگ خدا کی اطاعت کرتے جو کہ حق اطاعت ہے تو اپنے سامان شیر پر بار کرتے فقیر کہتا ہے کہ ظاہراً آپ کی اس فرمائش میں تعریض ہے ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری کی طرف۔

چھٹا معجزہ۔ حضرت کی وجہ سے آگ کا ہارون مکی کو نہ جلانا۔ نیز روایت کی ہے مامون رقی سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ سہل بن حسن خراسانی وارد ہوا اور حضرت کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا اے فرزند رسول آپ کے لئے ہے۔ رأفت و رحمت اور آپ اہل بیتؑ امامت ہیں کیا مانع اور رکاوٹ ہے آپ کے لئے کہ آپ اپنا حق چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ حالانکہ آپ کے پاس ایک لاکھ شیعہ موجود ہیں جو آپ کے سامنے تلوار چلائیں گے۔ آپ نے فرمایا اے خراسانی بیٹھ جا رعی اللہ حقک خدا تیرے حق کی حفاظت کرے پھر فرمایا: اے حنیفہ تنور گرم کرو۔ پس اس کنیز نے تنور گرم کیا جو آگ کی طرح سرخ ہو گیا اور اس کے اوپر والا حصہ سفید ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو اے خراسانی اور تنور میں جا کر بیٹھ جا۔ مرد خراسانی کہنے لگا اے میرے آقا اے فرزند رسولؐ مجھے آگ کا عذاب نہ دیں اور مجھ سے درگذر کیجئے۔ خدا آپ سے درگذر کرے فرمایا تجھے معاف کیا پس اسی حالت میں ہارون مکی وارد ہوئے۔ انہوں نے اپنا جوتا انگشت شہادت میں پکڑا ہوا تھا عرض کیا السلام علیک یا بن رسول اللہؐ حضرت نے فرمایا کہ جوتا ہاتھ سے پھینک کر اس تنور میں جا بیٹھو۔ راوی کہتا ہے کہ ہارون نے جوتا پھینک دیا اور تنور میں جا بیٹھا اور حضرت نے اس مرد خراسانی کی طرف رُخ کیا اور اس سے خراسان کی باتیں کرنے لگے اس شخص کی طرح کہ جس نے وہ علاقہ دیکھا ہوا ہو پھر فرمایا اٹھو اے خراسانی اور تنور کے اندر دیکھو وہ کہتا ہے میں کھڑا ہوا اور تنور میں دیکھا کہ ہارون چوکڑی مار کر بیٹھا ہوا ہے اس وقت وہ تنور سے نکلا اور آ کر ہم کو سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا خراسان میں اس جیسے کتنے افراد ہیں وہ کہنے لگا خدا کی قسم ایک بھی نہیں ہے فرمایا ہم ایسے زمانہ میں خروج نہیں کریں گے کہ جس میں پانچ افراد بھی ہمارے مددگار تجھے نظر نہ آئیں ہم خروج کے وقت کو بہتر جانتے ہیں۔

ساتواں معجزہ آپ کا امور عظیمہ کے متعلق خبر دینا۔ بحار میں مجالس مفید سے سنداً سدیر صیرفی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابا عبداللہ صادقؑ کے پاس تھا اور آپ کی خدمت میں اہل کوفہ کا ایک گروہ موجود تھا تو آپ نے فرمایا حج کر لو اس سے پہلے کہ حج نہ کر سکو اس سے پہلے کہ بر جانبہ مانع ہو۔ علامہ مجلسی نے اس کا معنی کیا ہے کہ

حج کرو اس سے پہلے کہ راستے خطرناک ہو جائیں اور راستوں میں سفر کرنا ممکن نہ ہو گویا علامہ کے نزدیک یہ دو لفظ ہیں البرجانیہ یعنی بیابان اور اس کے اطراف لیکن بعض اہل تحقیق نے نقل کیا ہے۔ برجانیہ برطانیہ کا معرب ہے۔ یعنی حج کرو اس سے پہلے کہ عراق کی وہ مسجد خراب ہو جو درخت خرمہ اور نہروں کے درمیان ہے اور حج کرو اس سے پہلے کہ زورا میں بیری کا درخت کاٹ دیا جائے جو اس کھجور کے درخت کی جڑوں کے اوپر ہے کہ جس سے حضرت مریم نے تازہ کھجوریں توڑی تھیں۔ پس جب یہ امور واقع ہوں گے تو تم حج کرنے سے روک دیئے جاؤ گے اور پھل کم ہو جائیں گے اور تمام شہروں میں قحط سالی پیدا ہوگی اور مبتلا ہو گے۔ نرخوں کی گرانی اور بادشاہ کے ظلم و ستم کے ساتھ اور تمہارے درمیان ظلم و ستم یا بلاء و دبار اور بھوک عام ہوگی اور تمام دنیا سے فتنے تمہارا رخ کریں گے۔ پس وائے اور ہلاکت ہے تمہارے لئے اے اہل عراق جب تمہاری طرف جھنڈے اور علم خراسان کی طرف سے آئیں گے۔ اور وائے ہے اہل رے کے لئے ترک کی طرف سے اور وائے ہے اہل عراق کے لئے اہل رے کی طرف سے اور وائے ہے ان پر ثط کی طرف سے۔ سدیر کہتا ہے میں نے عرض کیا اے مولا ثط کون ہے فرمایا ایک قوم ہے کہ جس کے کان چوہوں کی طرح چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کے لباس لوہے کے ہیں ان کی گفتگو شیاطین جیسی ہے ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ وہ کھوے اور بالوں کے بغیر ہیں۔ خدا سے پناہ مانگو ان کے شر سے یہ لوگ ہیں کہ جن کے ہاتھوں دین کی کشائش ہوگی اور یہ ہمارے امر امامت کا بنیں گے اس لحاظ سے کہ یہ ہمارے ظہور کا پیش خیمہ ہوں گے۔

آٹھواں معجزہ۔ حضرت کے لئے بیابان میں پانی کا ظاہر ہونا۔ بحار میں نوادر علی بن اسباط سے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن طیال سے محمد بن معروف ہلالی سے روایت کی ہے۔ جو کافی معمر لوگوں میں سے تھا اور اس کی عمر ایک سو اٹھائیس سال ہوئی ہے وہ کہتا ہے میں سفاح کے زمانہ میں مقام حیرہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد اتنے جمع ہیں کہ آپ تک پہنچنا ممکن نہیں میں تین دن برابر گیا لیکن کسی طرح بھی اپنے آپ کو آپ تک نہ پہنچا سکا۔ لوگوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے جب چوتھا دن ہوا اور لوگوں کی کچھ بھیڑ کم ہوئی تو حضرت نے مجھے دیکھ کر قریب بلایا۔ پس آپ حضرت امیرالمومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے چل پڑے میں بھی آنجناب کے ساتھ چلا جب کچھ راستہ چلے تو آپ کو پیشاب کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی پس آپ سڑک سے ایک طرف ہٹ گئے اور اپنے ہاتھ سے ریت ہٹائی تو آپ کے لئے پانی ظاہر ہوا کہ جس سے آپ نے نماز کے لئے وضو کیا پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی اور آپ کی دعا یہ تھی اللھم لا تجعلنی ممن تقدم فمرق ولا ممن تخلف فمحق واجعلنی من النمط الاوسط پس آپ چلنے لگے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا فرمایا اے لڑکے دریا کا کوئی ہمسایہ نہیں ہے اور بادشاہ کا کوئی دوست نہیں اور عافیت کی کوئی قیمت نہیں۔ کتنے اشخاص آسودہ اور راحت میں ہیں اور وہ جانتے نہیں پھر فرمایا پانچ چیزوں سے تمسک رکھو مقدم کرو استخارہ اور طلب خیر کو اور سہولت سے تبرک حاصل کرو اور اپنے آپ کو علم و بردباری کے ساتھ زینت دو اور جھوٹ بولنے

سے دور رہو اور پیمانہ اور ترازو پورا دو پھر فرمایا بھاگ جاؤ جب عرب اپنے سر سے رسی نکال دے اور بے مہار ہو جائے اور بار نظیفہ روک دے اور حج کا راستہ منقطع ہو جائے اس وقت فرمایا کہ حج کرو اس سے پہلے کہ نہ کر سکو اور اشارہ کیا آپ نے قبلہ کی طرف اپنے انگوٹھے کے ساتھ فرمایا اس طرف ستر ہزار یا اس سے زیادہ افراد قتل کئے جائیں گے الخ مؤلف کہتا ہے کہ جن پانچ چیزوں سے تمسک کا حکم دیا ہے حضرت نے فقیہ آداب تجارت وکسب میں سے ہیں اور امیرالمومنینؑ روزانہ اہل کوفہ کو ان کے ساتھ اور چند دیگر امور کا حکم دیتے تھے جیسا کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے جابر سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمومنینؑ تمہارے پاس کوفہ میں رہتے تھے اور آپ روزانہ دن کے ابتدائی وقت میں دارالامارہ سے نکلتے اور کوفہ کے ایک ایک بازار میں گردش کرتے اور تازیانہ آپ کے کندھے پر ہوتا کہ جس کے دو سرے تھے اور اسے سبیبہ کہتے تھے پس ہر بازار کے سرے پر کھڑے ہو کر پکارتے تھے کہ اے گروہ تجار ڈرو عذاب خدا سے جب لوگ آپ کی آواز سنتے تو جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتا اسے پھینک دیتے اور اپنے دل کو آپ کی طرف متوجہ کرتے اور کان لگاتے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں آپ فرماتے کہ طلب خیر کو مقدم رکھو اور خوش معاملگی کے ساتھ برکت حاصل کرو اور خریداروں کے قریب ہو جاؤ یعنی جنس کی زیادہ قیمت نہ بتاؤ جو مشتری کی کہی ہوئی قیمت سے دور ہو اور اپنے آپ کو بردباری سے مزین کرو اور قسم کھانے سے بچو یعنی اگرچہ سچی قسم ہو اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو اور ظلم وستم سے دور رہو اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو اس معنی میں کہ اگر کسی کو خسارہ ہو اور وہ سودا لوٹانا چاہے تو واپس لو اور معاملہ ختم کر دو اور سود کے قریب نہ جاؤ اس معنی میں کہ ہر اس معاملہ سے بچو کہ جس میں سود کا احتمال ہو اور پورا دو پیمانہ اور ترازو اور لوگوں کا حق کم نہ دو۔ اور زمین میں فساد نہ کرو پس آپ کوفہ کے سب بازاروں میں گردش کرتے اور اس کے بعد واپس آ کر لوگوں کے فیصلوں کے لئے آ بیٹھتے۔

نواں معجزہ ۔آپ کا بہت سا سونا زمین سے نکالنا۔ شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا ہمارے پاس ہیں زمین کے خزانے اور ان کی چابیاں اور اگر میں چاہوں تو اپنے دو پاؤں میں سے کسی کی طرف اشارہ کروں کہ اے زمین نکال دے۔ وہ سونا جو تجھ میں ہے تو وہ نکال پھینکے پھر اس کے بعد آپ نے اپنے ایک پاؤں سے اشارہ کیا اس طرح کہ آپ نے زمین پر پاؤں کھینچا جس طرح کہ کھینچا جاتا ہے تو زمین پھٹ گئی اور آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کر کے اس میں سے عمدہ قسم کا سونا نکالا جو ایک بالشت کے برابر تھا۔ اس کے بعد فرمایا غور سے زمین کے شگاف میں دیکھو ہم نے دیکھا تو عمدہ قسم کا بہت سونا تھا اور اس کے ٹکڑے ایک دوسرے پر تھے اور وہ چمک رہے تھے۔ پس آپ سے اس جماعت میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں یہ سب کچھ خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور باوجود اس کے شیعہ محتاج و نادار ہیں فرمایا بے شک خداوند عالم ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کر دے گا۔ اور انہیں جنات نعیم میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمن کو نار جحیم میں داخل کرے گا۔

دسواں معجزہ ۔ آپ کا پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہونا۔ نیز صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے اور اس نے جعفر بن محمد بن اشعث سے اس نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اس امر میں کس وجہ سے داخل ہوئے۔ یعنی تشیع و ولایت اہل بیتؑ میں اور امامؑ کی معرفت پیدا کی حالانکہ ہمارے سلسلہ میں تشیع کا کوئی ذکر ہی نہ تھا اور نہ معرفت کی کوئی چیز جو کہ فضائل اہل بیت علیہم السلام میں سے دوسرے لوگوں کے پاس ہے میں نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے جعفر نے کہا کہ ابو جعفر دوانقی نے میرے باپ محمد بن اشعث سے کہا کہ اے محمد میرے لئے کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو صاحب عقل ہو اور میرا ایک کام بجالائے میرے باپ نے کہا کہ میں نے اس کام کے لئے ایک شخص فلاں بن مہاجر اپنے ماموں کو مناسب سمجھا ہے۔ دوانقی کہنے لگا اسے لے آؤ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ماموں کو اس کے پاس لے آیا۔ ابو جعفر نے اس سے کہا اے مہاجر کے بیٹے یہ مال لے کر مدینہ جاؤ اور اسے عبداللہ بن حسن اور اس کے خاندان والوں کے پاس لے جاؤ کہ جن میں جعفر بن محمدؑ بھی ہیں پس ان سے کہو کہ میں ایک مسافر ہوں۔ اہل خراسان میں سے ایک جماعت ہے۔ جنہوں نے یہ مال آپ کے پاس بھیجا ہے اور ہر ایک کو ان شرط کے ساتھ مال دے دو یعنی بشرطیکہ خلوت میں ہو اور خروج کا ارادہ نہ رکھتا ہو تاکہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون شخص ارادہ خروج رکھتا ہے پس جب مال لے لیں تو ان سے کہو کہ میں تو قاصد ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس آپ کے خطوط ہونے چاہئیں کہ یہ مال آپ نے مجھ سے وصول کیا ہے۔ پس میرے ماموں نے وہ مال لیا اور مدینہ چلا گیا۔ جب وہ مدینہ سے پھر کر ابو جعفر دوانقی کے پاس آیا اور محمد بن اشعث بھی ان کے پاس تھا ابو جعفر دوانقی نے کہا کیا خبر لے کر آئے ہو۔ وہ کہنے لگا میں ان لوگوں کے پاس گیا اور یہ خطوط ہیں ان کی وصولی مال کے متعلق سوائے جعفر بن محمدؑ کے کیونکہ میں ان کے پاس گیا تو وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا کہ مجھے انتظار کرنا چاہیئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوں گے تو ان سے وہ کچھ کہوں گا جو ان کے ساتھیوں سے کہا تھا۔ پس آپ نے جلدی سے نماز ختم کی اور میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے فلاں خدا سے ڈرو اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو دھوکہ نہ دو کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گذرا ہے کہ ان لوگوں نے بنی مروان کی حکومت کے ظلم سے چھٹکارا حاصل کیا ہے اور وہ سب محتاج ہیں مراد یہ تھی کہ مال لینے میں مضطر اور معذور ہیں اور یہ خروج کا ارادہ نہیں رکھتے میں نے کہا اصلحک اللہ یہ دھوکہ دینا اور فریب دینا کون سا ہے۔ پس آپ نے اپنا سر میرے قریب کیا تاکہ کوئی سننے نہ پائے اور مجھے وہ سب کچھ بتایا جو میرے اور آپ کے درمیان واقعہ گذرا تھا گویا وہ ہماری اس نشست میں موجود تھے کہ جس میں آپ نے مجھے ہدایات دیں اور وہ ہم میں تیسرے شخص تھے۔ ابو جعفر دوانقی کہنے لگا اے مہاجر کے بیٹے اہل بیت نبوتؐ میں کوئی نہ کوئی شخص محدث ہے یعنی جس سے ملائکہ باتیں کرتے ہیں اور ہمارے اس زمانہ کا محدث جعفر بن محمدؑ ہیں راوی خبر جعفر بن محمد بن اشعث کہتا ہے کہ یہ دلیل اور معجزہ سبب بنا کہ ہم تشیع کے قائل ہوئے۔

گیارہواں معجزہ ۔ حضرت کا مردہ گائے کو زندہ کرنا خدا کے اذن سے کتاب خرائج میں ہے کہ مفضل بن عمر سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم حضرت صادقؑ کے ساتھ مکہ میں جا رہے تھے یا منیٰ میں کہا کہ ہم ایک عورت کے قریب

سے گذرے کہ جس کے سامنے ایک گائے مری پڑی تھی۔ درانحالیکہ وہ عورت اور اس کے بچے رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا تمہارا معاملہ کیا ہے وہ عورت کہنے لگی کہ میں اور میرے بچے اس گائے سے روزی کھاتے تھے اور وہ مر گئی ہے اور میں حیران ہوں کہ اب کیا کروں آپ نے فرمایا تو پسند کرتی ہے کہ خداوند عالم اس کو زندہ کر دے وہ کہنے لگی تم ہم سے مزاح اور تمسخر کرتے ہو فرمایا ایسا نہیں میں مزاح نہیں کر رہا پھر آپ نے دعا پڑھی اور اپنے پاؤں سے گائے کو ٹھوکر لگائی اور اس کو آواز دی وہ گائے زندہ ہو کر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ وہ عورت کہنے لگی رب کعبہ کی قسم یہ عیسیٰ ہے۔ حضرت نے اپنے آپ کو ازدہام مردم میں داخل کیا تاکہ پہچانے نہ جائیں۔

بارہواں معجزہ آپ کا جانوروں کی زبان جاننا۔ نیز اسی کتاب میں ہے صفوان بن یحییٰ نے جابر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں حضرت صادقؑ کے پاس تھا اور ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک شخص بکری کے بچے کو اٹھا کر ذبح کرنا چاہتا ہے جب اس بکری کے بچے کی نگاہ آپ پر پڑی تو وہ چلایا۔ حضرت نے اس شخص سے فرمایا اس بکری کے بچے کی کتنی قیمت ہے اس نے کہا کہ چار درہم حضرت نے اپنی تھیلی سے چار درہم نکال کر اسے دیئے۔ اور فرمایا اس بکری کے بچے کو اپنے لئے چھوڑ دو پس وہاں سے آگے گئے تو اچانک دیکھا کہ ایک شاہین تیتر کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ وہ اسے شکار کرے وہ تیتر چلایا۔ حضرت صادقؑ نے شاہین کو اشارہ کیا اپنی آستین کے ساتھ پس وہ شاہین تیتر کا شکار چھوڑ کر چل دیا میں نے کہا ہم نے آپ سے عجیب چیز دیکھی ہے۔ فرمایا ہاں اس بکری کے بچے کو وہ شخص ذبح کرنے کے لئے لٹا چکا تھا جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے کہا میں اللہ سے اور آپ سے اے اہل بیت پناہ چاہتا ہوں اس چیز سے جو میرے متعلق ارادہ کیا گیا ہے اور تیتر نے بھی یہی کہا اور اگر شیعوں میں استقامت ہوتی تو میں تمہیں پرندوں کی بولی اور زبان سنواتا۔

تیرہواں معجزہ حضرت کا خبر دینا نہر بلخ کی رات والے شخص کی نیز کتاب خرائج میں ہارون بن رئاب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میرا ایک بھائی جارودی مذہب کا تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا تیرا بھائی کیسا ہے جو جارودی ہے میں نے کہا کہ وہ اچھا اور پسندیدہ ہے قاضی اور اپنے ہمسایوں کے نزدیک اور تمام حالات میں اس میں کوئی عیب نہیں لیکن وہ آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا۔ فرمایا اسے کون سی چیز اس سے مانع ہے میں نے کہا اس کا گمان یہ ہے کہ یہ اس کی ورع اور خدا پرستی ہے فرمایا اس کی ورع نہر بلخ کی رات کہاں تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور اس سے کہا تیری ماں تیرے ماتم و تعزیت میں بیٹھے۔ بلخ کی نہر کی رات کا کیا قصہ ہے اور میں نے حضرت صادقؑ سے اس کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی وہ بیان کر دی میرا بھائی کہنے لگا کیا حضرت صادقؑ نے تجھے یہ خبر دی ہے میں نے کہا کہ ہاں وہ کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رب العالمین کی حجت ہیں میں نے کہا کہ اپنا واقعہ مجھ سے بیان کرو۔ وہ کہنے لگا کہ میں نہر بلخ کے پیچھے آ رہا تھا اور میرا ساتھی ہو گیا ایک شخص کہ جس کے ساتھ ایک گانے والی کنیز تھی پس وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ یا تم

ہمارے لیئے آگ تلاش کر کے لے آؤ اور میں تمہارے اسباب کی حفاظت کرتا ہوں یا میں آگ تلاش کرنے جاتا ہوں اور تم میرے سامان کی حفاظت کرو۔ میں نے اس سے کہا کہ تم آگ تلاش کرنے جاؤ اور میں تمہارے مال کی حفاظت کرتا ہوں پس جب وہ شخص آگ کی تلاش میں چلا گیا تو میں اس کنیز کے پاس گیا اور میرے اور اس کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا خدا کی قسم نہ اس کنیز نے یہ چیز فاش کی اور نہ میں نے کسی سے بیان کیا اور اسے سوائے خداوند عالم کے کوئی نہیں جانتا تھا پس میرے بھائی کو خوف خدا عارض ہوا اور دوسرے سال ہم اس کے ساتھ نکلے اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس آپ کی بارگاہ سے باہر نہ نکلا جب تک آپ کی امامت کا قائل نہیں ہوا۔

چودھواں معجزہ۔ جو کچھ داؤد رقی نے سفر سندھ میں حضرت کے دلائل و معجزات دیکھے۔ نیز اس کتاب میں ہے کہ داؤد رقی کہتا ہے کہ میں حضرت کے ساتھ تھا کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تیرا رنگ مجھے متغیر نظر آتا ہے میں نے کہا کہ میرے رنگ کو بہت زیادہ رسوا کرنے والے قرض نے متغیر کر رکھا ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرض کے لیئے میں کشتی پر سوار ہو کر سندھ میں اپنے فلاں بھائی کے پاس جاؤں آپ نے فرمایا جب چاہو چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھے اس سفر سے دریا کی ہولناکیوں اور اس کے زلزلوں نے روک رکھا ہے فرمایا جو خدا خشکی میں تیری حفاظت کرتا ہے وہ دریا میں بھی تیری حفاظت کرے گا۔ اے داؤد اگر ہم نہ ہوتے تو نہریں جاری نہ ہوتیں اور پھل نہ پکتے اور درخت سرسبز نہ ہوتے۔ داؤد کہتا ہے کہ میں کشتی میں سوار ہوا اور سیر کرتے کرتے جہاں تک خدا نے چاہا کہ جاتے ساحل پر پہنچے۔ پس میں کشتی سے باہر نکلا بعد اس کے کہ ایک سو بیس دن میں کشتی میں رہا تھا۔ پس اچانک ایک چمکنے والا نور آسمان کے کنارے سے ظاہر ہو کر زمین تک پہنچا۔ پھر آہستہ سے میرے کان میں آواز پہنچی کہ اے داؤد یہ تیرے قرض کے ادا ہونے کا وقت ہے سر بلند کرو کہ صحیح و سالم رہے ہو وہ کہتا ہے میں نے سر بلند کیا تو مجھے ندا آئی کہ اس سرخ ٹیلے کے پیچھے جاؤ۔ جب میں وہاں پہنچا تو سرخ سونے کے سکے دیکھے جس کی ایک طرف صاف تھی اور دوسری طرف یہ آیت شریف لکھی تھی۔ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ یعنی یہ ہماری تم پر بخشش ہے پس جسے چاہو اس میں سے عطا کرو یا جس سے چاہو روک لو کہ تم سے کوئی حساب نہیں راوی کہتا ہے میں نے وہ سونے کے ٹکڑے اٹھالیئے اور ان کی قیمت بے شمار تھی میں نے کہا کہ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھوں گا۔ جب تک مدینہ نہ جاؤں۔ پس میں مدینہ آیا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے داؤد ہماری عطا تمہارے لیئے وہ نور تھا۔ جو چمکا نہ وہ سونا کہ جس کے پاس تم گئے تھے لیکن وہ بھی تمہارے لئے گوارا ہو وہ پروردگار کی طرف سے عطا و بخشش ہے بس خدا کی حمد و ثنا بجالاؤ۔ داؤد کہتا ہے کہ میں نے حضرت کے غلام معتب سے سوال کیا کہ جب میں کشتی سے باہر نکلا تو حضرت کیا کر رہے تھے وہ کہنے لگا جو وقت تم بتاتے ہو اس وقت حضرت اپنے اصحاب سے مشغول گفتگو تھے کہ جن میں خیثمہ، حمران اور عبدالاعلیٰ تھا آپ کا رخ ان کی طرف تھا اور آپ وہ باتیں کر رہے تھے جو تم نے بیان کی ہیں اور جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے اٹھ کر انہیں نماز پڑھائی داؤد کہتا ہے کہ اس گروہ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے

بھی یہی بات ذکر کی۔

پندرھواں معجزہ۔ محمد حنفیہ کو اذن خدا سے آپ کا سید حمیری کے لئے زندہ کرنا۔ مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے نقل کیا ہے کہ ابو ہاشم اسماعیل بن محمد حمیری کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے حق میں فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر نہیں (یعنی میرا اعتقاد صحیح نہیں) حالانکہ میں نے اپنی زندگی آپ کی محبت میں گذاری ہے اور لوگوں کی ہجو و قدح آپ کی وجہ سے کی ہے۔ فرمایا تو نے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے حق میں یہ نہیں کہا حتی متی وَ اِلٰی وَ کَمِ المُدیٰ یَا بنَ الوَصِیِّ وَ اَنتَ حَیٌّ تُرزَقُ۔ تَثوِی بِرَضوَیٰ لَا تَزَالُ وَ لَا تُریٰ۔ وَ بِنَا اِلَیکَ مِنَ الصَّبَابَۃِ اَولَقٌ۔ یعنی کب تک اور کتنی مدت اے وصی رسولؐ کے بیٹے تو زندہ رہے گا اور رزق کھائے گا اور رضوی پہاڑ میں طویل مدت تک قیام کرے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا اور تیرا دیدار نہیں ہوگا۔ حالانکہ ہم تیرے شوق و عشق میں دیوانہ ہو گئے ہیں۔ آیا تو اس کا قائل اور معتقد نہیں کہ محمد بن حنفیہ قائم ہیں رضوی پہاڑ میں اور ایک شیر ان کی دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہے اور صبح و شام انہیں روزی ملتی ہے۔ وائے ہو تجھ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور علی و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام محمد بن حنفیہ سے بہتر ہیں اور محمد بن حنفیہ نے موت کا مزا چکھا ہے اسماعیل حمیری نے عرض کیا تو کیا اس کی کوئی دلیل ہے فرمایا ہاں بے شک میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے محمد حنفیہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور ان کے دفن کے وقت وہ موجود تھے اور میں تمہیں اس کی آیت اور علامت و نشانی دکھاتا ہوں پس آپ نے سیدؒ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک قبر کے پاس لے گئے اور اس پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا پڑھی فوراً قبر پھٹ گئی اور ایک شخص کہ جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ قبر سے باہر نکلا اور وہ اپنے سر و صورت سے خاک جھاڑ رہا تھا اور کہتا تھا کہ ابو ہاشم مجھے پہچانتے ہو سید حمیری نے کہا کہ نہیں اس نے کہا میں محمد بن حنفیہ ہوں بے شک حسین علیہ السلام کے بعد امام علی بن الحسینؑ اور ان کے بعد محمد بن علی اور ان کے بعد یہ ہیں علیہم السلام پھر انہوں نے اپنا سر قبر میں داخل کر لیا اور قبر بند ہو گئی۔ اس وقت اسماعیل بن محمد نے یہ شعر کہے ؎

تَجَعفَرتُ بِاسمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ ۔۔۔ وَ اَیقَنتُ اَنَّ اللّٰہَ یَعفُو وَ یَغفِرُ

وَ دِنتُ بِدِینٍ غَیرِ مَا کُنتُ دَائِنًا ۔۔۔ بِہٖ وَ نَہَانِی سَیِّدُ النَّاسِ جَعفَرُ

فَقُلتُ فَہَبنِی قَد تَہَوَّدتُ بُرہَۃً ۔۔۔ وَ اِلَّا فَدِینِی دِینُ مَن یَتَنَصَّرُ

فَاِنِّی اِلَی الرَّحمٰنِ مِن ذَاکَ تَائِبٌ ۔۔۔ وَ اِنِّی قَد اَسلَمتُ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ

میں نام خدا پر جعفری ہو گیا اور اللہ بزرگ و برتر ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا معاف کرتا اور بخش دیتا ہے۔ اور اب میں نے اس دین کو اپنا لیا ہے کہ جس کے غیر کو میں دین سمجھتا تھا اور مجھے لوگوں کے سردار و آقا جناب جعفر صادقؑ

نے منع کیا ہے پس میں نے کہا کہ فرض کیجئے کہ میں ایک زمانہ تک یہودی تھا ورنہ میرا دین نصاریٰ والا تھا۔ اب میں خدائے رحمٰن کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اسلام لاتا ہوں اور خدا ہی بزرگ و برتر ہے۔

سولہواں معجزہ۔ آپ کا ابو بصیر کے مجنب ہونے کی خبر دینا۔ شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے۔ میں مدینہ میں گیا اور میرے ساتھ میری ایک کنیز تھی پس میں نے اس سے ہمبستری کی اور میں گھر سے باہر نکلا تاکہ حمام میں جاؤں۔ میں نے اپنے شیعہ دوستوں کو دیکھا کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ یہ شرف یاب زیارت ہو لیں اور میں کہیں زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں تو میں بھی ان کے ساتھ چل دیا یہاں تک کہ میں ان کے ساتھ حضرت کے دولت سرا میں داخل ہوا جب میں حضرت کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ ابو بصیر کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کے گھروں میں مجنب داخل نہیں ہو سکتے مجھے خجالت محسوس ہوئی اور شرم آئی اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ چونکہ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ شرف یاب ہو رہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ مجھ سے ان کے ساتھ مل کر آپ کی زیارت فوت نہ ہو جائے دوبارہ میں ایسا کام نہیں کروں گا یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔

سترہواں معجزہ۔ ایک شخص کے ضمیر اور دل کی بات بتانا۔ شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں شہر کوفہ سے نکل کر ایسی جگہ پہنچا ہوں کہ جسے میں پہچانتا ہوں وہاں میں نے دیکھا۔ ہے گویا اینٹ کا آدمی یا لکڑی سے بنا ہوا مرد جو ایک لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے اور وہ اپنی تلوار کو چمکاتا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ درانحالیکہ میں خوف زدہ اور مرعوب ہوں حضرت نے فرمایا تو ایسا شخص ہے کہ ایک آدمی کو مصیبت میں ہلاک کرنا چاہتا ہے یعنی تو چاہتا ہے کہ جو کچھ اسباب زندگی اور مادۂ حیات ہیں وہ اس سے لے لے پس ڈر اس خدا سے کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے مارے گا وہ شخص کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو علم عطا ہوا ہے اور اسے اس کے معدن سے آپ نے لیا ہے میں آپ کو خبر دیتا ہوں اے فرزند رسولؐ اس چیز کی جو آپ نے میرے لئے بیان کی ہے۔ بے شک میرا ایک ہمسایہ میرے پاس آیا اور میرے سامنے یہ پیش کیا کہ میں اس کی زمین خرید لوں۔ پس میں چاہتا تھا کہ اس کا مالک بن جاؤں تھوڑی سی قیمت پر چونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کا اور کوئی خریدار نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا وہ شخص ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ وہ ایسا شخص ہے جس کی بصیرت عمدہ اور دین مستحکم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں۔ بارگاہ الٰہی میں اور آپ کی خدمت میں اس چیز سے کہ جس کا میں نے قصد کیا اور نیت کی تھی۔ اس وقت اس شخص نے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر یہ شخص ناصبی ہوتا تو میرے لئے اس سے یہ کام کرنا حلال تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ امانت ادا کرو ہر اس شخص کو جو تمہیں امین سمجھے

اور تم سے نصیحت چاہے اگرچہ وہ امام علیہ السلام کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔

اٹھارہواں معجزہ - خداوند عالم کا آپ کے قتل ہونے سے حفاظت کرنا۔ سید ابن طاؤس نے ربیع حاجب منصور سے روایت کی ہے کہ ایک دن منصور نے مجھے بلایا اور کہنے لگا تم دیکھ رہے ہو کہ کیسی کیسی باتیں لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اس کی نسل کو ختم کردوں گا۔ پھر اپنے ایک امیر کو بلایا اور اس سے کہا ہزار آدمی کا دستہ لے کر مدینہ جاؤ بے خبر (اچانک) امام جعفرؑ کے گھر گھس جاؤ ان کا اور ان کے بیٹے موسیٰؑ کا سر قلم کرکے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ امیر مدینہ میں داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا دو ناقے لاکر آپ کے دروازے پر کھڑے کردیے جائیں اور اپنی اولاد کو جمع کرکے محراب عبادت میں مشغول دعا ہوگئے۔ حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ امیر اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے گھر کے دروازے پر آیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا اور انہوں نے ان دو ناقوں کے سر اتار لئے اور واپس چلا گیا۔ جب منصور کے پاس گیا تو کہنے لگا جو حکم آپ نے دیا تھا وہ بجا لایا ہوں اور ایک تھیلا منصور کے پاس رکھ دیا۔ جب تھیلے کا منہ کھولا گیا تو ناقوں کے سر نظر آئے تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا اے امیر جب میں امام جعفرؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میرا سر چکرا گیا اور وہ مکان میری نظر میں تاریک ہوگیا اور مجھے دو شخص نظر آئے اور مجھے یوں دکھائی دیا کہ امام جعفرؑ اور ان کے بیٹے ہیں لہذا میں نے حکم دیا کہ ان کا سر اڑا دو اور آپ کے پاس لے آیا۔ منصور کہنے لگا اب جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ کسی سے بیان نہ کرنا اور کسی کو اس معجزہ کی اطلاع نہ دینا۔ جب تک منصور زندہ رہا میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ بعد والی فصل میں کچھ دلائل و معجزات اس معجزہ سے مشابہت رکھنے والے تحریر ہوں گے۔

پانچویں فصل

بعض ظلم وستم جو منصور دوانقی سے حضرت امام جعفر صادقؑ کو پہنچے

مؤلف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں ان واقعات پر اکتفا کرتے ہیں جو علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیے ہیں فرماتے ہیں۔ روایات معتبرہ میں مذکور ہے کہ ابو العباس سفاح نے جو کہ بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا۔ آپ کو مدینہ سے عراق بلوایا اور زدہ بہت سے معجزات بے شمار علوم اور اس امام عالی قدر کے مکارم اخلاق و اطوار دیکھ کر آپ کو کوئی تکلیف واذیت نہ دے سکا اور رخصت دے دی اور حضرت مدینہ کی طرف واپس چلے گئے۔ جب منصور دوانقی سفاح کا بھائی خلافت تک پہنچا اور حضرت کے شیعوں اور پیروکاروں کی کثرت پر مطلع ہوا تو دوبارہ اس نے حضرت کو عراق بلایا اور پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اس مظلوم امامؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ معجزہ عظیم دیکھ کر اس ارادہ سے باز رہا جیسا کہ ابن بابویہ اور ابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو جعفر منصور نے حضرت صادقؑ کو بلوایا تاکہ حضرت کو قتل کرے اور اس کے کہنے سے تلوار حاضر کی گئی اور ایک چمڑا بچھا دیا گیا اپنے حاجب ربیع سے کہا کہ جب وہ آئیں اور میں ان سے باتوں میں مشغول ہوں اور ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو انہیں قتل کر دینا۔ ربیع کہتا ہے کہ جب میں حضرت کو لے آیا اور منصور کی نظر آپ پر پڑی تو کہنے لگا مرحبا خوش آمدی اے ابا عبداللہؑ آپ کو میں نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ کے قرض ادا کروں اور آپ کی حاجات پوری کروں اور بہت معذرت چاہی اور حضرت کو روانہ کیا اور مجھ سے کہا کہ تین دن کے بعد حضرت کو مدینہ روانہ کر دینا۔ جب ربیع باہر آیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ وہ تلوار اور چمڑا جو آپ نے دیکھا تھا وہ آپ ہی کے لئے تھا کون سی دعا آپ نے پڑھی کہ اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فرمایا یہ دعا پڑھی اور وہ دعا آپ نے اسے تعلیم کی اور دوسری روایت کے مطابق ربیع واپس آیا اور منصور سے کہنے لگا اے خلیفہ تیرے عظیم غصہ کو کس چیز نے خوشی کے ساتھ بدل دیا منصور نے کہا اے ربیع جب وہ میرے گھر میں داخل ہوئے تو میں نے ایک بہت بڑا اژدھا دیکھا جو میرے قریب آیا اور وہ اپنے دانت پیستا تھا اور زبان فصیح سے کہتا کہ اگر تھوڑی سی تکلیف بھی امام زمانہؑ کو پہنچائی تو میں تیرا گوشت تیری ہڈیوں سے جدا کر دوں گا۔ تو میں نے اس کے ڈر سے یہ کیا تھا اور سید ابن طاؤس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب منصور ایک سال حج کے لئے آیا تو ربذہ پہنچا ایک دن حضرت صادقؑ پر غضب ناک ہوا اور ابراہیم بن جبلہ سے کہا کہ جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؑ کے گلے میں اس کا کپڑا ڈال کر اور کھینچ کر میرے پاس لے آؤ۔ ابراہیم کہتا ہے کہ میں جب منصور کے ہاں سے باہر نکلا تو حضرت کو مسجد ابوذر میں پایا اور مجھے شرم وحیا مانع ہوئے کہ حضرت سے وہ سلوک کروں جو اس نے کہا تھا میں آپ کے دامن سے لپٹا اور عرض کیا چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مجھے چھوڑ دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد دعا پڑھی اور بہت روئے اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس طرح اس نے تجھ سے کہا ہے اسی طرح مجھے لے چل میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگرچہ میں قتل ہو جاؤں اس طرح میں آپ کو لے کر نہیں جاؤں گا اور میں نے حضرت کا ہاتھ تھاما اور انہیں لے چلا اور مجھے یقین تھا کہ وہ لعین آپ کے قتل کا حکم دے گا۔ جب منصور کے خیمے کے قریب پہنچے تو آپ نے ایک دوسری دعا پڑھی اور اندر داخل ہوئے جب منصور کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کو عتاب و سرزنش کرنے لگا اور اس نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا مجھ سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ میرے اور تمہارے ساتھ رہنے کا زمانہ تھوڑا رہ گیا ہے اور جلدی جدائی ہو جائے گی۔ منصور نے جب یہ خبر سنی تو آپ کو رخصت کر دیا اور عیسیٰ بن علی کو آپ کے پیچھے بھیجا کہ حضرت سے پوچھو کہ جدائی میرے فوت ہونے سے ہوگی یا آپ کی وفات سے ہوگی وہ واپس آیا اور منصور کو بتایا تو وہ اس خبر سے خوش ہوا۔

نیز روایت ہے کہ ایک دن منصور اپنے قصر حمراء میں بیٹھا تھا اور جس دن اس محل شوم میں بیٹھتا تو اس دن کو لوگ یوم ذبح کہتے تھے کیونکہ وہ اس قصر میں صرف قتل و سیاست (سزا دینا) کے لئے بیٹھتا تھا اور انہیں دنوں اس نے حضرت صادقؑ کو مدینہ سے یہاں بلوایا ہوا تھا اور حضرت وہاں آئے ہوئے تھے جب رات ہوئی اور رات کا کچھ حصہ گذر گیا تو اس نے ربیع حاجب کو بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے قرب و منزلت کو میرے نزدیک سمجھتے ہو میں نے ایسا محرم راز بنایا ہے کہ بہت سے ایسے رازوں سے تمہیں مطلع کیا ہے جنہیں میں اپنے اہل حرم سے پنہاں رکھتا ہوں۔ ربیع کہنے لگا یہ بات خلیفہ کی زیادہ شفقت کی بناء پر اور میں بھی آپ کی حکومت کی خیر خواہی میں کسی کو اپنی طرح نہیں سمجھتا۔ منصور نے کہا ایسا ہی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؑ کو جس حالت میں وہ ہوں لے کر آؤ اور انہیں ان کی ہیئت و حالت تغیر نہ کرنے دینا۔ ربیع کہتا ہے کہ میں باہر نکلا اور کہا کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ میں ہلاک ہوا کیونکہ اگر حضرت کو منصور کے پاس لے آتا ہوں تو اس شدت و غضب کی وجہ سے جو وہ رکھتا ہے آپ کو ہلاک کر دے گا اور میری نسل کو تباہ اور میرا مال و دولت لے لیگا۔ پس میں دنیا و آخرت کے درمیان مترد ہوا اور میرا نفس دنیا کی طرف مائل ہوا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ محمد بن ربیع کا بیٹا کہتا ہے کہ جب میرا باپ گھر میں آیا تو مجھے بلایا اور میں اس کے بیٹوں میں سے زیادہ جری اور سنگدل تھا۔ پس کہنے لگا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس جاؤ اور گھر کی دیوار سے اوپر چڑھ جاؤ اور اچانک ان کے مکان میں چلے جاؤ اور جس حالت میں انہیں دیکھو لے آؤ میں رات کے آخری حصہ میں حضرت کے گھر گیا اور سیڑھی لگائی اور خبر کئے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کرتا پہنے ہوئے اور ایک رومال باندھے آپ نماز میں مشغول ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے۔ فرمایا اتنی مہلت دو کہ دعا پڑھ لوں اور کپڑے پہن لوں۔ میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا فرمایا پھر اتنی مہلت دو کہ جا کر غسل کر لوں اور مرنے کی تیاری کر لوں میں نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت نہیں لہٰذا میں ایسا نہیں کرنے دوں

گا پس اس بوڑھے اور کمزور شخص کو کہ جس کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی ایک ہی پیراہن میں سر اور پاؤں ننگے گھر سے باہر لے آیا جب کچھ راستہ طے کیا تو ان پر کمزوری کا غلبہ ہوا تو مجھے رحم آ گیا اور انہیں اپنے خچر پر سوار کر لیا اور جب خلیفہ کے قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے سنا کہ وہ میرے باپ سے کہہ رہا ہے کہ وائے ہو تجھ پر اے ربیع دیر ہو گئی اور وہ نہیں آیا پس ربیع باہر آیا اور جب اس کی نگاہ امامؑ پر پڑی اور انہیں اس حالت میں دیکھا تو رونے لگا۔ کیونکہ ربیع کو حضرت سے بہت خلوص تھا اور اس بزرگوار کو امام زمانہ سمجھتا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے ربیع میں جانتا ہوں کہ تو ہماری طرف میلان رکھتا ہے۔ اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنے پروردگار سے مناجات کر لوں۔ ربیع کہنے لگا جو آپ کا دل چاہے کیجئے اور منصور کے پاس پلٹ گیا اور وہ طیش و غضب کی حالت میں اصرار کر رہا تھا کہ جعفرؑ کو جلدی حاضر کرو۔ پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دانائے راز سے عرض نیاز کی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو ربیع نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایوان قصر میں داخل ہوا۔ پس آپ نے ایوان کے اندر بھی دعا پڑھی اور جب امام عصر کو قصر کے اندر لے گیا اور منصور لعین کی نگاہ آپ پر پڑی تو غصے میں کہنے لگا اے جعفرؑ تم اولاد عباس پر اپنا حسد و بغاوت کم نہیں کرو گے اور ان کے ملک کو خراب و تباہ کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو باتیں تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بھی میں نے نہیں کی تمہیں معلوم ہے کہ میں نے بنی امیہ کے زمانہ میں (جو کہ دشمن ترین خلق تھے ہمارے اور تمہارے لئے باوجود ان تکالیف اور آزار کے جو ان کی طرف سے ہم کو اور ہمارے اہل بیتؑ کو پہنچے) یہ ارادہ نہیں کیا تھا اور میری طرف سے کوئی برائی انہیں نہیں پہنچی۔ اب تم سے اس قسم کا ارادہ میں کس لئے کروں گا باوجود نسبی قرب اور اس اشفاق و الطاف کے جو تمہاری طرف سے ہم پر اور ہمارے رشتہ داروں پر ہیں پس منصور نے کچھ دیر سر نیچے کیا اور اس وقت گدے پر بیٹھا ہوا تھا تکیہ کا سہارا لیا اور وہ ہمیشہ مسند کے نیچے تلوار رکھتا تھا پس کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور اس نے ہاتھ مسند کے نیچے کیا اور اس میں سے بہت سے خطوط نکالے اور آپ کے پاس پھینک دئے اور کہنے لگا یہ تمہارے خطوط ہیں جو اہل خراسان کو تم نے لکھے ہیں کہ وہ میری بیعت توڑ کر تمہاری بیعت کر لیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مجھ پر افترا ہے اور میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور نہ ایسا ارادہ کیا ہے اور میں نے تو عالم جوانی میں یہ عزم و ارادے نہیں کئے اب جب کہ بڑھاپے کی کمزوری مجھ پر غالب ہے کس طرح یہ ارادہ کر سکتا ہوں اگر چاہتے ہو تو مجھے اپنے لشکر کے اندر قرار دو یہاں تک کہ مجھ کو موت آ جائے۔ اور میری موت قریب بھی آ چکی ہے اور جتنا حضرت اس قسم کے کلمات معذرت آمیز فرماتے منصور لعین کا غصہ بڑھتا جاتا اور اس نے ایک بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی۔ ربیع کہتا ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ منصور نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے میں کانپ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حضرت کو قتل کر دے گا۔ پس اس نے تلوار نیام میں داخل کر لی اور وہ حرام زادہ کہنے لگا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس عمر میں فتنہ بپا کرنا چاہتے ہو تاکہ خون بہائے جائیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور میری تحریر اور مہر ان میں نہیں ہے اور مجھ پر یہ افترا ہے

پس منصور نے ہاتھ برابر تلوار نیام سے باہر نکال۔ ربیع کہتا ہے کہ اس وقت میں نے عزم کیا کہ اگر اس نے مجھے حضرت کے قتل کا حکم دیا تو میں تلوار ہاتھ میں لے کر خود منصور پر لگاؤں گا اگرچہ یہ چیز میرے اور میری اولاد کی ہلاکت کا سبب بنے اور میں نے توبہ کی اس چیز سے جو پہلے میں حضرت کے متعلق ارادہ کر چکا تھا پس پھر منصور کی غضب کی آگ بھڑکی اور ساری تلوار نیام سے نکال لی اور حضرت اس کے پاس کھڑے اور شہادت کے منتظر تھے اور معذرت کر رہے تھے اور منصور قبول نہیں کرتا تھا پس اس نے ایک لحظہ سر نیچے کیا اور کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے اور مجھ سے کہا اے ربیع عطر کی ڈبیہ لے آؤ جو میرے لئے مخصوص ہے جب میں لے آیا تو حضرت کو اس نے اپنے قریب بلایا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور اس خوشبو سے آپ کی ریش مقدس کو معطر کیا اور کہنے لگا میرا سب سے عمدہ گھوڑا لے آؤ اور جعفرؑ کو اس پر سوار کرو اور انہیں دس ہزار درہم دو اور ان کے گھر تک ساتھ جا کر انہیں چھوڑ آؤ اور انہیں مختار قرار دو کہ وہ ہمارے پاس انتہائی حرمت و کرامت کے ساتھ رہیں یا اپنے جد بزرگوار کے مدینہ کی طرف واپس جائیں۔ ربیع کہتا ہے کہ میں خوشی کے ساتھ باہر نکلا اور مجھے تعجب تھا اس سے کہ منصور کا پہلے آپ کے متعلق کیا ارادہ تھا اور آخر میں اس نے کیا عمل کیا جب میں قصر کے صحن میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کے حق میں سلوک کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس دعا کا اثر ہے کہ جو آپ نے نماز کے بعد پڑھی تھی اور وہ دوسری دعا جو ایوان کے اندر پڑھی تھی۔ حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پہلی دعا تو دعائے کرب و شدائد ہے اور دوسری وہ دعا ہے جو رسولؐ خدا نے جنگ احزاب کے دن پڑھی تھی۔ پس فرمایا کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ منصور آزردہ ہوگا تو میں یہ مال تجھے دے دیتا لیکن مدینہ میں جو میرا کھیت ہے کہ اب سے پہلے تو اس کے دس ہزار درہم مجھے دیتا تھا اور میں نے تجھے نہیں دیا تھا۔ وہ تجھے بخشتا ہوں میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ مجھے وہ دعائیں تعلیم کیجئے۔ میری خواہش صرف یہی ہے اور دوسری کوئی چیز میں نہیں چاہتا۔ حضرت نے فرمایا ہم اہلبیت رسالتؐ جو عطا و بخشش کسی پر کرتے ہیں۔ وہ دوبارہ نہیں لیتے اور وہ دعائیں بھی تجھے تعلیم کروں گا جب میں حضرت کے ساتھ آپ کے دولت کدہ پر پہنچا تو آپ نے وہ دعائیں پڑھیں اور میں نے لکھ لیں اور اس مزرعہ کا تمسک و قبالہ بھی لکھ کر مجھے دیا میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب آپ کو منصور کے پاس لے آئے اور آپ نماز اور دعا میں مشغول ہوئے اور منصور اظہار طیش و غضب کرتا اور آپ کے حاضر کرنے میں تاکید کرتا تھا تو مجھے آپ میں کسی قسم کا خوف و اضطراب نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل میں جلالت و عظمت الٰہی جلوہ گر ہو۔ مخلوق کی شان و شوکت و دبدبہ اس کی نظر میں نہیں جو خدا سے ڈرتا ہے وہ بندوں سے نہیں ڈرتا۔ ربیع کہتا ہے کہ میں جب منصور کے پاس پلٹ گیا۔ اور خلوت ہوئی تو میں نے کہا اے امیر گذشتہ رات میں نے عجیب و غریب چیزیں آپ سے دیکھی ہیں۔ ابتداء میں سخت غضب کی حالت میں جعفر بن محمدؑ کو آپ نے بلایا اور اتنے غضب و غصہ میں آپ کو دیکھا کہ کبھی ایسا غضب میں نے آپ میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک بالشت تلوار نکال پھر ہاتھ کے برابر اور اس

کے بعد پوری تلوار ننگی کرلی اور اس کے بعد آپ پلٹے ہیں اور ان کا اکرام عظیم و عزت و تکریم کی ہے اور اپنی مخصوص ڈبیہ سے انہیں عطر لگایا ہے اور دوسرے اکرام و احترام کئے ہیں اور مجھے ان کی مشایعت کے لئے مامور کیا اس کا سبب کیا ہے۔ کہنے لگا اے ربیع میں کوئی راز تم سے نہیں چھپاتا لیکن اس راز کو مخفی رکھنا تاکہ یہ اولاد فاطمہؑ اور ان کے شیعوں تک نہ پہنچے کہ ان کے مزید فخر و مباہات کا سبب بنے ہمارے لئے کافی ہیں وہی مفاخر جو ان کے لوگوں میں مشہور اور مخلوق کی زبان پر مذکور ہیں پھر کہنے لگا جو کوئی گھر میں موجود ہے اسے باہر نکال دو۔ جب مکان خالی ہوگیا اور میں اس کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا کہ تیرے اور میرے اور خدا کے علاوہ کوئی اس مکان میں نہیں ہے اب اگر ایک کلمہ بھی اس میں سے جو میں تجھے بتا رہا ہوں میں نے کسی سے سن لیا تو تجھے اور تیری اولاد کو قتل کردوں گا۔ اور تیرے اموال لے لوں گا۔ پھر کہنے لگا اے ربیع جب میں نے انہیں بلوایا تو میں ان کے قتل پر مصر تھا اور یہ کہ ان کا کوئی عذر قبول نہیں کروں گا اور ان کا زندہ رہنا اگرچہ وہ تلوار سے خروج نہ کرے۔ عبداللہ بن حسن اور دوسرے خروج کرنے والوں سے زیادہ گراں اور سخت ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو لوگ امام سمجھتے ہیں اور انہیں واجب الاطاعت جانتے ہیں اور تمام دنیا سے زیادہ عالم زیادہ زاہد و پرہیزگار اور زیادہ بااخلاق مانتے ہیں اور بنی امیہ کے زمانہ میں میں ان کے حالات سے باخبر تھا جب میں نے پہلی مرتبہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی تو میں نے رسول خدا کو متمثل دیکھا کہ وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگئے۔ آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور آپ ترش روئی کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس بناء پر تلوار نیام میں ڈال دی اور جب میں نے دوسری مرتبہ ارادہ کیا اور زیادہ تلوار نیام سے نکالی تو میں نے دیکھا کہ دوبارہ حضورؐ پہلی دفعہ سے زیادہ میرے قریب کھڑے ہیں اور زیادہ غصے میں ہیں اور اس طرح آپ نے مجھ پر حملہ کیا کہ اگر میں جعفرؑ کے قتل کا ارادہ کرتا تو آپ مجھے قتل کردیتے اس لئے میں نے دوبارہ تلوار نیام میں داخل کرلی اور تیسری دفعہ میں نے جرأت کی اور میں نے کہا کہ جنات کے افعال ہوں گے اور ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور ساری تلوار میں نے نیام سے نکال لی تو اس دفعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ میرے سامنے ہیں دامن سمیٹے ہوئے آستینیں الٹے ہوئے اور برہمی کی حالت میں اور میرے اتنے قریب تھے کہ نزدیک تھا آپ کا ہاتھ مجھے لگ جائے لہٰذا میں اس ارادہ سے پلٹا اور ان کی عزت و تکریم کی اور یہ فاطمہؑ کی اولاد ہیں ان کے حق سے جاہل نہیں ہوگا۔ مگر وہ شخص جو شریعت اسلام سے بہرہ ور نہیں البتہ خیال رکھنا کہ کوئی بھی یہ باتیں سننے نہ پائے۔ محمد بن ربیع کہتا ہے کہ یہ واقعہ میرے باپ نے مجھ سے بھی منصور کے مرنے کے بعد نقل کیا اور میں نے یہ نقل نہیں کیا مگر مہدی موسیٰ و ہارون اور محمد امین کے قتل ہونے کے بعد۔

نیز روایت کی ہے سند معتبر کے ساتھ صفوان جمال سے کہ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے قتل ہوجانے کے بعد اہل مدینہ میں سے ایک شخص منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا جعفرؑ بن محمدؑ نے اپنے غلام معلی بن خنیس کو بھیجا ہے کہ وہ شیعوں سے مال اور ہتھیار جمع کرنے اور وہ خروج کا ارادہ رکھتا ہیں اور عبداللہ کے بیٹے محمد نے بھی یہ کام انہیں

کی اعانت سے کٹے ہیں۔ منصور بہت آگ بگولا ہوا حکم دیا اور اپنے چچا کو جو مدینہ کا گورنر تھا لکھا کہ فوراً امامؑ کو اس کے پاس بھیج دے اور اس نے منصور کا خط حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کل چلے جائیں۔ صفوان کہتا ہے کہ حضرت نے مجھ کو بلوایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے اونٹ حاضر کرو تاکہ کل عراق کی طرف چلیں اور کھڑے ہوکر مسجد نبویؐ میں گئے اور چند رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کئے اور دعا پڑھی دوسرے دن میں آپ کے لئے کچھ اونٹ لے آیا اور آپ عراق کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب منصور کے شہر میں گئے تو اس کے دروازے پر جا کر اجازت چاہی اور اندر تشریف لے گئے۔ منصور نے پہلے تو آپ کی عزت و تکریم کی اس کے بعد عتاب و سرزنش کرنے لگا۔ میں نے سنا ہے کہ معلی آپ کے لئے اموال و ہتھیار جمع کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا معاذ اللہ یہ مجھ پر افترا ہے۔ منصور کہنے لگا قسم کھاؤ حضرت نے خدا کی قسم کھائی۔ منصور کہنے لگا طلاق و عتاق کی قسم کھائیں آپ نے فرمایا میں نے خدا کی قسم کھائی ہے وہ مجھ سے قبول نہیں کرتا اور مجھے کہتا ہے کہ بدعت کی قسمیں کھاؤں منصور کہنے لگا میرے سامنے اظہار دانائی و عقلمندی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کس طرح ایسا نہ کروں جب کہ ہم معدن علم و حکمت ہیں۔ منصور کہنے لگا ابھی میں آپ کو اور اس شخص کو جس نے یہ باتیں کہی ہیں ایک جگہ اکٹھا کرتا ہوں تاکہ وہ آپ کے سامنے کہے اور کسی کو بھیج کر اس بدبخت کو بلایا اور حضرت کے سامنے اس سے پوچھا وہ کہنے لگا ہاں ایسا ہی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا قسم کھاؤ گے وہ کہنے لگا ہاں اور وہ قسم کھانے لگا اور اس نے کہا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الطَّالِبُ الْغَالِبُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حضرت نے فرمایا کہ قسم کھانے میں جلدی نہ کرو جس طرح میں کہوں اس طرح قسم کھاؤ منصور نے کہا جو قسم اس نے کھائی ہے اس میں کیا نقص ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم صاحب حیا اور کریم ہے اور جو شخص اس کی مدح کرے صفات کمال و رحم و کرم کے ساتھ اسے جلدی وہ عذاب نہیں کرتا۔ پس آپ نے فرمایا کہو کہ میں خدا کے حول و قوت سے بیزار اور اپنی حول و قوت میں داخل ہو جاؤں اگر ایسا نہ ہو۔ جب اس نے یہ قسم کھائی تو فوراً گر کر مر گیا اور عذاب الٰہی میں جا پہنچا۔ منصور یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور کہنے لگا اس کے بعد میں کسی کی بات آپ کے حق میں قبول نہیں کروں گا۔

نیز روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ اسکندری سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر دوانقی کا ندیم اور محرم راز تھا ایک دن میں اس کے پاس گیا تو اسے بہت مغموم پایا وہ آہیں بھرتا اور اندوہناک تھا میں نے کہا اے امیر آپ کے تفکر و اندوہ کا سبب کیا ہے کہنے لگا کہ میں نے اولاد فاطمہؑ میں سے سو آدمی قتل کیے ہیں لیکن ابھی ان کا سردار بزرگ موجود ہے اس کے متعلق کوئی چارہ و سبب نہیں لگتا میں نے کہا وہ کون ہے کہنے لگا جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام)، میں نے کہا کہ اے امیر وہ ایسا شخص ہے کہ جسے کثرت عبادت نے کمزور کر دیا ہے اور اس کے قرب و محبت خدا کے شغل نے اسے ملک و خلافت کی طلب سے غافل کر دیا ہے۔ کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ تو اس کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی بزرگی کو مانتا ہے لیکن ملک سلطنت عقیم (بانجھ) ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آج کے دن کی شام آنے سے پہلے

اس ارادہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو زمین میرے لئے تنگ ہو گئی اور میں بہت غمگین ہوا پس اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ جب میں ابا عبداللہ جعفر صادق بن محمدؑ کو بلاؤں اور اسے باتوں میں مشغول رکھوں اور اپنے سر سے ٹوپی اتار کر زمین پر رکھ دوں تو ان کی گردن اڑا دینا اور یہ میرے اور تمہارے درمیان علامت ہے اور اسی وقت کسی کو بھیجا اور حضرت کو بلایا۔ جب حضرت قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ قصر کشتی کی طرح جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں مضطرب ہو حرکت میں ہے اور میں نے دیکھا کہ منصور جلدی سے اٹھا اور سر و پا برہنہ ہو گیا حضرت کے استقبال کو دوڑا اور اس کے بدن کے جوڑ ہل رہے تھے اور دانت ٹکرا رہے تھے اور کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو رہا تھا۔ اور حضرت کو بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ لے آیا اور انہیں تخت پر بٹھایا اور دو زانو ہو کر آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ جس طرح غلام آقا کے سامنے بیٹھتا ہے اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ اس وقت کیوں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور تیرے حکم کی وجہ سے آیا ہوں۔ کہنے لگا میں نے تو آپ کو نہیں بلایا۔ قاصد نے اشتباہ کیا ہے اب جو تشریف لائے ہیں تو جو حاجت ہو طلب کیجئے حضرت نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ ضرورت کے بغیر مجھے نہ بلایا کرو وہ کہنے لگا ایسا ہی ہوگا اور حضرت اٹھ کر باہر تشریف لائے اور میں نے خدا کی بہت حمد و ثنا کی کہ آپ کو منصور سے کوئی اذیت نہیں پہنچی بعد اس کے کہ حضرت چلے گئے منصور نے لحاف منگوایا اور سو گیا اور آدھی رات تک بیدار نہیں ہوا اور جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ میں اس کے پاس بیٹھا ہوں کہنے لگا باہر نہ جانا جب تک میں اپنی نمازیں ادا نہ کر لوں اور تجھ سے واقعہ بیان کروں۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو کہنے لگا جب میں نے حضرت صادقؑ کو قتل کرنے کے لئے بلایا اور وہ قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اک بہت بڑا اژدہا پیدا ہوا اور اس نے اپنا منہ کھول دیا اور اس نے اپنا اوپر والا جبڑا قصر کے اوپر والے حصہ پر اور نیچے والا جبڑا قصر کے نیچے رکھا اور اپنی دم قصر کے گرداگرد ڈال لی اور فصیح زبان میں مجھ سے کہا کہ اگر حضرت کی نسبت کسی برائی کا ارادہ کیا تو تجھے اور تیرے مکان و قصر کو نگل جاؤں گا۔ اس وجہ سے میری عقل پریشان ہو گئی اور میرا بدن کانپنے لگا اس حد تک کہ میرے دانت بجنے لگے۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا حضرت سے یہ چیزیں عجیب نہیں کیونکہ آپ کے پاس وہ اسم اور دعائیں ہیں کہ اگر وہ رات پر پڑھیں تو دن ہو جائے اور دن پر پڑھیں تو وہ رات ہو جائے اور اگر دریا کی موج پر پڑھیں تو وہ رک جائے پس چند دن کے بعد میں نے منصور سے اجازت چاہی کہ حضرت کی زیارت کے لئے جاؤں مجھے اجازت دی اور انکار نہ کیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس دعا کی استدعا کی جو آپ نے مجلس منصور میں داخل ہوتے وقت پڑھی تھی کہ مجھے تعلیم دیں اور حضرت نے میرے التماس کو قبول فرمایا۔

چھٹی فصل : امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

امام جعفر صادقؑ نے ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ان زہر آلود انگوروں کی وجہ سے شہادت پائی جو منصور نے حضرت کو کھلائے تھے اور شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کتب معتبرہ میں یہ تعین نہیں کہ ماہ شوال کی کون سی تاریخ تھی ۔ البتہ صاحب جنات الخلود نے جو متتبع ماہر ہیں اس ماہ کی پچیس تاریخ لکھی ہے اور ایک قول ہے کہ پیر کے دن پندرہ رجب کو وفات ہوئی اور مشکوۃ الانوار میں ہے کہ آپ کی خدمت میں آپ کا ایک اصحابی آپ کے مرض الموت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ حضرت اتنے لاغر ہو گئے ہیں گویا سوائے آپ کے سر نازنین کے کچھ باقی ہی نہیں رہا تو وہ شخص رونے لگا ۔ حضرت نے فرمایا کیوں رو رہے ہو اس نے کہا کہ میں گریہ نہ کروں جب کہ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں ۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ مومن کو جو چیز بھی عارض ہو وہ اس کے لئے خیر و بھلائی ہے اور اگر اس کے اعضاء و جوارح کاٹ دیئے جائیں تب بھی اس کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے تو بھی اس کے لئے بہتر ہے ۔

شیخ طوسی نے حضرت صادقؑ کی کنیز سالمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں آپ کے احتضار کے وقت حضور کے پاس تھی کہ آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی جب اپنی حالت میں آئے تو فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین بن ابی طالب علیہم السلام افطس کو ستر اشرفیاں دے دو اور فلاں و فلاں کو اتنی مقدار میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو عطا فرما رہے ہیں کہ جس نے چھری کے ساتھ آپ پر حملہ کیا اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کو قتل کر دے فرمایا تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے نہ قرار پاؤں کہ جن کی خدا نے صلہ رحمی کرنے کے ساتھ مدح کی ہے اور ان کی توصیف میں فرمایا ہے ۔ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۔ جو لوگ وصل کرتے ہیں ان چیزوں میں جن کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں پھر فرمایا اے سالمہ خداوند عالم نے بہشت کو پیدا کیا اور اسے خوشبودار بنایا اور اس کی خوشبو دو ہزار سال کے راستہ تک پہنچتی ہے لیکن اس کی خوشبو ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا نہیں سونگھ سکے گا ۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دو مصری پارچوں میں کفن دیا کہ جن میں آپ احرام باندھتے تھے ۔ اور اس پیراہن میں جسے آپ پہنتے ہیں اور اس عمامہ میں جو امام زین العابدینؑ سے آپ کو ملا تھا اور ایک یمنی چادر میں کہ جو چالیس دینار طلائی سے آپ نے خریدی تھی اور اگر آج ہوتی تو چار سو دینار کی تھی نیز روایت کی ہے شیخ صدوق نے ابو بصیر سے وہ کہتا ہے کہ میں ام حمیدہ حضرت صادقؑ کی ام ولد (وہ کنیز جس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا) کی خدمت میں حضرت صادق صلوات اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے گیا تو وہ مخدرہ رونے لگیں اور

میں بھی ان کے رونے سے رونے لگا۔ اس کے بعد فرمایا اے ابو محمد اگر تو حضرت صادق علیہ السلام کو موت کے وقت دیکھتا تو تجھے ایک امر عجیب نظر آتا آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جمع کرو میرے پاس ہر اس شخص کو کہ میرے اور اس کے درمیان قرابت و رشتہ داری ہے۔ پس ہم ان کے سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان کے پاس لے آئے تو آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا اِنَّ شَفَاعَتَنَا لَا تَنَالُ مُسْتَخِفًّا بِالصَّلٰوۃِ بے شک ہماری شفاعت اس شخص کو نہیں پہنچے گی جو نماز کا استخفاف کرے یعنی نماز کو بے وقعت اور آسان سمجھے اور نماز ادا کرنے میں اہتمام نہ کرے۔

عیسیٰ بن داب سے روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ کے جسم نازنین کو چارپائی پر رکھا گیا اور انہیں بقیع کی طرف دفن کرنے کے لئے لے چلے تو ابوہریرہ عجلی نے جو علی الاعلان اہل بیتؑ کے شعراء میں شمار ہوتا تھا یہ اشعار کہے۔

اَقُوْلُ وَقَدْ رَاحُوْا بِهٖ یَحْمِلُوْنَهٗ ۔۔۔ عَلٰی کَاهِلٍ مِنْ حَامِلِیْهِ وَعَاتِقٖ
اَتَدْرُوْنَ مَاذَا تَحْمِلُوْنَ اِلَی الثَّرٰی ۔۔۔ ثَبِیْرًا ثَوٰی مِنْ رَاْسِ عَلْیَاءَ شَاهِقٖ
غَدَاۃَ حَثَی الْحَاثُوْنَ فَوْقَ ضَرِیْحِهٖ ۔۔۔ وَاَوْلٰی کَانَ فَوْقَ الْمَفَارِقٖ

یعنی کہا جب وہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تھے تم جانتے بھی ہو کہ کسے قبر کی طرف لیے جا رہے ہو وہ ثبیر پہاڑ ہے جو بلندی سے گرا ہے کہ جس صبح اس کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے حالانکہ وہ سروں پر ڈالنے کے زیادہ لائق تھی۔ مسعودی کہتا ہے کہ حضرت کو جنت البقیع میں ان کے والد اور دادا کے پاس دفن کیا گیا اور آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کہا گیا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ اور ان کی قبور پر جنت البقیع کی اس جگہ پر سنگ مرمر کا ایک پتھر ہے کہ جس پر لکھا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُبِیْدِ الْاُمَمِ وَمُحْیِ الرِّمَمِ هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَیِّدَۃِ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَقَبْرُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ انتہی۔ وَاَقُوْلُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

روایت ہوئی ہے کہ ایک شخص ابو جعفر نامی جو کہ اہل خراسان کا قاصد تھا اہل خراسان میں سے کچھ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے خواہش کی کہ کچھ مال و متاع ہے کہ جسے حضرت صادقؑ کی خدمت میں لے جانا ہے اور یہ کہ وہ حضرت کے پاس چند مسائل کے ساتھ لے جائے کہ جن کا فتویٰ پوچھنا ہے اور کچھ مشورے ہیں۔ ابو جعفر وہ مال اور سوالات لے کر چلا جب کوفہ میں داخل ہوا تو وہاں ٹھہرا اور حضرت امیرالمومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا۔ اس نے دیکھا کہ قبر کے ایک طرف ایک بزرگ بیٹھے ہیں اور ایک گروہ نے انہیں حلقے میں لیا ہوا ہے جب وہ زیارت سے فارغ ہوا تو ان سے ملنے کے ارادے سے گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ فقہائے شیعہ ہیں اور اس بزرگ سے فقہ کے مسائل سن رہے ہیں ان لوگوں سے اس نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ ابو حمزہ ثمالی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی قبر مبارک آپ کی وفات سے لے کر زمانہ حضرت صادقؑ تک مخفی اور پنہاں تھی اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ سوائے آپ کی اولاد و اہل بیتؑ کے اور حضرت امام زین العابدین

اور امام محمد باقر علیہم السلام بارہا اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اکثر اوقات سوائے اونٹ کے ان کے ساتھ کوئی ذی روح نہ ہوتا۔ لیکن حضرت صادقؑ کے زمانہ میں شیعوں نے آپ کی قبر پہچان لی تھی اور اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صادقؑ جس زمانہ میں مقام حیرہ میں تھے تو آپ بار بار اس قبر شریف کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور غالباً اپنے بعض مخصوص صحابہ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے اور انہیں مدفن جناب امیرؑ دکھاتے تھے یہی کیفیت رہی، ہارون الرشید کے زمانہ تک پھر اچانک آپ کی قبر ظاہر ہوئی اور دور و نزدیک کے لوگوں کی زیارت گاہ ہوئی۔ باقی رہے ابوحمزہ تو وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حضرت کی قبر کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے جیسا کہ آٹھویں فصل میں اس کا ذکر آئے گا۔ بہر حال وہ مرد خراسانی کہتا ہے اس اثناء میں کہ ہم بیٹھے تھے ایک اعرابی وارد ہوا اور کہنے لگا میں مدینہ سے آیا ہوں اور جعفر بن محمد علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ ابوحمزہ ثمالی کی اس خبر کے سننے سے چیخ نکل گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اس وقت اس اعرابی سے پوچھا کہ کیا تو نے سنا ہے کہ آپ نے کس کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے لگا آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور دوسرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام اور منصور خلیفہ کو وصی قرار دیا ہے۔ ابوحمزہ کہنے لگے حمد ہے خدا کی کہ آپ نے ہمیں ہدایت کی اور گمراہ نہیں رہنے دیا۔ دَلَّ عَلَى الصَّغِيْرِ وَبَيَّنَ عَلَى الْكَبِيْرِ وَسَتَرَ الْاَمْرَ الْعَظِيْمَ۔ پس ابوحمزہ امیر المومنینؑ کی قبر کے پاس جا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور ہم بھی نماز پڑھنے لگے۔ پھر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ یہ چند فقرے جو آپ نے کہے ہیں، میرے لئے ان کی تشریح کیجئے۔ ابوحمزہ نے اس کی تشریح کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ منصور کو وصی قرار دینا ظاہر ہے کہ تقیہ کے طور پر ہے تاکہ آپ کے وصی کو قتل نہ کرے اور چھوٹے بیٹے کا ذکر جو کہ امام موسیٰؑ ہیں بڑے کے ساتھ جو کہ عبداللہ ہے اس لئے ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عبداللہ امامت کے قابل نہیں کیونکہ بڑا بیٹا اگر بدن اور دین میں ناقص نہ ہو تو اس کو امام ہونا چاہیئے لیکن عبداللہ بدن کے لحاظ سے فیل پا (ہاتھی جیسے پاؤں) ہے اور اس کا دین ناقص ہے اور وہ احکام شریعت سے جاہل ہے ورنہ اگر اس میں کوئی نقص نہ ہو تو اسی پر اکتفا کرتے پس یہاں سے میں سمجھا ہوں کہ امام موسیٰؑ ہیں اور باقیوں کا تذکرہ مصلحۃً ہے۔

شیخ کلینی و شیخ طوسی اور ابن شہر آشوب نے ابوایوب جوزی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک رات ابو جعفر دوانقی نے مجھے بلایا میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے شمع رکھی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے اور وہ اسے پڑھ رہا ہے۔ جب میں نے سلام کیا تو اس نے وہ خط میری طرف پھینکا اور رونے لگا اور کہنے لگا یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے اور اس نے جعفرؑ بن محمدؑ علیہ السلام کی وفات کی خبر لکھی ہے پس اس نے تین مرتبہ کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور کہنے لگا جعفرؑ جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے پھر کہنے لگا اس کو لکھو کہ اگر انہوں نے کسی ایک شخص کو خصوصی طور پر وصی قرار دیا ہے تو اسے بلا کر قتل کر دو۔ چند دنوں کے بعد خط کا جواب آیا کہ انہوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔ ۱؎ خلیفہ ۲؎ محمد بن سلیمان ۳؎ والی مدینہ ۴؎ اپنے دو بیٹوں عبداللہ و موسیٰؑ اور

موسیٰ کی والدہ حمیدہ کو جب منصور نے خط پڑھا تو کہنے لگا ان کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت کو علم امامت سے معلوم تھا کہ منصور ایسا ارادہ کرے گا۔ لہٰذا آپ نے اس جماعت کو وصیت میں شریک قرار دیا اور پہلے منصور ہی کا نام لکھا اور باطنی طور پر امام موسیٰ علیہ السلام کو وصیت کے ساتھ مخصوص کیا اور اسی وصیت سے اہلِ علم جانتے تھے کہ وصایت و امامت حضرت کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابو حمزہ کی روایت سے جو گزر گئی معلوم ہو چکا ہے۔

ساتویں فصل

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کی اولاد کی تعداد دس تھی اسماعیل۔ عبداللہ اور ام فروہ ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھیں اور موسیٰ علیہ السلام اسحاق اور محمد کی والدہ کنیز تھیں۔ عباس وعلی واسماء وفاطمہ یہ ہر ایک کنیز سے تھے اور اسماعیل تمام بھائیوں سے بڑا تھا اور حضرت صادقؑ اس سے بہت محبت کرتے تھے اور شفقت ومہربانی اس سے زیادہ فرماتے تھے۔ شیعوں کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ حضرت صادقؑ کے بعد اسماعیل ہی امر خلافت وامامت کا قائم ہے چونکہ حضرت کا بڑا لڑکا ہے اور آپ کی محبت وتکریم بھی اس سے زیادہ ہے لیکن حضرت صادقؑ کی زندگی ہی میں عریض بستی میں اس کا انتقال ہو گیا اور لوگ کندھوں پر اٹھا کر اس کا جنازہ مدینہ میں لے آئے اور وہ بقیع میں دفن ہوئے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اسماعیل کی موت پر سخت جزع فزع کی اور عظیم حزن واندوہ کیا اور بغیر جوتے اور رداکے اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے اور چند دفعہ حکم دیا کہ اس کی چارپائی زمین پر رکھ دو اور میت کے قریب آ کر اس کا چہرہ کھول کر اس کی طرف دیکھتے تھے اور آپ کا مقصد اس کام سے یہ تھا کہ اسماعیل کی وفات کا معاملہ سب لوگوں پر واضح ہو جائے اور ان لوگوں کا شبہ دور ہو جائے جو اسماعیل کی حیات اور باپ کے بعد اس کی خلافت کے قائل ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ اس مضمون کی احادیث بہت ہیں اور شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے سعید بن عبداللہ اعرج سے فرمایا۔ جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو میں نے کہا کہ اس کے چہرہ پر پڑا ہوا کپڑا اٹھا دیں جب اس کے چہرہ کو کھول دیا گیا تو میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے پر بوسہ دیا پھر کہا کہ اس کا منہ چھپا دو دوبارہ میں نے اس کے چہرہ سے کپڑا اٹھوایا اور اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا پھر میرے کہنے سے اسے ڈھانپ دیا اور غسل دیا۔ جب غسل دینے سے فارغ ہوئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے دیکھا کہ اسے کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ میں نے کہا تو اس کا چہرہ

کفن سے باہر نکالا گیا پھر میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا اور اسے تعویذ کیا پھر میں نے کہا کہ اسے کفن میں چھپا دو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کس چیز سے اسے تعویذ کیا ہے فرمایا قرآن سے اور روایت ہے کہ آپؑ نے اس کے کفن پر لکھا اسماعیل یشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور آپ نے اپنے ایک شیعہ کو بلایا اور اسے چند درہم دیئے اور اسے حکم دیا کہ میرے بیٹے اسماعیل کی طرف سے حج کرنا اور فرمایا جب تم اس کی طرف سے حج کروگے تو نو حصے ثواب تمہارا ہے اور ایک حصہ اسماعیل کا اور سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ اسماعیل نے ۱۳۳ھ میں وفات پائی اور ۵۳۶ھ حسین بن ابو الہیجاء عبیدلی کا وزیر مدینہ میں آیا پس اس نے اسماعیل کے مشہد پر گنبد بنایا اور ابن شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ اس جگہ زید شہید امام زین العابدینؑ کے فرزند کا مکان تھا بالجملہ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو جن لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ باپ کی وفات کے بعد یہ امام ہے وہ اس اعتقاد سے منحرف ہو گئے سوائے شاذ و نادر لوگوں کے جو دور دور رہتے تھے اور خواص و رواۃ احادیث میں سے نہیں تھے وہ اس عقیدہ پر باقی رہے۔ اور اسماعیل کی حیات کے قائل ہوئے اور جب حضرت صادقؑ نے وفات پائی تو کچھ لوگ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہوئے اور باقی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک فرقہ کہنے لگا کہ اسماعیل امام تھا اور اس کے بعد امامت اس کے بیٹے محمد بن اسماعیل کی طرف منتقل ہوئی ہے اور دوسرا گروہ کہنے لگا کہ اسماعیل زندہ ہے اور وہ تھوڑے لوگ ہیں جن کا گمان یہ ہے کہ امامت اسماعیل کے بعد اولاد و احفاد اسمٰعیل میں ہے آخر زمانہ تک مؤلف کہتا ہے کہ سلاطین فاطمیہ جن کی مغرب کے شہروں میں حکومت تھی وہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں ان کا پہلا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ ہے جو مہدی باللہ کے ساتھ ملقب تھا یہ پہلا شخص ہے کہ جو بنی عباس کی حکومت کے زمانہ میں ہی آل اسماعیل میں سے مغرب و مصر کے علاقہ میں خلیفہ ہوا ہے اور دو سو چھہتر سال تک ان کی حکومت رہی ہے اور ان کی حکومت کی ابتدا معتمد اور معتضد کے زمانہ سے ہوئی ہے جو کہ غیبت صغریٰ کا اوائل زمانہ ہے اور ان کی مقدار چودہ تھی اور انہیں اسماعیلیہ اور عبیدیہ کہتے تھے قاضی نور اللہ نے کہا ہے کہ قرامطہ اسماعیلیہ کے علاوہ ایک گروہ ہے اور عباسیوں اور ان کے ہوا خواہوں نے کمال بغض و عداوت کی وجہ سے قرامطہ کو اسماعیلیہ میں داخل کر دیا ہے فقیر کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں عبداللہ مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں ثُمَّ یَظْهَرُ صَاحِبُ الْقَيْرَوَانِ الْغَضُّ الْبَضُّ ذُو النَّسَبِ الْمَحْضِ الْمُنْتَجَبِ مِنْ سُلَالَةِ ذِی الْبَدَاءِ الْمُسَجّٰی بِالرِّدَاءِ قیروان علاقہ مغرب کا ایک شہر ہے اور وہی جگہ ہے کہ جس کے حدود میں عبیداللہ مہدی نے قلعہ بنوایا۔ اور اس کا نام مہدیہ رکھا اور ذی البداء اور مسجی بالرداء سے مراد اسماعیل بن جعفر علیہ السلام ہے۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عبیداللہ مہدی سفید رنگ نازوں میں پلا ہوا سرخی مائل نرم بدن کمزور اطراف تھا۔ اور ذو البداء اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہ السلام ہے اور مسجی بالرداء تھا چونکہ اس کے باپ ابو عبداللہ جعفر علیہ السلام

نے جب وہ مرا تو اسے اپنی ردا میں لپیٹا تھا اور وجوہ شیعہ کو وہاں لے گئے تاکہ وہ اسے دیکھ کر اس کی موت کا یقین وعلم پیدا کریں اور اس کے معاملہ میں جو انہیں شبہ ہے وہ ان سے زائل ہو جائے۔ انتہیٰ۔

عبداللہ بن جعفر پس وہ اسماعیل کے بعد اپنے سب بھائیوں سے بڑا ہے اور اس کی باپ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہ تھی اور اعتقاد میں باپ کی مخالفت کے ساتھ متہم تھا اور کہا گیا ہے کہ حشویہ مذہب کے لوگوں سے میل جول رکھتا تھا اور مرجیہ مذہب کی طرف مائل تھا اور باپ کی وفات کے بعد اس نے ادعار امامت کیا اور امامت پر اس کی دلیل سن میں بڑا ہونا تھا اسی لیے حضرت صادقؑ کے اصحاب کی ایک جماعت نے پہلے اس کا اتباع کیا اور جب اس کا امتحان لیا تو اس سے دستبردار ہو گئے اور اس کے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی طرف رجوع کیا چونکہ بہت سے براہین و دلائل واضحہ آپ سے دیکھے تھے البتہ کچھ تھوڑے سے لوگ اس اعتقاد پر باقی رہے اور امامت عبداللہ کو انتیا کیا اور انہیں فطحیہ کہتے ہیں اور یہ لقب انہیں اس لئے ملا چونکہ وہ عبداللہ کی امامت کے قائل تھے اور عبداللہ کا پاؤں ہاتھی کی طرح تھا اور بعض کہتے ہیں کہ انہیں فطحیہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ انہیں عبداللہ کو امامت کی طرف بلانے والے شخص کا نام عبداللہ بن فطیح تھا۔

قطب راوندی نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صادقؑ کی وفات ہوئی تو عبداللہ افطح آپ کے بیٹے نے امامت کا دعویٰ کیا حضرت موسیٰ کاظمؑ نے حکم دیا کہ گھر میں بہت سی لکڑیاں لا کر گھر کے وسط میں رکھی جائیں اس وقت آپ نے کسی کو عبداللہ کے پاس بھیجا اور اسے بلایا جب عبداللہ آپ کے مکان پر آیا اور اس وقت آپ کے پاس وجوہ امامیہ میں سے ایک جماعت موجود تھی۔ جب عبداللہ آ کر بیٹھ گیا تو حضرت نے حکم دیا کہ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی جائے۔ لکڑیاں جلنے لگیں اور لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہیں تھا یہاں تک کہ تمام لکڑیاں آگ ہو گئیں پس حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ اٹھے اور لباس سمیت جا کر اس آگ کے درمیان بیٹھ گئے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے اور پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر اپنی مجلس میں آ گئے اس وقت آپ نے اپنے بھائی عبداللہ سے کہا کہ اگر تم اپنے والد کے بعد امام ہو تو جا کر آگ میں بیٹھو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ اڑ گیا اور کھڑا ہو گیا۔ درانحالیکہ اس کی ردا زمین پر کھینچتی جا رہی تھی اور وہ حضرت کے گھر سے باہر چلا گیا اور عبداللہ چند بزرگوار کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہ کر وفات پا گیا۔ روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام سے فرمایا تھا اے میرے عزیز بیٹے بے شک تمہارا بھائی میری جگہ پر اور میرے بعد امامت کا دعویٰ کرے گا اس سے ایک لفظ کا بھی جھگڑا نہ کرنا کیونکہ میرے اہل خانہ میں سے وہ پہلا شخص ہے جو مجھ سے آملحق ہو گا۔ مولف کہتا ہے کہ سید ضامن بن شدقم مدنی نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ عبداللہ امام جعفر صادقؑ کے بیٹے کی وفات شہر بسطام میں ہوئی ہے اور اس کی قبر وہاں علی بن عیسیٰ بن آدم بسطامی کی قبر کے سامنے مشہور ہے فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ

سے نقل ہوا ہے وہ یہ کہ بسطام میں جو قبر ابو یزید بسطامی کی قبر کے مقابل ہے وہ محمد عبداللہ کے مذکور بیٹے کی ہے نہ کہ باپ کی۔ واللہ اعلم۔

اسحاق بن جعفر اہل فضل و صلاح و ورع و اجتہاد میں سے تھا اور لوگوں نے اس سے احادیث و آثار کی روایت کی ہے اور ابن کاسب جب اس سے حدیث کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی ثقہ رضی (پسندیدہ) اسحاق بن جعفر نے اور اسحاق اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کا قائل تھا اور اپنے والد سے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت پر نص کی روایت کی ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا کہ وہ رسول خدا سے زیادہ شباہت رکھتا اور اس کی والدہ اور امام موسیٰ کاظم کی والدہ ایک ہی تھیں اور اسحاق محدث جلیل ہے اور ایک گروہ نے اس کی امامت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی نسل محمد حسین اور حسن سے ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ اسحاق بن جعفر پر منتہی ہوتا ہے بنی زہرہ کا نسب جو کہ حلب میں ایک جلیل خاندان تھا اور انہیں میں سے ہیں ابو المکارم حمزہ بن علی بن زہرہ حلبی عالم فاضل جلیل صاحب تصانیف زیادہ: علم کلام و امامت فقہ و نحو میں کہ جن میں سے ایک کتاب ہے غنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور وہ جناب ان کے والد جد اور ان کے بھائی عبداللہ بن علی اور بھتیجے محمد بن عبداللہ اکابر فقہاء امامیہ میں سے تھے اور بنو زہرہ کہ جن کے لئے آیۃ اللہ علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ معروفہ لکھا ہے وہ سید جلیل حسیب صاحب نفس قدسیہ و ریاست انسہ اپنے عصر کے لوگوں سے افضل علاء الدین ابو الحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن ابو علی حسن بن ابی المحاسن زہرہ اور ان کے فرزند معظم شرف الدین ابو عبداللہ حسین بن علی اور ان کے بھائی سید معظم و مجدّ بدر الدین ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم اور ان کے دو فرزند ابو طالب احمد بن محمد اور عز الدین حسن بن محمد ہیں کہ علامہ نے ان کی بڑی تجلیل کی ہے اور سب کو اجازہ دیا ہے اور وہ اجازہ بحار کی آخری جلد میں مذکور ہے اور سید شریف تاج الدین بن محمد بن حمزہ بن زہرہ نے کتاب غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ المحفوظۃ من الغبار میں خاندان اسحاقیین کے ذکر میں کہا ہے کہ حمد ہے خدا کی کہ جس نے ہمیں زہرہ کے خانوادہ میں قرار دیا ہے جو حلب کے نقباء تھے اور ان کا دادا زہرہ بن ابو المواہب علی نقیب حلب بن محمد نقیب حلب بن ابی سالم محمد مرتضیٰ مدنی جو مدینہ سے حلب منتقل ہوا بن احمد مدنی جو حرّان میں مقیم تھا بن امیر شمس الدین محمد مدنی بن امیر الموتمن حسین بن اسحاق مؤتمن بن امام جعفر صادق علیہ السلام ہے اور کہا ہے زہرہ کا خانوادہ حلب اور اطراف حلب کے شہروں میں بہت مشہور سے زیادہ شہرت رکھتا ہے اور انہیں میں سے ہے ابو المکارم حمزہ بن علی بن زہرہ سید جلیل کبیر القدر عظیم الشان عالم کامل فاضل مدرس مصنف و مجتہدین اعیان سادات و نقباء حلب صاحب تصنیفات عمدہ و اقوال مشہورہ اور اس کی کئی کتابیں ہیں قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ ان کی قبر شہر حلب میں جوشن پہاڑ کے نیچے مشہد سقط حسین علیہ السلام کے قریب ہے اور مشہور ہے اور اس بیان کا نام و نسب امام صادقؑ تک اور تاریخ وفات بھی لکھی ہوئی ہے۔ انتہی۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۲۰۸ھ اور تاریخ ولادت ماہ رمضان ۱۴۵ھ ہے اور مشہد سقط کا واقعہ جبل جوشن میں کوفہ سے شام کی طرف اہل بیت کے جانے کے واقعات میں گذر چکا ہے اور واضح ہو کہ اسحاق بن جعفر کی زوجہ علیا مخدرہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے جو جلالت شان کے ساتھ مشہور ہیں ان خاتون کی وفات ۲۰۸ھ مصر میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئیں اور اہل مصر کو ان سے بڑی عقیدت ہے اور مشہور ہے کہ اس مخدرہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے ان سے حدیث لی ہے۔

سید مومن شبلنجی نے نورالابصار میں اور شیخ محمد صبان نے اسعاف الراغبین میں نقل کیا ہے کہ سیدہ نفیسہ ۱۴۵ھ مکہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ میں عبادت و زہد کے ساتھ نشو و نما پائی دن کو روزہ رکھتیں اور راتیں عبادت میں بسر کرتیں۔ اور صاحب مال و منال تھیں اپاہجوں، بیماروں اور عام لوگوں پر احسان و انعام کرتی تھیں اور تیس حج کئے کہ جن میں سے اکثر پا پیادہ تھے اور زینب بنت یحیٰی کی بیٹی سے جو نفیسہ کے بھائی تھے نقل ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی نفیسہ کی چالیس سال خدمت کی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ رات کو وہ سوئی ہوں اور دن کو افطار کیا ہو اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھیں اور میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے ساتھ نرمی و مدارات نہیں کرتیں تو کہنے لگیں کہ میں اپنے نفس سے کس طرح مدارات کروں۔ حالانکہ میرے آگے عقبات ہیں کہ جنہیں سوائے فائزین کے کوئی عبور نہیں کر سکتا اور جناب نفیسہ کی اپنے شوہر سے دو اولادیں تھیں۔ قاسم اور کلثوم اور ان کی آگے نسل نہیں چلی وہ اپنے شوہر کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور واپسی پر مصر تشریف لائیں اور ایک مکان میں قیام کیا کہ جس کے پڑوس میں ایک یہودی لڑکی نابینا تھی۔ جب اس نے نفیسہ کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کیا تو فوراً اس کی آنکھیں بینا اور روشن ہوگئیں تو بہت سے یہودی مسلمان ہوگئے اور اہل مصر کی اس مخدرہ سے زیادہ عقیدت ہوگئی اور ان سے وہیں رہنے کی خواہش کی اور ان کی زیارت کے لئے آتے تھے اور ان سے برکتیں دیکھتے تھے اور وہ مصر میں رہیں یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور منقول ہے کہ اس مخدرہ نے اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھودی تھی اور ہمیشہ اس میں جا کر نماز پڑھتیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھی یہاں تک کہ چھ ہزار ختم قرآن اس قبر میں کئے۔ اور ماہ مبارک رمضان ۲۰۸ھ میں وفات پائی اور احتضار کے وقت وہ روزہ سے تھیں ان سے افطار کرنے کو کہا گیا تو کہنے لگیں واعجب اب تک تیس سال گذر چکے ہیں کہ میں خدا سے سوال کرتی ہوں کہ روزہ کی حالت میں دنیا سے رحلت کروں اب جو روزہ سے ہوں تو افطار کر لوں پس سورہ انعام کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچیں کہ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ تو وفات پائی اور جب ان کی وفات ہوئی تو لوگ بستیوں اور شہروں سے جمع ہوگئے اور اس رات بہت سی شمعیں روشن کیں اور مصر کے ہر گھر سے رونے کی آواز بلند تھی اور اہل مصر پر بہت حزن و ملال تھا اور اس مخدرہ پر اتنی جمعیت نے نماز پڑھی کہ جیسی کبھی دیکھی نہیں گئی تھی کہ جس سے جنگل و میدان پر ہوگئے اور

وہ مراغہ کے درب السباع میں اپنے ہی مکان میں اس قبر میں دفن ہوئیں کہ جسے انہوں نے اپنے ہی ہاتھ سے کھودا تھا اور منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے شوہر اسحاق موتمن نے چاہا کہ ان کی میت مدینہ معظمہ کی طرف منتقل کریں اور بقیع میں جا کر دفن کریں اہل مصر نے استدعا کی کہ تبرک و تیمن کے لئے اس مخدرہ کو مصر میں رہنے دیں اور بہت سا مال بھی خرچ کیا لیکن اسحاق راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا اہلِ مصر کے ساتھ نفیسہ کے سلسلہ میں معارضہ نہ کرو بے شک اس کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوگی اور اس مخدرہ کی کرامات نقل ہوئی ہیں بلکہ ان کے مآثر و کرامات میں ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا نام مآثر نفیسہ ہے۔

محمد بن جعفر کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ کمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور وہ مرد سخی اور شجاع تھا اور تلوار لے کر خروج کرنے میں زیدیہ کے ساتھ موافق تھا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ مدینہ میں خروج کیا اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اہل مدینہ نے امارت مومنین کے ساتھ اس کی بیعت کی اور یہ مرد قوی القلب اور عابد تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا تھا اور وہ جب گھر سے نکلتا تو واپس نہ لوٹتا مگر اپنا لباس اتار کر کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر روز ایک گوسفند مہمانوں کے لئے ذبح کرتا پھر وہ مکہ کی طرف گیا اور طالبین کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس۔ محمد بن سلیمان بن داوٗد بن حسن مثنیٰ۔ محمد بن حسن معروف بالسلیق۔ علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے۔ ہارون بن مسیب سے جنگ عظیم کی اور بہت سے آدمی ہارون کے لشکر میں سے قتل ہوئے تو وہ لشکر جنگ سے دستبردار ہوا اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کو پیغام رساں کے طور پر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور اسے بطریق سلم و صلح بلایا محمد بن جعفر نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا تو ہارون نے لشکر بھیجا یہاں تک کہ اس نے محمد کا طالبین کے ساتھ اس پہاڑ میں کہ جس میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک محاصرہ رہا تو ان کا پانی اور کھانا ختم ہو گیا۔ اصحاب محمد اس سے دستبردار ہو کر متفرق ہو گئے۔ مجبوراً محمد ردا اور نعلین پہن کر ہارون بن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی اس نے انہیں امان دے دی اور دوسری روایت میں ہارون کی جگہ عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے ایسے محملوں میں کہ جن کے نیچے کوئی گدیلا نہیں تھا سوار کر کے خراسان بھیج دیا جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت و احترام کیا اور جائزہ دیا۔ اور وہ مامون کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشییع جنازہ کے لئے باہر آیا اور اس کا جنازہ اٹھا کر قبر تک لے گیا اور خود اس پر نماز جنازہ پڑھی اور لحد میں اترا پس قبر سے باہر آیا۔ اور توقف کیا یہاں تک کہ اسے دفن کیا گیا بعض لوگوں نے کہا اے امیر آج آپ نے اپنے آپ کو تعب و تھکان میں ڈالا ہے بہتر ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے کہ اب دو سو سال ہو گئے ہیں اسے قطع ہوئے پھر محمد کے قرض ادا کئے جو کہ تیس ہزار دینار کے قریب تھے اور تاریخ قم میں منقول

ہے کہ محمد دیباج نے جرجان میں اس وقت وفات پائی۔ جب سنہ ۲۰۳ھ میں عراق کی طرف جا رہا تھا اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جرجان میں اسے دفن کیا اور عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب اور باقی علویین نے مامون کا اس وجہ سے شکریہ ادا کیا اور مجھے یہ خبر ملی ہے الصاحب الجلیل کافی الکفاۃ ابو القاسم اسمٰعیل بن عباد نے سنہ ۳۸۴ھ میں اس کی قبر پر عمارت بنوائی ہے انتہی۔ شیخ صدوق نے حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے اپنے جد امجد علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے اپنے باپ سے اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے حدیث بیان کی کہ امام محمد باقرؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان میں ان کا چچا زید بن علی علیہ السلام بھی شریک تھا اس وقت آپ نے ان کے سامنے ایک کتاب نکالی کہ جو امیر المومنین علیہ السلام کی ہاتھ سے لکھی ہوئی اور رسولؐ خدا کی لکھوائی ہوئی تھی کہ جس میں حدیث لوح آسمانی لکھی ہوئی تھی ھذا کتاب من اللہ العزیز العلیم آخر تک کہ جس میں اوصیاء پیغمبر کی تصریح موجود تھی آخر روایت میں ہے کہ حضرت عبدالعظیم نے فرمایا تعجب اور بہت تعجب ہے محمد بن جعفر کے خروج کرنے پر باوجودیکہ اس نے حدیث لوح اپنے باپ سے سنی تھی اور خود اسے بیان بھی کیا ہے۔

جان لو کہ محمد بن جعفر کی اولاد میں سے ہے۔ سید شریف اسماعیل بن حسین بن محمد بن حسین بن احمد بن محمد بن عزیز بن حسین بن محمد اطروش بن علی بن حسین بن علی بن محمد دیباج بن امام جعفر صادق علیہ السلام ابوطالب مروزی علوی نسابہ اس کے اجداد میں سے پہلا شخص ہے جو مرو سے قم کی طرف منتقل ہوا وہ احمد بن محمد بن عزیز ہے اور اس کی تـ تصانیف میں سے ہے کتاب حظیرۃ القدس جو ساٹھ جلد کے قریب ہے اور اس کے علاوہ تصنیفات ہیں کہ جو سب انساب میں ہیں۔ یاقوت حموی نے سنہ ۶۱۴ھ میں مقام مرو میں اس سے ملاقات کی ہے اور معجم الادباء سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے مفصل حالات بیان کئے ہیں۔

عباس بن جعفرؑ مرد جلیل اور فاضل نبیل تھے۔

علی بن جعفر ابوالحسن اور احمد بن قاسم دجوکہ ان کی اولاد میں سے ہیں اور قم میں دفن ہیں۔ ان کا تذکرہ معلوم رہے کہ علی بن جعفر علیہ السلام سید جلیل القدر عظیم الشان شدید الورع عالم کبیر راوی حدیث کثیر الفضل تھے اور حضرت جواد تقی بلکہ صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق حضرت ہادی نقیؑ کے زمانہ تک زندہ رہے اور حضرت کے زمانہ میں وفات پائی اور ہمیشہ اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کا ساتھ اختیار کیا اور آنجناب سے معالم دین اخذ کئے اور انہیں کی برکات میں سے ہیں۔ مسائل علی بن جعفر جو دسترس میں ہیں جنہیں علامہ مجلسی نے بحار کی چوتھی جلد میں نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آنجناب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ یہاں بیان ہو سکے اور تمام علماء رجال نے ان کی تعریف بلیغ کی ہے اور شیخ کشی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک طبیب چاہتا تھا کہ حضرت

محمد جواد تقیؑ کا فصد کھولے جب اس نے نشتر آپ کے قریب کیا تاکہ رگ کاٹے تو علی بن جعفرؑ نزدیک آئے اور کہا اے آقا پہلے میری فصد کھولیئے۔ جب نشتر کی تیزی و حدت مجھ پر اثر کرے گی تو آپ کو تکلیف نہیں دے گا۔ جب حضرت جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو علی بن جعفرؑ اٹھے اور حضرت کے جوتے جوڑ کر آپ کے سامنے رکھے حالانکہ علی بن جعفر اس وقت سن رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت جوادؑ کی ابتداء جوانی تھی۔

شیخ کلینی نے محمد بن حسن بن عمار سے روایت کی ہے کہ میں دس سال تک مدینہ میں علی بن جعفر کی خدمت میں رہا اور ان سے وہ احادیث اخذ کرتا تھا جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابو الحسن موسیٰؑ سے سنی تھیں اور میں انہیں لکھتا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں تھا کہ حضرت جواد علیہ السلام مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے۔ علی بن جعفرؑ کی نگاہ جب حضرت پر پڑی تو بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور جوتا پہنے اور ردا ڈالے بغیر حضرت کی طرف دوڑے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کی تعظیم و تکریم کی۔ حضرت جوادؑ نے فرمایا اے چچا بیٹھ جائیے خدا آپ پر رحم کرے عرض کیا اے میرے سید و آقا میں کس طرح بیٹھ جاؤں جب کہ آپ ابھی کھڑے ہیں۔ پس جب علی بن جعفرؑ حضرت کی خدمت سے رخصت ہوئے اور اپنی مجلس میں آکر بیٹھے تو ان کے ساتھیوں نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگے کہ آپ اس طرح ان کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ جب کہ آپ ان کے باپ کے بھی چچا ہیں۔ فرمایا خاموش رہو اور اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور کہا کہ جب خداوند عالم نے مجھے اس ڈاڑھی کے باوجود امامت کا اہل نہیں بنایا اور اس نوجوان کو امامت کا اہل قرار دیا ہے۔ اور وہ اس کے سپرد کی ہے تو کیا میں اس کے فضل کا انکار کروں میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز سے جو تم کہتے ہو کہ میں اس کا احترام نہ کروں بلکہ میں اس کا غلام ہوں۔ مؤلف کہتا ہے ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار کس قدر اپنے امام زمانہ کی معرفت رکھتے تھے۔ وَكَفَاهُ ذٰلِكَ فَضْلًا وَّكَرَمًا یہ ان کے فضل و کرم کے لئے کافی ہے۔ اس بزرگوار کی قبر مشتبہ ہے آیا قم میں ہے یا مقام عریض میں جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جو کہ ان کی ملک اور ان کی اولاد کی جائے رہائش ہے اس میں اختلاف ہے اور ہم نے ہدیۃ الزائرین میں جو کچھ اس مقام سے متعلق ہے اسے بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے کہا ہے۔ باقی رہے علی عریضی ان کی کنیت ابو الحسن ہے یہ عالم بزرگ تھے۔ بچپن میں باپ سے چھوٹ گئے اور اپنے بھائی امام موسیٰ علیہ السلام سے علم سیکھا اور ان کی نسبت عریض کی طرف ہے اور وہ ایک دیہات ہے مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر اور ان کی اولاد کافی ہے اور انہیں عریضیون کہتے ہیں اور ان کی نسل چار بیٹوں سے ہے محمد و احمد شعرانی اور حسن و جعفر اصغر تو اس کی اولاد اس کے بیٹے علی سے ہے اور اس کی اولاد کے حالات مخفی ہیں انتہی احتمال ہے کہ جو قبر قم میں ہے وہ اسی علی کی قبر ہو اور باقی رہا اس کا یہ قول کہ علی کی نسل چار بیٹوں سے ہے یہ مخالف ہے اس کے جو نقل ہوا ہے کیونکہ عالم فاضل جلیل سید مجد الدین عریضی استاد شیخ ابو القاسم

محقق علی کا نسب عیسیٰ بن علی بن جعفرؑ تک منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح سے السید مجدالدین علی بن حسن بن ابراہیم بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن علی عریضی صاحب المسائل عن اخیہ الکاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادقؑ اور حسن بن علی بن جعفرؑ باپ ہے عبداللہ بن حسن علوی کا جو کہ شیخ جلیل عبداللہ بن جعفر حمیری کے مشائخ میں سے ہے اور انہوں نے اس پر اعتماد کیا ہے اپنے طریق میں علی بن جعفر کے مسائل پر وہ روایت کرتا ہے اپنے جد علی بن جعفر سے اور معلوم رہے کہ بعض کتب انساب میں ہے کہ فاطمہ کبریٰ بنت محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدین علیہ السلام علی کی زوجہ ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ قم میں علی بن جعفرؑ کی اولاد میں سے ایک شخص (جو شرافت و جلالت کے ساتھ معروف ہے) مدفون ہے۔ اور اس کا اسم شریف احمد بن قاسم بن احمد بن علی بن جعفر صادق علیہ السلام ہے اور اس کی قبر عام لوگوں کی زیارت گاہ ہے جو اس قبرستان میں واقع ہے جو دروازہ قلعہ کے نزدیک ہے ایک قدیم بقعہ و بارگاہ میں کہ جس کی تاریخ بنا کو اب تک سات سو سال ہو گئے ہیں اور اس کی بہن فاطمہ بھی ظاہراً دہیں دفن ہے اور یہ احمد بن قاسم جلیل القدر ہے اور تاریخ قم میں ہے کہ اس طرح خبر پہنچی ہے کہ احمد بن قاسم اپاہج تھا اور اس کی آنکھوں میں چیچک کی بیماری ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں اور جب وفات پائی تو مقبرۂ قدیم مالون میں دفن ہوا اور اس کی قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کی قبر پر سائبان تھا اور جب خاقان مغلی کے اصحاب ۲۹۵ھ میں قم میں پہنچے تو وہ سائبان اس کی قبر سے ہٹا لیا اور ایک مدت تک اس کی زیارت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض صلحاء قم نے خواب میں ۳۷۱ھ میں دیکھا کہ اس قبر میں رہنے والا بہت صاحب فضل ہے اور اس کی زیارت کا ثواب واجبہ بہت ہے پس دوبارہ اس کی قبر کی عمارت نئی لکڑی سے کی گئی اور از سر نو لوگ اس کی قبر کی زیارت کرنے لگے اور ثقات کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ کچھ لوگ کہ جنہیں پرانی بیماری ہوتی یا ان کے کسی عضو میں کوئی نقص یا تکلیف ہوتی تو وہ اس کی قبر پر جاتے اور طلب شفاء (بدرگاہ خدا) کرتے تو اس کی روح شریف کی برکت سے شفا پاتے۔

آٹھویں فصل

حضرت صادقؑ کے چند بزرگ اصحاب کا تذکرہ

پہلا: ابان بن تغلب ہے آل بکر بن وائل سے اہل کوفہ اور ثقہ و جلیل القدر ہے مجالس المومنین میں ہے کہ ابان قاری اور علم قرأت اور اس کے دلائل کے وجوہ کا عالم تھا اور اس کی الگ ایک قرأت ہے جو قراء کے ہاں مشہور ہے اور علم تفسیر حدیث فقہ لغت اور نحو میں اپنے زمانہ کا امام تھا اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ اس نے تیس ہزار احادیث امام جعفر صادقؑ سے حفظ کی ہیں اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں مثل تفسیر غریب القرآن اور کتاب فضائل اور کتاب احوال صفین اور دیگر اس قسم کی اور کتاب خلاصہ میں مسطور ہے کہ ابان ہمارے اصحاب کے درمیان ثقہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور ان کی خاطر عاطر کے التفات سے مشرف ہوا ہے۔ اور حضرت امام باقرؑ نے اس سے فرمایا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو فتوٰی دو میں دوست رکھتا ہوں کہ لوگ ہمارے شیعوں کے درمیان تم جیسے شخص کو دیکھیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ مناظرہ کرو میں دوست رکھتا ہوں کہ تم جیسا شخص میرے راویوں اور رجال میں ہو ابان نے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی جب آپ کو ابان کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے لئے دعا رحمت کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ ابان کی موت سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے اور ابان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی اور امام جعفر صادقؑ نے اسے اس کی وفات کی خبر دی تھی۔ شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابان مدینہ میں جاتا تو لوگ اس سے حدیث سننے اور اس سے مسائل کا استفادہ کرنے کے لئے ہجوم کرتے چنانچہ سوائے مسجد کے ستون کے کہ جسے ابان کے لئے خالی چھوڑ دیتے تھے دوسری کوئی جگہ خالی نہیں رہتی تھی اور اسی طرح عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں ابان کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص دروازے سے آیا اور اس سے پوچھا کہ اے ابو سعید مجھے بتاؤ صحابہ رسولؐ میں سے کتنے افراد نے حضرت امیرالمومنینؑ کا اتباع کیا تھا۔ ابان کہنے لگا گویا تو علیؑ کا فضل و بزرگی انہیں اشخاص کی وجہ سے پہچاننا چاہتا ہے جنہوں نے امیرالمومنینؑ کا اتباع کیا اصحاب پیغمبرؐ میں سے۔ وہ شخص کہنے لگا میرا مقصد تو یہی ہے تو ابان نے کہا خدا کی قسم ہم صحابہ کی فضیلت نہیں سمجھتے مگر امیرالمومنینؑ کی متابعت کرنے سے۔

دوسرا اسحاق بن عمار صیرفی کوفی جو حضرت صادقؑ اور موسیٰؑ بن جعفرؑ کے اصحاب میں سے تھا۔ علماء رجال نے اس کے حق میں کہا ہے کہ وہ ہمارے اصحاب کا شیخ اور ثقہ ہے وہ اور اس کے بھائی یونس۔ یوسف۔ قیس اور اسماعیل شیعوں کا ایک بزرگ خانوادہ ہیں اور اس کے بھتیجے علی و بشیر اسماعیل کے بیٹے وجوہ اہل حدیث میں سے تھے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب اسحاق اور اسمٰعیل عمار کے بیٹوں کو دیکھتے تو فرماتے وقد یجمعھما لاقوام

یعنی خداوند عالم کبھی کچھ لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کر دیتا ہے اور عمار بن حیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے حضرت صادقؑ کو بتایا اپنے بیٹے اسماعیل کا میرے ساتھ نیکی و احسان کرنا تو فرمایا میں اسے دوست رکھتا تھا اور اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہو گئی۔ بالجملہ علماء اسحاق کو فطحی مذہب سمجھتے تھے۔ شیخ کے فہرست میں تصریح کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے اس کی حدیث کو موثق شمار کرتے تھے یہاں تک کہ نوبت شیخ بہائی تک پہنچی تو انہوں نے اسحاق بن عمار دو افراد قرار دیئے ہیں ایک امامی ثقہ جو رجال نجاشی میں ہے اور دوسرا فطحی ثقہ جو رجال شیخ میں ہے اور ان کا امتیاز ان کے جد کے نام سے قرار دیا ہے۔ اسحاق بن عمار بن حیان کو امامی کہتے ہیں اور اسحاق بن عمار بن موسیٰ کو فطحی کہتے ہیں۔ لہذا سند میں امتیاز کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون ہے اور علماء کا عمل اسی پر رہا۔ علامہ طباطبائی بحرالعلوم کے زمانہ تک ان بزرگوار نے ایسے قرائن تلاش کئے جن سے اسحاق بن عمار ایک ہی شخص ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی ثقہ اور امامی مذہب ہے اور ہمارے شیخ علامہ نوری نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے خاتمہ مستدرک الوسائل ۔ واللہ العالم۔

تیسرا برید ابن معویہ عجلی جس کی کنیت ابوالقاسم وجوہ فقہا اصحاب میں سے ثقہ و جلیل القدر حضرت باقر اور صادق علیہم السلام کے حواریوں میں سے ہے اور اس کا ائمہ معصومین علیہم السلام کے نزدیک مقام و محل عظیم ہے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ زمین کے اوتاد (میخیں) اور اعلام دین چار افراد ہیں محمد بن مسلمؒ برید بن معویہؒ لیث بن بختری مرادی اورؒ زرارہ بن اعین نیز ایک حدیث میں ان کے حق میں فرمایا ہے هٰؤُلَاءِ الْقَوَّامُوْنَ بِالْقِسْطِ هٰؤُلَاءِ الْقَوَّالُوْنَ بِالصِّدْقِ وَهٰؤُلَاءِ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہ قائم بالقسط و عدل یہ سچ کہنے والے سابقون اولون اور یہی مقرب ہیں اور نیز فرمایا مخبتین (چھپ کر دین کی خدمت کرنے والے) کو بہشت کی بشارت دو اور ان چار افراد کا نام لیا پھر فرمایا یہ چار آدمی تو نجبار ہیں حلال و حرام خدا میں امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع اور مندرس ہو جاتے اس کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی رحمہ اللہ اور اس کا بیٹا قاسم بن برید بھی ثقہ اور حضرت صادقؑ کے رواۃ اصحاب میں سے ہے۔

چوتھا ابوحمزہ ثمالی ان کا نام شریف ثابت بن دینار ہے۔ ثقہ و جلیل القدر زہاد و مشائخ اہل کوفہ میں سے ہیں۔ فضل بن شاذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک ثقہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو یہ فرماتے سنا کہ ابوحمزہ ثمالی اپنے زمانہ میں اسی طرح تھے جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ابوحمزہ نے ہم میں سے چار افراد کی خدمت کی ہے علی بن الحسینؑ۔ محمد بن علیؑ جعفر بن محمدؑ اور کچھ زمانہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادقؑ نے ابوحمزہؒ کو بلایا جب حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا اِنِّی لَاَسْتَرِیْحُ اِذَا رَاَیْتُكَ مجھے راحت و آرام محسوس ہوتا ہے جب میں تجھے دیکھوں۔ روایت ہے کہ ابوحمزہ کی ایک بیٹی تھی زمین پر گر گئی تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ شکستہ اعضاء جوڑنے والے کو دکھایا تو اس نے کہا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اسے جبیرہ (پٹی

جوڑ کر باندھنا) کرنا پڑے گا۔ ابو حمزہ کو اس لڑکی کی حالت پر رقت طاری ہوئی اور رو دیئے اور دعا کی۔ شکستہ بند (جوڑنے والے) نے چاہا کہ ہڈی جوڑ کر اس کا ہاتھ باندھے اس نے دیکھا کہ ٹوٹنے کے آثار موجود نہیں۔ دوسرا ہاتھ دیکھا تو اس میں بھی عیب نظر نہ آیا۔ کہنے لگا اس لڑکی میں تو کوئی عیب نہیں ہے ان کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ان کی بیماری کے دنوں ابو بصیر صادقؑ کی خدمت میں آئے تو حضرت صادقؑ نے ابو حمزہ کے حالات پوچھے۔ ابو بصیر نے کہا وہ بیمار ہیں۔ فرمایا جب واپس جاؤ تو اس کے پاس جانا اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور یہ بھی کہنا کہ فلاں ماہ فلاں دن تمہاری وفات ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ قربان جاؤں خدا جانتا ہے کہ ہم ابو حمزہ سے انس رکھتے ہیں اور وہ آپ کے شیعوں میں سے ہے فرمایا سچ کہتے ہو مَا عِنْدَنَا خَیْرٌ لَّکُمْ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے شیعہ آپ کے ساتھ ہوں گے فرمایا جب خدا سے ڈریں اور اپنے پیغمبر کا لحاظ رکھیں اور خود کو گناہوں سے بچائیں تو پھر ہمارے درجات میں ہمارے ساتھ ہوں گے الخ۔ سید عبدالکریم بن طاؤس نے فرحۃ الغری میں روایت کی ہے کہ حضرت زین العابدینؑ وارد کوفہ ہوئے تو مسجد کوفہ میں تشریف لے گئے اور مسجد میں ابو حمزہ موجود تھے جو کہ زہاد و مشائخ کوفہ میں سے تھے پس حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو حمزہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ عمدہ لہجہ نہیں سنا تھا میں قریب گیا تا کہ سنوں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے سنا کہ کہہ رہے ہیں اِنْ کَانَ قَدْ عَصَیْتُکَ فَاِنِّیْ قَدْ اَطَعْتُکَ فِیْ اَحَبِّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْکَ اور یہ دعا مشہور ہے اس وقت آپ اٹھ کر چلے گئے۔ ابو حمزہ کہتا ہے کہ میں مناخ کوفہ تک ان کے پیچھے گیا اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ اونٹ بٹھاتے تھے۔ وہاں ایک سیاہ غلام تھا جس کے پاس ایک اونٹ اور اونٹنی تھی میں نے اس سے کہا اے کالے یہ شخص کون ہے تو اس نے کہا اَوَ یَخْفٰی عَلَیْکَ شَمَائِلُہٗ کیا اس کے سیما و شمائل و نقش و نگار تجھ پر مخفی ہیں اور ان سے تو نے انہیں نہیں پہچانا وہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو ان کے قدموں پہ گرا دیا اور ان کے بوسے لئے تو آپ نے ایسا نہ کرنے دیا اور اپنے ہاتھ سے میرا سر بلند کیا اور فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ سجدہ خدا کے علاوہ کسی کے لئے نہیں جچتا۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول کیسے آپ کا یہاں آنا ہوا فرمایا اس چیز کے لئے جو تو نے دیکھی ہے یعنی مسجد کوفہ میں نماز پڑھنا اور اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ اس کی طرف آئیں۔ اگرچہ وہ بچوں کی طرح اپنے آپ کو زمین پر گھسیٹیں یعنی وہ آئیں اگرچہ ان کے لئے چلنا انتہائی سخت ہو ان بچوں کی طرح جو ابھی کھڑے ہو کر چل نہیں سکتے اور بیٹھے بیٹھے چلتے ہیں پھر فرمایا کیا میل و رغبت رکھتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر میرے جد بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کرو میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپ چلے اور میں آپ کے ناقہ کے سایہ میں جا رہا تھا اور آپ مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم غری میں پہنچے اور وہ سفید جگہ تھی کہ جس کی روشنی چمکتی تھی۔ پس آپ اپنے ناقہ سے اترے۔ اور اپنے دونوں طرف کے رخساروں کو اس زمین پر رکھا اور فرمایا اے ابو حمزہ یہ میرے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے اور حضرت نے وہ زیارت پڑھی جس کی ابتداء یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ الرَّضِیِّ وَنُوْرِ وَجْہِہِ الْمُضِیِّ پھر اس

قبرِ مطہر سے رخصت ہوئے اور آپ مدینہ کی طرف چلے گئے اور میں کوفہ کی طرف لوٹ آیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ حضرت صادقؑ کی وفات کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ ابو حمزہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس تربت مقدس کے پاس بیٹھے اور فقہاء شیعہ ان کی خدمت میں جمع ہوئے اور ان سے حدیث اور علم اخذ کرتے تھے۔

پانچواں حریز بن عبداللہ سجستانی حضرت صادقؑ کے مشہور اصحاب میں سے ہیں اور عبادات میں کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب صلوٰۃ ہے جو کہ مرجع اصحاب معتمد علیہ اور مشہور تھی اور حماد کی معروف روایت میں ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا اَنَا اَحْفَظُ کِتَابَ حَرِیْزٍ فِی الصَّلٰوۃِ نماز کے معاملہ میں میں حریز کی کتاب صلوٰۃ کو یاد رکھتا ہوں۔ بہرحال وہ ہے تو اہل کوفہ میں سے لیکن چونکہ تجارت کے لیے وہ سجستان کی طرف سفر کرتا تھا لہٰذا سجستانی مشہور ہو گیا اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں اس نے خوارج سجستانی کے مقابلہ میں تلوار کھینچی۔ اور روایت ہے کہ حضرت نے اسے اپنے آپ سے جدا اور محجوب کر دیا اور یہ وہی ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن نے بہت سی فقہ اس سے نقل کی ہے۔

چھٹا حمران بن اعین شیبانی زرارہ کا بھائی جو کہ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے کہ جسے حضرت باقرؑ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے اور حضرت صادقؑ نے اس کی موت کے بعد فرمایا مَاتَ وَاللّٰہِ مُؤْمِنًا خدا کی قسم وہ حالتِ ایمان میں مرا ہے اور جب اس نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ ہم شیعہ کس قدر قلیل مقدار میں ہیں۔ لَوِ اجْتَمَعْنَا عَلٰی شَاۃٍ مَا اَفْنَیْنَاھَا اگر ہم ایک بکری پر جمع ہوں تو اسے ختم نہیں کر سکتے۔ فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب و غریب بات بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا مہاجر و انصار چل دیئے (اور ہاتھ سے اشارہ کیا) سوائے تین افراد کے آنحضرت کی مراد تین افراد سے سلمان ابوذر اور مقداد ہیں جیسا کہ باقرؑ کی روایت میں ہے کہ اِرْتَدَّ النَّاسُ اِلَّا ثَلَاثَۃً سَلْمَانُ اَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ قَالَ الرَّاوِیُ فَقُلْتُ عَمَّارٌ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ حَاصَ حَیْصَۃً ثُمَّ رَجَعَ ثُمَّ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنْ اَرَدْتَ الَّذِیْ لَمْ یَشُکَّ وَلَمْ یَدْخُلْہُ شَیْئٌ فَالْمِقْدَادُ۔ سب لوگ پھر گئے سوائے تین کے سلمان ابوذر اور مقداد راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اور عمار فرمایا کچھ پلٹا پھر لوٹ آیا اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر وہ شخص چاہتے ہو کہ جسے شک نہیں ہوا اور نہ اس کے دل میں کچھ آیا ہے تو وہ مقداد ہے اور وارد ہوا ہے کہ جس وقت زرارہ جوانی کے عالم میں جب کہ ابھی اس کے منہ پر داڑھی بھی نہیں آئی تھی حجاز کی طرف گیا اور میدان منیٰ میں حضرت باقرؑ کا خیمہ دیکھا تو اس خیمہ کے اطراف میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور صدر مجلس خالی چھوڑ رکھی ہے اور اس میں کوئی شخص نہیں ہے اور ایک شخص اس کے ایک کونے میں بیٹھا حجامت کرا رہا ہے میں نے دل میں کہا کہ حضرت باقرؑ یہی شخص ہوں گے میں ان کی طرف گیا اور سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا اور حجام بھی ان کے سر کے پیچھے تھا فرمایا اعین کی اولاد میں سے ہے میں نے عرض کیا جی ہاں میں زرارہ اعین کا بیٹا ہوں فرمایا تجھے شباہت کی وجہ سے میں نے پہچانا ہے پھر فرمایا کیا

حمران حج کے لئے آیا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں البتہ آپ کو سلام بھیجا ہے فرمایا وہ حقیقی مومنین میں سے ہے۔ جو کبھی نہیں لوٹے گا جب اس سے ملاقات کرو تو میرا سلام اسے پہچانا اور اس سے کہنا کہ کیوں تو نے حکم بن عتیبہ سے میری طرف سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اِنَّ الْاَوْصِیَاءَ مُحَدَّثُوْنَ (کہ اوصیاء سے ملائکہ باتیں کرتے ہیں) حکم اور اس جیسے لوگوں کو ایسی احادیث نہ بتاؤ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے خدا کی حمد و ثنا کی الخ دوسری روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے بکیر بن اعین سے حمران کے حالات پوچھے۔ بکیر نے عرض کیا کہ حمران اس سال حج کے لئے نہیں آیا۔ اگرچہ اسے بہت شوق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو لیکن اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے حضرت نے فرمایا تجھ پر اور اس پر سلام ہو حمران مومن ہے اہل جنت میں سے ہے جو کبھی شک میں نہیں پڑے گا نہیں بخدا نہیں لیکن اس کو یہ نہ بتانا اور ایک روایت ہے کہ حضرت صادقؑ کے موالی آپ کے پاس مناظرہ کر رہے تھے اور حمران ساکت تھا حضرت نے اس سے فرمایا اے حمران تو کیوں خاموش ہے اور بات نہیں کرتا کہنے لگا اے میرے آقا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس مجلس میں بات نہیں کروں گا کہ جس میں آپ تشریف فرما ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں تجھے کلام کرنے کی اجازت دیتا ہوں تو تکلم و مناظرہ کر۔ یونس بن یعقوب کہتا ہے کہ حمران علم کلام خوب جانتا تھا اور حضرت صادقؑ نے اس مرد شامی کو جو مناظرہ کے لئے آیا تھا۔ حمران کے حوالہ کیا وہ مرد شامی کہنے لگا میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں نہ کہ حمران سے فرمایا اگر حمران پر تو غالب آگیا تو گویا مجھ پر غالب آیا ہے پس اس شخص نے جواب دیئے یہاں تک کہ وہ شخص تھک گیا اور ملول ہوا۔ حضرت نے اس سے فرمایا اے شامی تو نے حمران کو کیسا پایا۔ کہنے لگا ماہر و حاذق ہے میں نے جس چیز کے متعلق اس سے سوال کیا ہے اس کا اس نے جواب دیا ہے خلاصہ یہ کہ اس کی مدح میں بہت سی روایات ہیں۔ اور حسن بن علی بن یقطین نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حمران زرارہ۔ عبدالملک۔ بکیر اور عبدالرحمٰن۔ اعین کے بیٹے تمام مستقیم رہے اور ان میں سے چار افراد نے حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اور حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور زرارہ حضرت کاظمؑ کے زمانہ تک رہا اور ملاقات کی اور کہا گیا ہے کہ حمران کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ابوالطفیل عامر بن واصلہ سے روایت کرتا ہے اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے آخری شخص ہے کہ جس نے آخر میں وفات پائی۔

روایت ہے کہ حمران جب اصحاب کے ساتھ بیٹھتا تو مسلسل ان سے آل محمدؐ سے روایت بیان کرتا پس جب وہ آل محمدؐ سے ... کوئی چیز بیان کرتے تو ان کی رد کرتا اسی حدیث سے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے تین مرتبہ ایسا کرتا اگر وہ اس حال پر باقی رہتے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا اور چلا جاتا۔ مؤلف کہتا ہے کہ اسی کے قریب قریب سید حمیری کے متعلق بعض اہل فضل سے نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ ابو عمرو علاء کے پاس بیٹھا تھا اور ہم مشغول مذاکرہ تھے کہ سید حمیری وارد ہوا اور بیٹھ گیا ہم زراعت اور کھجوروں کے ذکر میں مشغول ہوئے تو اچانک سید کھڑا ہو گیا ہم نے کہا کہ اے ابو ہاشم کیوں کھڑے ہو گئے ہو تو کہنے لگا۔ شعر

اِنِّیْ لَاَکْرَهُ اَنْ اُطِیْلَ بِمَجْلِسٍ   لَا ذِکْرَ فِیْهِ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ

لَا ذِکْرَ فِیْہِ لِاَحْمَدَ وَوَصِیِّہٖ وَبَنِیْہِ ذٰلِکَ مَجْلِسٌ قَصِفٌ رَدِیْ

اِنَّ الَّذِیْ یَنْسَاھُمْ فِیْ مَجْلِسٍ حَتّٰی یُفَارِقَہٗ لِغَیْرِ مُسَدَّدٍ

میں ناپسند کرتا ہوں زیادہ دیر بیٹھنا اس مجلس میں کہ جس میں آل محمدؐ کا تذکرہ نہ ہو جس میں احمد مجتبیٰؐ ان کے وصی اور ان کی اولاد کا ذکر نہ ہو وہ مجلس کہنہ اور فاسد ہے جو شخص ان کو کسی مجلس میں بھول جائے۔ یہاں تک کہ اس سے جدا ہو وہ درست آدمی نہیں حمران کے بیٹے حمزہ محمد اور عقبہ سب کے سب اہل حدیث میں سے ہیں۔

ساتواں زرارہ بن اعین شیبانی ہے کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے کہ جس میں تمام خصال خیر جمع تھے۔ علم و فضل و دیانت و وثاقت صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں کہ یونس بن عمار نے جس سے باب ارث میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حدیث نقل کی ہے کہ جو اس نے حضرت باقرؑ سے نقل کی تھی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا جو کچھ زرارہ نے حضرت ابو جعفرؑ سے روایت کی ہے جائز نہیں کہ ہم اسے رد کریں اور روایت ہے کہ حضرت نے فیض بن مختار سے فرمایا جب ہماری حدیث حاصل کرنا چاہو تو اس بیٹھے ہوئے شخص سے اخذ کرو اور آپ نے زرارہ کی طرف اشارہ فرمایا اور حضرت سے مروی ہے زرارہ کے متعلق کہ لَوْلَا زُرَارَۃُ لَقُلْتُ اِنَّ اَحَادِیْثَ اَبِیْ سَتَذْھَبُ اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد کی احادیث ضائع ہو گئیں اور برید کے حالات میں گذر چکا ہے کہ زرارہ اوتاد (میخیں) زمین اور اعلام دین میں سے ایک ہے۔ نیز روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ تمہارا نام اہل بہشت میں الف کے بغیر ہے۔ کہنے لگا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں میرا نام عبد ربہ ہے لیکن زرارہ کے ساتھ ملقب ہوا ہوں۔ اور انہیں سے نقل ہوا ہے کہ جو حرف حضرت صادقؑ سے سنتا ہوں میرا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور ابن ابی عمیر سے جو کہ فضلاء شیعہ میں سے ہے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے جمیل بن دراج سے کہا جو کہ اعاظم فقہاء و محدثین شیعہ میں سے ہے کہ کس قدر اچھا ہے تیرا محضر اور کتنی زینت رکھتی ہے تیری مجلس استفادہ تو اس نے کہا کہ ہاں لیکن خدا کی قسم کہ ہم زرارہ کے پاس اس طرح تھے کہ جیسے اطفال مکتب معلم کے پاس ہوتے ہیں۔ ابو غالب زراری نے جب اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لئے ایک رسالہ لکھا تو فرمایا کہ روایت ہوئی ہے کہ زرارہ شخص وسیم و جسیم اور زیادہ سفید رنگ تھا اور جب نماز جمعہ کے لئے جاتا تو اس کے سر پر ٹوپی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوتا اور ہاتھ میں عصا رکھتا تھا اور لوگ اس کی حشمت و عظمت کا لحاظ رکھتے اور لوگ صف بستہ ہو کر اس کے حسن ہیبت اور جمال کو دیکھتے اور جدل و مخاصمت علم کلام میں مکمل امتیاز رکھتا تھا اور کسی شخص میں یہ قدرت نہیں تھی کہ اسے مناظرہ میں مغلوب کرے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے اسے مناظرہ کرنے سے روک دیا تھا اور متکلمین شیعہ اس کی شاگردی کی لڑی میں تھے۔ ستر یا نوے سال زندہ رہا اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ تمہارے لئے لکھوں الخ انتہی مؤلف کہتا ہے کہ زرارہ کی وفات حضرت صادقؑ کی وفات

کے بعد دو مہینہ یا اس سے کم عرصہ میں ہوئی اور زرارہ حضرت کی وفات کے وقت بیمار تھے اور اسی بیماری میں رحلت کی رحمہ اللہ۔

معلوم رہے کہ اعین کا گھرانہ شریف خانوادہ ہے اور ان میں سے اکثر افراد اہل حدیث وفقہ وکلام تھے۔ اصول تصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کی کئی ایک اولادیں تھیں کہ جن میں سے رومی اور عبداللہ ہے کہ دونو ثقات رُوات میں سے ہیں اور حسن و حسین ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے دعا کی اور فرمایا اَحَاطَهُمَا اللهُ وَكَلَاهُمَا وَرَعَاهُمَا وَحَفِظَهُمَا بِصَلَاحِ اَبِيهِمَا كَمَا حَفِظَ الْغُلَامَيْنِ خدا دونوں کا احاطہ کرے اور نگہبانی ولحاظ وحفاظت کرے ان کے باپ کی اچھائی کی وجہ سے جس طرح کہ ان دو بچوں کی حفاظت کی تھی اور زرارہ کے بھائی حمران بکیر، عبدالرحمٰن اور عبدالملک سب جلیل الشان تھے۔ حمران کے حالات تو گذر چکے ہیں اور بکیر وہی ہے کہ جسے صادقؑ نے یاد کیا اور فرمایا خدا بکیر پر رحم کرے نیز روایت ہے کہ بکیر کی وفات کے بعد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم خداوند عالم نے اسے اس منزل میں اتارا ہے جو اس کے رسول اور امیرالمومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے درمیان ہے اور اس کی اولاد در اولاد اہل حدیث ہیں اور آنجناب کے لئے شہر دامغان کے باہر بقعہ اور مزار مشہور ہے اور عبدالرحمٰن بن اعین وہی ہے کہ مشائخ نے اس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور عبدالملک بن اعین وہی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لئے دعائے رحمت کی اور مدینہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ جا کر اس کی قبر کی زیارت کی ہے اور عبدالملک علم نجوم جانتا تھا اور اس کا بیٹا ضریس بن عبدالملک ثقات رواۃ میں سے ہے۔

آٹھواں صفوان بن مہران جمال اسدی کوفی جس کی کنیت ابو محمد ہے وہ بہت ثقہ اور جلیل القدر ہے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور اپنا ایمان واعتقاد ائمہ علیہم السلام کے بارے میں آپ کے سامنے پیش کیا اور حضرت نے اس سے فرمایا رحمک اللہ اور یہ وہی ہے کہ جس نے اپنے اونٹ ہارون الرشید کو سفر حج کے لئے کرایہ پر دیئے تھے۔ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنجناب نے فرمایا کہ تیری ہر چیز اچھی اور جمیل ہے سوائے تیری ایک چیز کے اور وہ کرایہ پر اس شخص کو اونٹ دینا ہے یعنی ہارون کو عرض کیا میں نے سفر معصیت ولہو ولعب کے لئے کرایہ پر نہیں دیئے بلکہ مکہ کے راستہ کے لئے کرایہ پر دیئے ہیں اور میں خود بھی ساتھ نہیں تھا بلکہ معاملہ میرے غلاموں کے ہاتھ میں تھا فرمایا کیا تیرا کرایہ ان کے ذمہ نہیں عرض کیا کیوں نہیں فرمایا کیا تو ان کی زندگی اس وقت تک نہیں چاہتا جب تک تیرا کرایہ ادا نہ کریں کہنے لگا جی ہاں پس فرمایا جو ان کی زندگی کو چاہے وہ ان میں سے ہے اور جو ان میں سے ہو وہ ان کے ساتھ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا صفوان گیا اور اپنے سب اونٹ بیچ دیئے۔ ہارون کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس سے کہنے لگا اگر تیرا حسن صحبت نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور اسی صفوان نے زیارت اربعین امام حسینؑ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور زیارت وارثہ اور دعائے علقمہ معروفہ جو زیارت عاشورہ کے بعد پڑھتے ہیں وہ بھی اسی نے حضرت سے نقل

کی ہے اور یہ صفوان کئی دفعہ حضرت صادقؑ کو مدینہ سے کوفہ لے کر آیا ہے اور آنجناب کے ساتھ زیارت امیرالمومنینؑ سے مشرف ہوا ہے اور حضرت کی قبر سے اچھی طرح سے مطلع تھا اور کامل الزیارۃ میں ہے کہ بیس سال برابر اس تربت مطہر کی زیارت کے لئے جاتا رہا اور حضرت کے قریب اپنی نماز ادا کرتا اور جد امجدؒ ہے ثقہ جلیل فقیہ نبیل شیخ طائفہ امامیہ ابو عبداللہ صفوانی کا کہ جس نے سیف الدولہ حمدانی کے سامنے قاضی موصل کے ساتھ امامت کے بارے میں مباہلہ کیا تھا۔ جب قاضی اس مجلس سے اٹھا تو اسے بخار ہو گیا اور مباہلہ میں جو ہاتھ اس نے بلند کیا تھا وہ سیاہ ہو گیا اور اس پر ورم آ گیا اور دوسرے دن مر گیا۔

نواں۔ عبداللہ بن ابی یعفور ہے جو کہ ثقہ اور بہت جلیل القدر اصحاب ائمہؑ اور صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے اور حضرت صادقؑ کو بہت محبوب تھا اور حضرت اس سے راضی تھے کیونکہ حضرت کے مقام اطاعت اور امتثال امر اور حضرت کے قول کو قبول کرنے میں بہت ثابت قدم تھا۔ جیسا کہ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا خدا کی قسم اگر آپ ایک انار کے دو ٹکڑے کر دیں اور فرمائیں کہ یہ آدھا حلال ہے اور یہ حرام تو میں گواہی دوں گا کہ جسے آپ نے حلال کیا ہے وہ حلال اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام ہے۔ حضرت نے دو دفعہ فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو میری وصیت کو قبول اور میرے امر اور حکم کی اطاعت کرے مگر عبداللہ بن ابی یعفور اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے اپنا دین حضرت صادقؑ کے سامنے پیش کیا اور یہ وہی ہے کہ جس کو آپ نے سلام بھیجا اور اسے سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی وصیت کی ہے بہرحال حضرت صادقؑ کے زمانہ میں طاعون کے سال وفات پائی اور اس کی وفات کے بعد حضرت صادقؑ نے مفضل بن عمر کو خط لکھا کہ جو سارا کا سارا تعریف اور عبداللہ بن ابی یعفور کے پسندیدہ ہونے میں ہے ایسے کلمات کے ساتھ جو اس کے اتنا جلیل الشان ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ جس میں عقل حیران ہے ان کلمات میں سے کچھ یہ ہیں قد قضی صلوات اللّٰہ علی روحہ محمود الاثر مشکور السعی مغفوراً لہ مرحوماً برضی اللّٰہ و رسولہ و امامہ عنہ بولادتی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ ما کان فی عصرنا اطوع للّٰہ و لرسولہ و لامامہ منہ فما زال کذلک حتی قبضہ اللّٰہ الیہ برحمتہ و صیّرہ الی جنتہ الخ اور رحلت کی ہے اس نے اس کی روح پر خدا کی رحمت نازل ہو اس کے آثار قابل تعریف ہیں اس کی کوشش شکریہ کی مستحق ہے اسے بخش دیا گیا اور اس پر رحم کیا گیا ہے اللہ اس کے رسول اور اس کے امام کی رضا کے ساتھ گیا ہے مجھے اپنے رسول کی اولاد ہونے کی قسم ہمارے زمانہ میں اس سے زیادہ خدا اس کے رسول اور امام کی اس سے زیادہ اطاعت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ پس وہ اس طرح رہا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اپنی رحمت سے اس کی روح اپنی طرف قبض کی اور اپنی جنت کی طرف اسے لے گیا۔

دسواں اور گیارہواں عمران بن عبداللہ بن سعد اشعری قمی اور اس کا بھائی عیسیٰ بن عبداللہ ہے۔

کہ دونو اہل قم کے اجلا اور حضرت صادقؑ کے دوستوں اور محبوب لوگوں میں سے تھے اور انہیں بہت دوست رکھتے تھے اور جب یہ لوگ مدینہ میں وارد ہوتے تو حضرت ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کے گھر والوں رشتہ داروں عزیزوں اور تعلق رکھنے والوں کے حالات پوچھتے ایک دفعہ عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اس سے حالات پوچھے اور اس سے حسن سلوک اور کشادہ روئی سے پیش آئے جب عمران اٹھ کر جانے لگا تو حماد ناب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس سے آپ نے اس طرح اچھا برتاؤ کیا ہے فرمایا یہ نجیب خانوادہ میں سے ہے۔ یعنی اہل قم میں سے ہے کہ کوئی جبار ان کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے تباہ کر دے گا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرتؑ نے عیسیٰ کے دونو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا تو تو ہم اہل بیت میں سے ہے اور یہ عمران وہی ہے کہ جس سے حضرت صادقؑ نے خواہش کی تھی کہ آپ کے لئے چند خیمے بنوائے وہ بنا کر لے آیا اور میدان منیٰ میں آپ کے لئے نصب کئے ایک خیمہ زنانہ اور ایک مردانہ تھا اور ایک قضائے حاجت کے لئے جب صادقؑ اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ خیمے کیسے ہیں لوگوں نے بتایا کہ عمران بن عبداللہ قمی نے آپ کے لئے لگائے ہیں۔ حضرت وہاں اتر گئے اور عمران کو بلا کر پوچھا یہ خیمے کتنی قیمت کے ہیں عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کہ اس کے تاگے میرے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ اور خیمے میں نے اپنے ہاتھ سے بنے ہیں اور بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں لے کر آیا ہوں اور قربان جاؤں دوست رکھتا ہوں کہ آپ قبول فرمالیں اور جو مال آپ نے اس کام کے لئے بھیجا تھا وہ میں نے واپس کر دیا ہے۔ پس حضرت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد پر صلوات بھیجے اور یہ کہ تجھے اور تیری عزت و اولاد کو اپنے سایہ رحمت میں داخل کرے اس دن جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور عمران کا بیٹا مرزبان ابوالحسن رضاؑ کے اصحاب روایت میں سے ہے۔ اور صاحب کتاب ہے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے اپنے نزدیک اہم چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں: اور وہ یہ کہ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں فرمایا ہاں کہنے لگا کیا میرا نام آپ کے پاس لکھا ہوا ہے فرمایا ہاں۔

بارہواں فضیل بن یسار بصری ابوالقاسم ثقہ جلیل القدر رواۃ اور فقہاء اصحاب صادقین علیہما السلام اور اصحاب اجماع میں سے ہے۔ یعنی ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کی تصدیق پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اور انہوں نے اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب اس کو دیکھتے کہ آرہا ہے تو فرماتے کہ بشر المخبتین، خشوع کرنے والوں کو بشارت دو جو شخص اہل بہشت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہے تو اس شخص کی طرف دیکھے اور فرماتے کہ فضیل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اور جس شخص نے اس کو غسل دیا تھا اس نے حضرت صادقؑ

سے بیان کیا کہ فضیل کو غسل دیتے وقت اس کا ہاتھ سبقت کرتا تھا اس کی شرمگاہ کی طرف حضرت نے فرمایا خدا رحمت کرے فضیل پر وہ ہم اہل بیت میں سے تھا۔ فضیل سے روایت ہے کہ میں نے ابی عبداللہؑ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کی ملاقات سے کوئی چیز مانع نہیں مگر یہ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون سی چیز اس میں آپ کی طبیعت کے موافق ہے کہتا ہے کہ حضرت نے فرمایا یہ بات تیرے لئے بہتر ہے اور فضیل کے بیٹے قاسم اور علاء اور اس کا پوتا محمد بن قاسم سب اجلاء اور ثقات اصحاب میں سے ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تیرھواں فیض بن مختار کوفی جو کہ ثقہ اور حضرت باقرؑ و صادقؑ و کاظمؑ کے رواۃ میں سے ہے ایک دفعہ فیض نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں اصرار بلیغ اور بہت تاکید سے سوال کیا کہ آپ اسے اپنے بعد والے امام کی خبر دیں حضرت نے کمرے کے کنارہ پر جو پردہ تھا اسے اوپر کر دیا اور اس پردہ کے پیچھے تشریف لے گئے اور فیض کو بھی وہاں بلایا فیض جب اس جگہ پر گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے حضرت نے وہاں نماز پڑھی اس وقت قبلہ سے منہ موڑ کر بیٹھ گئے۔ فیض بھی آپ کے سامنے رہا کہ اچانک امام موسیٰؑ تشریف لائے اور اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ اور ان کے ہاتھ میں تازیانہ تھا۔ حضرت صادقؑ نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں یہ تازیانہ کیسا ہے جو تمہارے ہاتھ میں ہے عرض کیا میں اپنے بھائی علی کے قریب سے گذرا میں نے دیکھا یہ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس سے ایک چوپائے کو مار رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے لے لیا ہے اس وقت حضرت نے فرمایا اے فیض صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ رسولؐ خدا کے پاس پہنچے اور آنحضرت نے وہ حضرت علیؑ کو سپرد کئے اور انہیں ان پر امین سمجھا پھر آپ نے ایک امام کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ فرمایا وہ صحف میرے پاس ہیں اور میں نے ان پر اپنے اس بیٹے کو امین سمجھا ہے باوجود چھوٹے سن ہونے کے اور اب اس کے پاس ہیں فیض کہتا ہے کہ میں حضرت کی مراد کو تو سمجھ گیا لیکن میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں۔ اس سے زیادہ بیان چاہتا ہوں فرمایا اے فیض جب میرے والد چاہتے کہ ان کی دعا قبول ہو۔ تو مجھے اپنی دائیں طرف بٹھا لیتے اور دعا کرتے اور میں آمین کہتا۔ پس آپ کی دعا قبول ہو جاتی اور میں بھی اس فرزند کے ساتھ ایسا ہوں اور کل ہم نے تجھے موقف میں یاد کیا تھا فذکرناک بالخیر پس ہم نے تیرا ذکر خیر کیا میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار کچھ زیادہ بیان کیجئے۔ فرمایا جب میرے والد سفر پر جاتے تو میں ان کے ساتھ ہوتا پس جب آپ اپنی سواری کے اوپر سونا چاہتے تو میں اپنی سواری ان کی سواری کے قریب لے جاتا اور میں اپنا بازو ان کے لئے ایک دو میل تک تکیہ بناتا یہاں تک کہ آپ نیند سے بیدار ہوتے اور یہ فرزند بھی میرے ساتھ ایسا کرتا ہے پھر مزید سوال کیا تو فرمایا میں اپنے اس بیٹے میں وہ کچھ پاتا ہوں جو یعقوب کو یوسف میں نظر آتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا اس سے زیادہ کچھ فرمائیے فرمایا یہ وہی امام ہے کہ جس کے متعلق تو سوال کرتا ہے لہذا اس کے حق کا اقرار کر۔ پس میں کھڑا ہو گیا اور حضرت کے سر کا بوسہ لیا اور آپ کے لئے دعا کی پس فیض

نے اجازت چاہی کہ وہ بعض لوگوں سے اچھی خبر کہے فرمایا اپنے اہل وعیال اولاد اور ساتھیوں سے بیان کرو۔ فیض اس سفر میں اہل خانہ اور اولاد کے ساتھ تھا اس نے انہیں یہ خبر دی تو انہوں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی اور اس کے ساتھیوں میں یونس بن ظبیان تھا۔ جب اس نے یونس کو بتایا تو وہ کہنے لگا مجھے حضرت سے بلا واسطہ سننا چاہیئے اور اس میں جلد بازی تھی پس وہ حضرت کے گھر کی طرف روانہ ہوا فیض کہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے چلا جب حضرت کے دروازے پر پہنچا تو آپ کی آواز بلند ہوئی اور فرمایا معاملہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تجھے فیض نے بتایا ہے یونس نے کہا میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی۔

چودھواں لیث بن بختری مشہور بابو بصیر مرادی قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں کہا ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ اس کی کنیت ابو بصیر اور ابو محمد تھی اور دو امام ہمام محمدؑ بن علیؑ باقر اور جعفر بن محمد صادقؑ علیہما السلام کے راویوں میں سے تھا اور امام محمد باقرؑ نے اس کی شان میں فرمایا بشر المخبتین بالجنۃ یعنی خدا کے لئے خشوع کرنے والوں کو جنت کی بشارت دو اور انہیں میں سے لیث بھی ہوگا اور کتاب خلاصہ میں محمد کشی کے واسطہ سے جمیل بن دراج سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے خشوع کرنے والوں برید بن معویہ عجلی ابو بصیر لیث بن بختری مرادی محمد بن مسلم اور زرارہ کو جنت کی بشارت دو۔ یہ چاروں نجیب اور خدا کے حلال وحرام پر اس کے امین ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع ہو جاتے۔ نیز کتاب کشی میں مسطور ہے کہ ابو بصیر ان میں سے ایک ہے کہ امامیہ نے جن کی تصدیق پر اجماع اور اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم علباء بن دراع اسدی کی موت کے وقت حاضر تھے میں نے عرض کیا جی ہاں اور اس نے مجھے اس وقت خبر دی کہ آپ اس کے جنت میں داخل ہونے کے ضامن ہوئے تھے اور مجھ سے یہ استدعا کی تھی کہ اس بات کی میں آپ کو یاد دہانی کراؤں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ پس میں رونے لگا اور میں نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو میری تقصیر کیا ہے کہ میں اس عنایت کے قابل نہیں ہوا۔ کیا میں بوڑھا سالخوردہ نابینا آپ کی درگاہ دین پناہ کی طرف منقطع نہیں ہوں (یعنی صرف آپ کا ہو کے نہیں رہ گیا) حضرت نے عنایت کرتے ہوئے فرمایا میں تیرے لئے بھی بہشت کا ضامن ہوں۔ میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنے آباء واجداد کو بھی میرا ضامن قرار دیجئے اور ایک کے بعد دوسرے کا میں نے نام لیا حضرت نے فرمایا میں نے انہیں ضامن بنایا ہے دوبارہ میں نے عرض کیا کہ اپنے جد بزرگوار کو بھی میرا ضامن قرار دیں آپ نے فرمایا میں نے ایسا کیا ہے دوبارہ میں نے درخواست کی کہ حق تعالیٰ جل وعلا کو بھی ضامن بنائیں آپ نے کچھ دیر تک سر کو حرکت دی پھر اس کے بعد فرمایا کہ یہ بھی کیا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ شیخ کشی نے شعیب عقرقوفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا

کہ بسا اوقات ہم بعض مسائل کے متعلق سوال کرنے کے محتاج ہوتے ہیں تو کس سے پوچھیں فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ اسدی یعنی ابو بصیر سے سوال کرو۔ ہمارے شیخ نے خاتمہ مستدرک میں فرمایا ہے کہ ابو بصیر سے سوال کرو ہمارے شیخ نے خاتمہ مستدرک میں فرمایا ہے کہ ابو بصیر سے مراد ابو محمد یحییٰ بن قاسم اسدی ہے قائد کے قرینہ سے یعنی اس کا عصا کھینچنے والا جو علی بن ابی حمزہ تھا کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کی کتاب کا راوی ہے اور یہ ابو بصیر ثقہ ہے جیسا کہ رجال شیخ اور خلاصہ میں ہے اور عنقریب ابو بصیر مذکور کا بھانجا ہے۔

پندرہواں محمد بن علی بن نعمان کوفی ابو جعفر معروف بامومن طاق واحول اور مخالفین انہیں شیطان الطاق کہتے تھے ان کی دکان کوفہ میں اس جگہ تھی جو طاق المحامل کے نام سے مشہور تھی اور ان کے زمانہ میں سکہ قلبی پیدا ہوا تھا کہ جسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا چونکہ اس سکہ کا باطن الٹا تھا نہ کہ اس کا ظاہر لیکن جب ان کے ہاتھ میں دیئے تو یہ سمجھ لیتے اور یہ ان کا الٹا پن نکال دیتے تھے۔ اسی لئے انہیں مخالفین شیطان الطاق کہتے تھے اور وہ متکلمین میں سے تھے اور انہوں نے چند کتب تصنیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے افعل لا تفعل اور ان کا احتجاج زید بن علی کے ساتھ اور نیز ان کا مناظرہ و محاجہ خوارج کے ساتھ معروف اور ان کے مکالمے ابو حنیفہ کے ساتھ مشہور ہیں۔ ایک دن ابو حنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ تم شیعہ لوگ رجعت کا عقیدہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں کہنے لگا پھر پانچ سو اشرفی مجھے قرض دے دو۔ جب دنیا کی طرف پلٹ کے آئیں گے تو واپس لے لینا ابو جعفر فرمانے لگے کہ میرے لئے کوئی ضامن لے آؤ کہ جب دنیا میں پلٹ کے آؤ گے تو انسان کی شکل میں ہو گے تاکہ میں تمہیں اشرفیاں دے دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ تم بندر کی شکل میں واپس آؤ اور میں اپنا قرض تم سے وصول نہ کر سکوں اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت صادق نے رحلت فرمائی تو ابو حنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ اے ابا جعفر تمہارے امام تو وفات پا گئے۔ مومن کہنے لگے لیکن تمہارا امام تو یوم وقت معلوم تک منتظرین میں سے ہے یعنی اگر میرے امام کی وفات ہو گئی تو تیرا امام وقت معلوم سے پہلے نہیں مرے گا اور مجالس المومنین میں ہے کہ ایک دن ابو حنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابو جعفر دور سے نمودار ہوئے اور ان کی مجلس کی طرف متوجہ ہوئے جب ابو حنیفہ کی نگاہ ان پر پڑی تو تعصب و عناد کی بناء پر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا تمہاری طرف شیطان آ رہا ہے۔ جب ابو جعفر نے یہ بات سنی اور قریب آئے تو یہ آیت ابو حنیفہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے پڑھی اِنَّا اَرْسَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا۔ ہم نے بھیجا شیاطین کو کافرین پر جو انہیں مضطرب کر دیتے ہیں مضطرب کرنا۔

نیز مروی ہے کہ جب ضحاک نے جو خارجیوں میں سے ایک تھا کوفہ میں خروج کیا اور اپنا نام امیر المومنین رکھا اور لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی تو مومن الطاق اس کے پاس گئے جب ضحاک کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں پکڑ کر اپنے ساتھی ضحاک کے پاس لے گئے تو مومن طاق نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جو

اپنے دین میں بابصیرت ہے اور میں نے سنا ہے کہ تو صفت عدل و انصاف سے متصف ہے اس بنا پر میں چاہتا تھا کہ تیرے ساتھیوں میں داخل ہو جاؤں۔ پس ضحاک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ شخص ہمارا یار و مددگار ہو جائے تو ہمارا معاملہ رواج اور ترقی حاصل کرے گا۔ اس وقت مومن طاق نے ضحاک سے کہا کہ تو علیؑ سے کیوں بیزاری کرتا ہے اور ان سے جنگ و جدال کو حلال سمجھتا ہے ضحاک کہنے لگا چونکہ علیؑ نے دین خدا میں حکم مقرر کیا تھا اور جو شخص دین خدا میں کسی کو حکم مقرر کرے اس سے جنگ و جدال اور بیزاری اختیار کرنا حلال ہے۔ مومن طاق نے کہا کہ مجھے اپنے اصول دین بتا تاکہ میں تم سے مناظرہ کروں اور جب تیری حجت و دلیل میری حجت پر غالب آگئی تو میں تیرے اصحاب کی لڑی میں پرو یا جاؤں گا اور مناسب یہ ہے کہ میرے اور تیرے مناظرہ میں درستی و غلطی صواب و خطا کے امتیاز کے لئے کسی شخص کو معین کر۔ تاکہ وہ خطا کار کو خطا میں ادب سکھائے اور درست کہنے والے کی درستی کا حکم لگائے پس ضحاک نے اپنے اصحاب میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان حکم ہو گا کیونکہ یہ عالم و فاضل ہے۔ مومن طاق نے کہا تو البتہ اس شخص کو حکم قرار دے رہا ہے اس دین میں کہ میں تیرے پاس جس کے لئے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں ضحاک کہنے لگا کہ ہاں پس مومن طاق نے ضحاک کے ساتھیوں کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگے یہ لو۔ تمہارے صاحب نے دین خدا میں حکم قرار دیا ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا معاملہ۔ جب ضحاک کے ساتھیوں نے یہ بات سنی تو اتنی چھریاں اور تلواریں ضحاک کو لگائیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

سولہواں محمد بن مسلم بن ریاح ابو جعفر طحان ثقفی کوفی جناب باقرؑ و صادقؑ کے بزرگ صحابی ان کے حواری اور خاشع و خاضع اورع وافقہ اور وجوہ اصحاب کوفہ میں سے تھے اور یہ وہ بزرگوار ہیں کہ امامیہ کا اس چیز کی صحت پر جو ان سے صحیح طرح وارد ہو اور ان کی تصدیق اور ان کی فقاہت کے تسلیم کرنے پر اجماع ہے اور روایت ہے کہ یہ بزرگوار چار سال مدینہ میں مقیم رہے اور امام محمد باقرؑ کی خدمت میں احکام دینی اور معارف یقینی کا استفادہ کیا اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ سے استفادہ حقائق کرتے رہے اور ان سے روایت ہوئی ہے کہ تیس ہزار حدیثیں امام محمد باقرؑ سے اور سولہ ہزار حدیثیں امام جعفر صادقؑ سے اخذ کی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ ثقہ جلیل القدر عبداللہ بن ابی یعفور نے صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لئے ممکن نہیں کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور بسا اوقات ہمارے اصحاب میں سے کوئی شخص میرے پاس آجاتا ہے اور مجھ سے مسئلہ پوچھتا ہے اور میرے پاس ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ کیا مانع ہے تجھے محمد بن مسلم سے پس بے شک اس نے علم اخذ کیا ہے میرے والد سے اور وہ ان کے نزدیک وجیہ و ذی عزت تھے اور محمد بن مسلم سے روایت ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا میں نے سنا کہ کوئی میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے پس میں نے آواز دی کہ کون ہے اس نے کہا کہ میں آپ کی کنیز ہوں خدا آپ پر رحمت نازل کرے میں چھت

کے کنارے کے پاس آیا اور سر نکالا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی کہ میری بیٹی تازہ شادی شدہ حاملہ تھی اور اسے دردِ زہ شروع ہوا اور بچہ جنے بغیر اس تکلیف میں مر گئی اور بچہ اس کے شکم میں حرکت کرتا ہے اب کیا کرنا چاہیئے اور صاحب شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے تو میں نے اس سے کہا اے کنیز خدا اسی قسم کا مسئلہ ایک دن امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اس مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو باہر نکال لیں تم بھی ایسا ہی کروا لے بعد میں نے اس سے کہا کہ اے کنیز خدا میں ایک شخص ہوں گوشہ نشینی اور گمنامی میں مخفیانہ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تجھے میری طرف کس نے راہنمائی کی ہے اس نے کہا کہ میں ابوحنیفہ کے پاس اس مسئلہ کے سلسلہ میں گئی تھی جو کہ صاحب رائی اور قیاس ہے وہ کہنے لگا اس مسئلہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تم محمد بن مسلم ثقفی کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ دے گا اور جب وہ تجھے اس مسئلہ میں فتویٰ دے تو میرے پاس آ کر مجھے بھی بتانا میں نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ اور جب صبح ہوئی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ ابوحنیفہ بیٹھا ہے اور اسی مسئلہ میں اپنے اصحاب سے بحث کر رہا ہے اور ان سے پوچھ رہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ جو کچھ اس مسئلہ کا جواب اسے میری طرف سے ملا ہے اس کا اپنے نام سے اظہار کرے پس میں نے مسجد کے گوشہ سے کھنکارا تو ابوحنیفہ نے کہا خدا تجھے بخشے ہمیں چھوڑو کہ ہم بھی ایک لحظہ زندگی گذاریں۔ زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو کریبہ ازدی اور محمد بن مسلم ثقفی شہادت دینے کے لیے شریک قاضی کے پاس گئے۔ شریک کچھ دیر تک غور و تامل سے ان کے چہروں کی طرف دیکھتا رہا۔ آثار صلاح و تقویٰ و عبادت ان کی پیشانی پر دیکھے تو کہنے لگا جعفریان فاطمیان یعنی یہ دونوں افراد حضرت جعفرؑ اور فاطمہؑ کے شیعہ ہیں اور اس خانوادہ سے منسوب ہیں تو یہ بزرگوار رونے لگے۔ شریک نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو فرمانے لگے ہم اس لئے روتے ہیں کہ تو نے ہمیں شیعوں میں شمار کیا ہے اور ایسے لوگوں میں سے قرار دیا ہے جو ہماری سخافت اور کم ورع و پرہیزگاری کی بناء پر ہمیں اپنا بھائی بنانے پر راضی نہیں ہیں۔ نیز تو نے ہمیں نسبت دی ہے ایسے بزرگوار کی طرف جو ہم جیسوں کو اپنا شیعہ بنانے کے لیے راضی نہیں پس اگر اس نے فضل و کرم کیا اور ہمیں قبول فرمایا تو ہم پر منت و احسان اور اس کا تفضل ہو گا شریک نے تبسم کیا اور کہنے لگا جب دنیا میں کوئی مرد پیدا ہو تو اسے تم جیسا ہونا چاہیئے۔ وارد ہوا ہے کہ محمد بن مسلم مالدار اور شخص جلیل تھا۔ حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا اے محمد تواضع اختیار کرو پس کوفہ میں خرما کی ایک زنبیل اٹھائی اور ترازو ہاتھ میں لی اور مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر خرمے بیچنے لگا اس کی قوم اس کے پاس جمع ہوئی اور کہنے لگے تیرا یہ کام ہماری رسوائی کا باعث ہے فرمایا کہ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے ایسی چیز کا کہ جس سے میں دستبردار نہیں ہوں گا وہ کہنے لگے کہ اگر مجبور ہو کہ کوئی کسب کرو تو آٹا بیچنے کی دکان پر بیٹھ جاؤ پس اس کے لئے چکی اور اونٹ تیار کیا تا کہ گندم اور جو پیسے اور انہیں بیچے محمد نے یہ قبول کر لیا اسی وجہ سے انہیں طحان کہتے ہیں ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

سترہواں معاذ بن کثیر کسائی کوفی حضرت صادقؑ کے شیوخ اصحاب اور ان کے ثقات میں سے ہے اور ان افراد میں سے ہے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی نص ان کے والد سے روایت کی ہے صلوات اللہ علیہما اور تہذیب کی روایت میں ہے کہ وہ کرباس (موٹے تاگے کا سوت) بیچتا تھا ایک دفعہ اس نے یہ کسب ترک کر دیا۔ حضرت صادقؑ نے اس کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنی تجارت چھوڑ دی ہے فرمایا ترک عمل! شیطان کا کام ہے جو شخص تجارت وکسب چھوڑ دے اس کی دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے۔ نیز روایت ہے کہ معاذ نے موقف عرفات میں اہل موقف پر نظر دوڑائی دیکھا کہ بہت سے لوگ حج پر آئے ہیں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اہل موقف بہت سے ہیں حضرت نے ان پر نگاہ کی اور فرمایا اے ابا عبداللہ میرے پاس آؤ اس وقت فرمایا یاتی بہ الموج من کل مکان ہر طرف سے اس کی طرف لہر آتی ہے نہیں خدا کی قسم نہیں ہیں حاجی مگر تم لوگ اور خدا قبول نہیں کرتا حج مگر تم لوگوں سے۔

اٹھارہواں معلّٰی بن خنیس بزاز کوفی ابوعبداللہ صادقؑ کا غلام خاص۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولیائے خدا اور اہل بہشت میں سے ہے اور حضرت صادقؑ اسے دوست رکھتے تھے اور وہ وکیل اور قیم تھا حضرت کے اہل وعیال کے نفقات واخراجات کا اور اسی لئے داؤد بن علی نے اسے قتل کر دیا اور وہ حضرت صادقؑ کے نزدیک پسندیدہ تھا۔ اور آپ کے طریق وراستہ پر اس دنیا سے گیا۔

ابوبصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب داؤد بن علی نے معلی کو قتل کیا اور اسے سولی پر لٹکایا تو یہ چیز حضرت صادقؑ پر عظیم ودشوار گذری آپ نے داؤد سے فرمایا تو نے میرے غلام اور میرے مال واہل وعیال کے وکیل کو کیوں قتل کیا ہے خدا کی قسم وہ خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ وجیہ وباوقار تھا اور آخر روایت میں ہے کہ آپ نے داؤد سے فرمایا آگاہ رہو خدا کی قسم کہ وہ بہشت میں داخل ہوا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلی کے قتل کے وقت آپ مکہ میں تھے جب مکہ سے واپس تشریف لائے تو داؤد کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اہل جنت میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے وہ کہنے لگا میں نے اسے قتل نہیں کیا فرمایا کس نے اسے قتل کیا ہے وہ کہنے لگا سیرافی نے اور سیرافی داؤد پولیس افسر تھا۔ حضرت نے اس سے قصاص لیا اور اسے معلی کے بدلے قتل کیا اور معتبر سے روایت ہے کہ اس رات حضرت سجدہ اور قیام میں تھے اور رات کے آخری حصہ میں داؤد بن علی پر نفرین کی خدا کی قسم ابھی آپ نے سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ میں نے چیخ وپکار کی آواز سنی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ داؤد بن علی مر گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک دعا کے ساتھ پکارا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا جس نے اس کے سر پر ایک عمود (گرز) مارا کہ جس سے اس کا مثانہ پھٹ گیا۔ شیخ کلینی اور طوسی نے سند حسن کالصحیح کے ساتھ ولید بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور اس نے معلّٰی بن خنیس پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ معلّٰی میرا حق لے گیا ہے حضرت نے فرمایا کہ تیرا حق وہ شخص لے گیا ہے کہ جس نے معلی کو قتل کیا ہے پھر آپ نے ولید سے کہا کہ کھڑا ہو جا اور اس شخص کا حق دے دے میں چاہتا ہوں کہ معلی کے بدن کے چمڑے کو ٹھنڈا کروں اگرچہ وہ ٹھنڈا ہی ہے یعنی جہنم کی حرارت اسے نہیں پہنچی نیز کلینی نے ولید بن صبیح سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوا آپ نے میرے سامنے کچھ کپڑے پھینکے اور فرمایا اے ولید ان کپڑوں کو تہہ کر دو۔ ولید کہتا ہے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا خدا رحمت کرے معلی بن خنیس پر میں نے گمان کیا کہ حضرت نے میرے کھڑے ہونے کو اپنے مشابہ قرار دیا ہے آپ کے سامنے آپ کی خدمت میں معلی کے کھڑے ہونے کے ساتھ پھر آپ نے فرمایا اف ہے دنیا کے لئے کیونکہ یہ بلا و مصیبت کا گھر ہے۔ خداوند عالم نے دنیا میں اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کیا ہے۔

نیز کلینی نے روایت کی ہے عقبہ بن خالد سے وہ کہتا ہے کہ میں اور معلی اور عثمان بن عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے حضرت نے ہمیں دیکھا تو فرمایا مرحبا مرحبا تمہارے لئے یہ صورتیں مجھے دوست رکھتی ہیں اور میں انہیں دوست رکھتا ہوں خدا تمہیں دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے۔ شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ جب عید کا دن ہوتا تو معلی صحرا کی طرف نکلتا بال پریشان غبار آلود ستم رسیدہ اور حسرت خوردہ شخص کی طرح جب خطیب منبر پر جاتا تو معلی اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہتا خدایا یہ تیرے خلفاء اور اصفیاء کا مقام ہے اور تیرے امناء کی یہ جگہیں ہیں کہ جنہیں تو نے مخصوص کیا ہے اور لوگوں نے ان سے چھین لی ہیں الخ

انیسواں ہشام بن محمد بن سائب کلبی ابوالمنذر عالم فضل و علم کے ساتھ مشہور ایام گذشتہ اور انساب کا جاننے والا ہمارے مذہب کے علماء میں سے ہے اور کہنے لگا مجھ میں ایک بڑا نقص پیدا ہوا کہ میں اپنا علم بھول گیا۔ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ نے مجھے علم کا ایک پیالہ پلایا۔ اس پیالے کو پیتے ہی میرا علم عود کر آیا حضرت صادقؑ اس پر عنایت و نوازش کرتے اور اسے اپنے پاس بٹھاتے اور اس سے کشادہ روئی اور انبساط سے پیش آتے اور اس نے انساب فتوحات مثالب اور مقاتل وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور یہ وہی نسابہ کلبی مشہور ہے اور اس کا باپ محمد بن سائب کلبی کوفی حضرت باقرؑ کے اصحاب میں سے ہے اور عالم و بصیرت تفسیر ہے سمعانی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے حالات میں کہا ہے اِنَّهُ صَاحِبُ التَّفْسِيْرِ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَقَائِلًا بِالرَّجْعَةِ وَابْنُهُ هِشَامٌ ذَا النَّسَبِ عَالٍ وَفِي التَّشَيُّعِ غَالٍ یہ صاحب تفسیر اور کوفہ کا رہنے والا اور رجعت کا قائل تھا اور اس کا بیٹا ہشام بلند نسب اور شیعیت میں غالی تھا۔

بیسواں یونس بن ظبیان کوفی جو کہ حضرت صادقؑ کے اصحاب رواۃ میں سے ہے اور اگرچہ فضل بن شاذان نے اسے کذابین میں شمار کیا ہے اور نجاشی نے فرمایا کہ وہ بہت ضعیف ہے اور اس کی روایات کی طرف التفات نہیں

کیا جا سکتا اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ وہ غالی کذاب اور وضاع حدیث ہے لیکن ہمارے شیخ عطر اللہ مرقدہ نے مستدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ اس کے حسن حال واستقامت علو مقام اور عدم غلو پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں پھر ان اخبار کا ذکر کیا ہے کہ جن میں سے حضرت صادقؑ کا ارشاد ہے اس کے حق میں جو کہ جامع بزنطی میں ہے کہ آپ نے فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور جنت میں اس کا گھر بنائے وہ خدا کی قسم حدیث میں مامون تھا۔ نیز حضرت صادقؑ کا اسے زیارت سید الشہداءؑ تعلیم کرنا جیسا کہ شیخ نے تہذیب میں اور ابن قولویہ نے کامل میں روایت کی ہے نیز آنحضرت کا اسے وہ مشہور دعا تعلیم کرنا کہ جو نجف اشرف میں پڑھنی چاہیئے کہ جس کی ابتدا ہے اَللّٰھُمَّ لَابُدَّ مِنْ اَمْرِكَ جو تمام کتب مزاریہ میں مذکور ہے۔ نیز آپؑ نے اسے وہ عوذہ تعلیم فرمایا جو آنکھ کے درد کے لیے نفع مند ہے۔ الی غیر ذلك اور ہمارے شیخ نے ان روایات کا بھی جواب دیا۔ تفصیل کے ساتھ جو اس کی مذمت میں وارد ہیں کہ یہ مقام اس کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتا اور شائقین اس کتاب شریف کی طرف رجوع کریں اور فیض بن مختار کے حالات میں وہ چیز گذر چکی ہے جو اس سے تعلق تھی۔

تذییل۔ مؤلف کہتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب حضرت صادقؑ کے حالات کے ذیل میں یہ روایت نقل کروں اور اس باب کو اس پر ختم کردوں منقول ہے کہ حضرت صادقؑ کا ایک غلام تھا جب حضرت سوار ہو کر مسجد کی طرف جاتے تو وہ غلام آپ کے ہمراہ ہوتا اور جب آپ خچر سے پیادہ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تو وہ غلام اس خچر کی نگہبانی کرتا یہاں تک کہ حضرت واپس لوٹتے اتفاقاً ایک دن وہ غلام مسجد کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور خچر کی نگہبانی کر رہا تھا کہ چند اشخاص مسافر اہل خراسان میں سے آئے۔ ان میں سے ایک نے اس کی طرف رخ کیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے غلام کیا تو چاہتا ہے اور میلان رکھتا ہے کہ اپنے آقا حضرت صادقؑ سے خواہش کرے کہ وہ مجھے تیری جگہ پر قرار دیں اور میں ان کا غلام ہو کر تیری جگہ پر رہوں اور میں اپنا مال تجھے دیدوں اور میرے پاس ہر قسم کا بہت سامال ہے تو جا اور وہ مال اپنے لیے قبض کر اور میں تیری جگہ پر یہاں رہ جاؤں غلام نے کہا کہ میں اپنے آقا سے یہ خواہش جا کر کرتا ہوں پس وہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ میری خدمت جو آپ کی نسبت میں نے کی ہے اور طول خدمت کو جانتے ہیں تو اگر خدا کوئی خیر مجھ تک پہنچائے تو آپ اسے منع کریں گے۔ فرمایا وہ چیزیں تجھے اپنی طرف سے دوں گا اور اپنے غیر سے منع کروں گا۔ پس غلام نے اس مرد خراسانی کا واقعہ جو اس سے ہوا تھا۔ حضرت سے بیان کیا حضرت نے فرمایا اگر تو ہماری خدمت سے بے رغبت ہو گیا اور وہ شخص ہماری خدمت کی طرف راغب ہے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں اور تجھے اس کی جگہ بھیج دیتے ہیں پس جب غلام نے پشت پھیری تو حضرت نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تیری طویل خدمت کی وجہ سے جو تو نے ہماری کی ہے تجھے میں ایک نصیحت کرتا ہوں پھر تو اپنے کام میں مختار ہے اور وہ نصیحت یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہو

گا تو رسولِ خداؐ چمٹے ہوئے ہوں گے نورِ خدا کے ساتھ اور امیرالمومنین وابستہ ہوں گے رسولِ خدا کے ساتھ اور ائمہ علیہم السلام وابستہ ہوں گے امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ سے اور ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے پس وہ داخل ہوں گے اس جگہ کہ جس میں ہم داخل ہوں گے اور وارد ہوں گے۔ غلام نے جب یہ سنا تو عرض کیا کہ میں آپؑ کی خدمت میں رہوں گا اور میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہوں اور اس مرد کے پاس گیا اس مرد خراسانی نے کہا اے غلام تو حضرت صادقؑ کی خدمت سے اس رخ کے بغیر آیا ہے کہ جس کے ساتھ تو آپ کی خدمت میں گیا تھا۔ غلام نے حضرت کا کلام اس کے سامنے نقل کیا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا۔ آپؑ نے اس کی ولاء کو قبول فرمایا اور حکم دیا کہ غلام کو ہزار اشرفی دیں یہ فقیر عباس قمی حضرتؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے آقا و مولا جب سے میں نے اپنے آپ کو پہچانا ہے خود کو آپؑ کے دروازے پر دیکھا ہے۔ اور اپنے گوشت و پوست کی پرورش آپؑ کے نعمت کدہ کی ہے۔ رجاء واثق اور امید صادق ہے کہ آپؑ اس آخری عمر میں میری نگاہداری فرمائیں گے اور اپنے اس دروازے سے مجھے دور نہیں فرمائیں گے۔ اور میں زبان ذلت و افتقار کے ساتھ ہمیشہ عرض گذار ہوں۔

شاہا چہ تورا سگے بباید — گر من بُوَم آں سگ تو شاید
ہستم سگ کی ز جس جستہ — بر شاخ گل ہوات بستہ
از مدح تو قلادہ زر! — زنجیر وفا بحلقم اندر!
خود را بخودی کشیدہ از جل — پیش تو کشیدہ از سر دل
خود را بقبول را نگانت — بستم بطویلہ سگانت
انگن نظرے بریں سگ خویش — سگم مزن و مرانم از پیش

نیز کہتا ہے:۔

عَنْ حِمَاكُمْ كَيْفَ أَنْصَرِفُ — وَهَوَاكُمْ لِي بِهِ شَرَفُ
سَيِّدِي لَا عِشْتُ يَوْمَ أُرَىٰ — فِي سِوَىٰ أَبْوَابِكُمْ أَقِفُ

امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی احادیث اور واقعات جلد دوم میں ملاحظہ کریں۔

Acc. No. .... Date ....
Section سیرت آئمہ معصومین Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
★ PH. 7211795 ★

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ
پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

امامیہ پبلیکیشنز

Website